علامہ ابن کثیرؒ کی بلند پایہ تفسیر قرآن کا مکمل ترجمہ

تفسیر ابن کثیرؒ اُردو

جس کو ہر زمانہ کے علماء کرام کی قبولیت کا شرف حاصل ہے

تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ سب سے زیادہ قرآن کریم کو بطریق
سلف صالحین سمجھانے والی تفسیر تفسیر ابن کثیر ہی ہے اور
اس کے بعد تمام عربی و اردو تفاسیر اسی سے ماخوذ ہیں

نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب آرام باغ کراچی

تفسیر ابنِ کثیر (اردو) پارہ ۷

فہرست اہم مضامین

نور محمد، اصحّ المطابع و کارخانہ تجارت کتب فریر روڈ کراچی

ساتواں پارہ

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ
اور جب وہ اُس کو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے۔
تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا
تو آپ اُن کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اِس سبب سے کہ انھوں
عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا
نے حق کو پہچان لیا۔ یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان
مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ
لوگوں کے ساتھ لکھ لیجیے جو تصدیق کرتے ہیں اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ
بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ
تعالیٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اُس پر ایمان نہ لاویں اور اس بات کی امید
اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾
رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی معیت میں داخل کر دے گا۔
فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
سو اُن کو اللہ تعالیٰ ان کے قول کی پاداش میں ایسے باغ دیں گے جن کے
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ
نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور نکوکاروں
جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
کی یہی پاداش ہے۔ اور جو لوگ کافر رہے اور ہماری
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾
آیات کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ والے ہیں

اور جب وہ رسول پر اُتری ہوئی وحی کو سنتے ہیں، تو تم ان کی آنکھوں کو دیکھو گے کہ آنسوؤں سے بھری ہوئی ہوں گی۔ کیونکہ وہ اِس بشارت کو پہچان گئے ہیں جو بعثتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق انھوں نے اپنی کتابوں توریت اور انجیل میں دیکھی تھی، چنانچہ وہ کہنے لگتے ہیں کہ اے رب ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اَب تو ہم کو اس گروہ میں شامل رکھ جنھوں نے شہادت دی ہے اور ایمان لے آئے ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رض کہتے ہیں کہ یہ آیت نجاشی اور اس کے ساتھیوں سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس رض کہتے ہیں کہ مَعَ الشّٰهِدِيْنَ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت مُراد ہے جنھوں نے اپنے نبی کے لئے گواہی دی ہے کہ نبی، نے حقِ تبلیغ ادا کر دیا اور رسول کی بھی گواہی دی ہے کہ وہ تبلیغ کا فریضہ ادا کر چکے۔ ابن عباس رض کہتے ہیں کہ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ وہ کاشت کار لوگ مُراد ہیں جو جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے اور جب رسول اللہ نے قرآن سُنایا تو وہ ایمان لے آئے، اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رسول اللہ نے ان سے فرمایا کہ جب تم اپنے وطن جاؤ گے تو اپنے سابقہ مذہب میں عود تو نہیں کرو گے؟ وہ کہنے لگے کہ، ہم اپنے اس دین سے ہرگز نہ پلٹیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے قول کو اس

طرح نقل فرمایا ہے وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ۔ یعنی آخر ہم کیوں ایمان نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کی وحی پر۔ ہماری تو عین خواہش ہے کہ ہمارا رب ہمیں قومِ صالحین میں داخل فرمالے۔ یہ نصاریٰ لوگ تھے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ، اہلِ کتاب میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں اور تمہارے قرآن اور اپنی انجیل پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس سے پہلے بھی انجیل پر ایمان لائے تھے۔ اور جب قرآن ان پر تلاوت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے حق ہے۔ ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں۔ اسی لئے یہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان کے اِس اعتراف کے سبب انہیں جنتیں دی جائیں گی جن میں پانی کے چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ یہ ان کے ایمان اور تصدیق کا صلہ ہے۔ اِن جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہاں سے دَم بھر کے لئے ہٹیں گے تک نہیں۔ اتباعِ حق کرنے والوں کی جزا یہی ہے جس طرح بھی وہ ہوں یا جہاں بھی ہوں یا جس کے ساتھ ہوں وہ اسی صلے کے مستحق ہیں۔ اِس کے بعد حالِ اشقیا کی خبر دی جاتی ہے کہ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ سب دوزخی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان میں لذیذ

مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ

چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ

بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور

كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ

اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور

اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

ابن عباس رض سے مروی ہے کہ یہ آیت اصحاب النبی کے ایک گروہ میں نازل ہوئی۔ انھوں نے یہ کہا تھا کہ ہم اپنے آلات کو قطع اور ترکِ شہوت کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ راہبوں کی طرح اِدھر اُدھر گھومتے رہیں اور دُنیا سے بالکل بے نیاز ہوجائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع ملی تو آپ نے انھیں بُلا بھیجا اور پوچھا تو کہا، ہاں ہمارا ایسا قصد ہے۔ تو آپ نے فرمایا لیکن دیکھو! میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی رہتا ہوں عورتوں سے بھی نکاح کرتا ہوں، راہب بنا نہیں پھرتا۔ جو میرے طریقے پر چلا وہی میرا اور جو میرا طریقہ اختیار نہ کرے وہ میرا نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بعض اصحابِ رسول اللہ ؐ نے حضرت کے گھریلو مخفی عمل کے بارے میں بعض ازواجِ نبی سے کچھ سوالات کئے (تو حضرت ؐ کی شب وروز عبادت گزاری کا حال معلوم ہوا ہوگا) تو اُن میں سے ایک کہنے لگا کہ میں اب سے کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کسی نے کہا میں کبھی کسی عورت کے قریب نہ جاؤں گا۔ کسی نے کہا میں فرشِ خاک پر سوؤں گا، کبھی بستر پر نہ سوؤں گا۔ یہ خبر حضرت کو ملی تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہوا؟ کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے۔ میں تو روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا، سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں۔ گوشت بھی کھاتا ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو میرے طور طریق سے ہٹ گیا وہ مجھ سے نہیں۔ ابن عباس رض سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں گوشت کھاتا ہوں تو بہت شہوت پیدا ہوجاتی ہے اس لئے میں نے

اپنے اوپر گوشت حرام کرلیا ہے۔ تو یہ آیت اُتری کہ، اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کر ڈالو۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک لڑائی میں طویل عرصہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں۔ جب ہم کو رہنا دوبھر معلوم ہونے لگا تو ہم نے حضرت ؐ سے پوچھا کہ کیا ہم خصی ہو جائیں کہ خواہش ہی نہ پیدا ہو تو آپ نے منع فرمایا اور ہمیں ایک کپڑے یا ایک جوڑے مہر کے معاوضہ میں ایک موقتی نکاح کی اجازت دی پھر عبد اللہ نے یہ آیت پڑھی کہ " اے ایمان والو اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرلو۔ لیکن یہ واقعہ نکاح متعہ کو حرام قرار دیئے جانے سے پہلے کا ہے۔ واللہ اعلم۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس پکی ہوئی کھیری کا تحفہ آیا لوگ مل کر کھانے لگے تو ایک آدمی مجلس سے ہٹ گیا حضرت عبد اللہ نے کہا آؤ شریک ہو جاؤ تو کہنے لگا کہ میں نے تو اس کے نہ کھانے کی قسم کھالی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آؤ کھالو، قسم توڑ ڈالو اور کفارہ دیدے۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ کہتے ہیں عبد اللہ بن رواحہ نے ایک مہمان کو دعوت دی لیکن حضرت ؐ کی خدمت میں ہونے کی وجہ سے دیر ہوگئی۔ گھر آکر معلوم ہوا کہ مہمان کو منتظر رکھا گیا اور کھانا نہیں کھلایا گیا تو بیوی پر غضبناک ہو کر کہا کہ میرے واسطے تم نے مہمان کو بھوکا رکھا۔ مجھ پر آج کھانا ہی حرام ہے۔ عورت نے کہا ہاں مجھ پر بھی حرام ہے میں بھی نہیں کھاؤں گی۔ مہمان نے یہ دیکھ کر کہا مجھ پر بھی حرام ہے عبد اللہ یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے۔ پھر ہاتھ بڑھا کر کھانے لگے اور کہا بسم اللہ پڑھ کے سب شروع کرو۔ غرض یہ خبر حضرت کو ملی تو آیتِ بالا نازل ہوئی یہ حدیث اثر منقطع سمجھی جاتی ہے۔

صحیح بخاری کی وہ حدیث جس میں واقعہ صدیق اور ان کے مہمانوں کا ہے وہ بھی اسی کے مشابہ ہے اور وہ اور یہ دونوں قصے اس بات کی دلیل ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء کا یہ مسلک ہے کہ جس نے اپنے اوپر کوئی طعام یا لباس یا عورتوں کو چھوڑ کر اور کوئی چیز اگر حرام کرلی تو وہ حرام نہیں ہو جاتی اور اس کا کفارہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہدیا ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز اپنے اوپر حرام نہ بنالو۔ یہی تو وجہ ہے کہ جس نے گوشت کھانا اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ دینے کا حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ جس نے کوئی کھانا پینا، لباس یا اور کوئی چیز حرام کرلی تو قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ جب کوئی شخص قسم کے ذریعہ ترک اپنے اوپر لازم کرلے تو جیسے قسم کا کفارہ لازم آتا ہے اسی طرح بغیر قسم کے مجرد تحریم سے بھی غیر لازم کو لازم قرار دینے کی پاداش میں اس سے مواخذہ کیا جانا چاہیئے جو کفارہ کی صورت میں ہوسکتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی فتویٰ دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خدا کے قول سے بھی یہی نکلتا ہے، ارشاد ہے یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ الخ اور فرمایا قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ۔ یعنی اے نبی! اپنی بیویوں کی خوشنودی کی خاطر اللہ نے جو تم پر حلال کردیا ہے اس کو کیوں حرام کئے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ پھر فرمایا کہ، اللہ تعالیٰ تم پر فرض کرتا ہے کہ اپنی قسموں کو توڑ دو، یہاں آیت مذکورہ بالا کے ذکر کے بعد یمین کے کفارہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یمین کا ذکر نہ بھی ہو اور اپنے اوپر حرام کرلیا ہو تو بھی مستحق کفارہ ہونے میں بمنزلہ یمین ہی کے ہے۔ واللہ اعلم۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ بعض بزرگ صحابہ جیسے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ ترکِ دنیا کرلیں گے، خصی ہو جائیں گے، ٹاٹ کے سوا کچھ نہ پہنیں گے تو آیت متذکرہ اُتری جس کے آخر میں فرمایا گیا کہ جب خدا پر تم ایمان لاچکے

اُس سے ڈرو۔

عکرمہ رضؓ سے مروی ہے کہ عثمان بن مظعونؓ، علیؓ بن ابی طالب، ابن مسعودؓ، مقداد بن اسودؓ، سالم مولی ابو حذیفہؓ اِن اصحابؓ نے ترکِ دنیا کا قصد کرلیا، گھروں میں بیٹھ گئے۔ عورتوں کو چھوڑ دیا، ٹاٹ پہن لیا، طعام ولباس کی اچھی اچھی چیزیں سب اپنے پر حرام کرلیں۔ بنی اسرائیل کے رہبانوں کا سا کھانا پینا اختیار کرلیا خصّی ہونے کا قصد کیا، اتّفاق کرلیا کہ رات بھر نماز پڑھا کریں گے اور دن بھر روزہ رکھیں گے تو یہ آیت اُتری کہ طیّباتِ خداوندی کو اپنے اوپر حرام نہ بنالو، حدّ سے آگے نہ بڑھ جاؤ، ہم ایسے لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔ یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں کہ عورتوں سے الگ رہنا اچھا کھانا پینا اور اچھا لباس چھوڑ دینا، رات بھر جاگنا، دن بھر روزہ رکھنا، خصی ہوجانا یہ سب غلط طریقے ہیں حضرتؐ نے فرمایا کہ تم پر تمھارے نفس کا بھی حق ہے۔ کبھی نفل روزہ رکھو کبھی نہ رکھو، کبھی نماز پڑھو کبھی سوجاؤ۔ ہمارے اِس طریقے کو چھوڑ دوگے تو تم ہم میں سے نہیں۔ یہ سُن کر سب نے کہا۔ اے خدا! ہم کو ہمارے اِن عزائم سے بچا اور اتباعِ وحی کی توفیق عنایت فرما۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت تذکیر وتنبیہ کرکے اُٹھے اور عرف عذابِ الٰہی سے خوف دلاتے رہے تو اصحابِ نبی صلعم میں سے دس آدمیوں نے کہا جن میں علی بھی تھے عثمان بن مظعون بھی تھے۔ کہنے لگے کہ اگر انصاریٰ اور رُہبان اپنے اوپر عیش وراحت حرام کرسکتے ہیں، تو ہم کو ان سے بھی زیادہ اس کا حق ہے۔ چنانچہ بعض نے گوشت چربی اپنے اوپر حرام کرلی، بعض نے نیند اور بعض نے عورتوں کو حرام کرلیا۔ چنانچہ ابن مظعون نے عورت کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔ نہ یہ اہل کے پاس جاتے نہ اہلیہ ان کے پاس آسکتی۔ اب ان کی عورت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ عائشہ صدیقہ رضؓ کے ساتھ دوسری ازواجُ النّبی بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے پوچھا: اے حولاء! یہ تجھے کیا ہوگیا چہرے کا رنگ فق ہے، نہ کنگھی چوٹی ہے نہ تیل عطر ہے؟ تو اس نے کہا کنگھی کرکے تیل وعطر لگا کے کیا کروں، میرا شوہر نہ مجھ پر آگرتا ہے نہ ذرا سا کپڑا تک میرا ہٹاتا ہے۔ سب کی سب اس کی بات سُن کر ہنس پڑیں۔ ایسے میں رسول اللہؐ تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا سب کی سب کیوں ہنس رہی ہو؟ تو کہا یا رسول اللہؐ! حولاء ایسا ایسا کہہ رہی ہے۔ تو آپ نے عثمان بن مظعونؓ کو بلاکر کہا۔ یہ تو نے کیا کیا۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے یہ عیش خدا کے لئے چھوڑ دیا ہے تاکہ عبادت کے لئے بالکل خاص رہوں بلکہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے آپ کو خصی ہی کرلوں تو حضرتؐ نے فرمایا کہ تجھ کو خدا کی قسم ہے ہرگز ایسا نہ کرنا فوراً گھر جا اور بیوی سے مِل۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہؐ! میرا روزہ ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا روزہ توڑ دے۔ چنانچہ حسبِ انھوں نے پوری تعمیل کی۔ اَب حولاء عائشہ رضؓ کے پاس آئی۔ کنگھی کی ہوئی، سُرمہ اور عطر لگائے ہوئے، حضرت عائشہ رضؓ نے ہنس کر پوچھا، حولاء کیا ہوا۔ کہنے لگی کل وہ آیا تھا آنحضرت عثمان سے فرماتے تھے کہ عثمان ایسا قطعی نہ کرنا، یہ دین پر بہت بڑی زیادتی ہے اور قسم کا کفّارہ ادا کرنے کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ اللہ تعؔ تمھاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرتا ہے۔ ہاں قسم کا پیمان باندھا گیا ہو تو گرفت کرے گا۔ لَا تَعْتَدُوْا کے معنی میں یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ مباحات کو اپنے اوپر حرام کرکے اپنے نفسوں پر تنگی نہ کرلو اور یہ بھی محتمل ہے کہ یہ مُراد ہو کہ حلال کو حرام نہ بنالو اور حلال سے فائدہ اُٹھانے میں حدّ سے آگے نہ بڑھ جاؤ۔ حلال کو بھی بقدرِ کفایت ہی حاصل کرو زائد از ضرورت نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ کھاؤ پیو لیکن کھانے

پینے میں زائد از ضرورت نہ خرچ۔ فرمایا کہ مومن وہ لوگ ہیں جو خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے نہ بخل کرتے ہیں بلکہ اعتدال کی روش میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے افراط کی اجازت دی ہے نہ تفریط کی، اسی لئے فرمایا کہ لَا تَعْتَدُوْا پھر فرمایا کہ ہر حالت میں حلال اور طیّب کھاؤ اور اپنے تمام امور میں خدا سے ڈرو۔ اس کی طاعت اور مرضی کی اتباع کرو۔ مخالفت وعصیان سے باز رہو۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ
اللہ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو قسم پر لیکن
لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ
مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو مستحکم کر دو۔
فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ
سو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا اوسط درجہ کا۔ جو اپنے
اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ
گھر والوں کو کھانے کو دیا کرتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا
اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا۔ اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے
ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا
روزے ہیں یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب کہ تم
حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ
قسم کھا لو۔ اور اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو۔ اسی طرح اللہ تم
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾
تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تا کہ تم شکر کرو۔

لغو قسمیں، جن کو جھوٹ موٹ قسمیں یا تکیہ کلام قسمیں کہنا چاہئے ان کا ذکر سورۂ بقرہ میں گزر چکا۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ایسی قسمیں آدمی بلاقصد اپنی باتوں میں بولتا رہتا ہے "خدا قسم" "اللہ قسم" یہ امام شافعیؒ کا قول ہے۔ دوسروں کا قول ہے کہ ایسی لغو ہزل میں ہوا کرتی ہیں یا معصیت کے موقعہ پر بھی ہو سکتی ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کا قول ہے کہ غلبۂ ظن کے موقع پر بھی کہا جاتا ہو تو یمین لغو کی تعریف میں آ جائے گا۔ یا غصہ کے وقت یا بھول کر قسم کھائی گئی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترکِ اکل وشرب ولباس سے متعلق بھی قسم ہو تو اسی استدلال سے قابلِ غیر مواخذہ ہے کہ لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ الخ لیکن صحیح تر یہی بات ہے کہ بلا قصد جو قسم زبان سے نکلتی ہے وہی یمین لغو ہے وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ یعنی قسم کھانے کی نیت اور ارادے سے قسم کھائی گئی ہو تو اللہ تم مواخذہ فرمائے گا فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ۔ یعنی عزمِ صمیم والی قسم کو توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے جن کے پاس "مایحتاج" کے حصول کی کوئی سبیل نہیں اور وہ اوسط قسم کی غذا دی جانی چاہئے جو تم کھاتے ہو اور اپنے عیال کو کھلاتے ہو۔ یہ اوسط غذا، روٹی اور دودھ یا روٹی اور روغن ہے۔ ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ بعض لوگ اپنے اہل کو حیثیت سے بھی خراب غذا کھلاتے ہیں اور بعض حیثیت سے بھی اچھی، اس لئے اللہ نے کہا ہے کہ اوسط قسم کی ہو نہ اس میں تنگی برتی گئی ہو نہ دل کھول کے خرچ کیا گیا ہو ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ روٹی گوشت ہے یا روٹی دودھ روغن یا سرکہ وغیرہ ہے یا روٹی کھجور وغیرہ ابن جریر کہتے ہیں کہ اوسط سے مُراد غذا کی قلّت وکثرت ہے چنانچہ علماء نے مقدارِ غذا میں اختلاف کیا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ صبح و شام دو وقت دس مسکینوں کو کھلایا جائے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ایک ہی وقت کافی ہے۔ یعنی روٹی اور گوشت اگر گوشت نہ ہو تو روٹی اور روغن سہی، یا سرکہ، اور پیٹ بھر کر کھلائی جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر ایک کو نصف صاع گیہوں یا کھجوریں دی جائیں یعنی تقریبًا سوا سیر۔

ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ گیہوں ہوں تو نصف صاع اور دوسرا غلہ ہو تو ایک صاع۔ ابن عباس رض نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک صاع کھجور کا کفارہ دیا تھا۔ اور یہی حکم لوگوں کو دیا تھا۔ اور کھجوریں نہ ہوں تو نصف صاع گیہوں۔ پھر ابن عباس رض نے کہا کہ ایک مد گیہوں یعنی ۵۶ تولہ سالن کے ساتھ۔ ابن عمر، زید بن ثابت، مجاہد اور عکرمہ اور محمد بن سیرین وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔

امام شافعی نے کہا کہ کفارۂ یمین میں مقدار واجب مد النبی ہے یعنی وہی ۵۶ تولہ گیہوں لیکن سالن کی کوئی قید نہیں۔ یہاں امام شافعی رح نے دلیل لی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے جو آپ نے ایک شخص کو حکم دیا تھا جس سے بحالتِ صومِ رمضان جماع کا فعل سرزد ہو گیا تھا کہ ساٹھ مسکینوں کو ایک ایسے پیمانہ سے ناپ کر گیہوں دو جس میں پندرہ صاع سما سکیں کہ ہر ایک کو ایک ایک مد مل سکے ابن عمر رض سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یمین کا کفارہ ایک مد گیہوں قرار دیتے تھے۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ واجب مد بھر گیہوں یا دو مد غیر گندم۔ واللہ اعلم۔

قولہ تعالےٰ اَوْ كِسْوَتُهُمْ۔ امام شافعی رح کہتے ہیں کہ اگر ان دس میں سے ہر ایک کو اس قدر کپڑا دیں جس پر لباس کا اطلاق ہو سکتا ہو تو کافی ہے، جیسے ایک قمیص، ایک پاجامہ یا عمامہ یا چادر۔ ٹوپی کے بارے میں اختلاف ہے کہ صرف ٹوپی کافی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں جائز ہے، دلیل اس حدیث سے لی ہے کہ عمران بن الحصین سے سوال کیا گیا تو کہا کہ اگر چند لوگ تمہارے امیر کے پاس آئیں اور وہ ہر ایک کو ایک ایک ٹوپی اڑھا دے تو تم کہتے ہو کہ لباس دیا گیا۔ پس كِسْوَتُهُمْ میں ٹوپی بھی آ گئی لیکن اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ مالک اور احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ہر ایک کو اتنا لباس دینا ضروری ہے جتنا کہ نماز پڑھنے میں لباس پہنے رہنا ضروری ہے۔ مرد اور عورت کو اس کے حسب ضرورتِ شرعی۔ واللہ اعلم۔ ابن عباس رض سے مروی ہے کہ ہر مسکین کو ایک عبا دی جائے یا ایک شملہ۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اوپر کا لباس، یا لباس زیریں جو چاہو کوئی ایک دے سکتے ہو۔ ابراہیم النخعی کہتے ہیں کہ ایسا لباس جو لحفہ اور رداء، دونوں پر مشتمل ہو، دینا چاہیے۔ یعنی لحاف اور چادر وغیرہ نہ کہ صرف جانگیا اور قمیص اور اوڑھنی وغیرہ۔ اس کو لباسِ جامع نہیں کہیں گے۔ سعید بن المسیّب کہتے ہیں کہ عمامہ جسے سر پر لپیٹتے ہیں اور عبا، جسے بدن پر پہنتے ہیں لباس جامع کی تعریف میں ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ دو دو کپڑے دیئے جائیں۔ ابو موسیٰ نے قسم کھائی تھی تو دو کپڑے کفارے میں دیئے تھے۔ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ کِسْوَة سے ہر مسکین کے لئے ایک عبا مراد ہے اور یہ حدیث غریب ہے۔ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ یا ایک غلام آزاد کر دیا جائے ابوحنیفہ رح مطلق غلام مراد لیتے ہیں۔ خواہ کافر غلام آزاد کیا جائے یا مومن۔ امام شافعی رح اور دوسرے فقہاء کہتے ہیں کہ مومن غلام ہونا ضرور ہے جیسا کہ قتل کے کفارہ میں مومن غلام کی قید ہے اس صورت میں اتحاد موجب تو موجود رہے گا اگرچہ اتحادِ سبب نہ ہو۔ حدیثِ معاویہ بن حکم سے معلوم ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں بھی ہے کہ ابن حکم سلمی کے ذمہ ایک غلام کو آزاد کرنا تھا۔ چنانچہ وہ ایک حبشی جاریہ کو لے کر آئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ خدا کہاں ہے تو اس حبشن نے کہا آسمان میں۔ پھر پوچھا میں کون ہوں؟ تو کہا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہاں یہ مومنہ ہے اس کو آزاد کر سکتے ہو۔ اب اِن تین قسم کے کفاروں میں سے جس قسم کا کفارہ بھی ادا کیا جائے گا ادا ہو جائے گا۔ قرآن میں پہلے سب سے سہل کا ذکر ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ۔ یعنی کھلانا زیادہ سہل ہے لباس دینے سے، پھر لباس غلام آزاد کرنے سے زیادہ سہل ہے۔ غرض یہ کہ ادنیٰ سے اعلیٰ

کی طرف قدم بڑھایا گیا ہے۔ سب کے آخر میں یہ ہے کہ اگر مکلف اِن تینوں میں سے کسی پر بھی قادر نہ ہو تو فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ یعنی تین دن کے روزے رکھے ابن جبیر اور حسن بصری نے کہا ہے کہ جس کے پاس تین درہم بھی ہوں تو وہ کھانا کھلائے ورنہ روزے رکھے۔ بعض متاخرین فقہاء سے منقول ہے کہ اس کے لئے جائز ہے جس کے پاس اپنی ضروریات ما یحتاج کے سوا اور کوئی چیز فاضل نہ ہو، جس کو وہ یمین کے کفارے میں دے سکتا ہو۔ ابن جریر نے یہ بھی کہا ہے کہ نیز وہ اِس قدر غریب ہو کہ وہ اپنی یا اپنے عیال کی اس دن کی قوت سے زیادہ کچھ نہ رکھتا ہو۔ اب علماء کا اختلاف اِس میں بھی ہے کہ پے درپے تین روزے رکھنا کیا واجب ہے یا مستحب ہے اور کیا الگ الگ بھی رکھ سکتے ہیں۔ شافعیؒ کہتے ہیں کہ پے درپے رکھنا واجب نہیں مالکؒ بھی یہی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ حکم مطلق ہے کوئی قید نہیں۔ جیسے رمضان کے مسلسل روزے قضا ہوں تو اس کو بھی مسلسل قضا رکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ایک مطلق آیت ہے۔ امام شافعیؒ سے بل ایک جگہ پے درپے کے وجوب کی صراحت ہے۔ احناف اور حنابلہ کا بھی یہی قول ہے۔ وہ اس روایت کی بنا پر کہ ابی بن کعب کی ایک قرأت ہے فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ اصحابِ ابن مسعودؓ بھی اسی طرح پڑھتے تھے اگرچہ یہ قرأت متواتر طور پر ثابت نہیں، لیکن کم از کم خبرِ واحد ضرور ہے یا صحابہؓ کی تفسیر سے اس کا ثبوت ملتا ہے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب کفارہ کی آیت اتری تو حذیفہؓ نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اِن تینوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں آزاد ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہاں چاہو تو غلام آزاد کر دو۔ یا کسی کو لباس پہنا دو یا کھانا کھلا دو اور کچھ بھی نہیں تو تین دن کے پے درپے روزے رکھو۔ اور یہ حدیث غریب ہے۔ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ۔ یہ یمین کا شرعی کفارہ ہے وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ یعنی کفارہ ادا کئے بغیر نہ رہنا۔ اللہ پاک اسی طرح وضاحت کے ساتھ اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ شاید تم شکر ادا کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ
اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا

وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ
اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں

عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۹۰
شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ
شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے سے تمہارے

الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ
آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ کی

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ
یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے۔

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۹۱ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ
سو اب بھی باز آؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ
کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو۔ اگر اعراض

تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ
کروگے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف

الْمُبِيْنُ ۹۲ لَيْسَ عَلَي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صاف پہنچا دینا تھا۔ ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا
نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے

اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے

ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا

ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۳﴾

اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اللہ تعالیٰ ایسے نکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں

اللہ پاک اپنے مومن بندوں کو شراب نوشی اور جُوے بازی وغیرہ سے منع فرماتا ہے۔ حضرت علی رضؓ سے مروی ہے کہ شطرنج بھی ایک قسم کا جوا ہے۔ مجاہد اور طاؤس سے مروی ہے کہ ہر چیز جس میں قمار کا لگاؤ ہو جُوا ہے حتیٰ کہ بچوں کا شرطیں لگا کر منکے یا کوڑیاں کھیلنا یہ سب جُوا ہے اسلام آنے تک یہ جوا زمانۂ جاہلیت میں خصوصیت کے ساتھ کھیلا جاتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان اخلاقِ قبیحہ سے منع فرمایا۔ اہلِ جاہلیت میں بالعموم یہ جوا یُوں ہوتا تھا کہ ایک بکری یا دو بکری کا گوشت شرط کے طور پر بیچ دیا جاتا تھا۔

زہری کہتے ہیں کہ جُوا یوں ہوتا تھا کہ اموال و اثمار پر پانسے پھینکے جاتے تھے اور اس طرح جوئے کے ذریعہ ان پر قبضہ کیا جاتا تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ پانسوں کے ذریعے جو کھیل کھیلا جاتا ہے وہی جوا ہے۔ اِسی طرح جس چیز کو کھیلتے وقت مار کر جیتا جاتا ہے وہ بھی قمار ہے۔ اور شاید اس سے یہ مُراد ہے کہ شطرنج کا کھیل حرام ہے اور اسی طرح چوسر کا۔ کیونکہ اس میں مُہرے کو مار کر جیتا جاتا ہے۔

حضرتؐ نے فرمایا کہ جو شطرنج یا چوسر کھیلے گویا کہ اُس نے اپنا ہاتھ سوّر کے گوشت میں ڈال دیا اور اس کے خون میں ڈبویا ابو موسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا جو نرد کھیلے وہ خدائے تعالیٰ کا باغی ہے۔ عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سُنا کہ حضرتؐ فرماتے ہیں کہ جو چوسر کھیل کر نماز پڑھنے کو کھڑا ہو اُس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی پیپ اور خنزیر کے خون سے وضو کر کے نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا ہو۔ شطرنج کے بارے میں تو عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ چوسر سے بھی بُری ہے اور وہ اسے قمار و میسر میں شمار کرتے ہیں۔ امام مالکؒ امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ اس کے حرام ہونے کے قائل ہیں ع ۱۲ ۷ ۲
لیکن امام شافعیؒ اس کو مکروہ بتاتے ہیں۔ ابن عباسؓ اور دوسرے بہت سے صحابہؓ کہتے ہیں کہ "انصاب" اُن پتھروں کو کہتے ہیں کہ جن پر مشرکین قربانیاں کر کے بتوں پر چڑھاتے تھے۔ اور "ازلام" بھی ان پانسوں کو کہتے ہیں جنھیں تقسیم کر کے فال لیا جاتا تھا۔ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ "یہ شیطانی اعمال کی گندگی ہے اور سب سے بُرے شیطانی اعمال ہیں۔ اِس لئے اے میرے بندو! اِس گندگی سے بچو، تم فلاح پا سکو گے" ارشادِ باری ہے "شیطان کا مقصد ہمیشہ یہ رہتا ہے کہ خمر اور میسر میں مبتلا کر کے تم میں بغض و عداوت پیدا کرتا رہے اور خدا کے ذکر اور نماز سے تمھیں غافل کرتا رہے۔ اب بھی اِن باتوں سے باز آؤ گے کہ نہیں" یہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے زبردست تنبیہ و تخویف ہے۔

حرمتِ شراب میں احادیثِ واردہ کا ذکر!

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ شراب کی حُرمت تین دفعہ آئی۔ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اُس وقت لوگ شراب پیتے تھے۔ جُوئے کا مال کھاتے تھے حضرتؐ سے اِس بارے میں سوال کیا گیا۔ تو یہ وحی نازل ہوئی کہ "تم سے شراب اور جُوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دو کہ اس میں فائدہ تو ہے لیکن بہت کم۔ اور اس کے مقابلہ میں نقصان بہت زیادہ ہے" تو لوگوں نے کہا کہ فائدہ کم اور زیادہ نقصان بتایا گیا ہے۔ حرام نہیں کہا گیا ہے۔ چنانچہ شراب پیتے رہے۔ لیکن ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مہاجر صحابی نمازِ مغرب میں قرآن

پڑھتے وقت نشے کے عالم میں قرآن کو غلط سلط اور خلط ملط کر دیا۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ "اے مومنو! نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو جب تک کہ تمھیں ہوش نہ ہو کہ کیا پڑھتے ہو اور کیا نہیں"۔ یہ آیت پہلے سے زیادہ سخت تھی۔ چنانچہ لوگوں نے نماز کے وقت شراب پینا چھوڑ دیا لیکن پھر بھی برابر پیتے رہے کیونکہ صراحتاً ممانعت نہیں تھی۔ لیکن ایک دن شراب میں مست ہو کر کوئی نماز پڑھ رہا تھا، چنانچہ ممانعت کی صاف آیت نازل ہو گئی کہ "اے لوگو! شراب اور جُوا اور پانسے اور تیر، یہ سب شیطان کے گندے عمل ہیں تم فوراً رُک جاؤ شاید فلاح پاسکو"۔ تو لوگوں نے کہا اے رب! ہم رُک گئے، باز آ گئے۔ پھر لوگوں نے حضرت سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جو یہ ممانعت کئے جانے سے قبل فی سبیل اللہ قتل ہو گئے تھے یا طبعی موت مر گئے تھے لیکن شراب پیتے تھے اور جُوا کھیلتے تھے، اُن کا کیا ہو گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شیطانی عمل فرما دیا اور ممانعت کر دی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ "جو لوگ ایمان لائے تھے اور نیک عمل کئے تھے تو ممانعت سے پہلے جو کچھ انھوں نے حرام کھایا تھا اُس پر الزام نہیں دیا جائے گا"۔ اور حضرت ؐ نے فرمایا کہ اگر ان کی زندگی میں ان پر یہ حرام ہو جاتا تو وہ بھی اس کو ایسے ہی چھوڑ دیتے جیسا کہ تم نے چھوڑ دیا۔

ابی میسرہ سے روایت ہے کہ تحریم خمر کی آیت اترنے سے پہلے حضرت عمرؓ نے یہ دُعا مانگی تھی۔ اے خدا! حُرمتِ شراب کے بارے میں ہمارے پاس اپنی وحی بھیج۔ تو یہ آیت اُتری تھی کہ اس میں نقصان زیادہ اور فائدہ کم ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کو جب یہ آیت سُنائی گئی تو انھوں نے پھر یہ دُعا مانگی کہ اے خدا! بیانِ شافی وکافی نازل فرما۔ تو سورۂ نسا میں یہ آیت اُتری کہ "اے ایمان والو! نشے کی حالت میں ہرگز نماز نہ پڑھو۔"

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن نے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کے بعد پکار کر کہہ دیا کہ نشے کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت آ گئی ہے۔ عمرؓ کو پھر یہ وحی سُنا دی گئی۔ پھر بھی آپ یہ کہنے لگے کہ "اے خدا بیانِ شافی وکافی اُتار"۔ تو سورۂ مائدہ میں یہ آیت نازل ہوئی کہ "شراب بالکل حرام ہے بالکل رُک جاؤ۔ تو حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ رُک گئے اے خدا! ہم رُک گئے۔

صحیحین سے ثابت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے منبرِ رسولؐ پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ، اے لوگو! شراب حرام ہو گئی ہے۔ اور اِن پانچ چیزوں میں سے جس سے بھی بنائی جائے وہ شراب ہے۔ انگور۔ کھجور، شہد۔ گیہوں۔ جَو اور خمر کا لفظ عام ہے ہر ایسی نشے کی چیز پر جو عقل کو ڈھانک دے۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ تحریم خمر کے وقت انگور کی شراب چالو نہیں تھی۔

ایک دوسری حدیث یہ بھی ہے کہ شراب سے متعلق جب پہلی وحی آئی تو عام چرچا ہوا کہ شراب حرام ہو گئی تو لوگوں نے کہا، یا رسول اللہؐ! جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں نفع ہے تو ہم کو نفع اُٹھاتے رہنا چاہیے، تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چُپ ہو رہے۔ جب دوسری آیت اُتری تو پھر شہرت ہوئی کہ شراب حرام ہو گئی، تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم نماز کے وقت نہیں پئیں گے، تو آپ پھر خاموش ہو گئے۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ شیطان کا عمل ہے اس سے رُک جاؤ تو حضرتؐ نے صاف فرما دیا کہ شراب حرام ہو گئی۔

ایک دوسری حدیث ہے جو کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ ثقیف یا قبیلہ دوس کا ایک شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست تھا۔ وہ فتح مکہ کے روز آپ سے ملا اور شراب کا ایک مٹکا حضرتؐ کو تحفتہً پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے

نے شراب حرام کردی ہے تو وہ آدمی اپنے غلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اسے بازار میں لے جا کر بیچ دو۔ تو حضرت ؐ نے فرمایا جس نے شراب حرام کی ہے اُس نے اس کی خرید و فروخت بھی حرام کی ہے۔ تو اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ شہر سے باہر لے جاؤ اور یہ مٹکا لنڈھا دو۔

ایک دوسری حدیث تمیم داری سے مروی ہے کہ وہ ہر سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شراب کا ایک مٹکا تحفۃً بھیجتے تھے اور جب شراب حرام ہو گئی اور وہ حسب معمول مٹکا لے آئے تو حضرت ؐ نے مسکرا کر فرمایا کہ تمہارے پیچھے شراب حرام کر دی گئی ہے تو اُس نے کہا: یا رسول اللہ ؐ! میں اسے بیچ دیتا ہوں اور قیمت ہاتھ کر لیتا ہوں تو حضرت نے فرمایا خدا یہودیوں پر لعنت کرے جن پر گائے اور بکرے کی چربی حرام کر دی گئی تھی تو وہ اس کو پگھلا کر روغن بنا کر بیچ دیتے تھے۔ اللہ نے شراب اور اس کی قیمت سب حرام کر دی ہے۔ بالکل ایسی ہی ایک حدیث عبد الرحمٰن بن غنم سے مروی ہے جس میں معناً کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح کی اور ایک حدیث ہے کہ ابن کیسان کا باپ حضرت رضؓ کے زمانے میں شراب کی تجارت کرتا تھا۔ چنانچہ وہ تجارت کے لئے شام سے شراب کے مٹکے لے آیا اور حضرت ؐ کے پاس بھی ایک مٹکا لا کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ؐ! آپ کے لئے بڑی نفیس شراب لے آیا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا، اے کیسان! یہ تو تیرے پیچھے حرام ہو گئی ہے۔ تو اُس نے پوچھا کہ حضرت ؐ کیا میں اسے فروخت کر دوں؟ اس پر آپ نے فرمایا اس کی قیمت بھی حرام ہے۔ تو ابن کیسان نے مٹکوں کو لیجا کر پاؤں سے ٹھوکر مار کر تمام تجارت کی شراب بہا دی۔

انس رضؓ سے مروی ہے کہ میں ابو عبیدہ رضؓ کو اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو شراب پلا رہا تھا حتیٰ کہ قریب تھا کہ شراب انھیں مخمور کر دے کہ اتنے میں کسی نے کہا، کیا تمھیں خبر نہیں کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ تو لوگوں نے کہا ابھی ہم انتظار کریں گے، اور تحقیق کریں گے تو دوسرے صحابہ رضؓ نے کہا، نہیں اے انس! جو کچھ تیرے مٹکے میں بچ رہی ہے وہ سب لنڈھا دے۔ خدا کی قسم اب ہم پھر نہیں پئیں گے۔ یہ کھجور اور جو کی شراب تھی۔ اُس وقت انس اور ان کے ساتھی ابو طلحہ کے گھر میں تھے۔ منادی ندا کرنے لگا۔ تو کہا گیا کہ نکل کر دیکھو اور سنو! تو معلوم ہوا کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی۔ بعض نے کہا کہ ان لوگوں کا کیا ہوگا جو شراب پیتے تھے اور جہاد میں قتل ہو گئے۔ تو یہ آیت اُتری۔ کہ جو مومن نیک عمل کرتے تھے اور مر گئے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں۔

انس کہتے ہیں کہ میں شراب پلا رہا تھا۔ لوگوں کے سر نشے سے ڈھلک رہے تھے کہ منادی نے شراب کی حرمت سُنا دی تو ہر آنے جانے والے نے اپنی شراب بہا دی اور مٹکے توڑ دیئے۔ بعض نے وضو کیا اور بعض نے غسل کیا بعض نے اُمِّ سلیم کے پاس سے لے کر خوشبو لگائی پھر مسجد آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمتِ شراب کی آیت سُنائی۔ ایک آدمی نے قتادہ رضؓ سے کہا کہ کیا تم نے یہ انس رضؓ سے سُنا ہے۔ اور کسی نے انس رضؓ سے پوچھا کہ کیا تم نے رسول اللہ ؐ سے سُنا ہے؟ تو انس رضؓ نے کہا ہاں! نہ حضرت ؐ جھوٹ بولتے ہیں نہ ہم جھوٹ کہتے ہیں بلکہ ہم تو جانتے بھی نہیں کہ جھوٹ کیا چیز ہے۔

عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام شراب اور جوا اور گیہوں کی شراب اور شطرنج، چوسر، گانے بجانے کے آلات سب حرام کر دیئے ہیں اور صرف مجھ پر صلوٰۃ وتر واجب فرمائی ہے۔ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ میری طرف سے جو شخص جھوٹی حدیث بنا کر پیش کرے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ آپ نے غبیرہ درخت سے کھینچی ہوئی شراب بھی حرام قرار دی اور ہر نشہ آور شئے کو حرام فرمایا۔

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ شراب کے دس متعلقات پر لعنت، خود شراب پر لعنت، پینے والے اور پلانے والے پر لعنت، بیچنے والے اور خریدنے والے پر لعنت، شراب کشید کرنے والے، شراب بنانے والے، شراب اُٹھا کر لیجانے والے اور جس کی طرف لے جا رہا ہو اُس پر اور شراب کی قیمت کھانے والے، اِن سب پر لعنت۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باڑے کی طرف نکلے، میں آپ کی سیدھی طرف تھا کہ ابوبکرؓ سامنے کی طرف سے آئے میں پیچھے ہو گیا ابوبکرؓ آپ کی سیدھی طرف ہو گئے۔ میں بائیں طرف ہو گیا کہ اتنے میں عمرؓ آتے دکھائی دیئے۔ میں بازو ہو گیا۔ حضرت عمرؓ آپ کے بائیں طرف ہو گئے۔ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس باڑے پر آئے جو گھروں کے پیچھے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ وہاں شراب کا ایک مشکیزہ دکھائی دیا۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت نے مجھے بُلایا اور ایک چھُرا دیا اور کہا اِس مشکیزے کو چیر دو اور فرمایا کہ شراب پر اور شراب کے پینے اور پلانے والے پر لانے لیجانے والے پر کشید کرنے والے اور بنانے والے اور اس کی قیمت کھانے والے سب پر لعنت ہے۔ ابن عمرؓ ہی سے مروی ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو لے کر مدینہ کے بازاروں میں گئے۔ وہاں شراب کے مشکیزے رکھے ہوئے تھے جو شام سے لائے گئے تھے۔ میرے ہاتھ میں چھُرا تھا۔ مجھ سے آپ نے چھُرا لیا پھر جتنے مشکیزے آپ کے سامنے تھے، سب کو چیر دیا۔ پھر چھُرا مجھے دیا اور اپنے اصحاب سے کہا کہ اس کے ساتھ جاؤ اس کی مدد کرو اور مجھے حکم دیا کہ بازار میں کوئی ایسا مشکیزہ نہ چھوڑنا جس کو چیر کر شراب بہا نہ دی گئی ہو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ یزید خولانی سے مروی ہے کہ ان کا چچا شراب فروشی کرتا تھا اور بہت باخیر اور مخیّر آدمی تھا۔ میں نے اس کو شراب فروشی سے منع کیا، اُس نے نہ سُنی۔ جب میں مدینہ آیا تو ابن عباسؓ سے شراب اور اس کی قیمت کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگے کہ شراب اور شراب کی قیمت حرام ہے۔ پھر کہا کہ اے اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تمھاری کتاب کے بعد کوئی اور کتاب آئی ہوتی یا تمھارے نبی کے بعد دوسرا نبی آیا ہوتا تو تمھارے گناہوں اور سرکشیوں کا اس میں اسی طرح ذکر ہوتا جیسے کہ پہلے کی گناہ گار اُمتوں کا ذکر تمھارے قرآن میں ہے اور وہ رُسوا ہو گئے ہیں۔ لیکن اب دوسری کتابِ الٰہی آنے والی نہیں ہے اس لئے تمھاری رُسوائی قیامت تک کے لئے تاخیر میں پڑ گئی ہے۔ خدا کی قسم ان لوگوں کی رسوائی سے بھی اہم ہے۔

ثابت کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن عمرؓ سے شراب کی قیمت کے بارے میں پوچھا۔ تو کہا سُنو۔ میں مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ گوٹ لگائے بیٹھے تھے فرمانے لگے جس کے پاس شراب ہے لے آئے لوگ لانے لگے۔ کوئی مٹکہ لایا کسی نے مشکیزہ کسی نے کچھ اور حضرتؐ نے فرمایا کہ ساری شراب میدانِ بقیع میں جمع کر کے مجھے اطلاع دو۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اب آپ اُٹھ کھڑے ہوئے میں بھی آپ کے ساتھ چلا اور آپ کی سیدھی طرف تھا۔ آپ مجھ پر سہارا لئے ہوئے تھے اتنے میں ابوبکر مل گئے۔ حضرتؐ نے ابوبکر کو میری جگہ لے لیا اور مجھے بائیں طرف کر دیا۔ پھر چلتے میں عمرؓ ملے، عمرؓ کو حضرتؐ نے بائیں طرف کر دیا اور مجھے پیچھے کر دیا۔ اب آپؐ شراب کے ذخیرے پر پہنچے اور لوگوں سے کہا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں یا رسول اللہؐ یہ شراب ہے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ پھر شراب کے دس متعلقات پر لعنت بھیجی۔ پھر ایک چھُری منگوائی، آپ نے چھُری تیز کروائی پھر سارے مشکیزے چیر دیئے۔ لوگوں نے کہا کہ اس میں منفعت بھی تھی۔ تو آپ نے فرمایا ہاں، میں خدا کے

غضب سے ڈر کر ایسا کر رہا ہوں، شراب میں خدا کی ناراضگی ہے۔ عمر رضؓ نے کہا یا رسول اللہ صلعم لاتیے میں سب مشکیزے چیر دوں تو حضرتؐ نے فرمایا میں خود اس کو ضائع کروں گا۔

سعد رضؓ سے مروی ہے کہ شراب کے بارے میں چار آیتیں اُتریں۔ پھر وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے ہماری دعوت کی۔ ہم نے وہاں خوب شراب پی یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا ذکر ہے۔ جب ہم خوب نشہ میں ہو گئے تو آپس میں فخر کرنے لگے۔ انصار کہتے تھے کہ ہم افضل ہیں اور قریش کہتے تھے کہ ہم افضل ہیں۔ چنانچہ ایک انصاری نے اونٹ کی ایک بڑی ہڈی لے کر سعد کی ناک پر دے مارا چنانچہ سعد کے ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اسی بناء پر شراب کی حرمت نازل ہوئی جس کو مسلم نے بیان کیا ہے۔

ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت کی یہ وجہ ہوئی کہ انصار کے دو قبیلوں نے خوب شراب پی۔ جب مست ہو گئے تو ایک دوسرے پر دست درازیاں کرنے لگے اور جب نشہ اُتر گیا تو کسی کے چہرے پر زخم آیا ہوا تھا تو کسی کے سر پر چوٹ آئی ہوئی تھی کسی کی ڈاڑھی نچی ہوئی تھی، کوئی کہتا تھا کہ میرے فلاں ساتھی نے مجھے یہ زخم پہنچایا ہے چنانچہ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے حالانکہ پہلے آپس میں بڑی محبت تھی کینہ نہیں تھا۔ کہتے تھے کہ اگر یہ میرا ہمدرد ہوتا تو کبھی مجھے زخمی نہ کرتا۔ چنانچہ دشمنی بڑھ گئی اب اللہ تعالےٰ نے شراب کی حرمت نازل فرما دی، لوگ کہنے لگے کہ مرے ہوؤں کا کیا ہوگا تو وحی اُتری کہ جو مومنین نیک عمل کر کے مر گئے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ابو ہریرہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک ٹیلے پر بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ ہم تین یا چار افراد تھے شراب کا مٹکا رکھا تھا دور چل رہا تھا کہ میں اُٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اسی وقت تحریم خمر کی آیت اُتری۔ میں فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور انھیں وحی سُنائی۔ بعض نے شراب پی لی تھی۔ بعض نے کچھ پی تھی اور کچھ ہاتھ میں دھری رکھی تھی۔ کسی کے مُنہ سے شراب لگی ہوئی تھی۔ یہ سنتے ہی سب نے اپنی اپنی شراب زمین پر بہا دی۔ اور آخری آیت فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ کو سُن کر کہنے لگے اِنْتَهَيْنَا رَبَّنَا اے رب ہم رُک گئے۔ صحیح بخاری میں جابر رضؓ سے روایت ہے کہ جنگ اُحد کی صبح میں لوگوں نے شراب پی تھی اور لڑائی میں اُس روز اکثر شہید ہو گئے۔ یہ تحریم خمر سے پہلے کی بات ہے تو اکثر یہودی کہنے لگے کہ جو لوگ قتل ہو گئے اور ان کے پیٹوں میں شراب تھی، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ نیک عمل کرنے والے مومنین پر کچھ آنچ نہیں جب کہ تحریم خمر سے پہلے شراب پی ہو۔

جابر بن عبد اللہ رضؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص خیبر سے مدینے کی طرف شراب لا رہا تھا تاکہ یہاں لا کر بیچے اور جب مدینے پہنچا تو ایک مسلمان نے اس سے کہا کہ شراب تو حرام ہو گئی ہے۔ تو اس نے لے جا کر ایک ٹیلہ پر رکھ دی، اور اُسے کپڑوں سے ڈھانک دیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کیا شراب حرام ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کہنے لگا۔ کیا میں مال لیجا کر واپس کر دوں؟ آپ نے فرمایا کہ شراب میں واپس کئے جانے کی بھی صلاحیت نہیں۔ تو اس نے کہا کہ کیا میں اُس شخص کو دیدوں جو اس کا کچھ معاوضہ ادا کرے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی نہیں۔ اُس نے کہا کہ اس تجارت میں یتیموں کا بھی پیسہ لگا ہوا تھا جو میرے زیر پرورش ہیں۔ تو حضرتؐ نے فرمایا جب بحرین کا مال آئے گا تو تم میرے پاس آنا تو میں اُس میں سے تمہارے یتیموں کو معاوضہ دیدوں گا۔ پھر حرمتِ شراب کی مدینہ میں مُنادی ہو گئی۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ شراب کے برتنوں سے ہمیں نفع اُٹھانے کی اجازت دیجئے آپ نے کہا کہ برتنوں کے مُنہ کھول ڈالو، شراب بہا دو! چنانچہ شراب اتنی بہائی گئی کہ پست زمینوں میں شراب کھڑی ہوئی تھی۔ ابو طلحہ رضؓ نے حضرت رسول اللہ صلعم

سے سوال کیا کہ میرے زیرِ پرورش یتیم ہیں کہ ورثہ میں جن کو شراب ملی ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ بہادو! سب بہادو! ابو طلحہ رضؓ نے کہا۔ ہم اس کا سرکہ بنالیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔ مسلم، ابو داؤد اور ترمذی سب نے اِس کی تائید کی ہے۔ عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ الٰی قولہ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ یہی آیت توریت میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو اس لئے نازل کیا ہے کہ باطل کو نابود کردے اور گانے بجانے کے آلات بربط، ستار، سارنگی، دَف، طنبورے تاکہ سب کو باطل کردے۔ اللہ پاک اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ بعد از حرمت جو اس کو پیئے گا، میں اس کو قیامت کے روز پیاسا رکھوں گا۔ اور جو اس کو چھوڑ دے گا، میں اُس کو جنت کے پاکیزہ چشمہ سے شراب پلاؤں گا۔

ابن العاص رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نشے کی وجہ سے ایک وقت کی نماز کھودی تو گویا کہ ساری دُنیا کی دَولت اُس کو حاصل تھی اور چھن گئی اور جس نے نشہ کی وجہ سے چار وقت کی نماز کھودی، تو اَب خدا کو حق ہے کہ اس کو طینۃ الخبال پلائے۔ لوگوں نے کہا، طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جہنمیوں کے جسم سے نچوڑی ہوئی گندگی۔

ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ عقل پر پردہ ڈال دینے والی ہر پینے کی چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے جو شخص کوئی نشہ آور چیز پیئے گا اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہ ہوگی۔ لیکن اگر وہ توبہ کرلے تو توبہ قبول کرلی جائے گی۔ اور چوتھی بار اگر شراب پیئے تو خدا کو حق ہے کہ اس کو طینۃ الخبال پلائے۔ آپ نے فرمایا کہ، "طینۃ الخبال" اہلِ نار کا پیپ ہے اور جس نے کسی بچہ کو شراب پلائی جو حرام حلال کو نہیں پہچانتا تو اُس آدمی کو بھی طینۃ الخبال پلایا جائے گا۔

ابن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہیں کی تو آخرت کی شراب اس پر حرام ہے آپ نے فرمایا کہ ہر نشیلی چیز خمر ہے اور حرام ہے۔ جو عمر بھر شراب پیتا رہا اور مرگیا اور توبہ نہیں کی، تو وہ جنت کی شراب سے بالکل محروم رہے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔ ایک وہ جو اپنے والدین کی نافرمان اولاد ہے اور دوسرے ہمیشہ شراب پینے والا اور تیسرے احسان کرکے جتانے والا۔ آپ نے فرمایا کہ احسان جتانے والا، اور والدین کا نافرمان اور ہمیشہ شراب پینے والا یہ تینوں کبھی جنت میں نہیں جائیں گے۔

عثمان ابن عفان رضؓ سے مروی ہے کہ شراب سے بہت بچتے رہو کیونکہ وہ ساری برائیوں کی جڑ ہے۔ ایک واقعہ سنو کہ تم سے پہلے کے زمانے میں ایک شخص بڑا ہی عابد تھا لوگوں کو چھوڑ چھاڑ کر بستی سے الگ تھلگ عبادت خانے میں عبادت کرتا پڑا رہتا تھا۔ ایک بدکار عورت کی اُس پر نظر تھی، اس نے اپنی خادمہ کو بھیجا کہ ایک گواہی کے بہانے اُس کو بُلا لائے۔ وہ بیچارہ آگیا۔ جب وہ کسی دروازہ کے اندر داخل ہوتا تو باہر سے اس کا دروازہ بند کردیا جاتا۔ یہاں تک کہ اُس بدکار عورت تک پہنچے۔ اس کے پاس ایک بچہ اور شراب کا مٹکا رکھا ہوا تھا۔ وہ اُس شیخ سے کہنے لگی کہ خدا کی قسم میں نے تجھ کو کسی گواہی کے لئے نہیں بُلایا ہے بلکہ اس لئے کہ یا تو میرے ساتھ رات گزارے یا یہ کہ اِس بچہ کو قتل کردے یا یہ کہ یہ شراب پیئے اُس شیخ نے یہ مناسب جانا کہ دونوں گناہوں کی بہ نسبت شراب آسان گناہ ہے۔ چنانچہ اُس نے شراب پی لی۔ اَب وہ ایک جام کے بعد پے در پے اور جام مانگنے لگا۔ یہاں تک کہ شراب کے نشے میں اس لڑکے کو بھی قتل کردیا اور اس عورت کے ساتھ بھی رات گزاردی،

اس لئے شراب سے بچو، وہ ساری برائیوں کی جڑ ہے، شراب اور ایمان کبھی ایک جگہ نہیں جمع ہو سکتے اگر شراب ہے تو ایمان نہیں، اگر ایمان ہے تو شراب نہیں۔ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زانی جس وقت زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا اور چور جب چرا تا ہوتا ہے تو مومن نہیں ہوتا۔ اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو مومن نہیں ہوتا۔ جب قبلہ کے بدلنے کی آیت اتری تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! وہ لوگ جو مر گئے اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، تو ان کا کیا ہوگا؟ تو وحی اتری کہ ان کی عبادت ضائع نہیں ہوگی۔

اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے شراب پی، اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس سے ناخوش رہتا ہے اگر وہ مر جائے تو کافر مرے گا اور اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر لے گا۔ حضرت ؓ نے فرمایا کہ جب یہ آیت اتری کہ قبل از حرمت پینے پر الزام نہیں لگایا جائے گا تو مجھ سے کہا گیا کہ تم پر بھی کوئی الزام نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جوئے سے بچو اور چوسر اور شطرنج سے بچو، یہ دونوں عجم کا جوا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان

مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ

کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم

اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى

کر لے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے۔ سو شخص اس کے بعد حد سے

بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰٓاَيُّهَا

نکلے گا اس کے واسطے دردناک سزا ہے۔ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ

ایمان والو وحشی شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالت احرام

حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ

میں ہو۔ اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کریگا تو اس پر پاداش

مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا

واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو

عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ

معتبر شخص کر دیں خواہ وہ پاداش خاص چوپایوں میں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی

طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا

جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دیدیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لئے جائیں تاکہ اپنے

لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا

کئے کی شامت کا مزہ چکھے اللہ تعالیٰ نے گذشتہ کو معاف کر دیا اور جو شخص پھر

سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ

ایسی ہی حرکت کرے گا تو اللہ تعالیٰ انتقام لیں گے۔

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں۔

ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آزما رہا ہے شکار کی ممانعت کر کے خواہ کمزور شکار ہو یا چھوٹا ہو کہ دیکھیں حالت احرام میں تم ان کا شکار کرنے سے بچتے ہو یا نہیں، حتیٰ کہ لوگ اگر چاہتے تو اپنے ہاتھوں سے اس شکار کو پکڑ سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قریب ہونے سے بھی ممانعت فرمادی۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ چھوٹے شکاروں کو اور بچوں کو ہاتھوں سے بھی پکڑ سکتے تھے اور بڑوں کو تیر سے شکار کرکے۔ مقاتل ابن حیان کہتے ہیں کہ عمرۃ حدیبیہ میں یہ آیت اتری کہ جہاں جنگلی چوپائے پرندے اور شکار ان کے ٹھکانوں میں ٹوٹ پڑنے لگے تھے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے تھے۔ چنانچہ بحالت احرام ان کا شکار کرنے سے ممانعت کی گئی تاکہ ثابت ہو جائے کہ سراً و علانیۃً کس سے اطاعت سرزد ہوتی ہے اور کس سے نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ

مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَرِيْمٌ۔ جو خدا سے ڈرتے ہیں، غیب پر ایمان رکھتے ہیں اُن کے لئے مغفرت اور اجرِ کریم ہے یہاں اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ اب اس کے بعد جو نافرمانی کرے اُس لئے عذابِ الیم ہے کیونکہ اُس نے حکمِ خداوندی کی مخالفت کی ہے پھر فرمایا کہ حالتِ احرام میں شکار نہ کرو۔ یہ نہی معنویت کے لحاظ کرنے تو حلال جانور اور ان کے بچوں پر بھی مشتمل ہے اور غیر ماکول پر بھی۔ لیکن امام شافعی رح کے نزدیک غیر ماکول کا شکار کرنا احرام والے کے لئے جائز ہے لیکن جمہور علماء تو ایسے شکار کو بھی جائز نہیں رکھتے اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کرتے۔ اِس کے سوا جو صحیحین میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں فاسق ہیں احرام میں بھی ان کو قتل کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ تکلیف پہنچانے والے جانور ہیں کوّا چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔ ابن عمر رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا کہ اِن پانچ کو قتل کرنا مُحرِم کے لئے گناہ نہیں۔ ایوب کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ سانپ کا کیا حکم ہے؟ تو نافع نے کہا کہ سانپ کو مارنے میں بھی کیا شک ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف نہیں۔ امام مالک اور احمد اور دیگر علماء نے بھونکنے والے کتے کے ساتھ بھیڑیے اور درندے شیر اور چیتے کو بھی شامل رکھا ہے کیونکہ ان کا ضرر تو کتے سے بھی زیادہ ہے۔ واللہ اعلم زید بن اسلم اور سفیان کہتے ہیں کہ ہر حملہ کرنے والے درندے کا حکم کتے کے حکم میں شامل ہے جس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عتبہ بن ابی لہب پر بد دعا کی تھی تو کہا تھا کہ، اے خدا اِس پر شام میں اپنا ایک کتا مسلط فرما دے۔ چنانچہ مقام زرقار میں اس کو ایک بھیڑیے نے پھاڑ کھایا تھا۔ ہاں ان کے سوا اگر وہ کسی اور جانور کو قتل کرے گا تو فدیہ دینا پڑے گا جیسے سوسمار یا لومڑی یا کفتار وغیرہ۔ مالک

کہتے ہیں کہ یہی حکم ہے اِن پانچ جانوروں کے بچوں کا بھی یا پھاڑنے والے جانوروں کے چھوٹے بچوں کا بھی کہ اگر مُحرم قتل کرے گا تو فدیہ دینا پڑے گا خواہ حیوان غیر ماکول یا ان کے بچوں ہی کو قتل کیا ہو۔ کیوں کہ اس میں چھوٹے بڑے کی کوئی قید نہیں ہے اور غیر ماکول جانور پر بھی سبب شامل ہے۔ ابو حنیفہ رح کہتے ہیں کہ احرام والا کاٹنے والے کتے کو اور بھیڑیے کو بھی قتل کر سکتا ہے کیونکہ بھیڑیا بھی بری کتا ہے۔ لیکن ان دونوں کے سوا کسی اور کو قتل کرے گا تو فدیہ دینا پڑے گا۔ ہاں کوئی دوسرا درندہ حملہ کر بیٹھے تو قتل کر سکتا ہے فدیہ ادا کرنا ضروری نہیں۔ یہ اوزاعی اور حسن کا قول ہے کہ امام زفر کہتے ہیں کہ فدیہ دینا پڑے گا اگرچہ حملہ کرنے کی وجہ سے ہی مار ڈالا گیا ہو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوّے سے مراد وہ کوّا ہے کہ جس کے پیٹ اور پیٹھ پر سفیدی ہو سیاہی نہ ہو۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کوّے سے ہر عام کوّا مراد ہے کیونکہ لفظ میں کوئی قید نہیں۔ مالکؒ فرماتے ہیں کہ کوّا جب حملہ کرے یا تکلیف پہنچائے تو محرم صرف اس وقت اُس کو قتل کر سکتا ہے بلا وجہ نہیں، اور مجاہد اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ قتل نہ کرے بلکہ اس کو ہانکے یا اُس کو اُڑا دے۔ حضرت علی رض سے بھی ایک روایت ایسی ہی ہے۔ ابو سعید سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ سانپ بچھو اور چوہا ان کو قتل کر دیا جائے لیکن محرم کوّے کو صرف اُڑا دے قتل نہ کرے اور کاٹنے والے کتے اور گدھ اور حملہ کرنے والے درندے اِن کو محرم قتل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ جو جان بوجھ کر بہ حالتِ احرام شکار کرے گا اس کو اس شکار کے جیسا ہی دوسرا مویشی فدیہ میں دینا پڑے گا۔ طاؤس رح سے مروی ہے کہ یہ حکم اس شخص سے متعلق نہیں جس نے خطا سے کسی جانور کو قتل کیا ہو، بلکہ عمداً قتل کرنے کی قید ہے اور ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم

ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں یہاں مُتَعَمِّدًا سے مُراد یہ ہے کہ کسی نے اپنی حالتِ احرام کو بھول کر قتلِ صَید کا قصد کیا ہو ورنہ احرام کی حالت یاد رہنے کے باوجود ارادۃً قتلِ صَید کرے تو اس کا گناہ تو کفارہ کی سزا سے بھی بہت بڑھا چڑھا ہے اس کا تو احرام ہی باطل ہو جاتا ہے۔ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ قصداً اور بھول کر قتل کرنے والا دونوں کفارہ ادا کرنے میں برابر ہیں زہری کہتے ہیں کہ قرآن سے تو دلالت ہوتی ہے عمداً قتل کرنے والے پر۔ لیکن حدیث سے بھول کر قتل کرنے والا بھی اسی حکم میں شامل ہے مطلب یہ ہوا کہ قرآن سے ثابت ہوا ہے اس کو کفارہ بھی دینا ہوگا اور وہ گنہگار بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا تو اس کو اپنے گناہ کی سزا چکھنی پڑے گی، لیکن جو گزر گیا سو معاف ہے اور اگر کسی نے پھر ایسا کیا تو اللہ تعٰ اس سے انتقام لے گا احکامِ نبی اور احکامِ اصحاب سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ خطا سے قتل کرنے کی صورت میں بھی کفارہ دینا پڑے گا جیسا کہ عمداً قتل کرنے کی صورت میں از روئے قرآن دینا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر شکار کو قتل کیا گیا تو یہ شکار کو تلف کرنا ہوگا اور جب عمداً تلف کرے تو تاوان ادا کرنا پڑتا ہے اور خطا سے تلف کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عمداً اسکا کرنے والا کفارہ کے ساتھ گنہگار بھی ہوا لیکن خطا والا گنہگار نہیں ہوا۔

قولہ تعالٰی فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ۔ بعض نے جَزَاءُ کو مضاف بنا کر پڑھا ہے۔ بعض نے عطف قرار دیکر اور ابن مسعود فَجَزَآءُہٗ باضافہ (ہٗ) پڑھتے ہیں لیکن ہر طرح پڑھنے میں بھی مالک، شافعی، احمد اور جمہور کی دلیل قائم رہتی ہے کہ صید شدہ جانور کے مثل کی جزا اپنی جگہ واجب رہتی ہے۔ بشرطیکہ اُس جیسا یا اس کے قریب کوئی پالتو جانور ہوتا ہو تاکہ وہی دیدے ورنہ اس کی قیمت دے دے۔ لیکن امام ابو حنیفہ کا اس میں اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ صَیدِ مقتول پالتو جانور کے مشابہ ہو یا غیر پالتو کے ہر صورت میں اس کا مثل دینے کے بجائے قیمت ہی دینا چاہئے۔ اور اس شکاری کو اختیار ہے کہ چاہے اس کی قیمت صدقہ کر دے یا قربانی کا کوئی جانور خرید لے۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ صحابہؓ نے مثل دینے کا جو حُکم لگایا ہے وہ ہمارے لئے زیادہ قابلِ اتّباع ہے انھوں نے حکم لگایا ہے کہ شتر مُرغ کا شکار کیا تھا تو اونٹ کفارے میں دو اور جنگلی گائے کے شکار میں گھریلو گائے اور ہرن کے شکار میں بکری۔ صحابہؓ کے یہ فیصلے کتابُ الاحکام میں سب کے سب مذکور ہیں۔ لیکن جہاں کوئی صید مثلی نہ ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ کسی پالتو جانور کے مشابہ ہو وہاں ابن عباس رضؓ حکم لگاتے ہیں کہ اس کی قیمت مکے روانہ کر دی جائے۔ بیہقی اس کے راوی ہیں۔

قولہ تعالٰے یَحْکُمُ بِہٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ یعنی اس کفارہ کا فیصلہ کرنے کے لئے دو عادل مسلمان نامزد کئے جائیں جو یہ فیصلہ کریں کہ مثلی شکار میں مثلی جانور دیا جائے یا غیر مثلی میں قیمت دی جائے۔ اگر علماء کا اختلاف ہے تو صرف اس بارے میں ہے کہ ان دو حکموں میں ایک حَکَم خود شکاری بھی بنایا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ایک یہ قول ہے کہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اس لئے کہ اِس صورت میں اپنا حکم اپنے ہی پر نافذ کرنا لازم آئے گا، جس سے متہم ہونے کا اندیشہ ہے۔ امام مالک کا یہی قول ہے دوسرا قول ہے کہ بنایا جا سکتا ہے اس لئے کہ آیت بالکل عام ہے اس میں کوئی اِس قسم کی قید نہیں۔ یہ امام شافعیؒ اور احمدؒ کا قول ہے۔ پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ ایک ہی قضیہ کے اندر حاکم خود محکوم نہیں بنایا جا سکتا۔ ابنِ ابی حاتم کی حدیث ہے کہ ایک اعرابی حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے بحالتِ احرام ایک شکار کر لیا ہے۔ اب مجھ پر کیا جزا ہے، آپ نے اُبی بن کعبؓ سے جو پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے، پوچھا کہو تم کیا فیصلہ کرتے ہو؟ تو اعرابی نے کہا کہ میں تو

تمہارے پاس آیا کہ تم خلیفۂ رسول اللہؐ ہو لیکن تم خود دوسرے سے پوچھتے ہو۔ تو ابوبکرؓ نے کہا۔ تم کیوں اعتراض کرتے ہو اللہ تعالےٰ نے خود کہا ہے کہ دو عادل مسلمان مل کر کوئی حکم لگائیں۔ چنانچہ میں نے اپنے ساتھی سے مشورہ کیا۔ ہم دونوں جس بات پر متفق ہو جائیں گے تجھ کو اپنا فیصلہ سُنا دیں گے۔ یہاں اسی بات کا احتمال تھا چنانچہ صدیقِ اکبرؓ نے جب دیکھا کہ اعرابی جاہل ہے اور عادلین کے مسئلہ سے واقف نہیں تو نرمی اور ملائمت سے اُسے سمجھا دیا کیونکہ جہل کی دوا تعلیم ہے۔ لیکن معترض اگر صاحبِ علم ہو تو جیسا کہ ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ ابن جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک دفعہ حج کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے اور ہم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی سواریوں کے پیچھے پیچھے پیدل چلتے اور باتیں کرتے رہتے ایک دن صبح ایسا اتفاق ہوا کہ ایک ہرن دکھائی دیا۔ ہمارے ایک ساتھی نے اس کے ایک پتھر مارا وہ نشانے پر پہنچا اور ہرن مَر گیا۔ یہ شخص ہرن کو مُردہ چھوڑ کر سوار ہو کر چل دیا ہم نے اس شخص پر سخت اعتراض کیا اور جب مکے پہنچے تو میں عمر بن الخطابؓ کے پاس آیا اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا عمرؓ کے ساتھ ہی ایک اور صاحب بیٹھے ہوئے تھے گورے چٹے، چاندی کی طرح سفید یہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے عمرؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ کچھ باتیں کیں پھر اس آدمی سے پوچھا کیا تو نے عمداً اُس کو مارا یا خطأً؟ اس نے کہا پتھر تو میں نے ارادۃً مارا تھا لیکن اس کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا حضرت عمرؓ نے کہا کہ ارادۃً اور خطأً دونوں کے درمیان تجھ سے عمل سرزد ہوا تھا۔ چنانچہ ایک بکری لے اُس کو ذبح کر اُس کا گوشت صدقہ کر دے اور اس کی کھال گھر کے کام میں لا۔ اب ہم وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا خدا کے حدودِ شریعت کی عزت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ جو کچھ تو نے پوچھا تھا امیرالمومنین خود اس سے واقف نہ تھے۔ حتیٰ کہ اپنے ساتھی سے پوچھا۔ اب تو معافی کے طور پر اپنی ناقہ کو ذبح کر دے۔ ممکن ہے کہ اس تیرے جرم کی مکافات ہو جائے قبیصہ کہتے ہیں کہ مجھے سورۂ مائدہ کی عادلین والی آیت یاد ہی نہیں آئی تھی۔ میرے اس مشورے کی خبر عمرؓ کو پہنچی۔ وہ دُرّہ لئے آ پہنچے میرے ساتھی پر ایک کوڑا برسایا اور کہنے لگے کیا تو حرم میں قتل کرتا ہے اور حَکَم میں بیوقوف کو حَکَم بناتا ہے۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے کہا، اے امیرالمومنین! اگر آپ نے مجھے مارا تو اس ناروا مار کو میں معاف نہیں کروں گا تو کہنے لگے، اے قبیصہ بن جابر۔ تو نوجوان ہے کھلے دل والا، خوب بولنے والا ہے لیکن اگر کسی نوجوان میں نو عادتیں بھی اچھی ہوں اور صرف ایک بُری ہو تو وہی ایک ساری اچھائیوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔ نوجوانی کی لغزشوں سے محتاط رہ۔

ابن جریر البجلی کہتے ہیں کہ بحالتِ احرام ایک ہرن کا میں نے شکار کر لیا۔ حضرت عمرؓ سے میں نے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اپنے دو ساتھیوں کو لاؤ تاکہ وہ دونوں تم پر اپنا فیصلہ صادر کریں۔ میں عبدالرحمٰن اور اسعد کو لے آیا۔ انھوں نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ میں ایک موٹا تازہ بکرا فدیہ دوں۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اربد نے ایک ہرن کو بحالتِ احرام رَوند کر قتل کر دیا پھر حضرت عمرؓ کے پاس فیصلہ لینے کے لئے آیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میرے ساتھ فیصلے کے لئے ایک اور حَکَم تو خود بن جا۔ چنانچہ دونوں نے ایک پلی ہوئی بکری کفارے میں قرار دی جو گھر کا پانی اور چارہ کھا کر خوب تازہ ہو گئی تھی۔ پھر عمرؓ نے عادلین والی آیت پڑھی یہ واقعہ اس بات کے جواز پر دلالت کرتا ہے کہ قاتل خود حکمین عادلین میں سے ایک ہو سکتا ہے جیسا کہ شافعیؒ اور احمدؒ کا مذہب ہے۔ پھر اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ آئندہ زمانے میں بھی جب کبھی کسی محرم سے یہ جرم سرزد ہو تو اسی وقت کے دو حَکَم چاہئیں یا صحابہؓ کے فیصلے ایسے مسائل کے وقت جو صادر ہو چکے ہیں ان کی

روشنی میں فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔ اس میں دو قول ہیں احمدؒ اور شافعیؒ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بارے میں جو فیصلے دیئے ہیں اُن کی پیروی کی جائے اور ان دونوں نے اسی کو شرعی فیصلہ قرار دیا ہے اُس سے انحراف نہ کیا جائے اور جس میں صحابہ کا کوئی حکم موجود نہ ہو تو پھر اپنے زمانہ کے عادلین کی طرف رُجوع کریں۔ مالکؒ اور ابو حنیفہ رح کہتے ہیں کہ حکم اپنے اپنے زمانے کے ہر ہر فرد پر الگ الگ لگے گا اور اپنے زمانے ہی کے عادل قرار پائیں گے خواہ صحابہ کا کوئی حکم اور فتویٰ موجود ہو کہ نہ ہو کیونکہ اللہ پاک نے مِنْکُمْ کا لفظ فرمایا ہے اور پہلے زمانے کے صحابہ اِس وقت تمہاری جماعت کے افراد تو نہیں ہیں وقولہ تعالےٰ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ یعنی یہ قربانی کعبے تک پہنچائی جائے، وہیں ذبح کی جائے اور حرم ہی کے مساکین پر اس کا گوشت تقسیم کیا جائے اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں سب بالاتفاق یہ رائے رکھتے ہیں۔ قولہ تعالےٰ ہے أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا۔ یعنی مُحرم اگر شکار مقتولہ کا مثل نہ پائے یا شکار مقتول اس قسم کا جانور ہی نہ ہو کہ گھریلو جانور سے مشابہت رکھے تو پھر جزا اور اطعام اور صیام کے بارے میں اختیار ہے اور قرآن پاک میں اَوْ اختیار ہی کے معنی میں آیا ہے اور یہی قول ہے مالک اور ابو حنیفہ، ابو یوسف اور محمد کا نیز شافعی کا بھی ایک قول ایسا ہی ہے۔ احمد کا بھی قول مشہور یہی ہے کہ اَوْ اختیار دینے کے مقصد سے لایا گیا ہے۔ اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ اختیار کے مقصد سے نہیں بلکہ ترتیب اور سلسلہ بتانے کے لئے ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ قیمت کے برابر آکر ٹھہر جائے۔ اور صید مقتول کی تلافی ہو جائے۔ یہ مالکؒ اور ابو حنیفہ اور حمّاد اور ابراہیم کے نزدیک ہے۔ لیکن شافعی کہتے ہیں کہ وہ قیمت بدل ہو اس جانور کا کہ اگر موجود ہوتا تو کیا قیمت ہوتی۔ پھر اس رقم سے اناج خرید لے اور صدقہ کردے اور ہر مسکین کو ایک مُد یعنی ۵۶ تولہ غلہ دے۔ یہ مسئلہ شافعی اور مالکؒ اور علماء حجاز کے نزدیک ہے۔ اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد وغیرہ کہتے ہیں کہ ہر مسکین کو دو مُد دیئے جائیں۔ احمد کہتے ہیں گیہوں ہوں تو ایک مُد اور دوسرا غلہ ہو تو دو مُد۔ پس اگر یہ نہ دے سکے تو روزے رکھے یعنی ایک مسکین کو جتنے دن کھانا کھلایا جاتا ہے اتنے دن روزے رکھے۔ دوسروں کا قول ہے کہ ہر صاع کے بدلے جو نہ دیا جا سکا ایک روزہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجرہ کو حکم دیا تھا کہ ایک فرق اناج چھ آدمیوں میں تقسیم کرے یا تین دن کے روزے رکھے ایک فرق تین صاع کا ہوتا ہے اور صاع ۲۲۵ تولے کا ہوتا ہے۔ اب اس میں بھی اختلاف ہے کہ کہاں کھلائیں۔ شافعی کہتے ہیں کہ حرم میں کھلائیں۔ عطا کا بھی یہی قول ہے۔ مالکؒ کہتے ہیں کہ اس جگہ کھلائیں جہاں شکار کو قتل کیا تھا یا جو ہیں کہیں قریب ہیں۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں اِس کی کوئی تخصیص نہیں کہیں بھی کھلائیں، خواہ حرم ہو یا غیر حرم کوئی اور مقام ہو۔

اس مسئلہ کے متعلق سلف کے اقوال

اِس آیت سے متعلق ابن عباسؓ کا قول ہے کہ مُحرم جب صَید کرے تو ویسا ہی جانور اس پر لازم آتا ہے اگر کفارے کے لئے ویسا ہی چوپایہ نہ ملے تو اس کی قیمت دیکھی جائے گی قیمت سے پھر طعام کا اندازہ لگایا جائے گا۔ پھر ہر نصف صاع اناج کے بدلے ایک روزہ رکھا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ نے کفّارہ طعام اور صیام کے ذریعہ قرار دیا ہے؛ جب طعام پایا جائے تو اسی سے کفارہ ادا کیا جا سکے گا ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کفارہ کا جانور کعبہ کو بھیجا جائے یا مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے یا اسی کے برابر روزے رکھے جائیں۔ جب مُحرِم نے شکار کو قتل کیا تو اسی کے مثل

چوپایہ اُس پر لازم آیا۔ اگر کسی نے ہرن یا اُس کے مثل جانور قتل کیا تو اُس پر بکری لازم آئے گی جو کعبے بھیج کر ذبح کی جائے گی۔ اگر نہ ہوسکے تو چھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو تین روزے رکھے جائیں گے اگر کسی نے اونٹ یا اونٹ کے مثل جانور کو قتل کیا تو اس پر گائے واجب ہے۔ اگر نہ ہوسکے تو بیس مسکینوں کو کھلائے۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو بیس روزے رکھے اور اگر شترمرغ یا گورخر وغیرہ کو مارے تو ایک اونٹنی اُس پر واجب ہوگئی۔ نہ ہوسکا تو تیس مسکینوں کو کھلائے ورنہ تیس دن کے روزے رکھے۔ ابن جریر نے بھی یہی کہا ہے لیکن یہ اور زیادہ کیا ہے کہ طعام ہر ایک کو ایک ایک مُد دیا جائے تاکہ پیٹ بھر کر ملے۔ عطا اور مجاہد وغیرہ نے کہا ہے کہ طعام ایک ایک مُد اس شخص کے لئے ہے جو قربانی کا جانور کعبے تک نہ پہنچا سکتا ہو۔ سدی کا کہنا ہے کہ اس اختیار میں ترتیب کا لحاظ رکھا جائے۔ اور ابراہیم النخعی وغیرہ کہتے ہیں کہ ہر طرح اُس کو اختیار ہے چاہے جو کفارہ پسند کرے۔ قولہ تعالےٰ لِيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ تاکہ وہ کرتوت کی سزا پالے۔ یعنی ہم نے کفارہ اس پر اس لئے واجب کیا ہے کہ ہمارے حکم کی جو اُس نے مخالفت کی ہے اُس کی سزا پالے۔ لیکن زمانۂ جاہلیت میں جو کچھ ہوا وہ اس شخص کے لئے معاف ہے جس نے اسلام میں اچھے کام کئے۔ پھر فرمایا کہ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ یعنی اسلام میں آنے کے بعد اور اسکی ممانعت کے باوجود جس نے نافرمانی کی اللہ اس سے انتقام لے گا اور وہ سرکشوں سے انتقام لینے والا ہے۔ لیکن جاہلیت میں جو کچھ ہوگیا وہ معاف ہے۔ اور اس سوال کا جواب بھی نفی میں ہے کہ کیا امامِ اسلام اس کی کوئی سزا قرار دے سکتا ہے؟ یعنی امام کو سزا دینے کا حق نہیں ہے، یہ گناہ خدا اور بندے کے درمیان ہے۔ ہاں اس کو امام کے سزا نہ دینے کے باوجود فدیہ تو ضرور ہی دینا پڑے گا۔ اس کو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ کفارہ ہی کے ذریعہ انتقام لے گا اور انتقام کی یہی صورت ہوگی۔

جمہور سلف اور خلف اِس پر متفق ہیں کہ مُحرِم نے جب شکار کو قتل کردیا تو اس پر فدیہ دینا واجب ہوگیا اور پہلی یا دوسری یا تیسری خطا میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ کتنی ہی دفعہ ہو۔ فعلِ خطا اور فعلِ عمد سب حکم میں برابر ہیں۔ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ "محرم سے خطاً اگر قتلِ صید سرزد ہوا تو اُس پر ہر قتل کے وقت یہ حکم صادر ہوگا لیکن اگر وہ عمداً قتل کرے تو پہلی دفعہ میں تو یہ سزا اس پر عائد ہوگی لیکن دوسری دفعہ میں اس سے کہا جائے گا کہ خدا تجھ سے انتقام لے جیسا کہ خود اللہ تعالےٰ نے بھی فرمایا ہے کہ دوبارہ کرے تو اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاحبِ احرام نے شکار کیا اس پر فدیہ کی سزا عائد کی گئی۔ اس نے دوبارہ یہ جرم کیا تو آسمان سے آگ اُتری بجلی گری اور اُسے جلا دیا، یہی معنی فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ کے ہیں۔ اللہ اپنی سلطنت میں غالب ہے کوئی اس کو مغلوب نہیں کرسکتا۔ وہ انتقام لینا چاہے تو کون ہے کہ روکے۔ ساری کائنات اس کی مخلوق ہے حکم بس اسی کا چلتا ہے سرکشوں کو وہ سزا ضرور دے گا۔ اس کی صفتِ انتقام کا یہی اقتضاء ہے۔

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ
تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ
انتفاع کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا

عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۭ
تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالتِ احرام میں ہو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا

خدا نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار

لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَ

دیدیا اور عزت والے مہینہ کو بھی اور حرم میں قربانی ہونے والے جانور کو بھی اور ان

الْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

جانوروں کو بھی جن کے گلے میں پٹے ہوں یہ اس لئے تاکہ تم اس بات کا یقین کر لو کہ

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ

بیشک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم رکھتے ہیں اور بیشک

اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ

اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو خوب جانتے ہیں۔ تم بالیقین جان لو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی

شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾

سخت دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحمت والے بھی ہیں

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

رسول کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں

مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو۔

تمہارے لئے سمندر کا تازہ شکار حلال ہے اور جو مچھلی سکھا کر زادِ راہ بنائی جاتی ہے وہ بھی تمہارے لئے اور اہلِ قافلہ کے لئے جائز ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ وہ شکار جو سمندر سے زندہ حاصل کیا گیا ہو مُراد ہے اور لفظ طعامٌ سے وہ مراد ہے جس کو سمندر نے مار کر ساحل پر پھینک دیا ہو۔ ابوبکر صدیق رضؓ کہتے ہیں کہ طعام سے ہر وہ چیز مراد ہے جو سمندر میں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ دیا تو کہا کہ صیدِ بحر تمہارے لئے حلال ہے اور نہ شکار کیا ہوا لیکن سمندر کا پھینکا ہوا بھی تمہارے استفادہ اور زادِ راہ کی چیز ہے۔ ابن مسیب کہتے ہیں کہ سمندر نے تو زندہ پھینکا ہو لیکن خشکی پر آکر مر گیا ہو وہ طعام ہے۔ عبدالرحمٰنؓ نے سوال کیا کہ سمندر بہت سی مُردہ مچھلیاں ساحل پر لا ڈالتا ہے کیا ہم کھا سکتے ہیں تو ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ نہ کھانا۔ جب عبداللہ بن عمر گھر واپس ہوئے قرآن کھولا اور یہ آیت دیکھی کہ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ تو کہا جاؤ اور کہدو کھا لیا کرو کیونکہ سمندر کی چیز کو اللہ تعالیٰ طعام کہتا ہے۔ ابن جریر بھی یہی کہتے ہیں کہ "طعام" سے سمندر کی مردہ مچھلیاں ہی مُراد ہیں۔ حضرتؓ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ سمندر کی موجوں سے مُردہ آئی ہوئی مچھلی طعام ہے متاع سے مُراد منفعت اور قوت ہے۔ "سیارہ" جمع ہے سیّار کی عکرمہ رضؓ کہتے ہیں کہ جو سمندری مقامات پر رہتے ہیں وہ تو تازہ تازہ شکار کر لیتے ہیں اور جو مر جائیں ان کو سکھا کر ذخیرہ کر رکھتے ہیں یا شکار کر کے رکھ چھوڑتے ہیں اور یہ مسافرین اور ساحلی مقامات سے دُور رہنے والوں کے لئے زادِ راہ کا کام دیتا ہے جمہور نے ماہی مردہ کے حلال ہونے پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ امام مالکؒ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ ابو عبیدۃ الجراح کو اس کا امیر بنایا۔ یہ تین سو آدمی تھے میں بھی شامل تھا۔ ہم راستے ہی میں تھے کہ زادِ راہ ختم ہو گیا تو ابو عبیدہ رضؓ نے حکم دیا کہ سارے لشکر میں سے سب کا زادِ راہ لا کر جمع کریں میرے پاس کھجور زادِ راہ تھی۔ ہم اس میں سے ہر روز تھوڑا تھوڑا کھاتے تھے۔ آخر کار وہ ذخیرہ ختم ہوا اور رسد کے طور پر ہم کو صرف ایک ایک کھجور ملتی تھی ہم لوگ جو اب مرنے کے قریب ہو گئے لیکن سمندر تک آپہنچے تھے ساحل پر دیکھا کہ ایک مچھلی ٹیلے کے مانند چوڑی چکلی پڑی ہوئی ہے۔ ہمارے سارے لشکر نے اس کو تیرہ دن تک کھایا۔ ابو عبیدہ نے اس مچھلی کی دو پسلیوں کو بصورتِ کمان قائم کرنے کا حکم دیا اس کمان کے نیچے سے ایک اونٹنی سوار گزر گیا اور اس کے بالائی

حصّے کو چھُو نہ سکا۔ جابر بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ساحلِ بحر پر ایک بلند ٹیلہ سا معلوم ہوا۔ دیکھا تو وہ ایک دریائی جانور مرا پڑا تھا جس کو عنبر کہتے تھے۔ ابو عبیدہ رض نے کہا یہ تو میت ہے پھر کہا ہم رسول اللہ ص کے قاصد ہیں بھوک سے مجبور ہو گئے ہیں۔ تازہ تازہ گوشت ہے خوب کھاؤ۔ ہم وہاں ایک مہینہ ٹھہرے رہے ہم تین سو آدمی تھے۔ کھا کھا کر خوب موٹے ہو گئے اس کی آنکھوں کے ڈھیلوں کے اندر سے ہم مٹکے بھر بھر کر روغن نکالتے تھے۔ اتنے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹ لیتے تھے جیسے گائے ابو عبیدہ رض نے اس کی آنکھ کے گڑھے میں تیرہ آدمیوں کو بٹھلایا تھا۔ اس کی ایک پسلی لے کر بصورت کمان زمین پر قائم کی گئی تو بڑے سے بڑا اونٹ اس کے نیچے سے نکل گیا۔ غرض یہ کہ وہ مچھلی اس قدر بڑی تھی۔ پھر ہم نے اس کا گوشت سُکھا کر زادِ راہ بنا لیا۔ جب مدینے پہنچے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ تو فرمایا کہ یہ تمھارے لئے خدا کا رزق تھا۔ اگر تمھارے ساتھ کچھ ہے تو لاؤ ہمیں بھی کھلاؤ! ہم نے آں حضرت ص کے پاس تحفہ بھیجا۔ آپ نے تناول فرمایا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ لشکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جب کہ یہ مچھلی پائی گئی تھی۔ بعض کہتے ہیں، نہیں حضرت ساتھ نہیں تھے۔ اور وہ دوسرا واقعہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں، واقعہ ایک ہی ہے پہلے واقعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ تھے۔ پھر حضرت ص نے جب دوسرا لشکر بھیجا تھا تو اس کے امیر ابو عبیدہ رض تھے اور یہ واقعہ اسی ابو عبیدہ والے لشکر کا تھا۔ واللہ اعلم۔

ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ص سے سوال کیا۔ یا رسول اللہ ص! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور تھوڑا سا پانی ساتھ رکھ سکتے ہیں، اگر اس سے وضو کر لیا کریں تو پیاسے رہ جائیں گے تو کیا ہم آبِ سمندر سے وضو کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ سمندر کا پانی پاک ہے اور اس میں کی مُردہ مچھلی حلال ہے۔ صحابہ رض کی ایک جماعت سے بھی یہی مروی ہے۔ ابو ہریرہ رض کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج یا عمرہ میں ساتھ تھے تو ایک ٹڈی دل لشکر سے ہمیں سامنا ہوا۔ ہم اپنی لکڑی سے انھیں مارتے تھے وہ مر کر ہمارے پاس گر پڑتے تھے۔ ہم نے آپس میں کہا کہ اب ہم کیا کریں، ہم تو حالتِ احرام میں ہیں۔ چنانچہ حضرت ص سے ہم نے پوچھا تو فرمایا کہ صیدِ بحر کی ممانعت نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے جب ٹڈیوں پر بد دعا کی تھی تو کہا تھا کہ اے خدا چھوٹی بڑی سب ٹڈیوں کو ہلاک کر دے۔ اِن کے انڈوں کو ضائع کر کے افزائشِ نسل سے روک دے تاکہ یہ ہمارا غلّہ اور ہماری فصلیں اور ہمارے باغات و درخت تباہ نہ کر دیں، تو مجیب الدعوات ہے۔ حضرت خالد رض نے کہا یا رسول اللہ ص یہ بھی گویا ایک خدائی فوج ہے آپ اس کو قطعِ نسل کی بد دعا کیوں فرماتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ ٹڈیاں بھی سمندر کی مچھلیوں کی نسل سے ہوتی ہیں۔ زیاد بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے خود اس شخص نے بیان کیا جس نے مچھلی سے ٹڈی پیدا ہوتے دیکھی ہے۔ یہ حدیث صرف ابن ماجہ نے بیان کی ہے۔ ابن عباس نے حرم میں ٹڈی کا شکار کرنے کی ممانعت کی ہے اور بعض فقہا نے اس آیتِ کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ تمام آبی جانور کھائے جا سکتے ہیں اور اس میں کسی چیز کا استثناء نہیں ہے۔ بعض نے مینڈکوں کو مستثنیٰ کیا ہے اور اس کے سوا باقی کو جائز رکھا ہے۔ عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ حضرت نے مینڈک کو مارنے کی ممانعت کی ہے اور فرمایا کہ اس کی آواز خدا کی تسبیح ہے دوسروں نے کہا ہے کہ مچھلی کھائی جائے لیکن مینڈک نہ کھائیں۔ ان دونوں کے ماسوا میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بری ماکول جانوروں کے مشابہ جو بحری جانور ہیں وہ کھائے جائیں اور جو بر کے جانور نہیں کھائے جاتے ہیں بحر کے بھی ایسے جانور نہ کھائے جائیں۔ یہ سب اختلاف بر بنائے مذہبِ شافعی رح ....

ہیں اور ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ سمندر میں جو مچھلی مر گئی وہ نہ کھائی جائے، جیسا کہ خشکی کا مرا ہوا جانور بھی نہیں کھایا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ تم نے سمندر سے جو شکار کیا اور وہ زندہ تھا پھر مر گیا تو کھاؤ اور جس مردہ مچھلی کو موجوں نے بہا کر کنارے لا ڈالا ہو تو نہ کھانا۔ جمہور نے اصحابِ مالکؒ وشافعیؒ و احمدؒ سے حدیث عنبر کے ذریعہ اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ سمندر کا پانی طاہر ہے اور اس کا مردہ حلال ہے اس لئے وہ ایسی مچھلی کو بھی جائز رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہمارے لئے دو مُردہ جانور اور دو خون جائز ہیں۔ دو مردہ جانور تو مچھلی اور ٹڈے ہیں اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں۔ قولہ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ط یعنی حالتِ احرام میں تم کو شکار کرنا حرام ہے۔ اگر عمداً ایسا کرو گے تو گنہگار بھی ہو گے اور تاوان بھی دینا پڑے گا اور خطا سے ایسا کیا ہے تو تاوان دینے کے بعد سزا اُٹھ جائے گی لیکن اُس شکار کا کھانا حرام ہو گا اِس لئے کہ وہ اُس کے حق میں مثل میتہ کے ہے اور امام شافعیؒ و مالکؒ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ احرام والوں اور غیر احرام والوں سب کے لئے اُس کا کھانا حرام ہے پس وہ شکاری اگر اس میں سے کچھ کھا لے تو کیا اس پر ڈبل فدیہ لازم آ جائے گا۔ اِس میں علماء کے دو قول ہیں ایک تو یہ کہ ہاں دگنا فدیہ لازم آئے گا عطاؒ سے روایت ہے کہ اگر محرم شکاری اس کو ذبح کرے اور کھا لے تو دو کفّارے لازم آئیں گے ایک جماعتِ علماء کا مذہب یہی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے کھانے پر دوسرا فدیہ لازم نہ آئے گا۔ مالک بن انسؒ کا یہی مذہب ہے۔ ابو عمرؒ کہتے ہیں کہ زانی نے حد ماری جانے سے پہلے بار بار وطی کی تو اُس پر ایک ہی حد واجب ہو گی۔ ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اپنے شکار کا گوشت کھا لینے پر اپنی غذا کی قیمت دینی لازم آئے گی اس سے زیادہ نہیں۔ ابو ثورؒ کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں مُحرِم پر صرف کفّارہ لازم آئے گا اور اس صید میں سے کھانا اس کے لئے حلال ہے لیکن میں مکرُوہ سمجھتا ہوں کہ وہ اس میں سے کھائے۔ کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے کہ بہ حالتِ احرام صیدِ بَر تم پر حلال ہے بشرطیکہ خود تم نے اس کا شکار نہ کیا ہو، اور نہ تمھارے لئے شکار کیا گیا ہو۔ اِس حدیث کا بیان آگے آئے گا لیکن شکاری کے لئے اس کا کھانا جائز قرار دینا یہ عجیب بات ہے۔ لیکن غیر شکاری کے لئے محرم کے شکار کے بارے میں اختلاف ہے اور ہم نے سابق میں بیان کر دیا ہے کہ جائز نہیں۔ لیکن بعض لوگ غیر شکاری کو اس کا کھانا جائز کہتے ہیں اور محرم اور غیر محرم سب کو یکساں قرار دیتے ہیں۔

جب غیر محرم شکار کرے اور محرم کو ہدیہ بھیجے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ محرم کے لئے مطلقاً جائز ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ خود اس کے لئے شکار کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ابوہریرہؓ سے محرم کے شکار کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس کا کھانا محرم کو حلال ہے تو فتوای دیا کہ ہاں کھا سکتا ہے پھر عمر بن خطابؓ سے ملاقات ہوئی، انھیں علم ہوا تو کہا کہ اس کے خلاف اگر تم فتولے دیتے تو میں تمھیں سزا دیتا لیکن دوسرے لوگ بالکلیہ ناجائز سمجھتے ہیں ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ مکرُوہ سمجھتے ہیں کیونکہ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ کی آیت عام ہے حضرت علیؓ محرم کے لئے "اکل لحمِ صید" مکروہ کہتے ہیں اور مالکؒ وشافعیؒ اور احمدؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ غیر محرم نے اگر محرم کی خاطر شکار کیا ہو تو محرم کو اس کا کھانا اب جائز نہیں۔ صعب ابن جثامہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گورخر ہدیہ بھیجا تھا تو آپ نے واپس کر دیا تھا اور جب آپ نے بھیجنے والے کے چہرے پر کچھ آثارِ رنج محسوس کئے تو فرمایا کہ میں تو صرف محرم ہونے کی وجہ سے نہیں کھاتا ہوں۔ یہ حدیث صحیحین میں الفاظِ کثیرہ کے ساتھ ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا تھا کہ یہ صرف آپ کی خاطر شکار کیا گیا تھا اس لئے واپس کیا اور اگر کوئی شکار محرم کے واسطے کیا ہوا نہ ہو تو محرم کے لئے اس کا

کھانا جائز ہے کیونکہ ابو قتادہ کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے ایک گورخر شکار کیا تھا اور وہ محرم نہیں تھے اور ان کے اصحاب محرم تھے تو وہ اس کے کھانے سے باز رہے اور حضرتؐ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے شکاری کو شکار کرنے کے لئے تیار بنایا تھا یا اس کے قتل میں مدد دی تھی؟ تو اصحاب نے کہا، نہیں۔ تو فرمایا کہ پھر تو کھاؤ اور خود آپ نے بھی کھایا جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ صیدِ برّ تمھارے لئے حلال ہے بشرطیکہ خود تم نے بحالتِ احرام شکار نہ کیا ہو یا تمھارے ایماء سے یا تمھارے مقصد سے نہ شکار کیا گیا ہو، عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان بن عفّان کو جب وہ عرج میں تھے اور محرم تھے اور سرما کا زمانہ تھا دیکھا کہ آپ نے اپنا چہرہ ارغوانی چادر سے چھپالیا تھا۔ پھر شکار کا گوشت لایا گیا تو آپ نے اصحاب سے کہا کہ تم لوگ کھاؤ میں نہیں کھاؤں گا کیونکہ شکار میری خاطر کیا گیا ہے اور تمھاری خاطر نہیں کیا گیا ہے۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَ
آپ فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تجھ کو ناپاک کی
لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
کثرت تعجب میں ڈالتی ہو۔ تو خدا تعالےٰ سے ڈرتے رہو
يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ يٰٓاَيُّهَا
اے عقلمندو! تاکہ تم کامیاب ہو۔ اے ایمان
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــَٔلُوْا عَنْ اَشْيَاۗءَ اِنْ
والو ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کردی جائیں
تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْــَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ
تو تمھاری ناگواری کا سبب ہو۔ اور اگر تم زمانہ نزولِ قرآن میں ان باتوں
يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ
کو پوچھو تو تم سے ظاہر کردی جائیں۔ سوالاتِ گزشتہ اللہ تعالےٰ نے معاف

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ
کردیئے اور اللہ تعالےٰ بڑی مغفرت والے ہیں۔ بڑے حلم والے ہیں ایسی باتیں تم سے
مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾
پہلے اور لوگوں نے بھی پوچھی تھیں پھر ان باتوں کا حق نہ بجا لائے۔

اللہ تعالےٰ رسولِ پاک سے ارشاد فرماتا ہے کہ خبیث اور طیب دونوں برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ خبیث کتنا ہی اچھا کیوں نہ معلوم ہو۔ اے انسان تھوڑی سی حلال چیز جو نافع ہو وہ اس کثیر حرام سے بہتر ہے جو مضرت بخش ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کم چیز اور کفایت کرنے والی چیز اچھی ہے کثیر چیز سے جو خدا سے غافل بنانے والی ہے۔ ثعلبہ ابن حاطب الانصاری نے کہا۔ یا رسول اللہؐ دعا فرمایئے کہ خدا مجھے بہت سا مال عطا فرمائے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کرو وہ اس کثیر سے اچھا ہے جس کا شکر ادا نہ کرو۔ پس اے صحیح عقل والو! خدا سے ڈرو، حرام سے بچو۔ حلال پر قناعت کرو، شاید تم دین اور دنیا میں فلاح پاسکو۔ پھر فرمایا کہ اے ایمان والو! ایسے سوالات نہ کرو کہ اگر ان کے جوابات ظاہر ہو جائیں تو تمھیں سخت رنج پہنچے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبادِ مومنین کو تادیب ہے اور غیر مفید، مُضر سوالات کے پوچھنے سے ممانعت ہے کیونکہ اگر یہ اُمور ظاہر ہو جائیں گے تو انھیں سُن کر سخت ناگوار ہوگا اور رنج پہنچے گا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ کوئی مجھے کسی کی کوئی خبر لاکر نہ پہنچایا کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سے سامنا ہو تو میرا دل تمھاری طرف سے بالکل صاف رہے اور کسی کی طرف سے دل میں کوئی خلش پیدا ہونے نہ پائے۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تھا کہ ایسا خطبہ میں نے کبھی نہیں سُنا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم وہ سب کچھ جانتے ہو، جو میں جانتا ہوں تو بہت تھوڑا ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔ تو صحابہؓ اپنا مُنہ ڈھک کر

رونے لگے۔ ایک آدمی اُٹھ کر پوچھنے لگا کہ حضرت میرا باپ کون تھا؟ کہا فلاں تھا۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ الخ۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دن بعض صحابہ رضؓ نے آنحضرتؐ سے کچھ سوالات کئے اور بہ اصرار کئے تو آپ منبر پر آئے اور فرمانے لگے کہ آج جو بات مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو پوچھو میں سب کچھ تمھارے حالات بیان کردوں گا۔ اصحاب النبی یہ سُن کر کانپ اُٹھے کہ کوئی نئی بات ظاہر ہونے والی ہے اور میں دائیں بائیں جدھر بھی دیکھتا تھا صحابہ رضؓ اپنا مُنہ کپڑے سے ڈھانپے ہوئے رو رہے تھے۔ ایک آدمی اُٹھا جس کو لوگ اس کے باپ میں بدنام کرتے تھے۔ کہنے لگا۔ یانبی اللہ! میرا باپ کون تھا؟ آپ نے فرمایا حذافہ تھا۔ پھر عمر رضؓ اُٹھے اور کہنے لگے ہمیں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعؐ ہمارا رب ہے، اسلام ہمارا دین ہے محمدؐ ہمارے رسول ہیں۔ ہم کسی فتنے کے ظاہر ہونے سے پناہ مانگتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کی طرح میں نے کبھی خیر و شر کو عیاں نہیں دیکھا جنت اور دوزخ اس طرح میرے سامنے مجسم ہے گویا اس دیوار کے پیچھے ہی واقع ہے۔ ابن حذافہ کے پوچھنے پر اُمِّ عبد اللہ بن حذافہ کہنے لگی کہ تجھ سے زیادہ نالائق لڑکا میں نے نہیں دیکھا تجھے کیا معلوم کہ ایامِ جاہلیت میں کیا کیا ہوا کرتا تھا اگر فرض کرو میں بھی اس زمانے میں کسی معصیت میں مبتلا ہو جاتی تو آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر لوگوں کے سامنے تیری بدولت رُسوا ہونا پڑتا۔ عبد اللہ کہنے لگے کہ اگر کوئی حبشی غلام بھی میرا باپ قرار پاتا تو میں اپنے کو اُسی کی طرف منسوب کرتا۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ باہر نکلے تو غضبناک تھے چہرہ سُرخ تھا، منبر پر بیٹھ گئے ایک آدمی اُٹھ کر پوچھنے لگا کہ میرا متوفی باپ کہاں ہے، آپ نے فرمایا دوزخ میں ہے۔ دوسرے نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے عمر رضؓ کھڑے ہو گئے کہنے لگے بس کافی ہے ہمارے لئے کہ خدا ہمارا رب ہے، اسلام دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول ہیں، قرآن ہمارا امام ہے۔ یا رسول اللہ صلعم ہم عہدِ جاہلیت اور عہدِ شرک سے بہت قریب ہیں، خدا ہی واقف ہے کہ ہمارے آباء و اجداد کون تھے۔ یہ سُن کر آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور یہ آیت اُتری کہ ایسے سوالات نہ کرو کہ بات ظاہر ہو جائے تو تمھیں رنج پہنچے۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ۔ ایک روز جب کہ حضرت غضب میں تھے اُٹھ کر فرمانے لگے کہ پوچھو مجھ سے کیا پوچھتے ہو، جو کچھ تم پوچھو گے بتا دوں گا یہ سُن کر بنی سہم کا ایک قریشی اُٹھا جس کے باپ کے بارے میں طعن کیا جاتا تھا۔ پوچھنے لگا حضرت میرا باپ کون تھا؟ تو آپ نے اُس کو اس کے باپ کی طرف ہی منسوب کیا عمر رضؓ اُٹھے اور کہا حضرت! ہماری خطا معاف کر دیجئے خدا آپ کو بھی معاف فرمائے۔ آپ نے مسلسل درخواست کی حتیٰ کہ حضرتؐ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ فرمانے لگے زانیہ کا لڑکا باپ کے بجائے ماں کی طرف منسوب کیا جائے گا اور زانی پر پتھر پڑیں گے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظرافت و خوش طبعی کے طور پر بھی پوچھتے تھے کہ میرا باپ کون ہے کوئی کہتا کہ میری گم شدہ ناقہ کہاں ہے چنانچہ سوالات سے ممانعت کی آیت اُتری۔ علی رضؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری کہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا یعنی جس کو قدرت ہو اس پر حج کرنا فرض ہے۔ تو لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ ہر سال؟ تو آپ خاموش ہو گئے۔ دوبارہ پوچھا کیا ہر سال؟ آپ پھر خاموش ہو گئے۔ تیسری بار پھر پوچھا تو فرمایا کہ اگر میں ہاں کہدوں تو ہر سال تم پر حج واجب ہو جائے گا جس کی تم قدرت نہ رکھو گے۔ اور اگر نہ ادا کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ممانعتِ سوال کی آیت اُتری۔ ایک آدمی نے بھی اسی طرح پوچھا تھا کہ کیا ہر سال حج کریں، تو آپ چیخ اُٹھے کہ اُسے چُپ کر دیا اُس پر غضبناک ہو گئے

کچھ عرصہ تک ٹھہرے رہے۔ پھر فرمایا۔ کس نے سوال کیا تھا اعرابی نے کہا۔ میں نے۔ آپ نے فرمایا کم بخت اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فریضۂ حج سے تجھے کون بچا سکتا تھا۔ یقیناً تم لوگ ادا نہ کرتے۔ تم سے پہلے کی امتیں اسی طرح تو ہلاک ہوئیں۔ اگر میں تمھارے لئے ساری دنیا و ما فیہا بھی حلال کردوں اور قدم برابر جگہ حرام کردوں تو اسی کی حرص تمھیں دامنگیر ہوجائے گی۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر تمھارے سوال کا جواب دے دیا جائے تو تم پر نہایت شاق ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَإِنْ تَسْـَٔلُوا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ۔ قرآن نازل ہوتے وقت اگر تم کچھ پوچھو گے جس کی تمھیں ممانعت کردی گئی ہے تو یقین رکھو خدا تمھارے سوال پر روشنی ڈال دے گا پھر کیا کروگے اور یہ بات تو خدا پر آسان ہے۔ لیکن جو گزر چکا وہ خدا نے معاف کردیا ہے اللہ بڑا غفور ہے حلیم ہے اس لئے ہرگز کوئی نیا سوال بلا وجہ نہ کر بیٹھو، ورنہ جواب میں تم پر سختی اور تنگی وارد ہوجائے گی، اور یہ اپنے ہاتھوں مصیبت مول لینا ہے۔ حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس کے سوال کی وجہ سے ایک غیر حرام چیز محض بر بنائے وضاحت حرام ہوگئی اور لوگوں پر تنگی پیدا ہوگئی، ہاں قرآن کی کوئی بات بوجہ اجمال سمجھ میں نہ آتی ہو اور تم سمجھنا چاہو تو پوچھ لو میں بیان کردوں گا۔ کیونکہ تم تعمیلِ حکم کے لئے اس کی ضرورت رکھتے ہو۔ اگر کتاب میں کچھ مذکور نہ ہو اور تم نے کیا تو تمھارے عمل کی تم سے بازپرس نہیں تو تم بھی کسی سوال سے متعلق چُپ سادھ لیا کرو جیساکہ میں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے جو بیان نہیں کیا اس کو غیر بیان شدہ ہی رہنے دو۔ کثرتِ سوال نے، اور انبیاءؑ کے حکم سے اختلاف کرنے ہی نے اگلی قوموں کو تباہ کیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرائض قرار دیدیئے ہیں، ان کو ضائع نہ ہونے دو۔ اور عمل کے حدود مقرر کردیتے ہیں تم ان سے تجاوز نہ کرو اور جو باتیں حرام کی گئی ہیں ان کے مرتکب نہ ہو۔ میں بعض باتوں سے عمداً ساکت ہوں یہ تم پر اقتضاءِ رحمت کی بنا پر ہے۔ میں بھول جانے کے سبب ساکت نہیں ہوا ہوں اس لئے ہرگز سوالات نہ کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِن مسائلِ ممنوعہ کا سوال تم سے پہلے کی قوموں نے کیا تھا۔ جواب دیا گیا۔ سختی عائد ہوجانے کی وجہ سے انھوں نے عمل نہیں کیا اور کافر ہوگئے۔ کیونکہ انھوں نے بربنائے طلب ہدایت سوال نہیں کیا تھا۔ بلکہ بربنائے استہزاء و عناد آپ نے فرمایا کہ میں نے جو چھوڑ دیا تم بھی چھوڑ دو اور میں جو حکم دوں اختیار کرو۔ نصاریٰ نے جیسا سوال کیا تھا تم ایسا کرنے سے باز رہو۔ انھوں نے مائدہ مانگا تھا لیکن اس کے باوجود کفر کیا مائدہ کی قدر نہ کی پوچھنے کے بجائے خود میرے کہنے کا انتظار کرو۔ تمھارے پوچھنے کے بغیر ہی قرآن خود تمھارے سوال کی وضاحت میں نازل ہوجائے گا۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بحیرہ اور وصیلہ اور سائبہ اور حام سے متعلق سوالات کرنے کی ممانعت ہے دیکھو لَا تَسْـَٔلُوا عَنْ اَشْيَآءَ کے بعد ہی ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وغیرہ ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ معجزات کے بارے میں سوالات کرتے تھے جس کی ممانعت کی گئی ہے۔ قریش نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے باغات اور نہریں مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ کوہِ صفا کو ہمارے لئے سونا بنا دو۔ وغیرہ وغیرہ جیساکہ یہود کے مطالبات تھے کہ موسیٰؑ! آسمان سے ہمارے لئے کتاب اُتار دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ الخ جب کبھی ہم نے ان کے مطالبہ پر اپنے معجزے بھیجے تو سابقہ لوگوں نے تکذیب کردی۔ ہم نے ثمود کو اپنی روشن دلیل ناقہ دی۔ انھوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا۔ ہمارے معجزے صرف تخویف کے لئے آتے

ہیں۔ وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر اُن کے پاس معجزہ آئے تو ضرور ایمان لائیں گے۔ اے نبیؐ! کہہ دو کہ معجزات خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ تم سمجھتے نہیں اگر معجزے آئیں گے تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے ہم نے اُن کے دلوں کو اُلٹ دیا ہے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ حسب سابق وہ ایمان لائیں گے ہی نہیں۔ ہم ان کی سرکشیوں میں اُن کو اور بھٹکا رہے ہیں، اگر ہم اُن پر ملائکہ بھی نازل کر دیں، مُردے جی کر اُن سے باتیں کرنے لگیں اور ہر سابقہ چیز زندہ ہو کر ان کے سامنے آموجود ہو تو بھی یہ ایمان نہ لائیں۔ ہاں خدا جس کو چاہے وہ ایمان اختیار کرے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا
اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ

وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وصیلہ کو اور نہ حامی کو ولیکن جو لوگ کافر ہیں وہ

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ
اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں۔ اور اکثر کافر عقل

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا
نہیں رکھتے۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام

اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا
نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں،

حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ
کہ ہم کو وُہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا۔ کیا اگرچہ ان کے

اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾
بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں۔

بَحِيْرَةٌ وہ مویشی ہے جس کا دُودھ نہیں دوہتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بُتوں کے نام ہے۔ کوئی یہ دُودھ نہیں پیتا تھا۔ سائبہ وہ جانور جو بُتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا اُس پر نہ سامان لادا جاتا نہ سواری کی جاتی۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عمرو بن عامر خزاعی کو دوزخ میں پیٹ کے بل گھسٹتے ہوئے دیکھا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے جانوروں کو بُتوں کے نام پر چھوڑنے کا طریقہ رائج کیا۔ اور وَصِيْلَه وہ ناقہ ہے جس سے پہلی دفعہ ایک نر پیدا ہو پھر متواتر دو مادہ پیدا ہوں۔ ایسی اونٹنی کو بھی بُتوں کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں اور حَام وہ نر اونٹ ہے جس کی نسل سے کئی بچے ہو چکے ہوں اور جب نسل بہت بڑھ چکی ہو تو اس سے نہ بار برداری کا کام لیا جاتا نہ سواری کا، بتوں کے حوالے کر دیتے یہ سب عمرو کے ایجادات تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم کو دیکھا کہ ایک آگ دوسری آگ کو کھائے جا رہی ہے عمرو اس میں گھسیٹتا ہوا چل رہا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے "سائبہ" کی رسم ڈالی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثم بن الجون سے فرماتے تھے کہ اے اکثم! میں نے عمرو بن الحی بن قمعہ کو دوزخ میں دیکھا۔ تم سے بڑھ کر اس کا ہم شکل دوسرا نہیں نہ اس سے بڑھ کر تمہارا ہم شکل کوئی ہے بالکل تمہارے ہی جیسا معلوم ہوتا ہے۔ اکثم نے کہا، یا رسول اللہؐ! کیا آپ کا گمان ہے کہ اس کی یہ مشابہت میرے لئے مضر ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا نہیں، تم مومن ہو اور وہ کافر۔ اِسی نے سب سے پہلے دینِ ابراہیم میں رخنہ اندازی کی۔ بحیرہ، سائبہ اور حام کی بدعتیں رائج کیں صنم پرستی کرنا، سائبہ بنانا۔ یہ ابو خزاعہ عمرو بن عامر ہی نے کیا ہے۔ میں نے اسے دوزخ میں دیکھا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ دینِ ابراہیم میں تغیر ڈالنا یہ عمرو بن لحی کا کام تھا جو بنی کعب کے قبیلہ کا تھا۔ وہ دوزخ میں ہے اس کی بدبو دیگر اہل النار کو سخت تکلیف پہنچاتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بحیرہ کی بدعت کا یہی موجد ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ وہ کون ہے آپ نے فرمایا قبیلہ بنی مدلج کا ایک آدمی تھا، اس کی دو اونٹنیاں تھیں اُس نے

ان دونوں کے کان کاٹ دیتے پہلے تو ان کا دُودھ پینا حرام کرلیا پھر چند روز کے بعد پینا شروع کردیا۔ وہ دوزخ میں ہے یہ اونٹنیاں اس کو اپنے مُنہ سے کاٹ رہی ہیں اور پاؤں سے روند رہی ہیں۔ یہی عمرو لحی بن قمعہ کا بیٹا ہے، رؤساءِ خزاعہ میں سے تھا۔ قبیلہ جرہم کے بعد کعبہ کی تولیت خزاعہ ہی کو ملی تھی۔ دینِ ابراہیمی کو سب سے پہلے متغیر کرنے والا اور حجاز میں اصنام پرستی داخل کرنے والا۔ اور لوگوں کو بتوں کی پرستش اور ان کے تقرب کی طرف بلانے والا۔ جانوروں اور مویشیوں وغیرہ کے بارے میں ایامِ جاہلیت میں سب سے پہلے بدعات اس میں رائج کرنے والا، جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے سورۂ انعام میں فرمایا ہے وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا کھیت سے جو کچھ پیدا وار ہو یا جانوروں سے ان کا صرف ایک حصہ خدا کے نام کا سمجھتے تھے اور باقی بُتوں کے نام کا۔ بحیرہ اس ناقہ کو کہتے ہیں کہ جب پانچ بچے جن چکے اور پانچواں نر ہو تو اس کو ذبح کرکے صرف مرد اس کا گوشت کھالے، عورتوں پر اس کا گوشت حرام سمجھتے اور اگر وہ مادّہ ہو تو اس کے کان کاٹ دیتے اور کہتے کہ اس کا نام بحیرہ ہے سدی وغیرہ نے بھی اسی کے قریب قریب بیان کیا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ "سائبہ" اس بکرے کو کہتے ہیں جس پر بحیرہ کی تعریف صادق آئے۔ لیکن چھ مادہ ہو جانے کے بعد ساتویں حمل میں ایک ایک یا دو نر ہوں تو اس کو ذبح کردیتے تھے اور صرف مرد ہی اس کو کھاسکتے عورتوں پر اس کا گوشت حرام ہوتا تھا۔ اور محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ سائبہ وہ ناقہ ہے کہ جب مسلسل دس مادہ جن چکے تو وہ بت کے نام پر چھوڑ دی جاتی اس سے سواری نہیں لی جاتی، اس کے بال نہیں کاٹے جاتے، نہ اس کا دُودھ دوہا جاتا مگر مہمان آجائے تو اس کو اس ناقہ کا دودھ پلایا جاسکتا تھا۔ ابو روق کہتے ہیں کہ سائبہ اس ناقہ و غنم وغیرہ کو کہتے تھے کہ جب آدمی کسی کام سے نکلے اور وہ کام پورا ہوگیا تو اب اس جانور کو "سائبہ" بنادیا جاتا اور بُت کے نام پر چڑھادیا جاتا اس کی اولاد بھی بتوں کے نام پر سمجھی جاتی۔ سدی کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب کسی غرض سے نکلتا یا مرض سے تندرستی پاتا یا اُس کے مال و متاع میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا تو اپنا کچھ مال بُتوں کے نام پر چڑھادیا جاتا اور اگر ایسے مال یا مویشی سے کوئی تعرض کرتا تو اسے سخت عقوبت دی جاتی۔

ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ وصیلہ وہ بکری ہے کہ جب سات جھول دیدے اور ساتواں اگر نر ہو اور مُردہ پیدا ہوا ہو تو اس کو صرف مرد کھاتے تھے عورتیں نہیں کھاسکتی تھیں اور ساتویں بطن میں مادہ ہو تو اس کو زندہ رہنے دیا جاتا اور اگر اس بطن میں نر اور مادہ دونوں پیدا ہوئے ہوں تو دونوں کو زندہ چھوڑ دیتے اور کہتے کہ ساتھ والی مادہ نے نر کو بھی وصیلہ بنادیا اور اب وہ بھی ہم پر حرام ہے۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ وصیلہ وہ ناقہ ہے کہ پہلی دفعہ اور دوسری دفعہ مادہ ہی جنے تو کہتے کہ متصل دو مادہ پیدا ہوئے چنانچہ دوسری کے کان کاٹ دیتے اور وہ بتوں کے نام پر سمجھی جاتی۔ محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وصیلہ وہ بکری ہے کہ پانچ جھول میں دس مادہ بچے جنے ہر بطن میں دو دو۔ اس کو چھوڑ دیا جاتا اس کے بعد اس کے جو بھی اولاد ہوتی، خواہ نر یا مادہ تو صرف مرد کھاتے عورتیں نہ کھاتیں اور اگر مردہ پیدا ہوتی تو پھر دونوں کھاتے۔ اور کسی نر کے دس بچے ہو چکے ہوں تو اس کو بھی بُت کے نام پر قرار دیتے اور چھوڑ دیتے۔ اس کو "حام" کہتے۔ اس پر بار برداری نہ کرتے نہ اس کے بال کاٹتے کسی کے بھی کھیت اور کسی کے بھی چشمے سے اس جانور کو پانی پینے کی اجازت ہوتی، کوئی نہ روکتا۔ مالک بن نضلہ کہتے ہیں کہ میں پُرانے بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا، تو حضرت نے فرمایا کہ تمھارے پاس کیا کچھ مال ہے؟ میں نے کہا اونٹ، بکرے اور گھوڑوں کے مندے ہیں لونڈی غلام

بھی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے دولت دی ہے تو تجھ پر دولت کے آثار ظاہر ہونے چاہئیں۔ اور کیا تمھارے اونٹوں کے بچے سالم کانوں والے پیدا ہوتے ہیں۔ تو میں نے کہا۔ ہاں لیکن کیا اونٹ کے بچے سالم کانوں کے بغیر بھی پیدا ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا ان بعض بچوں کے اُسترے سے تم کان کاٹ دیا کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اب یہ بحیرہ ہوگیا اب یہ ہم پر حرام ہے تو میں نے کہا ہم ایسا کرتے بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو کچھ دیا ہے سب حلال ہے کوئی حرام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ حام کی اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی سند نہیں۔ بحیرہ کے کان کاٹ دیتے ہو۔ عورتوں میں سے تم کسی کو بھی اس بحیرہ سے کسی حیثیت سے بھی مستفید نہیں ہونے دیتے۔ سائبہ کو بتوں کے نام پر چڑھاتے ہو۔ بکری جب ساتواں جھول دے تو اس کے کان اور سینگ کاٹ کر چھوڑ دیتے ہو، وہ جہاں چاہے جس کھیت میں چرے اور جس حوض سے پانی پیئے اُس کو روکا نہیں جاتا۔ اس کو وصیلہ کہتے ہو۔ حدیث میں ان الفاظ کی یونہی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ و قولہ تعالیٰ وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ یعنی یہ کافر اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو مشروع نہیں قرار دیا نہ یہ خدا کے پاس وجہ قربت ہیں یہ مشرکین کی افتر پردازی ہے۔ انھوں نے اس کو شرع بنا لیا ہے اور اللہ کے پاس وجہ قربت سمجھتے ہیں یہ تو حاصل نہ ہوگا، بلکہ اور ان پر وبال پڑے گا اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی وحی کی طرف اور اس کے رسول کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ پر ہی ٹھیک ہیں کیا یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے باپ دادا بھی باطل پر ہوسکتے ہیں۔ وہ بھی حق سے بے بہرہ اور ہدایت سے محروم ہوسکتے ہیں پھر تم ان کی پیروی کیسے کرسکتے ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ جاہل اور گمراہ ہی ایسا کہہ سکتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا

اے ایمان والو اپنی فکر کرو جب تم راہ

يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ

پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمھارا کوئی نقصان

مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

نہیں اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلا دیں گے جو جو کچھ

تَعْمَلُوْنَ ١٠٥

تم سب کیا کرتے تھے۔

اللہ پاک اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ تم اپنی ذات سے ٹھیک رہو نیکیوں کی ممکنہ کوشش کرتے رہو۔ جس نے آپ اپنی اصلاح کرلی چاہے قریب و بعید کی ساری دنیا فساد پذیر ہو، تم پر کوئی آنچ نہیں۔ جب بندہ حلال و حرام میں میری اطاعت کرے تو کوئی کتنا ہی گمراہ کیوں نہ ہوجائے اس کو کوئی مضرت نہیں۔ تم سب خدا کی طرف آنے والے ہو خدا تمھیں بتا دے گا کہ تم اچھا کرتے تھے یا بُرا کرتے تھے جس کا عمل نیک ہوگا اس کو اچھی جزا ملے گی اور جس کا بد عمل ہوگا اُس کو بُری سزا ملے گی۔ اِس آیت کے مفہوم سے یہ دلیل نہیں لی جاسکتی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ضروری نہیں رہا۔ ابو بکر صدیق رضہ نے کھڑے ہوکر خدا کی حمد و ثنا کی۔ پھر کہا۔ اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو لیکن اس کے مفہوم پر اُس کو نہیں رہنے دیتے۔ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ اگر کوئی گناہ کی بات دیکھے اور پھر اُسے غیرت نہ آئے اور غصہ نہ آئے تو کیا عجب کہ خدا دونوں کو عذاب میں گھسیٹ لے۔ اے لوگو! جھوٹ بولنے سے بچو۔ جھوٹ انسان کو ایمان سے ہٹا دیتا ہے۔ ابو امیہ شعبانی کہتے ہیں کہ میں نے ابو ثعلبہ الخشنی سے اِس آیت کے بارے میں پوچھا کہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ الخ تو انھوں نے کہا کہ تم نے واللہ بہت ہی باخبر آدمی سے پوچھا۔ سُنو!

میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس آیت کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی اپنی پگڑی سنبھالنے کے بعد بے فکر ہو کر نہ بیٹھ رہنا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر برابر کئے جاؤ اس وقت تک کہ لوگ تنگدل اور تنگ حوصلہ ہو جائیں۔ زکوٰۃ نہ دیں خواہشات کی پیروی کرنے لگیں، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگیں۔ ہر شخص اپنی ہی رائے پر اکڑنے لگے کسی ناصح کی کچھ نہ سُنے اس وقت الگ تھلگ ہو جاؤ نابکاروں کو اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ تمہارے بعد ہی ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس میں دم سادھ کر بیٹھ رہنے والا، ایسی مشکلات میں ہوگا گویا آگ کو ہاتھ میں تھامے ہوئے ہے۔ اپنے آپ نیک عمل کر لینے والا گویا پچاس آدمیوں کے نیک اعمال کے برابر اجر پائے گا۔ کہا گیا یا رسول اللہؐ کیا ہمارے پچاس آدمی یا اس گروہ کے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہارے پچاس نیک آدمی۔

ابن مسعودؓ سے کسی نے اِسی آیت کے بارے میں پوچھا تو کہا کہ آج تو خیر تمہاری بات مان بھی لی جاتی ہے لیکن قریب تر ایسا زمانہ آنے ہی والا ہے کہ تم خیر خواہی کی بات کہو گے اور وہ تمہارے ساتھ ایسا ایسا بُرا برتاؤ کرنے لگیں گے۔ اُس وقت چُپ چاپ دیکھے جاؤ اور کچھ نہ بولو وہ گمراہ ہو گئے تو تم پر کچھ آنچ نہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی دو آدمیوں میں کچھ جھگڑا ہو گیا تو ہر ایک دوسرے کی طرف لڑنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ تو حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ میں اُٹھ کر دونوں کو سمجھا دیتا ہوں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہوں۔ تو برابر والے نے کہا تجھ کو کیا پڑی ہے، اپنی جگہ بیٹھا رہ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ تو ابن مسعودؓ نے سُن کر کہا اِس کو نہ روکو۔ اس آیت کا موقعِ عمل یہ نہیں ہے قرآن جیسا اُترا ہے اُترا ہے۔ بعض آیتوں کے اُترنے سے پہلے ہی ان کی تاویل کا زمانہ گزر چکا۔ اور بعض ایسی آیتیں ہیں کہ ان کی تاویلیں عہدِ رسول اللہ میں ہو چکیں اور بعض کی تاویلیں حضرت کے کچھ دن بعد واقع ہوئیں۔ بعض کی تاویلیں اس زمانے کے بعد اور بعض کی قیامت کے دن جب کہ قیامت برپا ہونے لگے گی اور بعض کی قیامت کے دن جب کہ حساب کتاب ہو رہا ہوگا۔ جب تک تمہارے دل اکٹھے ہیں اور تمہارے جذبات ایک ہیں۔ تم میں پھوٹ نہیں پڑی ہے اور ایک دوسرے کی بُرائی کے درپے نہیں ہو اس وقت تک امر و نہی برابر کرتے رہو۔ اور جب دل بگڑ جائیں، فرقہ بندی ہو جائے ایک دوسرے کے ساتھ خدا واسطے کا بَیر رکھنے لگے اُس وقت بالکل سب سے الگ تھلگ رہو اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ ابن جریر نے اس کو روایت کیا ہے۔

ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ اب تو آپ بیٹھ رہیں تو اچھا ہے نہ امر بالمعروف کرو نہ نہی عن المنکر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی حکم دیدیا ہے۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اِس کا حق نہیں پہنچتا نہ میرے ساتھیوں کو، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمادیا ہے کہ حاضر شخص سنکر غائب کو پہنچائے۔ ہم حاضر کے حکم میں ہیں اور تم غائب کے حکم میں۔ یہ آیت اُن لوگوں کے حق میں ہے جو ہمارے بعد آنے والے ہیں کہ اگر انھیں کچھ کہا جائے گا تو قبول نہ کریں گے۔ ابن عمرؓ کے پاس ایک آدمی آیا تیز مزاج اور تیز زبان اور کہنے لگا یا عبدالرحمٰن چھ آدمی ہیں سب کے سب قرآن کے جیّد عالم، کوئی خیر کے سوا شریر النفس نہیں، لیکن ایک دوسرے پر شرک کا الزام لگاتا ہے۔ تو ایک آدمی اُٹھ کر کہنے لگا کہ اس سے بڑھ کر شرارتِ نفس اور کیا ہو گی کہ ایک دوسرے کو مشرک کہے، تو اس آدمی نے کہا۔ میں تم سے نہیں پوچھ رہا ہوں میں تو شیخ سے یعنی ابن عمرؓ سے پوچھ رہا ہوں۔ پھر عبداللہ بن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا کہ ایسے لوگوں کو کیا سمجھیں؟ تو ابن عمرؓ نے کہا خدا تمھارا بھلا کرے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمھیں حکم

دوں کہ جاؤ انھیں قتل کر دو۔ تم کو تو چاہئے کہ انھیں نصیحت کرو، اِس بدگوئی سے روکو، اگر وہ نہ مانیں تو تم پر کچھ نہیں۔ ابو مازن کہتے ہیں کہ میں زمانۂ عثمانؓ میں مدینہ گیا۔ وہاں چند مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے یہ آیت پڑھی : عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ۔ تو ابن مازن نے کہا کہ لوگ اِس آیت کا مفہوم اچھی طرح سمجھے نہیں جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ اصحابِ رسول اللہؐ بیٹھے ہوئے تھے، میں بھی موجود تھا اور میں سب میں کمسن تھا موضوعِ بحث تھا امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ میں بول اُٹھا کیا اللہ نے نہیں فرمایا ہے عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ وغیرہ تو سب کے سب میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ تم نہیں جانتے آیت کا مطلب اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ میں نے دل میں کہا کاش میں نہ بولتا۔ پھر وہ تبادلۂ خیالات کرنے لگے۔ جب مجلس برخاست ہونے لگی تو کہا "تم ابھی بچے ہو آیت کا صحیح مصداق نہیں جانتے۔ لیکن کیا عجب تم ایسا زمانہ بھی پالو جب لوگ تنگدل ہو جائیں، خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرنے لگیں، ہر شخص اپنی ہی رائے پر ناز کرتا ہو کسی کی نہ سنتا ہو" تو یہ وہی زمانہ ہے۔ حسنؒ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ گزشتہ مومنوں میں بھی اور موجودہ مومنوں میں بھی ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ ہی منافق ہیں لیکن وہ ان کے عمل کو بُرا سمجھتے ہیں۔ کعبؒ کہتے ہیں کہ یہ زمانہ اس وقت آئے گا جب کہ دمشق کے کنیسہ کو گرا کر مسجد بنا دیا جائے گا یعنی تعصب بڑھ جائے گا۔ اِس آیت کا یہ مطلب ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا

اے ایمان والو! تمہارے آپس میں دو شخص وصی ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں

حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ

سے کسی کو موت آنے لگے جب وصیت کرنے کا وقت ہو وہ دو شخص ایسے

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ

ہوں کہ دیندار ہوں اور تم میں سے ہوں یا غیر قوم کے دو شخص ہوں

اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ

اگر تم کہیں سفر میں گئے ہو پھر تم پر واقعہ

مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ

موت کا پڑ جائے۔ اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز روک لو

الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا

پھر دونوں خدا کی قسم کھائیں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع نہیں

نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَ

لینا چاہتے اگرچہ کوئی قرابت دار بھی ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ

لَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ

کی بات کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے ہم اِس حالت میں

الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ

سخت گنہگار ہوں گے۔ پھر اگر اس کی اطلاع ہو کہ وہ دونوں وصی کسی

اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ

گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا ارتکاب ہوا تھا اور دو شخص

الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ

جو سب میں قریب تر ہیں جہاں وہ دونوں کھڑے ہوئے تھے یہ دونوں کھڑے ہوں پھر دونوں

بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ

خدا کی قسم کھائیں کہ بالیقین ہماری یہ قسم اُن دونوں کی اس قسم سے زیادہ راست ہے اور ہم

مَا اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

نے ذرا تجاوز نہیں کیا، ہم اِس حالت میں سخت ظالم ہوں گے۔

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى

یہ قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر

وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ

کریں یا اِس بات سے ڈر جائیں کہ اُن سے قسمیں لینے کے بعد

اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَ

قسمیں متوجہ کی جاویں گی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو۔ اور

اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع ۱۴ ۴

اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہ کریں گے۔

یہ آیتِ کریمہ ایک حکم عزیز پر مشتمل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ بحیثیت ترکیبِ نحوی اِثْنَانِ خبر ہے، اور شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ جملہ میں مبتدا کی حیثیت رکھتا ہے یعنی شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ شَهَادَةُ اِثْنَانِ۔ دوسرا لفظ شہادۃ بہ حیثیت مضاف تھا جو حذف کر دیا گیا۔ اور مضاف الیہ یعنی اِثْنَانِ ہی کو اس کا قائم مقام قرار دیدیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ يَشْهَدَ اِثْنَانِ سمجھا جائے۔ ذَوَا عَدْلٍ اِثْنَانِ کی صفت ہے بمعنی عدلان۔ مِنْكُمْ سے مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مراد ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کُمْ سے وصیت کرنے والے لوگ مراد ہیں۔ مِنْ غَيْرِكُمْ سے مِنْ غَيْرِ الْمُسْلِمِيْنَ یا اہلِ کتاب مراد ہیں۔ یعنی موصی کے قبیلے کے دو گواہ ہوں اور دو غیر قبیلہ موصی ہوں ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ سے مراد یہ کہ جب تم سفر میں ہو اور تمہیں موت آجائے تو تم مسلمانوں میں سے دو گواہ ہوں اور مسلمان نہ ہوں تو غیر مسلم ہی سہی۔ یہاں اس بات کا جواز نکلتا ہے کہ سفر میں وصیت کے وقت جب مسلمان موجود نہ ہوں تو ذمیوں کو گواہ بنایا جاسکتا ہے۔ شریح کہتے ہیں کہ سفر اور وصیت کے وقت کے سوا، یہود و نصاریٰ کی شہادت کسی اور وقت جائز نہیں۔ تینوں ائمہؒ نے مسلما پر اہلِ ذمہ کی شہادت جائز نہیں سمجھی اور امام ابوحنیفہ ذمی کی گواہی ذمی پر جائز قرار دیتے ہیں۔ زہری کہتے ہیں کہ طریقِ سنت یہی ہے کہ کافر کی شہادت نہ سفر میں جائز ہے نہ حضر میں۔ شہادت کا حق صرف مسلمان ہی کو ہے۔ ابن زید کہتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت اتری

جب کہ ایک آدمی مر گیا اور اس وقت وہاں کوئی مسلمان نہ تھا، شروع اسلام کا زمانہ تھا سب شہر دار الحرب تھے لوگ کافر تھے، وراثت کا کوئی قانون نہ تھا بہ طور وصیت تقسیم ہوتی تھی۔ پھر وصیت منسوخ ہو گئی اور وراثت فرض ہو گئی اور لوگ قانونِ وراثت پر عمل کرنے لگے۔ ابن جریر نے اس کو روایت کیا ہے۔ یہ چیز ذرا قابلِ غور ہے واللہ اعلم۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ اٰخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ سے کیا مراد ہے کہ دونوں وصی ہوں یا گواہ ہوں۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سفر کیا ہو اس کے ساتھ مال ہو تو اگر مسلمانوں میں سے دو آدمی پائے تو اپنا ترکہ ان کے سپرد کردے اور دو مسلمان گواہوں کو بھی اس پر گواہ بنالے۔ یہ تو وصی بنانے کی صورت تھی اور اگر مِنْ غَيْرِكُمْ سے مراد یہ ہے کہ یہ دونوں گواہ ہوں اور ظاہر سیاقِ آیۃ کریمہ یہی ہے۔ پس اگر ان دونوں کے ساتھ تیسرا وصی موجود نہ ہو تو ان دونوں گواہوں میں وصایۃ اور شہادۃ کے دونوں اوصاف بھی پائے جاتے ہوں۔ جیسا کہ قصہ تمیم داری اور عدی بن بدا میں مذکور ہے جس کا ذکر انشاء اللہ آئے گا۔ ابن جریر نے ایک اشکال پیش کیا ہے کہ جب یہ دونوں گواہ ہوں تو گواہ پر تو قسم نہیں ہوا کرتی۔ لیکن یہ ایک مستقل حکم سمجھا جائے گا دیگر تمام احکام کا قیاس اس پر نہ ہوگا یہ ایک خاص شہادت ہے اور خاص موقع کے لئے۔ اس میں اور بہت ساری باتیں ایسی ہیں جو دوسرے احکام میں نہیں۔ ہاں جب شک کا قرینہ ہو تو اس آیت کے احکام کے مطابق ان گواہوں پر قسم ہے۔ ان دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک لو یعنی نمازِ عصر کے بعد اور ابن عباس کہتے ہیں کہ ان دونوں گواہوں کی مذہبی نماز کے بعد مقصد یہ ہے کہ یہ دونوں گواہ نماز کے بعد جمع ہوں تاکہ اجتماعِ کثیر کے موقع پر یہ گواہی عمل میں آئے۔ اِنِ ارْتَبْتُمْ۔ یعنی اگر تمہیں شک ہو کہ وہ غلط بیان کریں گے یا خیانت کریں گے تو ایسی صورت میں انہیں قسم

ہی کھلا دیں کہ دنیائے فانی کی تھوڑی سی کمائی ہم جھوٹی قسم کے ذریعہ نہیں کمائیں گے۔ اگرچہ ہماری قسم سے کسی ہمارے رشتہ دار کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچے۔ ہم خدا کی شہادت کو نہیں چھپائیں گے۔ امر شہادت کی اہمیت کے سبب شہادت کی اضافت اللہ کی طرف کی گئی ہے۔ اگر ہم نے شہادت میں تحریف تبدیل کردی یا اس کو بالکلیہ چھپا ڈالا تو ہم گنہ گاروں میں سے ہوں گے۔ پھر اگر ان دونوں گواہوں یا وصیوں کے بارے میں متحقق اور ثابت ہو جائے کہ انھوں نے خیانت کی اور متوفی کا مال وارثوں کو پہنچانے میں کچھ غبن کیا تو جن کا حق مارا گیا ہے ان میں سے دو گواہ ان کی بجائے اٹھ کھڑے ہوں۔

اَوْلَیَانِ یہ جمہور کی قرأت ہے اور حسن بصری وغیرہ اس کو اَوَّلَانِ پڑھتے ہیں۔ علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اَوْلَیَانُ پڑھا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اولیین پڑھتے ہیں۔ جمہور کی قرأت اَوْلَیَانُ کی بناء پر یہ معنی ہیں کہ جب خبر صحیح سے ان دونوں کی خیانت متحقق ہو جائے تو مستحقین ترکہ میں سے دو وارث کھڑے ہوں اور چاہئے کہ یہ دونوں ورثاء میں سے سب سے قریب تر ہوں اور خدا کی قسم کھا کر بیان کریں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ صحیح ہے۔ ان دونوں نے درحقیقت خیانت کی ہے اور اس الزام میں ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ اگر ہم نے جھوٹ الزام لگایا ہو تو ہم گنہگار ہیں۔ اللہ ہمیں سمجھے۔ یہ وارثوں کی طرف سے گو یا قسم ہے جیسا کہ مقتول کے اولیاء قسم کھاتے ہیں جب کہ قاتل کی جانب سے بے ایمانی ثابت ہو رہی ہو جیسا کہ احکام کے باب قسامت میں مقرر ہے اور حدیثِ نبوی بھی اسی طرح وارد ہوئی ہے جس پر کہ یہ آیتِ کریمہ دلالت کرتی ہے۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد اس آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس گناہ سے دوسرے سب لوگ بری ہیں۔ لیکن میں اور عدی بن بدا اس جرم کے مجرم ہیں یہ دونوں نصرانی تھے۔ اسلام سے پہلے شام کی طرف آتے جاتے تھے۔ چنانچہ تجارت کی غرض سے شام آئے ہوئے تھے ان کے پاس بنی سہم کا غلام بھی تجارت کے لئے آیا ہوا تھا۔ اس کا نام بدیل ابن ابی مریم تھا۔ اس کے ساتھ تجارت کی غرض سے چاندی کا ایک پیالہ تھا۔ جو ملک شام کے لئے لایا تھا اور یہ اس کے مالِ تجارت میں سب سے اہم چیز تھی۔ بیمار ہو گیا تو ان دونوں کو وصی بنایا اور کہا کہ اس کا ترکہ اس کے اہل و عیال کو پہنچا دیا جائے۔ تمیم داری کہتے ہیں کہ جب وہ مرگیا تو یہ جام ہم نے لے کر ایک ہزار درم میں بیچ دیا اور آپس میں ہم دونوں نے رقم تقسیم کرلی اور باقی مال اس کے اہل کو لاکر دے دیا۔ ان لوگوں نے جام کے بارے میں پوچھا ہم نے کہا جو کچھ تھا ہم نے لاکر دے دیا جام کی ہم کو خبر نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے تشریف لانے کے بعد جب میں مسلمان ہو گیا تو میں ان لوگوں کے پاس آیا اور صحیح واقعہ کہہ سنایا اور انھیں پانچ سو درم اپنے حصے کے دیدیئے۔ اور کہا، اتنی ہی رقم میرے ساتھی کے پاس بھی ہے چنانچہ وہ لوگ اس کے پاس آدھمکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ اس سے اس کے مذہب کی بناپر قسم لیں۔ اس نے قسم کھالی، چنانچہ یہ آیت اتری۔ اب عمرو بن العاص اور ایک دوسرا شخص اٹھے اور قسم کھائی کہ، لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا۔ چنانچہ عدی سے پانچسو درہم لے لئے گئے۔ اور یہ جام مکہ میں پایا گیا۔ خریداروں نے کہا کہ ہم نے اس کو تمیم اور عدی سے خریدا تھا۔ تو سہمی کے اولیاء میں سے دو آدمی اٹھے اور قسم کھائی کہ ہماری قسم اس کی قسم سے سچی ہے اور یہ جام ہمارے ساتھی کا ہے۔ انھیں کے بارے میں یہ آیت اتری تھی اور بیان کیا گیا کہ یہ تحلیف بعد صلوٰۃِ عصر ہوئی تھی۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ سلف میں اس واقعہ کی صحت مشہور تھی۔ اھ

عوام میں متعارف ہے۔ اس کی صحت کی یہ بھی دلیل ہے کہ ابو جعفر بن جریر نے روایت کی ہے کہ ایک مسلمان کی وفات پردیس میں ہو گئی اور وصی بنانے کے لئے وہاں کوئی مسلمان نہیں تھا تو مرنے والے نے اہلِ کتاب میں سے دو افراد کو گواہ بنالیا اب یہ دونوں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ کے پاس کوفے آئے اور مرنے والے کا ترکہ اور وصیت پیش کی تو اشعری نے کہا کہ ایسا ہی ایک واقعہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش ہوا تھا اور اب یہ دوسرا ہے چنانچہ نمازِ عصر کے بعد ان دونوں کو قسم دی گئی کہ ہم نے نہ خیانت کی ہے نہ جھوٹ کہا نہ کچھ چھپایا! اور یہ متوفی کے ترکے اور وصیت کے مطابق ہے۔ چنانچہ ان کی شہادت صحیح مان لی گئی۔ اور اسی شہادت پر اشعری نے فیصلہ کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسے ہی واقعہ سے مُراد تمیم و عدی کا قصہ تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ تمیم داری کا واقعہ قبولِ اسلام ۹ سنہ ہجری کا ہے اور ظاہر ہے کہ اشعری والا واقعہ دوسرا واقعہ تھا۔ اس آیت میں حکم ہے کہ مرنے والا موت کے وقت وصی بنا دے اور دو مسلمان گواہ قرار دے کہ اس کو کیا لینا اور کیا دینا ہے۔ یہ تو بحالتِ حضر کا مسئلہ تھا جو اس آیت کی بنا پر تھا کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ اور سفر کے بارے میں ہے کہ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ جب کہ کوئی مسلمان بوقتِ مرگ موجود نہ ہو تو یہود و نصاریٰ یا مجوسی سے دو آدمی لے لیں اور انھیں وصیت کر کے میراث اُن کے سپرد کر دیں۔ اب اگر اہلِ میّت نے وصیت کو صحیح مان لیا تو ٹھیک ورنہ مقتدرِ اعلیٰ کے پاس مقدّمہ پیش ہوگا اب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ یعنی اگر تمھیں ان کی صداقت پر شک ہو تو نماز کے بعد انھیں اللہ کی قسم دلاؤ۔ عبداللہ بن عباس رض کہتے ہیں کہ اہلِ میت نے انکار کیا تھا اور ان دونوں گواہوں کو ڈرایا دھمکایا۔ تو ابوموسیٰ اشعری نے ان دونوں کو نمازِ عصر کے بعد قسم دلائی۔ میں نے کہا کہ ہماری نماز کی انھیں کیا وقعت ہو سکتی ہے انھیں تو اُن کی نماز کے بعد قسم دلائی جائے چنانچہ اپنے مذہب کی رُو سے نماز پڑھنے کے بعد انھوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم تھوڑے سے مال کے لئے اپنی قسموں کو نہیں بیچیں گے اگرچہ کسی رشتہ دار کی خاطر ہی کیوں نہ ہو۔ ہم خدا کی شہادت کو نہیں چھپائیں گے۔ ورنہ ہم گنہگار رہیں۔ تمھارے ساتھی نے بس یہی وصیت کی تھی اور یہی اُس کا ترکہ تھا۔ قسم کھانے سے پہلے امام نے اُن سے کہہ دیا تھا کہ اگر تم نے چھپایا یا خیانت کی تو اپنی قوم میں تم رُسوا ہو جاؤ گے۔ اور پھر کبھی تمھاری شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور تمھیں سزا بھی دی جائے گی تو ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا یعنی یہی ایک صورت ایسی ہے کہ گواہ اپنی گواہی کو مطابقِ واقعہ رکھ سکتے ہیں اور انھیں خوف رہے گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان مسلمانوں کی دوبارہ قسموں کے بعد ہماری پہلی قسمیں رَد کر دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا۔ یعنی اگر معلوم ہو جائے کہ انھوں نے ناجائز طور پر حق دبا لیا ہے تو ان کے قائم مقام اور دو شخص کھڑے ہوں جن کا حق مارا گیا ہے کہ کافروں کی شہادت باطل ہے اور ہم زیادتی نہیں کر رہے ہیں۔ اب کافروں کی شہادت اَدا کر دی جائے گی اور اولیاء کی شہادت قبول کر لی جائے گی اِس آیت کا مقتضیٰ یہی حکم ہے اکثر ائمہ تابعین اور سلف رضوان اللہ اور امام احمد وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے اور قولہ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا یعنی اس حکم کی شریعت اسی وجہ پسندیدہ کی بنا پر ہے کہ ذمّی شاہدین کو قسم دلائی جائے أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ۔ کیا عجب ہے کہ وہ لوگ حلف باللہ کی تعظیم کے لئے اور رُسوائی کے خوف سے کہ ورثاء اگر اپنی قسموں سے ہماری قسموں کو رَد کر دیں تو پھر ہمیں سزا بھی

ملے گی سچ بولیں۔ پھر فرمایا کہ سچ بولو اور خدا سے ڈرو، اس کی بات سنو، اس کی اطاعت کرو، ورنہ نافرمانوں اور فاسقوں کو تو اللہ توفیق دیتا ہی نہیں اور ہدایت کرتا ہی نہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ

جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کریں گے پھر ارشاد فرمادیں گے کہ تم کو کیا

قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ

جواب ملا تھا۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو کچھ خبر نہیں آپ بے شک پوشیدہ باتوں

الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

کے پورے جاننے والے ہیں

اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ قیامت کے روز پیغمبروں سے اللہ تعالیٰ کس طرح خطاب فرمائے گا کہ جن قوموں کی طرف تم کو بھیجا گیا۔ انھوں نے دعوتِ تبلیغ کو قبول بھی کیا کہ نہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ: فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ○ کہ ہم ان قوموں سے بھی پوچھیں گے اور ان کے پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تمھارے خدا کی قسم کہ ہم ان سب سے پوچھیں گے کہ دنیا میں تم نے کیا عمل کیا تھا۔ رسولوں کا قول ہوگا کہ لَا عِلْمَ لَنَا ہمیں تو کچھ خبر نہیں یہ اس دن کی دہشت کی بنا پر ہوگا کہ خوف کے مارے انھیں کچھ جواب بن نہ پڑے گا اور کہہ دیں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں اس روز عقلیں ٹھکانے نہیں رہیں گی اور پھر جب کچھ اطمینان کی سانس لیں گے تو پھر اپنی قوم کے بارے میں حسب واقعہ شہادت دیدیں گے۔ لیکن پہلی دفعہ تو یہی ان کا قول ہوگا کہ اے خدا ہمیں کیا خبر تو عالم الغیب ہے تیرے مقابلہ میں ہم کیا جان سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بلحاظ محسن ادب یہ بہت اچھا جواب ہے کہ تیرے علم محیط کی بہ نسبت ہمارے علم کی کیا حقیقت ہمارے علم کی بنیاد محض ظاہر پر ہے اور تیرا علم تو باطن کی بھی خبر لاتا ہے کیونکہ تو علام الغیوب ہے تو جانتا ہے کہ جو کچھ انھوں نے جواب دیا۔ اب اگر یہ بنا منافقت کسی کا عمل یا اعتقاد رہا ہو تو ہمیں تو اس کا علم نہیں تو ہی جانتا ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ

جبکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمادیں گے کہ اے عیسیٰ بن مریم میرا انعام یاد کرو جو تم پر

نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ

اور تمھاری والدہ پر ہوا ہے جب میں نے تم کو روح القدس سے

اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ

تائید دی۔ تم آدمیوں سے کلام کرتے تھے

فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ

گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی۔ اور جب کہ میں نے تم کو کتابیں اور

وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ

سمجھ کی باتیں اور توریت اور انجیل تعلیم کیں۔ اور جب کہ تم

تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ

گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے میرے حکم سے

فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ

پھر تم اس کے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ پرندہ بنجاتا تھا میرے حکم سے اور تم اچھا کردیتے

الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ

تھے مادر زاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو میرے حکم سے۔ اور جب کہ تم مردوں کو

تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ

نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے۔ اور جب کہ میں نے بنی

اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے

فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ

پھر ان میں جو کافر تھے انھوں نے کہا تھا کہ بجز کھلے جادو

اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى

کے اور کچھ بھی نہیں۔ اور جب کہ میں نے حواریین کو

الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا

حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ - انھوں نے کہا کہ

اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ہم ایمان لائے اور آپ شاہد رہیئے کہ ہم پورے فرماں بردار ہیں

یہاں اللہ تعالےٰ اُن احسانات کا ذکر فرماتا ہے جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر وارد فرمائے۔ کہ عیسیٰ ہمارے ان احسانات کو یاد کرو۔ جو معجزات باہرات اور خوارقِ عادات ہم نے تمھیں دیئے اور تمھیں باپ کے بغیر صرف ماں سے پیدا کیا اور تمھاری ذات کو خود اپنے کمالِ قدرت کی ایک نشانی قرار دیا اور تمھاری ماں پر بھی یہ احسان کیا کہ تمھیں اس کی پاک دامنی کی دلیل بنایا اور جو فحش الزام یہ ظالم اور جاہل منسوب کرتے تھے اس سے تمھاری ماں کو بچایا۔ تمھیں جبریل کے ذریعہ مدد دی تمھیں طفلی اور شباب میں بھی نبی اور داعیِ الی اللہ بنایا کہ تم گہوارے میں بھی بولنے لگے اور ماں کی پاک دامنی کی گواہی دینے لگے اور اپنے عبد ہونے کا اعتراف کیا۔ طفلی اور شباب میں بھی لوگوں کو تبلیغ کی۔ بڑی عمر میں بولنا تو کوئی عجیب نہیں لیکن گہوارے میں تمھارا بولنا کیسا عجیب تھا۔ تمھیں کتاب کی تعلیم کی اور توریت کو پڑھنا اور لکھنا سکھایا جو موسیٰ کلیم اللہ پر اُتاری گئی تھی۔ حدیث میں بھی توراۃ کا لفظ ہے، اور اس سے مُراد ہے توریت بھی اور ہر دوسری کتاب بھی۔ تم مٹی سے پرندے کی جیسی ایک شکل بناتے تھے اور ہمارے حکم سے اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ ایک زندہ پرندہ بنجاتی تھی اور خدا کے حکم سے اُڑنے لگتی تھی۔ قولہ تعالےٰ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ۔ سورۂ آلِ عمران میں اس پر بحث گزر چکی ہے، اِس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ۔ یعنی تم مُردوں کو بُلاتے تھے تو وہ خدا کے حکم اور اس کی قدرت سے جیتے جاگتے قبروں سے نکل آتے۔ عیسیٰ جب ارادہ کرتے کہ کسی میت کو زندہ کریں تو

دو رکعت نماز پڑھتے۔ پہلی رکعت میں تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ الخ اور دوسری رکعت میں الٓمّٓ تَنْزِيْلُ۔ پھر خدا کی حمد وثنا کرتے۔ پھر یہ سات اسماءِ باری پڑھتے یَا قَدِیْمُ یَا خَفِیُّ۔ یَا دَائِمُ۔ یَا فَرْدُ۔ یَا وِتْرُ۔ یَا اَحَدُ۔ یَا صَمَدُ اور اگر کوئی سخت پریشانی لاحق ہو جاتی تو یہ سات نام لے کر دُعا کرتے۔ یَا حَیُّ۔ یَا قَیُّوْمُ۔ یَا اللّٰهُ۔ یَا رَحْمٰنُ۔ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ یَا نُوْرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ یَا رَبِّ! یہ زبردست اثر والے نام ہیں۔ اور میری ان نعمتوں کو یاد کرو کہ جب تم بنی اسرائیل کے پاس دلائلِ نبوت لے کر پہنچے اور انھوں نے تمھیں جھٹلایا، تم پر الزام لگایا کہ تم ساحر ہو، اور تمھیں قتل کرنے اور سُولی دینے کی کوششیں کیں، تو ہم نے تمھیں ان سے بچا لیا۔ اپنی طرف تمھیں اُٹھا لیا۔ اُن کے شر سے تمھیں بچا لیا۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ یہ احسان عیسیٰؑ پر ان کے اُٹھا لئے جانے کے بعد کا ہے یا یہ کہ قیامت کے روز واقع ہونے والا ہے۔ لیکن مستقبل کو ماضی کے صیغہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ خدا کے پاس مستقبل بھی ماضی ہی کی طرح یقینی واقع ہونے والی چیز ہے۔ یہ غیب کے اسرار ہیں جن سے اللہ تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو واقف کرایا ہے۔

اور جب ہم نے حواریّین کو وحی بھیجی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ یعنی عیسیٰ کے اصحاب و انصار بنجاؤ۔ یہاں وحی سے مُراد دل میں ایک بات ڈال دینا ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف بھی وحی بھیجی تھی کہ موسیٰؑ کو دودھ پلاؤ، ایسے الہام کو بلا اختلاف وحی کہا گیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ہم نے شہد کی مکھی کی طرف وحی بھیجی تھی کہ پہاڑوں اور درختوں میں اپنا گھر بناؤ اور لوگوں کے محلوں میں۔ اسی طرح حواریّین کو بھی الہام کیا گیا تو وہ حکم بجا لائے۔ اور محتمل ہے کہ یہ بھی مُراد ہو کہ ہم نے تمھارے واسطے سے ان پر وحی بھیجی اور انھیں ایمان باللہ کی طرف

بلایا تو انھوں نے قبول کرلیا اور کہنے لگے کہ اٰمَنَّا وَاشْهَدْ
بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۔ یعنی اے پیغمبر! گواہ رہو کہ ہم اسلام لائے

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ
وہ وقت قابل یاد ہے جب کہ حواریین نے عرض کیا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا آپ کے رب ایسا
يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً
کرسکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا نازل
مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ
فرمادیں؟ آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اگر تم
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا
ایمان دار ہو۔ وہ بولے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں
وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا
اور ہمارے دلوں کو پورا اطمینان ہو جائے اور ہمارا یہ یقین اور بڑھ جائے کہ آپ نے ہم سے سچ بولا ہے
وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ
اور ہم گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں۔ عیسیٰ ابن
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا
مریم نے دعا کی کہ اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے کھانا
مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَ
نازل فرمائیے کہ وہ ہمارے لیے یعنی ہم میں جو اول ہیں اور جو بعد ہیں سب کے لئے ایک خوشی کی بات
وَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ
ہو جائے اور آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جائے اور آپ ہم کو عطا فرما دیجئے اور آپ سب عطا کرنے والوں
خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا
سے اچھے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر نازل کرنے والا
عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ
ہوں۔ پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد ناحق شناسی کرے گا تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا
اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ
کسی کو دنیا جہان والوں میں سے نہ دوں گا کہ وہ سزا

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

نہ دوں گا۔

۱۵ ع ۷ ۵

یہاں مائدہ کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے اسی لئے اِس سُورہ کا نام سورۂ مائدہ رکھا گیا۔ اِس میں بھی اللہ پاک نے اپنے بندے اور رسول حضرت عیسیٰؑ پر احسان کا اظہار فرمایا ہے۔ یعنی نزولِ مائدہ کی دُعا قبول کی گئی ہے۔ جو حضرت عیسیٰؑ کا ایک زبردست معجزہ اور حجّتِ قاطعہ ہے۔ بعض ائمّہ نے بیان کیا ہے کہ یہ قصّہ انجیل میں مذکور نہیں۔ اور مسلمانوں کے سوا نصاریٰ اس سے واقف نہیں تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعہ انھیں مطلع کردیا۔ قول باری ہے کہ "جب عیسیٰ کے متبعین نے کہا کہ اے عیسیٰ! کیا تمھارے رب سے یہ ہوسکتا ہے کہ آسمان سے ایک بنا بنایا خوانِ نعمت نازل فرمائے؟" یہاں اکثر قاریوں نے "يَسْتَطِيْعُ" پڑھا ہے (یعنی کیا تمھارے رب سے یہ ممکن ہے؟) دوسرے قاری "تَسْتَطِيْعُ" پڑھتے ہیں۔ یعنی (کیا تم سے یہ ممکن ہے کہ اپنے رب سے سوال کرو؟) مَآئِدَةٌ پُر از طعام خوان کو کہتے ہیں۔ بعض کا بیان ہے کہ عیسیٰؑ کے ساتھیوں نے اپنی حاجت اور فقر کی وجہ سے یہ سوال کیا تھا کہ ہر روز ایک خوان اُترا کرے جس کو ہم کھائیں اور عبادت کے لئے قوت حاصل کرسکیں۔ تو عیسیٰؑ نے کہا کہ اگر تم ایمان ہی رکھتے ہو تو خدا سے ڈرو اور ایسا سوال نہ کرو، طلبِ رزق میں اللہ پر بھروسہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی چیز تمھارے لئے فتنہ بن جائے۔ تو حواریوں نے کہا کہ ہم غذا کے محتاج ہو گئے ہیں ہمیں کھانے کے لئے چاہئے اور جب ہم آسمان سے اُترتا ہوا مائدہ دیکھیں گے تو ہم کو پورا اطمینان ہو جائے گا اور ہم پر ایمان بڑھ جائے گا اور تمھارے رسول ہونے کا کامل یقین ہو جائے گا۔ اور ہم خود اس کے گواہ بن جائیں گے کہ یہ اللہ کی طرف کی ایک نشانی ہے اور عیسیٰؑ کی نبوت اور سچائی کی دلیل واضح ہے۔ تو حضرت عیسیٰؑ نے دُعا مانگی کہ "اے رب! آسمان سے ہم پر ایک مائدہ اُتار!

اس روز کی یادگار ہیں ہمارے اگلے اور پچھلے لوگ عید منائیں گے" سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا سے مراد یہ ہے کہ ہم اس روز نمازیں پڑھنے لگیں گے۔ قتادہؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم سے بعد آنے والوں کے لئے یہ دن یوم یادگار بن جائے۔ سلمان فارسی رضؓ کہتے ہیں کہ تاکہ ہم سب کے لئے ایک عبرت بنجائے اور تصدیقِ رسالت کے لئے دلیل کافی ہوسکے۔ اور اے خدا ہر بات پر تیری قدرت کی اور میری دُعا کی قبولیت کی دلیل بن سکے۔ تاکہ لوگ میری رسالت کی تصدیق کرسکیں۔ اپنی طرف سے بلا کلفت و تعب خوشگوار رزق بھیج۔ تو خیر الرّازقین ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے کہا"—— اچھا میں خوان اُتاروں گا۔ لیکن اگر اس پر بھی تمہاری قوم نے کفر کیا اور مخالفت برتی تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ کسی نے ایسا عذاب نہ چکھا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ اور اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا ہے کہ قیامت کے روز شدید ترین عذاب جن پر ہوگا وہ یہ تین ہیں۔ منافق لوگ، مائدہ اُترنے کے بعد بھی جنھوں نے کفر کیا، اور فرعون کی اُمت

سلف کی وہ روایتیں جو حوارئین پر نزولِ مائدہ سے متعلق ہیں

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ کیا تم تیس دن تک کے روزے رکھوگے، پھر خدائے تعالےٰ سے نزولِ مائدہ کا سوال کروگے تاکہ وہ تمہاری درخواست قبول کرے۔ کیونکہ اجر اسی کو ملتا ہے جس نے خود بھی عمل کیا ہو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، تیس دن روزے رکھے اور پھر کہا کہ اے خیر کی تعلیم دینے والے عیسیٰؑ! تم نے کہا تھا کہ عمل کرنے والوں کو اس کا اجر ضرور ملتا ہے۔ تم نے ہمیں تیس دن روزے رکھنے کے لئے کہا اور ہم نے ایسا ہی کیا۔ تیس دن ہم کسی کی نوکری کرتے ہیں تو وہ ہم کو روزی یا تنخواہ دیتا ہے تو اب کیا تمہارا خدا ہم پر مائدہ اُتارے گا؟ تو حضرت عیسیٰؑ نے کہا۔ اگر تم مومن ہو تو خدا سے ڈرو۔ حواریوں نے جواب دیا، ہم تو اپنے دل کا اطمینان چاہتے ہیں اور خود بھی یقین کرکے دوسروں کے سامنے بھی گواہ بننا چاہتے ہیں۔ غرض یہ کہ آسمان سے مائدہ اُترا جس میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں اور ان کے سامنے آکر رُک گیا جسے شروع سے لے کر آخر تک تمام لوگوں نے کھایا۔

عمار بن یاسرؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مائدہ میں روٹی اور گوشت تھا اور حکم تھا کہ اس میں خیانت نہ کریں اور کل کے لئے اُٹھا نہ رکھیں۔ لیکن لوگوں نے خیانت کی اور اپنے لئے جمع کر رکھا۔ ایسے لوگوں کی صورتیں مسخ ہوگئیں۔ بندر اور سور بنا دیئے گئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں جنّت کے میوے تھے۔ کہتے ہیں کہ عمار بن یاسرؓ نے نماز پڑھنے کے بعد بازو والے بنی عجل کے ایک آدمی سے کہا۔ جانتے ہو کہ بنی اسرائیل کا مائدہ کیسا تھا؟ لوگ اُس میں سے کھاتے جاتے تھے اور وہ ختم نہیں ہوتا تھا اور کہہ دیا گیا تھا کہ اگر تم اس میں خیانت نہ کروگے اور کل کے لئے ذخیرہ کرنا نہ چاہوگے تو یہ تمہارے لئے پائدار رہے گا اور اگر تم نے ذخیرہ کیا تو ایسا عذاب دیا جائے گا کہ کسی کو نہ دیا گیا ہوگا۔ لیکن پہلے ہی دن اُنھوں نے اس میں سے چھپا رکھا اور خیانت کی۔ اور اے اہلِ عرب! تم بھی اونٹوں اور بکروں کی دُمیں مروڑتے تھے۔ یعنی نہایت ذلیل حالت میں تھے اللہ تعالےٰ نے تم ہی میں سے ایک رسول پیدا کیا۔ تم اس کا حسب نسب جانتے ہو۔ اُس نے تمھیں اطلاع دیدی کہ تم عجم پر بھی غالب آنے والے ہو اور بڑے مالدار بننے والے ہو۔ عیسیٰؑ کی طرح تمہارے رسول نے بھی تمھیں منع کردیا ہے کہ سونے چاندی کا ذخیرہ نہ کرو۔ خدا کی قسم کوئی دن نہیں

جاتا کہ تم اپنا یہ خزانہ بڑھاتے نہ رہتے ہو۔ دیکھو حضرت عیسیٰؑ کی اُمت کی طرح خدائے تعالےٰ کہیں تمھیں بھی عذابِ الیم میں مُبتلا نہ کردے۔ اسحٰق بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مائدہ میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں۔ لوگوں نے کھایا اور کل کے لئے بھی اُٹھا رکھا۔ چنانچہ مائدہ کا آنا بند ہوگا۔ کہتے ہیں کہ اس میں ہر قسم کا ذائقہ تھا اور جنت کے میوے ہوتے تھے۔ ہر دن اُترتا رہا۔ اُسے چار ہزار آدمی بیٹھ کر کھاتے تھے اور جب کھا چکتے تو اور اتنا ہی موجود ہوتا۔ جَو کی روٹیاں ہوتیں، سب لوگ کھا لینے کے بعد بھی بچ رہتا۔ سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ بکرے کے گوشت کے سوا ہر چیز ہوتی۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ چاول کی روٹیاں ہوتی تھیں۔ حضرت وہب اور سلمانؒ الخیر فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰؑ سے مائدے کا سوال کیا گیا تو انھیں بُرا معلوم ہوا اور کہا کہ زمین سے تمھیں جو رزق دیا گیا ہے اُسی پر قناعت کرو اور آسمان سے رزق نازل ہونے کا سوال نہ کرو۔ کیونکہ یہ خدائے تعالےٰ کا ایک معجزہ ہوگا اور ثمود نے جس طرح اپنے نبی سے سوال کیا تھا لیکن سوال پورا ہونے کے باوجود کفر کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے تھے۔ کہیں تمھارے ساتھ بھی ایسا ہی نہ ہو لیکن وہ اصرار کرتے رہے اور جب عیسیٰ نے دیکھا کہ خدا سے دُعا کئے بغیر چارہ نہیں تو اپنا جُبّہ اُتار دیا۔ اور کالے بالوں کا کرتا اور جُبّہ پہن لیا کمبل اوڑھ لی، وضو اور غسل کرکے صومعہ گئے۔ دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ پھر قبلہ رُخ کھڑے ہوگئے۔ اپنے قدم جوڑ لئے ٹخنہ سے ٹخنہ ملا لیا۔ انگلیاں سیدھی رکھ لیں۔ سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھ لیا، سر جھکا لیا اور نظریں نیچی کرلیں۔ رُخساروں پر سے آنسو بہتے ہوئے ڈاڑھی پر سے ہوتے ہوئے زمین پر گر رہے تھے۔ اور اللہ تعالےٰ سے دُعا مانگ رہے تھے۔ اب ایک سُرخ خوان دو بادلوں کے درمیان آسمان سے اُترنا شروع ہوا۔ لوگ اُسے اُوپر سے گرتا ہوا دیکھ رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ خدا کے

خوف سے رو رہے تھے۔ کیونکہ باری تعالےٰ نے شرط لگا کر نازل مائدہ کیا تھا کہ اگر اس کے بعد بھی وہ ایمان نہ لائیں گے، تو سخت ترین عذاب اُٹھائیں گے۔ وہ خدا سے دُعا مانگ رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ اے خدا! تو اس کو رحمت بنا، اور عذاب نہ بنا۔ کتنی عجیب باتیں جو میں نے تجھ سے مانگی تھیں وہ تو نے مجھے عطا کیں۔ اے خدا ہمیں شاکر بنا۔ اے خدا! اِس مائدے کے سبب غضب بننے سے میں پناہ مانگتا ہوں اس کو سلامت و عافیت بنا اور فتنہ نہ بنا۔ وہ دُعا مانگ ہی رہے تھے کہ خوان ان کے حواریوں کے سامنے آکر ٹِک گیا اور اس میں سے ایسی خوشبو پھُوٹ پڑی کہ کبھی ایسی خوشبو سُونگھنے میں نہ آئی تھی۔ حضرت عیسیٰؑ اور اُن کے حواریین سجدۂ شکر میں گر پڑے کیونکہ ایسی عظیم نشانی اور عبرت ناک چیز انھوں نے دیکھی جس کی انھیں اُمید نہیں تھی۔ یہود اِس امرِ عجیب کو دیکھ رہے تھے اور ان کے دل رنج و غم سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر وہ آپ ہی آپ بَل کھاتے ہوئے چل دیئے۔ اَب عیسیٰؑ اور ان کے ساتھی خوان کے پاس آئے، خوان پر رُومال ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے کہا اِس پر سے رُومال کون ہٹائے گا؟ ہم میں سے جو اپنے نفس پر سب سے زیادہ مطمئن ہے اور امتحانِ خداوندی میں سب سے زیادہ نڈر ہے وہ رومال ہٹائے تاکہ ہم خدا کے رزق کو دیکھیں اور اس کا نام لے کر کھانے لگیں۔ حواریوں نے کہا یا رُوح اللہ! آپ سے بڑھ کر اس کا حق دار کون ہے۔ یہ سُن کر حضرت عیسیٰ اُٹھے تازہ وضو کیا، مسجد آئے نماز پڑھی۔ کچھ دیر تک روتے رہے اور خدا سے دُعا کی کہ مائدے کو کھولنے کی اجازت دے اور اس میں قوم کے لئے برکت و رزق عطا فرما۔ اب خوان کے پاس جاکر رُومال ہٹا دیا۔ دیکھا کہ اس میں ایک بڑی تلی ہوئی مچھلی رکھی ہوئی ہے جس کے پوست پر نہ فلوس ہیں اور نہ گوشت میں کوئی کانٹا ہے۔ روغن اس میں سے بہہ رہا ہے اس میں ہر قسم کی سبزیاں بھی ہیں سوائے مُولی کے اس

کے سر کی طرف سرکہ ہے اور دُم کی طرف نمک ہے۔ سبزیوں کے اطراف پانچ روٹیاں ہیں جن میں سے ایک پر روغنِ زیتون ہے اور دوسری پر کھجوریں ہیں اور پانچ انار ہیں۔ حواریوں کے سردار شمعون نے کہا کہ یا رُوح اللہ! یہ ہماری دنیا کا طعام ہے یا جنّت کا طعام ہے؟ تو عیسیٰ ع نے جواب دیا کہ کیا اَب بھی وقت نہیں آیا کہ جو کچھ عجائبات دیکھ رہے ہو اس سے عبرت لو اور ان سوالات سے باز آؤ مجھے تو ڈر ہے کہ یہی نشانی کہیں تمھارے لئے عذاب کا سبب نہ بن جائے۔ شمعون نے کہا نہیں۔ خدائے اسرائیل کی قسم! اے سچی ماں کے بیٹے! میرا مقصد اس سے کوئی سوال کرنا نہیں تھا۔ تو حضرت عیسیٰ ع نے جواب دیا کہ نہ یہ طعامِ دُنیا ہے اور نہ طعامِ جنّت۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے آسمان ہی میں پیدا کر لیا ہے۔ وہ صرف کُن فرما دیتا ہے اور طرفۃ العین میں وہ چیز مخلوق ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ اور کھا کر شکر کرو، اللہ تعالیٰ اور زیادہ عطا فرمائے گا۔ کیونکہ وہ بدیع ہے قادر اور شاکر ہے۔ حواریوں نے کہا۔ اے رُوح اللہ! ہم چاہتے ہیں کہ اِس معجزے کے اندر اور ایک معجزہ ہمیں دکھائی دے۔ تو عیسیٰ ع نے کہا: سُبحان اللہ، کیا یہ نشانی جو تم نے دیکھی کافی نہیں کہ اسی میں پھر دوسری نشانی کا سوال کرتے ہو۔ پھر عیسیٰ علیہ السّلام نے مچھلی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اے مچھلی! خدا کے حکم سے زندہ ہو جا۔ چنانچہ وہ بھُونی ہوئی مچھلی خدا کے حکم سے زندہ ہوگئی اور تر و تازہ ہو کر تڑپنے لگی، شیر کی طرح مُنہ پھاڑنے لگی، اس کی آنکھیں گھومنے اور چمکنے لگیں۔ اس کے جسم پر کھپل بھی نمودار ہو گئے یہ دیکھ کر لوگ ڈر گئے۔ عیسیٰ ع نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم تو اور ایک نشانی مانگ رہے تھے اور تمھیں دِکھائی گئی تو ڈرنے لگے۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو یہ تمھارے لئے عقاب اور فتنے کا سبب ہوگا۔ اب حضرت نے فرمایا کہ اے مچھلی خدا کے حکم سے جیسی تھی ویسی ہی ہو جا۔ چنانچہ وہ پہلے ہی طرح بھُونی ہوئی بن گئی۔ لوگوں نے کہا اے عیسیٰ تم پہلے کھاؤ پھر ہم کھائیں گے۔ عیسیٰ ع نے کہا معاذ اللہ، جس نے مطالبہ کیا ہے اسی کو پہلے کھانا چاہیئے۔ جب حواریوں نے دیکھا کہ عیسیٰ نہیں کھا رہے ہیں تو ڈر گئے کہ نزولِ مائدہ ناخوشی کا سبب ہے اور اس کے کھانے میں اندیشہ ہے اور رُک گئے تو حضرت عیسیٰ ع نے فقیروں، غریبوں اور مریضوں کو بُلایا اور کہا۔ کھاؤ یہ اللہ کی طرف کا رزق ہے اور تمھارے نبی کی طرف سے دعوت ہے اور خدا کا شکر ادا کرو جس نے یہ تمھیں دیا یہ تمھارے لئے مبارک ہے اور دوسروں کے لئے عقوبت ہے۔ چنانچہ وہ سب اللہ کا نام لے کر کھانے لگے، چنانچہ تیرہ سو مرد اور عورتوں نے کھایا اور سب پیٹ بھر کر اُٹھے۔ پھر یہ مائدہ آسمان کی طرف چلا گیا اور لوگ دیکھتے ہی رہ گئے۔ ہر فقیر کھا کر غنی بن گیا اور مریض تندرست ہو گیا پھر یہ ہمیشہ غنی اور تندرست رہے اور جن حواریوں نے کھانے سے انکار کیا تھا وہ سخت نادم رہے اور مرتے دَم تک کھانے کی حسرت اُن کے دلوں میں باقی رہی۔ اور جب یہ مائدہ اُترا ہے تو ہر طرف سے سارے بنی اسرائیل ٹوٹ پڑے۔ غنی فقیر، چھوٹے بڑے، مریض و تندرست، کھانے کے لئے ایک پر ایک گر رہے تھے۔ اب حضرت عیسیٰ ع نے سب کی باری مقرر فرما دی۔ ایک دن آ کر جو کھاتے وہ دوسرے دن نہ آتے، درمیان میں ایک دن چھوڑ کر آیا کرتے۔ اِس طرح چالیس ۴۰ دن گزر گئے۔ دن بھر کھانے کا سلسلہ جاری رہتا، پھر مائدہ اللہ کے حکم سے آسمان کی طرف چڑھ جاتا، حتّٰی کہ لوگ اس کا سایہ زمین پر گرتا ہوا دیکھتے اللہ نے اپنے نبی عیسیٰ ع کو وحی بھیجی کہ مائدہ میں میرا رزق فقراء اور یتامیٰ اور مریضوں کے لئے ہے، تونگروں کے لئے نہیں۔ مالداروں کو یہ بات بُری لگی۔ باتیں بنانے لگے۔ خود بھی شک میں پڑ گئے اور لوگوں کو بھی شک میں

ڈالنے لگے اور غلط باتیں پھیلانے لگے۔ شیطان نے اُن پر قبضہ کر لیا اور اچھے لوگوں کے دلوں میں بھی وسوسے ڈالے چنانچہ وہ کہنے لگے کہ اے عیسیٰ سچ بتانا کہ کیا یہ نزولِ مائدہ آسمان سے حق بات ہے۔ کیونکہ ہم میں سے اکثر لوگ شک میں ہیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرے خدا کی قسم تم ہلاک ہو گئے۔ تم نے نبیؑ سے سوال کیا تھا کہ خدا سے مائدہ کی دُعا کرے اور جب اس نے دُعا کی اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی رحمت اور اپنا رزق اُتارا اور تمھیں اپنی نشانی اور عبرتیں بتائیں تو لگے تم انکار اور رشک کرنے۔ اب عذاب کی خوش خبری سُن لو، وہ تمھیں آدبوچنے والا ہی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ خدا ہی خود رحم فرمادے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ میں تکذیب کرنے والوں کو نہیں چھوڑوں گا، جو نزولِ مائدہ کے بعد کفر کرے۔ اِس سے متعلق شرط ہی یہ تھی کہ اُسے ایسا عذاب دیا جائے گا کہ اب تک نہ دیا گیا ہو یہ شک کرنے والے جب اپنے بستروں پر سو گئے اور سوتے وقت اپنی اچھی خاصی شکل و صورت میں تھے لیکن آخر شب میں اللہ تعالیٰ نے انھیں خنازیر بنا دیا اور یہ گھوروں پر کچرے اور گندگیوں میں پھرنے لگے۔ یہ ساری روایت بہت عجیب و غریب ہے۔ ابو حاتم نے اس کو جگہ جگہ سے الگ الگ ٹکڑے کرکے بیان کیا ہے۔ میں نے ان کو سیاق و ترتیب قائم رہنے کے لئے بہ طور واقعہ مسلسل جوڑ لیا ہے۔ یہ روایت تو دلالت کرتی ہے کہ مائدہ اُترا تھا اور حضرت عیسیٰؑ کی دُعا پر بنی اسرائیل کو ملا تھا۔ ظاہر عبارتِ قرآن سے بھی یہ اخذ ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فرمایا ہے۔ لیکن کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ مائدہ اُترا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کو صرف مثال کے طور پر فرمایا ہے اور یہ کہ جب اُنھیں عذاب کا ڈر بتایا گیا تو مطالبۂ مائدہ سے دست بردار ہو گئے اور کہا نہیں ہمیں مائدہ نہیں چاہیے مجاہد اور حسن تک اس کی اسانید بہت صحیح ہیں اور سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ نصاریٰ اِس مائدہ سے واقف ہی نہیں اور ان کی کتاب انجیل میں مائدہ کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے اگر مائدہ اُترا ہی ہوتا تو انجیل میں جگہ جگہ اُس کا ذکر آتا اور ایک بار نہیں متواتر انجیل میں مذکور ہوتا لیکن جمہور کا یہی خیال ہے کہ مائدہ اُترا تھا۔ ابن جریر نے اسی خیال کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فرمایا ہے۔ اس کا وعدہ اور وعید حق ہے اور یہی بات صواب بھی معلوم ہوتی ہے۔ اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن نصیر نائب بنی امیہ نے فتوح بلادِ مغرب کے وقت وہاں مائدہ پایا جس میں موتی جڑے ہوئے تھے اور قسم قسم کے جواہر کندہ تھے۔ تو امیر المومنین ولید بن عبد الملک کے پاس وہ بھیج دیا گیا۔ یہ مائدہ راستے ہی میں تھا کہ وہ مر گیا۔ اب وہ اُس کے بھائی سلیمان بن عبدُ الملک کے پاس بھیجا گیا جو اس کے بعد خلیفہ ہوا۔ لوگوں نے اس کے یاقوت اور جواہر وغیرہ دیکھ کر بہت تعجب کیا اور کہا جاتا ہے کہ یہ مائدہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا تھا۔ واللہ اعلم۔

ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ صَفا کی پہاڑی کو ہمارے لئے سونا بنا دو۔ تو ہم تم پر ایمان لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ایمان لاؤ گے؟ کہا ہاں۔ اتنے میں جبریل آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر تم چاہو تو صبح تک کوہِ صَفا سونا ہو جائے لیکن اگر اس کے بعد بھی اگر ایمان نہ لائیں گے تو بدترین عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اگر تم یہ چاہو کہ میں ان کی توبہ قبول کر لوں اور ان پر رحمت کروں تو ویسا ہی۔ آپ نے فرمایا۔ اے پروردگار تیری توبہ اور رحمت چاہیے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ

اور وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرمادیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے ان

قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ

لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا کے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْٓ

معبود قرار دے لو عیسیٰ عرض کریں گے کہ میں تو آپ کو منزہ سمجھتا ہوں مجھ کو کسی طرح

اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ

زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ

فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ

کو اس کا علم ہوگا۔ آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے

مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۱۶﴾

علم میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کا جاننے والے آپ ہیں۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ

میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ

اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ

کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ میں ان پر مطلع

شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ

رہا جب تک ان میں رہا۔ پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھا لیا تو آپ

اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ

ان پر مطلع رہے۔ اور آپ ہر چیز کی پوری

شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ

خبر رکھتے ہیں۔ اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے

عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ

بندے ہیں۔ اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ

الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾

زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

اللہ پاک عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز ان لوگوں کی موجودگی میں خطاب فرما رہا ہے جنہوں نے عیسیٰ ؑ اور عیسیٰ کی ماں کو خدا بنا رکھا تھا۔ یہ نصاریٰ کو ڈنکے کی چوٹ تہدید و توبیخ ہے۔ قتادہ نے اس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ۔ یعنی یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کی سچائی کا صلہ ملے گا۔ سدی کہتے ہیں کہ یہ خطاب اور جواب دنیا ہی میں ہے ابن جریر اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ اس واقعہ سے متعلق ہے جب کہ حضرت عیسیٰ ؑ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور ابن جریر نے اس پر دو طرح سے استدلال کیا ہے ایک تو یہ کہ کلام لفظ ماضی یعنی قَالَ کے ساتھ ہے۔ دوسرے یہ کہ قول تعالیٰ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ — و — اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ یعنی کلام شرطیہ ہے اور بات دنیا ہی میں ہوئی ہوگی، جب تو عذاب یا مغفرت کی شرط آخرت کے لئے اٹھا رکھی گئی۔ لیکن یہ دونوں دلیلیں غور طلب ہیں اس لئے کہ لفظ ماضی ہو تو کیا ہوا قیامت کے اکثر امور لفظ ماضی ہی سے بیان کئے گئے ہیں "تاکہ وقوع اور ثبوت پر دلیل کافی بن سکے"، رہا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ کا شرطیہ کلام سو اس سے تو عیسیٰ کا ان گنہگاروں سے بیزاری ظاہر کرنا اور خدا کی مرضی کا ان میں نافذ ہونا ظاہر کیا گیا ہے اور شرط پر کسی چیز کا متعلق ہونا وقوع چیز کے لئے مقتضی نہیں ہوسکتا۔ آیاتِ قرآنی میں اس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔ قتادہ رحؒ کا جو بیان ہے وہ زیادہ صاف ہے کہ قیامت کے دن کا مکالمہ ہے "تاکہ قیامت کے دن سب کے سامنے نصاریٰ کا پول کھل جائے اور تہدید و توبیخ ہو سکے۔ ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء اور ان کی امتیں بلائی جائیں گی پھر عیسیٰ ؑ طلب کئے جائیں گے ان پر اظہارِ احسان فرمایا جائے گا وہ اقرار فرمائیں گے۔ پھر اللہ پاک ان سے یہ سوالِ بالا فرمائے گا۔ تو وہ انکار کریں گے کہ میں نے اپنی امت سے اپنی پرستش کے لئے نہیں کہا تھا۔ اب نصاریٰ بلائے جائیں گے ان سے پرسش ہوگی وہ کہیں گے کہ ہاں۔ عیسیٰ نے ہمیں ایسا حکم دیا تھا۔ یہ سنکر

خوف کے مارے عیسیٰؑ کے سر اور جسم کے بال کھڑے ہو جائیں گے۔ فرشتے ان بالوں کو تھام لیں اور یہ نصاریٰ اللہ کے سامنے ایک ہزار سال تک پاؤں جوڑے بٹھائے رکھے جائیں حتیٰ کہ ان پر حجت قائم ہو جائے گی اور اصلیت ان کے سامنے آجائے گی جو اس بات کا ثبوت ہوگی کہ حق گوئی کی سزا میں انھیں صلیب کا ڈر بتایا گیا ہے پھر یہ لوگ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔ تو نے سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ۔ اس جواب میں حُسنِ ادب کی کس قدر توفیق عنایت ہوئی ہے عیسیٰ علیہ السلام کے دل میں کیسی اچھی دلیل القاء کی گئی ہے کہ اے خدا جس بات کا مجھے کوئی حق نہیں آخر میں ایسی بات کیسے کہتا دو فرضاً اگر میں نے ایسا کہا بھی ہوگا تو ضرور تو جانتا ہی ہوگا کیونکہ تجھ پر تو کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔ تو میرے دل کی بات جانتا ہے لیکن میں تیرے ارادے کو نہیں جان سکتا جو کچھ تو نے مجھے حکم دیا تھا میں نے اس سے ایک حرف زیادہ نہیں کہا۔ میں نے تو یہی کہا تھا کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے۔ میں جب تک اُن میں رہا اُن کے اعمال کا نگراں رہا اور جب تو نے مجھے اُٹھا لیا تو اب تو ان کا نگرانِ کار ہو گیا۔ اور تو تو ہر بات کا نگراں ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ، اے لوگو! قیامت کے روز تم ننگے اور غیر مختون اُٹھائے جاؤ گے جیسے کہ پیدائش کے وقت تھے۔ سب سے پہلے ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا۔ اب میری اُمت کے چند لوگ لائے جائیں گے جنھیں دوزخ کی نشانی کے طور پر بائیں طرف رکھا جائے گا۔ تو میں کہوں گا کہ یہ تو میری اُمت ہے تو کہا جائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ تمھارے بعد تمھاری سنت کو چھوڑ کر کیا کیا ، بدعتیں ان لوگوں نے جاری کیں۔ تو میں ایک بندۂ صالح کی طرح یہی کہوں گا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ کہا جائے گا کہ تمھارے بعد یہ لوگ مرتد اور بدعتی ہو گئے تھے۔

قولہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الی آخرہ۔ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ وہ سب سے پوچھ سکتا ہے لیکن اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ نیز یہ کلام نصاریٰ سے بیزاری پر بھی مشتمل ہے جنھوں نے عیسیٰؑ کو خدا کا شریک اور ولد، اور مریمؑ کو بیوی قرار دے دیا تھا نعوذ باللہ تعالیٰ۔ اس آیت کی بڑی شان ہے حدیث میں ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک اسی آیت کو نماز میں پڑھتے رہے۔

ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اسی آیت کو پڑھتے رہے، حتیٰ کہ رکوع اور سجدے میں بھی یہی آیت پڑھی۔ صبح کو جب اُس کی وجہ میں نے پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں ربِ عزوجل سے شفاعتِ اُمت کے لئے سوال کرتا رہا۔ چنانچہ شرک کے سوا سب کو بخشنے کا اس نے وعدہ فرمایا۔ جرہ بنتِ دجاجہ سے مروی ہے کہ ابوذر کہہ رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی تو اس کے بعد لوگ اپنی الگ الگ نمازیں پڑھنے لگے آپ حضرتؐ اپنے مسکن پر جا بیٹھے اور جب دیکھا کہ لوگ اپنے گھر چلے گئے ہیں تو پھر مصلے پر آکر نماز میں مشغول ہو گئے اب میں بھی آگیا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے لگا۔ آپ نے سیدھی طرف ہو جانے کا اشارہ کیا۔ میں سیدھی طرف ہو گیا۔ پھر ابن مسعودؓ آئے تو ہمارے پیچھے کھڑے ہو گئے تو انھیں بائیں طرف ہو جانے کا اشارہ کیا۔ اب ہم تینوں اپنی الگ الگ نمازیں پڑھنے لگے لیکن آپ نے نماز میں ایک ہی آیت جو شروع کی تو اسی کو پڑھتے پڑھتے صبح کر دی۔ میں نے اب عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ رات بھر ایک ہی آیت پڑھنے کا سبب حضرت سے پوچھیں۔ انھوں نے کہا نہیں جب تک آپ از خود بیان نہ فرمائیں میں تو نہیں پوچھوں گا اب میں نے جرأت کر کے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان، سارا قرآن آپ کے سینے میں ہے

لیکن آپ قرآن کی صرف ایک ہی آیت پڑھ رہے تھے۔ اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم اس پر اعتراض کر بیٹھتے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے اُمّت کے لئے دعا کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ پھر خدا سے کیا جواب ملا تو فرمایا کہ جس بات کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے اگر اس کو تم لوگ سُن پاؤ تو اکثر تو نماز پڑھنا ہی چھوڑ دو گے اور خدا کی رحمت کا بہانہ لے لو گے۔ میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا اس کی خوشخبری نہ پہنچا دوں؟ فرمایا، ہاں پہنچا دو۔ میں کچھ دور ہی چلا تھا کہ عمر رض کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اگر لوگوں کو یہ بات پہنچا دی جائے گی تو عبادت ہی چھوڑ بیٹھیں گے۔ تو آپ نے مجھے واپس بلالیا۔ اور وہ آیت یہ تھی: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرما رہے تھے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ (اے میرے رب! میری اُمّت) اور زار زار رو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل ؑ کو بھیجا۔ جبریل ؑ آکر رونے کی وجہ پوچھنے لگے تو آپ نے جو جواب دینا تھا جبریل ؑ کو دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل! محمد ﷺ سے جاکر کہو کہ ہم تمہاری اُمّت کے بارے میں تمہیں راضی کریں گے اور دل نہ دُکھائیں گے۔ حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم ایک دن دیر سے تشریف لائے اور پھر سجدے میں گر پڑے اور اتنی دیر کی کہ گویا رُوح ہی پرواز ہوگئی ہو۔ پھر آپ نے جب سر اُٹھایا تو فرمایا کہ میرے رب نے اُمّت کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے؟ تو میں نے کہا اے رب! یہ تو تیرے ہی بندے اور تیری مخلوق ہیں دوسری بار پوچھا۔ پھر بھی میں نے یہی کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد میں اُمّت کے بارے میں تم کو رُسوا نہ کروں گا اور مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ ستّر ہزار اُمّتی جائیں گے اور ہر ایک ایسے اُمّتی کے ساتھ اور ستّر ہزار اُمّتی ہوں گے کہ یہ سب بغیر حساب داخلِ جنّت کئے جائیں گے پھر فرمایا۔ مانگو تم کو دیا جائے گا تو میں نے جبریل ؑ سے کہا کہ، کیا اللہ پاک میرے سوال کو پورا کرنا چاہتا ہے تو جبریل ؑ نے کہا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس اسی غرض سے بھیجا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ عطا کر دیا۔ میں اس پر غرور نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ نے میرے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں اور میں زمین پر زندہ و تندرست چل رہا ہوں اور مجھے یہ بھی خصوصیت بخشی کہ میری اُمّت قحط سے نہ مرے گی اور مغلوب نہ ہوگی اللہ تعالیٰ نے مجھے کوثر عنایت فرمایا ہے یہ جنّت کی ایک نہر کا نام ہے جو میرے حوض میں بہتی آئے گی۔ اور مجھے عزّت و نصرت اور رُعب و شوکت کی خصوصیت عطا فرمائی ہے۔ جو میری اُمّت کے سامنے لوگوں پر ایک مہینہ بھر کی راہ سے اثر ڈالتی ہے۔ میں جنّت میں سب انبیاء سے پہلے داخل ہوں گا اور میری اُمّت کے لئے مالِ غنیمت بالکل حلال فرما دیا ہے اور اکثر ایسی چیزیں حلال کر دی ہیں جو مجھ سے پہلے کی اُمّتوں پر حلال نہیں تھیں اور مذہبی حیثیت سے میرے دین میں کوئی سختی روا نہیں رکھی۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا

لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اُن کو باغ ملیں گے　جن کے　نیچے　نہریں　جاری　ہوں گی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ

جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور یہ

رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ

اللہ سے راضی اور خوش ہیں، یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔ اللہ ہی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ

کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور　زمین کی　اور ان چیزوں کی جو ان میں موجود ہیں

وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۲۰﴾

اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ اپنے بندے عیسیٰ علیہ السلام کی بات کا جواب دیتے ہوئے، جب کہ انھوں نے نصارائے ملحدین کا ذہن سے اپنی بیزاری ظاہر کی تھی فرماتا ہے کہ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ یعنی آج کا دن موحدین کی توحید کی نفع بخشی کا دن ہے کہ ہمیشہ نہروں والی جنت میں ہوں گے۔ نہ وہاں سے نکالے جائیں گے نہ دم بھر کے لئے جنت کو چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس روز ربّ کریم جلوہ افروز ہوگا اور فرمائے گا۔ مانگو میں دینے پر آمادہ ہوں۔ لوگ اس کی رضامندی مانگیں گے تو فرمائے گا کہ میری رضامندی ہی نے تمھیں میرے گھر اُتارا ہے۔ مانگو کیا مانگتے ہو۔ لوگ پھر اُس کی رضامندی مانگیں گے۔ فرمائے گا، گواہ رہو کہ سُبحانہٗ تعالےٰ تم سے راضی ہے۔ فرماتا ہے: ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ بڑی زبردست کامیابی ہے لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ۔ عمل کرنے والوں کو ایسا ہی عمل کرنا چاہئے۔ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔ اور اسی کی کوشش لوگوں کو کرنی چاہئے وہ ساری اشیاء کا خالق ہے ہر چیز پر متصرف اور قادر ہے۔ سب اُس کے غلبہ اور قدرت کے تحت ہیں، اس کا نہ کوئی نظیر ہے نہ ہم پایہ نہ مددگار ہے۔ اس کے نہ باپ ہے نہ لڑکا نہ بیوی اُس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں۔

تفسیر سورۃ الانعام مکیہ

سورۂ انعام مکہ میں ایک ہی رات کے اندر ایک ہی دفعہ میں نازل ہوگئی۔ اس کو ستر ہزار فرشتے لے کر حاضر ہوئے تھے اور تسبیح پڑھتے جا رہے تھے۔ اسماء بنتِ یزید کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ پر سوار تھے اور سورۂ انعام اتری تھی۔ میں ناقہ نبی ؐ کی باگ تھامے ہوئے تھی۔ وحی کے بوجھ سے ناقہ ایسی دب گئی تھی کہ گویا اُس کی ہڈیاں ہی ٹوٹ جائیں گی۔ ملائکہ زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے تھے۔ سورۂ انعام اُترنے کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح پڑھنے لگے اور فرمایا اس سورت کی مشایعت میں فرشتے افق تک گھیرے ہوئے تھے۔ فرشتوں کی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ کی گونج سے زمین و آسمان میں ہنگامہ تھا حضرت بھی یہی تسبیح پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ پوری سورۂ انعام ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی ہے اور ستر ہزار فرشتوں کی تسبیح و تحمید کی گونج کے ساتھ اُتری ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو کہ نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور تاریکیوں اور نور کو بنایا۔ پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے

بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

برابر قرار دیتے ہیں۔ وہ ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا

مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى

پھر ایک وقت معین کیا اور دوسرا معین وقت خاص اللہ

عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴿۲﴾ وَهُوَ اللّٰهُ

ہی کے نزدیک ہے پھر بھی تم شک رکھتے ہو۔ اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں

فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ

میں بھی اور زمین میں بھی، وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے

وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿۳﴾

ظاہر احوال کو بھی جانتے ہیں اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اس کو جانتے ہیں

اللہ تعالےٰ اپنے نفس کریمہ کی مدح فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ گویا کہ بندوں کو حمد کرنا

سکھلا رہا ہے۔ دن میں نور کو اور رات میں تاریکی کو اپنے بندوں کے لئے ایک منفعت قرار دیتا ہے۔ یہاں لفظ نور کو واحد لایا گیا ہے اور ظلمات کو جمع لایا گیا ہے۔ کیونکہ اشرف چیز کو واحد ہی لاتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ اور اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ۔ یہاں بھی یمین واحد ہے اور شمائل جمع ہے اور اپنے راستے کو لفظ سبیل کہہ کر واحد لایا ہے اور غلط راستوں کو سُبُل کہہ کر جمع لایا ہے۔ غرض یہ کہ باوجود اس کے بعض بندے کفر کرتے ہیں اور اس کے لئے شریک و عدل قرار دیتے ہیں۔ اُس کے بیوی اور بچے بناتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان باتوں سے منزہ ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ اُس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا یعنی تمھارے باپ آدم مٹی سے بنائے گئے تھے اور مٹی ہی نے ان کے گوشت پوست کی شکل اختیار کی۔ پھر اُن ہی سے لوگ پیدا ہو کر مشرق و مغرب میں پھیل گئے۔ پھر آدمؑ نے اپنی قدرت پوری کی اور اپنے مقررہ وقت موت تک آن پہنچے۔ پہلے لفظ اجل سے حسنؒ کے نزدیک مرنے تک کی زندگی کا وقت مُراد ہے۔ اور دوسرے لفظ اجل سے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی تک کا وقت مُراد ہے۔ اجلِ خاص انسان کی عمرِ رواں ہے اور اجلِ عام سے مُراد ساری دنیا کی عمر ہے۔ یعنی دنیا کے ختم ہونے اور زوال پذیر ہونے تک اور دارِ آخرت کا وقت آنے تک۔

ابن عباسؓ اور مجاہدؒ کہتے ہیں کہ پہلی اجل سے مُراد مدتِ دنیا ہے اور اجلِ مسمیٰ سے مراد عمرِ انسان تا بوقتِ مرگ ہے۔ گویا کہ وہ خدا کے اِس قول سے ماخوذ ہے: وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ الخ یعنی وہ رات میں تم کو مار دیتا ہے اور دن میں تم جو کچھ کرتے ہو اُسے جانتا ہے اور رات میں تو تم کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ یعنی نیند میں ہوتے ہو جو قبضِ رُوح کی شکل میں ہے۔ اور پھر جاگتے ہو تو اپنے ساتھیوں

کے پاس گویا واپس آجاتے ہو۔ اور اس کے قول عِنْدَهٗ کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت کو سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ جیسے کہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ اِس کا علم خدا ہی کو ہے۔ اس کا وقت خدا کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا۔ اور اسی طرح یہ قولِ باری ہے کہ "اے نبی صلعم! تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ سو تمھیں اس کی کیا خبر، اِس کا علم تو خدا ہی کو ہے۔ پھر آیتِ زیرِ ذکر میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم قیامت کے بارے میں شک کرتے ہو، وہی آسمانوں اور زمینوں کا خدا تمھاری چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے اور کھلی باتوں کو بھی۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اچھی طرح واقف ہے۔ اِس آیت کے مفسرین نے پہلے فرقہ جہمیہ کے قول سے انکار پر اتفاق کیا ہے اور پھر اس آیت کی تفسیر سے متعلق ان کا اختلاف بھی ہے۔ جہمیہ کا یہ قول ہے کہ یہ آیت اس بات کی حامل ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر جگہ بذاتِ خود موجود ہے۔ یعنی اس عقیدے سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ ہر چیز کے اندر بذاتِ خود خدائے تعالےٰ موجود ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں خدا ہی کو مانا جاتا ہے اور اس کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور آسمانوں میں جو فرشتے اور زمین پر جو انسان ہیں سب اُسی کا اقرارِ الوہیت کرتے ہیں۔ اس کو اللہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ لیکن جنّ و انس کے کافر اس سے نہیں ڈرتے۔ اور یہی آیت اللہ تعالےٰ کے اِس قول پر بھی منطبق ہوتی ہے کہ، وہی آسمانوں کا خدا اور زمین کا خدا ہے۔ مطلب یہ کہ جو آسمانوں میں ہے ان کا خدا اور جو زمین پر ہیں ان کا خدا۔ نہ یہ کہ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہی خدا ہے۔ اسی بنا پر حکم ہے کہ وہ تمھارے چھپے کو بھی جانتا ہے اور تمھارے کھلے کو بھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ وہ ہے جو زمین و آسمان میں ہر ڈھکی کھلی بات کو جانتا ہے اور اس کا قول یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ سے متعلق ہے۔ چنانچہ اس

کی تقدیر یُوں ہوئی کہ وُہی اللہ ہے جو زمین و آسمان میں تمھاری ہر بات کو جانتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اس کا علم رکھتا ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ پہ وقفِ تام ہے اِس کے بعد پھر خبر کا آغاز ہوتا ہے۔ یعنی هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ مُبتدا ہے اور "فِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ" خبر ہے۔ ابنِ جریر کا یہی مسلک ہے۔ پھر آخر میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ تمھارے تمام اعمال کو جانتا ہے۔

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا

اور اُن کے پاس کوئی نشانی بھی اُن کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر

كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٤﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ

وہ اس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں۔ سو انھوں نے اُس سچی کتاب کو بھی جھوٹا

لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا

بتلایا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچی سو جلدی ہی ان کو خبر مل جائے گی اُس چیز کی جس

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٥﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا

کے ساتھ یہ لوگ استہزاء کیا کرتے تھے۔ کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ

پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے دُنیا میں ایسی قوت دی تھی

مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ

کہ تم کو وہ قوت نہیں دی اور ہم نے اُن پر خوب بارشیں

مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ

برسائیں۔ اور ہم نے ان کے نیچے سے نہریں جاری کیں پھر ہم نے

فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ

ان کو اُن کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور اُن کے بعد دوسری

قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿٦﴾

جماعتوں کو پیدا کر دیا۔

مشرکین معاندین کے بارے میں اللہ تعالےٰ خبر دیتا ہے جب کبھی خدا کی کوئی آیت اُن کے پاس آتی ہے۔ یعنی کوئی معجزہ یا خدائے تعالیٰ کی وحدانیت پر کوئی دلیل واضح یا رسول کی صداقت کی کوئی نشانی۔ تو یہ لوگ اس سے اعراض کرتے ہیں۔ اور اُس کی پرواہ تک نہیں کرتے۔ اور جب حق بات ان کے پاس آئی تو اس کا انکار کرنے لگے۔ اس کے بارے میں انھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ یہ بات ان کے لئے تہدید اور وعیدِ شدید ہے۔ کیونکہ انھوں نے حق کو جُھٹلا دیا۔ اَب تکذیب کا نتیجہ انھیں دیکھنا ضروری ہے۔ اللہ انھیں سمجھا رہا ہے اور ڈرا رہا ہے کہ پہلے کے لوگوں نے بھی جو اُن سے زیادہ قوی اور کثیر التعداد تھے اور اموال و اولاد بھی زیادہ رکھتے تھے، دولت و حکومت بھی حاصل تھی، پھر بھی انھیں کیسا عذاب و نکال پہنچا تھا۔ اِسی قسم کے عذاب سے تمھیں بھی سابقہ پڑ سکتا ہے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے، جو دُنیا میں بڑی قدرت رکھتے تھے کہ ایسے اموال و اولاد و اعمار اور ایسی شان و شوکت تمھیں نصیب ہی نہیں۔ آسمان سے ہم ان کے لئے پانی برساتے تھے۔ کبھی انھیں قحط سے سابقہ نہیں پڑا۔ ہم نے باغات چشمے اور نہریں دے رکھی تھیں اور اس سے مقصد فقط انھیں ڈھیل دینا تھا پھر اُن کے گناہوں اور نافرمانیوں کے سبب انھیں ہلاک کر دیا اور ان کی جگہ پر دوسری قومیں آباد کیں۔ پہلے لوگ تو جانے والے دن کی طرح چلے گئے اور داستان بن کر رہ گئے۔ لیکن اِن بعد کے لوگوں نے بھی پہلے کے لوگوں کی طرح عمل کیا اور سابقہ لوگوں کی طرح یہ بھی ہلاک ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ اے لوگو! اِس بات سے ڈرو کہ تمھیں بھی کہیں ایسے ہی حالات سے سابقہ نہ پڑے۔ تم سے نمٹنا خدا کے لئے ان سے زیادہ اہم کام تو نہیں۔ تمھارا رسول جس کی تم تکذیب کر رہے ہو تو یہ تو ان کے رسول سے بھی زیادہ اکرم ہے اِس لئے اگر وہ خاص طور پر اطاعت نہ کرے تو تم زیادہ عقوبت کے مستحق ہو۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ

اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے پھر اس کو یہ لوگ

بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ

اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں

اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ

مگر صریح جادو ہے - اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی

عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ

فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا

ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا

پھر ان کو ذرا مہلت نہ دی جاتی - اور اگر ہم اس کو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اس کو آدمی ہی بناتے

لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾

اور ہمارے اس فعل سے پھر ان پر وہی اشکال ہوتا جو اب اشکال کر رہے ہیں

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا ہے -

فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

پھر جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا اُن کو اُس عذاب نے آگھیرا

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي

جس کا تمسخر اُڑاتے تھے - آپ فرما دیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو

الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا

الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾

انجام ہوا -

ع ۷

مُشرکین کے عناد اور مکابرہ و منازعۃ کی خبر دیتے ہوئے اللہ پاک فرماتا ہے کہ اگر ہم تم پر کوئی ایسی بھی کتاب نازل کرتے جو کاغذوں میں لکھی ہوئی ہوتی جس کو وہ ہاتھ سے بھی چھو سکتے، اس کو آسمان سے اُترتی دیکھ سکتے، تو پھر بھی یہ کافر یہی کہتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ جیسے کہ

محسوسات کے اندر بھی اُن کی فساد پسند طبیعت کا اقتضا یہ ہے کہ اگر ہم ان پر آسمان کا ایک دروازہ کھول دیں جس میں اوپر چڑھنے بھی لگیں، تو یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں بن گئی ہیں اور ان پر نظر بندی ہو گئی ہے یا جیسا کہ فرمایا اگر آسمان کے ٹکڑے بھی گرتے ہوئے دیکھیں تو کہیں کہ بادل کے ٹکڑے ہیں۔ اور پھر اُن کا کہنا یہ بھی ہے کہ رسول ؐ کے ساتھ کوئی فرشتہ لگا لپٹا کیوں نہیں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ایسا ہو تو پھر تو بات ختم ہے وہ فرشتے کو دیکھنے کے بعد بھی وہی جادو کی رٹ لگائیں گے تو انھیں اس وقت کی طرح راہِ راست پر آنے کے لئے مہلت دی ہی نہیں جائے گی۔ فوراً عذاب الٰہی آ پہنچے گا۔ اور فرمایا کہ جس روز وہ ملائکہ کو دیکھ ہی لیں گے تو پھر مجرمین کے لئے کوئی اچھی خبر ہے ہی نہیں۔ پھر آیت متذکرہ بالا میں ارشاد ہے کہ اگر ہم انسان رسول کے ساتھ کسی فرشتے کو بھی نازل کرتے تو وہ بھی انسان ہی کی شکل و صورت میں اُن کے سامنے آتا، تاکہ وہ لوگ اس سے خطاب کر سکیں یا اس سے کوئی انتفاع پا سکیں اور جب یوں ہوتا تو بات اُن پر مشتبہ ہو جاتی کہ جیسے رسولِ بشری کے بارے میں شک کر رہے ہیں، ملکِ بشری کے بارے میں بھی شک انھیں دامنگیر ہوتا کیونکہ وہ بھی آخر بشری ہی کی شکل و صورت رکھتا۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ آسمان سے تو ہم فرشتہ اُس وقت اُتارتے جب کہ زمین پر فرشتے چلتے پھرتے ہوتے اور جب ایسا نہیں تو پھر آسمان سے بھی کیوں اُتارا جائے گا۔ یہ تو خدا کی رحمت ہے کہ جب مخلوق کی طرف وہ کوئی رسول بھیجتا ہے تو انھیں میں سے بھیجتا ہے تاکہ ایک دوسرے سے بات کر سکیں اور اس رسول سے انتفاع ان لوگوں کے لئے ممکن ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومنین پر خدا کا یہ احسان ہے کہ اُن کا رسول انھیں میں کا ایک آدمی ہے جو ان پر خدا کی آیتیں پیش کرتا ہے اور اُن کو پاک بناتا ہے ورنہ وہ فرشتہ کی طرف تو اُس کے

نُور کی وجہ سے نظر بھی نہیں ڈال سکتے۔ اور بات پھر بھی اُن پر مشتبہ ہی ہو جاتی۔ اور اے نبی ؐ! تم سے پہلے کے نبیوں کے ساتھ بھی تو اِسی قسم کا مذاق کیا گیا تھا۔ چنانچہ اِس مزاق و استہزاء کے سبب یہ قومیں ہلاک ہوگئیں۔ اِس آیت کے ذریعہ نبی صلعم کو ڈھارس دی گئی ہے کہ اگر کسی نے تمھاری تکذیب کی تو پروا نہ کرو۔ پھر مومنین کو اپنی نصرت اور عاقبتِ حسنہ کا وعدہ دیا گیا اور آخر میں یہ بھی فرمایا کہ دُنیا میں چل پھر کر تو دیکھو کہ قرونِ ماضیہ میں جن لوگوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا، اُن کی بستیوں کے کیسے کھنڈر پڑے ہیں اور دُنیاوی عقوبت کا انھیں کیسا عذاب دیا گیا اور پھر آخرت میں الگ عذاب دیا جائے گا۔ اور پھر رسولوں اور مومنوں کو ہم نے کیسا بچا لیا تھا۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ

آپ کہیئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملک ہے۔ آپ کہدیجئے

لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

کہ سب اللہ ہی کی ملک ہے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرما لیا ہے۔ تم کو خدا تعالیٰ قیامت

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

کے روز جمع کریں گے اِس میں کوئی شک نہیں۔ جن لوگوں نے اپنے کو ضائع

اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهٗ

کر لیا ہے سو وہ ایمان نہ لاویں گے۔ اور اللہ ہی کی ملک

مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ

ہے سب جو کچھ رات میں اور دن میں رہتی ہیں۔ اور وُہی ہے بڑا سُننے والا

الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا

بڑا جاننے والا۔ آپ کہیئے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا جو کہ آسمانوں اور زمین

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ

کے پیدا کرنے والے ہیں اور جو کہ کھانے کو دیتے ہیں اور اُن کو کوئی کھانے کو نہیں دیتا کسی کو اپنا معبود قرار دوں

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ

آپ فرما دیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں اور تم مشرکین

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ

میں سے ہرگز نہ ہونا۔ آپ کہہ دیجئے کہ

اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ

میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ

کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ جس شخص سے اُس روز وہ عذاب ہٹا دیا جائے گا

فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا اور یہ صریح کامیابی ہے۔

خبر دی جا رہی ہے کہ اللہ پاک مالکُ السّموات والارض ہے اور اُس نے اپنے نفس پر رحمت واجب قرار دے لی ہے حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی ارشاد ہے کہ یقیناً وہ قیامت کے روز تم سب کو جمع کرے گا۔ یہاں لام بطورِ قسم کے ہے گویا اُس نے قسم کھا رکھی ہے کہ یومِ مقررہ کے وقت وہ اپنے سارے بندوں کو جمع کرے گا۔ مومنین کو تو اس میں شک نہیں لیکن کافر شک میں پڑے ہوئے ہیں حضرتؐ سے سوال کیا گیا کہ کیا وہاں چشمے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم وہاں چشمے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے انبیائے کے اپنے اپنے حوضوں پر وارد ہوں گے۔ اللہ پاک ستّر ہزار فرشتے بھیجے گا جن کے ہاتھوں میں آگ کے ڈنڈے ہوں گے اور انبیاء کے حوضوں پر وارد ہونے والے کفّار کو وہاں سے ہانک دیں گے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ اور ترمذی میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حوض ہوگا اور مجھے اُمّید ہے کہ میرے حوض پر سب سے زیادہ مجمع ہوگا۔ اللہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو آخرت کے لحاظ سے گھاٹے میں ہیں وہی ہیں جو ایمان نہیں لا رہے ہیں اور اس یومِ آخرت سے ڈرتے نہیں۔ پھر فرمایا کہ جو مخلوق بھی دن میں بستی ہے یا رات میں وہ سب اُس کے تحتِ تصرف ہے اور زیرِ انتظام ہے وہ بندوں

کی باتوں کو سُنتا ہے اور اُن کی حرکات کو اور دلوں کے بھیدوں
کو جانتا ہے۔ پھر اپنے رسول سے جس کو توحیدِ عظیم اور شرعِ قویم
عنایت فرمائی، فرماتا ہے کہ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف بُلاؤ،
اور کہہ دو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا خدا کے سوا میں کسی دوسرے
کو وَلی بناؤں۔ جیسا کہ فرمایا کہہ دو۔ اے جاہلو! کیا تم مجھے
حکم دیتے ہو کہ خدا کے سوا کسی اور کو پُوجوں۔ مطلب یہ ہے کہ
وہ فاطر السّموات والارض ہے۔ بغیر کسی نمونے کے اس نے
زمین و آسمان کو وجود میں لایا۔ اس کو چھوڑ کر کسی اور کو کیسے
پُوجوں۔ وہ سب کو کھلاتا ہے، اس کو نہیں کھلایا جاتا۔ حالانکہ
وہ بندوں کا حاجتمند نہیں کہ غرض متعلق ہو جیسا کہ فرمایا کہ
جنّ و انس کو میں نے صرف اپنی عبادت و عبودیت کے
لئے پیدا کیا۔ بعض نے لَا یَطْعَمُ پڑھا ہے یعنی وہ خود
کچھ نہیں کھاتا۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ اہلِ قبا کے
ایک انصاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ ہم سب
بھی گئے۔ آپ جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو فرمایا کہ خدا
کا شکر جو کھلاتا ہے اور خود کچھ نہیں کھاتا۔ ہم پر احسان فرماتا
ہے۔ ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا ہمارے برہنہ جسم پر لباس پہنایا۔
ہم خدا کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کفرانِ نعمت نہیں کر سکتے نہ اس سے
بے نیاز بن سکتے ہیں۔ اُس نے گمراہی سے بچایا، دل کے اندھے
پن سے دُور رکھا۔ ساری مخلوقات پر ہمیں فضیلت عنایت
فرمائی۔ کہدو اے نبی! کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے
پہلا مسلمان بنوں اور شرک نہ کروں۔ اگر میں خدا کی نافرمانی ع ۲ ۸
کروں تو مجھے عذابِ یومِ عظیم کا ڈر ہے۔ قیامت کے روز
جس پر سے عذاب ہٹ گیا اس پر بڑی مرحمت ہوئی اور یہ
بہت بڑی کامیابی رہی جیسا کہ فرمایا کہ جو دوزخ سے
دُور رکھا گیا اور جنت میں بھیجا گیا وہ بڑا ہی کامیاب شخص
ہے

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ
اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچا دیں تو اس کا دُور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾
اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچا دیں تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں
وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ
اور وُہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں اور وُہی بڑی حکمت والے
الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ
اور پوری خبر رکھنے والے ہیں آپ کہیئے کہ سب سے بڑھ کر چیز گواہی دینے کیلئے کون ہے۔
قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۫ وَاُوْحِيَ
آپ کہیئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور میرے پاس
اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ
یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن
بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ
پہنچے اُن سب کو ڈراؤں کیا تم سچ مچ یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں۔
اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا
آپ کہہ دیجیے کہ میں تو گواہی نہیں دیتا۔ آپ فرما دیجیے کہ بس
هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں تمہارے شرک سے
تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
بیزار ہوں۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول کو
يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ
پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں جن لوگوں نے اپنے
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾
کو ضائع کر لیا ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
اور اس سے زیادہ اور کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے،
كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھوٹا بتلا دے ایسے بے انصافوں کو رستگاری
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾
نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہ مالکِ مضرت و نفع ہے وہ اپنی مخلوقات میں جیسا چاہے تصرّف کرے اس کی حکمت کو نہ کوئی پیچھے ڈالنے والا ہے نہ اس کی قضا کو کوئی روکنے والا ہے۔ اگر وہ مضرت کو روک دے تو کوئی جاری کرنے والا نہیں اور خیر کو جاری کر دے تو کوئی روکنے والا نہیں۔ جیسا کہ فرمایا: مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ الخ یعنی خدا جسے جو رحمت دینا چاہے اُسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ روک لے اُسے کوئی دے نہیں سکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ۔ یعنی وہ خدا وہ ہے جس کے لئے لوگوں کے سر جھک گئے ہیں۔ ہر شے پر وہ غالب ہے اس کی عظمت و کبریائی اور علوّ قدر کے سامنے سب پست ہیں، اس کا ہر فعل حکمت پر مشتمل ہے وہ مواضع اشیاء سے باخبر ہے اگر وہ کچھ دیتا ہے تو مستحق ہی کو دیتا ہے، اور روک دیتا ہے تو غیر مستحق سے روک دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ سب سے بڑی شہادت کس کی شہادت ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ کہدو کہ اللہ تمھارے اور ان کے درمیان گواہ کی حیثیت میں ہے اور یہ قرآن میری طرف نازل کیا گیا ہے تاکہ میں تمھیں ڈراؤں۔ اور اُسے بھی جس تک یہ قرآن پہنچے جیسا کہ فرمایا: وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ۔ یعنی ان لوگوں میں سے جو کفر اختیار کرے گا تو دوزخ اس کی وعدہ گاہ ہے اور جس تک قرآن پہنچ جائے تو گویا اس نے نبیؐ سے ملاقات کرلی۔ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس تک میرا قرآن پہنچا گویا میں نے خود اُسے تبلیغ کردی حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں دوسروں تک پہنچاؤ جس کو کتاب اللہ کی کوئی آیت پہنچ گئی تو خدا کا اس کو حکم پہنچ گیا۔ ربیع بن انس نے کہا ہے کہ تابع رسول پر لازم ہے کہ اس طرح

اسلام کی دعوت دے جس طرح آں حضرتؐ دیتے تھے اور اس طرح ڈرائے جیسے حضرت ڈراتے تھے۔ قولہ تعالیٰ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّآ اَشْهَدُ یعنی اے مشرکو! کیا واقعی تم گواہی دیتے ہو کہ خدا کے ساتھ اور دوسرے خدا بھی ہیں۔ کہدو کہ ایسی گواہی تو میں نہیں دے سکتا۔ جیسے کہ فرمایا: فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ۔ اگر وہ گواہی دیں بھی تو اے نبی! تم ایسی گواہی نہ دینا۔ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ پھر اہلِ کتاب کے بارے میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن کو ایسے بہتر طور پر جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں مرسلین متقدمین کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ یہ سارے پیغمبر وجودِ محمد کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت سے ان کے وطن ان کی ہجرت ان کی امّت کے اوصاف، غرض یہ کہ اپنی کتابوں میں ان ساری باتوں کا داخلہ پاتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ یعنی جن لوگوں نے اپنی ذاتوں کو نقصان پہنچا لیا وہی ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔ حالانکہ بات بالکل واضح ہے، انبیاءؑ نے آپ کی بشارتیں دی ہیں اور قدیم زمانے سے آپ کی پیغمبری اور آپ کے وجود کی پیشین گوئی کرتے چلے آئے ہیں وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ۔ یعنی اس اُس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ پر جھوٹ تہمت باندھے کہ اللہ نے اُسے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور پھر اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی آیتوں اور دلائل و براہین کو جھٹلا دے اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ یہ مفتری اور مکذّب کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم اُن تمام خلائق کو جمع کریں گے پھر ہم مشرکین سے

أَشْرَكُوٓا۟ أَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ ٱلَّذِينَ كُنتُمْ
کہیں گے کہ تمہارے وہ شرکا۔ جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے
تَزْعُمُونَ (٢٢) ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّآ
کہاں گئے۔ پھر اُن کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی نہ ہوگا کہ وہ
أَن قَالُوا۟ وَٱللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ (٢٣)
یُوں کہیں گے کہ قسم اللہ کی اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے۔
ٱنظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ ۚ وَضَلَّ
ذرا دیکھو تو کس طرح جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور جن چیزوں کو وہ جھوٹ موٹ
عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَفْتَرُونَ (٢٤) وَمِنْهُم مَّن
تراشا کرتے تھے وہ سب غائب ہوگئے۔ اور ان میں بعضے ایسے ہیں کہ آپ
يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۖ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً
کی طرف کان لگاتے ہیں۔ اور ہم نے اُن کے دلوں پر حجاب ڈال رکھے ہیں
أَن يَفْقَهُوهُ وَفِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِن
اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے۔ اور اگر وہ لوگ
يَرَوْا۟ كُلَّ ءَايَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا۟ بِهَا ۚ حَتَّىٰٓ إِذَا
تمام دلائل کو دیکھ لیں ان پر کبھی ایمان نہ لاویں۔ یہاں تک کہ جب یہ لوگ
جَآءُوكَ يُجَٰدِلُونَكَ يَقُولُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟
آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں یہ لوگ جو کافر ہیں یوں کہتے
إِنْ هَٰذَآ إِلَّآ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ (٢٥) وَ
ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آ رہی ہیں اور
هُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۖ وَإِن
یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور دور رہتے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے
يُهْلِكُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (٢٦)
ہی کو تباہ کر رہے ہیں اور کچھ خبر نہیں رکھتے۔

ہم جب قیامت کے روز اُن سب کو جمع کریں گے تو ان اقسام واوثان کے بارے میں اُن سے پوچھیں گے جنھیں یہ خدا کو چھوڑ کر پُوجتے رہتے تھے کہ تمہارے وہ بُت کہاں گئے جنھیں تم شریکِ خدا قرار دیتے تھے۔ قولہ تعالےٰ

لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّآ أَن قَالُوا۟ وَٱللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۔ یعنی ان کی معذرت اور احتجاج یہی ہوگا کہ اللہ کی قسم ہم تو مشرک نہیں تھے۔ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ اے ابن عباس رضؓ آپ نے سُنا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَٱللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۔ لیکن یہ کیسے ہوگا؟ تو ابن عباس نے فرمایا کہ جب یہ مشرکین دیکھیں گے کہ اہلِ صلوٰۃ کے سوا کوئی جنّت میں نہیں داخل ہو رہا ہے تو آپس میں کہیں گے کہ آؤ ہم شرک کا انکار کر دیں۔ چنانچہ وہ اپنے مشرک ہونے کا انکار کریں گے تو اللہ تعؕ ان کی زبانوں پر مُہر لگا دے گا تو پھر اُن کے ہاتھ پاؤں از خود گواہی دینے لگیں گے اور کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔ اے شخص اَب تو کوئی شک تمہارے دل میں باقی نہیں رہا قرآن میں کوئی ایسی بات باقی نہیں رہ گئی ہے جو وضاحت طلب ہو، لیکن تم نہیں سمجھ سکتے اور تاویل و توجیہہ نہیں کر سکتے ابن عباس رضؓ نے کہا کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں اُتری لیکن یہاں پر شُبہ وارد ہوتا ہے کہ یہ آیت تو مکہ میں اُتری ہے اور مکہ میں منافقین کہاں تھے یہ تو اسلام کے مقبولِ عام ہونے کے بعد مدینے میں ان کا گروہ پیدا ہوا۔ منافقین کے بارے میں جو آیت اُتری ہے وہ آیتِ مجادلہ ہے۔ یعنی يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ ٱللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُۥ ۔ یعنی جس روز اللہ ان کو قیامت میں جمع کرے گا تو وہ خدا کی قسم کھا کھا کر بیان کریں گے اور اسی طرح ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ٱنظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَفْتَرُونَ ۔ یعنی دیکھو تو انھوں نے جان بوجھ کر کیسی جھوٹ بات کہی اور جن بُتوں کو وہ پوجتے تھے وہ کیسے ان سے منحرف ہوگئے اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض تمہاری طرف کان لگا کر سُنتے ہیں حالانکہ ہم نے ان کے دلوں پر

پر دے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بہراپن پیدا کر دیا ہے اور خواہ وہ خدا کی کیسی ہی نشانی پائیں ایمان نہیں لاتے ہیں وہ وحی سننے کے لئے آتے ہیں لیکن یہ سننا ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا۔ کہ "ان کی مثال ان چوپایوں کی ہے جو اپنے چرواہے کی آواز کو سنتے ہیں لیکن مطلب خاک نہیں سمجھتے"۔ پھر آیتِ زیرِ ذکر میں فرماتا ہے کہ آیات و دلائل و بینات وہ دیکھتے ہیں لیکن انھیں نہ عقل ہے نہ انصاف سے کام لیتے ہیں پھر کیا ایمان لائیں گے۔ اگر ان میں کچھ بھی بھلائی کی صلاحیت ہوتی تو اللہ انھیں سننے کی توفیق دیتا اور جب وہ تمھارے پاس آتے ہیں تو حجتیں کرنے لگتے ہیں اور باطل باتیں پیش کر کے حق کے اندر بحث و مباحثہ شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کچھ تم وحی کے نام سے پیش کر رہے ہو یہ تو پہلے لوگوں کی کتابوں سے منقول ہے وہ نبیؐ سے لوگوں کو روکتے ہیں، اور خود بھی ان سے دور رہتے ہیں یَنْھَوْنَ کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ اتباعِ حق اور تصدیقِ رسول اور انقیادِ قرآن سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی ان سے دور رہتے ہیں۔ گویا دو فعلِ قبیح کرتے ہیں نہ خود فائدہ اٹھاتے ہیں نہ دوسروں کو فائدہ اٹھانے دیتے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یَنْھَوْنَ عَنْهُ سے مراد یہ ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے تھے تو ابوطالب انھیں روکتے تھے۔ انہیں سے متعلق یہ آیت اتری۔ سعید بن ہلال کہتے ہیں کہ حضرت کے دس چچا تھے۔ بظاہر آپ کے بڑے ہمدرد لیکن باطن میں آپ کے برخلاف۔ یہ سب قتلِ نبیؐ سے لوگوں کو روکتے تھے لیکن افسوس کہ ایمان کی برکت حاصل کرنے سے خود محروم رہ جاتے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ غیر شعوری طور پر اپنے ہی نفوس کو ہلاک کر رہے ہیں وہ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ اپنی ہی ذات کو نقصان و مضرت پہنچا رہے ہیں

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا

اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے تو کہیں گے ہائے کیا

نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ

اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیئے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کو جھٹلا

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا

نہ بتلائیں اور ہم ایمان والوں سے ہو جائیں بلکہ جس چیز کو اس کے قبل دبایا کرتے تھے　وہ

يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا

اُن کے سامنے آگئی ہے۔ اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھیج دیئے جائیں تب بھی وہی

لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۷﴾

کام کریں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور　یقیناً　یہ　بالکل جھوٹے ہیں۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا

اور یہ کہتے ہیں کہ جینا اور کہیں نہیں صرف یہی فی الحال کا جینا ہے　اور ہم زندہ

نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا

نہ کئے جاویں گے　　اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے رب کے سامنے

عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا

کھڑے کئے جاویں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا یہ امر واقعی نہیں ہے۔　وہ کہیں گے

بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا

بے شک قسم اپنے رب کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اب اپنے کفر　کے　عوض

كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۲۹﴾ ع

عذاب　چکھو۔

اللہ پاک کفار کا حال بیان فرماتا ہے کہ جب وہ قیامت کے روز آگ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور اس کے طوق اور سلاسل کو دیکھیں گے تو کہنے لگیں گے کہ کاش ہم پھر دنیا میں واپس کئے جائیں اب کی بار ہم صالح عمل کریں گے اور رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں گے۔ ایمان لائیں گے۔ اللہ پاک

ع ۱۰ / ۳

فرماتا ہے کہ نہیں بلکہ یہ بات ہے کہ کفر و تکذیب و معاندت کی جو باتیں انھوں نے اپنے نفوس میں چھپا رکھی تھیں وہ اب ظاہر ہوگئی ہیں اگرچہ دنیا یا آخرت میں اس کا انھوں نے انکار کیا ہو۔ جیسا کہ ابھی ابھی اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ اُن کی حجت فقط یہ ہے کہ ہم مشرک نہیں تھے۔ دیکھو کہ انھوں نے کیسی جھوٹی باتیں بنائیں اور یہ بھی محتمل ہے کہ ان پر اب یہ ظاہر ہوگیا ہے کہ دنیا میں رسول کی صداقت جاننے کے باوجود وہ جو ایمان نہیں لاتے تھے اُس وقت یہی معرضِ بحث میں ہے یعنی جان کر بھی ایمان نہ لانا۔ یہ چیز یہاں آکر ظاہر ہوگئی ہے۔ دنیا میں یہ راز فاش نہ ہوسکا تھا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا کہ "اے فرعون تو اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کو خدا ہی نے نازل فرمایا ہے" اور اللہ پاک نے بھی فرعون اور قومِ فرعون سے متعلق فرمایا کہ انھوں نے انکار کرنے کو کردیا لیکن ان کے دل یقین رکھتے ہیں کہ یہ ہماری طرف سے ظلم و زیادتی ہے اور یہ بھی محتمل ہے کہ اس سے مراد وہ منافقین ہوں جو لوگوں کے سامنے تو ایمان لائے ہوتے لیکن باطن میں کافر ہوتے۔ یہ کفار کے اِس کلام کی خبر دی جارہی ہے جو وہ قیامت کے روز کریں گے۔ اِس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ سُورت مکّی ہے اور نفاق تو مدینے والوں میں تھا یا اس کے اطراف کے اعراب میں۔ پھر مکّی سُورت میں منافقین کیسے مذکور ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے سورۂ مکّیہ میں بھی وقوعِ نفاق کا ذکر فرمایا ہے اور وہ سورۂ عنکبوت ہے فرماتا ہے وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ یعنی اللہ ایمان والوں کو بھی جانتا ہے اور منافقین کو بھی اِسی بنا پر کہا گیا کہ منافقین جب دار الآخرۃ میں معائنہ عذاب کرلیں گے تو کفر و نفاق کو چھپانے کے بعد ان پر یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ ہمارا ایمان ظاہری ایمان تھا۔ چنانچہ یہ جو فرمایا کہ وہ چھپاتے تھے، اب ظاہر ہوگیا سو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا کی طرف واپسی جو چاہتے ہیں وہ ایمان کے ساتھ رغبت و محبت کی بنا پر نہیں بلکہ جو عذاب بروزِ قیامت انھوں نے دیکھ لیا ہے اس سے ڈر گئے ہیں کہ اب اپنے کفر کی سزا ملے گی۔ اس لئے دوزخ سے موقتی طور پر بچنے کے لئے دنیا کی طرف رجعت چاہتے ہیں اور اگر وہ دُنیا میں پھر بھیجے بھی جائیں تو ضرور پھر کفر ہی کرنے لگیں گے اور ان کا یہ کہنا کہ اب کے ہم تکذیب نہیں کریں گے اور ایمان دار بنے رہیں گے سب غلط ہے۔ وہ تو کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے وہ صرف یہی زندگی ہے۔ کون دوبارہ اُٹھایا جاتا ہے کاش تم دیکھ سکتے کہ وہ اپنے رب کے سامنے کیسے مایوس ہوکر کھڑے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ کیوں یہ روزِ قیامت حق ہے کہ نہیں؟ وہ کہیں گے ہاں اے خدا تیری قسم سچ ہے۔ حکم ہوگا کہ پھر تو اپنے کفر کا مزا چکھو، کیا یہ جادو ہے یا یہ کہ تمھیں کو دیدۂ بصیرت نہیں تھا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰى

بیشک خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنھوں نے اللہ سے ملنے کی تکذیب کی، یہاں تک کہ

اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا

جب وہ معیّن وقت اُن پر دفعتہً آپہنچے گا۔ کہنے لگیں گے کہ

يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ

ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو اس کے بارے میں ہوئی۔ اور حالت ان کی

يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا

یہ ہوگی کہ وہ اپنے بار اپنی کمر پر لادے ہوں گے خوب سن لو کہ

سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ

بُری ہوگی وہ چیز جس کو لادیں گے۔ اور دُنیاوی زندگانی تو کچھ بھی نہیں

اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ

بجز لہو و لعب کے۔ اور یقیناً پچھلا گھر

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

متقیوں کے لئے بہتر ہے، کیا تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو

مکذبین لقاء باری اور ان کی نامرادی و مایوسی کا

کا ذکر ہو رہا ہے کہ جب اچانک قیامت آ پہنچے تو اپنے اعمالِ قبیحہ پر انھیں کیسی ندامت ہوگی۔ اور کہیں گے کہ اے افسوس ہم نے خلافِ حق جو زیادتیاں کیں تھیں فِیْهَا کی ضمیر محتمل ہے کہ حیاتِ دنیوی اور اپنے اعمال کی طرف رجوع ہو۔ اور اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہوں گے۔ حیف کہ وہ کیسا بڑا وزن اٹھائے ہوئے ہیں۔ قتادہ یَزِرُوْنَ کو یَعْمَلُوْنَ پڑھتے تھے۔ ابو مرزوق سے روایت ہے کہ جب کافر یا فاجر قبر سے اٹھیں گے تو ایک نہایت بد شکل مجسمہ ان کا استقبال کرے گا اس کے پاس سے سخت بدبو آتی ہوگی۔ وہ کافر شخص پوچھے گا۔ تو کون ہے؟ وہ شکل کہے گی تو مجھے نہیں پہچانتا۔ میں تیرے اعمالِ خبیثہ کا مجسمہ ہوں، جو تو دنیا میں کرتا رہتا تھا۔ دنیا میں بہت دنوں تو مجھ پر سوار تھا۔ اب میں تجھ پر سوار ہوں گا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ: هُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ۔ سدی سے روایت ہے کہ جب کوئی گنہگار قبر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے پاس ایک نہایت بد شکل صورت سامنے آتی ہے۔ کالا رنگ بدبودار۔ میلے کپڑے۔ اس کے ساتھ قبر میں سکونت پذیر ہو جاتا ہے۔ وہ اس کو دیکھ کر کہتا ہے کہ کیا ہی برا ہے تیرا چہرہ۔ تو وہ کہے گا کہ تیرے اعمالِ قبیحہ کا میں عکس ہوں، ایسے ہی تھے تیرے اعمال اور ایسے ہی بدبودار تھے تیرے تمام کام۔ وہ کہے گا تو ہے کون؟ تو کہے گا میں تیرا عمل ہوں۔ پھر وہ قیامت تک اس کے ساتھ قبر میں رہے گا۔ قیامت میں وہ اس سے کہے گا کہ لذات و شہوات کی شکل میں تجھ کو میں دنیا میں اٹھائے ہوئے تھا۔ آج کے روز تو مجھے اٹھائے گا۔ چنانچہ اس کے اعمال کا مجسمہ اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اس کو دوزخ کی طرف لیجائے گا۔ یہی اس آیت کی وضاحت ہے۔ ارشاد ہے کہ اکثر حیاتِ دنیوی لہو و لعب ہے، اور متقیوں کے لئے تو صرف دار الآخرت ہی ہے۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ

ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں سو

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ

انکار کرتے ہیں۔ اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا

پہلے ہوئے ہیں اُن کی بھی تکذیب کی جا چکی ہیں سو انھوں نے اس پر صبر ہی کیا کہ انکی

وَاُوْذُوْا حَتّٰىٓ اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا

تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی اور اللہ تعالیٰ کی

مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ

باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور آپ کے پاس بعض

مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ

پیغمبروں کے بعض قصص پہنچ چکے ہیں۔ اور اگر آپ کو

كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ

ان کا اعراض گراں گزرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں

تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ

کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈھ لو

فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى

پھر کوئی معجزہ لے آؤ تو کرو۔ اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ پر

الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا

جمع کر دیتا سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جیئے۔ وہی لوگ

يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى

قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔ اور مُردوں کو اللہ تعالیٰ

يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

زندہ کر کے اُٹھا دیں گے پھر سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لائے جاویں گے۔

قوم کی تکذیب و مخالفت پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ؐ کو تسکین دیتا ہے کہ ہم کو ان کی تکذیب اور تمھارے حزن و

تاسف کا علم ہے۔ جیساکہ ایک جگہ فرمایا کہ "ہمیں اُن کی حرکت خوب معلوم ہے۔ تم ملال نہ کرو" اور فرمایا کہ کیا اگر یہ ایمان نہ لائے تو آپ ان کے پیچھے اپنی جان گھلا ڈالیں گے کہاں تک اُن پر حسرت و افسوس کریں گے؟ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت تم کو کذب سے متہم نہیں کر رہے ہیں، بلکہ حق سے عناد کے سبب آیات اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ اسی سے متعلق حضرت علی رضؓ سے مروی ہے کہ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ، ہم تمھیں تو نہیں جھٹلاتے بلکہ تم جو دین پیش کرتے ہو اُس کو جھٹلاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اِس آیت کو اُتارا۔

ابو یزید مدنی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل کی ملاقات ہوئی۔ ابوجہل نے مصافحہ کیا تو اس کے ایک ساتھی نے کہا کہ کیا تم اس شخص سے مصافحہ کرتے ہو؟ تو ابوجہل نے کہا کہ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ یقیناً یہ نبی ہے لیکن کیا کبھی اب تک ہم عبد مناف سے دب کر رہے ہیں۔

قصہ ابوجہل کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ شب میں چھپ کر حضرت کی قرأت سُننے کے لئے آیا۔ اِسی طرح ابوسفیان بن صخر اور اخنس بن شریق بھی۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی صبح تک تینوں چھپ کر حضرتؐ سے قرآن سُنتے رہے دن کا اُجالا ہونے لگا تو واپسی میں ایک سنگم پر تینوں کی ملاقات ہوگئی۔ ہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم کیسے آئے تھے۔ اب سب نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ہم کو قرآن سُننے کے لئے نہیں آنا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں دیکھ کر قریش کے نوجوان بھی نہ آنے لگیں اور آزمائش میں نہ پڑ جائیں۔ جب دوسری رات آئی تو ہر ایک نے یہی گمان کیا کہ وہ دونوں تو نہیں آئے ہوں گے چلو قرآن سُن لیں۔ غرض یہ کہ صبح کے قریب پھر تینوں کا سنگم ہوا اور خلافِ معاہدہ کرنے پر ہر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا اور دوبارہ معاہدہ کر لیا کہ اب کے نہ جائیں گے، اور جب تیسری رات آئی تو پھر تینوں حضرتؐ کی مجلس میں گئے پھر صبح کے وقت معاہدہ کر لیا کہ آئندہ سے تو ہرگز نہ آئیں گے اب اخنس بن شریق ابوسفیان بن حرب کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے ابو حنظلہ تمھاری کیا رائے ہے تم نے محمدؐ سے جو قرآن سُنا اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ابوسفیان کہنے لگا اے ابو ثعلبہ خدا کی قسم میں نے جو باتیں سُنی اُن کو خوب پہچانتا ہوں اور اس کا جو مطلب ہے اس کو بھی جانتا ہوں لیکن بعض ایسی باتیں سُنی ہیں جن کا مقصد اور معنی نہ سمجھ سکا۔ تو اخنس نے کہا خدا کی قسم یہی میری بھی حالت ہے۔ پھر اخنس وہاں سے چل کر ابوجہل کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے ابو الحکم! محمدؐ سے جو کچھ سُنا تمھاری اس بارے میں کیا رائے ہے اور تم نے کیا سُنا؟ تو ابوجہل نے کہا کہ ہم اور بنو عبدِ مناف مقامِ شرف کے حاصل کرنے میں ہمیشہ دست و گریباں رہے ہیں۔ اُنھوں نے دعوتیں کیں تو ہم نے بھی کیں۔ انھوں نے خیر و سخاوت کی تو ہم نے بھی کی۔ حتیٰ کہ ہم تو پاؤں جوڑے بیٹھے رہے اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس خدا کا ایک پیغمبر ہے اُس پر آسمان سے وحی اُترتی ہے۔ تو اب ہم یہ بات کہاں سے لائیں خدا کی قسم ہم اُس پر ایمان نہ لائیں گے اور اس کی پیغمبری کی تصدیق نہ کریں گے۔ اور اپنے پر اس کی مُسابقت کو نہ مانیں گے۔ اخنس یہ سُن کر چلا گیا۔ اور اِس آیت کے بارے میں کہ وہ تمھیں نہیں جھٹلاتے آیاتِ خداوندی کو جھٹلاتے ہیں۔ سدی کہتے ہیں کہ بدر کے روز اخنس ابنِ شریق نے بنی زہرہ سے کہا کہ محمدؐ تمھارا بھانجا ہے تم اِس بات کے زیادہ مستحق ہو کہ اپنے بھانجے کی طرف سے مدافعت کرو اگر درحقیقت وہ نبی ہے تو آج یومِ بدر میں تم کو اس سے لڑنا ہی نہیں چاہئے اور اگر وہ کاذب ہے تو اپنے بھانجے سے رُک جانے کے بھی تمھیں زیادہ مستحق ہو کہ اس پر حملہ نہ کرو اور لڑائی سے الگ رہو اور اس کی مدد نہ کرو۔ اچھا ٹھہر جا

میں ابو الحکم سے مل لوں۔ اگر وہ محمد پر غالب آجائے تو تم بلا مضرت
اپنے وطن واپس ہوگئے اور اگر اس جنگ میں محمد غالب آگئے
تو تم نے اپنی قوم کے خلاف جنگ کی ہی نہیں تھی۔ اس لئے شرکتِ
جنگ سے رُک ہی کیوں نہیں جاتے۔ اسی دن سے اس کا نام
اخنس ہوگیا حالانکہ اس کا نام اُبیّ تھا۔ اب اخنس اور ابوجہل
کی باہم خلوت ہوئی۔ اخنس نے پوچھا کہ ابوالحکم! بھلا مجھے
بتا تو دو کہ محمد سچے ہیں یا جھوٹے؟ یہاں میرے اور تمھارے
سوا کوئی اور اہلِ قریش نہیں جو ہماری بات سُن سکے۔ تو
ابوجہل نے کہا۔ کمبخت۔ خدا کی قسم محمد ہے تو سچا، کبھی محمد
نے جھوٹ نہیں کہا۔ لیکن بات یہ ہے کہ جب بنو قصی ہی علم
بردار بھی ہوں ایامِ حج میں سقایت اور کلید برداریِ کعبہ کا
بھی حق انھیں کو حاصل ہو۔ پھر نبوت بھی ان کی سب مان لیں
تو پھر بقیہ قریش کے لئے رہ کیا گیا اسی بنا پر اللہ پاک نے
فرمایا کہ وہ تم کو نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ آیاتِ خداوندی کو
جھٹلاتے ہیں۔ اور محمد بھی تو آپ آیۃ اللہ ہیں۔

اور یہ قول کہ تم سے پہلے کے رسولوں کی بھی تکذیب ہو چکی
ہے۔ انھوں نے صبر کیا انھیں تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ حتیٰ کہ
انھیں ہماری مدد آپہنچی۔ اس آیت میں نبی ؐ کو تسلی دی گئی
ہے اور ان سے نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے جیسا کہ دوسرے
نبیوں کی مدد کی گئی تھی۔ حتیٰ کہ قوم کی تکذیب اور اُن سے
اذیتِ بلیغ پہنچنے کے بعد وعدہ کیا گیا کہ عاقبت تمھاری ہی چنانچہ
چنانچہ دنیا میں بھی اُن کے لئے خدا کی طرف سے نصرت آگئی،
جیسے کہ آخرت کی نصرت حاصل ہو ہی چکی ہے۔ اِسی لئے
فرمایا کہ اللہ کی بات نہیں بدلتی۔ اور نصرت کا جو وعدہ کیا گیا
ہے وہ ضرور پورا کیا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا: وَلَقَدْ سَبَقَتْ
كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ الخ پھر فرمایا کہ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَ
غْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ اور قول پاک
لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِي الْمُرْسَلِيْنَ۔ یعنی پیغمبروں کے واقعات
تو تمھیں بتائے ہی جا چکے ہیں اور ان کی تاریخ کے اندر تمھارے

لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ
اِعْرَاضُهُمْ۔ یعنی اگر تم پر ان کا اعراض کر جانا شاق گزرتا ہو
تو تم اس کا علاج کر ہی کیا سکتے ہو۔ زمین میں سُرنگ لگاؤ
اور وہاں سے خدا کی نشانی نکال لاؤ یا آسمان پر سیڑھی لگاکر
چڑھو اور اوپر سے کوئی نشانی ڈھونڈ نکالو اور لاکر پیش کرو اگر
ہو سکتا ہو تو ایسا بھی کر دیکھو۔ یہ کبھی ایمان لائیں گے ہی نہیں
اگر خدا کو ان کا ایمان لانا منظور ہی ہوتا تو انھیں ہدایت پر
لا جمع کرتا۔ اس لئے بات کو سمجھو ناحق کا رنج نہ کرو بے سمجھ نہ بنو
جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ
فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا۔ اگر خدا چاہتا تو زمین کے سب
ہی باشندے ایمان لائے ہوئے ہوتے۔ ابن عباس رضؓ سے
وَلَوْ شَآءَ والی آیت کے بارے میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی یہ کوشش رہتی تھی کہ سب ہی لوگ ایمان لائیں
اور ہدایت کی پیروی کرنے لگیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی
کہ ایمان تو وہی لاتا ہے جس کے لئے سعادت ازل ہی میں
مقرر ہو چکی ہے۔ اور قولہ تعالےٰ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ
يَسْمَعُوْنَ۔ یعنی اے محمد! تمھاری دعوت پر لبیک تو وہ
لوگ کہیں گے جو تمھاری بات کو سُنتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور
قول پاک وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ
یعنی ان مُردوں کو خدا دوبارہ اُٹھائے گا۔ پھر وہ اس کی
طرف رُجوع کریں گے۔ "موتٰی" سے کفار مُراد ہیں کیوں کہ
اُن کے دل مُردہ ہیں۔ اِس لئے اللہ نے اُن کو بحالتِ زندگی
بھی اموات کے نام سے یاد کیا اور امواتِ اجساد سے تشبیہ
دی۔ یہ اُن کی رُسوائی اور تذلیل کی خاطر تھا۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ
اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا اُن کے رب کی طرف
رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓي
سے۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو بیشک پوری قدرت ہے

اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾

اس پر کہ وہ معجزہ نازل فرمادیں لیکن ان میں اکثر بے خبر ہیں

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ

اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور

یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا

ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح کے

فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

گروہ نہ ہوں ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جاویں گے

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِی

اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو بہرے اور گونگے ہو رہے ہیں طرح

الظُّلُمٰتِ مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ وَمَنْ

طرح کی ظلمتوں میں اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بے راہ کر دیں اور وہ جس کو

یَّشَاْ یَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۹﴾

چاہیں سیدھی راہ پر لگا دیں۔

مشرکین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم جس طرح چاہتے ہیں ایسی کوئی نشانی یا خارقِ عادت بات خدا کی طرف سے تم پر کیوں نہیں اترتی۔ مثلاً زمین میں چشموں کا جاری ہو جانا وغیرہ۔ تو ارشاد ہوتا ہے کہ کہہ دو کہ اللہ تو اس بات پر قادر ہے لیکن اس کی حکمت تاخیر کی مقتضی ہے اس لئے کہ اگر ان کے حسبِ منشا نشانی اللہ تعالیٰ نازل فرمادے اور پھر وہ ایمان نہ لائیں تو خود ہی عذاب ان پر نازل ہو جائے گا۔ موت تک بھی فرصت نہ ملے گی جیسا کہ اممِ سابقہ کے ساتھ ہوا۔ جیسا کہ اہلِ ثمود کی مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔ ہم تو جو چاہیں نشان بھی دکھا سکتے ہیں اور جو چاہیں عذاب بھی کر سکتے ہیں۔ اور پھر فرمایا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ الخ چرنے چگنے والے جانور، اڑنے والے پرند بھی تمہاری طرح قسم قسم کے ہیں۔

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ان دواب کی کئی قسمیں ہیں جن کے نام مشہور ہیں۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ "طیر" ایک امت ہے۔ انس و جان بھی ایک ایک امت ہیں اور یہ امتیں تمہاری ہی جیسی مخلوقِ خدا ہیں۔ مَا فَرَّطْنَا الخ یعنی سب کا علم خدا کو ہے۔ کسی کو رزق دینا وہ بھولتا نہیں، خواہ وہ برّی ہوں کہ بحری ہوں۔ جیسے کہ ارشاد ہے کہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا الخ یعنی وہ ان کے اسماء اور اعداد و مقامات کو جانتا ہے حتیٰ کہ ان کی حرکات و سکنات تک کا احاطہ کئے ہے۔ اور فرمایا وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا الخ بہت سے جاندار ہیں جن کی روزی تیرے ذمہ نہیں، انھیں اور تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے۔ جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک سال ٹڈی دل نہیں آیا۔ آپ نے دریافت کیا تو کچھ معلوم نہ ہوا۔ آپ کو چونکہ تعلقِ خاطر تھا اس لئے عراق اور شام وغیرہ کی طرف لوگوں کو بھیجکر دریافت کرایا کہ آیا وہاں کوئی ٹڈی دل آیا تو یمن کی طرف سے آدمی نے چند ٹڈیاں نکال کر سامنے ڈال دیں۔ حضرت عمرؓ نے انھیں دیکھ کر تین بار اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار مخلوقات پیدا کی ہیں جس میں سے چھ سو سمندری ہیں اور چار سو خشکی کی ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اس ٹڈی والی مخلوق کو ہلاک کرے گا۔ پھر پے در پے مخلوقات کی ہلاکت کا سلسلہ ایسا قائم ہو جائے گا جیسے منکے کے دانے ٹوٹ جاتے ہیں ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ۔ یعنی ان ساری امتوں کو پھر موت آجائے گی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ بہائم کی موت ہی ان کا حشر ہوتا ہے۔ اس بارے میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بہائم بھی قیامت کے روز دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا: وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ یعنی بہائم بھی محشر میں آئیں گے۔ ابوذرؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلعم نے دو بکروں کو دیکھا کہ ایک دوسرے کو سینگ

رہے ہیں۔ تو کہا اے ابوذر کیا جانتے ہو کہ یہ کیسے لڑ رہے
ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ ان میں سے ظالم کو جانتا
ہے اور قیامت میں ان کا بھی فیصلہ کرے گا۔ ابوذر کہتے ہیں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اُڑتے ہوئے پرندے تک
کے بارے میں علم دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ بے سینگ
کی بکری قیامت کے روز سینگ والی بکری سے انتقام
لے گی۔ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ کے بارے میں ابو ہریرہؓ کہتے ہیں
قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بہائم دواب اور طیر تک کو
پیدا کرے گا۔ ہر ایک دوسرے سے اپنا بدلہ لیں گے پھر
فرمائے گا کہ تم سب مٹی بن جاؤ۔ چنانچہ کافر بھی اس وقت
کہنے لگیں گے یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا۔ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے
اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ یعنی جن
لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے وہ اپنے جہل اور قلۃ
علم اور عدم فہم کے سبب بہرے اور گونگوں کی طرح ہیں اور
پھر تاریکیوں میں ہیں کہ کچھ دیکھ بھی نہیں سکتے۔ اب ایسے
لوگ ٹھیک راستہ چل سکیں تو کیوں کر۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ
سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے "ان کی مثال اس شخص کی سی ہے
جو آگ روشن کرے تو آس پاس کی چیزیں اس کو نظر آجائیں
اس وقت آگ بجھ جائے وہ تاریکی میں رہ جائیں اور وہ کچھ
دیکھ سکیں" اور اسی لئے فرمایا: مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ
وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ وہ جن کو چاہے
گمراہ ہونے دے اور جن کو چاہے صراطِ مستقیم پر رکھے وہ اپنی
مخلوق پر اپنی حسب منشاء متصرف ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ
کہئے کہ اپنا حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا کوئی عذاب آپڑے یا تم
اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ
پر قیامت ہی آپہنچے تو کیا خدا کے سوا کسی اور کو
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۰ بَلْ اِيَّاهُ
پکارو گے، اگر تم سچے ہو۔ بلکہ خاص اسی کو

تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ
پکارنے لگو پھر جس کے لئے تم پکارو اگر وہ چاہے
اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝۴۱
تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو ان سب کو بھول جاؤ
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ
اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے ہو چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے۔
فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ
سو ہم نے ان کو تنگدستی اور بیماری سے پکڑا تاکہ
يَتَضَرَّعُوْنَ ۝۴۲ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ
وہ ڈھیلے پڑ جائیں۔ سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی وہ
بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ
ڈھیلے کیوں نہ پڑے لیکن ان کے قلوب تو سخت رہے
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۴۳
اور شیطان ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر کے دکھاتا رہا۔
فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز
اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا
کے دروازے کشادہ کر دیئے۔ یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ
بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ
ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے ہم نے ان کو دفعتہً پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل
مُّبْلِسُوْنَ ۝۴۴ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ
حیرت زدہ رہ گئے۔ پھر ظالم لوگوں کی جڑ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
کٹ گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو تمام
الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۵
عالم کا پروردگار ہے۔

ع ۱۱

اللہ تعالیٰ اپنی خلق میں ہر طرح متصرف ہونے کی

قدرت رکھتا ہے۔ نہ کوئی اُس کا حکم بدل سکتا ہے نہ اُس کی حکمت کو پیچھے ڈال سکتا ہے۔ اس سے مانگا جائے تو اگر وہ چاہے تو قبول کرلیتا ہے۔ فرماتا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ناگہاں قیامت آجائے یا یکایک خدا کا عذاب آپکڑے تو تم اس کے سوا کسی کو نہیں پکارتے۔ کیونکہ جانتے ہو کہ اس عذاب کو خدا کے سوا کوئی نہیں پھیر سکتا۔ اگر تم غیر اللہ کو خدا بنانے میں سچے ہو تو تجربہ کر دیکھو بلکہ تم تو اسی کو پکارو گے۔ پھر اگر وہ چاہے گا تو یہ عذاب ہٹائے گا ایسے وقت تم اپنے شریکوں اور بتوں سب کو بھول جاتے ہو۔ سمندر میں ہونے کی حالت میں جب کسی مشکل سے دوچار ہوتے ہو تو خدا کے سوا تمام شریکوں کو بھول جاتے ہو۔ تم سے پہلے کی اُمتوں کی طرف بھی ہم نے پیغمبروں کو بھیجا۔ اور جب انھوں نے تکذیب کی تو ہم نے فقر اور تنگی کے عذاب میں جکڑ لیا اور امراض و آلام میں مبتلا کر دیا۔ تاکہ وہ خدا ہی کو پکاریں اور اسی کی طرف خشوع و خضوع کریں۔ پھر جب ہم انھیں مبتلائے عذاب کرتے ہیں تو وہ اثر گیر کیوں نہیں ہوتے۔ بات یہ ہے کہ ان کے دل پتھر ہوگئے ہیں کچھ اثر ہی نہیں ہوتا شیطان نے اُن کے شرک اور معاندت کے اعمال کو ان کی نگاہوں کے سامنے اچھا بنا کر پیش کیا ہوا ہے۔ پس جب وہ ہماری تنبیہ کو بھی بھول جاتے ہیں اور ایمان کو پس و پیش ڈال دیتے ہیں تو ہم پورے رزق کے دروازے ان پر کھول دیتے ہیں تاکہ وہ اور ڈھیل میں پڑ جائیں۔ سیاستِ خدا سے خدا ہی کی پناہ اور جب وہ دنیوی تمتعات پر پھولے نہیں سماتے اور اپنے اموال و اولاد و ارزاق میں ہم سے غافل ہو جاتے ہیں تو یکایک ان پر عذاب آجاتا ہے یا موت آجاتی ہے۔ اس نوبت پر وہ ہر خیر سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جس پر رزق وسیع ہوتا ہے وہ اس بات پر غور ہی نہیں کرتا کہ یہ بھی خدا کی

ایک سیاست ہے اور جس کو تنگ حالی ہو وہ بھی غور نہیں کرتا کہ اس کی آزمائش کی گئی ہے اور مہلت دی گئی ہے۔ ربِّ کعبہ کی قسم جب گنہگاروں کو پکڑنا مقصود ہوتا ہے تو دنیا میں انھیں سرسبز رکھا جاتا ہے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے کسی قوم کو اُس وقت تک نہیں پکڑا جب تک کہ وہ اپنی نعمت میں بدمست نہیں ہوگئی دھوکا نہ کھاؤ۔ فاسق اور گنہگار لوگ ہی دھوکا کھاتے ہیں۔ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ سے مراد دنیاوی راحت و فراخ حالی مُراد ہے۔ ابن عامر سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ اس کے معاصی کے باوجود دنیاوی عیش و تنعم اللہ نے اُسے دے رکھا ہے۔ تو یقین کرلو کہ یہ خدا کی ڈھیل کا وقت گزار رہا ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی کہ جب وہ ہمیں بھول جاتے ہیں تو ہم انھیں ہر طرح کا عیش و تنعم بخشتے ہیں اور جب وہ اس پر مغرور ہو جاتے ہیں اور پھر ہماری گرفت میں آجاتے ہیں تو ہر طرح سے مایوس بن جاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی قوم کو باقی رکھنا اور ترقی دینا چاہتا ہے تو اُس کو پاکدامنی اور میانہ روی بخشتا ہے اور جس قوم سے اپنا رشتہ توڑ لینا چاہتا ہے تو اُسے کشائش عطا فرماتا ہے اور بابِ خیانت اُس پر کھول دیتا ہے اور جب وہ مغرور ہو جاتے ہیں ناگہاں اُسے پکڑ لیتا ہے۔ اب وہ مایوس ہو کر بیٹھ رہتے ہیں اور اُس قوم کا نسیًا منسیا ہو جاتا ہے۔ حمد کی سزاوار خدا ہی کی ذات ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ
آپ کہیئے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تم تمہاری شنوائی اور بینائی
اَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ
بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے تو اللہ کے سوا

غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ
معبود ہے کہ یہ تم کو پھر دیدے۔ آپ دیکھئے تو ہم کس طرح دلائل کو مختلف
الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ
ڈھنگ سے پیش کر رہے ہیں پھر یہ اعراض کرتے ہیں۔ آپ کہئے کہ
اَرَءَیْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً
بتاؤ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آپڑے خواہ بے خبری میں
اَوْ جَهْرَةً هَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾
یا ہوشیاری میں تو کیا بجز ظالم لوگوں کے اور بھی کوئی ہلاک کیا جائیگا
وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ
اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں
وَمُنْذِرِیْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا
اور ڈرائیں۔ پھر جو شخص ایمان لے آئے اور درستی کرلے سو
خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ
ان لوگوں پر کوئی اندیشہ نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ اور
الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ
جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلائیں ان کو عذاب لگتا ہے بوجہ
بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾
اس کے کہ وہ دائرہ سے نکلتے ہیں۔

رسول پاک سے ارشاد فرماتا ہے کہ ان مکذبین معاندین سے کہو کہ کچھ خبر ہے کہ اللہ تعالےٰ تمھاری سماعت و بصارت کو اگر سلب کرلے جو تمھیں دے رکھا تھا۔ جیسا کہ فرمایا ھُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ الخ اور یہ بھی محتمل ہے کہ مراد ہو کہ سماعت و بصارت کے ہوتے ہوئے انتفاعِ شرعی سے انھیں محروم کردے اور حق بات کے استفادہ سے اندھے اور بہرے ہوجائیں اور یہی مطلب تھا وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ جیسا کہ فرمایا اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ اور فرمایا وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ

یعنی اگر وہ تمھارے دلوں پر بھی مُہر لگادے تو خدا کے سوا کون ہے جو اس مہر کو توڑ سکے۔ اسی لئے فرمایا کہ ذرا غور کرو کہ ہم اپنی باتیں کس قدر وضاحت سے بیان کردیتے ہیں، جو اس بات کی سیر حاصل دلیل ہوتی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں اور جتنے معبود ہیں سب باطل ہیں۔ اس واضح چیز کے بعد بھی وہ اتباعِ حق سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی رُکتے ہیں۔ کچھ جانتے ہو کہ اگر خدا کا عذاب تمھیں آپہنچے کہ اس کا تمھیں سان وگمان بھی نہ ہو یا دیکھتے دکھاتے سامنے آجائے تو کیا اس گمراہ قوم کے سوا کوئی اور ہلاک ہوگا کیونکہ یہ لوگ شرک باللہ کے سبب خدا کے حیطۂ اقتدار میں ہیں لیکن وہ لوگ نجات پا جائیں گے جو خدائے واحد کی عبادت کرتے ہیں، ان پر نہ خوف ہے نہ حزن۔ جیسا کہ فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ الخ۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک سے خراب نہ کیا، ان کے لئے امن و امان ہے اور وہ راہ یافتہ ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہم پیغمبروں کو تو جنت کی خوشخبری اور دوزخ کی تہدید وتخویف کے لئے بھیجتے ہیں وہ نیک مومن بندوں کو بشارت دیتے ہیں تو کفر وگناہ کرنے والوں کو تنبیہہ بھی کردیتے ہیں، اسی لئے فرمایا کہ جو دل سے ایمان لائے اور نبیؐ کی اتباع میں عملِ صالح کرے تو اس پر آئندہ کی نسبت کرتے کوئی خوف نہیں اور ماضی کی نسبت کرتے انھیں کوئی حسرت اور رنج نہیں کیونکہ ان کے پچھلوں کا اللہ والی ہے۔ پھر فرمایا کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے انھیں اپنے کفر وفسق کے سبب عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ اوامرِ خداوندی سے آزاد بن گئے ہیں اور اس کے مناہی اور محارم کا ارتکاب کرنے لگے ہیں۔ اور اس کے حدود کو توڑنے لگے ہیں۔

قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ
آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں

وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ

اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ

مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ ۭ قُلْ

ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کر لیتا ہوں آپ کہئے

هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا

کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے، سو کیا تم

تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ

غور نہیں کرتے۔ اور ایسے لوگوں کو ڈرایئے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں

يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ

کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت سے جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ

ہیں نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا اس امید پر

يَتَّقُوْنَ ﴿٥١﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

کہ وہ ڈر جائیں۔ اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح و

رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِىِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ

شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی

مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَىْءٍ وَّمَا مِنْ

کا قصد رکھتے ہیں ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا

حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَىْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں ورنہ آپ

فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا

نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اور اسی طور پر ہم نے ایک کو دوسرے کے

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ

ذریعے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ

ان پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے۔ کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں

بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ

کو خوب جانتا ہے۔ اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر

يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ

ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے

رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ

مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے کہ جو شخص تم میں سے

عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْۗءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ

برا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر وہ اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح

مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥٤﴾

رکھے، تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں

اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے رسول تم ان سے کہہ دو کہ میں اس کا دعویٰ ہی کب کرتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے گڑے ہیں اور نہ مجھے اس کا دعویٰ ہے کہ میں غیب کی بات جانتا ہوں۔ غیب کا علم تو صرف خدا کو ہے مجھے اس میں سے صرف اسی قدر معلوم ہے جتنا کہ اللہ نے معلوم کرا دیا اور نہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ میں تو ایک بشر ہی ہوں، صرف یہ ہے کہ میری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے مجھے اس نے اس کا شرف بخشا ہے اور احسان کیا ہے اسی لئے میں وحی کے سوا اور کسی چیز کی اتباع نہیں کرتا اور حدودِ وحی سے بالشت بھر بھی باہر نہیں ہوتا۔ اور کہہ دو کہ کیا بینا اور نابینا دونوں برابر ہو سکتے ہیں یعنی حق کی پیروی کرنے والے اور اس سے گمراہ لوگ دونوں مساوی ہو سکتے ہیں۔ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے۔ جیسا کہ فرمایا ”کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل ہوا ہے حق ہے۔ مثل نابینا شخص کے ہو سکتا ہے؟“

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد اس قرآن کے ذریعے تم ان لوگوں کو خوف دلاؤ جنھیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ خدا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس بات کا خوف کہ خدا کے سوا نہ کوئی ولی ہے، نہ کوئی شفیع کام دے گا۔ وہ لوگ جو خدا

کے خوف سے ڈرتے ہیں اور روزِ حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں
انھیں خوف ہے کہ خدا کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔ اس
روز ان کے لئے نہ کوئی ولی ہے نہ کوئی شفیع کہ شفاعت کرکے
انھیں عذاب سے چھٹکارا دلائے۔ انھیں اس دن سے ڈراؤ
جس روز خدا کے سوا کسی کی حکومت نہیں، شاید کہ وہ خدا
سے ڈریں اور اس دنیا میں ایسے عمل کریں جو انھیں قیامت
کے روز عذاب سے نجات دے اور اگر ثواب ملے تو دگنا ملے،
ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ صبح و شام خدا کا ذکر کرتے رہتے ہیں
اور مخلصانہ طور پر تو ایسے لوگوں کو اپنے پاس سے نہ ہٹانا
بلکہ اپنے مخصوص ہمنشیں قرار دینا۔ جیسا کہ فرمایا وَاصْبِرْ نَفْسَكَ
مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ الخ وہ لوگ رب کی صبح شام عبادت
کرتے ہیں اور دن رات کی نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ فرمایا
وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ اور ارشاد ہوتا ہے
کہ وہ لوگ یہ عمل مخلصانہ لِوَجْهِ اللّٰہ کرتے ہیں اور ارشاد
ہوتا ہے کہ نہ ان کا حساب تم سے لیا جائے گا اور نہ تمھارا
حساب اُن سے لیا جائے گا۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کا قول
ان لوگوں کے جواب میں جنھوں نے کہا تھا کیا ہم تم پر ایمان لائیں
حالانکہ تمھاری پیروی تو گھٹیا درجہ کے لوگ کرتے ہیں، تو نوحؑ
نے فرمایا تھا کہ مجھے تو علم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اگر تم کچھ
سمجھ رکھتے ہو تو جانے رہو کہ ان کی بات کو خدا ہی جانتا
ہے وہی ان کا محاسب ہے۔ اور اے نبیؐ! اگر تم ان کو
اپنے پاس سے ہٹا دو گے تو ظالمین میں سے سمجھے جاؤ گے
ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ قریش کی جماعت نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آئی، وہاں حضرت خبابؓ اور صہیبؓ
بلالؓ اور عمارؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو اُن عزت دار لوگوں
نے کہا کہ اے محمدؐ! کیا تم کو قوم کے یہ لوگ پسند ہیں، کیا یہی
لوگ ہیں کہ ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا ہے؟
کیا ہم ان کے گروہ میں مِل کر تمھارے تابع کیسے بن سکتے ہیں
انھیں پاس سے ہٹا دو تو پھر ہم تمھاری پیروی کریں، تو

یہ آیت اُتری تھی۔ اس موقع پر اللہ پاک نے فرمایا کہ اس
طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ فتنہ اور آزمائش میں ڈالا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف ان مومنین ضعفاء کو دیکھ کر
ان لوگوں نے ان کی حقارت کی تھی۔ چنانچہ حضرتؐ سے خلوت
میں کہا کہ ہم آپ کے ساتھ شریکِ مجلس رہنا چاہتے ہیں، یہ
دیہاتی عرب اپنے پر ہماری فضیلت سے واقف ہیں، وفودِ
عرب آپ کے پاس آتے رہتے ہیں ہمیں شرم آتی ہے کہ وہ
لوگ ہمیں اِن گھٹیا درجے کے لوگوں کے ساتھ دیکھیں، ہم جب
آپ کے پاس آئیں تو آپ انھیں اپنے پاس سے اُٹھا دیا کیجئے
اور ہم جب آپ کے پاس سے اُٹھ جائیں تو چاہے پھر اپنے پاس
بِٹھا لیجئے۔ تو آپ نے فرمایا تھا، اچھا۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ
اس معاہدے پر ایک دستاویز تحریر پا جائے۔ چنانچہ آپ نے
کاغذ منگوایا اور حضرت علیؓ کو بلوایا تاکہ لکھیں۔ یہ ضُعفاء
مومنین ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ آیت اُتری کہ
انھیں اپنے پاس سے نہ ہٹانا یہ خدا کو یاد کرتے ہیں۔ تو نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ علیؓ سے لے کر پھینک دیا۔ اور
ان لوگوں کو اپنے نزدیک بلا لیا۔ یہ حدیث غریب ہے کیونکہ یہ
آیت مکی ہے اور اقرعؓ بن حابس اور عیینہ بعد ہجرت ایمان
لایا تھا۔ سعد کہتے ہیں کہ یہ آیت چھ اصحابِ نبی کے بارے
میں اُتری ہے جن میں سے ابن مسعودؓ بھی ہیں۔ ہم نبی صلعم
کے پاس پہنچنے میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانا چاہتے
تھے۔ آپ ہم کو قریب بٹھا لیتے تھے۔ تو قریش کہتے تھے کہ ہمیں
چھوڑ کر آپ انھیں اپنے سے قریب تر کرتے ہیں۔ ارشاد
ہوتا ہے کہ ہم نے آزما لیا کہ کون ان میں کیسا ہے۔ اس امتحان
کا نتیجہ یہ تھا کہ کفارِ قریش کہتے تھے کہ کیا یہی لوگ ہیں کہ ہم
پر احسان کرنے کے بجائے اللہ نے ان پر احسان کیا ہے۔
بات یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائے تبلیغ
کے زمانے میں غالب تر حصہ اُن مردوں عورتوں اور
غلاموں کا تھا جو کمزور اور نچلے درجے کے لوگ تھے۔ امیروں

اور سرداروں میں سے بہت کم ایمان لائے تھے جیسے کہ قوم نوح نے حضرت نوح ؑ سے کہا تھا کہ، ہم تو دیکھتے ہیں کہ تمھاری پیروی تو سطحی اور گھٹیا درجے کے لوگ ہی کرتے ہیں کوئی ممتاز اور رُودار آدمی نہیں کرتا۔ اور اسی طرح ہرقل ملکِ روم نے ابو سفیان سے پوچھا تھا کہ کیا قوم کے بڑے لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں یا غریب لوگ؟ تو ابو سفیان نے کہا تھا کہ، ضعفاء اور غرباء زیادہ تر پیرو ہیں۔ تو ہرقل نے کہا تھا رسولوں کی پیروی پہلے ایسے ہی لوگوں نے کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکینِ قریش ان مومن ضعفاء کا مذاق اڑاتے تھے اور اگر بس میں ہوتا تو انھیں اذیت پہنچاتے۔ آخر خدا نے خیر کی طرف ان لوگوں کی کیوں رہنمائی کی۔ جس بات کی طرف ان لوگوں نے پہل کی ہے اگر وہ خیر ہے تو خدا نے ہمیں کیوں چھوڑ دیا۔ اور کہتے تھے کہ اگر اس کے تسلیم کرنے خیر ہوتا تو یہ ہم سے آگے بڑھتے ہی نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اُن پر ہماری واضح آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں۔ تو یہ کافر مومنین سے کہتے ہیں کہ بتاؤ دونوں میں اچھا کون رہا۔ اور شریف عزت دار اور دولت مند کون ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان سے پہلے ایسی کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا جو بڑے رتبے اور اعزاز والے اور جاہ و شوکت والے تھے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر ان کو کیوں ترجیح دی؟ اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ سچے شکر گزاروں اور نیک دل اور اچھے کردار لوگوں کو نہیں جانتا؟ اللہ تعالیٰ ان ہی لوگوں کو توفیق دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ حدیثِ صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور رنگوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں اور تمھارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ عکرمہ سے اِس آیت کے بارے میں کہ، عبرت دلاؤ ان لوگوں کو جنھیں خدا کے سامنے آنے کا اندیشہ تھا، یہ روایت ہے کہ بنی

عبدِ مناف کے چند کافر شرفاء ابو طالب کے پاس آکر کہنے لگے کہ، اے ابو طالب! کاش تمھارا بھتیجا محمد (صلعم) ہمارے غلاموں اور حلیفوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیتا کیونکہ وہ ہمارے غلام اور خادم ہیں اور یہ بات ہمیں بہت شاق گزرتی ہے۔ ایسی صورت میں ہم محمد (صلعم) کی اطاعت کریں گے اور ان کی پیروی اور تصدیق کریں گے۔ تو ابو طالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس کا ذکر کیا۔ تو حضرت عمر بن الخطاب رضؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے اچھا ایسا بھی کر دیکھئے معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کیا ارادہ ہے اور اس کے بعد وہ کیا کریں گے۔ تو یہ آیت اتری۔ یہاں تک کہ فرمایا۔ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو نہیں جانتا۔ شکر گزار بندوں سے یہ لوگ مُراد ہیں۔ بلال۔ عمار بن یاسر سالم مولیٰ ابی حذیفہ۔ صبیحا اُسید کے آزاد کردہ اور ابنِ مسعود کے حلیف۔ مقداد بن عمرو۔ مسعود۔ ابن القاری واقد بن عبد اللہ حنظلی۔ عمرو بن عبد عمرو۔ ذو الشمالین۔ مرثد بن ابی مرثد۔ ابو مرثد الغنوی جو حمزہ بن عبد المطلب کے حلیف تھے (رضی اللہ عنہم) اور یہ آیت قریش کے ائمۃ الکفر اور ان کے حلیفوں کے بارے میں اُتری تھی جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضؓ اُٹھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنے غلط مشورہ کی معذرت کرنے لگے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہوتا ہے کہ جب ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے تمھارے پاس آتے ہیں تو اُن سے کہو کہ تم پر سلامتی ہو۔ یعنی انھیں سلام کہہ کر ان کی عزت بڑھاؤ اور اللہ تعالےٰ کی رحمتِ واسعہ کی خوشخبری دو۔ اور اسی لئے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نفسِ کریمہ پر رحمت کو واجب قرار دے لیا ہے۔ اور جو تم میں سے نادانستگی کے سبب کوئی گناہ کر بیٹھے اور پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور پھر ہمیشہ کے لئے معاصی سے باز رہے اور ارادہ کر لے کہ پھر ایسا نہ کرے گا تو خدا تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ نے مخلوق پر اپنی تقدیر قائم کی تو عرش پر جو اس کی کتاب لوحِ محفوظ ہے اس میں تحریر فرمادیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ چنانچہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جب مخلوق کے بارے میں نفاذِ حکم سے اللہ تعالیٰ فارغ ہو گا تو تحتِ عرش سے کتاب نکالے گا جس میں لکھا ہو گا کہ میں ارحم الراحمین ہوں۔ پھر اپنی ایک یا دو مٹھی بھر مخلوق کو دوزخ سے نکالے گا جنھوں نے کچھ خیر کے کام نہ کئے ہوں گے اور ان کی آنکھوں کے درمیان ماتھے پر لکھا ہو گا عتقاء اللہ یعنی یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔ سلمان نے قولِ باری تعالےٰ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ کے بارے میں لکھا ہے کہ ہم توراۃ میں یہ مکتوب پاتے ہیں کہ اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اپنی سو رحمتیں پیدا کیں اور یہ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے ہی پیدا کیں پھر مخلوق کو پیدا کر کے ان میں سے ایک رحمت مخلوق کے درمیان تقسیم کی اور اپنے پاس ننانوے حصے رحمت رکھ لی۔ اسی ایک رحمت کی برکت سے لوگ آپس میں رحمت و محبت برتتے ہیں بذل و کرم کرنے میں میل ملاپ رکھتے ہیں۔ ناقہ اور گائے اور بکری اسی رحمت میں سے حصہ لے کر اپنے بچوں کے ساتھ عطوفت برتتے ہیں اور سمندر میں دو سانپ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور قیامت کے روز اللہ پاک ان سب رحمتوں کو اور اپنے پاس کی رحمت، سب کو گنہگار بندوں پر صرف فرمائے گا۔ اس مضمون میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ چنانچہ معاذ بن جبل رضؓ سے مروی ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟..... حق یہ ہے کہ وہ اُسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں پھر پوچھا کہ بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟..... پھر کہا یہ ہے کہ خدا انھیں معاف کر دے اور مبتلائے عذاب نہ کرے۔

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ

اور اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں اور تاکہ مجرمین کا

ع ۶ ۵ ۱۲ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ

طریقہ ظاہر ہو جائے۔ آپ کہدیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کی گئی

اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

ہے کہ اُن کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔ آپ

اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ

کہدیجئے کہ میں تمھارے خیالات کا اتباع نہ کروں گا کیونکہ اس حالت میں

ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

تو میں بے راہ ہو جاؤں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا۔

قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ

آپ کہدیجئے کہ میرے پاس تو ایک دلیل ہے میرے رب کی طرف سے اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو

بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ

جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں۔ حکم کسی کا نہیں بجز

الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ

اللہ تعالیٰ کے۔ اللہ تعالیٰ واقعی بات کو بتلا دیتا ہے اور سب سے اچھا فیصلہ

الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ

کرنے والا وہی ہے۔ آپ کہدیجئے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کا تم تقاضا

مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ

کر رہے ہو تو میرا اور تمھارا باہمی قصہ

بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾

فیصل ہو چکا ہوتا۔ اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ

اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے اُن کو کوئی نہیں جانتا

اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَ

بجز اللہ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور

مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا

کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اُس کو بھی جانتا ہے۔ اور کوئی دانہ زمین

حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ

کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور

وَلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتابِ مبین میں ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح ہم نے سابقہ بیانات میں دلائل و براہین کے ذریعہ طریقِ رُشد و ہدایت وغیرہ کو واضح کر دیا اسی طرح وہ آیتیں جن کے مخاطب محتاج ہیں وضاحت سے بیان کرتے ہیں اور اس لئے بھی کہ مجرمین کا راستہ کھُل کر سامنے آ جائے۔ اے نبیؐ! کہدو کہ جو وحی اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے میں اسی پر بصیرت رکھتے ہوئے قائم ہوں، اور تم نے تو حق کو جھُٹلا دیا ہے۔ تم جس عذاب کی جلدی کر رہے ہو وہ میرے ہاتھ کی بات نہیں۔ حکم تو صرف خدا کا چلتا ہے اگر وہ جلد تر تم پر عذاب لانا چاہے تو فوراً ہی آ جائے اور وہ درنگ کرنا چاہے اور اپنی حکمتِ عظیمہ سے تمھیں مُہلت دے تو اس کا اختیار ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ حق طریق اختیار فرماتا ہے اور وہ احکام و قضایا کے فیصلہ کرنے میں اور بندوں کے درمیان کوئی حکم نافذ کرنے میں حق پر ہوتا ہے۔ تم کہدو کہ اگر تم پر عذاب جلدی لانا میری اختیاری بات ہوتی تو تم جس عذاب کے مستحق ہو، میں تو اس کو تم پر فوراً ہی نازل کر دیتا اور اللہ تو ظلم کرنے والوں سے خوب واقف ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اِس آیت میں اور اس حدیث میں جو صحیحین سے ثابت ہے آپس میں جمع و توافق کیا ہے۔ یعنی وہ حدیث جو حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے کہا کہ یا رسول اللہؐ! کیا یومِ اُحد سے بھی کوئی شدید دن آپ پر گزرا تو آپ نے فرمایا کہ عائشہ تمھاری اس قوم سے سخت ترین تکلیف جو مجھے پہنچی وہ یومِ عقبہ میں پہنچی جب کہ میں نے ابن عبدِ یالیل پر اپنے کو پیش کیا تو میری دعوت اس نے منظور نہیں کی۔ میں نہایت غمگین ہو کر چل کھڑا ہوا۔ مقامِ قرن ثعالب میں آ کر میرے حواس ٹھیک ہوئے اور میں نے سر اُٹھایا تو دیکھا کہ ایک ابر میرے اوپر چھایا ہوا ہے اُس میں جبرئیل دکھائی دے رہے ہیں اور

مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ یا محمدؐ تمھاری قوم نے جو تم سے کہا، اللہ تعالیٰ نے سُن لیا۔ ملکُ الجبال اللہ تعالیٰ نے تمھاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم جو چاہو اس کو حکم دو۔ ملک الجبال نے بھی آواز دی اور سلام عرض کیا اور کہا کہ اللہ نے مجھے تمھاری طرف اِسی لئے بھیجا ہے کہ اگر تم حکم دو تو یہ دونوں پہاڑ تمھاری قوم پر گرا دوں۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ خدا انھیں کافروں کی نسل سے ایسے لوگ بھی پیدا کر دے جو مومن نکلیں اور کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہرائیں یہ مسلم کے لفظ ہیں کہ اُن پر فرشتے نے اپنا عذاب پیش کیا تو حضرتؐ نے اُس کو مہلت دینے کو کہا اور عذاب میں تاخیر کی خواہش کی تاکہ ان کی نسل سے مومن پیدا ہو سکیں تو اب شبہہ یہ وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث اور خدا کے قولِ بالا میں تطابق کس طرح ہو گا۔ سابقہ قول یہ ہے کہ جو عذاب تم مانگتے ہو اگر مجھے اس پر دست رس ہوتی، تو ہمارا تمھارا فیصلہ اسی وقت ہو جاتا اور میں اسی وقت تم پر عذاب نازل کر دیتا۔ اور یہاں دست رس ہونے کے باوجود حضرت عذاب نازل نہیں فرما رہے ہیں۔ یہ شُبہ یوں دُور ہو سکتا ہے کہ آیتِ پاک تو دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ جس عذاب کو وہ طلب کرتے ہیں تو طلب کرنے پر وقوعِ عذاب ہو جاتا اور حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ انھوں نے عذاب طلب کیا تھا بلکہ فرشتے نے اپنی طرف سے عذاب کی پیش کش کی تھی کہ اگر آپ چاہیں تو یہ اخشبین جو مکہ میں دو پہاڑ ہیں اور جنوباً و شمالاً اس کو گھیرے ہوئے ہیں، ان پر گرا دوں۔ لیکن حضرتؐ نے نرمی کر کے اور تاخیر سے کام لینے کی خواہش کی۔

پھر ارشادِ باری ہے کہ غیب کی باتیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ غیب کی باتیں پانچ ہیں۔ وہ یہ کہ قیامت کا وقت خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دوسرے پانی کا برسنا۔ تیسرے یہ کہ حمل میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ چوتھے یہ

کہ کل کوئی شخص کیا کرنے والا ہے پانچویں یہ کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس مقام میں مرے گا۔ اللہ ہی ان باتوں سے خبردار ہے۔ حدیثِ عمر میں ہے کہ جبریل ایک وقت ایک اعرابی کی شکل و صورت میں آپ کے پاس آئے اور ایمان و اسلام و احسان کے بارے میں آپ سے سوالات کئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کے ضمن میں فرمایا تھا کہ پانچ چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر آیت تلاوت کی کہ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ اور قولہ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی اس کا علم کریم جمیع موجودات برّی و بحری پر محیط ہے زمین اور آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔ صرصری نے کیا خوب کہا ہے ؎

فلا یخفی علیہ الذرُّ اِمَّا　٭　تراءی للنواظرِ او تواری

یعنی، خدا سے کوئی ذرّہ بھی مخفی نہیں رہ سکتا، خواہ دیکھنے والوں سے کوئی چیز کھلی رہے یا ڈھنکی رہے۔

اللہ تعالےٰ کا فرمان وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا جب وہ جمادات تک کی حرکات کو جانتا ہے تو پھر حیوانات اور خصوصًا جن و انس کی حرکات و اعمال کو کیسے نہ جانے گا جب کہ وہ مکلّف بھی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ۔ برّ و بحر کے ہر شجر تک پر ایک فرشتہ موکّل ہے جو پتّوں کے گرنے تک کی یادداشت رکھتا ہے۔ کتاب لوحِ محفوظ میں ہر رطب و یابس ہر سیدھی ٹیڑھی بات اور زمین کی تاریکیوں کے اندر کا ایک ایک ذرہ تک لکھا ہوا ہے۔ ہر درخت بلکہ سوئی کے ناکے پر بھی فرشتہ مقرر ہے۔ یعنی لکھتا ہے کہ کب یہ تر و تازہ ہوا اور کب سوکھ گیا۔ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ اللہ نے دوات کو پیدا کیا اور الواح پیدا کئے اور دنیا میں تمام ہونے والے اُمور درج کئے کہ، کیسی مخلوق پیدا ہوگی؟ رزق اس کو حلال ملے گا یا حرام، عمل اس کا نیک ہوگا یا بد۔ عمرو بن العاص رضؓ سے روایت ہے کہ تیسری زمین سے نیچے اور چوتھی کے اوپر کے جنوں نے تمھارے لئے ظاہر ہونا چاہا لیکن اُن کا نور اور روشنی کسی زاویہ سے بھی تمھیں دکھائی نہ دے سکی۔ یہ اللہ تعؔ کی خواتیم ہیں کہ ہر خاتم پر ایک فرشتہ ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر روز ایک فرشتہ کو بھیج کر کہتا ہے کہ جو خاتم تیرے حوالے ہے اس کی حفاظت کر

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ
اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری رُوح کو ایک گونہ قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ

مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى
تم دن میں کرتے ہو اُس کو جانتا ہے پھر تم کو جگا اُٹھاتا ہے تاکہ میعادِ معیّن تمام

اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ
کر دی جائے۔ پھر اُسی کی طرف تم کو جانا ہے پھر تم کو بتلائے گا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ　ع ۵/۱۳ ۷
جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ اور وہی اپنے بندوں کے اوپر

فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط
غالب ہیں برتر ہیں اور تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتے ہیں

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ
یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آپہنچتی ہے اس کی رُوح ہمارے

رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا
بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر سب اپنے

اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ط اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَ
مالک حقیقی کے پاس لائے جائیں گے۔ خوب سُن لو فیصلہ اللہ ہی کا ہوگا اور

هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾
وہ بہت جلد حساب لے لیگا۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو رات کے وقت بوقت خواب وفات دیتا ہے اور یہ وفاتِ اصغر جیسا کہ فرمایا، جب اللہ تعؔ نے کہا کہ اے عیسیٰ میں تمھیں وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تمھیں اُٹھا لینے والا ہوں۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ موت کے وقت نفوس کو

وفات دیدیتا ہے اور جو بحالتِ خواب مرنہیں جاتے ہیں وہ ایسے نفوس ہوتے ہیں اُن پر طاری ہونے والی موت روک دی جاتی ہے اور ان پر دوسری موت بھیجی جاتی ہے یعنی نیند اور یہ مقررہ موت تک ہوتا رہتا ہے۔ اِس آیت میں دو وفاتوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک موتِ کبرٰے دوسری موتِ صغرٰی۔ پھر ارشاد فرماتا ہے کہ وہ رات کے وقت تم کو وفات دے دیتا ہے تم کاروبار سے رُک جاتے ہو۔ لیکن دن میں تم اپنے کام میں لگے رہتے ہو اور وہ تمھارے دن بھر کے اعمال کو جانتا ہے یہ ایک جملہ معترضہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا علم اپنی مخلوق پر کیسا محیط ہے۔ رات کے وقت حالتِ سکون میں اور دن میں بحالتِ حرکات۔ جیسا فرمایا کہ: سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ۔ یعنی چُھپا و کھلا رات کا یا دن کا سب امور کا اُسے علم ہے۔ اور فرمایا: وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ الخ یعنی یہ اللہ تعم کی رحمت ہے کہ تمھارے لئے دن اور رات بنایا تاکہ رات میں سکون حاصل کرو اور دن میں کماؤ کھاؤ۔ اور فرمایا کہ ہم نے رات کو تمھارے لئے لباس بنایا اور دن کو طلبِ معاش کا وقت۔ اسی لئے آیتِ زیرِ ذکر میں فرماتا ہے کہ، رات کو وہ مار دیتا ہے اور دن میں جو اعمال تم نے کر رکھے ہیں انھیں جانتا ہے۔ پھر اس ظاہری موت کے بعد دن کے وقت پھر تمھیں جیتا جاگتا اُٹھاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے۔ جب وہ سو جائے تو اس کے نفس کو لے لیتا ہے اور خدا کے پاس لے جاتا ہے۔ اگر اللہ تعم فرمائے کہ روک رکھ تو روک لیتا ہے ورنہ پھر اس کے جسم میں واپس کر دیتا ہے هُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ کا یہی مطلب ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى۔ یعنی ہر شخص کا مقررہ وقت پورا ہو جانے پر اس کی جان خدا تعم کے پاس پہنچا دی جاتی ہے۔ اللہ پاک اس کو بتلا دیتا ہے کہ تو کیا عمل کرتا تھا۔ اور پھر اس کا بدلہ دیتا ہے، خیر ہو تو خیر کا بدلہ، بد ہے تو بد۔ قولہ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ یعنی وہ ہر چیز پر غالب ہے اور ہر شے اُس کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔ اس نے انسان پر ملائکہ مقرر کر رکھے ہیں۔ جو اس کی ہر آن حفاظت کرتے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا کہ انسان کے آگے پیچھے فرشتے ہوتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت فرماتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ اور فرمایا: اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ الخ اور فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آجاتی ہے تو ہمارے ملائکہ اُس کی رُوح قبض کر لیتے ہیں۔ ابن عباس رضہ کہتے ہیں کہ مَلَکُ الموت کے کئی فرشتے مددگار ہیں جو جسم سے رُوح کھینچتے ہیں اور جب حلق تک وہ رُوح آ پہنچتی ہے تو مَلَکُ الْموت قبض کر لیتے ہیں اور اس کا ذکر بوقت تفسیر آیت يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ میں آگے آئے گا۔ پھر فرمایا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ۔ یعنی وہ رُوحِ متوفی کی حفاظت میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ پھر اس کو وہاں پہنچا دیتے ہیں جہاں خدا کی مرضی ہوتی ہے۔ اگر وہ نیک ہو تو علیّین میں جگہ دیجاتی ہے اور اگر فاجر ہو تو سجّین میں، جو دوزخ کا طبقہ ہے۔ خدا کی پناہ۔ پھر یہ ملائکہ ان روحوں کو اپنے مولائے حق کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

یہاں ہم ایک حدیث ذکر کرتے ہیں جس کو ابوہریرہ رضہ نے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ مرنے والے کے پاس ملائکہ آتے ہیں، اگر وہ مرد صالح ہو تو کہتے ہیں کہ "آجا اے نفسِ طیّبہ! تو جسدِ طیّب میں تھا، دنیا سے محمود واپس آ۔ تجھ کو جنّت کے روح و ایمان کی خوش خبری ہے، خدا تجھ سے ناراض نہیں"۔ جب یہ مسلسل کہتے رہتے ہیں تو روح جسم سے نکل آتی ہے وہ اُسے لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں آسمان کا دروازہ اس کے لئے کھل جاتا۔ پوچھا جاتا ہے، کون ہے

کہا جاتا ہے کہ فلاں کی رُوح ہے تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں "مرحبا اے نفسِ طیبہ تو جسمِ طیب میں تھا۔ تجھے خوشخبری ہے" یہاں تک کہ وہ اُسے لے کر اس آسمان تک پہنچتے ہیں، جہاں اللہ پاک ہے۔ اور اگر وہ جان بدکار کی جان ہے تو کہتے ہیں کہ "اے خبیث جسم میں رہنے والی خبیث جان! نکل ذلیل بن کر، تجھے حمیم و غساق کی خوشخبری ہے اور تیرے لئے اسی پیپ اور آبِ گرم کی طرح اور دوسرے عذاب بھی ہیں" بار بار کہنے کے بعد جب وہ نکلتی ہے تو لے کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ دروازہ کھل جاتا ہے پوچھا جاتا ہے کون ہے؟ کہا جاتا ہے فلاں۔ تو فرشتے کہتے ہیں لعنت ہے تجھ پر اے نفسِ خبیثہ! تیرے آسمان کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ پھر وہ جان اپنی قبر کی طرف واپس کر دی جاتی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اور محتمل ہے کہ یہ مُراد ہو، کہ ثُمَّ رُدُّوْا یعنی ساری مخلوق کو قیامت کے روز خدا اللہ کی طرف رد کیا جائے گا اور اللہ پاک حسب انصاف اُن پر حکم صادر فرمائے گا۔ جیساکہ فرمایا اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ۔ اور پھر وارد ہے وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۔ یعنی اوّلین و آخرین سب کو بروز قیامت جمع کیا جائے گا۔ ہم سب کو اُٹھائیں گے کسی کو نہیں چھوڑیں گے اور اللہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ وہ مولائے حق ہے حکم صرف اسی کا چلتا ہے۔ وہ بہت جلد سب کا حساب لے گا۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

آپ کہیے کہ وہ کون ہے، جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے اس حالت میں نجات دیدیتا ہے

تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا

کہ تم اس کو پکارتے ہو تذلل ظاہر کر کے اور چُپکے چُپکے کہ اگر آپ ہم کو اُن

مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ

سے نجات دیدیں تو ہم ضرور حق شناسی لوگوں سے ہو جائیں۔ آپ کہدیجئے کہ

اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ

اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے تم پھر بھی شرک

تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ

کرنے لگتے ہو۔ آپ کہیئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ

يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ

تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیجدے یا تمہارے

تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ

پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے

بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ

کی لڑائی چکھا دے۔ آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف

الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾

پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔

اللہ اپنے بندوں پر احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ ہم نے برّ و بحر کی تاریکیوں سے ان پریشان حالوں کو کیسے نجات دی جب کہ برّی مشکلات اور بحری گرداب میں پھنس گئے تھے جہاں مخالف ہوائیں چل رہی تھیں اور اس وقت وہ دُعا کے لئے خدائے واحد کو مخصوص کر رہے تھے۔ جیساکہ ایک جگہ فرمایا کہ جب تمھیں سمندر میں کسی مضرت سے سابقہ پڑتا ہے تو اس وقت یہ سارے شرکاء کو بھول جاتے کوئی بُت یاد نہیں آتا اور یاد آتا ہے تو صرف خدا۔ قولِ پاک ہے کہ تمہارا خدا وہی خدا تو ہے جو بحر و بر میں تمھیں لے چلتا ہے اور جب جہاز خوشگوار اور موافق ہوا کے ساتھ چلتے ہیں تو بڑے خوش رہتے ہو۔ اور جب بادِ مخالف چلتی ہے اور ہر طرف سے موجیں ٹکر دیتی رہتی ہیں اور یقین ہو جاتا ہے کہ اَب تو موت میں گھر گئے تو بڑے خلوص سے خدا کو پکارتے ہیں کہ اے خدا! اگر اِس مصیبت سے تو ہمیں نجات بخشے گا تو ہم بہت شکر گزار بندے بنیں گے اور ارشاد ہوتا ہے کہ غور تو کرو کہ بحر و بر کی تاریکیوں میں تمھیں سیدھی راہ کون چلاتا ہے،

اور خوش آئند ہواؤں کو اپنی رحمت سے کون بھیجتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے جسے تم نے شریک بنالیا ہو۔ اور یہ آیتِ کریمہ کہ ظلماتِ بحر و بر سے کون نجات دیتا ہے جس کو تم سرًّا و علانیۃً پکارتے ہو کہ اگر تو ہمیں نجات دے تو ہم شکر گزار بنیں گے۔ کہہ دو کہ اللہ ہی نے تمھیں اس سے اور ہر درد و کرب سے نجات بخشی ہے۔ لیکن تم پھر بھی خوش حالی میں بُتوں کو اس کا شریک بناتے ہو۔ خدا اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب نازل فرمائے۔ جیساکہ سورۂ سُبحان میں ہے کہ تمھارا رب ہی جہازوں کو سمندر میں چلاتا ہے تاکہ تم دولت کماؤ۔ وہ تم پر رحیم و کریم ہے اور جب تمھیں کوئی مضرّت آپہنچتی ہے تو اپنے سب بُتوں کو بھول جاتے ہو اور خدا ہی یاد رہ جاتا ہے اور جب سمندر کے خطرات سے بچاکر خشکی پر لا کھڑا کرتا ہے، تو خدا سے اعراض کر جاتے ہو۔ انسان بڑا ہی ناشکر گزار ہے زمین پر آنے کے بعد کیا تم بچ گئے وہ چاہے تو پانی میں ڈبونے کی طرح کیا زمین کے اندر بھی تمھیں نہیں دھنسا سکتا۔ یا تم پر آسمان سے پتھراؤ ہو جائے اور پھر کوئی تمھارا مددگار نہ ہو۔ وہ تمھیں پھر سمندر کا سفر کرا کے اور بادِ مخالف کو بھیج کر تمھیں غرق کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ قادر ہے کہ چاہے تو تمھارے سر کے اوپر سے یا تمھارے پیروں تلے ہی سے تم پر عذاب بھیج دے۔ یہ مشرکین سے خطاب تھا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ تنبیہ اُمّتِ محمدؐ کے لئے ہے۔ ہم یہاں چند احادیث ذکر کریں گے جو اِسی سے متعلق ہیں۔ بھروسہ خدا ہی پر ہے۔

بخاری رحؒ نے اس آیت مندرجہ بالا کے بارے میں فرمایا کہ یَلْبِسَكُمْ یعنی تم فرقے بن بنکر آپس میں تفرقہ بندیاں کرنے لگو اور ایک دوسرے سے لڑ بیٹھو۔ یعنی اللہ چاہے تو ایسے عذاب میں بھی تمھیں مبتلا فرما سکتا ہے۔ جابر بن عبداللہ رضؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اُتری یعنی عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ والی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ۔ اور تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ کے وقت بھی فرمایا اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ یعنی اے خدا تیری پناہ۔ اور جب اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا الخ سُنا تو فرمایا یہ نسبتًا سہل ہے۔ جابر رضؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری کہ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ (الیٰ آخرہ) تو آپ نے فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ۔ پھر مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ سُن کر بھی فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰه پھر يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا سُن کر فرمایا۔ یہ آسان تر ہے اگر اس پر بھی آپ پناہ مانگتے تو مانگ سکتے تھے۔ سعد بن وقاص رضؓ سے بھی مروی ہے کہ اس آیت کو سُن کر آپ نے فرمایا کہ یہ بات ہو کر رہے گی اور ابھی تک ہوئی نہیں ہے۔

ایک حدیث سعد بن ابی وقاص رضؓ سے مروی ہے کہ ہم نبی صلعم کے ساتھ چلے اور مسجدِ بنی معاویہ میں آئے وہاں آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر آپ دیر تک رب عزّ و جل سے مناجات میں مصروف رہے۔ پھر فرمانے لگے کہ میں نے تین باتوں کی خدا سے درخواست کی تھی کہ میری امت فرعونیوں کی طرح غرق ہو کر تباہ نہ ہو اور قحط سے ہلاک نہ ہو اور ان کے گروہوں کے اندر جنگ برپا نہ ہو جائے۔ تو پہلی دو باتیں تو منظور کر لی گئیں اور تیسری بات نامنظور کی گئی۔ جابر بن عتیک سے روایت ہے کہ ہمارے پاس عبداللہ ابن عمر رضؓ مقام بنی معاویہ میں آئے جو انصار کا ایک گاؤں ہے اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ تمھاری اس مسجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی تھی؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ اور ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر پوچھا، وہاں آپ نے کن تین باتوں کی دُعا کی تھی۔ میں نے کہا، ہاں۔ آپ نے دعا کی تھی کہ کوئی دشمن میری امّت پر غالب نہ ہو اور قحط انھیں ہلاک نہ کرے۔ تو یہ دونوں باتیں منظور کر لی گئیں۔ اور یہ بھی دُعا کی تھی کہ ان کی آپس میں جنگ نہ ہو تو یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ تو عبداللہ بن عمر رضؓ نے کہا کہ تم نے ٹھیک کہا۔ چنانچہ قیامت تک مسلمانوں کے آپس میں جنگیں ہوتی رہیں گی۔ یہ حدیث صحاح ستّہ میں درج نہیں

ہے لیکن اس کی اسناد جیّد اور قوی ہے۔ معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو کہا گیا کہ ابھی چلے گئے ہیں۔ جہاں جاتا کہا جاتا کہ ابھی یہاں سے چلے گئے۔ حتیٰ کہ میں نے آپ کو ایک جگہ نماز پڑھتے دیکھا۔ میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے بہت لمبی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد میں نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ نے بڑی لمبی نماز پڑھی؟ آپ نے فرمایا میں صلوٰۃِ خوف و رغبت پڑھ رہا تھا۔ پھر آپ نے انھیں اپنی تین دعاؤں کا ذکر فرمایا۔

خبّاب بن ارت مولی بنی زہرہ سے روایت ہے، جو بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن میں تمام رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ جب آپ نے نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں، یہ نماز امید و رجا کی تھی جس کے بعد میں نے خدا سے تین باتوں کی درخواست کی تھی۔ اس کے بعد پوری حدیث مذکور ہے۔ اس کو صحاح ستہ میں نسائی نے روایت کیا ہے۔

ابو مالک کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ اے نافع بن خالد خزاعی! کیا یہ حدیث تم نے رسول اللہ کی زبان سے سنی ہے؟ تو کہا، ہاں میں نے ان لوگوں سے سنا جنھوں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا تھا۔

شدّاد بن اوس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لئے زمین کے مشرق و مغرب قریب کر دیئے گئے اور یہ کہ میری امّت ان سب پر مالک ہو جائے گی۔ اور مجھے دونوں خزانے دیے گئے ہیں، خزانۂ ابیض بھی اور خزانۂ احمر بھی۔ اور میں نے سوال کیا تھا کہ اس کے ساتھ اے خدا یہ بھی ہو کہ میری امّت قحط سے نہ مرے اور نہ کوئی دشمن ان پر ایسا مسلّط ہو کہ عمومی ہلاکت لا ڈالے اور ان میں گروہ بندی نہ ہو جائے کہ ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محمد! میں نے جو تقدیر قائم کر دی وہ ہو کر رہے گی۔ میں نے تمھاری دونوں باتیں تو منظور کیں لیکن تمھاری امّت بعض کو بعض ہلاک کرے گی یا قید کیا کرے گی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اگر اپنی امّت پر خوف ہے تو گمراہ اماموں اور سرداروں کا ہے۔ جب ایک بار میری امّت میں تلوار چل پڑے گی تو پھر نہ رکے گی۔ اور قیامت تک آپس میں جنگ و جدال کا سلسلہ قائم رہے گا۔

نافع بن خالد خزاعی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جو کہ اصحابِ رسول سے تھے اور بیعتِ رضوان تحت الشجر میں سے تھے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، لوگ آپ کو گھیرے ہوئے تھے۔ آپ نے ہلکی نماز پڑھی لیکن رکوع و سجود کامل کیا۔ لیکن جب جلوس کیا تو جلوس بہت طویل تھا۔ حتیٰ کہ ہم میں سے بعض، بعض کو اشارہ کرنے لگے کہ شاید حضرتؐ پر وحی اُتر رہی ہے۔ تو حضرت نے فرمایا، نہیں۔ میں صلوٰۃِ رغبت و رہبت پڑھ رہا تھا۔ پھر ان تینوں باتوں کی پوری حدیث درج ہے۔ وہ یہ حدیث سنا چکے تو میں نے کہا کیا تمھارے باپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ تو کہا، ہاں میں نے حضرتؐ کی زبان سنا ہے اور اپنی ان دس انگلیوں کے برابر دس دفعہ۔

ابن عبّاسؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے خدائے عزّوجل سے دعا کی تھی کہ میری امّت کو چار چیزوں سے دور رکھ۔ چنانچہ دو باتوں سے اللہ تعالیٰ نے میری امّت کو محفوظ رکھا اور دو سے نہیں رکھا۔ میں نے دعا کی تھی کہ میری امّت پر آسمان سے پتھراؤ نہ ہو اور اہلِ فرعون کی طرح وہ غرق ہو کر نہ مریں اور ان میں تفرقہ گیری نہ ہو اور یہ کہ وہ ایک دوسرے سے جنگ نہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے پتھراؤ نہ ہونے اور غرق سے محفوظ رہنے کی دعائیں تو قبول کر لیں

لیکن آپس میں فرقہ پسندی اور گروہ بندی اور جنگ و قتال باقی رہا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اُتری " قُلْ هُوَ الْقَادِرُ الخ " تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے۔ وضو کیا۔ اور دُعا مانگنے لگے کہ اے خدا! میری امّت پر اوپر اور نیچے سے عذاب نازل نہ فرما اور ان میں گروہ بندی اور جنگ نہ ہو۔ تو جبرئیل ؑ آئے اور کہا اے محمد ؐ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری امّت کو آسمان سے عذاب نازل ہونے اور پاؤں تلے سے عذاب اُبلنے سے محفوظ کر دیا ہے۔

اس کے بعد اور کئی حدیثیں اسی نوعیت اور اسی مضمون کی درج ہیں۔ جن کا بار بار ذکر ترجمہ تفسیر پڑھنے والے کے لئے غیر ضروری ہے۔

آسمانی عذاب سے پتھراؤ مُراد ہے اور پاؤں تلے کے عذاب سے زمین میں دھنس جانا مُراد ہے۔ یہ چار چیزیں تھیں جن میں سے دو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پچیس برس بعد ہی ظاہر ہونے لگیں۔ یعنی آپس میں اختلافِ رائے اور گروہ بندی اور مسلمانوں کی دو پارٹیوں میں جنگ و جدال۔ رجم اور خسف سے اُمّتِ محمدی محفوظ و مامون رکھی گئی۔

اِس آیت کے بارے میں عبد اللہ بن مسعود رضؓ مسجد میں یا منبر پر چیخ چیخ کر فرماتے تھے کہ، اے لوگو! تم پر اللہ کی آیت اُتر چکی ہے اگر عذاب آسمان سے آئے گا تو کوئی نہیں بچے گا اور اگر پاؤں تلے سے آئے گا تو تم زمین میں دھنس کر ہلاک ہو جاؤ گے۔ اگر جماعتوں میں بٹ جاؤ گے اور آپس میں جنگ چھڑ جائے گی تو یہ سب سے بدتر بات ہوگی۔ ابن عباس رضؓ کہتے تھے کہ اِس آیت میں " عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ " سے بڑے بیشوا مراد ہیں اور " تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ " سے بُرے خادم اور بُرے پیرو مُراد ہیں۔ یا یہ کہ امراء اور غرباء مُراد ہیں ابن جریر کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ قول ایک توجیہ رکھتا ہے لیکن قولِ اوّل اظہر اور قوی ہے۔ ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس کی صحت کی گواہی خدائے پاک کا یہ قول دیتا ہے ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ الخ۔ یعنی کیا تم اس سے محفوظ ہو کہ خدا تمھیں زمین میں دھنسا دے اور وہ بھڑکنے اور اُبلنے لگے یا اِس بات سے محفوظ ہو کہ آسمان سے پہلے کی قوموں کی طرح پتھر برسائے۔ عنقریب تم جان لوگے کہ میری اندیشہ دہانی کتنی صحیح تھی۔ اور حدیث میں ہے کہ یہ آسمان سے پتھر برسنا زمین میں دھنسنا اور صورتوں کا مسخ ہو جانا یہ سب اس امّت میں ہوگا اور یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ قیامت سے پہلے ان آیات کا ظہور ہوگا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا سے مُراد فرقہ ہائے مختلفہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ میری امّت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک فرقہ کو چھوڑ کے باقی سب ناری اور دوزخی ہوں گے۔ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ بعض کو بعض پر عذاب و قتل کے ساتھ مسلط کیا جائے گا۔ قولہ تعالیٰ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ۔ دیکھو کہ ہم کس طرح وضاحت و تفسیر کے ساتھ بار بار بیان کرتے جاتے ہیں تاکہ تم اللہ کی آیتوں اور اس کے دلائل پر غور کرو اور سمجھو۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ جب هُوَ الْقَادِرُ والی آیت اُتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ آپس میں تلوار لے کر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ تو لوگوں نے کہا۔ ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ خدا ایک ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں تو کسی نے کہا کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ ہم میں کا ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے جب کہ ہم صحیح معنی میں مسلمان ہوں۔ چنانچہ یہ آیت اُتری، ارشاد ہوتا ہے کہ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ الخ یعنی تمھاری قوم وحی کو جھٹلائے گی حالانکہ وہ حق ہے۔ تم کہدو کہ میں تمھارا کوئی سر دھرا تو ہوں نہیں نہ ذمہ دار، ہر بات کا ایک وقت مقرر ہے قریب میں تم کو

حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ

اور آپ کی قوم اس کی تکذیب کرتی ہیں حالانکہ وہ یقینی ہے - آپ کہد یجیے کہ

لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ

میں تم پر تعینات نہیں کیا گیا ہوں۔ ہر خبر کے وقوع کا ایک

مُّسْتَقَرٌّ ز وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِذَا

وقت ہے اور جلد ہی تم کو معلوم ہو جائے گا۔ اور جب تو ان

رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ

لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے

عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ

کنارہ کش ہو جا یہاں تک کہ وہ کوئی اور بات میں لگ جائیں۔

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ

اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد

بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾

پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ

اور جو لوگ احتیاط رکھتے ہیں ان پر ان کی بازپرس کا کوئی اثر نہ پہنچے گا۔

مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾

ولیکن اُن کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے شاید وہ بھی احتیاط کرنے لگیں

تمہاری قوم قریش نے قرآن کو جھٹلایا۔ حالانکہ اس کے سوا کوئی دوسری چیز حق نہیں۔ تم کہدو کہ میں تمہارا کوئی حفیظ اور ذمہ دار نہیں ہوں۔ جیسا کہ فرمایا۔ کہدو (اے محمد ﷺ!) کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے نہ مانے۔ یعنی میرا فریضہ تو صرف تبلیغ کر دینا ہے اور تمہارا کام سُننا اور اطاعت کرنا ہے۔ جو میری اطاعت کرے گا وہ دین و دنیا میں سُرخ رُو رہے گا اور جو مخالفت کرے گا وہ دونوں جگہ بدبخت رہے گا۔ اسی لئے ارشاد فرمایا کہ، ہر بات کے لئے ایک معیّن وقت ہے اور ہر خبر کے لئے ایک وقوع ہے اگرچہ کچھ عرصہ بعد سہی۔ جیسا کہ فرمایا کہ کچھ عرصہ بعد تمھیں اس کا پتہ چل جائے گا۔ اور فرمایا لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ یہ تہدید اور وعیدِ اکبر ہے اسی لئے فرمایا کہ عنقریب تم اس کو جان لوگے۔ قولِ باری وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ الخ یعنی جب تم ان کفار کو دیکھو کہ تکذیب و استہزاء کے ساتھ ہماری آیتوں میں بحث کر رہے ہیں تو ان سے رُوگردان ہو جاؤ حتّٰی کہ وہ کوئی دوسری باتیں کرنے لگیں اور اگر تمھیں شیطان بھلا دے تو یاد آجانے کے بعد ان ظالم لوگوں کے ساتھ مل نہ بیٹھنا۔ مُراد یہ کہ امّت کا ہر ہر فرد ان مکذّبین کے ساتھ نہ بیٹھے جو اللہ کی آیتوں کو تحریف کر دیتے ہیں اور اس کے صحیح اور ظاہر مفہوم پر اس کو قائم نہیں رکھتے اِسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ میری امّت کے لئے قابلِ معافی قرار دیا گیا ہے۔ خطا اور نسیان سے کوئی کام کرنا یا مجبور ہو کر کرنا اور اسی چیز کی طرف اِس قولِ پاک میں اشارہ ہے کہ کتاب میں تم کو بتلا دیا گیا ہے کہ جب تم معلوم کرو کہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر اور استہزاء کیا جا رہا ہے تو ان کے پاس سے اُٹھ جاؤ حتّٰی کہ ان کا موضوعِ سخن بدل جائے ورنہ تم بھی استہزاء کرنے والوں میں سمجھے جاؤ گے اور انھیں کے برابر ہو جاؤ گے۔ اور قولہ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ یعنی جب تم اُن کے پاس سے ہٹ گئے اور ان کے ہمنشین نہ رہے تو تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر لی اور ان کے ساتھ شمولیتِ گناہ سے محفوظ ہو گئے۔ اور سعید بن جبیرؓ نے اس کا یہ مطلب پیش کیا ہے کہ اگر وہ کفّار تنقیصِ آیات کی کوشش میں لگے ہیں تو اب تم پر کوئی ذمہ داری نہیں

ع ۱۱

جب کہ تم نے ان سے اجتناب اور اعراض کرلیا ہو اور دوسرے علماء اس کا یہ مطلب بتاتے ہیں کہ اگر تم لوگ ان نالائقوں کے ساتھ بیٹھو بھی تو ان کے اس استہزاء کی ذمہ داری تم پر عائد نہیں۔ اور گمان کیا ہے کہ یہ آیت اَلنِّسَاءُ الْمَدَنِیَّۃُ کی آیت سے منسوخ ہے اور وہ آیت یہ ہے کہ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ۔ یعنی ایسی صورت میں تم بھی ان جیسے ہو گئے یہ توضیح آیت وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ الخ سے متعلق تھی۔ یہ مجاہد و سدی و ابن جریج وغیرہ کا قول تھا ان کے اس قول کی بنا پر قولِ پاک ہے وَلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ کا مطلب یہ ہوا کہ، لیکن ہم نے تم کو ان سے ایسی صورت میں اعراض کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ انھیں تنبیہ اور نصیحت ہو جائے شاید کہ آئندہ کو وہ اس سے محتاط رہیں اور پھر اعادہ نہ کریں۔

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ

اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنھوں نے اپنے دین کو لہو و لعب

لَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ

بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے

اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا

ذریعے سے نصیحت بھی کرتا رہ تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب اس طرح نہ پھنس جائے کہ کوئی

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ

غیر اللہ اُس کا نہ مددگار ہو اور نہ سفارشی ہو۔ اور یہ کیفیت ہو

تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ

کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جائے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ

یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے۔ ان کے لئے نہایت تیز پانی

مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

پینے کے لئے ہوگا اور دردناک سزا ہوگی اپنے کفر

يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

کے سبب۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو چھوڑ دو جنھوں نے دین کو ایک کھلونا بنا رکھا ہے کیونکہ وہ عذابِ عظیم کی طرف جا رہے ہیں اسی لئے فرمایا کہ انھیں اس قرآن کے ذریعہ نصیحت و عبرت دلاؤ اللہ کے عذاب سے انھیں ڈراؤ، تاکہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک نہ کر دیئے جائیں۔ ضحاکؒ تُبْسَلَ کو تُسَلَّمَ کے معنی میں لیتے ہیں یعنی سونپ نہ دیئے جائیں۔ ابن عباس کہتے ہیں تاکہ رُسوا نہ ہو جائے۔ قتادہؒ کہتے ہیں تاکہ روک نہ رکھے جائیں۔ اور مُرّہ و ابن زید مواخذ کے معنی میں لیتے ہیں یہ تمام اقوال و عبارات تقریباً ہم معنی ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ہلاکت کے لئے چھوڑ دینا اور خیر سے روک لینا اور حصولِ مطلوب سے باز رہنا۔ جیسا کہ فرمایا: كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ الخ ہر شخص اپنے اعمال میں رُکا ہوا ہے سوائے داہنے ہاتھ والے کے۔ اور قولہ: لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ۔ یعنی نہ ان کا کوئی ولی ہوگا نہ شفیع۔ جیسے فرمایا کہ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ الخ اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ سودے بازی ہے نہ دوستی و محبت نہ سفارش اور شفاعت۔ کافر ہی پورے ظالم ہیں۔ اور قول پاک وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا۔ یعنی اپنے گناہ کے بدلے میں وہ اپنی ساری دنیا جہان بھی فدیہ یا بدلہ میں دے ڈالیں تو نہ قبول ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ الخ جو لوگ کفر پر رہے اور کفر ہی پر مرے وہ اگر زمین بھر سونا بھی دے ڈالیں تو ناممکن ہے کہ قبول کر کے ان کی گلو خلاصی کر دی جائے۔ پس فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا الخ

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا

آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں کہ نہ وہ ہم کو

يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا
نفع پہنچائے اور نہ وہ ہمکو نقصان پہنچا دے اور کیا ہم اُلٹے پھر جاویں
بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ
بعد اس کے کہ ہم کو خدا نے ہدایت کردی ہو جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطانوں
الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۠ لَهٗٓ
نے کہیں جنگل میں بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو اس کے کچھ ساتھی
اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ
بھی تھے کہ وہ اس کو ٹھیک رستہ کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس آ۔
قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا
آپ کہدیجئے کہ یقینی بات ہے کہ راہِ راست وہ خاص اللہ ہی کا راہ ہے اور ہمکو یہ حکم ہوا
لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا
ہے کہ ہم پورے مطیع ہو جائیں پروردگارِ عالم کے۔ اور یہ کہ نماز کی پابندی
الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ
کرو اور اس سے ڈرو۔ اور وہی ہے جس کے پاس تم سب
تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ
جمع کئے جاؤ گے۔ اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ
اور زمین کو با فائدہ پیدا کیا۔ اور جس وقت اللہ تعالیٰ
يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۷۳﴾ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ
اتنا کہدیگا کہ تو ہو جا بس وہ ہو پڑے گا۔ اس کا کہنا با اثر ہے
وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ
اور جب کہ صُور میں پھونک ماری جائے گی۔ ساری حکومت خاص اسی کی ہوگی
عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ
وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت والا
الْخَبِيْرُ ﴿۷۴﴾
پوری خبر رکھنے والا۔

مشرکین نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ دینِ محمدؐ کو چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری کہ کہدو کیا میں خدا کو چھوڑ کر ان بتوں کی پرستش کروں جو نہ نفع بخشتے ہیں نہ ضرر اور کیا کفر اختیار کر کے ہم اُلٹے پیر پھر جائیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں روشنی دے دی ہے۔ ہماری تو ایسی مثال ہو جائے گی جیسے کسی کو شیطان نے بھٹکا دیا ہو۔ یعنی ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص سفر کر رہا ہو اور راستہ بھول گیا ہو اور شیطانوں نے اُسے بھٹکا دیا ہو اور اس کے ساتھی سیدھی راہ پر ہوں اور اس کو بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ ہم سیدھی راہ پر ہیں، اور وہ انکار کر گیا ہو۔ یہ وہ شخص ہے کہ جو نبی کو اچھی طرح جاننے کے باوجود گمراہوں کی پیروی کر کے کافر ہو جائے اور نبیؐ اس کو سیدھی راہ پر بُلا رہے ہوں۔ یہ راہ اسلام کی راہ ہے۔ قُلْ اَنَدْعُوْا اس میں بتوں اور بُت پرستوں کی مثال بیان کی گئی ہے اور ان لوگوں کی جو ہدایتِ خداوندی کی طرف بُلاتے ہیں۔ جیسے کوئی راستے سے بھٹک گیا ہو، اور کوئی پکارنے والا اُسے پکارتا ہو کہ اے فلاں تو راستہ کی طرف آ۔ اور اس کے دوسرے ہمسفر بلا رہے ہوں کہ، بھٹکو نہیں ہماری طرف سیدھی راہ پر آؤ۔ پس اگر وہ پہلے داعی کی سُن لے تو وہ اس کو لے جا کر ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دے گا۔ اور اگر دوسرے لوگوں کی بات سُنے گا تو وہ اس کو سیدھی راہِ ہدایت پر پہنچا دیں گے۔ پہلا بُلانے والا جنگل کے شیاطین میں سے ہے۔ یہ مثال ہے اُس شخص کی جو خدا سے ہٹ کر بُتوں کی پرستش شروع کر دے اور وہ اسی میں مصلحت سمجھے۔ اور جب اس کو موت آ جائے گی تو ندامت اُٹھانی پڑے گی۔ یہ راہ سے بھٹکانے والے شیاطین ہوتے ہیں جو اُس کو اس کے باپ دادا کے نام لے کر اور اس کا نام لے کر بُلاتے ہیں تو وہ ان کی پیروی کرنے لگتا ہے اور وہ اسی میں مصلحت سمجھتا ہے اب شیاطین اُس کو ہلاکت میں ڈال

الربع

دیتے ہیں اُسے کھا جاتے ہیں یا بھوکا پیاسا جنگل میں بھٹکاتے رہتے ہیں تاکہ ہلاک ہو جائے۔ حَیْرَانَ سے مرد حیران مراد ہے جیسے کوئی شخص بھٹکا ہوا حیران پھر رہا ہو۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتا وہ شیطان کی اطاعت کرنے والا اور گناہ کے کام کرنے والا شخص مُراد ہے اس کے ساتھی حالانکہ اس کو ہدایت کی طرف دعوت دیتے رہتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ یہ شیطان کا بھٹکایا ہوا وہ ہے جس کے اولیاء انسان ہیں۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اور گمراہی وہ ہے کہ جس کی طرف شیطان بلاتا ہے۔ اس کو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ پھر کہا کہ یہ اس کو مقتضی ہے کہ اس کے ساتھی اس کو گمراہی کی طرف بلا رہے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ یہی صحیح راہ ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ابن جریر کی یہ رائے ظاہر آیت کے خلاف ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے ہم سفر ساتھی اس کو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔ پس یہ جائز نہیں کہ اس کو گمراہی قرار دیا جائے حالانکہ خدا نے تو خبر دی ہے کہ وہ ہدایت ہے اور یہ بات تو وہی ہے جو ابن جریرؒ نے کہا کہ سیاقِ عبارت اس بات کی مقتضی ہے کہ کَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ یہ حال ہونے کی وجہ سے نصب کے محل میں ہے۔ یعنی حیرت وضلال وجہل کی حالت میں اور اس کے اصحاب اسی راہ پر چل رہے ہیں تو انھوں نے اس کو اپنی ہی راہ پر چلایا اور اپنے اسی راستہ پر آنے کے لئے کہا۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے مثال کے طور پر فرمایا۔ اب تقدیرِ کلام یوں ہوئی کہ وہ ان کے بلانے پر انکار کرتا ہے اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو اس کو ہدایت فرماتا اور اس کو سیدھی راہ پر پھیر دیتا اسی لئے فرمایا کہ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى جیسا کہ فرمایا کہ جس کو اللہ ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ اور فرمایا کہ اُن کے راہ پر آنے کے کتنے ہی حریص کیوں نہ ہو، اللہ جس کو گمراہ کردے اس کو کون راہ پر لائے اور نہ ان لوگوں کا

کوئی مددگار ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی ہمیں حکم ہے کہ خلوص سے اس کی عبادت کریں اور نمازیں پابندی سے پڑھیں اور خدا سے ڈریں اور ہر حال میں پرہیزگار بنے رہیں۔ اور اسی کی طرف سب قیامت میں اُٹھائے جائیں گے۔ اُسی نے آسمانوں اور زمین کو اعتدال کے ساتھ پیدا کیا وہ ان کا مالک اور مدبّر ہے۔ وہ قیامت کے روز صرف "کُن" کہے گا اور طرفۃ العین میں سب چیزیں از خود دوبارہ وجود میں آجائیں گی۔ یہاں يَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ میں یوم کے لفظ کو نصب ہے۔ یا تو وَاتَّقُوْهُ پر عطف قرار دے کر جس کی تقدیر یوں ہوگی وَاتَّقُوْا يَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ یعنی ڈرو ان دونوں سے۔ یا یہ کہ نصب ہوگا اس بنا پر کہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ پر عطف ہے۔ یعنی ڈرو اُس دن سے جس روز وہ کہے گا "کُنْ"۔ چنانچہ ابتداءِ خلق اور اعادۂ خلق کا ذکر ہوا اور یہی زیادہ مناسب بھی ہے۔ یا یہ کہ نصب ہوگا اس بنا پر کہ فعل یہاں مقدر رکھا گیا ہے تو تقدیر یوں ہوئی کہ یاد کرو اُس دن کو جب کہ کہے گا "کُنْ" یعنی وَاذْكُرْ يَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ۔ اور اس سے پہلے خَلَقَ يَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ تھا۔ پھر ارشادِ باری کہ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ یہ دو جملے ہیں اِن دونوں جملوں کا محل جر ہے اِس بنا پر کہ یہ دونوں لفظ ربّ العٰلمین کی صفت واقع ہوئے ہیں اور قولِ باری تعالےٰ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ محتمل ہے کہ یہ بدل ہو وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ، يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ کا اور یہ بھی احتمال ہے کہ ظرف ہو وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ کا جیسا کہ فرمایا ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ، لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ یعنی آج سلطنت کس کی ہے واحدِ قہّار کی سلطنت ہے۔ جیسا کہ فرمایا: اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا۔ اس روز رحمٰن کی سلطنت برحق ہے اور وہ دن کافروں پر بڑا ہی سخت ہوگا۔

مفسرین نے یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ میں اختلافِ رائے کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ "صُور" جمع ہے "صورۃ" کی۔ ابنِ جریر کہتے ہیں کہ جس طرح "سور" شہر کی شہر پناہ کو کہتے ہیں اور یہ "سورۃ" کی جمع ہے۔ اور صحیح تر یہ ہے کہ "صور" سے مُراد وہ قرن ہے جس کے اندر اسرافیلؑ پھونکیں گے۔ ابنِ جریر کہتے ہیں کہ صحیح وُہی ہے جس پر حدیث نبیؐ سے روشنی پڑتی ہے۔ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ اسرافیل صور کو مُنہ میں لگائے ہوئے ہیں، سر جھکائے ہوئے ہیں اور منتظر ہیں کہ کب صُور پھونکنے کا حکم صادر ہوتا ہے ایک اعرابی نے بھی حضرتؐ سے پوچھا تھا کہ صُور کیا چیز ہے؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ "قرن جس میں پھونک کر بجاتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ پاک جب آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تو صور کو پیدا کیا اور اسرافیل کو دیا جس کو وہ اپنے مُنہ میں لگائے ہوئے ہیں آنکھیں عرش کی طرف لگی ہیں منتظر ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔ تو ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا، یا رسول اللہؐ صور کیا ہے؟ ارشاد فرمایا وہ قرنا۔ پوچھا وہ کیسا ہے؟ کہا بہت بڑا۔ خدا کی قسم جس نے مجھے بھیجا اس کا عرض اتنا ہے جتنی آسمانوں اور زمین کی پہنائی۔ اس میں تین وقت پھونکا جائے گا۔ پہلی پھونک گھبراہٹ اور پریشانی پیدا کرنے والی پھونک ہوگی اور دوسری سب کو بیہوش کر دینے والی اور تیسری پھر خدا کے سامنے آ کھڑے ہونے کی۔ اللہ پاک پہلی پھونک کا حکم دے گا اس سے ساری دنیا جہاں کے لوگ گھبرا اُٹھیں گے مگر جس کو خدا مستقیم رکھے جب تک دوسرا حکم نہ ہوگا صور پھونکا جاتا رہے گا رُکے گا نہیں، جیسا کہ فرمایا: وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ۔ یعنی وہ ایک زبردست چیخ اور بہت ہی بلند آواز ہوگی پہاڑ ابر کی طرح اُڑ رہے ہوں گے اور زمین ملنے اور جھولنے لگے گی، جیسے سمندر میں شکستہ سفینہ جس کو موجیں ہر طرف ڈھکیلتی رہتی ہیں جیسے کسی قندیل کو جو چھت میں لٹکی ہوئی ہو، ہوا جھولا دیتی رہتی ہے۔ فرماتا ہے: يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ الخ اس روز لرزا دینے والا صور پھونکا جائے گا اور اس کے بعد پھر دوسری بار پھونکا جائے گا۔ اس روز سب کے سب بے انتہا خوف زدہ ہوں گے، لوگ گر پڑیں گے۔ مائیں دُودھ پینے والے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے، لڑکوں پر خوف کے مارے بڑھاپا طاری ہو جائے گا، شیاطین جان بچانے کے خیال سے زمین کے کناروں تک بھاگ جائیں گے لیکن فرشتے انھیں مار مار کر واپس لائیں گے۔ ایک دوسرے کو پکارتا رہے گا لیکن کوئی کسی کو پناہ نہ دے سکے گا سوا خدا کے۔ لوگ اسی گھبراہٹ کے عالم میں ہوں گے کہ زمین ہر طرف کے گوشے سے پھٹنے لگے گی۔ ایسا اَمرِ عظیم ظاہر ہوگا کہ کبھی نہ دیکھا گیا اور ایسا کرب و ہَول لاحق ہوگا کہ اللہ ہی جانتا ہے پھر لوگ آسمان کی طرف دیکھیں گے تو اس کے پُرزے اُڑ رہے ہوں گے ستارے ٹوٹ رہے ہوں گے۔ سورج اور چاند سیاہ پڑ جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن مُردوں کو اس کی خبر نہ ہوگی ابو ہریرہ رضؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ جب فرمائے گا فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ تو اللہ تعالیٰ کس کو مستثنیٰ فرمائے گا تو آپ نے فرمایا وہ شہداء ہیں فزع اور گھبراہٹ تو زندوں کو ہوا کرتی ہے اور وہ زندہ تو ہیں لیکن خدا کے پاس ہیں خدا انھیں رزق دیتا ہے۔ اللہ نے اس دن کے فزع سے انھیں محفوظ رکھا ہے کیونکہ وہ تو اللہ کا عذاب ہے اور عذاب تو اشرارِ خلق پر اُترتا ہے اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ الخ والی آیت میں پیش فرمایا ہے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے

شیر خوار بچے سے غافل ہو جائے گی۔ ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا جب تک خدا چاہے وہ اس عذاب میں مُبتلا رہیں گے۔ طویل عرصہ تک یہ کیفیت رہے گی۔ پھر اللہ پاک بے ہوشی لانیوالے صور کا حکم اسرافیل کو دیدے گا۔ اس لئے سب اہلِ سماوات والارض بیہوش ہو جائیں گے۔ لیکن جس کو خدا چاہے وہ ہوش میں رہے گا۔ ملک الموت خدا کے پاس آئیں گے اور کہیں گے، اے خدا سب مَر گئے۔ اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے، مگر پوچھے گا باقی کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، تو باقی ہے، کہ تجھے تو کبھی موت آنے والی نہیں، اور عرش اُٹھانیوالے ملائکہ بھی ہیں، جبرئیل و میکائیل بھی باقی ہیں اور میں بھی۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرمائے گا۔ جبرئیل و میکائیل کو بھی مرجانا چاہیئے۔ تو عرش بول اُٹھے گا۔ یارب! جبرئیل و میکائیل بھی مر جائیں گے؟ خدا تعالےٰ فرمائے گا۔ زبان نہ کھولنا تحت العرش جتنے ہیں سب کو مر جانا ہے۔ ملک الموت پھر پھر خدا سے عرض کریں گے۔ یارب! جبرئیل اور میکائیل بھی مر گئے۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا، اَب کون باقی ہے؟ وہ کہیں گے کہ تو باقی ہے تجھے تو موت آئے گی نہیں۔ اب میں اور عرش اُٹھانے والے باقی ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا عرش اُٹھانے والوں کو بھی مَرنا چاہیئے۔ وہ بھی مرجائیں گے۔ اللہ تعالےٰ دریافت فرمائے گا، اب کون باقی ہے؟ عزرائیل کہیں گے، تو نہ مَرنے والا اور مَیں۔ اللہ تعالےٰ عرش کو حکم دے گا اسرافیل سے صور لے لو! اور اسرافیل سے کہے گا کہ تم بھی میری مخلوق ہو تم بھی مرجاؤ! وہ اسی وقت مَر جائیں گے اور خدائے وَاحِدٌ وَصَمَدٌ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو آسمان و زمین لپیٹ دیئے جائیں گے جیسے کہ طومار لپیٹ دیا جاتا ہے۔ تین دفعہ اُس کو کھولا اور لپیٹا جائے گا پھر فرمائے گا۔ میں جبّار ہوں، میں جبّار ہوں، میں جبّار ہوں، پھر تین دفعہ آواز دے گا۔ کیا آج کے روز ہے کسی کی بادشاہت؟ کون جواب دیتا۔ پھر خود ہی فرمائے گا۔ بادشاہت اللہ واحد القہار کی ہے۔

پھر دوسرے زمین و آسمان پیدا کرے گا انھیں پھیلا دے گا اور دراز کر دے گا۔ جس میں کوئی کجی اور نقص باقی نہ رہے گا۔ پھر مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست آواز ہوگی، تو از سرِ نو پیدا شدہ زمین میں سب پہلے کی طرح ہو جائیں گے جو زمین کے اندر رہے وہ اندر اور جو زمین کے باہر رہے وہ باہر۔ پھر تحتِ عرش سے اللہ تعالےٰ پانی نازل فرمائے گا۔ آسمان کو حکم دے گا کہ برسے۔ چالیس دن تک پانی برستا رہے گا۔ حتیٰ کہ پانی اُن پر بارہ گز بلند ہو جائے گا۔ پھر اجسام کو حکم دے گا تو وہ زمین میں سے ایسے نمودار ہونے لگیں گے۔ جیسے نباتات اور سبزیاں اُگ آتی ہیں جب اجسام پہلے کی طرح مکمل ہو جائیں گے تو پہلے ملائکہ عرش زندہ کئے جائیں گے۔ اللہ اسرافیل کو حکم دے گا کہ صُور لے لو وہ لے لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جبرئیل ؑ اور میکائیل کو زندہ فرمائے گا۔ پھر ارواح بُلائے جائیں گے مسلمانوں کی رُوحیں نور کی طرح چمکتی ہوں گی اور کافروں کی رُوحیں تاریک رہیں گی۔ ان سب کو لے کر صور میں ڈال دیا جائے گا۔ اسرافیل کو حکم ہوگا کہ نفخۂ بعث پھونکا جائے چنانچہ زندگی کی پھونک پھونکی جائے گی تو رُوحیں ایسی اُچھل پڑیں گی جیسے کہ شہد کی مکھّیاں۔ کہ زمین و آسمان اُن سے بھر جائے گا۔ اَب حکمِ باری ہوگا کہ روحیں اپنے اجسام میں داخل ہو جائیں تو دنیا کی ساری رُوحیں داخل ہونے لگیں گی اور نتھنوں کی راہ جسموں میں آئیں گی جیسے زہر کسی مارگزیدہ کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔ پھر زمین پھٹنے لگے گی اور لوگ اُٹھ اُٹھ کر اپنے رب کی طرف رُخ کرنے لگیں گے اور سب سے پہلے میری قبر کھُلے گی۔ خدائے طلب کنندہ کی طرف سب جائیں گے۔ کافر کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا سنگین معلوم ہوتا ہے۔ لوگ برہنہ اور غیر مختون ہوں گے ایک ہی جگہ کھڑے ہوں گے۔ ستر برس یہی عالم رہے گا کہ خدا تعالیٰ

نہ اُنھیں دیکھے گا نہ کوئی فیصلہ کرے گا۔ لوگ آہ و گریہ کرنے لگیں گے۔ آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون آنکھوں سے بہنے لگے گا۔ لوگ اپنے پسینہ میں شرابور ہو جائیں گے۔ ٹھوڑیوں تک پسینہ پہنچا ہوا ہو گا۔ لوگ کہیں گے خدا کے پاس کسی کو شفاعت کے لئے جانا چاہئے تاکہ وہ کوئی تصفیہ کر دے۔ اب آپس میں کہنے لگیں گے کہ باپ آدم کے سوا ایسا کون ہو سکتا ہے جو زبان کھول سکے۔ اللہ نے انھیں اپنے ہاتھ سے بنایا، اپنی رُوح اُن کے اندر پھونکی اور سب سے پہلے ان سے بات کی۔ چنانچہ لوگ آدمؑ کے پاس آئیں گے اور ان کے آگے اپنا مقصد پیش کریں گے، وہ سفارش کرنے سے انکار کر بیٹھیں گے اور کہیں گے میں اس کے شایان نہیں۔ پھر فرداً فرداً ایک ایک نبی کے پاس آئیں گے۔ جس کے پاس بھی آئیں گے وہ نبی انکار کر دے گا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ پھر میرے پاس آئیں گے میں جاؤں گا اور سجدے میں فحص پر گر پڑوں گا۔ ابو ہریرہ نے پوچھا یا رسول اللہؐ فحص کیا چیز ہے۔ حضرت نے فرمایا، عرش کے سامنے کا حصہ۔ اب اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجے گا وہ میرا بازو پکڑ کر اُٹھائے گا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں عرض کروں گا۔ یارب! تو نے مجھ سے شفاعت کا حق دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ یہ حق مجھے عطا فرما اور لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اچھا تم شفاعت کر سکتے ہو اور میں انسانوں کے درمیان اپنے فیصلے نافذ کر دوں گا۔ حضرت فرماتے ہیں پھر میں واپس آ کر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا۔ ہم سب لوگ کھڑے ہی ہوں گے کہ آسمان سے ایک زور کی آواز ہو گی کہ ہم گھبرا اُٹھیں گے۔ زمینی جنّ و انس سے دُگنی تعداد میں آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے۔ وہ زمین سے قریب تر آ جائیں گے، زمین اُن کے نور سے چمک اُٹھے گی۔ وہ صف بندی کر لیں گے۔ ہم اُن سے پوچھیں گے کیا خدائے پاک تمھارے اندر ہے؟ وہ کہیں گے نہیں، وہ آنے ہی والا ہے۔ فرشتے آسمان سے دوبارہ اس تعداد میں اُتریں گے کہ اُترے ہوئے فرشتوں سے دُگنی تعداد میں اور جنّ و انس بھی دُگنی تعداد میں۔ زمین اُن کے نور سے چمک اُٹھے گی۔ وہ قرینے سے کھڑے ہو جائیں گے۔ ہم پوچھیں گے کیا خدائے پاک تمھارے اندر ہے؟ وہ کہیں گے نہیں، وہ آنے ہی والا ہے۔ پھر تیسری دفعہ اُس سے بھی دُگنی تعداد میں نزولِ ملائکہ ہو گا۔ اب خدائے جبّار عزّوجل اَبر کے چتر لگائے آٹھ فرشتوں سے اپنا تخت اُٹھوائے تشریف فرما ہو گا۔ حالانکہ اِس وقت تو اُس کا تخت چار فرشتے اُٹھائے رہتے ہیں۔ اُن کے قدم آخری نیچے والی زمین کی تہہ میں ہیں زمین و آسمان ان کے نصف حصہ جسم کے مقابلہ میں ہے، ان کے کندھوں پر عرشِ خداوندی ہے، ان کی زبانوں پر تسبیح و تحمید رہے گی وہ کہہ رہے ہوں گے: سُبْحَانَ ذِی الْعَرْشِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ۔ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ سُبْحَانَ الَّذِیْ يُمِيْتُ الْخَلَائِقَ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ سُبْحَانَ رَبِّنَا الْاَعْلٰى رَبِّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ سُبْحٰنَ رَبِّنَا الْاَعْلٰى الَّذِیْ يُمِيْتُ الْخَلَائِقَ وَلَا يَمُوْتُ۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر جلال افروز ہو گا ایک آواز ہو گی۔ یا معشر جنّ و انس! میں نے جب سے تمھیں پیدا کیا ہے آج تک خاموش تھا، تمھاری باتیں سنتا رہا تمھارے اعمال دیکھتا رہا۔ اب تم خاموش رہو تمھارے اعمال کے صحیفے تم کو پڑھ کر سُنائے جائیں گے۔ اگر وہ اچھے ثابت ہوئے تو خدا کا شکر کرو۔ اور اگر خراب نکلے تو اپنے آپ کو ملامت کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم دیگا تو اس میں سے ایک تاریک ترین چمکدار صورت رونما ہو گی۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے بنی آدم! کیا میں نے حکم نہیں دے رکھا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا کہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ تم میری ہی عبادت کرنا کہ یہی صراطِ مستقیم ہے

اس شیطان نے تو بہتوں کو گمراہ کیا ہے۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔ یہ وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اور جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ اب اے مجرمو! نیکوں سے الگ ہو جاؤ۔ اللہ تعالےٰ اب امّتوں کو الگ الگ کر دیگا ارشادِ باری ہے کہ اے نبی ؐ! تم ہر امّت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھوگے۔ ہر امّت کے پاس اُس کا نامۂ اعمال ہوگا اور آج اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے۔ اب اللہ پاک اپنی تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ شروع کردے گا لیکن جنّ و انس کا ابھی نہیں۔

اب وحوش و بہائم کے درمیان فیصلے فرمائے گا حتیٰ کہ ایک ظالم اور سینگ والی بکری کے ظلم کا بدلہ بھی دوسری بکری سے دلوائے گا۔ حتیٰ کہ جب انصاف دلوانے سے کوئی جانور بھی باقی نہ رہے گا تو ان جانوروں سے کہے گا کہ مٹی ہو جاؤ تو کافر کہنے لگیں گے کہ کاش ہم بھی اس عذاب سے بچنے کے لئے مٹی ہو جاتے۔ غرض یہ کہ اب بندوں کے درمیان فصلِ مقدّمات ہوگا۔ سب سے پہلے قتل و خون کے مقدمات پیش ہوں گے۔ اب ہر وہ مقتول آئے گا جس کو خدا کی راہ میں قتل کرنے والے نے قتل کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قاتل کو حکم دے گا ——— وہ شہید کا سر اُٹھائے گا۔ وہ سر عرض کرے گا کہ اے خدا اِس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا (حالانکہ وہ خود جانتا ہے) کہ کیوں قتل کیا تھا؟ وہ غازی کہے گا، اے خدا! تیری عزّت اور تیرے نام کی خاطر۔ تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ تو سچ کہتا ہے، اور اس کا چہرہ نورِ شمس کی طرح چمکنے لگے گا۔ ملائکہ اس کو جنت کی طرف لے کر چلے جائیں گے۔ اسی طرح دوسرے مقتول بھی اپنی آنتیں سر پر لئے آئیں گے۔ اللہ ان کے قاتلوں سے بھی پوچھے گا کہ کیوں قتل کیا تھا۔ ان کو کہنا پڑے گا کہ اپنی شہرت و نام کی خاطر۔ تو فرمائے گا۔ ہلاک ہو جائے تو۔ غرض ہر مقتول کا مقدمہ پیش ہوگا اور انصاف ہوگا، اور ہر ظلم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے گا۔ اور جس ظالم کو خدا چاہے عذاب دے گا اور جس پر چاہے وہ اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ پھر ساری مخلوق کا انصاف ہوگا کہ کوئی مظلوم ایسا نہ بچے گا کہ ظالم سے بدلہ نہ دلایا گیا ہو۔ حتیٰ کہ جو دودھ میں پانی ملا کر بیچتا ہے اور کہتا ہے خالص ہے اس کو بھی سزا دیجائے گی اور خریدنے والے کو اس کی نیکیاں دیجائیں گی۔ اِس سے بھی جب فراغت ہو جائے گی تو ایک ندا دینے والا ندا دے گا اور ساری مخلوق سُنے گی۔ کہ ہر گروہ کو چاہئے کہ اپنے اپنے خداؤں کی طرف ہو جاؤ۔ اور اپنے معبودوں کا دامن پکڑ لو۔ اب کوئی بُت پرست ایسا نہ ہوگا۔ جس کے بُت اس کے سامنے ذلیل پڑے ہوئے نہ ہوں۔ ایک فرشتہ اس دن عزیر علیہ السلام کی شکل میں آ جائے گا۔ اور ایک فرشتہ کو عیسیٰ علیہ السلام ابن مریمؑ کی صورت دیجائے گی۔ چنانچہ یہود تو عزیر کے پیچھے ہو جائیں گے، اور عیسیٰؑ کے پیچھے نصاریٰ ہو جائیں گے۔ پھر ان کے یہ فرضی معبود ان کو دوزخ کی طرف لیجائیں گے۔ اور وہ کہے گا کہ اگر یہ ان کے خدا ہوتے تو اپنے ماننے والوں کو دوزخ کی طرف کبھی نہ لیجاتے۔ اب یہ سب دوزخ میں دوام پذیر ہوں گے۔ اب جب کہ صرف مومنین باقی رہ جائیں گے، جن میں منافقین بھی شامل رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا، اپنی جس ہیئتِ متبدلہ میں کہ چاہے گا۔ اور فرمائے گا اے لوگو! سب اپنے اپنے خداؤں سے جا ملے ہیں تم بھی جن کی عبادت کرتے تھے ان سے جا ملو تو یہ سب لوگ مومنین بہ شمول منافقین یہ کہیں گے کہ خدا کی قسم ہمارا خدا تو تُو تھا تیرے سوا ہم کسی اور کو نہیں مانتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ ان کے پاس سے ہٹ جائے گا۔ پھر اپنی حقیقی شان میں آئے گا ان کے پاس رک رہے گا۔ جب تک کہ چاہے۔ پھر سامنے آئے گا اور ارشاد فرمائیگا

اے لوگو! سب اپنے اپنے خداؤں سے جا ملے ہیں تم بھی اپنے معبودوں سے جا ملو۔ وہ کہیں گے خدا کی قسم تیرے سوا ہمارا تو کوئی خدا نہیں۔ ہم تیرے سوا کسی کو نہیں پوجتے تھے اب خدائے پاک اپنی ساق کھول دے گا۔ اس کی عظمت سے اُن پر یہ بات روشن ہو جائے گی کہ ان کا خدا یہی ہے پھر سب کے سب سجدے میں سر کے بل گر پڑیں گے لیکن جو منافق ہوں گے وہ پیٹھ کے بل گریں گے۔ سجدے کے لئے جھک بھی نہ سکیں گے۔ ان کی پیٹھیں گائے کی پیٹھ کی طرح سید رہیں گی۔ اب اللہ حکم دے گا کہ انھیں اٹھا لیجاؤ۔ اب ان لوگوں کے سامنے جہنم کا پُل صراط آئے گا جو کسی خنجر یا تلوار کی دھار سے بھی تیز تر ہوگا اور جگہ جگہ آنکڑے اور کانٹے اور بڑی پھسلتی ہوئی اور خطرناک ہوگی۔ اس کے نیچے اور ایک پست تر پھسلواں پل بھی ہوگا۔ نیک لوگ ایسے گزر جائیں گے جیسے آنکھ جھپک جاتی ہے یا بجلی چمک جاتی ہے یا تیز چلنے والی ہوا کی طرح یا تیز رو گھوڑے یا تیز تر سواری یا تیز دوڑنے والے آدمی کی طرح کہ بعض تو پوری طرح محفوظ رہیں گے اور نجات پا جائیں گے بعض زخمی ہو کر اور بعض کٹ کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے اور پھر جب اہلِ جنّت جنّت کی طرف بھیجے جانے لگیں گے تو کہیں گے اب ہماری شفاعت خدا کے پاس کون کرے گا۔ چنانچہ وہ آدم کے پاس آئیں گے اور درخواست شفاعت کریں گے تو وہ اپنے گناہ کا ذکر کریں گے اور کہیں گے کہ میں تو اس کا اہل نہیں، تم نوحؑ کے پاس جاؤ وہ خدا کا سب سے پہلا رسول کہا جاتا ہے۔ لوگ حضرت نوحؑ کے پاس آئیں گے وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور کہیں گے میں تو اہل نہیں، اور کہیں گے کہ ابراہیم کے پاس جاؤ کہ اللہ نے انھیں اپنا خلیل کہا ہے۔ وہ بھی اپنی خطاؤں کا ذکر کریں گے اور کہیں گے موسیٰ کے پاس جاؤ کہ خدا نے ان سے آپ باتیں کی ہیں اور ان پر توریت جیسی کتاب سب سے

پہلے اُتاری ہے۔ وہ موسیٰؑ کے پاس آکر درخواست کریں گے تو وہ بھی اپنے قتل کے گناہ کا ذکر کر کے کہیں گے۔ میں بھی اس کا اہل نہیں، تم رُوح کے پاس جاؤ وہ اللہ کی رُوح اور اس کا کلمہ ہیں۔ عیسیٰؑ بھی یہی کہیں گے کہ نہیں میں اس قابل نہیں تم محمدؐ ہی کے پاس پہنچو۔ آں حضرت فرماتے ہیں کہ اب لوگ میرے پاس آئیں گے اور خدا نے مجھے تین شفاعتوں کا حق دیا اور وعدہ فرمایا ہے۔ اب میں جنّت کی طرف چلوں گا حلقۂ باب کو کھٹکھٹاؤں گا۔ دروازۂ جنّت کھلے گا مجھے خوش آمدید کہا جائے گا۔ میں جنّت میں داخل ہو کر خدا کی طرف نظر اُٹھاؤں گا، سجدے میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ مجھے تحمید و تمجید کی اجازت دے گا کہ کسی کو ایسی تحمید نہیں سکھائی تھی، پھر فرمائے گا۔ اے محمدؐ! سر اُٹھاؤ، کیا شفاعت کرتے ہو کرو! تمھاری شفاعت سُنی جائے گی۔ تمھارا سوال پورا کیا جائے گا۔ میں اپنا سر اُٹھاؤں گا تو اللہ پوچھے گا کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں کہوں گا یا رب تو نے مجھے شفاعت کا حق دیا ہے۔ اہلِ جنّت کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما کہ وہ داخلِ جنت ہو سکیں۔ تو فرمائے گا۔ اچھا میں نے اجازت دی۔ یہ لوگ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ خدا کی قسم تم جنّت کے اندر اپنے مساکن اور اپنے ازواج کو اس سے جلد پہچان لوگے جتنا کہ دنیا میں پہچانتے ہو۔ ہر آدمی کو بہتّر بیویاں ملیں گی، دو اولادِ آدم میں سے اور ستّر حوروں میں سے۔ اِن دو کو اُن ستّر حُوروں پر فضیلت حاصل رہے گی ان حوروں پر کیونکہ دنیا میں ان نیکو کار عورتوں نے خدا کی بڑی بڑی عبادت کی تھی۔ وہ ایک کے پاس آئے گا تو وہ ایک یاقوت کے مکان میں موتیوں سے آراستہ سونے کے تخت پر بیٹھی ہوگی جو سندس اور استبرق کے ستّر جنّتی حُلّے پہنے ہوگی۔ وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے گا تو اپنے ہاتھ کا عکس اس کے سینہ کے ورے اس کے کپڑوں، جسم اور گوشت کے ورے ہوتا ہوا دوسری طرف دکھائی دے گا۔ جسم اس

قدر مصفا ہو گا کہ پنڈلی کا گودا نظر آتا ہو گا۔ گویا تم یاقوت کی چھڑی کو دیکھ رہے ہو۔ اُس کا دل اِس کے لئے آئینہ بنا ہو گا اور اِس کا دل اس کے لئے۔ نہ یہ اُس سے تھکیگا نہ وہ اِس سے تھکیگی۔ وہ جب کبھی اس عورت کے پاس آئے گا اس کو باکرہ پائے گا۔ نہ یہ اس کی خستگی کی شکایت کرے گا نہ وہ اس سے خستگی کی شکایت کرے گی ایسے میں آواز آئے گی کہ ہمیں علم ہے کہ تم میں سے کسی کا جی بھرے گا نہیں، لیکن تیر دوسری ازواج بھی تو ہیں چنانچہ وہ باری باری سے اُن کے پاس آئے گا اور جس کسی کے پاس وہ آئے گا، کہے گی کہ خدا کی قسم جنت میں تجھ سے زیادہ خوبتر کوئی نہیں اور نہ میرے پاس تجھ سے زیادہ کوئی محبوب تر ہے لیکن جب اہلِ نار دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو آگ کسی کے تو قدموں تک ہو گی اور کسی کے نصف ساق تک اور کسی کے گھٹنوں اور کمر تک اور چہرے کو چھوڑ کر کسی کے پورے جسم تک۔ کیونکہ چہرے پر آگ حرام کر دی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ یارب! میری اُمت کے اہلِ دوزخ کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ تو فرمائے گا کہ نکال لو دوزخ سے جن اپنے اُمتیوں کو تم جانتے ہو۔ چنانچہ کوئی اُمتی بچا نہ رہے گا پھر شفاعتِ عام کی اجازت ملے گی۔ چنانچہ ہر نبی اور ہر شہید اپنی اپنی شفاعتیں پیش کریں گے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں دینار کے وزن کے برابر بھی ایمان ہو، اُس کو دوزخ سے نکال لو۔ پھر فرمائے گا اگر دو ثلث دینار برابر بھی ہو۔ فرمائے گا اگر ثلث دینار برابر بھی ہو۔ اگر چوتھائی دینار برابر بھی ہو۔ پھر قیراط برابر بھی۔ پھر رائی کے برابر بھی اگر ہو چنانچہ سب دوزخ سے نکال لئے جائیں گے۔ پھر وہ بھی جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بھی کارِ خیر کیا ہو۔ اب کوئی باقی نہ رہے گا جو قابلِ شفاعت ہو۔ حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ کی اِس رحمتِ عامّہ کو دیکھ کر ابلیس کو بھی طمع ہو گی کہ کوئی اُس کی بھی شفاعت کرے اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اب ایک میں باقی رہ گیا ہوں میں تو سب رحم کرنے والوں میں بڑا رحم کرنے والا ہوں چنانچہ جہنم میں وہ اپنے ہاتھ ڈالے گا اور ایسے لاتعداد دوزخیوں کو نکال لے گا جو جل کر کوئلوں کی طرح ہو گئے ہوں گے۔ انھیں جنت کی ایک نہر میں جس کو نہرِ حیوان کہتے ہیں ڈالا جائے گا۔ وہ از سرِ نو ایسے سر سبز ہو جائیں گے جیسے جھیل کے کنارے کے نباتات۔ دھوپ انھیں پہنچے تو سبز دکھائی دیں اور سایے میں ہوں تو زرد معلوم ہوں۔ وہ شاداب سبزیوں کی طرح اُگ آئیں گے اور ذرّات کی طرح پھیلے ہوں گے ان کی پیشانیوں پر لکھا ہو گا "خدا کے آزاد کردہ جہنمی" اس تحریر سے اہلِ جنت ان سے متعارف ہو جائیں گے کہ انھوں نے کچھ نیک کام کئے تھے۔ ایک عرصہ تک جنت میں وہ اسی طرح رہیں گے۔ پھر خدا سے درخواست کریں گے کہ یارب! یہ تحریر مٹا دے۔ چنانچہ مٹا دیجائے گی۔

یہ مشہور حدیث ہے اور طویل تر ہے، بہت غریب ہے اور متفرق احادیث میں متفرق ٹکڑے ہیں۔ بعض باتیں قابلِ نکارت ہیں۔ اسمٰعیل بن رافع قاضی مدینہ اس کی روایت کے منفرد ہیں اس کی صحت میں اختلافات ہیں بعض نے اس کی توثیق کی ہے اور بعض نے ضعیف قرار دیا ہے۔ بعض نے انکار کیا ہے۔ جیسے احمد بن حنبل، ابو حاتم رازی، عمر بن علی فلاس۔ بعض نے متروک کہا ہے ابنِ عدی کہتے ہیں کہ یہ ساری حدیث قابلِ غور ہے اور اس کے سب راوی ضعیف ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے اسناد میں کئی وجوہ سے اختلاف ہے۔ میں نے اس کو علیحدہ ایک جُزو میں بیان کر دیا ہے۔ اس کا سیاقِ عبارت بھی عجیب ہے۔ احادیث کثیرہ ملا کر ایک حدیث بنا لیا گیا ہے اور اس کو ایک ہی سیاق قرار دے لیا گیا۔ اِسی لئے وہ قابلِ انکار ہو گئی۔ میں نے اپنے استاذ حافظ ابو الحجاج المزی سے سُنا ہے کہ یہ ولید بن مسلم کی ایک تصنیف ہے جس کو اُس نے

جمع کر رکھا ہے۔ گویا کہ یہ شواہد ہیں بعض الگ الگ حدیثوں کے۔ واللہ اعلم۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ
اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو
اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ
معبود قرار دیتا ہے؟ بے شک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم
فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٨٠﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ
صریح غلطی میں دیکھتا ہوں۔ اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیمؑ کو
اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ
آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں تاکہ وہ عارف ہو جائیں اور تاکہ
لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٨١﴾ فَلَمَّا جَنَّ
کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں۔ پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی
عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ
تو انھوں نے ایک ستارہ دیکھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔ سو جب
فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٨٢﴾
وہ غروب ہو گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔
فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ
پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔
فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ
سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے
لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا
تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ پھر جب
رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ
آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب
اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ
میں بڑا ہے۔ سو جب وہ غروب ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا بے شک میں
بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٨٤﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ
تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ میں اپنا رخ اس کی
وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔
حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٥﴾
اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔

ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے باپ کا نام آزر نہیں تھا بلکہ تارخ تھا۔ قولہ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ الخ۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آزر سے صنم مراد ہے۔ ابراہیمؑ کے باپ کا نام تو تارخ اور ماں کا نام شانی اور بیوی کا نام سارہ تھا اور حضرت اسماعیل کی ماں کا نام جو ابراہیمؑ کی کنیز تھیں، ہاجرہ تھا۔ علماء نسب میں سے اکثر کا یہی قول ہے۔ آزر نام تھا ایک بت کا۔ چونکہ حضرت ابراہیمؑ کے والد اس بت کے خادم اور پجاری تھے اس لئے یہی نام ان پر غالب آگیا تھا۔ واللہ اعلم۔

ابن جریر وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ طریق کلام ان لوگوں کی گفتگو میں ایک عیب کی بات اور ناروا کلام سمجھا جاتا تھا اس لفظ آزر کے معنی ہیں ٹیڑھا۔ لیکن کسی سے اس کی روایت نہیں پیش کی اور نہ کسی سے اس کو منسوب کیا ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ معتمر بن سلیمان نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سُنا کہ وہ آزر کے معنی اعوج یعنی ٹیڑھا بتلاتے تھے اور یہ ایک سخت کلمہ ہے جس کو ابراہیمؑ نے کہا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ درست تو یہ ہے کہ ان کے باپ کا نام آزر تھا پھر نسب جاننے والوں کا اعتراض پیش کرکے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے باپ کا نام تارخ تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ ممکن ہے دو نام ہوں جیسا کہ اکثر لوگوں کے ہوتے ہیں یا ایک نام لقب اور عرف کے طور پر ہو، یہ ایک جیّد وجہ ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔ اور قولِ باری میں قاریوں کا اختلاف ہے۔ حسن بصری اور ابو یزید مدنی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے آزر! کیا تم بتوں کو خدا قرار دے رہے ہو؟ گویا آزر کو منادی بنایا ہے اور جمہور اس کو فتح سے پڑھتے

ہیں۔ حسن بصریؒ کے نزدیک پیش سے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لفظ ایک معرفہ اور عَلَم ہے، اِس بنا پر غیر منصرف سمجھا جائے گا۔ اور گویا قول لِاَبِیْہِ سے بدل ہے اور اسی بنا پر منصوب ہے یا عطف بیان سمجھا جائے اور یہی زیادہ ٹھیک ہو سکتا ہے اور جو لوگ اس کو لغت قرار دیتے ہیں جیسے اَحمر اور اَسود غیر منصرف ہیں۔ لیکن جن کا یہ گمان ہے کہ وہ محمول ہونے کی بنا پر منصوب ہے کیونکہ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا کی تقدیر یوں ہوئی کہ یَا اَبَتِ اَتَتَّخِذُ اٰزَرَ اَصْنَامًا اٰلِهَةً یعنی اے باپ! کیا آزر بُتوں کو تم خدا بناتے ہو۔ لیکن لغت کے لحاظ سے یہ قول بعید ہے اس لئے کہ جو حرف استفہام کے بعد ہو وہ اپنے ماقبل پر عمل نہیں کیا کرتا ہے کیونکہ اس حرف استفہام کے لئے تو صدر کلام چاہیئے۔ ابنِ جریر وغیرہ نے اس کی تقریر و تصدیق کی ہے اور قواعدِ عربیہ میں یہی مشہور ہے مقصود یہ ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ کو نصیحت کی۔ عبادتِ اصنام پر ان کی مخالفت کی انھیں اُس سے روکا۔ لیکن ان کے باپ باز نہ آئے۔ انھوں نے کہا کیا تم نے صنم کو خدا بنا لیا؟ میں تو تم کو اور تمھارے مسلک پر چلنے والوں کو بڑی گمراہی میں پاتا ہوں۔ اس سے بھٹکتے رہو گے بلکہ حیرت اور جہل میں رہو گے۔ ان کو جہالت و گمراہی میں قرار دینا ہر صاحبِ عقلِ سلیم کے لئے ایک دلیل واضح ہے۔

ارشادِ باری ہے کہ، قرآنِ حکیم میں ابراہیم (علیہ السلام) کا ذکر دیکھو۔ وہ صدّیق اور نبی تھے۔ اپنے باپ سے انھوں نے کہا تھا کہ "اے باپ! اس کی عبادت نہ کرو، جو نہ سُنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ تمھارا کوئی کام نکالتا ہے۔ اے باپ! خدا کی طرف سے مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے جو تمھیں نہیں ہوا۔ اِس لئے میری بات سُنو! میں تمھیں بالکل سیدھا راستہ بتا دُوں گا۔ اے باپ! شیطان کی عبادت نہ کرو۔ شیطان خدا کا دشمن ہے۔ اے باپ! سخت اندیشہ ہے کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ اور تم شیطان کے دوست قرار پاؤ گے" تو آزر نے جواب دیا کہ "اے ابراہیم! کیا تم میرے خداؤں سے رُوگرداں ہو؟ اگر تم اِس روش سے باز نہ آؤ گے تو میں تمھیں سنگسار کر دوں گا اور تمھیں بالکل چھوڑ دوں گا" تو ابراہیمؑ نے کہا "سلام عرض ہے، میں خدا سے تمھارے لئے استغفار کروں گا۔ میرا خدا بڑا مہربان ہے لیکن میں تم کو بھی چھوڑتا ہوں اور تمھارے معبودانِ باطل کو بھی میں تو خدا ہی سے اپنا رابطہ جوڑوں گا۔ ممکن ہے کہ خدا میری دُعا میں مجھے ناکام نہ رکھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ تاحیات اپنے باپ کے لئے استغفار کرتے رہے اور جب باپ شرک پر ہی مَر گیا اور حضرت ابراہیمؑ کو معلوم ہو گیا کہ شرک کے لئے استغفار کام نہیں دیتا تو استغفار کرنا چھوڑ دیا۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ ابراہیم کا استغفار اپنے باپ کے لئے تو صرف اِس وجہ سے تھا کہ اُس نے باپ سے وعدہ کر لیا تھا لیکن جب ابراہیم کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا عدو ہے تو اس سے بیزاری ظاہر کی۔ بے شک حضرت ابراہیمؑ بڑے خدا پرست اور حلیم تھے۔ حدیثِ صحیح میں وارد ہے کہ قیامت کے روز ابراہیمؑ اپنے باپ سے ملیں گے تو آزر اُن سے کہے گا کہ "اے بیٹے! آج میں تمھاری نافرمانی نہ کروں گا" تو ابراہیمؑ اپنے رَبّ سے عرض کریں گے کہ "اے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن ذلیل نہ کرے گا۔ اور آج میرے لئے اس سے بڑی اور کونسی رُسوائی ہو سکتی ہے کہ میرا باپ اِس حال میں ہے" تو ارشاد فرمایا جائے گا کہ اے ابراہیمؑ تم اپنے پیچھے دیکھو تو وہ اپنے باپ کو دیکھنے کے بجائے ایک بجّو کو دیکھیں گے، جو کیچڑ میں لتھڑا ہوا ہے اور اُس کی ٹانگیں پکڑ کر اُس کو دوزخ کی طرف کھینچا لیجایا جا رہا ہے۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہم اس طرح ابراہیمؑ کو آسمان و زمین کے ملکوت پیشِ نظر کر دیتے ہیں اور اس کی نظر میں یہ دلیل قائم کر دیتے

ہیں کہ کس طرح وحدانیتِ خدائے عزّوجل پر زمین و آسمان کے خلق کی بنیاد ہے جس سے یہ دلیل لی جا سکتی ہے کہ خدا کے سوا کوئی اور ربّ نہیں۔ ایسی ہی دلالت فی النظر کو ملکوت کہتے ہیں۔ کیونکہ دلالت فی النظر سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ ہی کو حاصل رہی۔ جیسا کہ فرمایا اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور دوسری جگہ ہے اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ الخ یعنی، لوگوں کو آسمان و زمین کی مخلوق پر عبرت کی نظر کرنی چاہیئے، انھیں اپنے آگے پیچھے زمین و آسمان کو دیکھنا چاہیئے۔ اگر ہم چاہیں تو انھیں زمین میں دھنسا دیں اور چاہیں تو آسمان سے ٹکڑا اُن پر گرا دیں، رغبت اور رُجوع کرنے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں؛ لیکن ملکوت کے بارے میں ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ابراہیمؑ کی نگاہوں کے سامنے آسمان پھٹ گئے تھے اور ابراہیمؑ آسمان کی سب چیزوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچی اور ساتوں زمینیں اِن کے لئے کھل گئیں اور وہ زمین کے اندر کی چیزیں دیکھنے لگے۔ بعض نے اِس مضمون کا بھی اضافہ کیا ہے کہ وہ لوگوں کے معاصی کو بھی دیکھنے لگے تھے۔ اور ان گنہگاروں پر بد دُعا کرنے لگے تھے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ نہیں اے ابراہیم میں تم سے زیادہ اپنے بندوں پر کریم ہوں، کیا عجب کہ بعد کو وہ توبہ کرلیں اور رجوع کرلیں۔ ابن عباسؓ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ابراہیمؑ کو اپنی قدرت سے آسمان و زمین کی چھپی ہوئی اور علانیہ ساری چیزیں دِکھلا دیں، اُن سے کچھ بھی چھپا نہ رہا۔ اور جب وہ اصحابِ گناہ پر لعن کر رہے تھے تو فرمایا کہ ایسا نہیں اور اُن کی بد دُعا کو رَدّ کر دیا۔ پھر وہ حسبِ سابق ہو گئے اس لئے محتمل ہے کہ اُن کی نگاہوں پر سے پردہ ہٹ گیا ہو اور نہاں ان کے لئے عیاں ہو گیا ہو اور یہ بھی محتمل ہے کہ اس کو دل کی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ چنانچہ خدا کی حکمتِ باہرہ اور دلالتِ قاطعہ کو معلوم کر لیا ہو۔ جیسا کہ امام احمدؒ اور ترمذیؒ سے مروی ہے کہ عالمِ خواب میں خدا ایک بہترین شکل میں میرے پاس آیا اور فرمانے لگا اے محمدؐ ملاءِ اعلیٰ میں کیا بحث ہو رہی ہے؟ میں نے کہا یا رب میں نہیں جانتا تو اس نے اپنا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا کہ اس کی اُنگلیوں کی ٹھنڈک میں اپنے سینہ میں پانے لگا۔ اب ہر چیز مجھ پر کھل گئی۔ اور میں سب کچھ دیکھنے لگا۔ اور قول پاک وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں واؤ زائد ہے۔ اس کی تقدیر یوں ہوئی کہ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ یعنی بغیر واؤ کے، جیسا کہ اس آیت میں وَکَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ اِس میں الآیات کے بعد واؤ زائد ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ زائد نہیں ہے بلکہ سابقہ بات کی بنیاد پر بات کو اُٹھایا گیا ہے۔ یعنی ہم نے اس پر ملکوت ظاہر کر دیا تاکہ وہ دیکھ لے اور یقین بھی کر لے۔ اَب قولِ باری ہے کہ جب تاریک رات ہو گئی تو ابراہیمؑ نے جب ستارے کو دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہو گا لیکن جب وہ غائب ہو گیا تو کہا کہ ڈوب جانے والوں کو تو میں پسند نہیں کرتا نہ غائب ہو جانے والی چیز خدا ہو سکتی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ نے جان لیا کہ خدا وہ ہونا چاہیئے جو زائل نہ ہو۔ پھر جب چاند کو روشن دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہو گا۔ وہ بھی ڈوب گیا تو کہا یہ بھی خدا نہیں، اگر سچا خدا میری رہنمائی نہ فرمائے تو میں گمراہ ہی ہو جاؤں گا۔ پھر جب سورج کو طالع دیکھا تو کہا یہ روشن ہے اور سب سے بڑا ہے لیکن وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے، اے قوم! میں تو دست بردار ہوتا ہوں تمھاری اِن تمام چیزوں سے جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ اب میں نے تو اپنا رُخ کر لیا ہے اُس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ اب میں بالکل اُس کا ہوں اور مُشرکین میں سے نہیں ہو سکتا اور اپنی عبادت و پرستش اُسی کے لئے خاص کرتا ہوں جس نے آسمان

اور زمین کو پیدا کیا ہوا ہے حالانکہ اُس کی کوئی نظیر تخلیق کے وقت اُس کے سامنے نہ ہوگی۔ اِس طرح میں شرک سے توحید کی طرف آتا ہوں۔ مفسّرین نے اِس مقام میں اختلاف کیا ہے کہ کیا یہ حضرت ابراہیم ؑ کا مقامِ غور وفکر ہے یا قوم سے مناظرہ کا مقام ہے اور وہ قوم سے ایک مناظرہ کرنے والے کے موقف میں آکر سوال کر رہے ہیں۔ ابنِ عباس اس کو ابراہیم ؑ کا مقامِ غور وفکر قرار دیتے ہیں۔ اِس قول سے استدلال کرتے ہوئے کہ اگر میرا رب ہی مجھے ہدایت نہ فرمائے تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ ابراہیم ؑ نے اُس وقت کہا تھا جب کہ وہ پہلی دفعہ اس غار سے باہر نکلے جس میں کہ اُن کی ماں نے انھیں جنا تھا۔ کیونکہ نمرود بن کنعان کے خوف سے ولادت کے وقت وہ غار میں گھس گئی تھیں۔ نمرود سے منجّمین نے کہا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے کہ جس کے ہاتھوں تمھارا ملک برباد ہوگا۔ تو اس نے حکم دے رکھا تھا کہ اِس سال جتنے لڑکے پیدا ہوں، سب قتل کر دیئے جائیں۔ اُمِّ ابراہیم جب حاملہ ہوئیں اور وقتِ وضعِ حمل قریب آیا تو وہ شہر کے باہر کے ایک غار میں چلی گئیں اور لڑکے کو وہیں چھوڑ کر چلی آئیں۔ اِس سلسلے میں وہ بہت سی خارقِ عادات چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ اِسی بُنیاد پر مفسرینِ سلف و خلف نے بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیم ؑ کا اپنی قوم سے یہ بیان بہ حیثیت ایک مناظرہ کے ہے اِس عقیدہ کو باطل کرنے کے لئے کہ تم جو ہیاکل و اصنام کو پوجتے ہو یہ سب ہیچ ہیں۔ چنانچہ مقامِ اوّل میں وہ عبادتِ اصنام سے متعلق اپنے باپ کی خطا ظاہر کرتے ہیں یہ اصنام انھوں نے فرشتوں کی شکل کے بنا رکھے تھے تاکہ یہ پتلے خالقِ عظیم کے سامنے اُن کی شفاعت کریں حالانکہ یہ بُت خود ان کی اپنی نظروں میں بھی حقیر اور بے معنی تھے۔ لیکن وہ گویا ملائکہ کی عبادت کر کے یہ چاہتے تھے کہ وہ رزق اور دوسری ضروریات سے متعلق خدا کے

پاس ان کی سفارش کیا کریں چنانچہ اس مقام میں ان کی خطا اور گمراہی ظاہر کی گئی ہے یہ ہیاکل سات ستاروں کے تھے یعنی قمر، عطارد، زہرہ، شمس، مریخ، مشتری، زحل سب سے زیادہ چمکدار ستارہ شمس ہے، پھر قمر ہے، پھر سب ستاروں میں روشن تر زہرہ ہے۔ چنانچہ حضرت نے سب سے پہلے اسی ستارہ زہرہ کو لیا اور قوم کو بتایا کہ الٰہیت کی ان ستاروں میں صلاحیت نہیں یہ خود پابند ہیں ان کی رفتار معیّن مقدر ہے۔ یہ سیدھے یا بائیں ذرا بھی اپنے اختیار سے نہیں جھک سکتے۔ یہ تو اجرامِ فلکی ہیں، جنھیں اللہ نے روشن بنا کر پیدا کیا ہے اور اِس میں اُس کی بڑی حکمت پوشیدہ ہے (یہ ستارے مشرق سے نکلتے ہیں پھر مشرق و مغرب کا درمیانی راستہ طے کرتے ہیں پھر نگاہوں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ دوسری رات پھر ظاہر ہوتے ہیں ایسی چیزیں جو اپنی عادتِ مستمرہ پر پابند ہوں، خدا کیسے ہو سکتی ہیں) پھر وہ قمر کی طرف آتے ہیں، اور زہرہ کے بارے میں جو بیان کیا تھا وہی بیان کرتے ہیں پھر شمس کا ذکر کرتے ہیں اور ان تین اجرام سے جب الٰہیت کا انتفاء فرماتے ہیں جو اجرامِ فلکی میں روشن ترین تھے اور دلیلِ قاطع سے اپنا دعوٰی ثابت کر چکتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے قوم میں تو اِن چیزوں سے بری ہوں جن کو تم شریکِ خدا ٹھہراتے ہو۔ اگر یہ خدا ہیں تو اِن سب کو مددگار بنا کر تم میری مخالفت کرو اور ذرا بھی میرے ساتھ رعایت نہ کرو میں تو فاطر السمٰوات و الارض کا ہو چکا ہوں، میں تمھاری طرح شرک نہ کروں گا۔ میں تو اِن اشیاء کے خالق کو پوجوں گا جو اُن کا مخترع ہے مسخّر ہے مُدبّر ہے، ہر شئے کا رشتۂ انقیاد اسی کے ہاتھ میں ہے، جیسا کہ فرمایا "تمھارا رب فقط وہی ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین کو پیدا کیا پھر عرش پر مستولی ہو گیا۔ رات کو دن سے اور دن کو رات سے ڈھانپتا ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے آ جا رہا ہے۔ سورج، چاند اور تارے سب اُسی کے زیرِ فرمان ہیں۔ خلق و امر کا مالک

وُہی ہے، وہ ربُّ العالمین ہے بڑی برکتوں والا۔"

چنانچہ یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ ابراہیمؑ اس مقام پر نظرِ غور وفکر ڈالے اور شرک کے خیالات میں پہلے مبتلا ہو جائے حالانکہ اللہ تعالےٰ نے ان کے حق میں فرمادیا ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو پہلے ہی سے ہدایت بخش رکھی ہے۔ ہم اس کو خوب جانتے ہیں۔ وہ خود اپنے باپ اور قوم سے کہتے تھے کہ یہ کیا مورتیاں ہیں جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ اور فرمایا کہ ابراہیمؑ یکسُو ہوکر خدا کی پرستش کرنے والا اور بہت مخلص بندہ ہے۔ اس نے کبھی شرک نہیں کیا۔ وہ خدا کی نعمتوں پر شکرگزار ہے اللہ نے اس کو برگزیدہ بنایا ہے اور اس کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور دنیا میں بھی اس کو خوبیاں اور نیکیاں عطا فرمائیں اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہے۔ پھر ہم تمھاری طرف اے نبی! وحی بھیجتے ہیں کہ ملّتِ ابراہیم کی پیروی کرو! وہ حنیف تھا مشرک نہیں تھا۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کہدو اے نبی! کہ میرے رب نے صراطِ مستقیم کی مجھے ہدایت فرمائی ہے، جس پر کہ ابراہیمؑ قائم تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صؐ نے فرمایا کہ ہر مولود فطرت پر خلق ہوتا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے بندوں کو حنیف پیدا کیا ہے یعنی خدا ہی کا ہوکر رہنے والا۔ اور فرمایا اللہ تعؔ کی فطرت وہ ہے جس پر کہ انسان کی پیدائش ہوئی اور جو چیز جیسی پیدا کردی گئی، اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی اور فرمایا: وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي۔ جس کے معنی ایک قول کی رُو سے یہی ہیں، جیسے کہ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کے ہیں جس کا بیان آئے گا۔ یعنی یہ کہ لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے فطرت اللہ پر پیدا کیا ہے اللہ کی تخلیق کی تبدیلی نہیں۔ جب یہ خداپرستی کی فطرت اور اعترافِ عبودیت تمام ہی مخلوق کے بارے میں ہے تو ابراہیم خلیل اللہ کے بارے میں کیسے نہ ہوا اور وہ خدا شناسی کے بارے میں متفکر اور متردّد کیسے ہوسکتے ہیں وہ تو فطرتِ سلیم کے لحاظ سے بہترین ہستی تھے۔ بلکہ بلاشک بات یہی ہے کہ وہ اس مقام میں اپنی قوم سے مناظرہ اور مباحثہ فرما رہے ہیں اور جس شرک میں وہ لوگ مبتلا تھے، ان کے خیالات کو دلیل اور بُرہان کے ذریعہ دُور کررہے ہیں۔ یہ بات نہیں کہ خود متردّد ہیں

وَحَاۗجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَاۗجُّوْۗنِّىْ فِي اللّٰهِ

اور اُن سے اُن کی قوم نے حجت کرنا شروع کی آپ نے فرمایا کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے حجت کرتے ہو

وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ

حالانکہ اس نے مجھ کو طریقہ بتلا دیا ہے اور میں اُن چیزوں سے جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا

بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ شَيْــــًٔـا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ

ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے

كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ۸۰

علم میں گھیرے ہوئے ہے۔ کیا تم پھر خیال نہیں کرتے

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ

اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے

اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ

کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ تعؔ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی سو ان دو

اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ۸۱

جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے، اگر تم خبر رکھتے ہو۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے

ع ۹/۱۲/۱۵ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ ۸۲

ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ ۭ

اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم کو اُن کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب

حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۸۳﴾

بڑا علم والا بڑا حکمت والا ہے۔

اللہ پاک خلیل ابراہیمؑ کے بارے میں ذکر فرماتا ہے جب کہ آپ توحید سے متعلق اپنی قوم سے مناظرہ کر رہے تھے، اور آپ اپنی قوم سے فرما رہے تھے کہ کیا تم خدا کے بارے میں مجھ سے جھگڑ رہے ہو، وہ تو واحد یکتا ہے وہ مجھے حق کی طرف بصیرت و ہدایت فرما چکا ہے اور میں اس کی یکتائی پر دلائل رکھتا ہوں۔ پھر تمہارے اقوالِ فاسدہ اور شبہاتِ باطلہ کی طرف کیسے توجہ دے سکتا ہوں۔ تمہارے قول کے بطلان پر میرے پاس دلیل ہے۔ تمہارے یہ خود ساختہ بُت تو کسی بات پر اثر انداز نہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ میں نہ ان سے ڈرتا ہوں نہ ذرّہ بھر ان کی پروا کرتا ہوں۔ اگر یہ بُت میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں تو اچھا بگاڑ دیکھیں بلکہ مجھے سنبھلنے کے لئے ذرّہ بھر مُہلت بھی نہ دیں۔ قولہ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا ہاں خدا ہی اگر کچھ بگاڑنا چاہے تو بگاڑ سکتا ہے۔ تمام اشیاء پر اس کا احاطۂ علم وسیع ہے۔ کوئی چیز اُس سے مخفی نہیں۔ میں جو کچھ بیان کرتا ہوں، تم اس سے کچھ بھی عبرت نہیں لیتے؟ تاکہ ان کی عبادت سے باز آئیں۔ یہ صورتِ احتجاج بالکل ایسی ہی ہے جیسی ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے پیش کی تھی۔ اور اس قومِ عاد کا قصہ قرآن میں موجود ہے کہ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ الخ یعنی اے ہودؑ تم نے کوئی معجزہ تو پیش نہیں کیا، خالی تمہارے کہنے سے کیا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں گے، ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ تم پر ہمارے خداؤں کی کوئی لعنت برسی ہے، تو ہودؑ نے کہا میں خدا کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں خدا سے نہیں بلکہ خدا کے ساتھ تم دوسرے خداؤں کو جو شریک کر دیتے ہو، ان سے بری ہوں۔ اب تم اور تمہارے بُت سب مل کر خوب میری بُرائی چاہو نہ کوئی کسر اُٹھائے رکھو، نہ مجھے مہلت دو۔ میرا بھروسہ تو میرے رب پر ہے جو تمہارا بھی رب ہے وہ تو ہر جاندار کو اپنے پاس پکڑ بُلائے گا۔ پھر آیت زیرِ ذکر میں فرماتا ہے کہ میں آخر تمہارے اِن اصنامِ باطلہ سے کیوں ڈروں، جب تم خود اِس بات سے نہیں ڈرتے ہو، جو دوسروں کو شریکِ خدا ٹھہرا رہے ہو۔ جس کی تمہارے پاس کوئی دلیل ہی نہیں، جیسے کہ ایک جگہ فرمایا اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا الخ نیز فرمایا: اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ الخ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ پس تم ہی بتاؤ کہ تمہاری اور میری جماعت میں سے حق پر کون ہے؟ کیا وہ خدا جو سب کچھ کر سکتا ہے یا وہ جو ذرّہ بھر نفع و ضرر کا مالک نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کا پیوند نہیں لگایا۔ امن و اطمینان تو انھیں کا حق ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ انھوں نے اپنی عبادت شائبۂ شرک سے خالص رکھی تھی، دنیا و آخرت پر انھیں کا قبضہ ہے۔

بخاری میں عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب آیت وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ نازل ہوئی تو اصحاب نے کہا، یا رسول اللہؐ کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کرلیا ہے تو آیت نازل ہوئی اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ یعنی ظلمِ عظیم جو ہے وہ شرک ہے۔ جب آیت مندرجہ بالا نازل ہوئی تھی اور لوگوں کو غلط فہمی ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تم جیسا سمجھتے ہو ویسا نہیں۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ عبدِ صالح یعنی لقمان حکیم نے کہا تھا يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ یعنی ظلم سے مُراد شرک ہے۔ عبد اللہ سے مروی ہے کہ جب لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ آیت اُتری تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا کہ تم انھیں ایماندار لوگوں میں سے ہو۔ جریر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک وقت

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے اور جب مدینہ سے باہر ہوئے تو ایک سوار ہماری طرف آتا ہوا دکھائی دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سوار تمھیں سے ملنے کے لئے آرہا ہے۔ جب وہ ہم تک پہنچا تو ہمیں سلام کہا۔ حضرت ؐ نے پوچھا۔ کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا اپنے اہل وعیال اور اپنے قبیلہ والوں کے پاس سے پھر آپ نے کہا، کہاں جاؤ گے؟ کہا رسول اللہ ؐ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہو میں ہی اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا۔ یا رسول اللہ ؐ! مجھے ایمان کی تعلیم دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہو کہ خدا کے سوا دوسرا کوئی خدا نہیں اور یہ کہ محمد ؐ خدا کے رسول ہیں، اور نماز پڑھا کرو، زکوٰۃ دیا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور حج کرو! اس نے کہا مجھے اِن سب باتوں کا اقرار ہے۔ پھر جب وہ روانہ ہوچکا تو اس کے اونٹ کا پاؤں جنگلی چوہے کے ایک سوراخ میں پھنس گیا اور اونٹ گر پڑا اس کے ساتھ ہی یہ سوار بھی گر پڑا اور اُس کا سر پھٹ گیا، گردن ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا مجھ پر اُس کی دیکھ بھال ضروری ہے۔ ساتھ ہی عمار بن یاسر رضؓ اور حذیفہ نے دوڑ کر اُسے اُٹھایا پھر کہنے لگے یا رسول اللہ ؐ یہ تو مر چکا۔ آپ دوسری طرف پلٹ گئے۔ پھر فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اس کی طرف سے رُخ کیوں پلٹا۔ میں نے دو فرشتوں کو دیکھا تھا کہ جنت کے پھل اس کے منہ میں دے رہے ہیں جس سے میں سمجھ گیا کہ وہ بھوکا مرا ہے۔ پھر رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ یہ اُن لوگوں میں سے تھا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ظلم یعنی شرک کو شامل نہیں کرتے۔ پھر فرمایا، اپنے بھائی کا انتظام کرو۔ چنانچہ ہم نے اس کو غسل دیا کفن پہنایا خوشبو ملی اور جب قبر کی طرف لیجانے لگے تو حضرت تشریف لائے پھر قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ بغلی قبر بناؤ، کھلی نہ رکھو ہماری قبریں بغلی ہوتی ہیں اور کھلی قبریں دوسروں کی۔ اور یہ اُن لوگوں میں سے تھا جو بہت ہی تھوڑا عمل کر کے اجرِ کثیر حاصل کر لیتے ہیں تفصیل کے ساتھ ابن عباس رضؓ یوں بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ؐ کے ساتھ چل رہے تھے کہ ایک اعرابی سامنے سے آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ؐ! قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ میں اپنے وطن اپنی اولاد اور اپنے مال کو چھوڑ کر آرہا ہوں تاکہ آپ کے ذریعہ ہدایت حاصل کروں، اور اس طرح آپ تک پہنچا ہوں کہ زمین کی گھانس پات راہ میں کھاتا ہوا آیا۔ اب مجھے دین سکھائیے! آپ نے اس کو دین سکھایا اس نے قبول کیا۔ ہم اس کے اطراف جمع ہو گئے وہ چلنے لگا تو اُس کے اونٹ کا پاؤں جنگلی چوہے کے بِل میں پھنس گیا وہ گر پڑا اور دھکے سے اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ تو حضرت ؐ نے فرمایا خدا کی قسم اُس نے سچ کہا تھا کہ اپنے وطن اور بال بچوں کو چھوڑ کر وہ مجھ سے صرف ہدایت اور دین حاصل کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس نے تعلیماتِ دینی حاصل کر لی۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس نے ایامِ سفر زمین کی صرف گھانس پات کھا کر گزارے تھے۔ اُس نے عمل کیا تھوڑا اور اجر پایا بہت۔ کیا تم نے ان لوگوں کے بارے میں سُنا، جنھوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم شرک کو شامل نہیں کیا۔ یہی لوگ امن اور اطمینانِ قلب کے حقدار ہیں۔ یہی اصل ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ انھیں میں سے تھا۔

عبد اللہ بن سخبرہ سے روایت ہے کہ حضرت ؐ نے فرمایا "جس کو دیا گیا اور اس نے شکر کیا اور جس کو نہ دیا گیا اور اس نے صبر کیا، اور جس نے ظلم کیا پھر مغفرت طلب کی، اور جس پر ظلم ہوا اور اس نے بخش دیا۔ اتنا کہہ کر آپ خاموش ہوگئے۔ تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ؐ اس کو کیا ملے گا تو آپ نے فرمایا کہ، یہی لوگ خدا کی طرف سے امن کے اندر آگئے، ہدایت یافتہ یہی ہیں۔ اور قولِ پاک وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ یعنی ہم نے ابراہیم کو اپنی قوم سے مناظرہ کرنا اور دلیلیں لانا سکھایا۔ مجاہد وغیرہ اس آیت سے حسب

ذلیل دلیل پیش کر رہے ہیں۔ وہ باری تعالیٰ نام لیتے ہیں۔ یعنی یہ حجت ابراہیمی کہ میں تمہارے معبودوں سے کیوں ڈروں جب کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے نہیں ڈرتے۔ جس کی کوئی سند اور دلیل ہی نہیں۔ اب تم خود ہی جان لو کہ دونوں میں سے کس نے اپنا زیادہ بچاؤ کر لیا ہے۔ اللہ نے اس کو امن و ہدایت کا نام دیا ہے۔ پھر فرمایا: اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا (الیٰ آخرہ) پھر اس کے بعد فرمایا: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۔ یہاں درجات کا لفظ بالاضافہ اور بلا اضافہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ یوسف میں ہے اور بات دونوں طرح یکساں ہے۔ اور قولہ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۔ یعنی وہ اپنے اقوال میں حکیم ہے اور اپنے افعال میں علیم ہے یعنی جس کو چاہے ہدایت کرے اور جس کو چاہے گمراہ ہونے دے جیسا کہ فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (الخ) یعنی جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ متحقق ہو چکا ہے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ خواہ کیسی ہی نشانی انہیں کیوں نہ بتائی جائے کہ عذابِ الٰہی سے انہیں سابقہ نہ پڑے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ

اور ہم نے اُن کو اسحٰق دیا اور یعقوب۔ ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ

اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوح کو ہدایت کی اور ان کی اولاد میں سے داؤد کو

وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى

اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو

وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٤﴾

اور ہارون کو، اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ

اور نیز زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو، سب

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

پورے شائستہ لوگوں میں تھے۔ اور نیز اسماعیل کو اور یسع کو

وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٦﴾

اور یونس کو اور لوط کو، اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی۔

وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ

اور نیز ان کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو، ﴿٨٧﴾

وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اور ہم نے ان کو مقبول بنایا اور ہم نے ان کو راہِ راست کی ہدایت کی۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ

اللہ کی ہدایت وہ یہی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کی ہدایت

مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ

کرتا ہے۔ اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٨﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ

اعمال کیا کرتے تھے ان سب اکارت ہو جاتے۔ یہ ایسے تھے کہ ہم نے ان کو

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ

کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تھی۔

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا

سو اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لئے ایسے بہت لوگ مقرر

قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ اُولٰۗىِٕكَ

کر دیئے ہیں جو اس کے منکر نہیں ہیں۔ یہ حضرات ایسے تھے

الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۭ

جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی ان ہی طریق پر چلئے،

قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ هُوَ

آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ یہ تو صرف تمام

اِلَّا ذِكْرٰي لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٠﴾

جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اسحٰق جیسا بیٹا بخشا حالانکہ بڑھاپے کے سبب وہ اور ان کی بیوی سارہ اولاد سے مایوس ہو چکے تھے۔ فرشتے ان کے پاس آئے اور قوم لوط کی

طرف بھی وہ جارہے تھے۔ فرشتوں نے میاں بیوی کو اسحاق کی ولادت کی بشارت دی۔ بیوی حیران ہو کر رہ گئیں اور کہا "ہے ہے اب میرے بچہ ہوگا۔ میں بڑھیا، میرا شوہر شیخ فانی یہ کیسی عجیب بات ہے؟" تو فرشتوں نے کہا "اے بی بی! کیا خدا کے کاروبار پر تعجب کرتی ہو؟ —— اے گھر والو! خدا کی رحمت اور برکتیں تم پر ہیں"۔ چنانچہ فرشتوں نے انھیں یہ بھی بشارت دی کہ وہ نبی بھی ہوگا اور اس کی نسل بھی بڑھے گی، یعنی فرمایا: وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ اور یہ بڑی بشارت اور بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ فرمایا فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ۔ یعنی اس مولود اسحاق کو تمھاری حیات ہی میں لڑکا ہوگا اور تمھاری آنکھیں جیسے بیٹے سے ٹھنڈی ہوں گی۔ پوتے سے بھی ٹھنڈی ہونگی کیونکہ بقاءِ نسل کے ثبوت کے سبب پوتے کی ولادت سے خوشی اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔ بوڑھے اور بڑھیا کی اولاد میں جب شک ہو سکتا ہے کہ ضعف کی وجہ سے ان کے بچہ نہیں ہو سکتا، تو بیٹے اور پھر پوتے جس کا نام یعقوب ہوگا، اس کو خوشی کیسے نہ ہوگی۔ یعقوب کا اشتقاق عقب سے ہے یعنی اسحاق کے بعد اس کے عقب میں بھی آنے والا۔ یہ صلہ ہے ابراہیم کا جس نے اپنے وطن اور قوم کو چھوڑا، ان کے شہروں سے ہجرت کر کے عبادتِ الٰہی کی خاطر دُور دراز چل دیا۔ اس کی جزا ان کی صلبی اولاد صالحین تھی تاکہ ان سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ جیسا کہ فرمایا۔ جب ابراہیمؑ نے اپنی قوم اور ان کے معبودوں کو چھوڑا، تو ہم نے ان کو اسحاق و یعقوب عطا کئے اور دونوں کو نبی بنایا۔ اور یہاں فرمایا: وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا۔ اور پھر فرمایا: وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ۔ یعنی اس سے پہلے ہم نوح کی ہدایت کر چکے تھے اور ہم نے ابراہیمؑ کو صالح نسل عطا فرمائی اور اسحاق اور یعقوب اِن دونوں کو خصوصیتِ عظیمہ حاصل ہے۔ لیکن نوحؑ کہ جب اللہ تعالیٰ نے سارے اہلِ زمین کو غرق کر دیا بجز اُن کے جو نوحؑ پر ایمان لا چکے تھے اور ان کے ساتھ سفینے میں بیٹھ چکے تھے، یہ باقی لوگ ہی نوحؑ کی ذرّیت تھے اور ساری دُنیا کے لوگ ان کی ذریت ہیں، اور ابراہیمؑ کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوا بجز اُن افراد کے جو اُن کی ذرّیت میں تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نبیوں میں سے یہ بھی ہیں جن پر انعامِ الٰہی ہوا۔ آدم کی اولاد میں سے اور جنھیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں لے لیا تھا اور ابراہیم و اسرائیل کی اولاد میں سے اور جنھیں ہم نے ہدایت کی تھی اور پسند کر لیا تھا۔ ان کے سامنے جب آیاتِ الٰہی پڑھی جاتی ہیں تو روتے اور گڑگڑاتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

اِس آیتِ کریمہ میں وَمِن ذُرِّيَّتِهِ سے مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کی ذرّیت کو بھی ہدایت دی یعنی داؤد اور سلیمان کو بھی۔ لیکن اگر ذُرِّيَّتِهِ کی ضمیر کو نوح کی طرف پھیریں کہ قریب تر نوح کا لفظ ہی ہے اور ضمیر اقرب کی طرف ہی جاتی ہے تو یہ بات تو صاف ہے کوئی اشکال نہیں۔ ابن جریرؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ لیکن اگر ضمیر ابراہیم کی طرف پھیریں کہ سیاقِ کلام ایسا ہی ہے تو یہ تو بہت اچھا ہے لیکن اشکال یہ ہے کہ ابراہیمؑ کی اولاد کے سلسلے میں لوط کا لفظ بھی آیا ہے اور لوط ابراہیمؑ کی اولاد میں سے نہیں ہیں بلکہ ان کے بھائی ہارون بن آزر کے بیٹے ہیں کیا عجب کہ غلبہ اور اکثریت کے طور پر ان کی ذرّیت کے ضمن میں ذکر کر دیا گیا ہو۔ جیسا کہ اس قولِ باری میں بھی ہے: أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ یہاں آباءِ یعقوب کے سلسلہ میں اسماعیل کا بھی نام آگیا حالانکہ اسماعیل تو ان کے چچا تھے۔ یہ سلسلۂ کلام میں غلبۂ اکثریت کی بنا پر ہوا۔ اور اسی طرح کی دوسری آیت ہے: فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ إِلَّا إِبْلِيسَ۔ جہاں

ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا اور مخالفت کی مذمت کی گئی وہاں ابلیس کو بنا بر غلبہ ملائکہ میں شامل قرار دے کر استثنیٰ کیا گیا۔ کیونکہ وہ ملائکہ کے ساتھ تشابہ رکھتا تھا، ورنہ تو ملک نہیں تھا جنوں میں سے تھا اس کی طبیعت ناری تھی اور فرشتوں کی طبیعت نوری تھی۔ نیز اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ذریتِ ابراہیمؑ یا نوحؑ کے سلسلے میں لایا گیا ہے۔ گویا انھیں بھی ابراہیمؑ کی نسل میں کہا گیا۔ اس دلیل کی بنا پر کہ بیٹی کی اولاد بھی آدمی کی نسل ہی میں سے سمجھی جاتی ہے۔ اب اگر عیسیٰؑ کو ابراہیمؑ سے کوئی تعلق ہے تو صرف اس بنا پر کہ ان کی ماں مریم ابراہیمؑ کی نسل سے تھیں، ورنہ حضرت عیسیٰؑ کے تو باپ تھے ہی نہیں۔ کہتے ہیں کہ حجاج نے یحییٰ بن یعمر سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم کہتے ہو کہ حسن اور حسین ذریتِ نبی میں سے ہیں حالانکہ وہ علی رضؓ اور ابوطالب کی ذریت سے ہیں اور پھر یہ بھی دعویٰ کرتے ہو کہ اس کا ثبوت قرآن سے ہے۔ میں نے قرآن کو اوّل سے آخر تک پڑھا کہیں اس کو نہ پایا۔ تو ابن یعمر نے کہا کہ کیا تم نے سورۂ انعام میں نہیں پڑھا کہ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ حتیٰ کہ وہ یحییٰ اور عیسیٰ تک پڑھتے چلے گئے۔ کہا کہ ہاں پڑھا ہے۔ کہا کہ عیسیٰؑ کو ذریتِ ابراہیم میں بتایا گیا ہے اور حالانکہ وہ باپ نہیں رکھتے تھے۔ صرف بیٹی کے تعلق سے ذریت میں قرار دیا گیا۔ تو پھر بیٹی کے تعلق سے حسن اور حسین ذریتِ نبی میں کیوں نہ ہوں (حجاج نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو۔)

اسی لئے جب کوئی آدمی اپنی میراث کو اپنی ذریت کے نام پر وصیت کرتا ہے یا وقف یا ہبہ کرتا ہے تو اس ذریت میں اولادِ بنات بھی داخل سمجھی جاتی ہے۔ لیکن جب وہ اپنے بیٹوں کے نام سے دیتا ہے یا وقف کرتا ہے تو خاص صلبی بیٹے ہی مستحق ہوتے ہیں یا پوتے۔ اور دوسروں نے تو کہا ہے کہ اس میں اولادِ بنات بھی داخل ہے کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہؐ نے حسن بن علی کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرا دے گا اور جنگ کا فتنہ دب جائے گا۔ چنانچہ حسن کو ابن کے لفظ سے تعبیر کیا جو دلالت کرتا ہے کہ وہ اولاد میں داخل سمجھے جا سکتے ہیں۔ اور قولِ باری وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ یہاں اُن کی نسل اور نسب دونوں کا ذکر ہے اور ہدایت و برگزیدگی اُن سب پر شامل ہے۔ اسی لئے فرمایا: وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ یعنی ہم نے اُن کو چُن لیا اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کی۔ پھر فرمایا: ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ یعنی یہ بات ان کو اللہ کی توفیق اور اس کی ہدایت کے سبب حاصل ہوئی ہے وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اگر وہ شرک کریں گے تو ان کے سارے اعمالِ نیک سلب کر لئے جائیں گے۔

یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ امرِ شرک کس قدر سخت ہے اور اس کی برائی کی اہمیت کتنی زبردست ہے۔ جیسا کہ فرمایا: وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ الخ یہ جملہ محلِ شرط میں ہے اور شرط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ واقع ہی ہو، جیسے کہ فرمایا: قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ الخ یعنی اگر خدا کی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے ماننے والا ہوں۔ اور فرمایا: لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا الخ یعنی اگر کھیل تماشا بنانا ہی چاہتے تو اپنے پاس سے ہی بنا لیتے۔ اور فرمایا: لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا الخ یعنی اگر اللہ تعالیٰ اولاد کا ہی ارادہ کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چُن لیتا، لیکن وہ اس سے پاک ہے اکیلا اور غالب ہے۔

اور زیرِ ذکر آیتِ کریمہ میں ارشاد ہے کہ انھیں لوگوں کو ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت دی اور اپنے بندوں

پر اُن کے سبب نعمت وکرم مبذول فرمایا۔ پس اگر وہ نبوت کا انکار کریں تو ان اہلِ مکّہ اور قریش پر ہم ایسے لوگوں کو مسلّط کر دیں گے جو انکار نہیں کریں گے اور ہمارے شکر گزار بندے ہوں گے۔ اب خواہ وہ غیر قریش عرب و عجم ہوں یا اہلِ کتاب ہوں، ان پر ہم مہاجرین و انصار کو مسلّط کر دیں گے۔ وہ ہماری کسی بات کا انکار نہیں کرتے ہیں اور نہ کوئی بات رَدّ کرتے ہیں۔ بلکہ قرآن کی سب باتوں پر خواہ وہ آیتیں محکم ہوں یا متشابے ہوں ایمان رکھتے ہیں پھر اپنے رسول سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ وہ انبیاء مذکور اور اُن کے آباء و ذرّیت و اخوان ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے۔ تو اب تم انھیں کی اقتداء اور اتباع کرو۔ جب رسول کے لئے یہ حکم ہے تو اُن کی امّت تو اُن کی تابع ہے۔

ابنِ عباس رضؓ سے سوال کیا گیا کہ کیا سورۂ (ص) میں سجدہ ہے؟ تو فرمایا ہاں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ یا فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ط پھر کہا کہ وہ انھیں کے گروہ میں سے ہے۔ اور قولہٗ تعالیٰ: قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا۔ یعنی میں تم سے اپنا کوئی حقِ تبلیغ نہیں مانگتا، مجھے کچھ نہیں چاہئے اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ۔ یہ تو دنیا جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے تاکہ گمراہی سے ہدایت حاصل کرلیں۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ

اور ان لوگوں نے اللہ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی جبکہ یوں

اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ط قُلْ مَنْ

کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز بھی نازل نہیں کی۔ آپ یہ کہیئے کہ وہ

اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا

کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ ؑ لائے تھے جس کی یہ کیفیت

وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ

ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لئے وہ ہدایت ہے جس کو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا

تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ج وَعُلِّمْتُمْ

ہے جن کو ظاہر کر دیتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی باتیں

مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ط قُلِ

تعلیم کی گئی ہیں جن کو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ لا ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ (۹۱)

نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے مشغلۂ بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے!

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ

اور یہ بھی ایسی ہی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا جو بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلی

الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى

کتابوں کی تصدیق کرنے والی۔ ہے اور تاکہ آپ مکہ والوں کو اور آس پاس والوں کو

وَمَنْ حَوْلَهَا ط وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

ڈرائیں۔ اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں ایسے

بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ

لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز

يُحَافِظُوْنَ (۹۲)

پر مداومت رکھتے ہیں۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ جب انھوں نے رسول کی تکذیب کی تو خدا کا حقِ تعظیم ادا نہیں کیا۔ عبداللہ بن کثیر کہتے ہیں کہ یہ آیت قریش کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہود کے بارے میں ہے۔ یا یہ کہ انھیں کے ایک آدمی فنحاص کے بارے میں ہے یا مالک بن صیف کے بارے ہیں۔ اِن بے سمجھوں کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کتاب نہیں اُتاری۔ شانِ نزول کے بارے میں پہلی بات زیادہ صحیح ہے اِس لئے کہ آیت مکیہ ہے اور یہود تو اِس بات کے قائل نہ تھے کہ انسان پر کوئی کتاب نہیں اُتری کیونکہ وہ توریت کے اُترنے کے قائل ہیں اور اہلِ وطن قریش اور عرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر تھے۔ اِس حجّت میں کہ آپ بشر ہیں اور بشر پر کتاب نہیں اُتری جیسا کہ فرمایا: اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ

اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ۔ یعنی لوگوں کو تعجب کیوں ہے اگر ہم انھیں میں سے کسی پر وحی بھیجیں کہ لوگوں کو کفر سے ڈراؤ اور ارشاد ہے وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى الخ یعنی جب اُن کے پاس ہدایت پہنچی تو ایمان لانے سے جو چیز مانع تھی وہ یہ کہ ان کا کہنا تھا کہ کیا خدا نے کسی بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو اے نبی! کہدو کہ ملائکہ اگر زمین پر چلتے پھرتے ہوتے تو ہم بھی آسمان سے کسی ملک ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔ اب یہاں اللہ پاک فرماتا ہے کہ انھوں نے اللہ کی قدر جیسا کہ چاہئے نہیں پہچانی۔ یعنی کہدیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہہ دو کہ کس نے کتاب اُتاری تھی موسیٰ پر جو لوگوں پر نور اور ہدایت ثابت ہوئی۔ موسیٰ کی پیش کی ہوئی کتاب توریت کس کی نازل کی ہوئی تھی۔ تم اور ہر کوئی یہ جانتا ہے کہ موسیٰ بن عمران کی کتاب خدا کی نازل کردہ تھی جس سے لوگ کشفِ مشکلات میں روشنی پاتے تھے، اور شبہات کی تاریکیوں میں سیدھی راہ کو ڈھونڈھ لیتے تھے۔ پھر فرمایا کہ تم توریت کو ورق ورق بنا کر لکھتے ہو لیکن اس میں لکھتے ہوئے تحریف و تبدیل بھی اپنی طرف سے کرتے جاتے ہو اور کہتے یہ ہو کہ یہ بھی خدا ہی کی آیت ہے اسی لئے فرمایا کہ کچھ تو حقیقی آیتوں کو ظاہر کر دیتے ہو اور اکثر کو چھپا دیتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ تم نے وہ کچھ جان لیا جس کو نہ تم جانتے تھے نہ تمھارے اسلاف۔ یعنی کس نے اُتارا اس قرآن کو جس نے تمھیں ساری گزشتہ خبریں بتا دیں اور ہونے والی باتوں کی پیش گوئی کر دی، جس کو نہ تم جانتے تھے نہ تمھارے باپ دادا۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ اس سے مُراد مشرکینِ عرب ہیں اور مجاہد کہتے ہیں کہ مسلمان مُراد ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اس سوال کے جواب میں تم آپ ہی جواب دے دو کہ خدا ہی نے نازل فرمایا اور وہ جس کو ابن عباسؓ نے کہا ہے وہ اس کلمہ کی تفسیر میں متعین ہے۔ ایسا نہیں جیسا کہ بعض متاخرین نے کہا ہے کہ قُلِ اللّٰهُ کے معنی یہ ہیں کہ تمھارا یہ خطاب ان کے لئے نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ کلمہ صرف ایک کلمہ یعنی لفظ اللہ ہے اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ ایک مفرد کلمہ بھی جملہ ہو سکتا ہے جو غیر مرکب ہو۔ لیکن کلمۂ مفردہ کالانا لغتِ عرب میں غیر مفید سمجھا گیا ہے اور اس پر سکوت نہیں ہو سکتا۔

اور قولِ باری تعالیٰ ہے کہ انھیں ضلالت و جہل میں بھٹکنے دو حتیٰ کہ موت کے سبب ان کی یقین کی آنکھیں کھل جائیں اور آخرِ کار وہ خدا کو جان لیں۔ اور قولِ باری ہے کہ یہ قرآن مبارک ہے اور توریت و انجیل کی تصدیق کرنے والا ہے اور تاکہ تم اس کے ذریعہ مکّے اور اس کے اطراف رہنے والے قبائلِ عرب کو اور عرب و عجم کے بنی آدم کو کفر و شرک کے بُرے نتیجہ سے ڈرا سکو۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا کہ قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۔ یعنی کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سارے انسانوں کی طرف خدا کا رسول بن کر آیا ہوں تاکہ تنبیہ کر سکوں اور انھیں بھی جن تک میرا پیام پہنچے۔ اور فرمایا کہ جو لوگ کفر کریں گے، ان کے لئے دوزخ کا وعدہ ہے۔ اور فرمایا تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ مبارک ہے وہ ذات جس نے قرآن کو نازل فرمایا اپنے رسول پر، تاکہ ساری دنیا جہان کے لئے وہ ڈرانے والا بنے اور فرمایا: وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔ یعنی اہلِ کتاب اور اَن پڑھ سب ہی لوگوں سے کہدو کہ اب بھی تم ایمان لاؤ گے یا نہیں، اگر وہ اسلام لائیں گے تو ہدایت پا لیں گے اور اگر روگردانی کریں گے تو کرنے دو، تمھارا کام بات کو صرف اُن تک پہنچا دینا تھا۔ اپنے بندوں سے خدا خوب واقف ہے اور صحیحین سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں بخشی گئی ہیں کہ مجھ سے

پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔ انھیں میں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی خاص اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں سارے دنیا جہان کے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور اسی لئے فرمایا وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ یعنی ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر وہ اس مبارک کتاب پر بھی ایمان لائے گا جو اے محمد صلعم! ہم نے تم پر اُتاری ہے۔ اور وہ مومنین ایسے ہیں کہ پابندی سے اپنی نماز ادا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے اوقات میں ادا کرنے کے لئے ان پر فرض کر دی ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ

اور اُس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تہمت لگائے یا یُوں کہے کہ مجھ پر

اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ

وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی اور جو شخص یوں کہے

سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى

کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں۔ اور اگر آپ اس وقت دیکھیں

اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے

بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ

اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔ ہاں اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ

ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ

عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ

جھوٹی باتیں بکتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے

تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى

تکبر کرتے تھے۔ اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آگئے جس طرح

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ

ہم نے اوّل بار تم کو پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اس کو اپنے پیچھے ہی

وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَ

چھوڑ آئے۔ اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں

كُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ

کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ

واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ہو گیا اور وہ تمہارا دعویٰ سب تم سے

تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ ع ۱۲

گیا گزرا ہوا۔

اللہ تعالیٰ پاک فرماتا ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا کہ وہ اس کے لئے شرکاء قرار دیتا ہے یا اس کے اولاد قرار دیتا ہے یا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رسول بنا کر بھیجا ہے، حالانکہ اللہ نے نہیں بھیجا اور اسی لئے فرمایا کہ " وہ کہتا ہے کہ مجھ پر بھی وحی بھیجی گئی ہے حالانکہ نہیں بھیجی گئی" عکرمہ اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مسیلمہ کذاب کے بارے میں اُتری ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے، جو کہتا ہے کہ میں بھی ایسا قرآن نازل کر سکتا ہوں جیسا کہ اللہ نے نازل کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی کے ساتھ معارضہ کرتا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا کہ " جب اُن کو ہماری آیتیں سُنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اُسے سُنا، لیکن اگر ہم چاہیں تو ایسا ہی ہم بھی کہہ سکتے ہیں" آیت زیرِ ذکر میں ارشاد ہے کہ کاش تم ان ظالموں کو سکرات اور کربات موت کے عالم میں دیکھتے، جب کہ ملائکہ مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھا رہے ہوں جیسا کہ فرمایا لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ یعنی مجھے قتل کرنے کے لئے اگر تو اپنا ہاتھ اُٹھائے بھی" (قصہ ہابیل و قابیل) اور فرمایا: يَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وہ اپنے ہاتھ اپنی زبانیں تمہاری طرف دراز کرتے ہیں تاکہ تمہیں مضرت پہنچائیں اور بُرا بھلا کہیں۔ ضحاک و ابوصالح کہتے ہیں کہ عذاب کے لئے ہاتھ اُٹھانا مراد ہے۔ جیسا کہ فرمایا " کاش تم دیکھتے

کہ مرنے والے کافروں کو ملائکہ ان کے چہروں اور پیٹھوں پر بوقت
مرگ مار رہے ہیں۔ اور اسی لئے فرمایا۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ
تاکہ ان کے جسموں سے اُن کی رُوحوں کو نکالیں۔ وہ فرشتے ان کافروں
سے کہیں گے کہ اپنی رُوحوں کو باہر نکالو۔ کافروں کا جب وقتِ مرگ
قریب آئے گا تو ملائکہ ان کو خبر دیں گے عذاب ونکال کا، بیڑیوں'
دوزخ اور حمیم کی، اور غضب رحمان کی، تو ان کی روح ان کے
جسم میں پھرنے لگے گی، نکلنے سے انکار کرے گی، تو ملائکہ ان کو
مارنے لگیں گے حتّٰی کہ روحیں نکل جائیں، اور کہیں گے کہ اپنی
رُوحیں نکال پھینکو! آج تمھیں بڑا ذلیل عذاب دیا جائے گا،
اس سزا میں کہ کیسے کیسے بہتان خدا پر تراشتے تھے۔ مومن
اور کافر کے وقتِ مرگ سے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی
ہیں۔ قولِ باری ہے کہ اللہ نے مومنین کو دنیا اور آخرت کی
زندگی میں قولِ ثابت کے ذریعہ ثابت و قائم رکھا ہے۔ ابنِ مردویہ
نے یہاں ایک بہت طویل حدیث سندِ غریب سے ذکر کی ہے۔ جو
ابن عباس رضؓ سے مروی بتائی گئی ہے۔ ارشادِ باری ہے تم ہمارے
پاس ایسے فرداً فرداً آؤ گے جیسے خلق اوّل میں پیدا کئے جاتے
ہو، اور یہ بات ان سے معاد میں فرمائی جائے گی۔ جیسا کہ فرمایا
کہ وہ اپنے رب کے سامنے صف بصف پیش کئے جائیں گے
اور اسی کیفیت میں آؤ گے جیسے کہ پہلے خلق کے وقت تھے
یعنی جیسا پیدا کیا تھا ویسے ہی اُٹھائے جائیں گے اور تم
اس بات کا انکار کرتے تھے اور اس یوم قیامت کو مستبعد
سمجھتے تھے۔ اور فرمایا کہ دُنیا میں تم نے جو مال و متاع جمع
کر رکھا تھا اس کو اپنے پیچھے چھوڑ آؤ گے۔ صحیح حدیث میں
ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال
ہے لیکن تیرا مال تو صرف اتنا ہی تھا جتنا کہ تو نے کھایا اور فنا
کر دیا، پہنا اور پُرانا کر دیا یا دوسروں کو دیا اور گویا باقی رکھ
لیا، اس کے سوا تیری ساری دولت دوسروں کے لئے ہے
اللہ پاک ابن آدم سے پوچھیگا، کہاں جمع کر رکھا ہے تو کہے گا
اے رب جمع کیا اور بڑھا کر وہیں چھوڑ کر آیا۔ پھر فرمایا کہ اس

دن کے لئے کیا آگے بھیجا۔ وہ دیکھے گا کہ کچھ بھی نہیں بھیجا۔
پھر فرمائے گا کہ تیرے وہ شفعاء کہاں ہیں جن کو تو سمجھتا
تھا کہ وہ میرے ساتھ شریک ہیں۔ اب وہ کیوں شفاعت
نہیں کرتے یہ اس کو ملامت اور سرزنش کی جارہی ہے کیونکہ
وہ دنیا میں اوثان اور اصنام کو پُوجتا تھا اور یہ سمجھتا تھا
کہ وہ اس کی حیاتِ دنیاوی اور حیاتِ آخرت میں فائدہ
بخش ہوں گے۔ قیامت کے روز تو سارے تعلقات ٹوٹ جائیں
گے۔ گمراہی ختم ہو جائے گی، بتوں کا راج جاتا رہے گا اور اللہ پاک
انسانوں سے خطاب کرے گا کہ تمھارے وہ بُت اب کہاں ہیں
جنھیں تم میرے شرکاء قرار دیتے تھے اور اُن سے کہا جائے گا
کہ اب تمھارے وہ معبودانِ باطل کہاں ہیں وہ کیا تمھاری
اس وقت کوئی مدد کر سکتے ہیں یا تم ان کی مدد کر سکتے ہو۔ اور
اسی لئے فرمایا کہ تمھارے ساتھ اب وہ شرکاء نہیں دکھائی
دے رہے ہیں جنھیں تم میرے پاس شفیع سمجھتے تھے اور انھیں بھی
مستحق سمجھتے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔ پھر فرمایا کہ تمھارے آپس
کے تعلقات اب سب قطع ہیں۔ بَيْنَكُمْ کو اگر رفع سے پڑھیں
یعنی بَيْنُكُمْ تو مُراد یہ ہوگی کہ تمھاری جماعتیں توڑ دی جائیں
گی اور اگر نصب سے پڑھیں تو مطلب ہوگا کہ باہمی اسباب
وتعلقات ختم ہو جائیں گے اور اصنام و انداد سے تم نے جو
امیدیں قائم کر رکھی تھیں وہ سب جاتی رہیں گی۔ جیسا کہ فرمایا
"اس وقت یہ معبودانِ باطل اپنے متبعین سے بیزاری ظاہر
کریں گے۔ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور اُن
کے باہمی تعلقاتِ نسب منقطع ہو جائیں گے اور ان کے متبعین
کہیں گے کہ کاش ہم پھر دنیا میں بھیجے جائیں تاکہ جس طرح ان
معبودوں نے ہم سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ ہم بھی ان سے
بیزار بنیں۔ دیکھو اللہ پاک کس طرح ان کے اعمال ان پر
حسرت بنا کر پیش کرتا ہے۔ اب یہ آگ سے نکل نہیں سکتے اور
فرمایا جب صور پھونک دیا جائے گا تو آپس میں حسب نسب
کچھ باقی نہ رہے گا نہ کوئی باپ نہ کوئی بیٹا اور نہ کوئی ایک

دوسرے کی پرستش کرے گا۔ اور فرمایا۔ تم جو دنیا میں ان کی پرستش کرتے تھے تو صرف دنیاوی زندگی میں محبت و مودّت کی خاطر پھر قیامت کے روز ایک دوسرے کا انکار کر بیٹھے گا اور آپس میں لعنت و ملامت کرنے لگیں گے۔ تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور کوئی تمہاری مدد کو نہ اُٹھے گا۔ اور فرمایا اپنے شریکوں کو بلاؤ۔ وہ بلائیں گے تو ان کی طرف سے کوئی جواب نہ پائیں گے۔ اور فرمایا کہ جس روز ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے تو مشرکین سے ہم کہیں گے.... (تا آخر) اس سے متعلق قرآن میں بہت کثیر التعداد آیتیں ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ فٰلِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَیَّ

بیشک اللہ تو پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو، وہ جاندار کو بیجان سے

مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ؕ

نکال لاتا ہے اور وہ بیجان کو جاندار سے نکالنے والا ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ

اللہ یہ ہے سو تم کہاں اُلٹے چلے جا رہے ہو۔ وہ صبح کا

الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ

نکالنے والا ہے۔ اور اُس نے رات کو راحت کی چیز بنائی ہے اور سورج

وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۹۶﴾

اور چاند کو حساب سے رکھا ہے۔ یہ ٹھہرائی ہوئی بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر ہے بڑے علم والا ہے

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا

اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا۔ تاکہ تم اُن کے ذریعے اندھیروں

فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ

میں خشکی میں بھی اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو۔ بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول

لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾

کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو خبر رکھتے ہیں۔

اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ زمین میں بوئے ہوئے دانے کو وہ اوپر لا کر چیر دیتا ہے اور اس میں سے مختلف نوع کی سبزیاں اور روئیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن کے رنگ الگ، شکلیں الگ اور ذائقے الگ۔ اور اسی فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ ایک بیجان چیز کے اندر سے ایک جاندار چیز یعنی نباتات پیدا کرتا ہے اور جاندار کے اندر سے بیجان چیز نکالتا ہے۔ جیسے بیج اور حبوب کہ بیجان چیزیں ہیں جو جاندار پودے کے اندر پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا سمجھنے کے لئے یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ زمین تو ہوتی ہے خشک اور مُردہ لیکن پانی برسا کر ہم اُسے پھر زندہ کر دیتے ہیں اور اس سے اناج اور غلہ پیدا کرتے ہیں جسے تم کھاتے ہو۔ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ یہ فٰلِقُ الْحَبِّ پر معطوف ہے۔ پھر اس کی تفسیر کی گئی۔ پھر آیت مُخْرِجُ الْمَیِّتِ کو اس پر عطف کیا گیا۔ یہ ساری عبارت آپس میں متقارب ہے سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ بے جان انڈے سے جاندار مُرغی کا پیدا کرنا مُراد ہے یا اس کا عکس کوئی مُراد لیتا ہے کہ فاجر سے ولد صالح اور مرد صالح سے ولد فاجر مُراد ہے کیونکہ نیک بمنزلہ زندہ کے ہے اور بد بمنزلہ مُردہ کے۔ اس کے سوا اور بہت سے اُمور مُراد ہو سکتے ہیں۔

فرمایا ہے کہ ان سب کا فاعل اللہ وحدہٗ لاشریک ہے تو پھر تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو، حق سے مُنہ موڑتے ہو، غیر خدا کی پرستش کرتے ہو۔ وہ روشنی اور تاریکی کا پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ ابتدائے سورت میں فرمایا کہ اسی نے تاریکی اور روشنی بنائی یعنی ان کی روشنی کے اندر سے رات کی تاریکی نکالی، پھر رات کے اندر سے دن نکالا جس نے سارے اُفق کو روشن کر دیا۔ رات ختم ہو گئی تاریکی جاتی رہی۔ دن چمک اُٹھا جیسا کہ فرمایا کہ رات دن کو ڈھانک دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ اشیاءِ متضاد کی تخلیق پر اپنی قدرتِ کاملہ کا بیان فرماتا ہے اسی لئے فرمایا کہ رات کے اندر سے دن کو چیر کر نکالنے والا ہے اور اسی طرح اس کے برعکس۔ اور رات کو تاریکی اور محلِ سکون بنایا تاکہ ساری چیزیں اس میں سکون، چین

اور راحت لے سکیں۔ جیسا کہ فرمایا، قسم ہے دن کی روشنی کی اور قسم ہے رات کی جو تاریک تر ہو جاتی ہے اور فرمایا، قسم ہے رات کی جو گھٹا ٹوپ تاریکی بن جاتی ہے اور دن کی قسم ہے جو خوب روشن ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا، قسم ہے دن کی جب اس کی ضیا خوب پھوٹ پڑتی ہے اور رات کی جو ساری دنیا کو گھیر لیتی ہے۔ صہیب رومیؓ کی بیوی ان کی کثرتِ شب بیداری کی شکایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ، اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے رات کو محلِ سکون بنایا لیکن صہیبؓ کے لئے نہیں، کیونکہ صہیبؓ کو جب جنت یاد آتی ہے تو اس کے شوق میں رات رات بھر نہیں سوتے اور عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اور جب دوزخ یاد آتی ہے تو اُن کی نیند ہی اُڑ جاتی ہے۔ ابن ابی حاتم نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور فرمایا کہ سورج اور چاند اپنے اپنے ضابطہ اور حساب سے چلتے رہتے ہیں ان کے قانونِ رفتار میں ذرہ بھر تغیر نہیں ہوتا نہ اِدھر اُدھر بھٹکتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک کی منازل مقرر ہیں سردیوں اور گرمیوں میں اپنے اپنے اصول پر چلتے رہتے ہیں اور اِسی مرتبہ قاعدے سے دن اور رات گھٹتے اور بڑھتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا، اسی خدا نے سُورج کو روشن تر بنایا اور چاند کو ٹھنڈی روشنی دی اور اس کے گھٹنے بڑھنے کی منازل قرار دیں۔ اور فرمایا کہ نہ شمس، قمر سے ٹکراتا ہے اور نہ اُس سے آگے بڑھ جاتا ہے کہ رات کو بھی نمودار ہونے لگے، اور نہ رات دن کو آپکڑتی ہے۔ ہر ستارہ اپنے اپنے مدار اور محیط پر گردش میں ہے۔ اور فرمایا کہ شمس و قمر اور سب نجوم امرِ خداوندی ہی کے محکوم اور مسخر ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ خدائے عزیز و علیم کا قرار دادہ قانون ہے کہ کوئی اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ کوئی چیز اس کے علم سے ہٹ نہیں سکتی۔ خواہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ ہی کیوں نہ ہو۔

جہاں کہیں اللہ تعالےٰ نے خلقِ لیل و نہار اور خلقِ شمس و قمر کا ذکر فرمایا ہے تو کلام کو عزیز و علیم ہی کے الفاظ پر ختم فرمایا ہے۔ جیسا کہ یہاں بھی ہے اور جیسا کہ فرمایا، ان کے سمجھنے کے لئے یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ رات جس کے اندر سے ہم دن نکالتے ہیں، وہ ان کے لئے کیسی تاریک رہتی ہے اور سورج بھی اپنی ہی قرارگاہ پر حرکت کر رہا ہے اور اپنے مستقر کی طرف جا رہا ہے یہ خدائے عزیز و علیم کا قرار دادہ معیار ہے۔ جب اللہ پاک نے اول سورۂ حٰمٓ السجدۃ میں خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کا ذکر فرمایا تو ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اس آسمان کو چراغوں سے مزین کر رکھا ہے اور یہی چراغ دنیا کی حفاظت کا کام دیتے ہیں۔ یہ تقدیر عزیز و علیم ہے۔ اور فرمایا کہ اُس نے تمھارے لئے ستارے بنا رکھے ہیں تاکہ جب تم بحر و بر کی تاریکیوں میں ہو تو ان سے راہ شناسی کا کام لو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ستارے ایک تو آسمان کی زینت ہیں اور دوسرے یہ کہ شیاطین کو اس سے رجم کیا جاتا ہے اور تیسرے یہ کہ ان سے ظلماتِ بحر و بر میں راستہ پہچانا جاتا ہے۔ بعض سلف نے کہا ہے کہ نجوم کا مقصد صرف یہی تین چیزیں ہیں اس سے زیادہ اور کوئی مقصد اگر ان کا کوئی سمجھے تو اس نے خطا کی خدا کی آیات پر اضافہ کیا۔ پھر فرمایا کہ ہم نے اپنی آیتیں بہت تفصیل و وضاحت سے بیان کی ہیں تاکہ لوگ کچھ عقل پکڑیں اور حق کو پہچان کر باطل سے اجتناب کریں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا

ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چندے رہنے کی۔ بیشک ہم نے دلائل خوب

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ

کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہے جس نے

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ

پانی برسایا پھر ہم نے اُس کے ذریعہ سے ہر

كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ

قسم کے نبات کو نکالا پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے

حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ

چڑھے ہوئے نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے درختوں سے یعنی اُن کے گپھے میں سے خوشے ہیں

دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ

جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور انگوروں کے باغ اور زیتون

وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ اُنْظُرُوْٓا

اور انار جو کہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے۔ ایک ہر

اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ

پھل کو دیکھو جب پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو، ان میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾

دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ اسی نے تم کو ایک رُوح یعنی آدم سے پیدا کیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ اے لوگو! اُس خدا سے ڈرو جس نے آدم کو بنایا اور اُس سے اس کی بیوی کو اور پھر ان دونوں سے بے انتہا مرد اور عورتیں پیدا کیں۔ اور فرمایا کہ پھر تم قرار پذیر ہوتے ہو، اور پھر دوسری جگہ سونپ دئے جاتے ہو۔ اس جملہ کے معنی میں مفسرین کے اختلافات ہیں۔ ابن مسعود اور ابن عباس وغیرہ کہتے ہیں کہ مستقر سے مُراد رحم مادر ہے اور مُستودع سے مُراد پشتِ پدر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستقر سے مراد قرارگاہِ دنیا اور مستودع سے مراد آخرت بعد از موت۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ "استقرار فی الارض" اور "ودیعت بعد مرگ" مُراد ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ مرنے پر جو عمل رُک گئے یہ مستقر ہے اور مستودع دارِ آخرت ہے۔ لیکن قولِ اوّل زیادہ درست ہے۔ ہم سمجھنے والوں کے لئے بات کو کس قدر واضح کر کے بیان کرتے ہیں پھر فرمایا اسی نے آسمان سے پانی برسایا جو مبارک ہے اور بندوں کے لئے رزق مہیا کرتا ہے۔ مخلوق کی مدد کرتا ہے

اسی سے ہم ہر قسم کی نباتات اُگاتے ہیں، جیسا کہ فرمایا کہ پانی ہی سے ہر شے زندگی پاتی ہے، اسی سے زراعت اور سرسبز درخت اُگتے ہیں، انھیں درختوں میں پھر دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ہم انھیں کے اندر سے ایسے دانے نکالتے ہیں جو ایک سے ایک جُڑے ہوتے ہیں جنھیں خوشے اور گچھے کہتے ہو۔ درخت خرما میں خوشہ دار ڈالیاں ہوتی ہیں۔ قنوان قنو کی جمع ہے جس کے معنی ہیں تازہ خرما کے گچھے جو قریب قریب اور ایک دوسرے کے ساتھ جُڑے جڑے ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ قنوان دانیہ سے چھوٹے چھوٹے درختِ خرما جن کے خوشے زمین سے لگے ہوں مُراد ہیں، اہلِ حجاز تو اُسے "قنوان" کہتے ہیں۔ لیکن بنو تمیم کے قبیلہ والے "قنیان" (یا کے ساتھ) کہتے ہیں اور یہ "قنو" کی جمع ہے جیسے "صنوانٌ"، صنو کی جمع ہے۔ پھر فرمایا کہ "انگور کے باغات" یعنی انگور کے باغات ہم زمین پر پیدا کرتے ہیں۔ خرما اور انگور کا ذکر فرمایا کیونکہ یہی دونوں اہلِ حجاز کے بہترین ثمر سمجھے جاتے ہیں، بلکہ ساری دنیا کے بہترین ثمر ہیں۔ اللہ پاک اپنے احسان کا ذکر فرماتا ہے کہ اِن خرما اور انگور کے پھلوں سے تم شراب بناتے ہو، اور اچھی غذا اپنے لئے تیار کرتے ہو۔ یہ آیت تحریم خمر سے پہلے کی ہے۔ اور فرمایا کہ زمین میں ہم نے خرما اور انگور کے باغات بنائے اور فرمایا کہ زیتون اور انار کے بھی باغات جو پتوں اور شکل کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متشابہ اور قریب ہیں لیکن پھل اور شکل اور ذائقہ اور طبیعت کے لحاظ سے بالکل مختلف ہیں۔ پھر فرمایا کہ جب وہ پک جائے تو اس کے پھل کی طرف دیکھو۔ یعنی خدا کی قدرت میں تفکر کرو کہ کس طرح ان کو عدم سے وجود میں لایا جاتا ہے پھل بننے سے پہلے یہ بھی جلانے کی لکڑی تھی۔ پھر یہی لکڑی خرما اور انگور اور دوسرے میوے بن گئی، جیسا کہ فرمایا کہ زمین پر گنجان درخت اور انگور اور زراعت کے باغات میں جو خوشہ دار بھی ہیں اور غیر خوشہ کی بھی۔ سب کو

پانی ایک ہی قسم کا ملتا ہے لیکن کھانے میں ایک بہت افضل ہوتا ہے دوسرے سے۔ اسی لئے یہاں فرمایا کہ، اے لوگو! اس میں خدا کی قدرت و حکمت کی کمال دلالتیں ہیں، اس کو ایمان دار لوگ ہی سمجھتے ہیں اور خدا و رسول کی تصدیق کرتے ہیں۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَ

اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے؟

خَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَهُ

اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض بلا سند تراش رکھی ہیں، وہ پاک اور

وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۶ ۱۲ ۱۸

برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

یہاں مشرکین کا رد ہے جو عبادت میں خدا کے ساتھ غیر کو شریک کرتے ہیں اور شیطان کی پرستش کرنے لگتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ وہ تو اصنام کی پرستش کرتے تھے پھر شیطان کی پرستش کا کیا مطلب؟ تو جواب یہ ہے کہ، یہ بتوں کی پرستش کرتے بھی تھے تو شیطان کے بہکانے اور اس کی اطاعت کرنے کی بنا پر، جیسا کہ فرمایا۔ وہ خدا کو چھوڑ کر عورتوں کی پرستش کرنے لگے (یعنی ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہہ کر ان ملائکہ اناث کو پوجنے لگے) وہ تو محض شیطان سرکش کی عبادت کرتے ہیں۔ جس نے کہا تھا کہ اے خدا میں تیرے بندوں کا ایک بڑا حصہ اپنی طرف کھینچ لوں گا انھیں گمراہ کروں گا ان میں دور رس امیدیں پیدا کروں گا۔ میں انھیں حکم دوں گا اور وہ مویشیوں کے کان کاٹ دیا کریں گے۔ میں انھیں ایسا ہی حکم کروں گا تاکہ وہ تیری بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں۔ اور جس نے خدا کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا ولی اور سرپرست بنالیا، وہ بہت کھلے خسارے میں رہا۔ وہ ان مشرکین سے بڑے خوش آئند وعدے کرتا ہے، دور رس تمنائیں ان میں پیدا کراتا ہے اور اس کے سارے وعدے دھوکا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ کیا تم شیطان اور اس کی ذرّیت کو اپناتے ہو، حالانکہ تم کو تو میرا دامن پکڑنا چاہیئے تھا۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ اے باپ! کیا تم شیطان کی عبادت کرتے ہو، شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اور جیسا کہ فرمایا اے بنی آدم! کیا میں نے تمھیں بتا دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ تم میری ہی عبادت کرو، یہی صراطِ مستقیم ہے اور ملائکہ قیامت کے روز کہیں گے۔ تو پاک ہے، تو ہمارا ولی ہے۔ یہ مشرکین اگرچہ ہمیں "بنات اللہ" کہہ کر پوجتے رہے لیکن ہمیں ان سے کوئی تعلق نہیں، یہ تو در اصل شیطان کو پوجتے رہے۔ اسی لئے آیت زیرِ ذکر میں فرمایا کہ ان مشرکین نے شیاطین کو خدا کا شریک ... دیا۔ حالانکہ ان کو بھی اللہ واحد ہی نے پیدا کیا ہے۔ پس وہ خدا کے ساتھ خدا کی مخلوق کو بھی کیسے پوجتے ہیں جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ، کیا تم انھیں چیزوں کو پوجنے لگے ہو جن کو خود اپنے ہاتھوں سے بنایا، حالانکہ تم کو بھی اور تمھاری ان مصنوعات کو بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ تم مفرد بالعبادت ہو کر خدائے لاشریک سے تعلق رکھو پھر فرمایا کہ انھوں نے بے سمجھی سے خدا کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا ڈالیں۔ یہاں اوصافِ خداوندی میں گمراہ کی گمراہی پر تنبیہہ کی جا رہی ہے، وہ خدا کے لئے بیٹا قرار دیتے ہیں جیسے یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ حالانکہ وہ پیغمبر ہیں اور نصاریٰ عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور مشرکین عرب ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے یہ ظالم جس بات کے قائل ہیں خدا اس سے بہت بالاتر ہے۔ خَرَقُوا کے معنیٰ ہیں انھوں نے دل سے گھڑ لیا۔ ابن عباس کہتے ہیں، انھوں نے اٹکل لگائی۔ عوفی کہتے ہیں، انھوں نے قرار دیا

مجاہد کہتے ہیں انھوں نے جھوٹی بات بنائی۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ جن کو شریک عبادت کرتے ہیں۔ حالانکہ خدا اسنے واحد ہی نے انھیں بلا شرکت غیرے پیدا کیا ہے وہ حقیقت سے واقفیت کے بغیر ایسا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت سے جاہل ہیں۔ جو اللہ ہی اس کو بیٹا، بیٹی، بیوی کیسے ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ پاک ہے ان کے بغوات و بیہودہ گوئیوں سے بالاتر ہے۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ

وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے؛ اللہ تعالیٰ کے اولاد کہاں

وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ

ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی بی بی تو ہے نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے

وہ زمین و آسمان کا موجد ہے خالق ہے۔ کوئی مثال زمین و آسمان کی اس کے سامنے نہیں تھی۔ چنانچہ بدعت کو بدعت اسی لئے کہتے ہیں کہ سلف میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی ہے لوگ کسی عمل کو اپنی طرف سے ایجاد کر کے اس کو بزعم خود ثواب کا کام سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کا بیٹا کیسے ہوتا اس کے تو بیوی ہی نہیں اور (بیٹا تو دو شیئین متناسبین سے پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے مناسب و مشابہ تو کوئی چیز بھی نہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اپنا ایک بیٹا بنا لیا ہے یہ بڑی جھوٹ بات ہے اسی نے ہر شے پیدا کی، پھر اسی کی مخلوق اس کی بیوی کیسے ہوگی، اس کی کوئی نظیر نہیں، پھر اس کا بیٹا اس کی نظیر بن کر کیسے آسکتا ہے۔ خدا کی ذات اس سے پاک ہے)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ

یہ ہے اللہ تمھارا رب! اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر چیز کا

كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

پیدا کرنے والا تو تم لوگ اس کی عبادت کرو۔ اور وہ ہر چیز کا کارساز

وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ؗ وَ

ہے۔ اُس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور

هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ

وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے، اور وہی بڑا باریک بین

الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

باخبر ہے۔

یہی تمھارا رب ہے۔ جس نے ہر شے پیدا کی ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں، وہی ہر شے کا خالق ہے۔ پس تم اسی کی عبادت کرو اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اس کا نہ کوئی لڑکا ہے نہ کوئی باپ نہ بیوی نہ کوئی اس کا عدیل و نظیر، وہ ہر شے پر حفیظ و رقیب ہے۔ ہر چیز کا مدبر ہے وہی رزق دیتا ہے رات اور دن اسی نے بنائے۔ اس کو نگاہیں پا نہیں سکتیں۔ اس مسئلہ میں ائمہ سلف کے کئی اقوال ہیں ایک تو یہ کہ اگرچہ آنکھیں اس کو آخرت میں دیکھ سکیں لیکن دنیا میں نہیں دیکھ سکتیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بالتواتر یہی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے کہ جس نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا تھا تو وہ جھوٹا ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ابن عباس سے اس کے برخلاف مروی ہے۔ انھوں نے رویت باری تعالےٰ کو مطلق رکھا ہے اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے اپنے دل کی آنکھوں سے خدا کو دو دفعہ دیکھا ہے اور یہ مسئلہ اوّل سورۃ النجم میں انشاء اللہ بیان کیا جائے گا۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ دنیا میں نگاہیں اس کو نہیں دیکھیں گی، اور دوسروں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ بھر کر اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس سے تخصیص ہوتی ہے اُس رویت کی جو مومنین کو دار الآخرت میں حاصل ہوگی۔ اور معتزلہ نے اپنے اقتضاءِ فہم کی بنا پر اس کا جو مطلب سمجھا وہ یہ ہے کہ نہ دنیا میں خدا کو دیکھ سکتے ہیں نہ آخرت میں۔ یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے جو نادانی کی بنا پر ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ایماندار لوگوں کے چہرے اُس روز شگفتہ رہیں گے۔ اور اپنے رب کی طرف وہ نظر اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ نیز کافروں سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے رب کو دیکھنے سے حجاب میں ہوں گے یعنی وہ رب کو نہیں دیکھ سکیں گے، اِس سے اِس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ مومنین کے لئے رویتِ باری میں حجاب نہیں ہوگا اور متواتر احادیث سے بھی ثابت ہے کہ مومنین دارِ آخرت میں خدا کو روضاتِ جنّت میں دیکھیں گے۔ خدا اپنے فضل سے یہ بات نصیب فرمائے۔ آمین۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مُراد یہ ہے کہ عقول اِدراک نہیں کرسکیں گے اور ایسا خیال بہت عجیب ہے اور ظاہر آیت کے خلاف ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ادراک کے معنی رویت کے ہیں۔ واللہ اعلم۔ نیز دوسروں کا یہ خیال ہے کہ رویت کو ثابت مانتے ہوئے ادراک کے انکار کا خلاف نہیں، اس لئے کہ ادراک رویت سے خاص تر ہے اور خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔ اب جس ادراک کی یہاں نفی کی گئی ہے، یہ ادراک کس قسم کا ہے۔ اس میں کئی قول ہیں جیسے معرفت حقیقت۔ اور حقیقت کو جاننے والا تو بجز خدا کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ مومن کو رویت ہوگی لیکن حقیقت اور ہی چیز ہے۔ چاند کو سب دیکھتے ہیں لیکن اس کی حقیقت، اس کی ذات اور کنہہ تک کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ پس خدائے تعالیٰ تو بے مثل ہے۔ ابن علیہ کہتے ہیں کہ نہ دیکھنا مخصوص ہے دنیا کے اندر، یعنی دنیا میں آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بعض کہتے ہیں کہ ادراک رویت سے خاص تر ہے کیونکہ اِدراک احاطہ کرلینے کو کہتے ہیں اور عدم احاطہ سے عدمِ رویت لازم نہیں آتی۔ جیسے سارے علم کا احاطہ نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق علم ہی حاصل نہیں، انسان کو احاطہ علم کا حاصل نہ ہونا اِس آیت سے ثابت ہے کہ لَا يُحِيطُونَ بِهٖ عِلْمًا اور صحیح مسلم میں ہے کہ "اے اللہ! میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کرسکتا"۔ اِس کا یہ مطلب تو نہیں ہوسکتا کہ مطلق ثنا بھی نہیں کرسکتا۔ ابن عباس رضؓ کا قول ہے کہ کسی کی نگاہ خدا کو گھیر نہیں سکتی۔ عکرمہ سے کہا گیا کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ۔ تو کہا کہ کیا تم آسمان کو نہیں دیکھ سکتے ہو؟ کہا کہ ہاں دیکھ سکتے ہیں۔ تو کہا، کیا پورا آسمان بیک نظر دیکھتے ہو۔ غرض یہ کہ اُس کی شان اِس سے بالاتر ہے کہ اس پر نگاہیں پڑسکیں۔

اللہ پاک نے فرمایا کہ مومنین کے چہرے اِس درجہ شگفتہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھیں گے۔ لیکن اُس کی عظمت کی وجہ سے اس پر محیط نہ ہوسکیں گی۔ اور اِس آیت کی تفسیر میں حدیث وارد ہے کہ اگر تمام جن و انس اور شیاطین و ملائکہ جب سے کہ پیدا کئے گئے ہیں سب کی ایک صف بنائی جائے تو بھی اس کا احاطہ نہ ہوسکے۔ یہ حدیث بہت غریب ہے اور صحاح ستہ میں کہیں بھی نہیں ہے۔

ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا۔ جب کہا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ۔ تو کہا، آپ بھی تو خدا کا ایک نور ہی ہیں لیکن اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ بتمامہ اپنے نور کے ساتھ تجلّی کرے تو آنکھیں اُس کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اور بعض یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ کوئی شئے اس کے سامنے قائم نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے نہ سونا اُس کو سزاوار ہے، وہ میزان قائم کئے ہوئے ہے دن کے اعمال رات ہونے سے پہلے اور رات کے اعمال دن ہونے سے پہلے اس کے سامنے پیش ہو جاتے ہیں اس کا حجاب نور ہے یا نار ہے۔ اگر وہ اُٹھ جائے تو اُس کی تجلّی ساری دنیا کو جلا ڈالے گی۔ کتب متقدمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ، اے موسیٰ! کوئی زندہ میری تجلّی پاکر زندہ نہیں رہ سکتا ہے اور کوئی خشک چیز بغیر فنا کے نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"جب خدا نے پہاڑ پر تجلی کی تو وہ شکستہ و سوختہ ہو کر رہ گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور جب ہوش میں آئے تو کہا : سُبْحَانَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ادراکِ خاص یوم قیامت میں رؤیت کی نفی نہیں کرتا ہے وہ عباد مومنین پر اپنی تجلی فرمائے گا۔ اس کی تجلی اور جلال و عظمت اس کے حسب منشاء ہوگی نگاہیں اس کو بتمامہ ادراک نہیں کر سکتیں۔ اسی لئے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا آخرت میں رویت کی قائل ہیں اور دنیا میں رویت کی نفی کرتی ہیں۔ انھوں نے بھی احتجاج اسی آیت سے کیا ہے۔ پس جس بات کی نفی ادراک کرے کہ اس کے معنی بھی رویتِ عظمت و جلال کے ہیں وہ بات کیسے ممکن ہے کہ کسی بشر یا کسی فرشتے سے ہو سکے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ یعنی وہ لوگوں کے ابصار کا ادراک اور احاطہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ اسی نے ابصارِ انسان کو پیدا کیا ہے پھر وہ کیسے احاطہ نہ کر سکے۔ ارشاد ہے کہ کیا وہ اپنی پیدا کی ہوئی چیز کو نہیں جانے گا وہ لطیف و خبیر ہے اور کبھی لفظ ابصار سے مبصرین مراد ہوتی ہے یعنی مبصرین اس کو نہیں دیکھ سکتے وہ لطیف ہے یعنی کسی بات کے استخراج میں بہت باریک بین ہے اور ہر چیز کے ٹھکانہ سے باخبر ہے۔ واللہ اعلم۔ جیسے کہ لقمان اپنے بیٹے کو پند دیتے وقت کہتے ہیں : يٰبُنَيَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ الخ یعنی اے میرے بچے اگر کوئی بھلائی یا برائی رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو خواہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں، اللہ تعالیٰ اُسے لے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نہایت باریک بین اور خبردار ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ

اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں جو

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ

شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کریگا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کریگا اور میں تمہارا

بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ

نگراں نہیں ہوں۔ اور ہم اسی طور پر دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ

وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ

سب کو پہنچا دیں اور تاکہ یہ یوں کہیں کہ آپ نے کسی سے پڑھ لیا ہے اور تاکہ ہم اسکو دانشمندوں

يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

کے لئے خوب ظاہر کر دیں۔

بصائر یعنی بیّنات اور نشانیاں جو قرآن میں ہیں اور جو رسولؐ نے پیش کی ہیں۔ پس جس نے بصیرت سے کام لیا اس کی ذات کو فائدہ پہنچا۔ جیسے فرمایا کہ جو ہدایت حاصل کرے گا وہ اپنی ذات کے لئے کرے گا اور جو بھٹک جائے گا اس کی مضرت اسی پر رہے گی اسی لئے فرمایا کہ جو اندھا بنے گا اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا جیسے فرمایا کہ، آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں اور میں تم پر کچھ حافظ و رقیب و نگرانِ کار تو ہوں نہیں، بلکہ میں تو صرف ایک مبلغ ہوں، ہدایت تو خدا کرتا ہے جس کو چاہے اور گمراہ ہونے دیتا ہے جس کو چاہے اور اس طرح ہم آیات کو تفصیل سے بیان کرتے جاتے ہیں جیسا کہ اس سورت میں بیانِ توحید پیش کیا گیا ہے اور اس بنا پر بھی کہ مشرک اور کافر کہتے ہیں کہ اے محمدؐ! یہ باتیں تم نے سالقہ اہلِ کتب سے نقل کر لی ہیں اور انھیں سے سیکھ کر کہہ رہے ہو۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ لفظ "دارست" ہے بمعنی تلوت۔ ان کی یہ بات مخاصمت و مجادلت کے محل میں ہے، جیسے ان کفار کے کذب و عناد کی خدا نے یوں خبر دی ہے کہ "کافر کہتے ہیں کہ یہ تو بنایا ہوا جھوٹ ہے اور دوسروں نے بھی اس کتاب قرآن کے بنانے میں مدد دی ہے یہ بڑے ہی ظلم اور کذب کی بات ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے کے لوگوں کے ملفوظات و مکتوبات ہیں جس کو انھوں نے بھی لکھ لیا ہے۔ اور ان کفار کے زعم و کذب کے بارے میں فرماتا ہے کہ اس نے فکر کیا سوچا، اندازہ

لگایا۔ کمبخت ہلاک ہو جائے کیسا غلط اندازہ لگایا۔ پھر سوچا ترش رُو ہوا، مُنہ بگاڑا۔ غرور کیا اور کہنے لگا کہ یہ تو ایک پڑھا ہوا جادو ہے یہ خدا کا نہیں بشر کا کلام ہے اور فرمایا کہ ہم نیز ایسے لوگوں کے لئے وضاحت سے بات بولتے ہیں جو حق کو جان کر اس کی اتباع کرتے ہیں، باطل سے اجتناب کرتے ہیں کافروں کی گمراہی اور مومنوں کی تصدیق میں خدا کی حکمت و مصلحت ہے۔ جیسا کہ فرمایا، غلط تعبیر کرنے والے قرآن سے گمراہ بھی ہوتے ہیں اور ہدایت بھی پاتے ہیں اور فرمایا کہ جن کے دل میں مرض ہے اور جن کے دل پتھر ہیں شیطان ان کے دل میں ڈالتا ہے اور یہ چیز ان کے لئے خدا کی طرف سے آزمائش بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو صراطِ مستقیم کی راہ بتاتا ہے اور فرمایا۔ ہم نے دوزخ پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں اور اُن کی (۱۹) کی مقرر کردہ تعداد اہلِ کفر کے لئے ایک فتنہ ہے لیکن اسی سے اہلِ کتاب اور ایمانداروں کا ایمان بڑھتا ہے۔ اہلِ کتاب اور مومنین اس میں شک نہیں کرتے (کیونکہ اہلِ کتاب بھی اپنی کتابوں میں یہ مقررہ تعداد کا ذکر پاتے ہیں) لیکن کافر اور بیمار دل والے لوگ بول اُٹھتے ہیں کہ یہ بات پیش کرنے کی خدا کو ضرورت ہی کیا تھی اسی طرح بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے ہدایت پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لشکر کو اس کے سوا کون جانتا ہے۔ اور فرمایا ہم نے قرآن کو مومنین کے لئے شفا اور رحمت بنا کر نازل فرمایا اور یہی چیز ظالموں کے لئے خسارے کا سبب ہے۔ اور فرمایا کہ کہدو، یہ قرآن مومنین کے لئے ہدایت و شفا ہے اور کافروں کے کانوں میں ڈاٹ لگے ہوتے ہیں اور وہ اندھے ہیں۔ قرآن کا متقین کے لئے ہدایت ہونا اور ہدایت و ضلالت اُس کے منشاء پر موقوف ہونا۔ اس موضوع پر بہت آیتیں ہیں اسی لئے یہاں فرمایا کہ ہم آیتیں کیسے کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں لیکن کافر یہی کہتے ہیں کہ کہیں سے لکھوا لائے ہو۔ ابن عباسؓ نے دَرَسْتَ بمعنی قرأت و تعلمت بیان کیا ہے۔ اور حسنؒ بمعنی تقادمت کہتے ہیں۔ عمر بن دینار کہتے ہیں کہ ابن زبیر کہتے تھے کہ بچے یہاں دارست پڑھتے ہیں اور ہے لفظ درست قرأت ابن مسعودؓ دَرَسَتْ نصب سین اور وقف تاء کے ساتھ ہے اور اس کے معنی ہیں تقادمت۔ مطلب یہ ہوا کہ جو چیز تم ہمیں سنا رہے ہو، ہم متقدمین کے ذریعہ اس سے واقف ہیں۔ ابن مسعودؓ کی قرأت میں درس ہے یعنی محمدؐ نے اُس کو سیکھ رکھا ہے۔ یہ اختلاف عجیب ہے۔ اُبی ابن کعبؓ کہتے ہیں کہ حضرتؐ نے مجھے یوں سُنایا تھا وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ یعنی سین کے جزم اور تاء کے زبر کے ساتھ۔

اِتَّبِعْ مَآ أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ لَآ إِلَٰهَ

آپ خود اس طریق پر چلتے رہئے جس کی وحی آپکے رب کی طرف سے آپکے پاس آئی ہے اللہ تعالیٰ کے

إِلَّا هُوَ ۖ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٦﴾

سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں اور مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے۔

وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَآ أَشْرَكُوا۟ ۗ وَمَا جَعَلْنَٰكَ

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے۔ اور ہم نے آپ کو ان کا

عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿١٠٧﴾

نگران نہیں بنایا۔ اور نہ آپ مختار ہیں۔

اللہ پاک رسول صلعم اور ان کی امت کو حکم دیتا ہے کہ وحی کی ہی تم اقتدا کرو اور اسی پر عمل کرو کیونکہ یہی حق ہے اور اس میں کوئی آمیزش نہیں ہے اور ان مشرکین سے اعراض کرو۔ ان سے درگزر کرو، ان کی ایذا رسانی کو برداشت کرلو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمھیں ان معاندین پر فتح اور ظفر عطا فرمائے اور جان لو کہ ان کی گمراہی میں خدا کی حکمت ہے اگر خدا چاہتا تو ساری دُنیا ہی کو ہدایت یافتہ کر دیتا سب ہدایت پر متفق ہو جاتے اور شرک کرنے والے شرک کرتے ہی نہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہے وہ جو کرتا ہے اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں وہ سب سے باز پُرس کر سکتا ہے ہم نے تمھیں ان کا ذمہ دار نہیں بنایا ہے ان کے جی میں

جو آئے کہیں اور کریں، تم ان پر نگران کار نہیں ہو، نہ تم ان کو رزق دیتے ہو، تمھارا کام تو صرف تبلیغ کر دینا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ ان کو نصیحت کر دو۔ تم صرف نصیحت و خیر خواہی کرنے والے ہو، تم ان کے لئے خدائی فوجدار نہیں اور فرمایا کہ تبلیغ تمھارا کام ہے اور پھر باز پرسی ہمارا کام ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اور دُشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت

اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى

ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے۔ پھر اپنے رب ہی

رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

کے پاس اُن کو جانا ہے سو وہ اُن کو جتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔

اللہ پاک رسول ؐ کو اور مومنین کو منع فرما رہا ہے کہ مشرکین کے خداؤں کو گالیاں نہ دو اور برا بھلا نہ کہو اگرچہ اس میں یک گونہ مصلحت سہی لیکن مفاسد اس سے بڑھ کر پیدا ہوتے ہیں یعنی مقابلۃً وہ بھی مسلمانوں کے خدا کو گالیاں دیں گے مشرکین کہتے تھے کہ اے محمد! ہمارے بتوں کو گالی دینے سے تمھیں باز رہنا چاہئے ورنہ ہم بھی تمھارے رب کی ہجو کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ قتادہ سے مروی ہے کہ مسلمان اصنامِ کفار کو گالی دیتے تھے۔ پس کفار بھی بغیر حقیقت کو سمجھے عناد سے اللہ تعالیٰ کو بھی برا بھلا کہنے لگے۔

جب ابوطالب بسترِ مرگ پر تھے تو قریش نے مشورہ کیا کہ ابوطالب کے پاس چلیں اور ان سے کہیں کہ اپنے بھتیجے کو روک دو ہمیں یہ عار کی بات معلوم ہوتی ہے کہ ابوطالب کے مرنے کے بعد محمد (صلعم) کو قتل کر دیں۔ عرب کہیں گے کہ ابوطالب کی زندگی میں تو کچھ نہ چلی، اب جب کہ وہ مر گئے تو بزدلوں نے قتل کیا ہے۔ چنانچہ ابوجہل، ابوسفیان، عمرو بن العاص اور کئی لوگ بصورتِ وفد آئے اور مطلب نامی ایک شخص کو اجازت حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ ابوطالب نے بلا لیا۔ وہ کہنے لگے اے ابوطالب! تم ہمارے بڑے اور ہمارے سردار ہو، محمد ؐ نے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے، اور ہمارے خداؤں کو اذیت دی ہے ہم چاہتے ہیں کہ تم انھیں بلا کر روک دو تاکہ وہ ہمارے خداؤں کا نام ہی نہ لے ورنہ ہم بھی اس کو اور اس کے خدا کو چھوڑ دیں گے تو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا کہ یہ تمھاری ہی قوم ہے اور تمھارے ہی چچا کی اولاد ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا چچا! بات کیا ہے اور یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟ تو وہ کہنے لگے کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تم ہم سے اور ہمارے خداؤں سے دست بردار ہو جاؤ اور ہم بھی تم سے اور تمھارے خدا سے دست بردار ہو جائیں گے تو حضرت نے فرمایا کہ، کیا میں تم کو ایک ایسی بات بتلاؤں کہ اگر تم نے اس کو اپنا لیا تو تم عرب اور عجم کے مالک ہو جاؤ گے اور سب ملکوں سے تمھارے پاس خراج کی دولت آنے لگے گی۔ تو ابوجہل نے کہا کہ تمھاری ایسی ایک بات نہیں دس باتیں بھی قبول کر لیں گے، بتاؤ وہ کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہدو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو انھوں نے انکار کر دیا، منہ بنا لیا۔ ابوطالب کہنے لگے اے بھتیجے! اس کے سوا دوسری بات بتاؤ۔ تمھاری قوم اس کلمہ سے تو اور بھڑکتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا، چچا! مجھے کیا حق ہے کہ اس کے سوا کوئی اور بات بولوں اگر سورج کو بھی لا کر وہ میرے ہاتھ میں رکھ دیں تو میں اس کے سوا تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مطلب یہ تھا کہ ان کو مایوس کر دیں چنانچہ وہ غصے میں بھر گئے اور کہنے لگے ہمارے خداؤں کو برا کہنے سے رک جاؤ ورنہ ہم تمھیں اور تمھارے خدا کو بھی گالیاں دیں گے۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ دشمنی کی بنا پر بغیر سمجھے خدا کو برا بھلا کہنے لگیں گے۔ یہ وہ صورت ہے جہاں مصلحت کو بھی اس لئے نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اس کے بالمقابل

فساد بڑھ جائے گا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ جو اپنے والدین کو گالیاں دے وہ بڑا ملعون ہے۔ کہا گیا یا رسول اللہ ص! کوئی ماں باپ کو کیسے گالیاں دے گا؟ تو فرمایا کہ یہ اس کے ماں باپ کو گالیاں دیتا ہے۔ تو گویا کہ اسی پہلے شخص نے اپنے ماں باپ کو گالیاں دیں۔ ارشادِ باری ہے کہ ہم ہر امّت کو اسی کا عمل اس کی نظروں میں بہتر قرار دیتے ہیں جیساکہ یہ قوم محبّتِ اصنام ہی کو پسند کرتی ہے چنانچہ گزشتہ امتیں بھی گمراہی پر تھیں اور اسی کو اپنا عملِ حسن سمجھتی تھیں۔ اللہ جو چاہتا ہے اختیار کرتا ہے اسی میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔ پھر ان لوگوں کی بازگشت خدا ہی کی طرف ہوگی۔ اس وقت انھیں اپنے معتقدات کی خوبی یا بُرائی معلوم ہو جائے گی۔ اگر عملِ نیک ہو تو نیک بدلہ اور بُرا ہو تو بُرا بدلہ ملے گا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ

اور ان لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آجائے

اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ

تو وہ ضرور ہی اُس پر ایمان لے آویں گے آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور

اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ

تم کو اس کی کیا خبر کہ وہ نشانیاں جس وقت آجائیں گی یہ لوگ جب

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَ

بھی ایمان نہ لائیں گے۔ اور ہم بھی اُن کے دلوں کو اور

اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ

ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا یہ لوگ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے

وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

اور ہم اُن کو اُن سرکشی میں حیران رہنے دیں گے۔

مشرکین اللہ کی قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر انھیں کوئی معجزہ اور خرقِ عادت بتائی جائے تو وہ ایمان لائیں گے۔ تو اے نبی صلعم! کہہ دو کہ معجزے تو خدا تعالیٰ کے پاس ہیں اگر وہ چاہے تو معجزہ بتا دے اور نہ چاہے تو نہ بتائے قریش نے حضرت ص سے کہا کہ اے محمدؐ! تمھیں نے ہمیں بتلایا ہے کہ موسیٰ ع نے اپنا عصا پتھر پر مارا تھا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے تھے اور عیسیٰ ع مُردے کو زندہ کرتے تھے اور ثمود کو بھی ناقہ کا معجزہ ملا تھا۔ اگر تم بھی کوئی ایسا ہی معجزہ پیش کرو تو ہم تمھاری تصدیق کریں گے۔ حضرت ص نے فرمایا تم کو کیا معجزہ چاہئے؟ کہا کہ اِس صفا کی پہاڑی کو ہمارے لئے سونے کی بنا دو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو کیا تم توحید کی تصدیق کروگے؟ کافروں نے کہا۔ ہاں۔ ہم سب تم پر ایمان لائیں گے۔ آپ اُٹھے اور خدا سے دُعا مانگنے لگے۔ جبرئیل ع آئے اور کہا اگر آپ چاہتے ہیں تو کوہِ صفا سونے کا بنجائیگا لیکن اگر اس پر بھی وہ ایمان نہ لائیں گے تو فوری اُن پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ اور اگر آپ کی مرضی ہو تو یہ لوگ یونہی بلا عذاب چھوڑ دیئے جائیں تاکہ بعد کو اُن میں سے کوئی ایمان بھی لے آئیں اور توبہ کرلیں۔ چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا کہ وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں (الی آخرہ) لیکن بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔ اور فرمایا کہ ہمیں معجزات بھیجنے سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ اُن کے پہلوں نے بھی معجزے دیکھنے کے باوجود انکار کر دیا تھا اور یہ بھی انکار کر دیں گے تو فوری عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے، اور جو مہلت کہ حاصل ہے وہ بھی جاتی رہے گی۔ تمھیں کیا خبر وہ تو معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ کہا گیا ہے کہ یُشْعِرُكُمْ کے ذریعہ مشرکین کو مخاطب بنایا گیا ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ کیا یہ ایمان والی بات جو قسمیں کھا کر بیان کی جاتی ہے تم درحقیقت سچ سمجھتے ہو۔ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ میں انّ کو زیر ہی اس بنا پر کہ معجزات دیکھنے کے بعد نفیِ ایمان کی خبر شروع کی جارہی ہے اور جملہ شروع ہوتا ہے تو اِنّ سے پڑھنا پڑتا ہے۔ اور بعض نے تُؤْمِنُوْنَ یعنی (ت) سے اس لفظ کو پڑھا

ہے اور کہا گیا ہے کہ قول وَمَا يُشْعِرُكُمْ کے مخاطب مومنین ہیں۔ یعنی اے مومنو! کیا تم جانتے ہو کہ ان نشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اِس صورت میں اَنَّهَا الف کے زیر کے ساتھ بھی آسکتا ہے اور الف کے زبر کے ساتھ بھی۔ یعنی يُشْعِرُكُمْ کا معمول ہو کر اور اس صورت میں لَا يُؤْمِنُوْنَ کا لَا صلہ واقع ہوگا جیساکہ فرمایا مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ یہاں بھی ان لا میں کا اَن صلہ واقع ہوا ہے۔ اور قولِ باری وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔ یعنی جب میں نے تجھ کو حکم دیدیا تھا تو کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے منع کیا تقدیر اس آیت کی یوں ہے کہ اے مومنو! تمھارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اپنی مطلوبہ نشانی اور معجزہ پاکر ایمان ضرور لے ہی آئیں گے۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اَنَّهَا بمعنی لَعَلَّهَا ہے۔ بلکہ اُبی بن کعب کی قرأت میں اَنَّهَا کے بدلے لَعَلَّهَا ہی ہے۔ اہلِ عرب سے سُنا گیا ہے اذهب الی السوق انك تشتری لنا شيئًا یعنی بازار جاؤ تم میرے لئے وہاں سے کچھ خریدو گے۔ بمعنی لَعَلَّكَ تشتری ہے یعنی شاید خریدو گے اسی طرح اِس دعوے پر اشعارِ عرب بھی پیش کئے گئے ہیں۔ قولہ تعالےٰ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ اُن کے انکار اور کفر کی وجہ سے ان کے دل اور ان کی نگاہیں ہم نے پھیر دی ہیں۔ اب یہ

کسی بات پر جمنے والے نہیں ایمان میں اور ان میں فرق پڑگیا ہے۔ یہ دنیا جہان کی نشانیاں دیکھ لیں گے لیکن ایمان نہ لائیں گے۔ جیساکہ پہلی دفعہ اُن کے اور ان کے ایمان کے درمیان حائل ہوگئے تھے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی ہے، ان کے کہنے سے پہلے ہی کہ یہ کیا کہنے والے ہیں اور عمل کرنے سے پہلے ہی اطلاع دیدی کہ کیا عمل کریں گے۔ اور فرمایا کہ شخص آگاہ کے مانند کوئی تمھیں پکی بات نہیں بتا سکتا۔ انسان کہے گا کہ ہائے افسوس جو زیادتی اور جو گناہ کہ میں نے کئے ہیں۔ حتیٰ کہ فرمایا کہ وہ کہیں گے کہ کاش ہمیں دنیوی زندگی کا ایک اور موقع ملتا تو ہم نیکوں میں سے ہوتے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ دنیا میں پھر واپس بھی کئے جائیں تو بھی ہدایت پر نہ چلیں گے اور فرمایا کہ اگر دنیا میں پلٹائے گئے تو منہیات کا پھر ضرور ارتکاب کریں گے۔ وہ جھوٹ کہہ رہے ہیں کہ نیک بنیں گے۔ دوبارہ دنیا میں جانے کے بعد بھی وہ حسب زندگیِ سابقہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ اِس وقت کی طرح اس وقت بھی ہم ان کے دل اور ان کی آنکھوں کو منقلب کردیں گے اور پھر بھی ان کے اور ہدایت متوقعہ کے درمیان پردہ حائل ہی رہے گا۔ اور ہم انھیں ان کی سرکشیوں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیں گے ؂

الحمدللہ، ساتویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر ابن کثیر اردو پارہ ۸

فہرست اہم مضامین

نور محمد۔ اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب آرام باغ۔ کراچی

آٹھواں پارہ

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى

اور اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور اُن سے مُردے باتیں کرنے لگتے

وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا

اور ہم تمام موجودات کو ان کے پاس ان کی آنکھوں کے روبرو لاکر جمع کردیتے تب بھی یہ

لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ

لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے ہاں اگر خدا ہی چاہے تو اور بات ہے لیکن اُن میں

اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں

اللہ پاک فرماتا ہے کہ اگر ہم ان لوگوں کا سوال پورا کردیں جو قسمیں کھاکر یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی نشانی آئے تو ہم ضرور ایمان لائیں گے۔ اور پھر ہم اُن پر فرشتے بھی نازل کردیں جو رسولوں کی تصدیق اور تمھاری رسالت کی گواہی دیدیں تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ تم اللہ اور فرشتوں کو لاکر بتاؤ اور ہم تو اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے کہ دوسرے رسولوں کی طرح تم بھی نشانیاں پیش کردو اور جنھیں ہم سے سامنا کرنے کا کوئی یقین نہیں، کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کئے گئے یا خدا ہی کو ہم دیکھ لیتے۔ ایسے لوگ بڑی سرکشی اور عناد میں ہیں، اور اگر فرشتے بھی آکر ان سے بات کریں اور رسولوں کی تصدیق کردیں اور ہر چیز کا ذخیرہ ان کے پاس لاکر جمع کردیں۔ بعض نے "قُبُلًا" کو کسرِ قاف اور فتحہ بار کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی مقابلہ اور معائنے کے ہیں اور بعضوں نے دونوں حرفوں کو پیش سے پڑھا ہے۔ جس کے سبب معنی ہوئے کہ گروہ در گروہ فوج در فوج لوگ بھی آکر تصدیقِ رُسل کردیں تو بھی ایمان نہ لائیں۔ ہدایت صرف خدا کا کام ہے۔ کتنے ہی لوگ کیوں نہ ہوں انھیں ہدایت نہیں کرسکتے۔ وہ جو چاہے کرے وہ سب سے سوال کرے گا لیکن اس سے سوال نہیں ہوسکتا جیسے کہ فرمایا۔ وہ لوگ جن پر خدا کی بات پوری ہوچکی ہے وہ کبھی ایمان نہ لائیں گے خواہ وہ کتنی ہی نشانیاں کیوں نہ دیکھیں۔ عذابِ الیم آگھیرے گا تو اُن کی آنکھیں کھلیں گی۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی

الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ

اور کچھ جن جن میں سے بعضے دوسرے بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا

زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ

دھوکہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ اُن کو دھوکہ میں ڈال دیں اور اگر اللہ تم چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کرسکتے سو اُن

مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ

لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کررہے ہیں اُس کو آپ رہنے دیجئے۔ اور

لِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہو جائیں جو آخرت پر یقین نہیں
بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ
رکھتے اور تاکہ اس کو پسند کر لیں اور تاکہ مرتکب ہو جائیں ان امور کے
مُّقْتَرِفُوْنَ ۝۱۱۳
جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمدؐ! جیسا کہ تمھارے مخالفین اور اعداء ہیں ہر نبی کے اسی طرح معاندین اور دشمن گزرے ہیں اس لئے تم ان کی مخالفت پہ رنج نہ کرو۔ اور فرمایا "تم سے پہلے کے نبیوں نے تکذیب و ایذا رسانی پر صبر کیا تھا"، اور فرمایا یہ لوگ جو تم سے کہتے ہیں، پہلے کے رسولوں سے بھی ایسا ہی کہا گیا ہے۔ اللہ مغفرت والا بھی ہے اور عقاب الیم والا بھی ہے اور فرمایا کہ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنا رکھے تھے ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اے محمدؐ یہ قریش تمھارے ساتھ بھی دشمنی کریں گے اور جس نبی نے بھی تمھاری جیسی باتیں اپنی امت سے کہیں، اُن کے ساتھ بھی ضرور دشمنی کی گئی ہے۔ اور قولہ شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یہ بدل ہے اور عدوّاً مبدل منہ ہے یعنی ان کے اعداء شیاطینِ انس و جنّ ہیں۔ اور شیطان ہر وہ ہے جو شر میں اپنا نظیر نہ رکھتا ہو اور ان رسولوں سے تو دشمنی ان شیاطین کے سوا کون کرے گا جو انھیں کی نوع میں سے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ جنّ میں بھی شیطان ہیں اور انسان میں بھی شیطان ہیں کہ اپنے اپنے لوگوں کو گناہ کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ ابوذرؓ ایک روز نماز پڑھنے لگے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے ابوذر شیاطینِ انس و جنّ سے اعوذ باللہ پڑھ لو! تو ابوذرؓ نے کہا کہ کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا، ہاں ہوتے ہیں۔ ابوذرؓ سے ایک دوسری روایت میں مروی ہے کہ میں حضرتؐ کے پاس آیا مجلس طویل ہو گئی، آپ نے فرمایا کہ ابوذر کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ میں نے کہا نہیں یا رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا اٹھو دو رکعت نماز پڑھ لو۔ میں آپ کے قریب آ کر نماز پڑھنے لگا۔ تو فرمایا کیا تم نے شیاطین جنّ و انس سے تعوذ کر لیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہؐ کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ جنّ کے شیاطین سے زیادہ شر انگیز ہوتے ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ جنّ کے شیاطین انسانی شیاطین کی طرف وحی لاتے ہیں اور انسانی شیاطین جنّی شیاطین کی طرف۔ قولہ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔ عکرمہ نے کہا کہ انسان میں بھی شیاطین ہیں اور جنّ میں بھی۔ اب انسانی شیاطین جنّی شیاطین پر القاء کرتے ہیں۔ چنانچہ ان میں کے بعض دوسرے بعض کی طرف بیہودہ باتوں کی وحی کرتے رہتے ہیں عکرمہ نے کہا کہ انسانی شیاطین وہ ہیں جو انسانوں کو گناہ کے مشورے دیتے ہیں اور جنّوں کے شیاطین جنّوں کو گمراہ کرتے ہیں چنانچہ ہر ایک اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ میں نے تو اپنے ساتھی کو بھٹکا دیا ہے تو بھی اِس اِس طرح اپنے ساتھی کو بھٹکا دے، اِس طرح ایک دوسرے کو گناہ کی تعلیم دیتے رہتے ہیں۔ غرض اس سے ابن جریر نے یہ سمجھا کہ عکرمہ اور سدی کے پاس شیاطینِ انس سے مُراد وہ شیاطین جن ہیں جو انسان کو بھٹکاتے ہیں یہ مراد نہیں کہ شیاطینِ انس بھی انسان کے اندر ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ کلامِ عکرمہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے لیکن کلامِ سدی اس معنی کا حامل نہیں ہے اگرچہ اس کا احتمال ہو۔ روایتِ ضحاک میں ہے کہ جن میں بھی شیاطین ہیں جو اُن کو گمراہ کرتے ہیں جیسے کہ انسان شیاطین انسان کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔ اب انسانی شیاطین جنّی شیاطین سے مِل کر کہتے ہیں کہ اس کو اس سے بھٹکاؤ اور اس طرح بھٹکاؤ۔ جیسا کہ قول باری ہے يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا بہر حال صحیح وہ ہے جو حدیثِ ابی ذرؓ میں گزرا کہ انسانوں

میں بھی انسانی شیطان ہیں اور ہر شے کا شیطان اس کی جنس سرکش ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ابوذرؓ کی حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے، جس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ کتوں میں کا شیطان ہے۔ مجاہدؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جن کے کفار شیاطینِ جن ہیں وہ شیاطینِ انس کی طرف وحی بھیجتے ہیں اور شیاطینِ انس کفارِ انس ہیں۔ عکرمہؒ سے روایت ہے کہ میں مختار کے پاس گیا میری مہمانداری کی رات میں بھی مجھے اپنے پاس ٹھہرایا۔ پھر مجھ سے کہا کہ قوم کی طرف جاؤ اور انھیں حدیث سناؤ! میں گیا ایک آدمی میرے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ وحی کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا وحی دو طرح کی ہوتی ہے اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یعنی یہ قرآن ہم نے تمھاری طرف وحی کی ہے اور یہ بھی فرمایا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا یعنی انس وجن کے شیاطین اپنے اپنے لوگوں کی طرف بیہودگیوں کی وحی کرتے رہتے ہیں لیکن یہ کہنے پر انھوں نے مجھ پر حملہ کر دیا اور مار پیٹ کرنا چاہا میں نے کہا کہ تمھاری یہ کیا حرکت ہے؟ میں تو تمھیں ایک بات بتا رہا ہوں اور تمھارا مہمان ہوں۔ غرض انھوں نے مجھے چھوڑ دیا عکرمہ نے یہ چیز مختار پر پیش کی تھی اور وہ ابن ابی عبید ہے خدا اس کا برا کرے وہ یہ زعم کرتا ہے کہ اس کے پاس بھی وحی آتی ہے۔ اس کی بہن صفیہ عبداللہ بن عمرؓ کی بیوی تھیں اور نیک عورت تھیں۔ جب عبداللہ بن عمرؓ نے خبر دی کہ مختار اپنے پر بھی وحی آنے کا دعوٰی کرتا ہے تو عکرمہ نے کہا کہ اللہ نے سچ فرمایا کہ شیاطین اپنے اولیا کی طرف وحی کرتے رہتے ہیں کہ ایک دوسرے کو جھوٹ اور غلط باتیں پہنچاتا ہے جس سے سننے والا اس کے اثر میں آجاتا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے یعنی یہ سب خدا کی تقدیر اور مشیئت و ارادت سے ہے کہ ہر نبی کا انھیں لوگوں میں سے ایک دشمن ہوتا ہے۔ پس اے نبی! تم ان سے درگزر کرو اور ان کے اس جھوٹ و افترا سے بھی اعراض کر جاؤ ان کی عداوت کی بابت میں اللہ پر توکل اور بھروسہ کرو، وہ تمھارے لئے کافی ہے۔ اور قولہ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ یعنی ایسے شیاطین کی طرف آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل جھک جاتے ہیں اور ان کے دوست و ہمدم بنجاتے ہیں اور ایک دوسرے کو خوش کرنے لگتے ہیں جیسے کہ فرمایا فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۝ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ اور فرمایا اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ اور فرمایا وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ۔ یعنی اے نبی! اگر وہ شیطان بن کر بہکاتے ہیں اور لوگ ان کی طرف جھکتے ہیں تو انھیں کمانے دو جو وہ کما رہے ہیں۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ

تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب

اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

کامل تمھارے پاس بھیجدی ہے اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے مضامین خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں اور جن لوگوں کو

الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ

ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے

بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝۱۱۴ وَ

واقعیت کے ساتھ بھیجی گئی ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں اور

تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا

آپ کے رب کا کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے۔ اس کے

مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۱۵

کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سن رہے ہیں خوب جان رہے ہیں۔

فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! اِن مشرکین سے کہہ دو کہ میں اپنے اور

تمہارے درمیان کیا خدا کے سوا کسی اور کو حکم قرار دوں، حالانکہ اس نے تمہاری طرف ایک تفصیلی کتاب اُتار دی ہے اور صرف تمھیں پر نہیں بلکہ یہ کتاب اہل کتاب کے لئے بھی اُتری ہے اور یہ یہود و نصاریٰ سب جانتے ہیں کہ یہ درحقیقت خدا کے پاس سے اُتری ہوئی ہے کیونکہ تمہارے بارے میں ان کی کتابوں کے اندر انبیاء متقدمین کی بشارتیں موجود ہیں۔ بس تم شک میں نہ پڑو۔ جیسا کہ فرمایا۔ ہم نے تمہاری طرف جو نازل کیا ہے اگر اس کی طرف سے تم شک میں ہو تو ان لوگوں سے پوچھو، جو اہل کتاب ہیں۔ تمہاری طرف آئی ہوئی وحی بالکل برحق ہے پس شک میں نہ پڑو۔ یہ آیت بطور شرط ہے اور یہ ضروری نہیں کہ شرط واقع بھی ہو جائے اسی لئے آپ نے فرمایا کہ میں نہ شک کرتا ہوں اور نہ سوال کرنے کی ضرورت ہے۔ تو رتعالے تمت کلمة ربک صدقا و عدلا ... تیرے رب کی بات سچائی اور عدل پر ختم ہوتی ہے جو کچھ وہ فرماتا ہے امر حق ہے۔ امر حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا ... جو کچھ وہ حکم دیتا ہے وہ عدل کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ وہ جس بات سے روکتا ہے وہ باطل ہوتی ہے فساد انگیز چیزوں سے وہ روکتا ہے جیسا کہ فرمایا یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ——— لا مبدل لکلمته یعنی دنیا اور آخرت میں اس کے احکام بدلنے والا کوئی نہیں۔ وہ اپنے بندوں کی باتوں کو سنتا ہے ان کی حرکات و سکنات کو جانتا ہے اور ہر عامل کے عمل کا بدلہ اسی کے مطابق دیتا ہے۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

راہ سے بے راہ کر دیں۔ وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں

وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ

اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔ بالیقین آپ کا رب

هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ

ان کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بے راہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اُن کو بھی

اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾

خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر چلتے ہیں۔

فرماتا ہے کہ اکثر بنی آدم کے احوال گمراہی سے پُر ہیں جیسا کہ فرمایا پہلے کے اکثر لوگوں نے گمراہی اختیار کر لی تھی اور فرمایا کہ تم کتنی ہی تمنا کیوں نہ کرو اکثر لوگ تو ایمان لانے والے ہی نہیں ہیں، وہ گمراہی میں ہیں اور لطیفہ یہ کہ خود انھیں اپنے عمل اور کردار پر یقین نہیں وہ ظن باطل میں بھٹک رہے ہیں اٹکل سے باتیں بنا لیتے ہیں تو ہم پرستی میں گھرے ہوئے ہیں ان ھم الا یخرصون۔ خرص کے معنی اٹکل اور اندازہ۔ خرص النخل کہتے ہیں کہ درخت ... کھجور کا اندازہ لگانا ... اللہ کی مشیت اور اندازہ یہ ہے کہ وہ اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو خوب جانتا ہے اسی وجہ سے بھٹکنا اُن پر آسان کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے اور ان پر بھی ہدایت کو آسان بنا دیتا ہے ہر ایک کے لئے جو چیز مناسب ہے وہی اُس پر آسان ہوتی ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ

سو جس جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے اس میں سے کھاؤ اگر تم اس کے

بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا

احکام پر ایمان رکھتے ہو۔ اور تم کو کون امر اس کا باعث ہو سکتا ہے کہ تم

تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ

ایسے جانوروں میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے

فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا

اُن سب جانوروں کی تفصیل بتلا دی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب

اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ

تم کو سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت آدمی اپنے غلط خیالات پر

بِاَهْوَاۗىِٕهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ

بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ

أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾

حد سے نکل جانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

اللہ پاک اپنے مومن بندوں کو اجازت دیتا ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو وہ تم کھا سکتے ہو۔ یعنی جس جانور کو خدا کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو وہ حرام ہے جیسا کہ کفارِ قریش مردار چیزوں کو کھا جاتے تھے اور بُتوں وغیرہ پر جو جانور ذبح کیا گیا ہو اس کو بھی کھاتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کہ جس پر خدا کا نام لے لیا گیا ہو اس کو تم کیوں نہ کھاؤ اس لئے تو حرام چیز تمھیں بتا دی ہے اور وضاحت سے سمجھا دیا ہے۔ بعض نے فَصَّلَ کو تشدید کے ساتھ پڑھا اور بعض نے تخفیف کے ساتھ، دونوں صورتوں میں معنی بیان وضوح کے ہیں، ہاں اضطرار اور سخت مجبوری کی حالت میں جو کچھ تم پاؤ تمھارے لئے حلال ہے۔ پھر اللہ پاک مشرکین کی آراءِ فاسدہ کا ذکر فرماتا ہے کہ میتہ کو اور غیر خدا کے نام پر کئے ہوئے ذبیحہ کو کس طرح انھوں نے اپنے لئے حلال بنا لیا ہے۔ ان میں سے اکثر بغیر علم اپنی خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے گمراہ ہو گئے ہیں خدا اِن تجاوز کر جانے والوں سے خوب واقف ہے۔

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ

اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو، بلاشبہ

الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ

جو لوگ گناہ کر رہے ہیں اُن کو اُن کے کئے کی

بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢٠﴾

عنقریب سزا ملے گی۔

ارشاد ہوتا ہے کہ معصیتِ ظاہری و علانیہ سب کو چھوڑ دو۔ مجاہدؒ سے روایت ہے کہ اس سے وہ معصیت مُراد ہے جس کے انجام دینے کی کسی عمل کرنے والے نے نیت کی ہو۔ اور قتادہؒ کہتے ہیں کہ اس سے مخفی اور علانیہ کم اور زیادہ معصیت مُراد ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ ظاہر معصیت یہ ہے کہ فاحشہ عورتوں سے تعلق ہو اور باطن معصیت یہ ہے کہ چوری چھپی بدکارہ عورتوں کے ساتھ معصیت عمل میں آئے۔ عکرمہؓ کہتے ہیں کہ ظاہر معصیت محرم عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ آیۃ اس بارے میں بالکل عام ہے کسی بات کی تخصیص نہیں ہے۔ جیسے کہ فرمایا "میرے رب نے ہر قسم کے فواحش حرام کر دیئے ہیں خواہ وہ علی الاعلان ہوں یا مخفی طور پر۔ اسی لئے فرمایا کہ جو لوگ گناہ کے کام کرتے ہیں ضرور ان کو اپنے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ خواہ وہ ظاہر ہوں یا مخفی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ "اثم" کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ جس کی کھٹک تمھارے دل میں ہو اور تم کو یہ منظور نہ ہو کہ کوئی تمھارے اِس عمل پر واقف ہو۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَ

اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور

إِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ

یہ امر بے حکمی ہے، اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم

إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ

کر رہے ہیں تاکہ یہ تم سے جدال کریں۔ اور اگر تم

أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾

ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ

اِس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جب کسی ذبیحہ پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو تو وہ حلال نہیں خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو۔ ائمہ فقہ کے اِس میں تین اختلافات ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اِس طرح کا ذبیحہ حلال نہیں جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو، خواہ عمداً نہ لیا گیا ہو یا سہواً۔ اِس قول کی تائید اصحابِ متقدمین اور متاخرین میں سے ایک جماعت نے کی ہے۔ متاخرین شافعیہ نے اپنی کتاب "اربعین" میں

اِسی کو اختیار کیا ہے اور اپنی رائے کی تائید میں اسی آیت سے اور آیتِ صید سے دلیل لی ہے کہ "کھاؤ جس کو تمھارے شکاری جانور نے تمھارے لئے روک رکھا ہو اور اس پر اللہ کا نام لے لیا کرو۔ پھر اس آیت میں قولِ باری وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ سے تاکید کی ہے اور کہا گیا ہے کہ اِنَّهٗ کی ضمیر "اکل" کی طرف عائد ہوتی ہے یعنی ایسا ذبیحہ کھانا فسق ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذبح لِغَيْرِ اللّٰهِ کی طرف عائد ہوتی ہے یعنی ایسا ذبیحہ کرنا فسق ہے۔ اور وہ احادیث جو ذبیحہ اور صید کے وقت نام لینے کے بارے میں وارد ہیں۔ عدی بن حاتم اور ابی ثعلبہ کی حدیثوں کی مانند ہیں کہ جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو شکار پر بھیجو اور بھیجتے وقت بسم اللہ کہہ لیا کرو تو جب وہ تمھارے لئے شکار کو پکڑ رکھے اور اس میں سے کھائے نہیں تو تمھیں وہ شکار کھانا جائز ہے خواہ وہ زخمی ہو کر مر چکا ہو۔ یہ دونوں حدیثیں صحیحین میں ہیں اور یہ حدیث رافع بن خدیج بھی صحیحین میں ہیں کہ جس سے خون بہا ہو اور اللہ کا نام لے لیا گیا ہو تو وہ کھا سکتے ہو اور حدیث جندب بن سفیان میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بقرعید میں جس نے نماز سے پہلے ذبیحہ کر لیا چاہیئے کہ اب نماز کے بعد دوسرا ذبیحہ کرے اور جس نے نماز سے پہلے ذبیحہ نہ کیا ہو تو چاہیئے کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کر لے۔ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! لوگ گوشت کا تحفہ ہمیں دیتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ اس پر اللہ کا نام لیا ہوا ہے یا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تمھیں شک ہو تو تم خود اللہ کا نام لے لو اور کھا لو۔ حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ یہ نومسلم لوگ ہوتے تھے۔ اِس کو بخاری رحؒ نے روایت کیا ہے۔ وجہ دلالت یہ ہے کہ ان لوگوں نے سمجھا کہ نام لینا تو ضروری ہے اور شاید تحفہ بھیجنے والے اِس لئے نام نہ لے سکے ہوں کہ نومسلم تھے اِس لئے حضرت نے احتیاطاً کھاتے وقت نام لینے کی ہدایت فرمائی تاکہ ولو فرضنا ذبح کے وقت نام متروک بھی

ہو گیا ہو تو اس وقت نامِ خدا لینا اس کا بدل ہو جائے۔ اور ان لوگوں کو حکم دیا کہ ٹھیک طور پر احکامِ اسلام کا اجرا ہو سکے۔ اور مسئلہ میں دوسرا مذہب یہ ہے کہ ذبح کے وقت نام لینا ہی کچھ مشروط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اگر عمداً یا سہواً نام نہ بھی لے تو کوئی حرج نہیں۔ اور یہی امام شافعی رحؒ کا مذہب ہے اور امام احمدؒ اور امام مالکؒ بھی یہی کہتے ہیں اور شافعی نے آیت وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ کو ذبح لغیر اللہ پر محمول کیا ہے جیسا قولِ باری ہے اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ اور ابن جریج نے کہا کہ اس ممانعتِ اکل سے مُراد ہے کہ وہ ذبیحہ نہ کھاؤ جس کو قریش نے "اوثان" کے لئے ذبح کیا ہو۔ اسی طرح مجوس کا ذبیحہ کھانے کی بھی ممانعت ہے۔ یہی وہ مسلک ہے جس پر امام شافعیؒ چلتے ہیں اور یہی قوی بھی ہے۔ بعض متاخرین نے اِس بات کی کوشش کی ہے کہ اس قول کو اس طرح قوی بنائیں کہ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ کے واؤ کو حالیہ قرار دیں۔ یعنی خدا کا نام نہ لئے ہوئے ذبیحہ کو نہ کھاؤ۔ درانحالیکہ ایسا کرنا فسق ہے اور فسق وہی ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح ہو۔ پھر یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہ متعین ہے اور یہ جائز نہیں کہ واؤ عاطفہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں جملہ اسمیہ خبریہ کا عطف جملہ فعلیہ طلبیہ پر لازم آئے گا جو غلط بات ہے کیونکہ یہ دلیل اس کے بعد کے جملہ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ سے ہی ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ یہاں تو یقیناً عطف ہے تو جس طرح اگلی واؤ کو حالیہ کہا گیا ہے اگر اُسے حالیہ مان لیا جائے تو پھر اس پر اس جملہ کا عطف ناجائز ہو گا اور اگر اسے پہلے کے جملہ فعلیہ طلبیہ پر عطف کیا جائے تو جو اعتراض یہ دوسرے پر وارد کر رہے ہیں وہی ان پر عائد ہو گا۔ ہاں اگر اس واؤ کو حالیہ نہ مانا جائے تو یہ اعتراض مٹ سکتا ہے لیکن جو بات اور دعویٰ تھا وہ سرے سے باطل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اِس سے مُراد مُردار جانور ہے جو آپ

مرگیا ہو۔ اِس مذہب کی تائید ابو داؤد کی ایک مُرسل حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرتؐ کا فرمان ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے خواہ اس نے اُس پر خدا کا نام نہ لیا ہو کیونکہ اگر وہ نام لیتا تو خدا ہی کا نام لیتا۔ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی تائید دار قطنی کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو ابن عباس سے مروی ہے کہ اگر مسلم ذبح کرے اور اللہ کا نام بھی نہ لیا ہو تو کھا سکتے ہیں کیونکہ وہ مسلمان خود گویا خدا کا ایک نام ہے اور وہ جب ذبح کرے گا تو نیت یہی ہوگی کہ خدا کے نام پر ذبح کرتا ہوں۔ بیہقیؒ نے حدیث عائشہ سے بھی جو پہلے گزر چکی حجت لی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہؐ لوگ نومسلم ہوتے ہیں گوشت کا تحفہ لاتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ اللہ کا نام اس پر لیا گیا ہے یا نہیں تو فرمایا تم اللہ کا نام لے لو اور کھالو۔ چنانچہ اگر نام لینا ضروری بھی ہوتا تو آپ بغیر تحقیق کے کھانے کی اجازت ہی نہ دیتے۔ واللہ اعلم۔

اِس مسئلہ میں تیسرا قول یہ ہے کہ ذبیحہ پر بسم اللہ کہنا اگر بھول گیا تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر عمداً چھوڑ دے گا تو جائز نہ ہوگا۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مشہور مذہب یہی ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام ابو الحسن نے اپنی کتاب "الہدایہ" میں لکھا ہے کہ امام شافعی سے پہلے اجماع اِس پر تھا کہ عمداً تسمیہ اگر ترک ہو تو حرام ہے اسی لئے ابو یوسف اور دیگر مشائخ نے کہا کہ اگر کوئی حاکم ایسے ذبیحہ کے گوشت کی بیع کی اجازت دے تو یہ حکم نافذ نہ کیا جائے گا کیونکہ اس میں اجماعِ امت کی مخالفت ہے اور اجماعِ امت کی مخالفت کے ساتھ کوئی بات جائز نہیں ہوسکتی۔ صاحبِ ہدایہ کی یہ بات عجیب ہے۔ حالانکہ شافعیؒ سے پہلے بھی ایسا اختلاف ثابت ہے واللہ اَعلم۔ امام ابو جعفر بن جریر کہتے ہیں کہ جس نے بھول جانے والے کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا اُس نے مجتمعہ دلیل کے قائل ہونے سے اپنے کو الگ کرلیا اور جو حدیث کہ حضرتؐ سے ثابت ہے اُس کی مخالفت کی۔ وہ حدیث یہ ہے کہ مسلم کے لئے خود اُس کا مسلمان ہونا کافی ہے خواہ وہ ذبح کے وقت بھول گیا ہو اور نام نہ لیا ہو، تم اللہ کا نام لے لو اور کھالو۔ اور اِس حدیث کو خطاً مرفوع کہا ہے اور دوسروں نے اس کی توثیق کی ہے اور یہی صحیح ہے۔ ابن جریر اور محمد بن سیرین نے بھول کر تسمیہ ترک کر دینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور سلف لفظ کراہتہ کا اطلاق حرام پر کرتے تھے۔ امام ابو جعفر بن جریر کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے بوقت ذبح بسم اللہ بھول کر نہ کہے جانے پر بھی ذبیحہ کو حرام کہا ہے، انھوں نے علاوہ اور دلائل کا خلاف کرنے کے اِس حدیث کا بھی خلاف کیا ہے جو ثابت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ مسلم کو اس کا مسلم ہونا ہی کافی ہے اگر وہ ذبح کے وقت نام لینا بھول گیا تو اب کھانے والا اللہ کا نام لے اور کھالے۔ اِس سے یہ ثابت ہوا کہ اس کو مرفوع کہنا خطا ہے، اور یہ خطا معقل بن عبید اللہ بن خزری کی ہے۔ بقول امام بیہقی یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ امام ابن جریر کا یہ طریقہ ہے کہ وہ ان دو ایک قوال کو کچھ وقعت نہیں دیتے جو قولِ جمہور کے خلاف ہوں اور اس اجماع کو قابلِ عمل اجماع ہی سمجھتے ہیں۔ حسن بصریؒ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص کے پاس بہت سے ذبح شدہ پرندے لائے گئے۔ جن میں سے بعض پر تو خدا کا نام لیکر ذبح کیا گیا تھا اور بعض پر نام لینا بھول گئے تھے۔ اور یہ اور وہ پرندے آپس میں مخلوط ہوگئے تھے۔ تو حسنؒ نے کہا تم سب کو کھا سکتے ہو۔ محمد بن سیرینؒ سے یہی سوال کیا گیا تو کہا جن پر خدا کا نام نہیں لیا گیا ہے نہ کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اور اپنے فتوے کی اِس حدیث سے دلیل لی جو ابن ماجہ میں بھی مروی ہے۔ یعنی اِس تیسرے مذہب کی دلیل میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر سے خطا اور نسیان کو معاف فرما دیا ہے۔ اور مجبور ہو کر ارتکابِ خطا کرنے کو بھی معاف کر دیا ہے۔ لیکن

یہ قابلِ غور چیز ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص ذبح کرے اور بسم اللہ کہنا بھول جائے تو اس میں کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا تھا مسلمان کا مسلمان ہونا ہی کافی ہے وہ خود اللہ کا نام ہے لیکن اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ مروان بن سالم ابو عبد اللہ شامی اس کے راوی ہیں اور ان پر بہت سے ائمہ نے جرح کی ہے۔ میں نے اِس مسئلہ پر ایک علیحدہ رسالہ لکھا ہے اور ائمہ کے مذاہب اور ان کے ماخذ اور ان کی دلیلوں اور وجہ دلالت اور وجہ معارضت وغیرہ سب باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ اہلِ علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا اس آیت کا حکم منسوخ ہے یا نہیں۔ تو بعض نے کہا کہ حکم منسوخ نہیں بلکہ محکم اور قابلِ عمل ہے اور اسی بنا پر مجاہد اور عام اہل علم کا قول ہے، حکم منسوخ ہوجاتا تو مجاہد وغیرہ ایسا قول نہ کرتے۔ عکرمہ اور حسن بصری کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو وہ کھاؤ اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اللہ نے فرمایا کہ نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو کیونکہ یہ فسق ہے۔ چنانچہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن اس سے مستثنیٰ ہے قولِ باری وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ۔ یعنی اہل کتاب کا ذبیحہ تمھارے لئے حلال ہے اور تمھارا ذبیحہ اہلِ کتاب کے لئے

ابن حاتم کا قول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن میں نازل فرمادیا ہے کہ نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرمادیا اور مسلمانوں پر رحم کیا اور فرمایا کہ، آب سارے طیّبات تمھارے لئے حلال ہیں اور اہلِ کتاب کا ذبیحہ بھی تمھارے لئے حلال ہے چنانچہ پہلی بات کو اِس آیت کے ذریعہ منسوخ فرمادیا اور اہلِ کتاب کے ذبیحہ کو حلال قرار دے دیا۔ ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ صحیح تو یہی ہے کہ اہلِ کتاب کے طعام کے حلال ہونے اور نام نہ لئے ہوئے ذبیحہ کے حرام ہونے میں باہم کوئی تعارض نہیں ہے۔ یہی بیان ہی جو صحیح کہے جانے کا مستحق ہے۔ اور جس نے اس کو منسوخ قرار دیا ہے تو سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ اس کو خاص کردیا۔ واللہ اعلم۔

قولہ تعالےٰ إِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ شیاطین اپنے اولیاء کی طرف اپنی باتیں اس لئے وحی کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث مباحثہ اور مناظرہ کرسکیں۔ ایک شخص نے ابن عمرؓ سے کہا کہ مختار کا یہ دعوٰی ہے کہ اس کی طرف وحی آتی ہے تو کہا کہ اس نے سچ کہا۔ پھر یہ آیت پڑھی یعنی شیطان اپنے اولیاء کی طرف تو وحی کیا ہی کرتا ہے۔

ابو زمیل سے مروی ہے کہ میں ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت مختار حج کرنے کو آیا ہوا تھا تو ایک آدمی ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابن عباسؓ! ابو اسحٰق گمان کرتا ہے کہ آج کی رات اس پر وحی آئی ہے۔ تو ابن عباسؓ نے کہا کہ سچ کہتا ہے۔ میں یہ سُنکر پریشان ہوگیا اور کہا کہ ابن عباس اس کے قول کی تصدیق کرتے ہیں تو ابن عباس کہنے لگے کہ وحی دو قسم کی ہوتی ہے ایک اللہ کی وحی ایک شیطان کی وحی۔ اللہ کی وحی حضرت محمد صلعم کی طرف ہے اور شیطان کی وحی اس کے اولیاء کی طرف ہے پھر اِسی آیت کو تلاوت فرمایا۔ عکرمہ کا بھی ایسا ہی قول پہلے گزرچکا ہے اور قولہ لِيُجَادِلُوكُمْ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑتے تھے اور کہتے تھے کہ کیسی عجیب بات ہے کہ ہم جس جانور کو قتل کریں اس کو تو کھالیں اور جس کو خود اللہ نے قتل کیا ہو اُسے نہ کھائیں اور حرام سمجھیں۔ تو یہ آیت اُتری وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۔ اِس کو مرسلاً روایت کیا اور ابو داؤد نے متصلاً روایت کیا ہے۔ یہ کئی وجوہ سے غور طلب ہے۔ ایک تو یہ کہ یہود میتہ

کے کھانے کو جائز ہی نہیں سمجھتے تھے۔ پھر وہ اس بارے میں خلاف ہی کیوں کریں گے۔ دوسرے یہ کہ یہ آیت سورۃ انعام میں ہے جو مکی ہے اور یہود تو مدینہ میں رہتے تھے اور تیسرے یہ کہ اِس حدیث کو ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔ جو ابن عبّاس رضؓ سے مروی ہے۔ اور ترمذی کہتے ہیں کہ لوگ یعنی یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ پھر اس حدیث کا ذکر کیا۔ اور یہ عجیب بات ہے جسنؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ یہ مُرسل ہے۔ طبرانی ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت اُتری کہ خدا کا نام نہ لئے ہوئے کو نہ کھاؤ۔ تو اہلِ فارس نے قریش کو کہلا بھیجا کہ محمدؐ سے اِس بارے میں بحث کرو اور کہو کہ اپنی چھری سے قتل کیا گیا تو وہ حلال ہوگیا اور جس کو خدا نے اپنی سُنہری تلوار سے ذبح کیا یعنی میتۃ تو وہ حرام ہوگیا، یہ کیسی بات ہے؟ تو یہ آیت اُتری کہ شیاطین اپنے اولیاء کو سکھاتے ہیں کہ تم سے لڑیں بحث و مجادلہ کریں۔ اگر تم نے ان کی بات مان لی اور میتۃ کو بھی حلال سمجھنے لگے تو تم بھی مشرک قرار پاؤ گے۔ مُراد یہ کہ فارس کے شیاطین قریش کو وحی بھیجتے ہیں۔ ابن عباس کی حدیث میں یہود کا ذکر نہیں ہے اور یہی اعتراض سے بچنے کی محفوظ صورت ہے کیونکہ آیت مکی ہے اور یہ بھی کہ یہود تو میتۃ کو پسند ہی نہیں کرتے تھے اور بعض الفاظ میں ابنِ عبّاس رضؓ سے یوں مروی ہے کہ تم جس کو قتل کرتے ہو اس پر اللہ کا نام ہوتا ہے اور جو خود بہ خود مرجاتا ہے اُس پر اللہ کا نام مذکور نہیں ہوتا۔ اہلِ فارس کے سکھانے پر مشرکین نے اصحابِ رسول پر جب یہ اعتراض وارد کیا تو مسلمانوں کے دلوں میں ایک شبہہ جاگزیں ہوگیا، تو یہ آیت اُتری اور مجادلہ کرنے والوں کی سازش کھُل گئی۔ سدیؒ نے اِس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ، مشرکین نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ تم دعویٰ تو کرتے ہو کہ خدا کی مرضی کو پسند کرتے ہیں پھر اللہ کے قتل کئے ہوئے کو نہیں کھاتے اور اپنے قتل کئے ہوئے کو کھاتے ہو تو فرمایا کہ اگر تم ان کی دلیل کے دھوکے میں آجاؤ گے تو تم بھی مشرک بن جاؤ گے۔ جیسا کہ فرمایا اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی اپنے پیشواؤں اور راہبوں کو خدا کی بجائے انھوں نے اپنے ارباب بنالیا ہے اور انھیں کی عبادت کرنے لگے ہیں۔ تو عدی بن حاتم نے کہا یا رسول اللہؐ! وہ اِن رُہبان اور احبار کی تو عبادت نہیں کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان پیشواؤں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردیا اور ان لوگوں نے ان کی مان لی، تو یہی تو عبادت کرنا ہوا۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ

ایسا شخص جو پہلے مُردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنادیا اور ہم نے اس کو ایک

لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ

ایسا نور دیدیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص

فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ

اُس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے، ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا اسی طرح

زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

کافروں کو اُن کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں۔

یہ مثال کے طور پر اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ایمان لانے والا جو پہلے میت تھا یعنی ضلالت میں ہلاک اور حیران تھا اس کو اللہ نے زندہ کردیا یعنی اس کے قلب کو ایمان کی دولت بخشی اور اتّباعِ رسول کی توفیق و ہدایت فرمائی، اور اُس کے لئے ایک نور قرار دیا جو اس کے چلنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ یہ نور قرآن ہے۔ یہ مومن کیا اُس شخص کی طرح تھوڑا ہی ہوسکتا ہے جو اپنی جہالتوں اور گمراہی کی تاریکیوں میں ہو، جو ان تاریکیوں سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا جس سے اس کو چھٹکارا ہو ہی نہیں سکتا۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اُن پر نور کی بارش کی جس نے اس نور کو پالیا اس نے ہدایت پالی اور جس نے اس نور کو نہیں لیا وہ دنیا میں گمراہ رہ گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ پاک ولی ہے اُن لوگوں کا جو ایمان لے آئے جو اُن کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لیجاتا ہے اور جنھوں نے کفر کیا ان کے اولیآ شیطان ہیں جو اُن کو نور سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لیجاتے ہیں۔ یہی اہلِ دوزخ ہیں جو ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جو سر جھکائے جُھک کر ٹیڑھا ہوکر چلتا ہے، وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو سیدھا اور صراطِ مستقیم پر چلتا ہے اور فرمایا دو قسم کے لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ ایک تو ہیں اندھے اور بہرے اور دوسرے آنکھوں اور کان والے کیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں۔ کیا تم اس بات کو ذرا نہیں سمجھتے۔ اور فرمایا نابینا اور بینا دونوں برابر نہیں ہوسکتے اور نہ تاریکی اور نور اور نہ سایہ اور گرمی اور نہ زندہ اور مُردہ اللہ جس کو چاہتا ہے سُناتا ہے۔ تم قبر کے مُردے کو نہیں سُنا سکتے تم تو فقط عذابِ خدا سے ڈرانے والے ہو۔ اِس موضوع پر بہت سی آیتیں ہیں وجہ مناسبت اِن مثالوں میں نُور اور ظلمات ہیں۔ کہ اس سورت کے اوّل میں اسی مثال سے ابتدا ہوئی ہے۔ یعنی جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ سے ابتدا کی ہے۔

بعض نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس مثال سے مُراد دو معیّن شخص ہیں اور وہ عمر بن خطابؓ جو گویا پہلے میّت تھے، پھر اللہ نے ان کو زندہ کردیا اور انھیں نور عطا فرمایا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے لوگوں کے اندر چلتے ہیں اور کہا گیا کہ عمار بن یاسرؓ سے مُراد ہے۔ لیکن جو ظلمات میں ہیں وہ اس سے نکل نہیں سکتے وہ ابوجہل اور عمرو بن ہشام ہیں۔ اور صحیح یہی ہے کہ آیت عام ہے اس میں ہر مومن اور کافر داخل ہیں۔

اور قولہ تعالےٰ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کافروں کو ان کے اعمال اچھے بنا کر ہی دکھاتا ہے اور یہ بات ان کی جہالت اور گمراہی کے سبب ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ
اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مُرتکب
مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ
بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں شرارتیں کیا کریں۔ اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ
اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (۱۲۳) وَ
شرارت کررہے ہیں اور اُن کو ذرا خبر نہیں۔ اور
اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ
جب اُن کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے
حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ
جبتک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جاوے جو اللہ کے رسولوں کو دیجاتی ہے اس موقع
اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ
کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے۔ عنقریب اُن لوگوں
الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ
کو جنھوں نے جُرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچکر ذلت پہنچے گی اور
عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ (۱۲۴)
سزائے سخت ان کی شرارتوں کے مقابلے میں۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے محمدؐ! جیسا کہ تمھاری بستی میں بڑے بڑے لوگ مجرم اور کافر ثابت ہوئے ہیں، جو خود بھی خدا کی راہ سے رُکے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی کفر ہی کی طرف بلاتے ہیں اور تمھاری مخالفت اور عداوت میں سبقت لئے ہوئے ہیں اسی طرح تم سے پہلے بھی رسولوں سے دشمنی کرنے والے ایسے ہی دولت مند اور رُودار لوگ ہوا کرتے تھے، پھر انھیں جو سزا ملی وہ معلوم ہی ہے چنانچہ

فرمایا کہ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے ایسے مجرموں کو دشمن بنا دیا تھا اور فرمایا کہ جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو برباد کر دیں، تو ان کے مالداروں کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ بستی میں فساد مچائیں اور فسق و فجور کرنے لگیں۔ الغت مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو طاعت کا حکم کرتے ہیں لیکن وہ مخالفت کرتے ہیں بنا بریں ہم انھیں ہلاک کر دیتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم انھیں وہ امر کرتے ہیں جو ان کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے تاکہ اس میں وہ شیطنت اختیار کریں۔ اور فرمایا کہ جس بستی میں بھی ہم نے اپنا ڈرانے والا بھیجا تو سب سے پہلے وہاں کے دولت مندوں نے یہی کہا کہ ہم تو تمھیں نہیں مانتے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تم سے اموال و اولاد میں بڑھے ہوئے ہیں ہمیں عذاب نہیں ہوگا اور فرمایا کہ یہ دولتمند کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی ڈھنگ پر پایا اور ہم تو انھیں کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔ مکر سے یہاں مراد یہ ہے کہ وہ اپنی بیہودہ بکواس کے ذریعہ لوگوں کو گمراہی کی طرف بلاتے ہیں جیسے کہ قومِ نوحؑ کے بارے میں فرمایا۔ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۚ اور فرمایا کہ "کاش تم دیکھتے ان ظالموں کو کہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور ایک دوسرا اپنے ساتھی سے یوں باتیں کر رہا ہے اور چیلا اپنے پیشوا اور تابع اپنے متبوع سے کہہ رہا ہے کہ اگر تمھارے زیرِ اثر ہم نہ ہوتے تو ایمان لائے ہوئے ہوتے۔ تو پیشوا اور متبوع اپنے چیلوں اور تابعوں سے کہیں گے۔ ہم نے ہدایت سے تمھیں روکا تھوڑی تھا تم تو آپ گنہگار اور مجرم تھے اور یہ کہ تمھارا مشورہ تھا کہ ہم کفر اختیار کریں اور اللہ کے لئے شریک بنائیں۔ چنانچہ اپنے ساتھ ہم کو بھی تم نے اپنی لپیٹ میں لے لیا سفیان کہتے ہیں کہ قرآن میں مکر سے مراد عمل ہے۔ اور فرمایا کہ نہیں چالبازی کرتے ہیں وہ مگر اپنے ہی نفسوں کے ساتھ لیکن اس بات کو وہ نہیں جانتے۔ یعنی اس چالبازی اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا وبال خود ان کی اپنی ذات پر پڑے گا جیسا کہ فرمایا کہ یہ پیشوا اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ دوسروں کے گناہوں کا وزن بھی اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور فرمایا کہ گمراہ کرنے والے کیسا برا بوجھ اٹھا رہے ہیں اور جانتے نہیں کہ دوسرے کا بھی گناہ ہم لے رہے ہیں اور فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس جب ہماری کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ اس جیسی نشانیاں نہ پیش کرو جیسی کہ پہلے کے پیغمبروں نے بتائی تھیں۔ وہ کہتے تھے کہ رسول کے ساتھ فرشتے بھی بہ طور دلیل کیوں نہیں ہوتے جیسے کہ وہ رسول کے پاس وحی لیکر آتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ جن لوگوں کو ہم سے ملنے کا یقین نہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم پر بھی فرشتے کیوں نہیں اترتے یا یہ کہ ہم اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھ لیں۔ اور قولہ تعالےٰ، اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۗ یعنی اللہ جانتا ہے کہ محل رسالت کس کو بنانا چاہئے اور کون درحقیقت رسول بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا کیا وہ خدا کی رحمت کی تقسیم اپنی صوابدید سے کریں گے قریتین سے مراد مکہ اور طائف ہیں یہ بات وہ کمبخت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغاوت اور حسد کی وجہ سے اپنے سے حقیر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا کہ جب یہ کافر تم کو دیکھتے ہیں تو تم کو مذاق اور ٹھٹول میں لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارے کیا یہی ہے وہ شخص جو تمھارے خداؤں سے متعلق بولتا پھرتا ہے حالانکہ وہ رحمٰن کے ذکر کو بھولے بیٹھے ہیں اور فرمایا کہ جب کبھی وہ تم کو دیکھتے ہیں تو مذاق میں لے اڑتے ہیں کہ کیا یہی ہے جس کو خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے اور فرمایا کہ تم سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ اسی طرح کا مذاق اور استہزاء کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن انھیں کے مذاق نے انھیں ہلاک کر دیا۔ حالانکہ ان کمبختوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے فضل و شرف اور نسب کا اعتراف تھا اور آپ کے خاندان کی شرافت اور قبیلہ کی عزّت اور وطن مکّہ کی بزرگی کے معترف تھے اللہ اور سارے ملائکہ اور مومنین کی طرف سے آپؐ پہ درود ہو۔ حتّیٰ کہ یہ لوگ آپ کے نبی ہونے کے پہلے ہی سے آپ کے ایسے معترفِ حُسنِ اخلاق تھے کہ آپ کو امین کا خطاب دے رکھا تھا۔ اور رئیسِ کفار ابوسفیان تک آپ کی سچائی سے اِس قدر مرعوب تھے کہ ہرقل ملکِ روم نے جب آپ کی بابت اور آپ کے حسب نسب کی بابت پوچھا تو کہنے لگے کہ وہ ہم لوگوں میں بہت شریف النسب ہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا اس سے پہلے کبھی جھوٹا بھی مشہور رہا ہے تو ابوسفیان نے کہا کبھی نہیں۔ غرض یہ کہ حدیث طویل ہے جس سے شاہِ روم نے یہ استدلال کیا کہ وہ اچھی صفات والا معلوم ہوتا ہے یہ چیزیں تو اُس کی نبوت اور صداقت کی دلیل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے اولادِ ابراہیم میں سے اسماعیل کو انتخاب کیا اور بنی اسمٰعیل میں سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو انتخاب فرمایا۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ بنی آدم کے اچھے قرن یکے بعد دیگرے آتے رہے حتّیٰ کہ وہ اچھا قرن بھی آگیا جس میں میں ہوں۔ عبّاسؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ منبر پر چڑھ کر فرمانے لگے کہ بتاؤ میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو آپ نے کہا کہ ہاں میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ نے مخلوقات پیدا کی اور مجھ کو اپنی مخلوقات میں سب سے بہتر پیدا کیا اور لوگوں کو دو فریق میں تقسیم کیا اور مجھ کو اچھے فرقہ میں سے قرار دیا۔ اور جب اُس نے قبائل پیدا کئے تو سب سے اچھے قبیلہ میں سے مجھے قرار دیا۔ اللہ نے خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے گھرانے میں پیدا کیا۔ میں ازرُوئے خاندان تم میں سب سے اچھا ہوں نیز ازروئے ذات تم میں سب سے اچھا ہوں۔ سچ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ نیز حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا کہ اے محمد صلعم دنیا بھر میں مشرق و مغرب سب میں چھان ڈالے لیکن محمدؐ سے بڑھ کر میں نے کسی کو افضل نہیں پایا اور سارے مشرق و مغرب ڈھونڈھ ڈالے تو کوئی خاندان بنو ہاشم کے خاندان سے زیادہ فضیلت رکھنے والا نہ ملا (عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ نے سب کے دلوں پر نظر ڈالی تو اصحاب کے قلوب کو سب کے دلوں سے اچھا پایا چنانچہ انھیں کو نبی کے وزرا اور مددگار بنایا جو نبی کے ساتھ دین کے لئے قتال کرتے ہیں پس مسلمان جس کو اچھا سمجھتے ہیں وہ اللہ کے پاس سے اچھا ہوتا ہے اور جس کو مسلمان بُرا سمجھتے ہیں وہ اللہ کے پاس بھی بُرا ہوتا ہے سلمان نے روایت کی ہے کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اے سلمان! مجھ سے بغض نہ رکھنا اور ناراض نہ رہنا ورنہ تم اپنے دین سے جُدا ہو جاؤ گے۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہؐ میں آپ سے کیسے بغض رکھوں گا، آپ ہی کے ذریعہ تو اللہ نے ہماری ہدایت فرمائی ہے تو فرمایا تم قوم عرب سے بغض رکھو گے تو گویا مجھ سے بغض رکھو گے۔)

روایت ہے کہ ایک آدمی نے ابن عبّاسؓ کو دیکھا کہ مسجد میں داخل ہو رہے ہیں۔ پس جب ان کی طرف دیکھا تو ڈر گیا اور پوچھنے لگا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ تو کہا کہ اللہ اپنے محل نبوت و رسالت کو خوب جانتا ہے کہ کون نبوت کا مصداق بن سکتا ہے۔ اور قول تعالےٰ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِندَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ یہ رسالت کی اتباع سے تکبر اور انقیاد رسول سے غرور کرنے والوں کے لئے وعید شدید ہے اس کو خدا کے پاس حقارت اور ذلتِ دائمہ نصیب ہوگی اسی طرح جو لوگ غرور کرتے ہیں تو قیامت کے روز اس کے نتیجہ میں انھیں ذلت ملے گی، جیسا کہ فرمایا "کہ جو لوگ میری عبادت سے غرور کرتے ہیں اور مُنہ موڑتے ہیں وہ اوندھے مُنہ جہنم میں پڑے ہوں گے"۔ اور فرمایا کہ ان کے اِس عملِ بد کے سبب انھیں عذاب شدید لاحق ہوگا۔ کیونکہ مکر عموماً خفی

ہوتا ہے۔ مکر کہتے ہیں نہایت لطیف طور پر حیلہ بازی اور مکّاری کو، وہ اسی کے بالمقابل قیامت کے روز پوری جزا اور پورا عذاب شدید دیئے جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ۔ لیکن خدا عذاب دینے میں کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ جیساکہ فرمایا؛ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ یعنی اس روز ساری چھپی ہوئی باتیں اور سب مکنونات ظاہر ہو جائیں گی۔ صحیحین میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ ہر باغی اور غدّار کے لئے قیامت میں ایک جھنڈا ہوگا اور یہ اس کی سُرین سے لگا ہوگا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں غدّار ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ غدر چونکہ خفی ہوتا ہے لوگ اس سے آگاہ نہیں ہو پاتے اس لئے قیامت کے روز وہ ایک عَلَم اور جھنڈا بن جائے گا جو غدّاری کا اعلان کرتا رہے گا۔

فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ رستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اُس کے سینہ کو اسلام کے لئے

لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ

کشادہ کر دیتے ہیں۔ اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اُس کے سینہ کو تنگ

صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي

بہت تنگ کر دیتے ہیں جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا

السَّمَآءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى

ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ۱۲۵

پھٹکار ڈالتا ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس کو اللہ ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اسلام کے لئے اس کا دل کھول دیتا ہے۔ یعنی دین اسلام اختیار کرنا اس کے لئے سہل بنا دیتا ہے چنانچہ یہ چیز علامت ہے اس بات کی کہ اس کی قسمت میں خیر لکھی ہے جیساکہ فرمایا کہ اسلام کے لئے جس کا دل کھل جاتا ہے تو خدا کی طرف سے اس کے لئے نور متعین کر دیا جاتا ہے اور فرمایا۔ لیکن اللہ نے تمھارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی جو تمھارے قلوب کی زینت کا سبب ہے۔ اور کفر و فسوق و عصیان سے تمھارے دلوں میں نفرت ڈال دی ہے۔ ایسے ہی لوگ رشد و ہدایت پائے ہوئے ہیں۔ ابن عباسؓ نے اس آیت کے بارے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ توحید اور ایمان کو قبول کرنے کے لئے اس کے دل میں وسعت دے دیتا ہے ابو مالک اور اکثر نے کہا کہ یہی بات زیادہ ظاہر و ثابت ہے۔ ابو جعفر سے مروی ہے کہ حضرتؐ سے پوچھا گیا کہ کونسا مومن زیرک و دانا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ جو اکثر موت کو یاد کرتا رہے اور جو سب سے زیادہ موت کے بعد کے لئے اپنے کو تیار کرتا رہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اسی آیت کے بارے میں، چنانچہ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! شرح صدر کیا ہوتا ہے؟ تو فرمایا ایک نور ہوتا ہے جو دل میں ڈال دیا جاتا ہے جس سے دل کھلجاتا ہے اور وسیع ہو جاتا، یعنی انسان میں تنگ دلی باقی نہیں رہتی۔ تو لوگوں نے کہا کہ ہم اس چیز کو کیسے پہچانیں کہ اس کو شرحِ قلب حاصل ہے؟ تو آپ نے فرمایا، اس کا پتہ اس بات سے چلے گا کہ کون دارُ الآخرت کی طرف زیادہ جھکا ہوا ہے اور دنیا کے تمتّعات سے کس قدر دُور رہتا ہے اور موت آنے کے پہلے ہی موت کے لئے اپنے کو کس قدر تیار کر رکھا ہے۔

قولہ تعالیٰ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا۔ جس کو وہ گمراہ کرنا چاہتا ہے اُس کے دل کو بہت تنگ کر دیتا ہے ضَيْق کا لفظ فتح ضاد اور سکون یاء کے ساتھ ہے اور اکثر لوگ تشدید یاء اور کسرہ یاء سے قرار دیتے ہیں۔ یہ دونوں لغت مثل هَيْن اور هَيِّن کے ہیں اور لفظ حرج کو بعض نے فتح حاء اور کسرہ راء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسری قرأت فتح حاء اور فتح راء سے ہے، یعنی وہ گمراہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کا دل ہدایت کے لئے ذرا بھی کشادہ نہیں۔ ایمان اس میں راہ نہیں پاتا۔ حضرت عمرؓ نے ایک بدوی سے پوچھا کہ حَرَجَة

کیا چیز ہے؟ تو کہا وہ ایک درخت ہے درختوں ہی کے درمیان ہوتا ہے نہ کوئی چرواہا اس تک پہنچ سکتا ہے اور نہ کوئی جانور اور نہ کوئی اور شئے۔ تو حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ منافقین کا قلب بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ امر خیر کی وہاں تک رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعؔ اس کے دل پر اسلام کو تنگ کر دیتا ہے کیونکہ اسلام تو ایک وسیع چیز ہے اور کافر کا دل تنگ ہوتا ہے کیسے سما سکے گی وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ یعنی دین قبول کر لینے کے بعد تمھارے دل میں کوئی تنگی نہیں رہ سکتی اور اللہ تعالے نے تمھارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ لیکن منافق کا دل شک میں مبتلا رہتا ہے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار اپنی تنگدلی کے سبب وہ کر ہی نہیں سکتا۔ ایمان لانا اُس پر اِس قدر دشوار ہے جیسے کسی کو آسمان پر چڑھنا دشوار ہے کہ جس طرح ابن آدم آسمان پر نہیں چڑھ سکتا، اسی طرح توحید کا عقیدہ اُس کے دل میں گھر نہیں کر سکتا۔ اوزاعی کہتے ہیں کہ جس کے دل کو اللہ نے تنگ بنایا ہو وہ کس طرح اسلام لا سکتا ہے۔ یہ ایک مثال ہے جو قلب کافر سے متعلق کہی گئی ہے کہ ایمان اس کے دل پر چڑھنا اِس قدر مشکل ہے جیسے کوئی آسمان پر چڑھے اور چونکہ آسمان پر چڑھنا ممکن نہیں، اسی طرح اس کافر کا ایمان لانا ممکن نہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح اس کے دل کو تنگ کر دیا، اِسی طرح شیطان کو اللہ تعؔ اس پر مسلط کر دیتا ہے۔ جو خدا کی راہ سے اس کو بھٹکاتے رہتے ہیں۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ رِجس کے معنی شیطان اور ہر وہ چیز جس میں کوئی خیر نہ ہو اور عذاب کے ہیں۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا

اور یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے۔ ہم نے نصیحت حاصل کرنیوالوں

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ

کے واسطے اِن آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا۔ ان لوگوں کے واسطے

السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا

اُن کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

اعمال کی وجہ سے۔

اللہ تعالے نے جب ان گمراہوں کا ذکر فرما چکا تو اب دین اور ہدایت کے شرف کو بتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ تمھارے رب کا راستہ یہی سیدھا راستہ ہے مُسْتَقِيْمًا بنا بر حال منصوب ہے۔ یعنی یہ دین اے محمدؐ جو ہم نے تمھیں دیا ہے یہ اس وحی کے ذریعہ ہے جس کو قرآن کہتے ہیں اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔ جیسے کہ حضرت علیؓ نے قرآن کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ صراطِ مستقیم ہے، حبل اللہُ المتین ہے، ذکر حکیم ہے۔ اور ہم نے قرآن کی آیتوں کو نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے اس سے وہی لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جنھیں عقل و فراست حاصل ہے جو خدا اور رسول کی باتوں میں نیازمندانہ غور و فکر کرتے ہیں اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے لئے قیامت کے دن جنّت دار السّلام ہے۔ جنّت کو دار السلام کا نام اس لئے دیا گیا کہ جیسی سلامتی کی راہ وہ یہاں چلے قیامت کے دن بھی سلامتی کا گھر انھیں ملے گا۔ اللہ پاک ان کا حافظ و ناصر و مؤیّد ہے کیونکہ وہ نیک عمل کرتے تھے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ

اور جس روز اللہ تعؔ تمام خلائق کو جمع کریگے۔ اے جماعت جنات کی تم نے

قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ

انسانوں میں بڑا حصہ لیا جو انسان اُن کے ساتھ تعلق رکھنے

اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ

والے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم میں ایک دوسرے

بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ

سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اُس معین میعاد تک آپہنچے جو آپنے ہمارے لئے

لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا

میں فرمائی۔ اللہ تم فرمائیں گے کہ تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو گے

مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

اگر خدا ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بے شک آپ کا رب بڑی حکمت والا اور بڑا علم والا ہے

ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمدؐ! اس دن کو یاد کرو، جب کہ اللہ تعالیٰ ان جن و شیاطین اور ان کے انسانی اولیا جن کی وہ دنیا میں عبادت کرتے تھے اور انھیں کے پاس پناہ لیتے تھے اور دنیاوی منفعات کے بارے میں ایک دوسرے کو وحی بھیجتے تھے اُن سب کو جمع کرے گا اور ان سے فرمائے گا کہ اے گروہِ جن و شیاطین تم نے انسانوں کو بہت بھٹکا لیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا کیونکہ وہ تمھارا سخت دشمن ہے اور تم میری عبادت کرو کہ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اے لوگو! تم میں سے بہت بڑے گروہ کو اِن شیطانوں نے گمراہ کر دیا ہے کیا اب بھی تم کو عقل نہیں آئے گی۔ اور ان کے انسان اولیاء کہیں گے کہ اے رب! بے شک تیری بات درست ہے۔ ہم میں سے ہر ایک دوسرے سے تمتع حاصل کرتا رہا۔ حسنؒ کہتے ہیں کہ یہ استمتاع یہ تھا کہ شیاطین حکم دیتے تھے اور یہ نادان انسان اس پر عمل کرتے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص سفر کرتا ہوا کسی وادی میں بھٹکتا تھا تو کہتا تھا کہ میں اِس وادی کے سب سے بڑے جن کی پناہ لیتا ہوں۔ یہ ہوتا تھا ان انسانوں کا استمتاع۔ چنانچہ قیامت کے دن اسی کا عذر پیش کر رہے ہیں اور جنوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ انسان اُن کی تعظیم کرتے تھے اور اُن سے مدد طلب کرتے تھے اور انسانوں سے انھیں بزرگی ملتی تھی۔ چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہم جنوں اور انسانوں کے سردار ہیں اور تو نے جو وقت ہمارے لئے قرار دیدیا تھا۔ اُس وعدہ تک ہم پہنچ گئے۔ اِس سے مُراد موت ہے تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ اب دوزخ تمھارا اور تمھارے اولیاء کا ٹھکانہ ہے جس میں تم ہمیشہ رہو گے۔ پھر خدا ہی جو چاہے کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ استثناء کے معنی برزخ کی طرف رُجوع کرنے کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مدت دنیا کی طرف رَد ہے۔ اور بعض نے وہ باتیں کہیں جن کا بیان سورۃ ہود میں آئے گا (جہاں کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے، جب تک کہ زمین و آسمان رہیں گے۔ ہاں اس کے سوا خدا کچھ اور چاہے تو اس کی مرضی، وہ تو جو ارادہ کرتا ہے اپنے ارادہ کو عمل میں لانے کا حق رکھتا ہے۔ اِس آیت کی تفسیر اس آیت سے ہوتی ہے کہ دوزخ تمھارا ٹھکانہ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے ہاں مگر پھر جو خدا چاہے۔ یہ ایک ایسی آیت ہے کہ کسی کو بھی یہ سزاوار نہیں کہ اللہ کی مخلوق کے بارے میں اللہ پر کوئی حکم لگائے اور کسی کو جنتی یا دوزخی قرار دے۔)

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًاۢ بِمَا

اور اسی طرح بعض کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

اُن کے اعمال کے سبب۔

اللہ لوگوں کو جو ایک جیسے اعمال رکھتے ہوں تو آپس میں دوست بنا دیتا ہے۔ چنانچہ مومن ولی ہے مومن کا خواہ کہیں ہو اور کیسا ہی ہو، اور کافر ولی ہے کافر کا خواہ کہیں کا ہو، اور کسی ذات پات کا ہو۔ ایمان تمناؤں اور ظاہرداریوں کا نام نہیں۔ مالک بن دینارؒ نے کہا کہ میں نے زبور میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں منافقین کا انتقام منافقین ہی کے ذریعہ لوں گا اور پھر اس کے بعد سارے ہی منافقین سے۔ اور یہ قرآن میں بھی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے "ہم اسی طرح ایک ظالم کو دوسرے ظالم کا دوست بنا دیتے ہیں یعنی جن کے ظالموں کو انسانی ظالموں کا دوست بناتے ہیں۔ اور جو خدا کے ذکر سے غافل ہو جاتے تو ہم ایک

شیطان کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں اور وہ ہمیشہ اُس کے ساتھ رہتا ہے۔ ابن مسعودؓ سے مرفوع حدیث ہے کہ جس نے ظالم کی مدد کی تو اسی کو ہم اس پر مسلط کر دیتے ہیں یہ حدیث غریب ہے کسی شاعر نے کہا ہے کہ کوئی ہاتھ ایسا نہیں جس سے بالاتر خدا کا ہاتھ نہ ہو اور کوئی ظالم ایسا نہیں جس کو دوسرے ظالم سے سابقہ نہ پڑے۔ آیتِ کریمہ کے معنی یہ ہوئے کہ جس طرح ہم نے ان نقصان یافتہ انسانوں کے دوست ان کے بہکانے والے جنّ و شیاطین کو بنا دیا۔ اسی طرح ظالموں میں سے بعض کو بعض کا ولی بنا دیتے اور بعض بعض سے ہلاک ہوتے ہیں اور ہم ان کے ظلم و سرکشی اور بغاوت کا بدلہ بعض سے بعض کو دلاتے ہیں۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ

اے جماعتِ جنّات اور انسانوں کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر

مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ

نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کیا کرتے تھے اور تم کو اس

لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي

آج کے دن کی خبر دیا کرتے تھے وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر اقرار

اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا

کرتے ہیں اور ان کو دُنیاوی زندگانی نے بھول میں ڈال رکھا

عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝

ہے اور یہ لوگ معترف ہوں گے کہ وہ کافر تھے۔

اللہ پاک یہاں کافرین جن و انس کو متنبہ فرما رہا ہے کہ ہم قیامت کے روز ان سے پوچھیں گے کہ کیا ہمارے رسولوں نے تمھارے پاس اپنا حق نبوت ادا کر دیا تھا۔ یہ پوچھنے کا ڈھنگ ہے جو اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ یعنی اے جن و انس کیا تمھیں میں سے رسول نہیں آئے تھے۔ رسول صرف انسانوں میں ہوتے ہیں جنوں میں نہیں ہوتے ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول بنی آدم ہیں ہوتے ہیں اور جنوں میں صرف ڈرانے والے ہوتے ہیں جو خدا کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ ابن مزاحم کا خیال ہے کہ جنوں میں بھی رسول ہوتے ہیں اور اپنے دعوے میں اسی آیتِ کریمہ سے دلیل لاتے ہیں۔ لیکن یہ غور طلب بات ہے، کیونکہ یہ کوئی یقینی بات نہیں ہے کیونکہ کہیں بھی کسی آیت میں اس چیز کی صراحت نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہ احتمال ہے اس عدم تصریح کی آیتِ خداوندی سے یہ دلیل ہے کہ فرمایا ہے۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ، بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ، فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ اور پھر فرمایا وَيَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ۔ اور ظاہر ہے کہ لؤلؤ اور مرجان کھاری سمندر کے اندر ہوتے ہیں میٹھے سمندر میں نہیں ہوتے۔ چنانچہ جس طرح لؤلؤ اور مرجان کو میٹھے اور کھاری دونوں سمندروں کی طرف منسوب کیا بالکل اسی طرح رسولوں کو جنّ و انس دونوں کے اندر شمار کیا۔ ابن جریر نے بھی بالکل یہی جواب دیا ہے اور اس بات کی دلیل کہ رسول صرف انسانوں میں ہیں یہ قولِ باری ہے اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰي نُوْحٍ وَّالنَّـبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ الی قولہ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَي اللّٰهِ حُجَّــةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ۔ اور قولہ تعالےٰ ابراہیمؑ کے ذکر سے متعلق وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد نبوت اور کتاب کو انھیں کی ذرّیت میں موقوف کر دیا گیا اور کوئی بھی اِس بات کا قائل نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے نبوّت جنّ میں تھی اور اُن کے مبعوث ہونے کے بعد جنوں سے منقطع ہو گئی۔ غرض یہ کہ جنوں میں ثبوتِ نبوّت نہ ابراہیمؑ سے پہلے ثابت ہے نہ ابراہیمؑ کے بعد۔ اور فرمایا "کہ تم سے پہلے ہم نے جو رسول بھیجے تھے وہ بھی کھانا وغیرہ کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے۔ اور فرمایا کہ تم سے پہلے جس قدر ہم نے رسول بھیجے وہ انھیں کے اہلِ وطن تھے۔ اور معلوم ہے کہ

جنّ اِس بابِ رسالت میں تابعِ انسان ہیں اور اسی لئے جنّوں سے متعلق خبر دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ "جنوں کی ایک جماعت کو ہم نے تمھاری طرف پھیر دیا ہے کہ وہ قرآن سُننے لگتے ہیں اور جب حاضرِ مجلس رہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ خاموش ہوجاؤ سُننے دو اور جب قرآن ختم ہوجاتا ہے تو اپنی قوم کی طرف جاکر خدا سے اُنھیں ڈراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ساتھیو! ہم نے ایک کتاب سُنی جو موسیٰؑ کے بعد اُتری ہے اور جو توریت کی تصدیق کرتی ہے اور حق باتوں اور طریق مستقیم کی طرف ہدایت کرتی ہے" اے لوگو! اللہ کی طرف بلانے والے کو لبیک کہو اُن پر ایمان لاؤ خدا تمھارے گناہوں کو بخش دیگا اور عذاب الیم سے تمھیں نجات عطا کرے گا۔ اور اگر کسی نے داعیِ خدا کو لبیک نہیں کہا اور کافر رہ گیا تو وہ خدا کو کچھ عاجز نہیں کرسکتا اور خدا کے سوا اس کا کوئی ولی نہیں ہوسکتا۔ ایسے لوگ بڑی گمراہی میں ہوں گے۔ ترمذی کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ رحمٰن کی تلاوت فرمائی اور اس میں اس آیت کو پڑھا سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ اور فرمایا کہ اے جن و انس کی جماعت کیا تم میں سے اللہ کے رسول تمھارے پاس نہیں آتے تھے جو میری آیتیں تم کو پڑھ کر سُناتے تھے اور آج کے دن میری مُلاقات سے تمھیں متنبہ کرتے تھے تو وہ کہیں گے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ تیرے رسولوں نے اپنی تبلیغ ہم تک پُہنچادی اور ہمیں تیری ملاقات سے ڈرایا بھی تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ یہ آج کا دن ضرور وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ اور فرمایا حیاتِ دنیا نے انھیں مُبتلائے فریب کر رکھا تھا۔ وہ حیاتِ دنیا میں افراط و تفریط میں مبتلا ہوگئے اور تکذیبِ رُسل اور مخالفتِ معجزات کرکے ہلاک ہوگئے کیونکہ حیاتِ دنیوی کی خوش عیشیوں اور زینت و شہوات میں گرفتار ہوگئے اور بروزِ قیامت وہ خود اپنے نفسوں پر گواہی دیں گے کہ ہم کافر تھے۔

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى

یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو کفر کے سبب ایسی حالت

بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝۱۳۱ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ

میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے بیخبر ہوں۔ اور ہر ایک کے لئے درجے ملیں گے

مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا

اُن کے اعمال کے سبب۔ اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر

يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۲

نہیں ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا کرتا کہ تمھارا رب بستیوں کو ہلاک کرے اور ظلم سے ہلاک کرے ایسی حالت میں کہ وہ لوگ بالکل غفلت میں ہوں۔ نہیں بلکہ رسولوں کو بھیج کر اور کتابیں نازل کرکے ہم نے جنّ و انس کے عذرات کو ختم کردیا ہے تاکہ کوئی ظلم سے نہ پکڑا جائے۔ اور اس کو دعوتِ توحید نہ پہنچی ہو۔ ہم نے لوگوں کو کوئی عذر باقی نہیں رہنے دیا اگر ہم نے قوموں پر عذاب بھیجا بھی تو رسولوں کو بھیج کر تکمیلِ حجّت کرنے کے بعد۔ جیسا کہ فرمایا "کوئی بستی ایسی نہیں جہاں ہم نے کوئی ڈرانے والا رسول اپنی طرف سے نہ بھیجا ہو" اور فرمایا کہ ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے ہیں کہ اللہ ہی کی پرستش کرو اور شیطان سے بچو جیسا کہ فرمایا کہ ہم کبھی کسی پر عذاب نازل کرنے والے نہیں جب تک کہ ان کے پاس رسول نہ بھیج دیں" اور فرمایا "کہ جس وقت جہنّم میں لوگ جھونکے جائیں گے تو اس کے متعینہ فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ کیا خدا کا کوئی ڈرانے والا تمھارے پاس نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے ہاں ضرور آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جُھٹلا دیا تھا" اِس موضوع سے متعلق بہت سی آیتیں ہیں۔

امام ابوجعفر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول بِظُلْمٍ دو وجوہ کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک تو یہ کہ، یہ بات اس وجہ سے ہے کہ خدا کا یہ طریقہ نہیں کہ کسی قوم کو اس کے شرک کے سبب

اس طرح ہلاک کردے کہ اُسے اپنے شرک کی خبر بھی نہ ہو یعنی وہ عقوبت میں کبھی جلدی نہیں کرتا ہے جب تک کہ ان کے پاس رسول نہ بھیج دے جو انھیں عذاب سے متنبہ کردے اور اللہ کی حجت تمام کردے اور روزِ آخرت کے عذاب سے انھیں ڈرا نہ دے اگر وہ غفلت میں کسی کو پکڑتا تو وہ کہتے کہ ہمارے پاس تو کوئی بشیر اور نذیر آیا ہی نہ تھا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کہتا ہے کہ وہ انھیں بغیر متنبہ کردینے اور رُسُل اور آیات کے ذریعہ نصیحت کئے بغیر ہلاک نہیں کیا کرتا، ورنہ ان پر ظلم کرنا لازم آتا اور اللہ تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ اس کے بعد ابو جعفر وجہ اوّل کو ترجیح دیتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی وجہ اقوای اور افضل ہے۔ وَاللّٰہُ اعلم۔

قولہ تعالےٰ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا یعنی ہر نیک و بدعمل کرنے والے کیلئے بلحاظ عمل کئی مراتب و منازل ہیں کہ جس کا جیسا عمل ہے اس کے نتیجہ تک اس کو پہنچا دیتا ہے۔ اگر عمل خیر ہو تو نتیجۂ خیر تک اور عمل بد ہو تو نتیجۂ بد تک۔ اور یہ بھی محتمل ہے کہ یہ مطلب ہو کہ ان کافرین جن و انس کے کئی درجات ہیں اور ہر کافر کے لئے دوزخ میں اس کے حسب معصیت مدارج و منازل ہیں۔ جیساکہ فرمایا کہ ہر ایک کے لئے دوگنا عذاب ہے اور فرمایا کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور خدا کی راہِ مستقیم کی طرف آنے سے لوگوں کو روکا، ہم عذاب پر عذاب ان کے لئے زیادہ کریں گے۔ کیونکہ وہ خود بھی کفر کرتے رہے اور لوگوں کو بھی کفر کی راہ پر لاتے اور فساد برپا کرتے رہتے تھے۔ اور خدا تو عمل کرنے والے کے عمل سے غافل نہیں۔ یہ لوگ اللہ کے علم میں ہیں جب وہ اس کی طرف لوٹیں گے تو انھیں سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ

اور آپ کا رب بالکل غنی ہے رحمت والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو اٹھا لیوے

وَيَسْتَخْلِفْ مِن بَعْدِكُم مَّا يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم

اور تمھارے بعد جس کو چاہے تمھاری جگہ آباد کردے جیسا تم کو ایک دوسری

مِّن ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ ﴿١٣٣﴾ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ

قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے۔ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ بیشک

لَآتٍ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿١٣٤﴾ قُلْ

آنیوالی چیز ہے اور تم عاجز نہیں کرسکتے۔ آپ یہ فرما دیجئے

يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ

کہ اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو، میں بھی عمل کر رہا ہوں،

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ

سو اب جلد ہی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے۔ اس عالم کا انجام کار کس کے لئے

الدَّارِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿١٣٥﴾

نافع ہوگا۔ یہ یقینی بات ہے کہ حق تلفی کرنے والوں کو کبھی فلاح نہ ہوگی

ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد! تمھارا رب جمیع خلق سے من جمیع الوجوہ غنی ہے۔ جمیع احوال میں سب اس کے محتاج ہیں اور اس کے علاوہ وہ رحیم و کریم بھی ہے۔ جیساکہ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ اگر تم اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت کروگے تو اگر وہ چاہے تو تم کو ہلاک و برباد کردے گا اور پھر جس قوم کو چاہے گا تمھارا جانشین بنا دے گا۔ تاکہ یہ دوسری قوم اس کی فرماں برداری کرے۔ جیساکہ اللہ نے تم کو ایک دوسری قوم کی ذرّیت سے پیدا کیا۔ وہ اِس بات پر قادر ہے اس پر یہ چیز آسان ہے، جیساکہ اُس نے قرونِ اُولیٰ کو ہلاک کردیا اور پھر بعد کی قوموں کو لا بسایا۔ اسی طرح وہ اس قوم کو ہلاک کرنے اور دوسری قوم کو لانے پر قادر ہے۔ اور فرمایا کہ اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اس کے فقیر ہو اور غنی اور حمید صرف خدا ہے وہ چاہے تو تم کو فنا کرکے ایک دوسری مخلوق پیدا کرے، یہ اللہ پر دشوار نہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ اگر تم اس سے مُنہ پھیروگے تو تمھاری بجائے دوسری قوموں کو بدل دے گا۔ پھر تمھارا ذکر بھی باقی نہ بچے گا

اباَن بن عثمان اس آیت سے متعلق کہتے ہیں کہ ذرّیت اصل کو بھی کہتے ہیں اور ذرّیت نسل کو بھی کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ یعنی اے محمدؐ! انھیں خبر دے دو کہ امرِ معاد سے متعلق جس بات کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے وہ لامحالہ ہو کر رہے گا۔ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ وہ تو اس بات پر قادر ہے کہ تمھیں پھر سے زندہ کرے خواہ تم خاک کیوں نہ بن جاؤ اور تمھاری ہڈیاں تک کیوں نہ گل جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے بنی آدم! اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو اپنے کو مردوں میں شمار کرو۔ خدا کی قسم جس بات کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ بات ہو کر رہے گی۔ تم اس پر غالب آ ہی نہیں سکتے اور اس سے بچ نہیں سکتے۔

پھر فرمایا کہ اے لوگو! تم اپنی جگہ کرتے رہو اور میں اپنی جگہ کرتا رہوں گا اور اس بات کو تم قریب میں جان لوگے۔ یہ بڑی سخت وعید اور زبردست تہدید ہے۔ یعنی اگر گمان کرتے ہو کہ تم ٹھیک راہ پر ہو تو اسی پر چلو اور میں بھی اپنے منہج اور اپنے طریق میں چلتا ہوں جیسا کہ فرمایا کہ " ایمان نہ لانے والوں سے کہدو کہ تم بھی اپنا کرتے رہو اور میں بھی اپنا کرتا رہوں گا تم بھی میرا انتظار کرو اور میں بھی تمھارا انتظار کرتا ہوں قریب میں تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ عاقبت کی بھلائی کس کے لئے ہے۔ یاد رکھو ظالم کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔ اللہ نے رسول سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کیا، ان کے لئے بیسیوں شہر فتح کئے انھیں ملکوں پر قادر و متصرف بنایا اور مخالفین کو چوٹی سے پکڑ کر نیچا دکھایا، مکّے کو نبی صلعم کے لئے فتح کرادیا اور سب مکّے والوں پر انھیں غالب کر دیا اور تمام جزیرہ عرب پر ان کا حکم نافذ ہو گیا۔ اِسی طرح یمن اور بحرین پر بھی، اور خود انھیں کی زندگی میں یہ سب کچھ ہوا۔ اور آپ کی وفات کے بعد خلفاء رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے میں امصار و اقالیم بھی فتح ہونے لگے۔ جیسا کہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرا رسول غالب آئیں گے۔ اللہ قوی اور عزیز ہے۔

اور فرمایا کہ ہم اپنے رسولوں اور اہلِ ایمان کی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مدد کریں گے جس روز کہ ظالمین کو اُن کی معذرت کوئی نفع نہ دے گی۔ ان پر لعنت ہے اور دوزخ ان کا ٹھکانہ ہے۔ اور فرمایا ہم نے بعد الذکر زبور میں لکھ دیا تھا کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔ اور رسولوں سے متعلق خبر دی جا رہی ہے کہ ہم نے رسولوں کی طرف وحی بھیجدی تھی کہ ان کفار ظالمین کو ہم ہلاک کر دیں گے اور پھر دنیا میں ہم تم لوگوں کو بسائیں گے۔ یہ ہماری عنایت ان لوگوں کے لئے ہے جو ہم سے ڈرتے ہیں۔ اور فرمایا کہ تمھارے ایمانداروں اور صالحوں سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ زمین میں اللہ انھیں اپنا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُن سے پہلے کے لوگوں کو اپنا خلیفہ بنایا تھا اور جو دین کہ اس نے پسند فرمایا ہے اس پر انھیں چلائے گا اور خوف کے بعد ان کی زندگی امن سے بدل دے گا کیونکہ وہ میری عبادت کرتے ہیں اور شرک نہیں کرتے، اور اللہ نے امّتِ محمدیہ کو اسی سرفرازی سے امتیازِ خاص بخشا ہے، اس کا اوّل و آخر شکر ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ

اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مواشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے

نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا

کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے

لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا

معبودوں کا ہے۔ پھر جو چیز ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ

يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ

کی طرف نہیں پہنچتی۔ اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے

اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے۔ انھوں نے کیا بری تجویز نکال رکھی ہے۔

یہاں اللہ کی طرف سے مشرکین کو ملامت کی جا رہی ہے جنھوں نے کہ بدعتیں اور شرک و کفر پھیلایا اور دوسری مخلوقات کو اللہ کا شریک بنایا۔ حالانکہ ہر چیز کا خالق وہی پاک پروردگار ہے۔ اور اسی لئے فرمایا کہ یہ لوگ کھیتی کی پیداوار یا مویشیوں کی نسل سے جو کچھ پیدا کرتے ہیں تو اس میں سے ایک حصہ تو خدا کے نام کا نکالتے ہیں اور اپنے زعمِ باطل کی رُو سے کہتے ہیں کہ یہ تو خدا کے نام ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے نام کا ہے لیکن جو شرکاء کے نام کا ہے وہ تو اللہ کے لئے نہیں خرچ کیا جاتا اور جو اللہ کے نام کا ہے وہ شرکاء کے اغراض میں خرچ کر دیتے۔ ابنِ عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ اعدائے خدا جب زراعت یا نخلستان وغیرہ کی کاشت کرتے تھے اور پیداوار اور ثمر حاصل ہوتے تھے تو اس میں سے کسی قدر حصّہ خدا کا قرار دیتے اور کچھ بتوں کے نام کا۔ پس جو بُتوں کے نام کا ہوتا تھا اس کو تو محفوظ کر لیتے تھے اور اگر خدا کے نام کا کچھ حصہ اس میں سے گر جائے یا کچھ آسیب پہنچے تو اس کو بتوں کے حصے میں شریک کر ڈالتے تھے اور اگر بتوں کے لئے قرار دادہ حصّے سے پانی آگے بڑھ کر خدا کے لئے قرار دادہ حصے تک پہنچ جاتا تو کہتے یہ تو ہمارے بت کا ہے اور خدا کے حصہ کے پھل یا پیداوار گر جاتی یا بُتوں کے حصے میں آ کر مل جاتی تو کہتے یہ تو مستحقین کا حصہ ہے، بتوں کے حصہ میں ملا لیتے اور خدا کی طرف رَدّ نہ کرتے اور خدا کے حصے کا قرار دیا ہوا پانی آگے بڑھ کر بتوں کی کاشت والی زمین کو سیراب کرتا تو ایسا ہونے دیتے اور اس کو بُتوں ہی کے لئے خاص کر دیتے۔ اور بحیرہ اور سائبہ اور حام اور وصیلہ جانوروں کو بُتوں کے لئے مخصوص کر دیتے اور دعویٰ کرتے کہ اللہ کے تقرب کی خاطر ہم ان سے فائدہ اُٹھانا حرام سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آیت مندرجہ بالا اسی مضمون پر روشنی ڈالتی ہے۔ ابنِ اسلم کہتے ہیں کہ خدا کے نام کا کوئی جانور ہوتا اور اس کو وہ ذبح کرتے تو خدا کے نام کے ساتھ بُتوں کا نام بھی لیتے اور بتوں کا نام اگر اس پر لیا گیا نہ ہو اور صرف خدا کا نام لیا ہو تو اس ذبیحہ کو نہ کھاتے اور جو بتوں کے نام کے جانور ہوں ان کو ذبح کرتے وقت خدا کا نام نہ لیتے صرف بتوں کا نام لیتے۔ پھر یہ آیت پڑھی سَاۤءَ مَا یَحْكُمُوْنَ یعنی ان کی کیسی بُری تقسیم ہے۔

پہلے تو تقسیم میں انھوں نے غلطی کی۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ ہی ہر شئے کا رب ہے اور خالق ہے۔ اور پھر جو تقسیم فاسدہ کی اس کو بھی اپنی جگہ قائم نہ رکھا۔ بلکہ اس میں بھی جور اور ناانصافی سے کام لیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ اللہ کے لئے تو بیٹیاں قرار دیتے ہیں اور اپنے لئے اپنے حسب انتخاب بیٹے قرار دیتے ہیں اور فرمایا کہ خدا ہی کے بندوں کو اس کا بیٹا بنا دیا۔ انسان بڑا ناشکر گزار ہے اور فرمایا، کیا تمھارے لئے بیٹا اور خدا کے لئے بیٹی، یہ تمھاری کیسی غلط تقسیم ہے

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ

اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے اپنی اولاد کے

اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ

قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہ اُن کو برباد کریں اور تاکہ اُن کے

لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا

طریقہ کو مخبوط کر دیں۔ اور اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوتا تو یہ ایسا

فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

کام نہ کرتے تو آپ ان کو اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں یوں ہی رہنے دیجئے

اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس طرح شیاطین نے انھیں یہ بات پسندیدہ بتلائی کہ خدا کے لئے بتوں سے الگ ایک حصہ قرار دیں اسی طرح افلاس کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دینا یا اپنی لڑکیوں کو سسرالی رشتہ سے عار کی بنا پر مستحسن بنا دیا ان کے شرکاء شیاطین ہیں جو انھیں مشورہ دیتے ہیں کہ مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو زندہ دفن کر دیں۔ یا تو نیت ہی ہلاکت کی ہوتی تھی یا اس کو ایک مذہبی بات سمجھتے تھے اور دین

ان پر مشتبہ ہو گیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا کہ جب کہا جاتا تھا کہ تمھارے لڑکی پیدا ہوئی ہے تو اس کا چہرہ ناراضی سے سیاہ پڑ جاتا، منہ بن کر رہ جاتا اور اس شرم کے مارے لوگوں سے چھپتا پھرتا اور جیسا کہ فرمایا "کیا جواب دو گے جب زندہ دفن کردہ لڑکی سے روزِ قیامت پوچھا جائے گا کہ تو کس گناہ کے بدلہ میں قتل کی گئی ہے" نیز وہ اس لئے بھی اولاد کو قتل کر دیتے کہ انھیں مفلسی کا خوف دامنگیر ہوتا اور انھیں پالنے میں مال کے تلف ہونے کا خوف ہوتا۔ یہ سب شیاطین کی کارستانیاں ہوتیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، یعنی جو کچھ ہوتا ہے خدا کی مشیت کے تحت ہوتا ہے اس میں اس کی حکمتِ تامہ ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا تم اے نبیؐ! انھیں بھی چھوڑ دو اور اُن کے جھوٹے معبودوں کو بھی۔ اللہ تعالےٰ عنقریب ہی تمھارا اور اُن کا فیصلہ کر دیگا۔

وَقَالُوا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ

اور وہ اپنے خیال پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مواشی ہیں اور کھیت ہیں جن کا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں

اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ

اُن کو کوئی نہیں کھا سکتا سوا اُن کے جن کو ہم چاہیں اور مواشی جن پر سواری یا

ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ

باربرداری حرام کر دی گئی اور مواشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے

اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ

محض اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے کے طور پر۔ ابھی اللہ تعالےٰ اُن کو

بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ۱۳۸

اُن کے افترا کی سزا دیئے دیتا ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ حجر کے معنی حرام کے ہیں یعنی وہ جو بصورت وصیلہ حرام کر لیا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ مویشی اور یہ کھیتی حرام ہے ہماری مرضی کے بغیر کوئی اس کو نہیں کھا سکتا۔ یہ تحریم اور یہ سخت گیری اپنے اوپر شیاطین کی طرف سے تھی اللہ کی

قرار دی ہوئی نہیں تھی۔ ابن زید کہتے ہیں کہ اپنے خداؤں کی خاطر اس کو حرام قرار دے لیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا کہ تمھیں کیا ہوا کہ جس کو اللہ نے تمھارا رزق بنایا تھا۔ اس کو تم نے اپنے پر حرام کر لیا اور حرام کو حلال کر لیا۔ ان سے پوچھو کہ کیا خدا نے تمھیں ایسا حکم دیا تھا، یا یہ کہ خدا پر افترا کرتے ہو اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کی کوئی سند نہیں۔ مگر یہ کہ یہ کافر اللہ پر تہمت رکھتے ہیں اور ان میں سے اکثر کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ سدی کہتے ہیں کہ بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام تو وہ جانور ہیں جن پر سواری لینا حرام قرار دیا گیا ہو، یا یہ کہ وہ جانور ہیں جن پر خدا کا نام نہیں لیتے تھے نہ بوقت پیدائش نہ بوقت ذبح۔ ابو وائل نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ اس آیت میں کہ بعض مویشیوں پر سوار ہونا حرام تھا اور بعض پر اللہ کا نام نہیں یاد کیا جاتا تھا۔ اس سے کون جانور مُراد ہیں، اس سے بحیرہ جانور مُراد ہیں کہ جن پر سوار ہو کر حج کو نہیں جاتے تھے۔ نہ ان پر سوار ہوتے نہ بوجھ لادتے نہ ان کا دودھ پیتے نہ نسل کشی کرتے۔ یہ سب خدا پر کذب و افترا ہے۔ نہ اللہ کا یہ حکم، نہ رضا جوئی کے لئے ذریعہ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اس افترا کا انھیں بدلہ دے گا۔

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ

اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے

خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓي اَزْوَاجِنَا

مَردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔

وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ

اور اگر وہ مُردہ ہے تو اُس میں سب برابر ہیں۔

سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ ۱۳۹

ابھی اللہ تعالیٰ اُن کی غلط بیانی کی سزا دیئے دیتا ہے بلا شبہ وہ حکمت والا ہے وہ بڑا علم والا ہے

وہ کہتے ہیں کہ جو اس مادہ کے پیٹ میں ہے وہ خاص مَردوں

کا حق ہے، اِس سے مُراد دودھ ہے کہ اس طرح بعض جانوروں کا دُودھ عورتوں پر تو حرام کر دیتے اور مرد پیتے رہتے۔ اگر بکری کو کوئی نر بچہ ہوتا تو ذبح کرکے صرف مرد کھاتے عورتوں کو نہ دیتے، کہتے تم پر حرام ہے اور مادہ بچہ ہوتا تو ذبح نہ کرتے بلکہ پال لیتے اور اگر مرا ہوا پیدا ہوتا تو سب مل کر کھاتے مَردوں کو کھانے کی ممانعت نہ تھی۔ اللہ نے اِس بات کی ممانعت فرمائی شعبی رح کہتے ہیں کہ بحیرہ جانور کا دُودھ صرف مرد پیتے تھے اور کوئی جانور مرجاتا تو مَردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی اس میں حصّہ دیا جاتا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اُن کے اِس کذب کی قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ جیسا کہ فرمایا: وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ۔ یعنی تمھاری زبانیں جو جھوٹ بکتی ہیں اس طرح نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تاکہ خدا پر بہتان باندھو، جو خدا پر بہتان باندھتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پاتے، اللہ پاک بڑا حکیم ہے اپنے افعال و اقوال کے اندر، اور بندوں کے اچھے بُرے اعمال سے خوب واقف ہے وہ انھیں پوری پوری جزا دے گا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا

واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی سند کے

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً

قتل کر ڈالا اور جو چیزیں ان کو اللہ نے کھانے پینے کو دی تھیں ان کو حرام کر لیا

عَلَى اللَّهِ ۚ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ (۱۴۰)

محض اللہ پر افترا باندھنے کے طور پر بیشک یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے اور کبھی راہ پر چلنے والے نہیں ہوئے

اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو یہ افعال کرتے ہیں وہ دُنیا اور آخرت دونوں جگہ نقصان میں ہیں۔ دنیا میں تو اس طرح کہ اپنی اولاد کو قتل کرکے خسارے میں پڑے۔ ان کی دولت چھن گئی، اُن پر مفلسی آگئی۔ اور خود اپنی طرف سے جو نئی باتیں انھوں نے رائج کر دی تھیں۔ اس کی وجہ سے ان نفع بخش اشیاء سے محروم ہو گئے اور آخرت کے لحاظ سے یُوں کہ سب سے بُرے ٹھکانے کے مستحق بن گئے۔ جیسا کہ فرمایا کہ جو لوگ اللہ پر کذب کا افترا کرتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔ دنیا میں چند روزہ تمتع حاصل کر لو۔ پھر آخر تم کو ہماری طرف آنا ہی ہے اور اپنے کفر کے سبب عذاب شدید کو چکھنا ہی ہے۔ ابن عباس رض کہتے ہیں کہ اگر تم چاہو کہ جہلِ عرب کو معلوم کرو تو سورۃ انعام میں ایک سو تیس آیات کے بعد (۱۳۰ الی آیات) پڑھو کہ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ الخ۔

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ

اور وُہی ہے جس نے باغات پیدا کیے وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو

مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا

ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں

أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا

مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے

وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَ

ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے۔ ان سب کی پیداوار کھاؤ جب نکل آوے اور اُس

آتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ

میں جو حق واجب ہے، وہ اُس کے کاٹنے کے دن دیا کرو اور حد سے مت گزرو، یقیناً وہ حد سے

لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (۱۴۱) وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً

گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور مواشی میں اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے جو

وَفَرْشًا ۚ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا

کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم

خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (۱۴۲)

بقدم مت چلو۔ بلاشک وہ تمھارا صریح دشمن ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے۔ زروع، ثمار اور انعام جن

پھر یہ مشرکین تصرف کرتے ہیں اور اپنے فاسد آرا سے اس کی تقسیم کر کے کسی کو حلال اور کسی کو حرام بنالیتے ہیں، یہ سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ چھتوں اور منڈوے والے اور بے سقف باغات جو ٹٹیوں پر چڑھے ہوئے نہیں ہیں سب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ معروشات تو وہ بیلیں ہوں اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی ہوں جیسے انگور وغیرہ اور غیر معروشات وہ ثمرور درخت جو جنگلوں اور پہاڑوں میں اُگ آتے ہیں۔ جو یکساں بھی ہوتے ہیں اور جدا گانہ بھی۔ یعنی دیکھنے میں یکساں اور ذائقہ میں جُدا گانہ۔ جب خوب پھل پھول جائیں تو ان کے پھل کھاؤ اور کھیت کاٹنے کے وقت غریبوں کو دینے کا جو حق ہے وہ بھی ادا کر دو۔ بعض نے اس سے زکوٰۃ مفروضہ مُراد لیا ہے۔ جب کہ وہ پیداوار ناپی یا تولی جائے تو اسی روز یہ حق ادا کر دیا جائے پہلے لوگ نہیں دیا کرتے تھے پھر شریعت نے دسواں حصہ مقرر کر دیا اور جو خوشوں میں سے گر جائے وہ بھی مسکینوں کا حق ہے۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جس کی کھجوریں دس وسق سے زیادہ ہوں تو وہ ایک خوشہ مساکین کے لئے مسجد میں لاکر لٹکا دے اس حدیث کی اسناد جید اور قوی ہیں۔ حسن بصری رحؒ نے کہا کہ یہ حبوب و ثمار کا صدقہ ہے اور زکوٰۃ کے سوا غریبوں کا ایک مزید حق ہے۔ اور کھیت کاٹنے اور زکوٰۃ کے سوا یہ دیا جاتا تھا۔ اور جب مساکین اس روز آجائیں تو انھیں بھی کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہیئے اور کہا کہ کم از کم ایک ایک مٹھی دیا جائے یہ کاشت کے روز اسی طرح کاٹنے کے وقت بھی ایک ایک مٹھی بھر گرا اپڑا بھی مساکین ہی کا حق ہے۔

ابن جبیر نے کہا ہے کہ یہ زکوٰۃ کے فرض ہونے سے قبل کی بات ہے کہ مساکین کے لئے مٹھی بھر کی مقدار تھی اور جانور کے لئے چارہ تھا اور گرا پڑا بھی غریبوں کا حق تھا۔ ابن عمرؓ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ چیز واجب تھی پھر اللہ نے اس کو منسوخ کر دیا اور عشر یا نصف عشر کو اس کے بجائے قرار دیدیا۔ ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے میں کہتا ہوں کہ اس کو منسوخ قرار دینا غور طلب بات ہے کیونکہ یہ تو ایسی چیز تھی جو اصل میں واجب تھی پھر تفصیل سے اس کا بیان کیا گیا اور یہ مقدار مقرر کی گئی کہ کتنا نکالا جائے۔ کہتے ہیں کہ یہ زکوٰۃ ۲ھ میں فرض ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو کھیت کاٹ تو لیتے ہیں لیکن غریبوں کو اس میں سے صدقہ نہیں کرتے۔ جیسا کہ ایک باغ والوں کا ذکر سورۂ "ن" میں کیا گیا ہے کہ جب انھوں نے عہد و پیمان کیا کہ صبح ہوتے ہی جاکر کھیت کاٹ لیں گے، لیکن انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔ تو رات ہی میں اس کھیت پر ایک ہوا چلی کہ سارا کھیت برباد ہو گیا اور وہ صبح تک سوتے ہی رہے اور کھیت کے سارے ہی درواڑے کالے جلے ہوتے بن گئے۔ پس جب صبح اُٹھے تو کہنے لگے کہ سویرے سویرے کھیت کو چلو جب کہ تمھیں کھیت کاٹنا ہی ہے۔ چنانچہ وہ چلے اور چپکے چپکے بولتے جاتے تھے کہ دیکھو یہ غریب غرباء آجانے نہ پائیں۔ چنانچہ صبح ہی جلدی پہنچ گئے۔ پہنچ کر جب انھوں نے اپنے باغ کو دیکھا تو کہنے لگے ہم بھٹک کر شاید دوسرے باغ میں آنکلے ہیں، پھر کہنے لگے نہیں باغ ہمارا ہی ہے مگر یہ کہ ہم اِس باغ سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں کے ایک بہتر آدمی نے کہا میں نے کیا تم سے نہیں کہا تھا پھر کیوں نہ تم خدا کی تسبیح پڑھتے رہے، اَب وہ کہنے لگے اے خدا تو پاک ہے۔ اِس امر میں زیادتی ہماری ہی طرف سے ہوئی تھی۔ اب ہر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا۔ اور کہنے لگا "افسوس ہم پر" ہم نے خدا سے سرکشی تھی کیا عجب کہ خدا ہم کو اس سے بھی بہتر باغ عنایت فرما دے۔ ہم اپنے خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دیکھو عذابِ دنیاوی اس طرح ہوتا ہے اور عذابِ آخرت تو اس سے بڑا ہے بشرطیکہ ذرا غور کریں۔

قولہ تعالےٰ وَلَا تُسۡرِفُوۡا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ۙ

یعنی دینے میں حسب ضرورت سے زیادہ نہ دینے لگو۔ بعض لوگ کھیتی کٹنے کے وقت اس قدر زیادہ دیدیتے تھے کہ بات

اسراف میں داخل ہو جاتی، تو فرمایا کہ وَلَا تُسْرِفُوْا ثابت بن قیس نے اپنے درخت خرما کے پھل اتارے اور کہدیا کہ آج جو بھی میرے پاس لینے آئے گا اس کو دوں گا۔ حتیٰ کہ اتنے لوگ آگئے کہ ایک بھی پھل ان کے لئے باقی نہ رہا۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ، اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ہر بات میں اسراف سے کام لینے کی ممانعت ہے۔ ایاس بن معاویہ کہتے ہیں کہ حکم خدا کی انجام دہی میں تجاوز سے کام لیا گیا تو وہ اسراف ہے سُدی کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ اس قدر نہ دو کہ خود محروم ہو کر بیٹھ رہو اور فقیر بن جاؤ۔ محمد بن کعب کہتے ہیں کہ زکوٰۃ دینے سے نہ رکو ورنہ خدا کی نافرمانی لازم آئے گی۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ ہر شے میں اسراف کی مخالفت ہے لیکن سیاق آیت سے ظاہر یہ ہے کہ جیسا فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب پک جائیں تو اس کے پھل کھاؤ اور فصل کاٹنے کے وقت غریبوں کو ان کا حق بھی دے دو اور تم اُس کے کھانے میں اسراف سے کام نہ لو کیونکہ زیادہ کھانے میں مضرتِ عقل و بدن ہے جیسا کہ فرمایا کھاؤ پیو لیکن زیادتی نہ کرو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ کھاؤ پیو پہنو، لیکن ان باتوں میں اسراف نہ کرو اور شان نہ بتاؤ۔

قولہ عزّ و جل مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا یعنی تمھارے لئے مویشی پیدا کر دیئے جو تمھاری باربرداری کا کام دیتے ہیں اور سواری کے کام میں آتے ہیں جیسے اونٹ ہیں اور "فرش" سے چھوٹی مویشی مراد ہیں یا چھوٹی قامت کے اونٹ۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ "حمولۃ" سے اونٹ گھوڑے خچر گدھے اور ہر جانور جس پر باربرداری ہو مراد ہے اور "فرش" سے بکرے مراد ہیں۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ بکروں کو "فرش" اس لئے کہا گیا ہوگا کہ وہ پست قامت ہونے کی وجہ سے گویا فرشِ زمین بنے ہوئے ہیں عبدالرحمٰن بن زید کا خیال ہے کہ حمولۃ سواری کا جانور ہے اور فرش سے وہ مویشی مراد ہیں جن کو ذبح کر کے کھاتے ہیں یا

ان کا دودھ پیتے ہیں بکری پر بوجھ نہیں لادا جاتا بلکہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور اس کے بالوں سے کمبل اور فرش بنائے جاتے ہیں یہی وہ معنی ہیں جو عبدالرحمٰن نے اس آیت کی تفسیر میں کہے اور یہ ٹھیک ہے اللہ کے اس قول سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَھُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا اَنْعَامًا فَھُمْ لَھَا مٰلِکُوْنَ ○ وَذَلَّلْنٰھَا لَھُمْ فَمِنْھَا رَکُوْبُھُمْ وَمِنْھَا یَاْکُلُوْنَ۔ یعنی کیا وہ نہیں جانتے کہ ہم نے یہ چیزیں ان کے فائدے کے لئے پیدا کیں اور ان جانوروں کو بنانے میں ہمارے ہاتھوں نے کام کیا جن کے وہ مالک بنے ہوئے ہیں۔ ہم نے یہ جانور ان انسانوں کے لئے مسخر کر دیئے ہیں کہ بعض پر تو وہ سوار ہوتے ہیں اور بعض کو ذبح کر کے کھاتے ہیں اور فرمایا کہ ان جانوروں میں تمھارے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے۔ ان کے خون سے بنا ہوا دودھ ہم تمھیں پلاتے ہیں یہ خالص دودھ پینے والوں کے لئے کس قدر خوش گوار ہوتا ہے اور ان کے بال تمھارے لئے لباس اور اوڑھنے کا کام دیتے ہیں اور دوسرے اغراض سے استعمال میں آتے ہیں اور فرمایا اللہ نے یہ جانور جو تمھارے لئے پیدا کئے، تم ان پر سوار ہوتے ہو انھیں کھاتے ہو، اور تمھارے لئے اور دیگر مصالح بھی ہیں اور تم اپنے دلی مقاصد ان سے پورے کرتے ہو، تم ان پر سوار ہوتے ہو اور جہازوں اور کشتیوں میں باربرداری اور سواری کرتے ہو، اللہ تمھیں اپنی کتنی ہی نشانیاں پیش کرتا ہے، تم خدا کی کس کس نشانی کا انکار کرو گے۔ اور قولہ تعالیٰ کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ۔ یعنی اللہ نے تمھیں جو پھل پھلاری حبوب و زروع اور مویشی وغیرہ دیئے ہیں انھیں چاہو تو کھاؤ، ان سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور تمھارا رزق بنا دیا ہے اور تم شیطان کے طریق اور اوامر کی پیروی نہ کرو جیسے کہ ان مشرکین نے اتباع کی، جنھوں نے خدا کے بعض رزق کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اے لوگو! شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے۔ یعنی ذرا بھی سوچ

تو اس کی عداوت بالکل ظاہر ہے۔ تم بھی شیطان کو اپنا دشمن قرار دے لو، وہ اپنا شیطانی لشکر لے کر تم پر حملہ آور ہوتا ہے تاکہ اہلِ دوزخ میں سے ہو جاؤ۔ اے بنی آدم شیطان تم کو فتنے میں نہ ڈالے جیساکہ اس نے تمھارے ماں باپ کو جنت سے نکالا اور ان کا لباس اُن پر سے اُتروا دیا اور وہ ننگے دکھائی دینے لگے اور فرمایا کیا تم مجھے چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذرّیت کو اپنے اولیاء بناؤ گے یہ شیاطین تو تمھارے دشمن ہیں ظالموں کے لئے بہت بُری جزا ہے۔ قرآن کے اندر اس موضوع پر بہت کثرت سے آیتیں ہیں۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ

آٹھ نر و مادہ یعنی بھیڑ میں دو قسم اور

مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰۤالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ

بکری میں دو قسم۔ آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام

اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے

الْاُنْثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ

ہوں۔ تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ اگر

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ

سچے ہو۔ اور اونٹ میں دو قسم اور گائے

الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰۤالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ

میں دو قسم۔ آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا

الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

دونوں مادہ کو یا اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے

الْاُنْثَيَيْنِ ۖ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ

ہوں۔ کیا تم حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے

اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

تم کو اس کا حکم دیا۔ تو اُس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ

بلا دلیل جھوٹ تہمت لگائے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہ دکھلاویں گے۔

اسلام سے پہلے کے جاہل عربوں نے بعض مویشی اپنے پر حرام کر لئے تھے اور ان کی قسمیں قرار دے لی تھیں۔ یعنی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام وغیرہ۔ جانوروں میں بھی اور زرع و ثمار میں بھی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمادیا کہ تمھارے یہ باغ اور کھیت اور یہ باربرداری اور سواری وغیرہ کے جانور سب اس نے پیدا کئے ہیں۔ پھر اقسامِ انعام ذکر فرمائے اور بکری کا ذکر فرمایا جو سفید رنگ کی ہوتی ہے اور بھیڑ جو سیاہ رنگ کی، ان کے نر اور مادہ کا بھی ذکر کیا، پھر اونٹ نر و مادہ کا اور ایسا ہی بقرہ کا۔ اس لئے ان چیزوں میں سے کسی کو حرام نہیں قرار دیا نہ ان کے بچوں کو۔ کیونکہ یہ سب بنی آدم کی غذا اور سواری، باربرداری اور دودھ وغیرہ سے استمتاع کے لئے مخلوق کیا۔ جیساکہ فرمایا کہ ہم نے ان جانوروں میں سے آٹھ جوڑے تمھارے لئے اُتارے اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یہ کافروں کے اس قول کا رد ہے کہ "ان جانوروں کے پیٹ میں جو ہے وہ صرف ہم مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے"۔ اب اللہ پاک فرماتا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے یقین سے بتاؤ کہ وہ چیزیں جن کے حرام ہونے کا تم گمان کرتے ہو، خدا نے تم پر کیسے حرام کر دیں، تم بحیرہ سائبہ وغیرہ کو کیوں حرام قرار دیتے ہو۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ آٹھ جوڑوں میں سے دو بھیڑ اور دو بکری کے چار جوڑے ہوئے، فرماتا ہے کہ ان میں سے میں نے کسی کو حرام نہیں بنایا۔ اور ان کا بچہ خواہ نر ہو یا مادہ کسی کو حلال اور کسی کو حرام کیسے بنا دیتے ہو اگر تم سچے ہو تو یقین سے بتاؤ۔ یہ تو سب کے سب حلال ہیں۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ انھیں ملامت کی جا رہی ہے کہ کس طرح اپنے

جی سے ایک نئی نئی بات نکالتے ہیں اور خود حرام قرار دے کر اس تحریم کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اب جو اللہ پر جھوٹ باندھے تاکہ لوگوں کو بھٹکا دے، اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے۔ اس کے مصداق میں عمرو بن لحی بن قمعہ کو بتایا جاتا ہے کہ اسی نے سب سے پہلے دین انبیاء کو متغیر کر دیا تھا اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کا اعتقاد پیدا کیا تھا۔ حدیث سے بھی یہی ثابت ہے۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى

آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام غذا

طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً

پاتا نہیں کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا یہ کہ

اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ

بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل

رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ

ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔ پھر جو شخص

اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ

بیتاب ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۴۵

رب غفور رحیم ہے۔

اپنے رسول کو حکم فرماتا ہے کہ اے محمد ان لوگوں سے کہہ دو جنھوں نے اللہ کے رزق کو حرام کر لیا کہ میری طرف جو وحی اُتری ہے اُس میں تو میں کہیں نہیں پاتا کہ اس کا کھانا حرام ہو کسی پر حیوانوں میں سے سوا اُن جانوروں کے جو بیان ہوئے ہیں اور کچھ حرام نہیں۔ چنانچہ اس آیت کے مفہوم کا رفع کرنے والی اس آیت کے بعد کی سورۃ مائدۃ کی آیتیں ہیں اور دوسری حدیثیں بھی جن میں حرمت کا بیان ہے۔ بعض لوگ اس کو بھی منسوخ کہتے ہیں لیکن اکثر متاخرین کے نزدیک یہ منسوخ نہیں۔ کیونکہ اس میں تو اصل کے جواز کو بھی رفع کرنا لازم آئے گا۔ "دم مسفوح" بہتے ہوئے خون کو کہتے ہیں۔ اگر یہ آیت نہ ہوتی تو لوگ اس خون کو بھی لے لیتے جو رگوں میں پھر رہا ہے، جیسا کہ یہود نے کیا۔ عمران بن جریر کہتے ہیں کہ میں نے ابو مجلز سے خون کے بارے میں دریافت کیا، یعنی اس خون کے بارے میں جو ذبیحہ کے سر اور گلے وغیرہ سے چمٹا ہوا ہو اور پکانے کی ہنڈیا کے اندر جو خون کی سرخی نمودار رہتی ہے تو کہا اللہ نے تو بہتے ہوئے خون کو منع فرمایا ہے گوشت کے ساتھ اگر خون لگا ہوا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ قاسم سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رض جنگلی جانور کے گوشت اور ہنڈیا کے اندر کے خون میں کوئی حرج نہیں جانتی تھیں۔

جابر بن عبد اللہ رض سے سوال کیا گیا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ خیبر کے موقع پر پالتو گدھے کے گوشت کی مخالفت فرمائی تھی؟ تو کہا ہاں، حکم بن عمرو رسول اللہ ﷺ سے ایسی روایت کرتے ہیں۔ لیکن ابن عباس رض جو علمِ تفسیر کے سمندر ہیں اس کا انکار کرتے ہیں اور یہ آیت پڑھ کر سناتے ہیں قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ۔ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اہلِ جاہلیت بعض چیزیں کھاتے تھے اور بعض کو مکروہ و ناپاک جان کر ترک کر دیتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر احکام نازل فرمائے اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام بنا دیا اور جن چیزوں سے متعلق کوئی حکم نہیں دیا ان کا کھانا مباح ہے اور پھر اسی آیت کا اعادہ فرمایا۔ ابن عباس رض سے مروی ہے کہ سودہ بنت زمعہ کی ایک بکری مر گئی تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میری بکری مر گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کی کھال کی تم نے مشک کیوں نہ بنا لی چنانچہ سودہ کہتی ہیں کہ بکری مر جاتی تھی تو ہم اس کی کھال سے مشک بنا لیا کرتے تھے۔ پھر آپ نے اس آیت کو پڑھ کر

فرمایا کہ، میتۃ اور بہتا خون اور لحم خنزیر نہیں کھانا چاہیئے کہ یہ حرام ہے لیکن اگر تم نے مُردار کی کھال کی دباغت دے دی تو اس کو استعمال کر سکتے ہو۔ چنانچہ سودہ رضؓ نے اس کی کھال کی مشک بنالی جو بہت دنوں اُن کے پاس رہی۔ ابن عمر رضؓ سے ایک آدمی نے خارپشت یعنی ساہی کے کھانے سے متعلق پوچھا تو آپ نے یہی آیت پڑھی یعنی وحی میں اس کی حُرمت سے متعلق کوئی ذکر نہیں۔ تو ایک بوڑھا جو اُن کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا کہ میں نے ابوہریرہ رضؓ سے سُنا ہے کہ حضرت ؐ نے فرمایا کہ وہ خارپشت ایک شئے خبیث ہے خبائث میں سے۔ تو ابن عمر رضؓ نے کہا کہ اگر حضرت ؐ نے ایسا فرمایا ہے تو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

قولہ تعالےٰ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ۔ یعنی کوئی اگر حرام چیز کھانے پر مجبور اور مضطر ہو جائے اور وہ خواہش نفس کی بنا پر ایسا کر رہا ہو اور نہ زائد از ضرورت کھاتا ہو تو اس کے لئے خیر جائز ہے۔ کیونکہ اللہ بخشنے والا ہے رحیم ہے۔ اِس آیت کی تفسیر سورۃ بقرہ میں گزر چکی اور کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اِس آیت کے سیاق سے یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ یہاں مشرکین پر رَدّ مقصود ہے کہ انھوں نے اپنے اوپر بعض چیزوں کو حرام کرنے کی بدعت رائج کر لی تھی۔ جیسے بحیرہ و سائبہ وغیرہ کی حُرمت۔ چنانچہ حضرت ؐ نے حکم دیا کہ انھیں خبر کر دو کہ ایسے جانوروں کی حرمت کا تو کہیں حکم نہیں اس لئے مسلمانوں کو ان کے کھانے سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ صرف مُردار۔ خونِ جاری اور لحم خنزیر کی ممانعت ہے۔ اور غیر اللہ کے ذبیحہ سے منع فرمایا ہے اس کے سوا اور کسی چیز کو خدا نے حرام نہیں کیا۔ سکوت فرمایا تو معاف ہونا چاہیئے: تو خدا نے جس کو حرام نہیں کیا تم کہاں سے اس کو حرام بنا رہے ہو۔ اِسی بنا پر دوسری چیزوں کی حرمت جیسے پالتو گدھے یا درندوں کا گوشت یا پنجہ والے پرندے جیسا کہ علماء کا مشہور مسلک ہے، ان سب کی حرمت باقی نہیں رہتی۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ

اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے۔ اور

وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ

گائے اور بکری میں سے ان دونوں کی چربیاں ان پر ہم نے

اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ

حرام کر دی تھیں مگر وہ جو ان کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا

مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ڮ

جو ہڈی سے ملی ہو۔ ان کی شرارت کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝١٤٦

تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں

ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے یہودیوں پر سُم والے جانور حرام کر دیئے تھے اور ـــــ گائے اور بکرے کی چربی بھی حرام کر دی تھی ہاں وہ چربی حلال تھی جو ان کی پیٹھ سے یا ہڈیوں سے یا آنتوں اور معدے سے چمٹی ہوئی ہو، یہ سم والے جانور مویشی اور پرندے ہیں جن کی انگلیاں کٹی کٹی اور جُدا جُدا نہ ہوں جیسے اونٹ اور شترمرغ، قاز اور بط۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ وہ جانور مُراد ہیں جن کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں اور ایک روایت میں سعید سے یوں بھی مروی ہے کہ وہ جن کی اُنگلیاں متفرق ہوں جیسے مُرغ۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے اونٹ اور شترمُرغ مراد ہیں اور پرندے اور مچھلیاں اور انھیں سے ایک روایت میں ہے کہ پرندے اور بط اور ایسے ہی جانور جن کی انگلیاں کھُلی کھُلی نہ ہوں۔ چنانچہ یہود ان جانوروں اور پرندوں کو کھاتے تھے جن کے پنجے کھلے ہوئے ہوں۔ اِسی طرح گورخر وغیرہ بھی نہیں کھاتے تھے کیونکہ اس کے پنجے بھی اونٹ کی طرح کھلے ہوئے نہیں ہوتے بقر اور غنم کی چربی سے وہ چربی مُراد ہے جو پٹھوں پر

الگ جمع ہوتی ہے۔ یہود کہتے تھے کہ یعقوب چونکہ اس کو حرام سمجھتے تھے اس لئے ہم بھی حرام قرار دیتے ہیں پیٹھ پر کی چربی حرام نہیں تھی۔ امام ابوجعفر کہتے ہیں کہ حوایا جمع ہے جس کا واحد حاویۃ ہے یہ پیٹ کے اندر کی چیزوں کو کہتے ہیں جیسے آنتیں اور اوجھ وغیرہ۔ یا جو ہڈیوں پر چمٹی ہوئی چربی ہو وہ بھی حلال تھی اور اسی طرح پاؤں، سینہ، سر اور آنکھ کی چربی بھی حلال تھی۔ یہ تنگی جو ہم نے ان پر کی تھی، ان کی بغاوت اور مخالفت کی سزا کے طور پر تھی۔ جیسا کہ فرمایا: فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا الخ یعنی جو چیزیں اُن پر پہلے حلال تھیں وہ ان کی بغاوت اور راہِ خدا سے دوسروں کو روکنے کی سزا کے طور پر پاک چیزیں بھی ہم نے ان پر حرام کر دی تھیں۔ اور اس سزا میں ہم سچے اور عادل ہیں۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اے محمدؐ! ہم نے تمھیں اس کی حُرمت سے متعلق جو بتایا یہی درست ہے نہ وہ جو یہود نے گمان کر لیا ہے کہ یعقوب اس کو حرام سمجھتے۔ عمر بن خطابؓ کو خبر ملی کہ سمرہ نے شراب بیچی ہے تو فرمایا خدا سمرہ کو ہلاک کرے کیا اُسے معلوم نہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا یہود پر لعنت کرے کہ جن پر چربی حرام کر دی گئی تھی تو اس کو نکال کر صاف کر کے بیچ دیتے تھے۔

فتح مکہ کے دنوں میں حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ نے شراب اور مُردار، خنزیر اور اصنام کی بیع کو بھی حرام قرار دیا ہے تو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہؐ! میتۃ کی چربی سے کھال کو روغن دیتے ہیں کشتیوں پر یہ چربی مڑھتے ہیں اور اس کو جلا کر روشنی حاصل کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں یہ حرام ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ یہود کو ہلاک کرے کہ جب ان کی چربی حرام کر دی گئی تو وہ اُسے صاف کر کے بیچنے لگے اور اُس کی قیمت کھانے لگے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ جس کا کھانا حرام ہے اس کو بیچ کر نفع اُٹھانا بھی حرام ہے۔ اُسامہ بن زیدؓ سے بھی یوں مروی ہے کہ ہم حضرتؐ کے پاس آئے آپ مریض تھے ہم عیادت کر رہے تھے آپ لیٹے ہوئے تھے اور چادر عدنی سے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ پھر آپ نے چادر ہٹا دی اور فرمایا کہ یہود پر چربی حرام ہوئی تو اس کو بیچ کر اس کی قیمت کھانے لگے، خدا انھیں ہلاک کرے، جس کا کھانا حرام ہے اس کا بیچنا بھی حرام ہے۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ

پھر اگر یہ آپ کو کاذب کہیں تو آپ فرما دیجئے کہ تمھارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے

وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝١٤٧

اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا۔

اے محمدؐ! اگر تمھارے مخالف یہود اور مشرکین وغیرہ اگر تمھیں جھٹلاتے ہیں تو کہدے کہ تمھارا رب بڑی رحمت والا ہے یہ اس بات کے لئے ترغیب ہے کہ تم بھی اللہ سے اس کی رحمت واسعہ طلب کرو تاکہ انھیں اتباعِ رسول کی توفیق ہو جائے۔ کیونکہ اگر وہ رحمت نہ کرے تو مجرموں سے عذابِ الٰہی کو کوئی نہیں لوٹا سکتا۔ یہاں ترہیب و تخویف ہے کہ مخالفت رسول نہ کرو ورنہ اس کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے ہر جگہ اللہ تعالٰے نے ترغیب اور تخویف دونوں کو ایک ساتھ لایا ہے جیسا کہ اِس سورت کے آخر میں ہے کہ اللہ سریع العقاب ہے اور غفور رحیم ہے اور لوگوں کے گناہوں پر اُن کو بخشنے والا بھی ہے اور شدید العقاب بھی ہے اور میرے بندوں کو آگاہ کر دو کہ میں رحم کرنے والا بھی ہوں اور میرا عذاب بڑا سخت عذاب ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالٰے گناہوں کو بخشنے والا توبہ قبول کرنے والا اور پھر شدید العقاب بھی ہے۔ خدا کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ پیدا بھی اسی نے کیا اور واپس بھی اسی کی طرف جانا ہے وہ غفور بھی ہے اور مہربان بھی۔ اس ڈھنگ سے متعلق بہت سی آیتیں ہیں۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا

یہ مشرکین یوں کہنے کو ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ

أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن

ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام

شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم

کہہ سکتے۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انھوں نے بھی تکذیب کی تھی

حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِندَكُم

یہاں تک کہ انھوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔ آپ کہیئے کہ کیا تمھارے پاس

مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ

کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے رُوبرُو ظاہر کرو۔ تم لوگ محض خیالی باتوں پر

إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۴۸﴾

چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو۔

قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ

آپ کہیئے کہ بس پوری حجت اللہ ہی کی رہی۔ پھر اگر وہ چاہتا تو

لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ

تم سب کو راہ پر لے آتا۔ آپ کہیئے کہ اپنے گواہوں

شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ

کو لاؤ جو اس بات پر شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو

حَرَّمَ هَٰذَا ۖ فَإِن شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ

حرام کر دیا ہے۔ پھر اگر وہ گواہی دیدیں تو آپ اُس شہادت کی سماعت فرمائیے

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

اور ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں

وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُم

اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے برابر

بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿۱۵۰﴾ ع ۱۸ ۵

دوسروں کو ٹھہراتے ہیں

یہاں ایک مناظرہ کا ذکر ہے اور مشرکین کا ایک شبہ ذکر کیا گیا ہے جو وہ اپنے شرک اور حلال کو حرام کر لینے سے متعلق رکھتے تھے۔ اللہ ان کے شرک اور اُن کے تحریم سے انھیں آگاہ فرما رہا ہے۔ وہ یہ شبہ تھا کہ وہ ہمارے دل کو بدل سکتا تھا، ہم کو ایمان کی توفیق دے سکتا تھا اور حاجب ہو کر ہم کو کفر سے روک سکتا تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ اُس کی مشیئت اور اس کا ارادہ ہی ایسا ہے اور وہ ہمارے اِس کام سے راضی ہے چنانچہ وہ کہنے لگے لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا أَشْرَكْنَا الخ یعنی اگر خدا نہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے اسلاف، نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دے لیتے۔ اسی طرح وہ کہتے تھے کہ لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُم۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ: كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم۔ یعنی اسی شبہ کے سبب پہلے کے لوگ بھی گمراہ ہوتے رہے اور یہ بڑی ہی پست اور باطل اور طفلانہ حجّت ہے اگر یہ صحیح ہوتی تو ان کے اسلاف پر خدا کا عذاب کبھی نہ آتا اور وہ ہلاک نہ کئے جاتے اور مشرکین کو انتقام کا عذاب نہ چکھنا پڑتا۔ اے نبیؐ! کہہ دو کہ تم کو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ تمھارے اِن کاموں سے خدا راضی ہے۔ اگر اِس دعوے کی کوئی دلیل ہے تو ظاہر تو کرو، تم بھلا اس کا کیا ثبوت دے سکتے ہو۔ تم فقط اپنے قیاس اور ایک ظن باطل کی پیروی کر رہے ہو اور ظن سے یہاں مُراد اعتقادِ فاسد ہے۔ تم فقط اٹکل چلا رہے ہو خدا پر جھوٹ بہتان لگا رہے ہو۔ یہ مشرکین کہتے تھے کہ ہم اِن بتوں کی جو عبادت کرتے ہیں تو اس سے فقط اللہ کے پاس تقرب تلاش کرنا مقصد ہوتا ہے۔ اب اللہ فرماتا ہے کہ اس سے انھیں تقرب حاصل نہیں ہوگا۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا أَشْرَكُوا اِس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ہم چاہتے تو وہ سب ہدایت پر متفق ہو جاتے۔ کہہ دو کہ حجّتِ بالغہ خدا ہی کے لئے ہے، اگر وہ چاہے تو سب ہدایت یافتہ بن جائیں۔ اے محمدؐ! تم کہہ دو کہ اس کی حجّت حجّتِ بالغہ ہے اور حکمتِ

تاتا ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے اور کون ضلالت کا۔ ہر چیز اس کی قدرت اور ارادت میں ہے، وہ مومنین سے راضی ہے اور کافروں سے ناراض ہے اگر وہ چاہتا تو سارے اہلِ زمین بھی ایمان لے آتے، اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی قوم اور ایک ہی ملّت بنا دیتا۔ اُس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا کہ میں جہنّم جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ بغاوت کرنے کے لئے کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔ کہدو کہ، اگر تمھارے پاس گواہ ہیں تو انھیں لا حاضر کرو جو اِس بات کی گواہی دیں کہ ہاں اللہ نے یہ چیزیں حرام کر دی تھیں اور اگر ایسے جھوٹے گواہ وہ لائیں بھی تو اے نبیؐ تم ایسی گواہی نہ دینا کیونکہ ان کی یہ شہادت بالکل کذب اور مکاری ہے ان لوگوں کا ساتھ نہ دو جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں، آخرت پر ایمان نہیں لاتے، اپنے رب سے اعراض کر کے اُس کے لئے شریک و عدیل قرار دیتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ

آپ کہیئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمھارے ربنے تم پر حرام فرما دیا ہے

اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ

وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ

اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو۔

نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا

ہم اُن کو اور تم کو رزق دیں گے۔ اور بیحیائی کے جتنے طریقے

الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَ

ہیں اُن کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہو اور خواہ پوشیدہ ہو۔ اور

لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا

جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر

بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

حق پر اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ۝۱۵۱

سمجھو۔

ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت کو دیکھنا چاہتا ہے وہ مندرجہ بالا آیتوں کو پڑھے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ سورۃ انعام میں چند آیاتِ محکمات ہیں اور وہ اُمّ الکتاب ہیں۔ پھر قُلْ تَعَالَوْا والی آیتیں پڑھیں۔ ابنِ صامتؓ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ تم میں سے کون مجھ سے تین باتوں کا وعدہ کرے گا پھر آپ نے "تَعَالَوْا" والی آیتیں آخر تک پڑھیں جو اِن باتوں کی فراروا قعی تعمیل کرے گا اُس کا اجر اللہ پر ثابت ہے اور جو تعمیل میں کوتاہی کرے گا تو ممکن ہے خدا دنیا ہی میں اس کو عقوبت دے اور اگر امرِ عقوبت کو آخرت تک اُٹھا رکھے تو اس وقت اُس کی مرضی چاہے عذاب دے چاہے معاف کر دے۔ اس کی تفسیر یوں ہے کہ اللہ اپنے نبی صلعم سے فرماتا ہے کہ "اے نبیؐ! اِن مشرکین سے کہدو جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور خدا کے حلال کو حرام بنا دیتے ہیں اور اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں، یہ شیاطین کے بہکاوے ہیں اور ان کی من گھڑت باتیں ہیں تو ان سے کہدو کہ آؤ میں تمھیں بتاؤں کہ خدا نے کن باتوں کو حرام بتایا ہے۔ میں یہ اٹکل اور ظن سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ خدا کی وحی کی بنا پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ آیت کا سیاقِ عبارت بتا رہا ہے کہ یہاں اوصاکم کا لفظ محذوف ہے یعنی اوصاکم ان لا تشرکوا باللہ اور اسی لئے آخر آیت میں فرمایا ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

ابوذرؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور یہ خوش خبری دی کہ جو مر جائے اور اس نے شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ میں نے کہا اگرچہ اُس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو؟ تو جبرئیلؑ نے کہا ہاں زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔ تیسری بار کے پوچھنے پر جبرئیلؑ نے

کہا ہاں اگرچہ شراب بھی پی ہو۔ بعض روایتوں میں ہے کہ رسول سے یہ تین دفعہ سوال کرنے والے خود ابوذر رض تھے اور تیسری دفعہ حضرت ؐ نے ابوذر رض سے فرمایا تھا کہ "ہاں ابوذر کی ناک نیچی، خواہ زنا کیا ہو یا چوری کی ہو" ابوذر جب کبھی یہ حدیث سُناتے تو حدیث پوری کرنے کے بعد ساتھ ہی یہ بھی ضرور فرما دیتے کہ "ابوذر کی ناک نیچی" ابوذر رض سے مروی ہے کہ حضرت ؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم جب تک تو مجھ سے اُمید قائم رکھے گا اور دُعا مانگتا رہے گا۔ میں تجھے بخشتا رہوں گا۔ جو کچھ تجھ سے گناہ ہو۔ اور میں اس کی پرواہ نہیں کروں گا کہ تو نے کیا گناہ کیا ہے، اگر تو میرے پاس زمین بھر کر خطائیں لائے گا تو میں بھی زمین بھر کر مغفرت دوں گا بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو اگر تیری خطائیں آسمان بھر کے بھی ہوں اور تو نے مغفرت مانگی ہو تو میں مغفرت دوں گا۔

قرآن سے اس کی شہادت یوں ملتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ شرک کے گناہ کو نہیں بخشے گا باقی سب گناہوں کو چاہے تو بخش دے۔ جس نے شرک نہ کیا اور توحید کا قائل رہا اور مر گیا تو ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ آیات اور احادیث اس مضمون سے متعلق بہت ہیں۔ ابو الدرداء رض سے حدیث مروی ہے۔ شرک نہ اختیار کرو خواہ تمھارے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا سُولی پر چڑھا دیئے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ۔ ابن صامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ؐ نے ہمیں سات خصلتوں کی وصیت فرمائی کہ خواہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاؤ مگر شرک نہ کرو۔ پھر ارشاد ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی برتو جیسا کہ فرمایا کہ تمھارے رب کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ رکھنا۔ اللہ پاک عموماً اپنی طاعت کے ساتھ ساتھ والدین سے احسان کرنے کو بھی متصل ہی بیان فرماتا ہے، جیسا کہ فرمایا کہ میرا اور اپنے والدین کا احسان مانو۔ تم کو میری طرف آنا ہے۔ اگر تمھارے والدین تم کو اس بات پر مجبور کریں کہ میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک بناؤ جو تمھارا عقیدہ ہی نہیں ہے تو ان کی بات نہ سُننا لیکن دنیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ جاری رکھو اور جو میری طرف رجوع ہیں اُن کی پیروی کرو! تم کو میری ہی طرف لوٹنا ہے جہاں میں تم کو تمھارے سارے اعمال سے باخبر کر دوں گا۔ چنانچہ والدین کے مشرک ہونے پر بھی والدین کے حسب حال ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت فرمائی۔ اور فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل سے یہ بھی وعدہ لیا تھا کہ توحید اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ نیک سلوک بھی ضروری ہے۔ اس مضمون پر بہت آیتیں ہیں۔ صحیحین میں ہے کہ ابن مسعود رض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا عمل افضل ہے تو آپ نے فرمایا کہ "اپنے وقت پر نماز پڑھنا" میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل؟ فرمایا "والدین کے ساتھ نیک سلوک" میں نے کہا۔ پھر کون؟ فرمایا "جہاد فی سبیل اللہ" ابن مسعود رض کہتے ہیں کہ اگر میں مزید سوال کرتا تو حضرت مزید جواب دیتے۔ ابن صامت سے مروی ہے کہ حضرت ؐ نے فرمایا کہ "اے ابن صامت اپنے والدین کی اطاعت کرو اگر وہ تمھیں یہ بھی حکم دیں کہ ساری دنیا جہان بھی ہمیں دیدو، تو دے دو" اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ واللہ اعلم۔

جب والدین اور اجداد کے ساتھ حُسنِ سلوک کی ہدایت فرمائی تو اَب بیٹوں اور پوتوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ اولاد کو تنگ دستی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ شیاطین کے بہکانے سے مشرکین اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے اور عار و ننگ کی بنا پر لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور بعض وقت لڑکیوں کو فقر و تنگ حالی کے خوف سے مار دیتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے بڑا گناہ تو شریکِ خدا ٹھہرانے کا ہے حالانکہ یہ شریک خود اللہ کا مخلوق ہے۔ حضرت ؐ سے پوچھا گیا پھر کونسا گناہ تو فرمایا کہ لڑکوں کو مار ڈالنا اس خوف سے کہ انھیں بھی اپنے ساتھ شریکِ غذا بنانا پڑے گا۔ پوچھا

گیا پھر کونسا گناہ؟ فرمایا اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ الخ یعنی جو لوگ اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو نہیں ملاتے اور اللہ نے جس جان کی حرمت کی ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق بات پر اور جو زنا نہیں کرتے مذکورہ فقر کو "املاق" کہتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ رزق تو ان کو اور تم کو ہم ہی دیتے ہیں۔ رزق کی ابتدا میں ان بچوں کا نام لیا کیونکہ اہتمام انھیں سے مقصود تھا یعنی ان کو رزق پہنچانے کے سبب، محتاج ہو جانے سے نہ ڈرو کیونکہ سب کا رزق خدا کے ذمّے ہے۔ لیکن یہاں چونکہ فقر حاصل موجود ہے اِس لئے فرمایا کہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اس لئے کہ یہاں اہم یہی بات ہے کہ تمھارا رزق ہمارا ہی دیا ہوا ہے اس لئے اپنے رزق سے خوف نہ کرو۔ قولہ تعالےٰ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ یعنی فواحش کے قریب بھی نہ جانا خواہ وظاہر ہوں یا باطن میں جیسا کہ فرمایا۔ "کہہ دو اے نبی! رب نے فواحشِ ظاہری و مخفی سب کو حرام قرار دیا ہے۔ اور گناہ اور بغاوت سے بچو جو خلافِ حق ہے اور شرک سے بچو جس کی کوئی سند نہیں اور خدا کی طرف ایسی باتیں منسوب کرنے سے بچو جن کو تم نہیں جانتے۔ وَذَرُوْا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ میں اِس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ ابن مسعود رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے اس نے سارے ظاہر و باطن فواحش حرام کر دیئے ہیں۔ سعد بن عبادہ رضؓ نے کہا کہ اگر میں اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو تلوار سے اُسے قتل ہی کر دوں۔ جب حضرتؐ نے یہ بات سُنی تو فرمایا کہ تمھیں سعدؓ کی غیرت پر تعجب کیوں ہے؟ خدا کی قسم میں سعدؓ سے زیادہ غیرتمند ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔ اسی لئے سارے فواحش اس نے حرام کر دیئے ہیں۔ اور اسی سند سے مروی ہے کہ میری امت

کی عمر ساٹھ اور ستر کے مابین ہے۔ قولہ تعالےٰ کسی نفس کو قتل نہ کرو جب تک کہ بربناءِ حق نہ ہو حضرت امیرالمومنین عثمان رضؓ نے، جب ان کو باغی قاتلوں نے گھیر رکھا تھا تو فرمایا کہ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ تین باتوں کے بغیر کسی مسلمان کا خون روا نہیں، جب کہ اسلام لا چکنے کے بعد پھر کافر ہو گیا ہو۔ یا شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا ارتکاب کیا ہو یا کسی کو ناحق قتل کر دیا ہو۔ یعنی بغیر قصاص کے۔ پس خدا کی قسم میں نے کبھی زنا نہیں کیا نہ جاہلیت کے زمانے میں نہ اسلام میں۔ اور کبھی میری یہ خواہش نہ رہی کہ اسلام لانے کے بعد پھر اپنا دین بدل دوں اور نہ میں نے کبھی کسی کو قتل کیا ہے پس تم مجھے کس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو۔ جس غیر مسلم سے معاہدہ ہو چکا ہو، اور جس حربی کو اسلامی شہر میں رہنے کے لئے امن دیا گیا ہو، اُس کے قتل کی سخت ممانعت اور زجر و وعید آئی ہے، جو کسی پیمان بستہ کو قتل کرے گا تو جنّت کی خوشبو تک نہ سونگھ سکے گا۔ حالانکہ جنّت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت کی راہ سے بھی پہنچتی ہے۔ جو کسی معاہد کو قتل کرے گا جس کے لئے امن کے ذمّہ دار بن چکے ہیں اور جو خدا اور رسولؐ کی ذمّہ داری میں آکر ذمّی بن چکا ہو، تو اُس کے قاتل کو جنّت کی خوشبو تک نصیب نہ ہوگی۔ اور قولہ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ یہ ہیں وہ وصیتیں جو تمھیں کی گئیں، کیا عجب تمھیں کچھ عقل آجائے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے

حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ ۚ وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ

یہاں تک کہ وہ اپنے سنِ بلوغ کو پہنچ جائے۔ اور ناپ تول پوری پورا کیا کرو انصاف کے ساتھ

بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ۚ وَ

ہم کسی شخص کو اُس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور

إِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَ

جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو - اور

بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ

اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو اس کو پورا کیا کرو ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یتیم کا مال نہ کھاؤ تو جس کے گھر کوئی یتیم رہتا تھا اس نے یتیم کا کھانا پینا اس ڈر کے مارے کہ کہیں اس کا طعام میرے کھانے میں نہ آجائے اپنے کھانے پینے سے جدا کر دیا اور یتیم کی غذا کھا پی کر بچنے لگی تو وہ اسی کے لئے اٹھا رکھی جانے لگی تاکہ وہ دوبارہ کھائے، یا یہ کہ وہ سڑ کر خراب ہو جاتی تھی۔ یہ بات دونوں کے لئے گراں اور تکلیف دہ بھی اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو اس بارے میں خدا کے پاس سے وحی نازل ہوئی کہ "یتیموں کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ خیر کی جو بات ہو وہ ان کی خیر خواہی ہے اس لئے اگر تم ان سے مل جل کر اور غذا ایک ساتھ ملا کر پکاؤ کھاؤ تو کوئی حرج نہیں وہ تمہارے ہی تو بھائی ہیں حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائیں۔ سدی نے اس کی مدت ۳۰ سال ۴۰ سال بلکہ ۶۰ سال تک بھی قرار دی ہے اور یہ باتیں یہاں بعید از مبحث ہیں۔ اور پیمانہ اور ترازو کو انصاف کے ساتھ استعمال کرو۔ فرمانِ الٰہی ہے کہ لین دین میں عدل پر تو اس کا لحاظ نہ رکھنے پر سخت وعید ہے ارشاد ہوتا ہے کہ ہلاکت ہے ان ناپنے والوں پر کہ جب ناپ کر لیتے ہیں تو بھرپور ناپ کے ساتھ، اور جب ناپ یا تول کر دوسروں کو دیتے ہیں تو بے ایمانی کرتے ہیں کیا انھیں خبر نہیں کہ قیامت کے روز اُٹھائے جانے والے ہیں اور خدا کا سامنا کرنا ہے پہلی ایک قوم اسی لئے تباہ و ہلاک ہوئی تھی کہ ناپ تول میں بے ایمانی کرنے لگی تھی۔ وقولہ تعالیٰ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتے۔ جس نے ادائے حق میں پوری کوشش کر لی پھر بھی کوتاہی ہوگئی تو کوئی حرج نہیں حضرت ؓ نے اس آیت کے بارے میں کہ ناپ تول میں انصاف سے کام لو۔ فرمایا کہ جس نے صحتِ نیت کے ساتھ ناپا اور تولا اور اللہ تو نیت کو جانتا ہے، تو اس سے کوئی مواخذہ نہیں لفظ وسعت کی یہی تاویل ہے۔ اور یہ ارشاد کہ جب بولو تو انصاف کا پاس رکھو اگرچہ کسی عزیز قریب ہی کا معاملہ کیوں نہ ہو جیسا کہ فرمایا کہ اے ایمان والو عدل و انصاف کے ساتھ شہادت پر قائم رہو۔ اسی طرح سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ فعل اور قول میں عدل کا حکم دیتا ہے چاہے قریب کے لئے ہو یا بعید کے لئے، اللہ پاک ہر ایک کے لئے اور ہر وقت اور ہر حال میں عدل کا حکم دیتا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یعنی اللہ نے جو نصیحت کی ہے اس کو پورا کرو، اس کا ایفاء اس طرح ہے کہ اس کے امر و نہی میں اس کی اطاعت کرو اور اس کی کتاب اور سنّتِ رسول پر عمل کرو، یہی وفا بعہد اللہ ہے۔ اس کی نصیحت تم کو اللہ نے کی ہے ممکن ہے کہ تم پند حاصل کرو اور ماسبق کی برائیوں سے باز آجاؤ۔ بعض لوگ تَذَّكَّرُوْنَ کے ذال کو تشدید سے پڑھتے ہیں اور بعض تخفیف سے۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ

اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو۔

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ

اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا

سَبِيْلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم احتیاط رکھو۔

ارشاد ہے کہ اِدھر اُدھر کے دوسرے راستوں پر نہ چل پڑو، ورنہ خدا کی راہ سے ہٹ جاؤ گے اور دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ اس قسم کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ مومنین کو حکم دے رہا ہے کہ جماعت کو نہ چھوڑو۔ جماعت میں افتراق

اور اختلاف سے بچو۔ پہلے کے لوگ دین کے بارے میں لڑائی جھگڑے خصومات اور اختلافات بہت پیدا کرتے تھے اور اسی سے تباہ ہوئے۔

عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط زمین پر اپنے ہاتھ سے کھینچا اور فرمایا کہ یہ ہے خدا کا سیدھا راستہ۔ پھر دائیں بائیں اور خطوط کھینچے اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا ہے اور اپنی طرف بُلا رہا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا الخ۔ جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم حضرتؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے اپنے سامنے زمین پر اس طرح ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ تو ہوا خدا کا راستہ پھر سیدھی طرف دو خط اور بائیں طرف دو خط کھینچے اور فرمایا یہ سب شیطان کے راستے ہیں پھر بیچ کے خط پر اُنگلی رکھی اور یہی آیت تلاوت فرمائی کہ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا ایک آدمی نے ابن مسعودؓ سے پوچھا کہ "صراطِ مستقیم" کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے پاس جگہ دی تھی۔ آپ کی نگاہیں گویا جنّت پر ہیں اور آپ کی سیدھی طرف بھی راستے بنے ہوئے ہیں اور بائیں طرف بھی، اُن پر لوگ متمکن ہیں جو لوگ اُن کے پاس سے گزرتے ہیں وہ انھیں بلاتے ہیں جو ان کے بُلائے ہوئے راستوں پر ہو لیا وہ دوزخ میں پہنچ گیا اور جو سیدھا راستہ لئے ہوئے رہا وہ جنّت تک پہنچ گیا۔ پھر ابن مسعودؓ نے یہی آیت پڑھ کر سُنائی۔

نواس ابن سمعانؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی مثال پیش کی ہے۔ اس راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں ان میں کھلے دروازے لگے ہوئے ہیں دروازوں پر پردے چھوٹے ہیں اور سیدھے راستے کے دروازے پر ایک داعی الی اللہ بیٹھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے لوگو! آؤ سیدھے راستے کے اندر داخل ہو جاؤ اِدھر اُدھر بھٹکو نہیں، اور ایک داعی دروازے کے اوپر بیٹھا بُلا رہا ہے جب کوئی انسان ان دوسرے دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولتا ہے تو کہتے ہیں تجھ پر افسوس اسے نہ کھول اگر اسے کھولے گا تو اس میں داخل ہی ہو جائے گا۔ اب یہ سیدھا راستہ تو اسلام کا ہے اور دیواریں حدود اللہ ہیں اور یہ کھلے دروازے اللہ کے محارم ہیں اور یہ راستے کے سرے پر بیٹھنے والی چیز کتاب اللہ ہے اور دروازے کے اوپر بیٹھا ہوا شخص انسان کا اپنا ضمیر ہے جو بُرے کاموں سے اس کے دل میں خلش پیدا کرتا ہے گویا خدا کا واعظ ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کوئی ہے جو مجھ سے اِن تین آیتوں کے بارے میں عہد کرے پھر تَعَالَوْا والی آیت تلاوت فرمائی، اس کی تینوں آیتیں پڑھنے کے بعد فرمایا، جس نے ان کا حق ادا کیا اس کا اجر اللہ پر مقرر ہو چکا اور جس نے اس کی تعمیل میں کوتاہی کی دنیا میں اس کو عقوبت مِل گئی اور نہ ملی تو آخرت میں خدا چاہے تو سزا دے گا ورنہ معاف کر دے گا۔

ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ تَمَامًا عَلَی الَّذِیْٓ

پھر ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت

اَحْسَنَ وَتَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّ

پوری ہو اور سب احکام کی تفصیل ہو جائے اور رہنمائی ہو اور

رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

رحمت ہو تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لادیں۔

وَهٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَکٌ فَاتَّبِعُوْهُ

اور یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا بڑی خیر و برکت والی سو اس کا اتباع کرو

وَاتَّقُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

اور ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو۔

ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسٰی کی تقدیر یہ ہے کہ اے محمدؐ! ہم سے متعلق پھر یہ کہدو کہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی، بدلالۃ قولِ قُلْ تَعَالَوْا

لیکن یہ غور طلب ہے " ثُمَّ " یہاں صرف عطف خبر بعد خبر کے لئے ہے ترتیب بتانے کے لئے نہیں ہے (ثُمَّ کا حرف عموماً ترتیب بتانے کے لئے آیا کرتا ہے)

یہاں جب اللہ پاک اپنے قول وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا کے ذریعہ قرآن سے متعلق خبر دے چکا تو مدحِ توریت پر ثُمَّ کے ذریعہ عطف فرماتا ہے کہ اب تمھیں ہم یہ خبر بھی دیتے ہیں کہ ہم نے موسیٰ ؑ کو بھی کتاب دی تھی۔ اکثر جگہ اللہ پاک قرآن اور توریت کا ایک جگہ یعنی متصلاً ذکر فرماتا ہے جیسے کہ فرمایا کہ اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام و رحمت تھی اور یہ تمھاری کتاب قرآن زبانِ عربی میں اس کی تصدیق کرتی ہے اور اس سورت کی ابتدا میں فرمایا پوچھو وہ کتاب جو موسیٰ کو ہم نے دی جسے تم لوگوں کیلئے نور اور ہدایت بنا کر پیش کیا تھا وہ کس نے اُتاری تھی، جس کو تم کاغذوں میں لکھتے ہو جس میں سے کچھ چھپا ڈالتے ہو اور کچھ رہنے دیتے ہو پھر اس کے بعد ہی فرمایا کہ اس کتاب قرآن کو ہم نے مبارک بنا کر پیش کیا ہے۔ اب مشرکین کے بارے میں فرماتا ہے کہ جب ہمارے پاس سے حق یعنی قرآن انھیں پیش کیا گیا تو کہنے لگے کہ ویسی کتاب کیوں نہ دی گئی جیسی موسیٰ ؑ کو دی گئی تھی۔ اب اللہ فرماتا ہے کہ موسیٰ ؑ کی کتاب کے ساتھ کیا کفر نہیں کیا تھا اور کیا یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ یہ دونوں تو جادوگر ہیں جو آدھمکے ہیں۔ ہم تو انھیں نہ مانیں گے اور جنوں سے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ جنوں نے اپنے لوگوں کو یہ خبر دی کہ اے قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ ؑ کے بعد اُتری اور توریت کے مضمون کی تصدیق کرتی ہے اور حق کی طرف ہدایت کرتی ہے پھر قرآن سے متعلق ارشاد ہے کہ اس میں سب باتیں خوبی اور تفصیل سے لکھی ہوئی ہیں اور شریعت کی سب باتیں درج ہیں، جیسے کہ فرمایا کہ توریت میں ہر بات ہم نے بتادی تھی اس طرح قرآن کو عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ فرمایا۔ وکقولہ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا اور وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً

يَهْتَدُوْنَ الخ اور ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ۔ یعنی موسیٰ ؑ کو ہم نے کتاب دی جو عطیات میں سب سے اچھا عطیہ تھا۔ جو دنیا میں بھی احسن اور آخرت میں بھی کامل۔ ابن جریر نے اس کی تقدیر یوں بتائی ہے کہ تماما علی احسانہ گویا کہ اَلَّذِيْ کو مصدریہ قرار دیا۔ یعنی وہ کتاب کامل تھی اَحْسَنَ ہونے کی بنا پر جیسے کہ قولہ تعالےٰ ہے خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا۔ اب یہاں اَلَّذِيْ خَاضُوْا کے معنی خوض کے ہوگئے۔ دوسروں کا قول ہے کہ اَلَّذِيْ بمعنی اَلَّذِيْنَ چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضؓ یوں قرأت کرتے تھے تَمَامًا عَلَى الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا۔ مجاہد اَلَّذِيْٓ اَحْسَنَ سے مومنین اور محسنین مراد لیتے تھے۔ اور بغوی ؒ محسنین و انبیاء مراد لیتے تھے، یعنی توریت کی فضیلت ہم نے مومنین و محسنین پر ظاہر کردی تھی، جیسے کہ فرمایا قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ الخ۔ یعنی اے موسیٰ ؑ ہم نے تم کو اپنی رسالت و کلام کے سبب سب پر برگزیدہ بنایا یہاں یہ لازم نہیں آتا کہ یہ فضیلت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیل علیہ السلام پر بھی ہے۔ یحییٰ بن یعمر اَحْسَنَ کو زبر کے بجائے پیش سے پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ اَلَّذِيْ هُوَ اَحْسَنُ کے معنی میں ہے اس لئے پیش سے ہونا ضروری ہے پھر یہ بھی کہا کہ اس طرح پڑھنا میں مناسب نہیں سمجھتا اگرچہ عربیت کے لحاظ سے ایک وجہ صحیح بھی ہو اور کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ تَمَامًا عَلٰٓى احسان اللہ الیہ۔ اور فرمایا کہ اس میں ہر شئے تفصیل کے ساتھ ہے اور وہ ہدایت اور رحمت ہے شاید کہ تم اللہ کی ملاقات پر ایمان لاؤ۔ ہماری یہ نازل کردہ کتاب مبارک ہے اس کی اتباع کرو خدا سے ڈرو، شاید تم پر خدا کا رحم ہو جائے۔ اس میں اتباعِ قرآن کی طرف دعوت ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو اپنی کتاب کی طرف ترغیب دے رہا ہے اور اس میں تدبر کا حکم دے رہا ہے۔

أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَائِفَتَيْنِ

کبھی تم لوگ یوں کہنے لگتے کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے جو دو فرقے تھے

مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾

اُن پر نازل ہوئی تھی، اور ہم اُن کے پڑھنے پڑھانے سے محض بے خبر تھے۔

أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّا

یا یوں کہتے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی زیادہ

أَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ

راہ پر ہوتے۔ سو اب تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح

رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ

اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آ چکی ہے۔ سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم

مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ

ہوگا جو ہماری ان آیتوں کو جھوٹا بتلاوے اور اُس سے روکے۔

سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ

ہم ابھی اُن لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں اُن

اٰيٰتِنَا سُوْءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

کے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے۔

یعنی تاکہ تم یہ نہ کہو کہ یہود و نصرانیوں پر تو ہم سے پہلے کتابیں اُتار دی گئیں اور ہم پر کوئی نہیں اُتری۔ یہ بیان ان کے عذر کو ختم کر دینے کے لئے ہے جیسا کہ فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کی مصیبت انہیں کے اعمال کا نتیجہ ہے تو وہ یہ کہتے کہ اے رب! کوئی رسول اگر تو ہماری طرف بھی بھیجتا تو ہم بھی تیرے احکام کی پیروی کرتے۔ وقولہ وَإِنْ كُنَّا الآخر یعنی ہم ان یہود و نصرانی کی زبان تو سمجھتے نہیں اس لئے ہم غفلت میں رہے اور ان کے جیسے صحیح عمل نہ کر سکے اور تاکہ تم یہ نہ کہو کہ اگر ہم پر بھی ہماری زبان میں کوئی کتاب اُترتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ رہتے۔ چنانچہ ہم نے ان کے عذر کو ختم کر دیا جیسا کہ فرمایا، وہ قسمیں کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر اُن کے پاس بھی کوئی رسول آتا تو ہم سب سے بڑھ کر نیک نیت بنتے اور ہدایت پر ہوتے۔ چنانچہ فرمایا کہ اب تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے ہدایت و رحمت والی کتاب آ گئی ہے اور تمہاری ہی زبان میں یہ قرآن عظیم ہے، اس میں حلال و حرام سب کا بیان ہے اور عبادت گزار بندوں کے دلوں کے لئے رحمت ہے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی آیتوں کو جھٹلانے والے سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا کہ نہ خود قرآن سے فائدہ اُٹھایا نہ احکام کی تعمیل کی بلکہ آیاتِ خدا کی اتباع سے لوگوں کو بھی پھیر دیا اور ہدایت کی راہ پانے سے انھیں محروم رکھا، جیسا کہ آغازِ صورت میں گزرا کہ وہ خود بھی ایمان لانے سے باز رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ اور فرمایا جو لوگ کفر کرتے ہیں اور اللہ کے راستے سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں انھیں دوگنا عذاب ہوگا۔ اور اس آیتِ کریمہ میں فرمایا کہ "ہم اِن لوگوں کو سخت عذاب دیں گے جو خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں"۔ جیسا کہ فرمایا کہ "نہ تصدیق کی، نہ نماز پڑھی بلکہ تکذیب کی اور مُنہ پھیر لیا"۔

غرض یہ کہ بہت سی آیتیں اِس پر دلالت کرتی ہیں کہ کافر دل سے تکذیب کرتے ہیں اور جوارح سے بھی عملِ نیک نہیں کرتے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا اُن کے

أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۭ

پاس آپ کا رب آوے یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آوے۔

يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ

جس روز آپ کے رب کی بڑی نشانی آ پہنچے گی کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے

نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ

کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا،

اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۭ قُلِ انْتَظِرُوْٓا

یا اُس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ تم منتظر رہو

اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝

ہم بھی منتظر ہیں۔

رسول ؐ کے مخالفین اور کافروں کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ تم تو صرف اِس بات کا انتظار کر رہے ہو کہ ملائکہ تم تک آ پہنچیں یا رب سے سامنا ہو جائے، اور یہ قیامت کے روز ضرور ہونے والا ہے۔ یا خدا کی بعض نشانیاں تم پر کھل جائیں اور جب وہ نشانیاں کھل جائیں گی تو پھر کسی کو اُس کا ایمان نفع نہ دے گا اور یہ قیامت آنے سے پہلے قیامت کی نشانیوں کے طور پر ضرور ہو گا۔ بخاری میں ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت ؐ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ کرے اور جب یہ صورتِ حال لوگ دیکھ لیں گے تو سارے اہلِ زمین کو یقین ہو جائے گا اور ایمان لائیں گے اور اگر پہلے ایمان نہیں لا چکے تھے تو اب ایمان نفع بخش نہیں ثابت ہو سکتا۔

ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں اگر ظاہر ہو جائیں گی، تو ان کے ظہور سے پہلے اگر ایمان نہیں لایا تھا تو اَب ایمان لانا بے کار ہے اور پہلے اگر نیک عمل نہیں کئے تھے تو اَب کرنا بے کار ہے۔ پہلی نشانی یہ کہ سورج کا مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہونا دوسرے دجّال کا نکلنا۔ تیسرے دابۃ الارض کا ظاہر ہونا۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت ؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے تک توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول ہو سکے گی ورنہ نہیں۔ اصحاب ستّہ میں سے ایک نے اس کو روایت نہیں کیا باقی پانچ کتابوں میں موجود ہے۔

جندب ابن جنادہ سے روایت ہے کہ حضرت ؐ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ سورج ڈوب جاتا ہے تو کہاں چلا جاتا ہے؟ تو میں نے کہا، میں نہیں جانتا۔ فرمایا کہ وہ عرش کے سامنے آتا ہے، سجدے میں گر پڑتا ہے، پھر اُٹھتا ہے۔ تاکہ اس سے کہا جائے کہ اپنا رُخ بدل دے۔ اور اے ابو ذر قریب ہے وہ دن کہ اس سے کہا جائے گا کہ پچھلے پاؤں گردش کر، اور یاد رکھو کہ اس روز اللہ پر ایمان لانا کفر کو چھوڑ دینا کچھ فائدہ نہ بخشے گا۔

ایک دوسری حدیث:۔ کمرے سے رسول اللہ صلعم نکل آئے۔ ہم قیامت سے متعلق باتیں کرنے بیٹھے تھے۔ حضرت ؐ فرمانے لگے کہ اس کی نشانیاں جب تک ظاہر نہ ہو جائیں گی قیامت نہ ہو گی۔ سورج کا مغرب سے طلوع کرنا، ایک زبردست دھواں اُٹھنا، دابۃ الارض کا نکلنا، یاجوج ماجوج کا نکل آنا، عیسیٰ ابن مریم ؑ کا نزول، دجّال کا نکلنا، تین زلزلے اور زمین کا دھنس جانا ایک مشرق میں، ایک مغرب میں، ایک جزیرہ عرب میں۔ بیچ عدن سے ایک آگ کا نمودار ہونا کہ جس کی وجہ سے لوگ بھاگے دَوڑے پھر رہے ہوں وہ رات کو کہیں سونا چاہتے ہیں تو وہاں بھی موجود اور دن کو کہیں لیٹنا چاہتے ہیں تو وہاں حاضر۔

حذیفہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ مغرب کی طرف سے طلوعِ شمس کی کیا نشانی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اُس دن رات اتنی طویل ہو جائے گی کہ دو راتوں کے برابر۔ راتوں کو نماز پڑھنے والے جاگ اٹھیں گے اور جس طرح نمازِ تہجّد پڑھتے تھے پڑھیں گے۔ ستارے اپنی جگہ قائم دکھائی دیں گے ڈوبیں گے نہیں۔ یہ لوگ سو جائیں گے، پھر اُٹھیں گے پھر نماز پڑھیں گے، پھر سو جائیں گے پھر اُٹھیں گے۔ لیٹتے لیٹتے اُن کے پہلو سُن ہو جائیں گے۔ رات بہت لمبی ہو جائے گی، لوگ گھبرا جائیں گے اور صبح ہو گی نہیں۔ اِس انتظار میں ہوں گے کہ سورج مشرق سے طلوع ہی کرے گا کہ یکایک وہ مغرب سے نکلتا دکھائی

دے گا۔ اب ایمان سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ابن مردویہ نے اس کو روایت کیا ہے لیکن اِس ڈھنگ کے ساتھ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں موجود نہیں۔

ایک دوسری حدیث :- صفوان ابن عسال رضؓ کہتے ہیں کہ، حضرت صلعمؐ نے فرمایا کہ اللہ نے مغرب کی طرف ایک دروازہ کھول رکھا ہے جس کا عرض ستر برس کی مسافت ہے یہ توبہ کا دروازہ ہے، سورج کے رُخ بدل کر نکلنے سے پہلے بند نہ ہوگا۔ ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو لکھا ہے۔

ایک دوسری حدیث :- ایک رات لوگوں پر ایسی آئے گی جو تین راتوں کے برابر ہوگی، جب ایسا ہوگا تو تہجد پڑھنے والے پہچان لیں گے وہ نفل پڑھیں گے، سو جائیں گے، اٹھیں گے پھر پڑھیں گے۔ پھر بار بار ایسا ہی کریں گے کہ یکایک ایک شور اٹھے گا لوگ چیخ پکار شروع کر دیں گے، ڈر کر مسجدوں کی طرف بھاگیں گے کیونکہ سورج مغرب سے طلوع ہوا ہوگا۔ اب وہ وسط آسمان تک آکر پھر مغرب کی طرف واپس جائے گا۔ اس کے بعد حسب عادت مشرق سے نکلتا رہے گا۔ اُس وقت ایمان بے سُود ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اور صحاح ستہ کی کسی کتاب میں نہیں۔

ایک دوسری حدیث :- تین مسلمان مدینہ میں مروان کے پاس تھے اور وہ آیاتِ قیامت کا ذکر کر رہے تھے کہ خروجِ دجّال قیامت کی نشانی ہے۔ اب یہ لوگ عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس آئے اور مروان سے جو سُنا تھا بیان کیا۔ انھوں نے کہا مروان نے تو کچھ نہیں کہا۔ میں نے جو رسول اللہ صلعم سے سُنکر یاد رکھا ہے تم کو سُناتا ہوں۔ پہلی نشانی یہ کہ سورج مغرب سے نکلے، پھر دابۃ الارض کا خروج یا کوئی ایک پہلے اور پھر دوسری نشانی اس کے بعد ظاہر ہوگی۔

عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلعمؐ نے فرمایا کہ جب سُورج مغرب سے طلوع کرے گا تو ابلیس سجدے میں گر پڑے گا اور چلائے گا کہ یارب مجھے حکم کر تا کہ جس کو کہے سجدہ کردں۔ تو اُس کے نگران کار جمع ہوکر کہیں گے کہ یہ سب تضرّع کیوں ہے تو کہے گا کہ میں نے خدا سے درخواست کی تھی کہ "وقت معلوم تک مجھے مُہلت دے" اور آج ہی کا دن وقت معلوم ہے۔ پھر دابۃ الارض نکلے گا۔ پہلا قدم جو وہ رکھے گا انطاکیہ میں ہوگا۔ ابلیس آکر اُس کو طمانچہ مارے گا۔ یہ حدیث غریب ہے اس کی سند ضعیف ہے شاید ابن العاصؓ نے اس ذخیرہ میں سے یہ حدیث لی ہوگی جس کو عبد اللہ بن عمرؓ نے جنگِ یرموک میں پڑا پایا تھا۔ وَاللہُ اَعْلَم۔ ابن السعدی سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہجرت منقطع نہیں ہوگی جب تک کہ دشمن جنگ کر رہا ہے اور تنگ کر رہا ہے۔ معاویہ اور عبد الرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہجرت دو قسم کی ہے ایک تو بُرائیوں سے ہجرت کرکے نیکیوں کی طرف آنا اور دوسری اللہ اور رسولؐ کی طرف ہجرت کرنا اور یہ باقی رہے گی جب تک کہ دروازۂ توبہ بند نہیں ہوگا اور شمس جب مغرب سے نکلے گا تو ہر شخص کے دل پر مہر لگ جائے گی جو کچھ اس کے اندر ہے سو بس وہی ہے اور جو عمل ہو چکا سو بس ہو چکا۔ یہ حدیث اچھے اسناد والی ہے۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آیاتِ قیامت میں سے سب گزر گئے، چار نشانیاں آنا باقی ہیں۔ طلوعِ شمس مغرب سے۔ دجّال۔ دابۃ الارض۔ یاجوج ماجوج۔ اور وہ نشانی جو اعمال پر مُہر لگا دے گی وہ طلوعِ شمس ہے۔ ابن عباسؓ سے ایک حدیث مرفوعًا ذکر ہے، حدیث طویل اور غریب ہے، اُس کی سند نہیں، وہ یہ ہے کہ سورج اور چاند اُس روز مل کر مغرب سے طلوع کریں گے اور نصف آسمان تک پہنچ کر اُلٹے پیر واپس ہو جائیں گے۔ یہ حدیث منکر اور موضوع ہے لیکن اُس کے مرفوع ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے اور وقف راوی ابن عباسؓ اور وہب بن منبہ تک آکر ہوتا ہے اس لئے بالکلیہ بھی اُس کو دفع نہیں کر سکتے۔ واللہُ اعلم۔

حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے کہ پہلی علامت کے ظاہر ہوتے ہی کراماً کاتبین کا عمل ختم ہو جائے گا اور اجساد کے اعمال پر گواہی دینے کا وقت آجائے گا۔ اور اس سے پہلے ہی جو صاحبِ ایمان تھا اور نیک عمل بھی کرتا تھا تو وہ بڑے فائدے میں رہے گا اور اگر نیک نہ ہو اور توبہ کرنے لگے تو اب توبہ سے کیا حاصل، اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا کا یہی مطلب ہے۔ یعنی اب عملِ صالح قبول نہیں کیا جائے گا جب کہ وہ اس سے پہلے عملِ صالح نہیں کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! کہدو اس دن کا تم بھی انتظار کرو، اور میں بھی انتظار کرتا ہوں، یہ کافروں کے لئے سخت تنبیہ ہے جو اپنے ایمان اور توبہ سے غافل رہے حتّٰی کہ وقت آپہنچا، جیسا کہ فرمایا، یہ بے سمجھ وقتِ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ ناگہاں وارد ہو جائے، اور جب ایسا ہو جائے گا تو پھر موقع کہاں باقی رہے گا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جب ہمارا عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور شرکاء سے منکر ہو گئے، لیکن عذاب دیکھ چکنے کے بعد ایمان کی یہ ساری باتیں بے کار ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جُدا جُدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا

لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ

اُن سے کوئی تعلق نہیں، بس اُن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے

ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

حوالے ہے پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلادیں گے۔

یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں اُتری ہے۔ یہود و نصاریٰ قبل بعثتِ محمدی آپس میں اختلاف کرتے تھے اور اپنا اپنا دین الگ قرار دیتے تھے۔ حضرت مبعوث ہوئے تو یہ آیت اُتری کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈال لیا اور گروہ بندیاں کر لیں تمھیں ان سے کوئی سروکار نہیں، انھیں بھی تم سے کوئی سروکار نہیں، یہ اہلِ بدعت اہلِ شبہات اور اہلِ ضلالت ہیں اور اسی امت میں ہیں۔ لیکن اس حدیث میں ایک سند ٹھیک نہیں ہے۔ ابو ہریرہؓ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اسی امت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وَكَانُوْا شِيَعًا سے خوارج مُراد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی سے فرمایا کہ اس سے اصحابِ بدعت مُراد ہیں۔ یہ حدیث بھی غریب ہے اور مرفوعاً بھی صحیح نہیں۔ اور ظاہر بات تو یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جو دینِ خدا سے فرقہ بندی اختیار کئے ہو اور مخالفِ دین ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایتِ دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تاکہ تمام ادیان پر دینِ اسلام کو غالب فرمائے۔ اسلام کا راستہ ایک ہی ہے اس میں کوئی اختلاف و افتراق نہیں جس نے الگ فرقہ اختیار کر لیا جیسے کہ بہتر فرقے والوں نے، تو اللہ کا رسول اس سے بَرِی ہے۔ یہ آیت مثل اس آیت کے ہے جیسے کہ فرمایا ہے "اے نبیؐ! تمھارے لئے بھی ہم نے وہی دین پسند کیا ہے جو نوحؑ کے لئے تھا" اور حدیث میں ہے "کہ ہم گروہِ انبیاء گویا کہ علاّتی اولاد ہیں، جیسے علاّتی اولاد کا باپ ایک ہی ہوتا ہے، ہم سب کا دین بھی ایک ہی ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے اور یہی وہ ہدایت ہے جو خدائے واحد کی عبادت سے متعلق رسولوں نے پیش کی، اور آخری رسول کی شریعت سے تمسک کو صراطِ مستقیم بنایا۔ اس کے سوا ساری چیزیں ضلالتیں اور جہالتیں ہیں، اور اپنی ذاتی خواہشات ہیں، پیغمبر اس سے بَری ہیں۔ جیسے کہ آیت زیرِ ذکر میں فرمایا "اے نبیؐ! تم پر کوئی ذمّہ داری نہیں" پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کا امر خدا کے سُپرد کردو وہ بروزِ قیامت ان کے اعمال سے ان کو باخبر کر دے گا۔ جیسے کہ ایک جگہ فرمایا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے یا ستارہ پرست یا جو نصاریٰ اور مجوس ہیں یا جو مشرکین ہیں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کا باہم فیصلہ کر دے گا۔ اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اپنے حکم اور عدالت کے اندر بھی اپنے لطف و کرم کو یوں

بیان فرماتا ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ
جو شخص نیک کام کرے گا اُس کو اُس کے دس حصے ملیں گے۔ اور
مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا
جو شخص بُرا کام کرے گا اُس کو اُس کے برابر ہی سزا ملے گی
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾
اور اُن لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔

یہ آیتِ کریمہ تفصیل سے روشنی ڈال رہی ہے اور اس کے بعد کی آیت میں اجمال ہے اس آیت کی مطابقت میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا (یہاں آپ خدائے تعالےٰ سے روایت کرتے ہوئے فرما رہے ہیں) تمہارا رب عزّوجل بڑا رحیم و کریم ہے۔ کسی شخص نے اگر کسی نیک کام کا ارادہ کیا لیکن عمل میں نہ لا سکا تو بھی اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ اور اگر عمل کر لیا تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ یہ اضافہ حُسنِ نیت کا لحاظ کرتے ہوئے سات سو گنا تک بھی جا پہنچتا ہے۔ اور اگر کسی نے ایک گناہ کا ارادہ کیا لیکن اس کو عمل میں نہ لایا تو اُس کے لئے بھی ایک نیکی درج ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے تو گناہ دس نہیں بلکہ ایک لکھا جائے گا اور اگر چاہے تو اس کو بھی مٹا دیتا ہے۔ ابو ذر رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایک عمل نیک کیا، اُس کو دس حصے زیادہ ثواب ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ اور اگر ایک بدی کی تو اُس کی سزا ایک حصہ ہی ہے بلکہ شاید وہ بھی معاف ہو جائے۔ جو مجھ سے ملے اور دُنیا بھر کی خطائیں بھی لائے لیکن شرک نہ لائے تو بھی میں اس پر اتنی ہی مغفرت نازل کروں گا۔ جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں، اور جو ایک ہاتھ بڑھتا ہے میں دو ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو میری طرف چلتا آتا ہے میں اُس کے پاس دوڑتا آتا ہوں۔

یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ جس شخص نے گناہ کا ارادہ کر کے پھر اُس کو عمل میں لایا ہو، ان کی تین اقسام ہیں۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ خدا سے ڈر کر گناہ کا ارادہ ترک کر دیتا ہے ایسے شخص کو بھی گناہ سے رُکنے کے سبب ایک نیکی دی جائے گی۔ اور یہ چیز عمل اور نیت پر موقوف ہے اور اسی لئے اس کے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے جیسے کہ حدیثِ صحیح میں وارد ہے کہ اس نے گناہ کا کام میری خاطر سے ترک کر دیا تھا۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ گناہ کا کام وہ شخص باوجود ارادے کے بھول کر چھوڑ دیتا ہے، تو اب اُس کے لئے نہ سزا ہے نہ جزا۔ کیونکہ اس نے خیر کی نیت تو نہیں کی تھی لیکن شر کا فعل بھی نہیں کیا تھا۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص گناہ کو عمل میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے اسباب فراہم کرتا ہے لیکن عملاً وہ اس کو صادر کرنے سے عاجز رہ جاتا ہے اور مجبور ہو جانا پڑتا ہے ایسا شخص اگرچہ مُرتکبِ گناہ نہ ہوا ہو لیکن بمنزلہ مرتکب ہی کے سمجھا جائے گا اور اُسے سزا ملے گی جیسے کہ حدیثِ صحیح میں وارد ہے کہ اگر دو مسلمان دو تلواریں لے کر آپس میں لڑنے لگیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہؐ! قاتل تو ظاہر ہے کہ دوزخی ہوگا لیکن بیچارہ مقتول کیوں دوزخی ہو تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنے کے درپے تھا اگر مقتول کا داؤ چل جاتا تو وہی قاتل بن جاتا۔ اب اگر وہ قاتل نہیں بنا ہے تو یہ ایک مجبوری کی بنا پر تھا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے کسی نیکی کا ارادہ کر لیا ہو تو اس کے عمل میں لانے سے پہلے ہی اس کے نام ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر عمل میں لا چکا تو منجانب اللہ دس نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں درج ہو جاتی ہیں۔ لیکن جس نے کسی بدی کا ارادہ کیا تو صرف ارادہ کی بنا پر اس کے نام بدی کا اندراج نہیں ہوگا۔ جب تک کہ وہ عمل نہ کرے۔ پس اگر عمل کر لے گا تو دس بدیوں کے

بجائے ایک ہی بدی اس کے نام پر لکھی جائے گی۔ اور ارادے کے باوجود اگر اُس گناہ سے باز آگیا تو بلا عمل بھی ایک نیکی کا اندراج ہوجاتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس کا گناہ سے باز رہنا مجھ سے خوف کی بنا پر تھا۔

خریم ابن فاتک اسدی سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں اور اعمال چھ قسم کے۔ بعض تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ خوش نصیب نکلتے ہیں اور بعض صرف دنیا میں صاحب نصیب ہوتے ہیں اور آخرت میں صاحبِ نصیب نہیں ہوتے اور بعض دنیا میں بدنصیب ہوتے ہیں اور آخرت کے لحاظ سے صاحبِ نصیب اور بعض بدبخت تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ بدنصیب ثابت ہوتے ہیں۔

اعمال کی چھ قسمیں یہ ہیں۔ دو قسمیں تو واجب کردینے والی یعنی برابر کو برابر بدلہ ملے گا یا دس گنا زیادہ یا سات سو گنا زیادہ۔ دوسری نتیجہ بخش چیزیں دو ہیں۔ یعنی کوئی شخص مومن مرجائے اور اس نے خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو نتیجہ میں جنّت اس کے لئے ہے اور جو کافر مرگیا ہو تو نتیجہ میں اس کے لئے دوزخ ہے اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا لیکن عمل میں نہ لاسکا تو اللہ تو جانتا ہے کہ اس کے دل میں یہ بات تھی اور وہ اُس کو عمل میں لانے پر حریص تھا اس لئے اس کے لئے نیکی لکھدی جاتی ہے اور کسی نے خدا کی راہ میں کچھ نفقہ کیا تو کبھی تو دس حصّے زیادہ ثواب ملتا ہے اور کبھی اس کے حسبِ حُسنِ نیت سات سو تک اَجر میں اضافہ ہوسکتا ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نمازِ جمعہ میں تین آدمی حاضر ہوتے ہیں۔ ایک تو ایسے کہ جو بطور رسم آگئے ان کا آنا تو لغو ہے اور ان کا حصہ بھی لغو ہے۔ دوسرا ایسا شخص جو مسجد میں حاضر ہوکر دُعا کرتا ہے لیکن خدا چاہے تو اُس کی دُعا قبول کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ تیسرا ایسا شخص ہے جو مسجد میں حاضر ہوکر بالکل خاموش رہتا ہے۔ نمازیوں کی گردنیں پھاندتا ہوا آگے نہیں بڑھتا ہے۔ کسی کو دھکے نہیں دیتا اور تکلیف نہیں پہنچاتا تو اب آئندہ جمعہ تک اور اس کے بعد اور تین دن تک بھی اُس کی یہ نماز گناہوں کا کفّارہ بنجاتی ہے اور یہ اسی وجہ سے ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ تم ایک نیکی کرو تو میں دس حصے اُس کا اجر دوں گا۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جو ہر مہینے تین دن روزہ رکھے تو اس نے گویا سال بھر کے روزے رکھ لئے۔ یہ اجر بھی اسی اصولِ موضوعہ کی بناء پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق اپنی کتاب میں فرمادی ہے، چنانچہ ایک دن کا روزہ دس دن کے برابر، تو سال بھر میں چھتیس روزوں کا اَجر تین سَو ساٹھ روزوں کا اجر بَن جاتا ہے۔ اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ نیز سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ آیۃ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ میں حسنہ سے مُراد کلمۂ توحید یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ الخ میں لفظ سَيِّئَةِ سے شرک مُراد ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں اور بھی بہت سی حدیثیں آئی ہوئی ہیں لیکن میں نے جس قدر بیان کیں وہی بہت کافی ہیں۔

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ

آپ کہدیجئے کہ مجھ کو میرے ربّ نے ایک سیدھا راستہ بتلادیا ہے،

دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا

کہ وہ ایک دین ہے مستحکم جو طریقہ ہے ابراہیم کا جس میں ذرا کجی نہیں۔ اور وہ

كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٦١﴾ قُلْ اِنَّ

شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری

صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ

نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ

جو مالک ہے سارے جہان کا۔ اُس کا کوئی شریک نہیں، اور

بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ ۱۶۳

مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ؐ کو حکم دے رہا ہے کہ انھیں خبر کر دو کہ اللہ ؑ نے نبی ؐ پر کیسے کیسے انعامات کئے ہیں کہ صراطِ مستقیم کی طرف اُن کی ہدایت کی، جس میں کوئی کجی نہیں ہے جو ایک دین قائم ہے اور جو ملّتِ ابراہیم ہے۔ وہ یکسُو ہو کر خدا کی عبادت کرنے والا تھا۔ اُس نے کبھی شرک نہیں کیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ ملّتِ ابراہیم سے بے سمجھ کے سوا کون رُوگردانی کرے گا اور فرمایا کہ خدا کی راہ میں ایسی کوشش کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تم کو سب سے برگزیدہ تر بنایا اور دین کے بارے میں کوئی تنگی تم سے متعلق نہیں رکھی۔ یہ وہی تمھارے باپ ابراہیم ؑ کا مذہب اور مسلک ہے۔ اور فرمایا کہ ابراہیم ؑ بڑا خدا پرست انسان تھا وہ مخلص شخص تھا اور شرک سے ہمیشہ دُور رہا۔ خدا کی نعمتوں کا شکر گزار رہا ہم نے اُسے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کی تھی۔ دنیا میں بھی اس کو نیکیاں حاصل تھیں اور آخرت میں بھی وہ نیک ترین بندوں میں شامل ہے۔ اب ہم تمھاری طرف وحی بھیجتے ہیں کہ ملّتِ ابراہیم کی پیروی کرو۔ اِس برتری کے اعتراف سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اتّباعِ ملّتِ ابراہیم کا حکم ہے اس لئے ابراہیم ؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اکمل و افضل ہو گئے اِس لئے کہ ہمارے نبی ؐ نے ان کے مسلک کو اپنے اتباع سے قیامِ عظیم بخشا ہے اور اُن کے دین کی تکمیل آپ سے ہوئی ہے اور کوئی نبی اُس دین کی تکمیل نہ کر سکا اور یہ خاتم الانبیاء ہیں اولادِ آدم کے مطلقاً سردار ہیں اور مقامِ محمود پر فائز ہیں کہ قیامت کے روز ساری مخلوق آپ ہی کی طرف رجوع کرے گی حتیٰ کہ خود خلیل ؑ بھی۔ ابن ابزی اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب صبح ہوتی تو حضرت ؐ فرمایا کرتے کہ ہم ملّتِ اسلام اور کلمۂ اخلاص پر صبح کرتے ہیں۔ ابن عباس رض سے مروی ہے کہ حضرت ؐ سے پوچھا گیا کہ کونسا دین خدا کو زیادہ پسند ہے؟ تو آپ ؐ نے فرمایا کہ ابراہیم حنیف کا دین۔ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ میں اپنی ٹھوڑی حضرت کے شانہ پر رکھ دیتی اور آپ کی پیٹھ کے پیچھے ہو کر حبشیوں کا سرود و رقص دیکھتی اور جب تھک جاتی تو ہٹ جاتی۔ اس روز حضرت ؐ نے فرمایا تھا کہ یہود اس بات کو جان لیں کہ ہمارا دین بہت بڑا ہے اور میں شرک سے بالکل الگ رہنے والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں اور فرمایا اللہ پاک نے کہ کہہ دو اے نبی ؐ! کہ میری نماز، میری ساری عبادت، میرا جینا اور مرنا سب ربّ العالمین کے لئے ہے اور جیسا کہ فرمایا کہ اے نبی ؐ! تم اپنے ربّ ہی کی نماز پڑھو اور اسی کے لئے قربانی کیا کرو۔ مشرکین تو اصنام کی عبادت کرتے تھے، اور اصنام کے نام پر قربانی کرتے تھے۔ اللہ پاک اُن سے مخالفت اور انحراف کا حکم دیتا ہے اور اللہ سے اخلاص کے ساتھ نیت و عزم کا حکم ہے چنانچہ فرمایا کہ میری نماز اور میری عبادت سب کچھ خدا کے لئے ہے "نسك" زمانہ حج وعمرہ میں قربانی کو کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کے دن دو دُنبے ذبح کئے اور جب ذبح کرنے لگے تو فرمایا: اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِيْ الخ اوّلُ المسلمین سے مُراد اس امت کا پہلا مسلمان۔ تمام انبیاء آپ سے پہلے اسلام ہی کی دعوت دیتے تھے۔ اصل اسلام اللہ کو معبود ماننا ہے اور اس کو وحدہٗ لاشریک سمجھنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے تم سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ان سب کی طرف یہی وحی تھی کہ خدا ایک ہی ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور اُسی کی عبادت کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نوح ؑ اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ اگر تم مجھ سے مُنہ موڑتے ہو تو کیا میں نے

تم سے تبلیغ وتعلیم کا کوئی معاوضہ مانگا تھا۔ مجھے تو اجر خدا دے گا مجھے تو حکم ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام لاؤں۔ اور فرمایا جو ملّتِ ابراہیم سے اعراض کرتا ہے وہ بڑا ہی بے سمجھ ہے ہم نے اس کو دنیا میں بھی انتخاب کیا ہے اور وہ آخرت میں بھی بڑے خداپرستوں میں سے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے کہہ دیا کہ اسلام لاؤ، وہ فوراً بول اُٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی اور یعقوب نے بھی کہ اے لڑکو! اللہ نے تمہارے لئے اس دین کو مخصوص کردیا ہے، نہ مرنا جب تک کہ مسلمان نہ رہو۔ اور یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے رب! تو نے مجھے ملک ودولت بخشی اور مجھے خوابوں کی تعبیر اور باتوں کی تاویل سکھائی۔ تو آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا ہے تو دُنیا وآخرت میں میرا ولی ہے تو مجھے مرنے تک مسلمان ہی رکھ اور مرنے کے بعد صالحین میں میرا شمار کر۔ اور موسیٰؑ نے کہا تھا۔ اے لوگو! اگر تم ایمان رکھتے ہو تو خدا ہی پر بھروسہ کرو۔ تو ان کی اُمّت نے کہا تھا کہ ہم اپنے رب ہی پر توکّل کرتے ہیں کہ اے رب ہمیں ظالموں کا نشانہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ان کافروں کے تسلّط سے ہمیں نجات عطا فرما اور فرمایا کہ ہم نے تو آیت نازل فرمائی جس میں ہدایت ہے اور نور ہے جس کے ذریعہ اُن کے بعد اسلام لانے والے انبیاؑ یہودیوں اور ربّانیوں اور احبار کے درمیان فیصلے فرمایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ جب ہم نے حواریوں سے کہا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو کہنے لگے ہاں ہم ایمان لائے اور اے خدا تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے تمام رسولوں کو اسلام دے کر بھیجا تھا لیکن انبیاء کی یہ اُمّتیں اپنی اپنی شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے الگ الگ مسلک پر تھیں اور بعض نبی بعض کے فروعی مسلک کو منسوخ کرکے اپنا مسلک جاری کرتے یہاں تک کہ شریعت محمدی کے ذریعہ دوسرے سب ادیان منسوخ ہوگئے اور دین محمدی کبھی منسوخ نہیں ہوگا ہمیشہ قائم اور منصور رہے گا۔ قیامت تک اس کے جھنڈے بلند رہیں گے۔ اسی لئے نبی صلعم نے فرمایا کہ ہم معاشر انبیاء علّاتی اولاد ہیں یعنی جیسے علّاتی اولاد کا باپ ایک ہوتا ہے ہم سب کا دین بھی ایک ہے۔ سب وحدہٗ لاشریک کو مانتے ہیں اسی کی عبادت کرتے ہیں اگرچہ شریعتیں بدلی ہوئی ہوں۔ یہ شریعتیں بمنزلہ ماؤں کے ہیں جیسا کہ اخیافی بھائی اس کے برعکس ہوتے ہیں کہ ماں ایک ہی ہوتی ہے اور باپ الگ الگ ہوتے ہیں اور حقیقی بھائی ایک ہی ماں اور ایک ہی باپ کی اولاد ہوتے ہیں۔ تو گویا امت کی مثال باہم سگے بھائیوں کی طرح ہے۔ حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کی تکبیر کہنے لگتے تو یہ کہہ کر شروع کرتے کہ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ (الی آخرہ) پھر نماز سے پہلے یا بعد یہ دُعا مانگتے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْۢبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَآ اِلَّآ اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَآ اِلَّآ اَنْتَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ

آپ فرما دیجیے کہ کیا میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے

شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ

ہر چیز کا۔ اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے　وہ اسی پر رہتا ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى

اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔　پھر تم سب کو اپنے

رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

رب کے پاس جانا ہوگا　پھر وہ تم کو جتلا دیں گے جس جس

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔

اے نبی ان مشرکین سے اخلاصِ عبادت اور توکل سے متعلق کہہ دو کہ کیا میں رب کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا رب بناؤ اور وہ تو ہر اس چیز کا رب ہے جس کو میں ربّ بناؤں گا۔ وہ رب یکتا میری تربیت کرتا ہے میری حفاظت فرماتا ہے وہ میرے ہر امر میں میرا مُدبّر ہے۔ میں تو اُس کے سوا کسی اور کی طرف نہیں جھکوں گا۔ کیونکہ ساری مخلوق اسی کی ہے، حکم کا حق صرف اسی کو ہے۔ غرض یہ کہ اِس آیت میں اخلاص و توکل کا حکم ہے جیسا کہ اِس سے پہلے کی آیت میں اخلاصِ عبادت کی تعلیم تھی۔ اور یہ مضمون قرآن میں کثرت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیکھا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ تم یوں کہا کرو کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اور فرمایا اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرو۔ اور فرمایا کہہ دو وہ رحمٰن ہے، ہم ایمان لائے اور اُسی پر توکل کیا اور فرمایا وہ مشرق و مغرب کا رب ہے وہ یکتا ہے اسی کو اپنا وکیل سمجھو۔ اور اسی جیسی آیتیں ہیں۔ فرماتا ہے کوئی شخص اگر نامناسب عمل کرے گا تو اس کے گناہ کا ردِّ عمل خاص اُسی پر ہوگا۔ ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرا نہیں اُٹھائے گا اور اس کا کفارہ نہیں بنے گا۔ اِن آیتوں کے ذریعہ خبر دی جا رہی ہے کہ قیامت کے روز جو سزا ہوگی وہ حکمت اور عدل کی بنیاد پر ہوگی، اعمال کا بدلہ عمل کرنے والے نفوس ہی کو ملے گا۔ نیکی کی تو نیک بدلہ اور بدی کی تو بَد بدلہ' ایک کی خطا دوسرے کے سر نہیں منڈھی جائے گی۔ یہی تو اس کا عدل ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ گناہ کا کام کوئی کرے تو اُس کا بوجھ کوئی اور نہیں اُٹھائے گا۔ خواہ اُس کا کتنا ہی کوئی قریبی کیوں نہ ہو فَلَا یَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا ھَضْمًا کی تفسیر میں علماء نے کہا کہ کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا کہ دوسرے کے گناہ کا بوجھ اپنے سر لے۔ اور نہ یہ ظلم ہوگا کہ اس کی نیکی میں سے کچھ کمی ہو۔ اور فرمایا کہ ہر نفس اپنے عمل بد کی وجہ سے محبوس رہے گا سزا ملنے تک چھٹکارا نہ ہوگا مگر اصحابِ یمین یعنی سیدھی طرف والے آزاد رہیں گے کہ اُن کے نیک اعمال کی برکت اُن ذریات اور اہلِ قرابت تک جا پہنچے گی۔ جیسا کہ سورۃ طور میں فرمایا۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور ان کے اتباع میں ان کی ذرّیت بھی مومن بنتی ہے تو ذرّیت کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کا اثر اُن کے اسلاف تک پہنچتا ہے۔ یعنی اسلاف کو بھی اخلاف کے اعمالِ نیک کا ثواب ملتا ہے لیکن اخلاف کے اجر میں سے کمی نہیں ہوتی اور جنت میں مدارجِ عالیہ میں اُن کی نیک ذرّیت کے پاس اُن کے اسلاف کو بھی ہم پہنچا دیتے ہیں اور بیٹے کی نیکی کا بدلہ باپ کو بھی ملتا ہے اگرچہ وہ اعمالِ نیک میں بیٹے کا شریک نہیں تھا۔ اور ان ملبند مدارج اخلاف کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور دونوں کو ہم برابر کر دیں گے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ ابناء کو بھی منزلِ آباء تک ان کی برکتِ اعمال کے سبب پہنچا دیتا ہے یہ اُس کا خاص فضل ہے۔ اور فرمایا کہ ہر آدمی اپنے کئے کے لئے رہن ہے یعنی اپنی بدکرداری کے اندر ماخوذ ہے۔ پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جاؤ گے۔ یعنی جو کرنا چاہتے ہو اپنی جگہ پر کرو اور ہم بھی اپنی جگہ پر اپنا کام کریں گے۔ آخر تم کو ایک دن تو ہمارے سامنے آنا ہی پڑے گا اور وہ خدا تو مومنین اور مشرکین سب کو اُن کے اعمال سے آگاہ کر دے گا اور دنیا میں آخرت سے متعلق جو جو اختلافات رکھتے تھے سب عیاں ہو جائیں گے۔ اور فرمایا کہ اے نبیؐ! کہہ دو کہ تم نے جو گناہ کئے ہوں گے اس کی بابت سوال ہم سے نہیں ہوگا اور ہمارے اعمال کی پرسش تم سے نہیں ہوگی۔ خدا ہم سب کو جمع کرے گا۔ پھر حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ وہ فتاح علیم ہے۔

وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ

اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحبِ اختیار بنایا اور

رَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ

ایک کا دوسرے پر مرتبہ بڑھایا تاکہ تم کو

لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ

آزمائے اُن چیزوں میں جو کہ تم کو دی ہیں۔ بالیقین آپ کا رب جلد

سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٥﴾ ع ۲۰

سزا دینے والا ہے۔ اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنیوالا مہربانی کرنیوالا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ تم یکے بعد دیگرے زمین بستیاں بساتے تھے اور اسلاف کے بعد اخلاف کا زمانہ آتا رہتا تھا۔ ایک دوسرے کے جانشین ہوئے۔ جیساکہ فرمایا اگر ہم چاہتے تو تمھارے جانشین تمھاری اولاد یا کسی اور کو بنانے کی بجائے فرشتوں کو بنا دیتے اور تمھارے بعد وہ تمھاری جگہ لے لیتے اور فرمایا کہ یہ زمین اس نے تمھیں یکے بعد دیگرے دی۔ اور فرمایا کہ میں زمین میں ایک اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ اور فرمایا ممکن ہے کہ عنقریب تمھارا رب تمھارے دشمن کو ہلاک کردے اور تم کو اس کی جگہ پر لا بٹھائے اور پھر یہ دیکھے کہ اس کے بعد تم آکر کیا کردار پیش کرتے ہو۔ اور فرمایا کہ ایک سے اوپر ایک کے درجات بنائے گئے ہیں یعنی ارزاق اور اخلاق اور محاسن اور مساوی۔ مناظر اور اشکال والوان میں سب ایک دوسرے سے کم زیادہ ہیں۔ جیساکہ فرمایا ہم نے ان کی دنیاوی زندگی میں ان کی باہمی معیشت کو تقسیم کردیا ہے اور بعض کے درجے بعض سے اونچے رکھے ہیں، کوئی امیر ہے کوئی غریب اور کوئی آقا ہے اور کوئی اس کا نوکر اور فرمایا غور تو کرو کہ ہم کسی کو کسی پر کیسی برتری اور ترجیح دیتے ہیں لیکن دُنیاوی درجات سے قطع نظر آخرت کے درجات بڑی چیز ہیں اور بڑی فضیلت رکھتے ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ تفریقِ مدارج اس لئے ہے تاکہ ہم تمھیں آزمائیں دولت مند کو دولت دے کر اس سے پوچھا جائے گا کہ اس دولت کا شکر کس طرح ادا کیا تھا اور غریب سے پوچھا جائے گا کہ اپنی غربت پر صبر بھی کیا تھا یا نہیں۔ ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ دنیا شاداب و سرسبز ہے۔ اللہ نے دوسروں کے بعد اب تم کو دنیا سے متمتع ہونے کا موقع دیا ہے اور تمھیں ان کا جانشین بنایا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ ان کے بعد اب تم کیا کردار پیش کرتے ہو۔ اے لوگو! دنیا سے ڈرو اور عورتوں سے ڈرو۔ پہلا فتنہ جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوا تھا وہ عورتوں ہی سے متعلق تھا۔ اور فرمایا کہ رب تعالےٰ جلد تر سزا دینے والا ہے۔ یعنی دنیا کی زندگی جلد تر ختم ہوجائے گی اور عاقبت و سزا سے سابقہ پڑ جائے گا اور وہ بڑا غفور اور رحیم بھی ہے۔

یہاں خوف بھی دلایا جا رہا ہے اور ترغیب بھی دی جارہی ہے کہ اس کا حساب اور عقاب جلد تر آجائیں گے اور خدا کی نافرمانی اور رسولوں کی مخالفت کرنے والے ماخوذ ہو جائیں گے۔ جس نے اللہ کو دوست بنایا اللہ اس کا والی اور غفور ہے اور رحیم ہے۔ اکثر جگہ قرآن میں اللہ کی یہ دونوں صفتیں یعنی غفور اور رحیم ہمیشہ ساتھ ساتھ آئی ہیں جیساکہ فرمایا کہ تمھارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے کے بارے میں بڑا صاحبِ مغفرت ہے۔ اور اس کے ساتھ اُس کی پکڑ بھی بڑی سخت ہوتی ہے۔ اور فرمایا، اے نبی! میرے بندوں سے کہدو کہ میں غفور اور رحیم ہوں، اور میرا عذاب بھی بڑا سخت عذاب ہے۔ ترغیب و ترہیب پر مشتمل آیات بڑی کثرت سے ہیں۔ کبھی تو بندوں کو جنت کے صفات بیان کرکے ترغیب دیتا ہے اور کبھی دوزخ کا ذکر فرما کر اس کے عذاب اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈراتا ہے اور کبھی ایک ساتھ دونوں کا ذکر فرماتا ہے۔ خدا اپنے احکام میں ہمیں اپنا اطاعت گزار بنائے اور گنہگاروں کے زمرے سے دُور رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مومن یہ جان لے کہ خدا کا عذاب کتنا سخت ہوتا ہے تو کوئی جنت کی طمع تک نہ کرے گا کہے گا کہ دوزخ سے چھٹکارا پا جاؤں تو بس ہے اور اگر کافر یہ معلوم کرلے کہ خدا کی رحمت کیسی زبردست ہے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو حالانکہ اس کو

جنّت کا استحقاق ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے رکھے ہیں اس میں سے ایک حصہ اپنی ساری مخلوقات کے درمیان تقسیم کر دیا کہ اسی کے حصہ رسدی کے سبب دنیا میں لوگ اور جانور ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ہمدردی کا برتاؤ کرتے ہیں اور باقی ننانوے حصے رحم کے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے رکھ لئے ہیں۔ اِس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کی رحمت کیسی زبردست ہوگی۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے جو اُس کے پاس فوق العرش ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ اسی ایک حصّہ کی یہ برکت ہے کہ جانور، گائے، اونٹنی وغیرہ بھی بچے کو کُچل دینے سے بچتی ہے اور بچہ پاؤں کے نیچے آرہا ہو تو بچتی اور احتیاط کرتی ہے +

تفسیر سُورۂ اعراف مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الٓمّٓصٓ ۝ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ

یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ

فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ

اس کے ذریعے سے ڈرائیں سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونا چاہئے اور یہ

ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ

نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے۔ تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ

تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے

دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳

رفیقوں کا اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔

حروفِ مقطّعات اور اُن کے معنی اور اُن سے متعلق اختلاف کے بارے میں سورۂ بقرہ میں بات گزر چکی ہے۔ الٓمّٓصٓ یعنی اَنَا اللّٰهُ اُفَصِّلُ۔ یہ کتاب تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اب اس کی تبلیغ اور انذار میں تم اپنے دل کے اندر کوئی کوتاہی اور تنگی نہ آنے دو۔ اور ایسا صبر اختیار کرو جیسا کہ اُولو العزم پیغمبروں نے صبر اختیار کیا تھا۔ اِس تنزیل کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ کافروں کو ڈراؤ۔ اور مومنین کے لئے تو یہ قرآن نصیحت ہے ہی۔ ان مومنین نے تو قرآن نازل شدہ کا اتّباع کرلیا ہے اور نبیِ اُمّی نے جو کتاب پیش کی ہے، اس کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں اب اس کو چھوڑ کر غیر کے پیچھے نہ پڑنا اور نہ خدا کے دائرۂ حکم سے نکل کر غیر کے حکم میں چلے جاؤ گے۔ لیکن عبرت و نصیحت حاصل کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں اور تم سب ہی کو عبرت نہیں دلا سکتے، خواہ کتنی ہی حرص و کوشش کیوں نہ کرو۔ اور فرمایا کہ اگر تم ہر کسی کو خوش رکھنے کی کوشش کرو گے تو یہ لوگ تم کو خدا کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں اور مُشرک رہ جاتے ہیں۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا

اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا یا

بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝۴ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ

ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے۔ سو جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا اُس

اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا

وقت ان کے مُنہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہ نکلی تھی کہ واقعی ہم ظالم

ظٰلِمِيْنَ ۝۵ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ

تھے۔ پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے

اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۶ فَلَنَقُصَّنَّ

گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے۔ پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے

عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿٧﴾

ہیں ان کے روبرو بیان کردیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔

کتنی ہی بستیوں کو ہم نے مخالفتِ رسول کے سبب ہلاک کردیا ہے اور دُنیا اور آخرت کی رُسوائی ان کے پیچھے لگا دی۔ جیسا کہ فرمایا کہ تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ مذاق کیا گیا اور یہ استہزاء کرنے والے اس کی سزا میں ہلاک کردیئے گئے جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے بہت سی بستیوں کو ان کے گناہوں کے سبب جب ہلاک کردیا تو ان کے بڑے بڑے محل اور مضبوط مکانات اُجڑے اور گرے پڑے ہوگئے ان کے چشمے اور نہریں ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ اور فرمایا وہ اپنی فراخیٔ معیشت پر اترائے تو ان کے گھر ایسے ہوگئے گویا کوئی اس میں رہا ہی نہ تھا مگر تھوڑے سے لوگ بچ رہے، اب اُن کے وارث ہم ہی ہیں۔ اور فرمایا کہ ہمارا عذاب ان کے پاس سوتے میں آیا یا دوپہر کی استراحت کے وقت اچانک طور پر۔ اور یہ دونوں وقت غفلت کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ کیا ان لوگوں کو اس کا ڈر نہیں کہ ہمارا عذاب رات میں سوتے ہوئے اچانک اُن کو آگھیرے گا۔ یا صبح سویرے آجائے گا اور وہ اپنے خرافات ہی میں مُبتلا رہیں گے۔ اور یہ اپنے گناہوں سے چالبازی کرنے والے کیا اس بات سے نہیں ڈرتے کہ خدا انھیں زمین میں دھنسا دے سکتا ہے یا ایسا اچانک عذاب آسکتا ہے کہ اُن کے فہم اور گمان میں بھی نہ ہو۔ یا ان کے سفر میں انھیں آپکڑے گا، اور وہ اس کا توڑ نہیں کرسکتے اور فرمایا کہ جب عذاب اُن پر آہی پڑتا ہے تو بجز یہ کہنے کے بن نہ پڑے گی کہ قصور ہمارا ہی تھا جیسا کہ فرمایا کہ بہت سی ایسی بستیوں کو جو حد سے تجاوز کرگئی تھیں، ہم نے برباد کردیا ہے۔ یہ آیتِ بالا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی واضح دلیل ہے کہ کوئی قوم نہیں ہلاک کی گئی جب تک ان کے سارے عذاب ختم نہیں کردیئے گئے۔ عبد الملک سے پوچھا گیا کہ یہ کس طرح ہوگا تو یہی آیت پڑھی تھی کہ جب ہمارا عذاب آہی پہنچا تو یہی کہتے بنی کہ زیادتی ہماری ہی طرف سے تھی۔ اور فرمایا کہ جن کی طرف نبی بھیجے گئے اُن سے ضرور بازپرس ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ رسولوں کو تم نے کیا جواب دیا تھا جب کہ انھوں نے اپنا فریضۂ تبلیغ ادا کیا تھا۔ اور فرمایا اس روز اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع فرمائے گا اور پوچھے گا کہ تمھاری قوم نے تمھیں کیا جواب دیا تھا؟ وہ کہیں گے ہم کو علم نہیں تو غیب کی بات جاننے والا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ بروز قیامت ان لوگوں سے پوچھے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ ہم یہ سوال رسولوں سے بھی کریں گے اور ان کی قوموں سے بھی کریں گے۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ تم لوگ ذمّہ دار افسر ہو، تم سب سے اپنے اپنے زیر اثر اور ماتحتوں کے بارے میں پرسش ہوگی، بادشاہ سے پرسش ہوگی رعیت کے بارے، مرد سے پرسش ہوگی بیوی بچوں کے بارے میں۔ عورت سے پرسش ہوگی اس کے شوہر کے بارے میں اور خادم سے پرسش ہوگی اس کے آقا کے مال کے بارے میں۔ اور فرمایا ہم یقین کے ساتھ ان کو سب کچھ بتا دیں گے اور ہم بے خبر تو ہیں نہیں۔ قیامت کے روز ان کا نامۂ اعمال کھولا جائے گا اور ان کے اعمال کی جانچ ہوگی۔ اللہ ہر شئے کو دیکھتا ہے۔ وہ تو چوری سے نظر ڈالنے پر بھی واقف ہے۔ دلوں کے بھید کو جانتا ہے۔ پتّہ گرجائے یا اندھیرے میں کوئی دانہ پڑا ہو، اُس کو علم ہے، کتابِ مبین میں کیا نہیں رطب و یابس سب کچھ ہے۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ

اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا۔ پھر جس شخص کا پلہ بھاری

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨﴾

ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿٩﴾

اپنا نقصان کرلیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے

ارشاد ہے کہ اعمال کو قیامت میں وزن کرنا حق ہے تاکہ کسی پر ظلم نہ ہونے پائے۔ جیساکہ فرمایا۔ ہم بروزِ قیامت عدل کے ترازو قائم کریں گے تاکہ کسی پر ظلم نہ ہونے پائے، رائی کے دانے برابر بھی کوئی عمل ہوگا تو وہ بھی رہ نہ جائے گا۔ شمار کے لئے ہم کافی ہیں۔ اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا اگر ایک نیکی ہو تو اس کو دُونا تگنا کرتا جاتا ہے یہ اجرِ عظیم اُس کے اپنی طرف سے بطور انعام ہے۔ اور فرمایا تول میں جو بھاری اُترا وہ بڑے مزے میں رہا۔ اور جو ہلکا اُترا وہ دُورخ میں جا گرا۔ جانتے ہو "ہاویہ" کیا ہے؟ دہکتی ہوئی آگ ہے۔ اور فرمایا جب صُور پھونکا جائے گا تو رشتے ناطے سب ختم ہو جائیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا جس کا وزن بھاری رہا وہ تو کامیاب رہا اور جو ہلکا رہا وہ بڑے خسارے میں پڑا اور ہمیشہ کا جہنم اُس کا ٹھکانہ ہوا میزان میں جو چیز تولی جائے گی۔ بعض نے کہا وہ نفس اعمال ہیں اگرچہ وہ اعراض ہیں یعنی غیر مادی چیز ہیں لیکن اللہ انھیں جسم دیدے گا۔ اسی مضمون کی حدیث ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران قیامت کے روز دو بادلوں کی صورت میں سامنے آئیں گی، یا دو سائبانوں یا آسمان پر پھیلے ہوئے پرندوں کے جھنڈ کی صورت میں ہوں گی اور صحیح حدیث میں ہے کہ قرآن پڑھنے رہنے والے کے پاس قرآن ایک نوجوان خوش رنگ کی شکل میں آئے گا۔ قاری پوچھے گا، تم کون ہو؟ وہ کہے گا میں قرآن ہوں، رات بھر تمھیں جگاتا رہا اور دن بھر تمھیں تعمیلِ حکم ﷺ صوم میں پیاسا رکھا۔ قصۂ سوالِ قبر میں ہے کہ مومن کے پاس قبر میں ایک خوبصورت نوجوان خوشبودار آئے گا صاحبِ قبر پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا میں تمھارا عملِ صالح ہوں۔ حدیث بطاقہ میں ہے کہ ایک آدمی کو ایک کاغذ کا پُرزہ دیا جائے گا اور وہ ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا۔ اور دوسرے پلڑے میں ننانوے کاغذکے

طومار رکھے جائیں گے، ہر ایک اتنا بڑا ہوگا کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے اس بطاقہ میں لکھا ہوگا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وہ کہے گا۔ کہاں یہ کاغذ کا ٹکڑا اور کہاں یہ پورے کے دفتر۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا مگر تمھارے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ گناہوں کے طومار دفتر کے دفتر ترازو میں ہلکے ہو جائیں گے اور وہ کاغذ کا چھوٹا سا بطاقہ وزنی ہو جائے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمل یا اعمالنامہ نہیں وزن کئے جائیں گے بلکہ صاحبِ عمل وزن کیا جائے گا۔ جیساکہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز ایک موٹا سا آدمی لایا جائے گا لیکن وہ اللہ کے نزدیک پرِ پشّہ کے برابر بھی وزن نہ رکھتا ہوگا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَزْنًا۔ عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے عبد اللہ بن مسعود رضؓ کی ستائش کرتے ہوئے فرمایا۔ تم کو ابن مسعود کی پتلی پتلی ٹانگوں پر تعجب کیوں ہے خدا کی قسم یہ میزان میں تُلے گا تو اُس کی پتلی ٹانگیں اُحد پہاڑ سے زیادہ وزنی ثابت ہوں گی۔ اِن تینوں روایتوں کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ کبھی اعمال تولے جائیں گے اور کبھی اعمال نامے، کبھی عمل کرنے والا۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا

اور بیشک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمھارے لئے اُس میں سامانِ

مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑩

زندگانی پیدا کیا، تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

ع ۱۰ ۸

اللہ بندوں پر اپنے احسان کا ذکر فرماتا ہے کہ ہم نے اس قدر تسلّط دیا کہ دنیا میں تم حکومت کرنے لگے اور زمین پر اپنی جڑیں مضبوط کرلیں اپنی نہریں جاری کردیں، اپنے گھر اور شاندار محل بنالئے اور ساری منفعتیں اپنے لئے پیدا کرلیں ہم نے ان کے لئے اَبر کو مسخر کردیا تاکہ پانی برسا کر زمین سے ان کے لئے رزق پیدا کرے اور زمین میں ان کے لئے ذریعۂ معاش حاصل ہو جس میں وہ تجارت کریں،

اور قسم قسم کے اسباب راحت اپنے لئے پیدا کریں۔ پھر بھی یہ ان ساری نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے۔ جیسا کہ فرمایا کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہ سکو گے۔ انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکر گزار ہے۔ لفظ "مَعَایِش" کو سب لوگ (ی) کے ساتھ پڑھتے یعنی ہمزہ کے ساتھ "مَعَائِش" نہیں پڑھتے۔ لیکن عبدالرحمٰن بن ہرمز اس کو ہمزہ سے پڑھتے ہیں اور صحیح تو یہی ہے کہ جو اکثر کا خیال ہے یعنی بلا ہمزہ۔ اس لئے کہ "مَعَایِش" جمع معیشۃ کی ہے۔ یہ مصدر ہے اس کے افعال عَاشَ، یعیش، مَعِیشۃ۔ اس مصدر کی اصلیت ہے مَعْیِشَۃ۔ کسرہ (ی) پر ثقیل تھا اس لئے عین کی طرف منتقل کر دیا گیا اور لفظ "مَعْیِشَۃ" مَعِیْشَۃ بن گیا۔ پھر اس واحد کی جب جمع بنائی گئی تو (ی) کی طرف حرکت پھر لوٹ آئی کیونکہ اب ثقالت باقی نہیں رہی چنانچہ کہا گیا کہ مَعَایِش کا وزن مفاعل ہے اس لئے کہ اس لفظ میں (ی) اصلی ہے بخلاف مدائن صحائف اور بصائر کے کہ یہ مدینہ۔ صحیفہ اور بصیرۃ کی جمع ہیں۔ اس لئے کہ (ی) اس میں زائد ہے لہٰذا جمع بروزن فعائل ہوگی اور ہمزہ بھی آئے گا۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا

اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم ہی نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ

فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا۔ بجز

اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾

ابلیس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔

اللہ پاک اس مقام پر ابوالبشر حضرت آدمؑ کی فضیلت اور ان کے دشمن ابلیس کا ذکر فرما رہا ہے جس کو بنو آدم اور آدم سے بغض ہے تاکہ لوگ اس دشمن ابلیس سے بچنے لگیں اور اس کے راستے پر نہ چلیں۔ چنانچہ فرمایا کہ ہم نے تم کو پیدا کیا تمہاری صورتیں ڈھالیں۔ پھر ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو!

سب نے سجدہ کیا۔ رب نے ملائکہ سے کہا تھا کہ میں ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں جس کو کھنکھناتی سوکھی مٹی سے بناؤں گا۔ پس جب میں نے اس کو تیار کرنے کے بعد اس میں اپنی رُوح پھونک دی اور وہ ایک زندہ جسم بن گیا تو میری اس قدرت کو دیکھ کر سب اس آدم کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے۔ اور اس کی ضرورت اس لئے تھی کہ جب اللہ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے چکنی لیسدار مٹی سے بنایا اور اس کو ایک راست قامت بشری صورت بخشی اور اس کے اندر اپنی رُوح پھونک دی تو ملائکہ کو حکم دیا کہ کُن سے بنی ہوئی مخلوق کو نہیں بلکہ خود میرے ہاتھوں سے بنے ہوئے پُتلے کو سجدہ کرو لیکن در اصل یہ قدرتِ الٰہی کو سجدہ کرنا تھا اور اس کی شان کی تعظیم کرنی تھی۔ چنانچہ سب فرشتوں نے تعمیلِ حکم میں سجدہ کیا لیکن ابلیس نے نہ کیا۔ اوّل سورۃ بقرہ کی تفسیر میں اس پر کافی بحث گزر چکی ہے۔ اَب اس وقت ہم نے یہاں جو تقریر کی ہے وہ ابن جریر کی اختیار کردہ ہے۔

خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ کی تفسیر میں ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ لوگ مَردوں کی پیٹھوں کے اندر پیدا کئے ہوتے ہیں اس کے بعد عورتوں کے ارحام میں ان کی شکل بندی ہوتی ہے قتادہ اور ضحاک اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ ہم نے آدم کو پیدا کیا پھر اُس کی ذرّیت کی تشکیل کی۔ لیکن اس میں غور طلب مقام ہے اس لئے کہ اسی کے بعد فرمایا ہے کہ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔ تو یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے مُراد آدم ہیں اور یہاں جمع کے ساتھ جو کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آدم ابوالبشر ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ خطاب تو فرماتا ہے نبی علیہ السلام کے زمانے کے بنی اسرائیل سے یعنی ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (تا آخر) یعنی غمام اور منّ و سلویٰ تو موجودہ بنی اسرائیل کے آباء و اجداد پر آیا تھا۔ چنانچہ مُراد تو وہی لوگ ہیں جو بزمانہ حضرت موسیٰؑ تھے لیکن آباء و اجداد پر احسان کرنا

بھی در اصل ان کی نسل پر بھی احسان کرنا ہوتا ہے تو گویا یہ احسان اولاد پر بھی ہوا تھا، اس لئے خطاب کُم کے ساتھ ہوا تو گویا لفظ آدم سے آدم اور اولادِ آدم سب مُراد ہیں یعنی سب کو جمع کیا گیا۔ برخلاف اِس قولِ باری کے کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ یہاں لفظ انسان سے جنسِ انسان مُراد نہیں ہے یعنی جمع مُراد نہیں بلکہ ایک متنفّس یعنی آدم علیہ السلام کی ذات مُراد ہے جو مٹّی سے بنے تھے۔ لیکن ان کی تمام ذرّیت مٹّی سے نہیں بلکہ نطفہ سے بنی ہے۔ اب انسان کو مٹّی سے بنا ہوا صرف اِس لئے کہتے ہیں کہ اُس کے باپ آدم انسان کی طرح نطفے سے نہیں بلکہ مٹّی سے بنے ہوئے تھے۔ واللہُ اعلم

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ

حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کون اَمر مانع ہے جب کہ میں

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ

تجھ کو حکم دے چکا کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور

خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ⑫

اُس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔

بقول بعض نحویوں کے اِس آیت مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ میں لَا زائد ہے اور تاکید انکار کے طور پر زیادہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ شاعر کہہ گیا ہے کہ مَا اِنْ رَاَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهٖ۔ اِن مصرعہ میں اِنْ نفی کے لئے ہے جو مَا نافیہ پر تاکید نفی کے لئے لایا گیا ہے۔ گویا یہاں اِنْ زیادہ ہے۔ اسی طرح اِس آیت میں لَا زیادہ ہے کہ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ قولِ باری اس سے پہلے ہی آیا ہوا ہے۔ ابن جریر کا یہ قول ہے کہ مَنَعَكَ ایک دوسرے فعل کو متضمن ہے جس کی تقدیر یوں ہوگی کہ کس بات نے تجھے اس کے لئے مجبور کر دیا تاکہ سجدہ نہ کرے جب کہ میرا حکم موجود تھا۔ اور یہ قول قوی اور حسن ہے۔ واللہ اعلم۔

فائدہ: یہاں علّامہ ابن کثیر سے کچھ تسامح ہوگیا ہے کہ لَا کو دوسرے بعض لوگوں کی طرح زائد سمجھتے ہیں یا یہ کہ ایک دوسرا فعل اس سے پہلے مقدّر مانتے ہیں یعنی مَا اَحْوَجَكَ یا مَا اَلْزَمَكَ یا مَا اضْطَرَّكَ تاکہ تَسْجُدَ پر لَا کے لانے کو کھینچ تان اور تاویل کرکے صحیح ثابت کیا جاسکے حالانکہ یہاں لَا کو نہ زائد ماننے کی ضرورت ہے اور نہ اِس سے پہلے کسی فعل اُضْطَرَّكَ وغیرہ کو محذوف نکالنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ در اصل مَنَعَ میں تجرید واقع ہوئی ہے یعنی مَنَعَ بمعنی قَالَ ہے کیونکہ بعد میں جب لائے انکاریہ آرہا ہے تو مَنَعَ میں انکاریت کو باقی رکھنے کی ضرورت نہ رہی اور اس میں سے معنائے انکار کی تجرید کرکے صرف قول کے معنی میں باقی رکھ دیا گیا۔ چنانچہ معنی یہ ہوئے کہ کس چیز نے تجھ سے کہا تھا کہ سجدہ نہ کرے۔ تجرید کا یہ سیدھا سادھا راستہ جو عین مطابق قانونِ نحو ہے اور جس اکثر ضرورتاً اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اختیار کر لیا جائے تو وہ دونوں تکلف بھری باتوں کو ماننا غیر ضروری ہوجاتا ہے۔ یعنی لَا کی زیادتی یا جملہ کو صحیح بنانے کے لئے فعل مقدر اضطرّك کو ماننا۔ ابلیس نے کہا تھا کہ میں اس سے بہتر ہوں اور فاضل سے سجدہ نہیں کرایا جاتا ہے مفضول کے لئے یعنی میں اس سے بہتر ہوں تو مجھے سجدہ کرنے کا کیوں حکم ہے (وہ دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ میں آگ سے پیدا شدہ ہوں اور آگ اشرف ہے مٹّی سے جس سے کہ آدم پیدا شدہ ہے۔ ابلیس کی نظر اصل عنصر پر ہے، لیکن اس نے اس تشریف دہی آدم پر نظر نہیں ڈالی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کا بنا ہوا ہے۔ اُس میں اللہ کی رُوح بھری ہوئی ہے۔ اس نے ایک قیاسِ فاسد قائم کرلیا جو نص کے مقابلہ میں عارض ہو رہا ہے۔ یعنی قیاس حکمِ خدا کے خلاف بیٹھ رہا ہے) غرض سارے ملائکہ سجدے میں گر پڑے۔ ابلیس ترکِ سجود کی وجہ سے فرشتوں سے الگ ہوگیا اور رحمتِ خداوندی سے مایوس بن گیا۔ یہی ناامیدی

اور اصل اس کی خطا ہے اور قیاس میں بھی غلطی کی۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ نار مٹی سے اشرف ہے۔ لیکن مٹی کی شان تحمل، حلم، بردباری مستقل مزاجی ثابت قدمی ہے۔ نیز طین (مٹی) محلِ نبات و نمو ہے اور نار کی شان جلانا، طیش، سرعت ہے اس لئے ابلیس کے عنصر نے اس کے ساتھ خیانت کی اور آدم کے عنصر نے رجوع اور انابت و استکانت و عاجزی و انقیاد کرکے آدم کو نفع بخشا۔ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ ملائکہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور ابلیس آگ کے شعلے سے اور آدم مٹی سے اور حوریں زعفران سے۔ ابلیس نے قیاس قائم کیا اور سب سے پہلے قیاس قائم کرنے والا وہی ہے۔ اور شمس و قمر کی عبادت بھی قیاس ہی کی بنا پر کی جانے لگی ہے

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ

حق تعالیٰ نے فرمایا تو آسمان سے اتر تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر

فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ﴿۱۳﴾

سو نکل بے شک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا۔

قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۴﴾ قَالَ

وہ کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۱۵﴾

کہ تجھ کو مہلت دی گئی۔

اللہ پاک ابلیس سے خطاب فرما رہا ہے ایک ایسے امر سے متعلق جو لامحالہ وقوع پذیر ہونے والا ہے کہ میرے حکم سے نافرمانی اور اطاعت سے باہر ہو جانے کے سبب تو یہاں سے نکل جا۔ تجھے کوئی حق نہیں تھا کہ تکبر کرتا۔ اکثر مفسرین مِنْهَا کی ضمیر کو جنت کی طرف عائد کرتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس رتبہ و منزلت کی طرف عائد ہو جو اس کو ملکوت اعلیٰ میں حاصل تھا۔ فرماتا ہے تو نکل جا تو ذلیل و حقیر ہے۔ یہ ابلیس کی ضد کا نتیجہ تھا۔ اس موقع پر ابلیس نے ایک بات سوچی اور یوم قیامت تک خدا سے مہلت چاہی۔ اور یوں عرض کیا کہ "اے خدا مجھے سزا دینے میں یوم قیامت تک مہلت دے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جا تجھے مہلت دیدی" اس میں بھی خدا کی حکمت مخفی تھی اور اسی کا ارادہ کام کر رہا تھا۔ اس کی مشیت کی مخالفت نہیں کی جاسکتی، اس کے حکم کے بعد کسی کا حکم نہیں وہ سریع الحساب ہے۔

قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ

وہ کہنے لگا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے

صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ

آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔ پھر ان پر حملہ کروں گا اُن کے آگے سے بھی

أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ

اور ان کے پیچھے سے بھی اور اُن کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی

شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿۱۷﴾

بائیں جانب سے بھی۔ اور آپ ان میں سے اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائیے گا۔

جب ابلیس کو یوم قیامت تک کے لئے مہلت مل گئی اور اس نے اطمینان کا سانس لیا تو اس نے معاندت اور تمرد شروع کردیا۔ اور کہنے لگا کہ اے خدا مجھے جس طرح تو نے بھٹکنے دیا ہے میں بھی تیرے بندوں کی سیدھی راہ پر بیٹھ کر انھیں بھی بھٹکاؤں گا۔ ابن عباسؓ أَغْوَيْتَنِي کا ترجمہ أَضْلَلْتَنِي کرتے ہیں اور دوسرے أَهْلَكْتَنِي کرتے ہیں۔ میں آدم کا بدلہ آدمؑ کی نسل سے لوں گا کیونکہ میں آدم ہی کی وجہ سے راندۂ درگاہ بنا ہوں۔ صراطِ مستقیم سے طریقِ حق اور سبیلِ نجات مراد ہے بھٹکانا اس طرح ہوگا کہ وہ تیری عبادت نہیں کریں گے، تیری توحید سے دور رہیں گے۔ اور بعض نحویوں نے کہا ہے کہ فَبِمَا کا (ب) یہاں قسمیہ ہے گویا کہ یوں کہا گیا کہ قسم ہے تیرے اغوا کی جو مجھ پر صادر ہوا۔ مجاہد صراط سے مراد اَمرِ حق لیتے ہیں اور محمد بن سوقہ طریق مکہ مراد لیتے ہیں اور ابن جریر نے کہا صحیح تر تو یہی بات ہے کہ یہ لفظ ان سارے

معانی سے عام تر ہے۔ سبرۃ بن ابی الفاکہ سے روایت ہے کہ حضرتؐ فرماتے تھے کہ شیطان مختلف طریقوں سے ابن آدم کی راہ مارتا ہے۔ وہ اسلام کی راہ پر آکر بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کیا تو اسلام لائے گا اور اپنا اور اپنے آباء واجداد کا دین چھوڑ دے گا ؟ لیکن وہ شخص شیطان کی نافرمانی کرتا ہے اور اسلام لاتا ہے پھر وہ اس کی راہِ ہجرت میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کیوں ہجرت کرتا ہے کیا اپنا وطن چھوڑ دے گا۔ مہاجر کی عزت ایک جانور اور گھوڑے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ لیکن وہ نافرمانی کرتا ہے اور ہجرت اختیار کر لیتا ہے۔ پھر راہِ جہاد کھوٹی کرنے کے لئے آبیٹھتا ہے۔ جہاد جان سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی، چنانچہ کہتا ہے کہ کیا جنگ کرنے کے لئے نکلے گا، ارے تو قتل ہو جائے گا تو تیری عورت دوسرے سے نکاح کرلے گی تیرا مال لوگ آپس میں بانٹ لیں گے لیکن پھر بھی وہ جہاد کرنے کے لئے نکلتا ہے۔ حضرتؐ فرماتے ہیں کہ جو ایسا کرتا ہے اور مرجاتا ہے تو اللہ پر واجب ہے کہ اس کو جنت میں جگہ دے، خواہ وہ قتل ہو جائے، یا راہ میں ڈوب جائے، یا اثنائے راہ میں جانور اُسے کچل دے (پھر شیطان نے کہا کہ میں بنی آدم کے سامنے بھی آؤں گا اور پیچھے سے بھی، یعنی آخرت کے بارے میں اُن کے دلوں میں شکوک پیدا کروں گا اور دنیا پسندی کے لئے بھی ترغیب دوں گا۔ اور سیدھی طرف سے بھی آؤں گا یعنی امرِ دین ان پر مشتبہ کر دوں گا اور اُن کی بائیں طرف سے بھی آؤں گا۔ یعنی معاصی ان کے لئے دل پذیر بنا دوں گا پھر مختلف لوگ اس کے مختلف معنی مُراد لیتے ہیں جو تقریباً قریب قریب ہیں۔ اور شیطان نے یہ نہیں کہا کہ اوپر سے آؤں گا کیونکہ اوپر سے تو صرف خدا کی رحمت ہی آسکتی ہے) اور تو اے خدا! ان بندوں میں سے اکثر کو شاکر یعنی موحد نہیں پائے گا۔ یہ بات ابلیس نے اپنے وہم وگمان کی بنا پر کہی تھی لیکن واقعہ کے مطابق آکر بیٹھ گئی جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ابلیس کا یہ گمان ٹھیک تھا کیونکہ مومنین کے سوا سب نے

اُس کی پیروی کی، لیکن مومنین پر اس کی چال کارگر نہ ہوئی اور ہم نے شیطان کو ایسی کوشش اس لئے کرنے دی کہ ظاہر ہو جائے کہ کون آخرت پر یقین رکھنے والا ہے اور کون شک شبہ میں پڑنے والا ہے اور خدا تعالیٰ تو ہر چیز کا نگراں ہے۔ اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ خدا کے پاس شیطان سے یوں پناہ مانگو کہ "اے خدا! وہ کسی جہت سے بھی ہم پر تسلط نہ پائے" جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دُعا مانگا کرتے تھے کہ "اے خدا! میں تجھ سے عفو و عافیت مانگتا ہوں دین کے لئے بھی اور دنیا کے بھی اور اہل اور مال کے لئے بھی، اے اللہ! میرے گناہوں کو ڈھانک دے، مجھے خوف سے امن میں رکھ اور سامنے سے بھی میری حفاظت فرما اور پیچھے سے بھی اور سیدھی طرف سے بھی اور بائیں طرف سے بھی اور اوپر سے بھی، اور میں پناہ مانگتا ہوں کہ نیچے سے میرے ساتھ شیطان فریب چلائے۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل خوار ہو کر نکل۔ جو شخص اُن میں

تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ⑱

سے تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سے جہنم کو بھر دوں گا۔

اللہ پاک محل ملاءِ اعلیٰ سے ابلیس کو نکالتے ہوئے حکم دیتا ہے کہ، ذلیل اور راندہ بنا ہوا یہاں سے نکل جا۔ ابن جریر کہتے ہیں، کہ "مذؤم" بمعنی معیب و ذلیل ہے۔ عیب کے موقع پر ذم کا لفظ استعمال کرنے سے "ذیم" کا لفظ استعمال کرنا زیادہ بلیغ ہے اور "مدحور" کے معنی دور اور راندہ۔ مذؤم اور مذموم دراصل ایک ہی ہیں۔ اور یہ فرمان کہ "جو تیری پیروی کرے گا، میں ایسے سب لوگوں سے اور تیرے گروہ سے جہنم کو بھر دوں گا" جیسا کہ فرمایا شیطان سے "نکل جا جو لوگ تیری پیروی کریں گے۔ جہنم ان کی پوری پوری جزا ہے۔ جن جن پر تو قدرت رکھتا ہے سب کو آواز دے کر

بلالے اور اپنے لشکر اور ذرّیت کے ذریعہ ان کو فتح کرلے، اور اموال و اولاد میں ان کا شریک بن جا، اور خوب خوب ان سے جھوٹے وعدے کر۔ شیطان کا وعدہ تو محض دھوکا دینے کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن میرے خاص بندوں پر تیرا ہرگز بس نہ چلے گا۔ رب ان کی کفالت و وکالت کرے گا۔

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو پھر جس جگہ سے چاہو

مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ

دونوں آدمی کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ کبھی ان لوگوں کے شمار

فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا

میں آجاؤ جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے۔ پھر شیطان نے ان دونوں کے

الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ

دل میں وسوسہ ڈالا تا کہ اُن کا پردہ کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا دونو

سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ

کے رُوبرُو بے پردہ کردے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب

الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ

سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں

تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ

ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھالی

اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾

کہ یقین جانئے میں آپ دونوں کا خیرخواہ ہوں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ آدم اور اُن کی زوجہ حوّا کے لئے جنت کو مسکن قرار دیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ جنت کے سب پھل کھا سکتے سوا ایک درخت کے۔ اس پر سیر حاصل بحث سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ یہ بات دیکھ کر شیطان کو اُن دونوں پر حسد ہوا اور مکاری اور فریب سے کام لینے کی کوشش کی تا کہ جو نعمت اور لباسِ حُسن ان کو حاصل ہے اُس سے انھیں محروم کردے۔ اب ابلیس نے آدم و حوّا سے کہا کہ رب نے جو تمھیں اس درخت سے منع فرمایا ہے وہ اس مصلحت سے ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ اور ہمیشہ یہاں رہنے کا حق نہ حاصل کرلو۔ اگر تم نے اس درخت کا پھل کھالیا تو پھر یہ بات تمھیں حاصل ہو جائے گی۔ جیسا کہ کہنے لگا۔ کہ اے آدم کیا میں تم کو ایک درخت بتاؤں اور ایسی ملکیت کا پتہ دوں جو کبھی مٹنے والی اور فنا ہونے والی نہیں جیسا کہ فرمایا " اللہ تعالیٰ تمھیں واضح طور پر یہ بات اس لئے سمجھا رہا ہے تا کہ گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اَنْ تَضِلُّوْا کا مطلب ہے اَنْ لَا تَضِلُّوْا" اور اس نے زمین میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تا کہ ہلنے اور جھکنے نہ لگے یہاں تَمِيْدَ بِكُمْ سے لَا تَمِيْدَ بِكُمْ مراد ہے۔ ابن عباس اور یحییٰ بن ابی کثیر مَلَكَيْنِ کو مَلِكَيْنِ کسرہ سے پڑھتے تھے لیکن جمہور فتح ہی سے پڑھتے ہیں۔ وَقَاسَمَهُمَآ یعنی ان کے سامنے خدا کی قسمیں کھائیں کہ میں تو تمھارا خیرخواہ ہوں۔ میں تم دونوں سے پہلے یہاں رہتا تھا اور اس جنت کی جگہ جگہ سے خوب واقف ہوں۔ قَاسَمَ باب مفاعلہ سے ہے جس میں شرکت کی خاصیت ہوتی ہے لیکن بعض وقت ایک ہی رُخ مراد ہوتا ہے یعنی آدم و ابلیس دونوں نے نہیں بلکہ صرف ابلیس نے قسم کھائی تھی یہاں تک کہ دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا اور اللہ کا نام لے کر مومن کو دھوکا دیا جا سکتا ہے۔ بعض اہلِ علم کہتے ہیں جس نے ہم کو اللہ کا نام لے کر دھوکا دیا ہم نے ہمیشہ دھوکا کھالیا تو آدم بھی کیسے دھوکا نہ کھا جاتے۔

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ

سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا پس اُن دونوں نے جو درخت کو چکھا دونوں کا پردہ کا

لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا

بدن ایک دوسرے کے رُوبرُو بے پردہ ہو گیا اور دونوں اپنے اوپر جنت کے

مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ

پتے جوڑ جوڑ رکھنے لگے۔ اور ان کے رب نے اُن کو پکارا کیا میں تم دونوں

اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ

کو اس درخت سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا

شیطان تمہارا صریح دشمن ہے؟ دونوں کہنے لگے کہ اے

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا

ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے،

وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔

اُبی بن کعب رضؓ کہتے ہیں کہ آدمؑ درخت خرما کی طرح طویل القامت آدمی تھے۔ سر کے بال گھنے اور لمبے تھے۔ جب اُن سے خطا سرزد ہوگئی تو اُن کا چھپا ہوا جسم کھُل گیا اور اس سے پہلے اپنے مستور جسم کو دیکھتے نہ تھے۔ اب بدحواسی میں جنت کے اندر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ جنت کے ایک درخت سے سر کے بال اُلجھ گئے، کہنے لگے مجھے چھوڑ دے۔ درخت بول اُٹھا کہ میں نہ چھوڑوں گا۔ رب عزّوجل نے ندا دی کہ اے آدم! کیا مجھ سے بھاگتے ہو؟ آدمؑ کہنے لگے، اے رب! میں تجھ سے حیا کر رہا ہوں کیونکہ کھُل گیا ہوں۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ وہ درخت جس سے آدمؑ کو منع کیا گیا تھا وہ خوشۂ گندم تھا۔ جب آدمؑ و حوّا نے اس کو کھا لیا تو اُن کے چھپے اعضاء ان پر ظاہر ہوگئے۔ اب وہ درختوں کے پتوں سے اور انجیر کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے اور ایک سے ایک کو جوڑ کر جسم پر چپکانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم میں نے تمھیں جنت بخش دی تھی اور ہر چیز جائز کر دی تھی سوائے اس درخت کے جس سے منع کر دیا تھا۔ آدمؑ نے کہا ہاں اے رب! لیکن تیری عزت کی قسم، میرے تو گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ تیری قسم کھا کر کوئی جھوٹ کہے گا جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ قسم کھا کر اس نے کہا کہ میں تمھارا خیر خواہ ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے کہا۔ مجھے بھی اپنی عزت کی قسم ہے کہ میں تمھیں زمین کی طرف بھیج دوں گا تم کو اس زندگی میں محنت و رنج کے سوا کوئی راحت نہیں مل سکتی۔ پھر فرمایا جنت سے نیچے اُتر جاؤ اگر تم جنت میں ہر قسم کی نعمتیں کھاتے تھے تو اب طعام و شراب کی کوئی خوش گوار نعمتیں تمھیں نہیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں آدم کو لوہے سے کام لینا سکھایا، کاشتکاری سکھائی۔ انھوں نے زراعت شروع کی، کھیتوں کی آبیاری کی۔ کھیت پک گئے تو فصل کاٹی۔ اُسے کوٹا، دانے نکالے پھر پیسا، گوندھ کر روٹی پکائی اور کھایا اور جو زحمت انھیں ہونی قسمت میں لکھی تھی، خدا کی مشیت کے تحت ہوئی۔ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ آدمؑ جنت میں انجیر کے پتے لباس کی شکل میں جوڑ کر باندھے تھے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ آدم و حوّا کا لباس نورانی تھا کہ ایک دوسرے کو برہنہ نہیں دیکھ سکتے تھے اور جب برہنگی ظاہر ہوگئی تو اس برہنگی کو چھپانے کا خیال قدرتی طور پر پیدا ہوا۔ (قتادہ رضؓ نے کہا ہے کہ آدمؑ نے کہا تھا۔ اے رب کیا میں توبہ و استغفار کر سکتا ہوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے کہا ہاں، اس صورت میں میں پھر تمھیں جنت میں داخل کر دوں گا۔ لیکن ابلیس نے بجائے توبہ کی اجازت مانگنے کے مُہلت کا سوال کیا۔ خدا کی طرف سے ہر ایک کو اس کی مانگی ہوئی چیز دی گئی) ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ جب آدمؑ نے گندم کھا لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میں نے تمھیں اس درخت سے منع کیا تھا تو تم نے کیوں کھایا؟ تو کہنے لگے کہ حوّا نے مجھے ایسا مشورہ دیا تھا۔ تو کہا کہ میں حوّا کو یہ سزا دیتا ہوں کہ حمل کے زمانے میں بھی اس کو تکلیف اور وضع حمل کے وقت بھی اس کو درد و کرب لاحق رہیں گے۔ یہ سُن کر حوّا رونے لگیں، تو کہا گیا کہ ولادت کے وقت تم اور تمھارا بچہ دونوں رویا کروگے۔ آدمؑ نے اپنے رب سے یہ کلمات سیکھے تھے

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن ہوگے،

لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى

اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے　اور　نفع حاصل کرنا ایک

حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا

وقت تک۔　فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے　اور　وہاں ہی

تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۱۵ / ۹

مرنا ہے　اور　اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے

یہ جنّت سے نیچے اُتر جانے کا خطاب آدم و حوّا و ابلیس کو ہو رہا ہے اور بعض نے اس میں سانپ کو شامل کرلیا ہے، کیونکہ سانپ ہی آدم و ابلیس کے درمیان عداوتِ حاصلہ کا سبب بنا تھا۔ اِس لئے سورۂ طٰہٰ میں فرمایا ہے کہ تم سب کے سب اُتر جاؤ۔ حوّا تو آدم کے تابع تھیں اور سانپ بھی اگر شامل سمجھا جائے تو وہ ابلیس کا تابع ہے۔ مفسّرین نے ان مقامات کا بھی ذکر کیا ہے جہاں ان میں سے ہر ایک پھینکا گیا تھا۔ یہ ساری خبریں اسرائیلیات سے لی گئی ہیں اُن کی صحت سے خدا ہی واقف ہے۔ اگر ان مقاماتِ موقوعہ کی تعیین میں کوئی فائدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اُس کو ضرور ذکر فرماتا یا حدیث میں کہیں مذکور ہوتا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اب زمین ہی تمہارا مُستقر ہوگی اور موت آنے تک زمین ہی سے تمتّع کرتے رہوگے۔ تقدیر میں بھی لکھا ہوا ہے اور لوحِ محفوظ میں بھی مسطور تھا۔ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ "مستقر" سے مراد قبور ہیں یا فوقِ ارض و تحتِ ارض مُراد ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اب تمھیں زمین پر ہی زندگی گزارنی ہے وہیں مروگے اور پھر وہیں سے دوبارہ اُٹھائے جاؤگے۔ جیسا کہ فرمایا۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ زمین زندگی بھر آدم کا گھر بنائی گئی ہے۔ یہیں جینا ہے، یہیں مرنا، یہیں قبور ہوں گی اور قیامت کے روز یہیں سے اُٹھائے جاؤگے، پھر اپنے اعمال کا جائزہ دوگے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ

اے اولادِ آدمؑ کی ہم نے تمھارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمھارے پردہ دار

سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ

بدن کو بھی چھپاتا ہے اور موجبِ زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر

خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ

ہے۔　یہ اللہ تعؔ کی نشانیوں میں سے ہے　تاکہ یہ لوگ

يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾

یاد رکھیں۔

اللہ پاک بندوں پر اپنے احسانات کا ذکر فرماتا ہے کہ ہم نے تمھیں لباسِ آرائش دیا۔ لباس تو جسم کو اور عورات کو چھپانے کے کام میں آتا ہے اور "ریش" وہ لباس ہے جو تجمّل اور زیب و زینت کے لئے پہنا جاتا ہے۔ پہلی چیز تو ضروریات میں داخل ہے اور ریش تکمیلات و زیادات میں شامل ہے ابنِ جریر کہتے ہیں کہ ریش کلامِ عرب میں گھر کے ساز و سامان اور ضروری سے زیادہ لباس کو کہتے ہیں۔ ابنِ عباسؓ اس کے معنی مال بتاتے ہیں اور عیش و تنعّم کو کہتے ہیں۔ ابو امامہ نے نیا کپڑا پہنا اور جب گلے تک پہن لیا تو کہنے لگے کہ خدا کا شکر جس نے مجھے لباس پہنایا جس سے میں اپنے جسم کو ضروری طور پر چھپاتا ہوں اور اُس سے اپنی زینت بھی کرتا ہوں حضرت نے فرمایا تھا کہ جس نے کوئی نیا کپڑا پہنا اور گلے تک پہن لینے پر یہ کہا کہ خدا کا شکر جس نے مجھے لباس پہنایا جس سے میں اپنے مخفی جسم کو چھپاتا ہوں اور میری زیست میں وہ میرے لئے

تجمل و شان کا سبب ہے پھر اُتارا ہوا کپڑا کسی غریب کو دیدے، تو وہ اللہ کی ذمہ داری میں آگیا، زندگی میں بھی اور مرنے پر بھی۔ حضرت علی نے ایک لڑکے کے پاس سے تین درہم میں ایک قمیص خریدی اور پہنچے سے ٹخنے تک پہن لی تو کہنے لگے خدا کا شکر جس نے ریش سے مجھے تجمل بخشا اور اس سے میں اپنی عورات کو چھپاتا ہوں۔ ان سے کہا گیا کہ یہ آپ اپنے طور پر کہہ رہے ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر؟ تو علیؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر کہہ رہا ہوں، اور ارشادِ خداوندی کہ تقوے کا لباس یہ سب سے بہتر لباس ہے، لباس کو بعض نے نصب سے پڑھا ہے اور بعض نے رفع سے اِس بنا پر کہ یہ مبتدا ہے۔ اور ذٰلِكَ خَيْرٌ یہ خبر ہے۔ مفسرین نے اس کے معنی میں بھی اختلاف کیا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ وہ لباس مراد ہے جو قیامت کے روز متقیوں کو پہنایا جائے گا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں ایمان۔ عروہ "لباس التقوٰی" کے معنی خدا کا خوف بتاتے ہیں۔ یہ سب معنی متقارب ہیں اِس حدیث کی تائید میں ہیں کہ عثمان بن عفانؓ منبرِ رسول پر آئے آپ ایک قمیص پہنے ہوئے تھے جس کی گھنڈیاں کھلی ہوئی تھیں وہ کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دے رہے تھے اور کبوتر بازی سے روک رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے لوگو! چھپ چھپ کر کام کرنے سے بچو! کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم کوئی چوری کا کام کرے گا تو اللہ تعالےٰ اس چوری چھپے کے کام کو ظاہر کر دے گا وہ کام اچھا ہوگا تو نیک نامی اور برا ہوگا تو بدنامی ہوگی۔ پھر یہی متذکرہ بالا آیت پڑھی۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ

اے اولادِ آدم کی شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا اس نے تمہارے

اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا

دادا، دادی کو جنت سے باہر کرا دیا ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی

لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ

اُترا دیا تاکہ ان کو ان کا پردہ کا بدن دکھائی دینے لگے۔ وہ اور اُس کا لشکر تم کو

هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا

ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم اُن کو نہیں دیکھتے ہو۔ ہم

جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا

شیطانوں کو ان ہی لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان

يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۷

نہیں لاتے۔

اللہ تعالےٰ نے بنی آدم کو ابلیس اور اس کی ذریات سے ڈراتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوالبشر آدم سے اس کی پرانی دشمنی ہے کہ جنت سے انھیں نکال کر دنیا کے دار التعب اور دار الفنا میں بسایا۔ ان کے چھپے ہوئے کھل گئے اور یہ سب زبردست عداوت کی بنا پر تھا۔ جیسا کہ فرمایا اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا۔ یعنی کیا تم ابلیس اور اُس کی قوم کو اپنا دوست بناتے ہو مجھے چھوڑ کر حالانکہ وہ تو تمھارے دشمن ہیں، ظالموں کو بہت ہی برا بدلہ ملے گا۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ

اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی

اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ

طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالےٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالےٰ فحش

لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ

بات کی تعلیم نہیں دیتا۔ کیا خدا کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۸ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ

جس کی تم سند نہیں رکھتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کرنے کا اور

وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ

کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رُخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ تعالےٰ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس

ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ

عبادت کو خالص اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے رکھا کرو تم کو اللہ تعالےٰ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا

نَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا

اسی طرح پھر تم دوبارہ پیدا ہوگے۔ بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور بعض پر گمراہی

حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ

کا ثبوت ہو چکا ہے۔ ان لوگوں نے شیطانوں کو رفیق

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ

بنا لیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خیال رکھتے ہیں

مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

کہ وہ راہ پر ہیں۔

مشرکینِ عرب کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے اور کہتے یہ تھے کہ ہم پیدائش کے وقت جیسے تھے اسی کیفیت سے طواف کریں گے۔ عورت کپڑے کے بجائے چمڑے کا کوئی چھوٹا سا ٹکڑا یا اور کوئی چیز لگا لیتی تھی اور باقی سب برہنہ رہتی۔ وہ کہتی جاتی تھی کہ آج جسم کا بعض حصہ یا پورا حصہ کھلا رکھا جائے گا۔ لیکن جو بھی کھلا ہوا ہو وہ کسی پر حلال نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ نے آیت اُتاری کہ یہ لوگ جب کوئی شرمناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آبا و اجداد کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ کا حکم ایسا ہی ہے قریش کو چھوڑ کر سارے عرب اپنا رات دن کا لباس پہنے ہوئے طواف نہیں کرتے تھے اور اس کی توجیہہ یہ کرتے کہ جو کپڑے پہن کر انھوں نے گناہ کئے ہیں ان کپڑوں کے ساتھ طواف کیسے کریں۔ لیکن قبیلۂ قریش والے کپڑے پہنے ہوئے کرتے اور کسی قریشی احمسی نے اگر کوئی کپڑا کسی کو عاریتاً دے دیا ہو تو پھر وہ عام عرب میں بوقتِ طواف کپڑا پہن لیتا۔ یا وہ عرب جس کے پاس بالکل نیا کپڑا ہوتا۔ پھر یہ کپڑے اُتار دیئے جاتے اور ان کا کوئی مالک نہ سمجھا جاتا اور کسی کے پاس نیا کپڑا نہ ہو، یا کسی قریشی سے کپڑا بھی عاریتاً نہ ملا ہو تو وہ برہنہ ہی طواف کرتا عورتیں بھی عموماً برہنہ طواف کرتیں اور رات کے وقت کرتیں یہ چیز ان لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کر لی تھی اور اِس ذہنیت میں اپنے آباء کا اتباع کیا تھا۔ ان کا اعتقاد یہ تھا

کہ اُن کے آباء کا یہ فعل اللہ کے حکم کی بنا پر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اِس بات کا انکار فرماتا ہے کہ ”اے محمدؐ! ان سے کہہ دو کہ یہ فحش اور نازیبا کام تم جو کرتے ہو، خدا ایسے کاموں کا حکم نہیں دیتا ہے۔ تم خدا کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جس کی صحت کا تمھیں کوئی علم نہیں۔ کہہ دو کہ میرا رب تو عدل اور استقامت کا حکم دیتا ہے اور یہ بھی کہ خدا کی عبادت اپنی جگہ پر استقامت سے انجام دو۔ اسی میں رسولوں کی متابعت ہے۔ جنھوں نے شریعتِ خداوندی پیش کی اور معجزات بتا کر تاکید کی کہ اب اخلاص اختیار کرو اور جب تک یہ دونوں باتیں یعنی پابندیٔ شریعت اور اخلاص فی العبادۃ نہ ہو۔ تمھاری کوئی عبادت قبول نہیں کی جا سکے گی۔ قولہ تعالےٰ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اس کے معنی میں مفسرین میں اختلافات ہیں۔ یعنی مرنے کے بعد پھر زندہ کرے گا دنیا میں پیدا کیا اور آخرت میں اُٹھائے گا۔ پیدا کیا جب لاشے تھے پھر مر گئے پھر زندہ کئے جاؤ گے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ پند و وعظ دینے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! تم کُھلے ننگے غیر مختون اُٹھائے جاؤ گے کیونکہ پیدائش کے وقت تم ایسے ہی تھے یہ ہم پر فرض ہے اگر ہم کو کرنا ہے تو یہی کریں گے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر اُٹھایا جائے گا۔
ابو العالیہ کہتے ہیں، خدا کے علم کے مطابق اُٹھائے جائیں گے۔ یا جیسا تقدیر میں لکھا ہے یا جیسا تمھارا عمل تھا۔ محمد بن کعب کا خیال ہے کہ شقاوت پر اگر اس کی خلقت ہوئی ہے تو شقی بنا کر ورنہ سعید بنا کر جیسا کہ موسیٰؑ کے زمانے کے جادوگر کہ عمر بھر اہلِ شقاوت کے عمل کرتے رہے۔ لیکن چونکہ انسان کی خلقت سعادت کی بُنیاد پر ہوئی تھی اس لئے اِسی بُنیاد پر اس کا حشر ہوگا۔
ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے کسی کو مومن پیدا کیا ہے،

اور کسی کو کافر، جیسا کہ فرمایا: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ. پھر ایسا ہی تمھیں اُٹھائے گا جیسا کہ پیدا کیا اس قول کی تائید حدیث ابن مسعودؓ سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ خدا کی قسم کوئی شخص اہلِ جنت کے سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ نوشتہ تقدیر اُس پر غالب آتا ہے اور وہ اہلِ نار کے عمل کرنے لگتا ہے اور اُسی پر مرجاتا ہے اور داخل نار ہوتا ہے اور کوئی شخص عمر بھر اہلِ نار کے سے عمل کرتا ہے اور دوزخ سے ایک گز کی دُوری رہ جاتی ہے کہ کتاب الٰہی اس پر غالب آجاتی ہے پھر وہ جنتیوں کے سے عمل کرکے مرتا ہے اور جنتی بنتا ہے۔ اور حضرتؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص لوگوں کی نظروں میں جنتیوں کے سے عمل کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور وہ درحقیقت ہوتا ہے اہلِ دوزخ۔ اور ایک دوسرا شخص ہوتا ہے کہ دوزخیوں کے سے اعمال کرتا دکھائی دیتا ہے لیکن وہ در اصل ہوتا ہے جنتی سند تو ان اعمال کی ہے جو خاتمہ کے وقت سرزد ہوتے ہوں اور کلمۂ شہادت پر دم نکلتا ہو۔ جیسا کہ فرمایا کہ مرنے کے وقت جیسا تھا ویسا ہی اُٹھے گا۔ اب ضروری ہے کہ اس قول اور اس آیت کے درمیان کہ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا الخ توافق قائم رہے۔ اور یہ بھی حدیث قولِ باری کی تائید میں ہے کہ ہر مولود دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ماں باپ یا تو اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔ اور حضرتؐ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تو اپنے بندے نیک فطرت پیدا کئے تھے لیکن شیاطین نے اُن کو بہکا بہکا دین سے جھکا دیا۔ غرض توافق یوں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو یوں پیدا کیا ہے کہ پہلے تو وہ مومن ہوں گے۔ کیوں کہ فطرت میں ایمان ہی ہے اور یہ بھی تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ پھر کافر ہو جائیں گے اگرچہ ساری مخلوق معرفت اور توحید کی فطرت رکھتی ہے جیسا کہ ان سے ایسا عہد بھی لے لیا گیا تھا اور اس کو ان کی فطری چیز بنایا تھا لیکن باوجود اس کے ان

کے مقدر میں یہ تھا کہ وہ یا تو شقی ثابت ہوں گے یا سعید۔ اور حدیث میں ہے کہ لوگ صبح اُٹھتے ہیں تو یا تو اپنی جان نجات کے حوالے کرتے ہیں یا ہلاکت کے حوالے۔ اس کی نجات میں خدا ہی کا حکم نافذ ہے۔ وہی خدا ہے کہ اَلَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی۔ یعنی قرار یوں دیا کہ وہ ہدایت پائے گا۔ اَلَّذِیْ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی جس نے کہ ہر شے کو اس کی خلقت عطا فرمائی پھر راستے پر لگایا۔ صحیحین میں ہے کہ جو اہلِ سعادت ہیں ان کو اہلِ سعادت کے سے عمل کرنے میں دشواری نہیں محسوس ہوتی۔ اور جو اہلِ شقاوت سے ہیں اُن پر شقی لوگوں کے سے عمل آسان ہو جاتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ ایک فریق تو ہدایت پر ہے اور ایک فریق پر گمراہی چھائی ہوئی ہے پھر اس کی یہ علت یہاں بیان فرمائی، کہ انھوں نے خدا کے بجائے شیاطین کو اپنے اولیاء بنا لیا تھا۔ یہ بڑی کھلی دلیل ہے ان لوگوں کی غلطی پر جو یہ زعم کرتے ہیں کہ اللہ کسی کو معصیت پر یا کسی غلط عقیدے پر عذاب نہیں دے گا جب کہ اس کو اپنے عمل کے صحیح ہونے کا یقین کامل ہو، ہاں کسی علم و یقین کے باوجود اگر ضد سے نہ مانے تو اسی کو عذاب ہوگا۔ اس لئے کہ اگر ان کا یہی خیال صحیح ہوتا تو اُس گمراہ میں جو اپنے کو ہدایت پر یقین کر رہا ہے اور اس فریق پر جو در حقیقت گمراہی پر نہیں بلکہ ہدایت پر ہے صحیح عمل کرتا ہے اور صحیح عقیدہ پر ہے۔ کوئی فرق نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے دو قسم کے لوگوں میں فرق بتا دیا ہے۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

اے اولادِ آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو،

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ

اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ

لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۱﴾

پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو۔

ع ۳

ان آیات میں اُن مشرکین کا رَدّ ہے جو برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنے پر اعتماد رکھتے تھے کہ دن میں مرد اور رات میں عورتیں کپڑے اُتار کر طواف کرتی تھیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہر نماز کے وقت (جس میں بیت اللہ کے طواف کی عبادت بھی شامل ہو سکتی ہے) اپنی زینت یعنی لباس پہنے رہو جو تمہارے جسم کو برہنگی سے چھپالے۔ اس کے علاوہ اچھے اچھے کپڑے اور زیب و زینت بھی کرلو۔ ائمہ سلف نے یہی لکھا ہے کہ یہ آیت مشرکین کے برہنہ ہو کر طواف کرنے ہی سے متعلق ہے، اور النبیؐ سے مرفوعاً مروی ہے کہ یہ نماز کے وقت جوتی پہن کر پڑھنے سے متعلق وارد ہوئی ہے لیکن اس کی صحت غور طلب ہے۔ اور اسی بنا پر حدیث میں کہا گیا ہے کہ نماز کے وقت تجمل سے نماز پڑھنا مستحب اور لائق صواب ہے۔ خصوصاً یوم جمعہ اور یوم عیدین اور بہتر ہے کہ خوشبو بھی ملیں کیونکہ یہ بھی زینت ہے اور سب سے اچھا لباس سفید لباس ہے حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ سفید کپڑے پہنو یہی سب سے اچھے کپڑے ہیں اپنی اموات کو بھی اسی میں کفناؤ۔ آنکھوں میں سُرمہ لگایا کرو یہ بصارت کو تیز کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے۔ یہ حدیث جید الاسناد ہے۔ تمیم داری نے ایک چادر ہزار درم میں خریدی تھی۔ اسی کو اوڑھ کر نماز پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔ اس آیت میں ساری طب جمع ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جو چاہو کھاؤ جو چاہو پہنو میں تم پر کوئی الزام نہیں رکھتا۔ لیکن دو خصلتیں بُری ہیں۔ ایک تو اسراف دوسرے غرور اور اکڑنا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ کھاؤ پیو پہنو دوسروں کو دو، لیکن اسراف نہ ہونے پائے اور شان و غرور کے لئے نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر اس کی نعمتوں کا اثر نمایاں ہو۔ یہ پہننے سے متعلق بات تھی اور کھانے سے متعلق یہ کہ، حضرتؐ نے فرمایا کہ اس برتن سے زیادہ منحوس کوئی برتن نہیں جس کو بھرا ہوا پیٹ کھا جائے۔ انسان کے لئے تو چند لقمے بھی کافی ہیں جو اس کو اپنی حالت پر قائم رکھ سکیں اور

اگر اور کچھ کھانا ہی چاہتا ہے تو ایک تہائی پیٹ غذا کھالے اور ایک تہائی پانی پی لے اور ایک تہائی بہ آسانی سانس لینے کے لئے چھوڑ دے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اسراف یہ ہے کہ جو جی میں آیا انسان کھالیا کرے۔

سدی کہتے ہیں کہ جو لوگ برہنہ طوافِ بیت اللہ کرتے تھے وہ حج کے زمانے میں چربی اپنے پر حرام کرلیا کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چربی حرام نہیں ہے۔ کھاؤ، پیو، اور چربی کے تحریم میں جو زیادتی تم نے کر رکھی ہے یہ نہ کرو۔ مجاہد کہتے ہیں کھاؤ پیو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھا ہے عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ لَا تُسْرِفُوْا کا مطلب یہ ہے کہ کھاؤ لیکن حرام نہ کھاؤ کیونکہ یہ زیادتی ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ کھاؤ پیو لیکن زیادہ کھاؤ پیو نہیں۔ کیونکہ یہی اسراف ہے۔ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا مُسْرِفِيْن سے مُعْتَدِيْن مراد ہیں جیسا کہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ یعنی حد سے تجاوز کرنے والوں کو خدا پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ لوگ غلو کرکے حلال کو بھی بزعمِ احتیاط اپنے پر حرام کرلیتے تھے یا حرام کو حلال بنالیتے تھے۔ خدا کا منشاء یہ ہے کہ حلال کو حلال رکھو اور حرام کو حرام۔ یہی عدل ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ

آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے

وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ

اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے۔ آپ یہ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء اس

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً

طور پر کہ قیامت کے روز بھی خالص رہیں دنیوی زندگی میں خاص اہلِ ایمان ہی کے

يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

لئے ہیں۔ ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھداروں کے واسطے صاف صاف

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

بیان کرتے ہیں۔

اس آیت میں رد ہے اُس شخص کا جو کھانے پینے یا پہننے کی کوئی چیز اپنے پر حرام کر لیتا ہے۔ حالانکہ شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہوتی۔ کہہ دو اے محمدؐ! اِن مشرکین سے جنہوں نے اپنے آرائے فاسدہ سے اپنے اوپر ایک ایک چیز حرام کر لی ہے کہ کس نے اللہ کی اِس دی ہوئی زینت کو حرام کر دیا۔ جو حق تعالیٰ نے بندوں کے لئے قرار دی۔ جس کو کہ اللہ نے پیدا کیا ہے اس دنیوی زندگی میں اپنے عبادت گزار مومنوں کے لئے اگرچہ کفار بھی اس میں شریک ہیں۔ لیکن اِن نعمتوں کا حق تو دراصل مومن ہی رکھتے ہیں اور یہ نعمتیں تو خصوصیت کے ساتھ قیامت میں انھیں ملیں گی، جن میں کفار شریک نہیں ہو سکتے کیونکہ جنت کی نعمتیں کفار پر حرام ہیں۔ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ عرب، بیت اللہ کا عریاں طواف کرتے وقت سیٹیاں اور تالی بجاتے تھے۔ تو اللہ تعؔ نے فرمایا کہ یہ لباس تو اللہ تعؔ کی زینت ہے اس کو پہنے ہوئے طواف کیا کرو۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا

آپ فرما دیجئے کہ البتہ میرے ربّ نے صرف حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو اُن میں جو علانیہ ہیں وہ بھی

وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ

اور اُن میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس

تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ

بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ تعؔ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی

اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾

اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ تعؔ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کی تم سند نہ رکھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیر تمند کوئی نہیں۔ اِسی لئے کھُلی اور چھُپی ساری گناہ کی باتیں اللہ تعؔ نے حرام کر دی ہیں۔ اور بندہ خدا کو سب سے زیادہ پسند ہے جو ہر آن خدا کی حمد کرتا رہے اور ناحق اور ناروا اثم اور بغی کو بھی حرام کر دیا ہے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ آثم کے معنی معصیت اور بغی کے معنی ہیں بغیر استحقاق لوگوں کا مال یا ناحق عزت چھیننے میں زیادتی کرنا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ باغی وہ ہے جو خود اپنے نفس پر بغاوت کرے اور حاصلِ بحث تفسیر یہ ہے کہ "اثم" وہ خطایا ہیں جو فاعل کی اپنی ذات سے متعلق ہیں اور "بغی" وہ تعدّی ہے جو لوگوں تک متجاوز ہو جائے۔ اللہ تعؔ نے ان دونوں چیزوں کو حرام فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ شرک باللہ بھی حرام ہے جس کی کوئی سند ہی نہیں ہے اور کسی کو شریک باللہ بنانے کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ اور یہ بھی حرام ہے کہ وہ باتیں کہو جو تم نہیں جانتے یعنی یہ کہ نعوذ باللہ خدا کی اولاد ہے اور اسی قسم کی باتیں جن کا کوئی علم و یقین ہی نہیں، جیسا کہ فرمایا کہ بُت پرستی کی گندگی سے بچو۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا

اور ہر گروہ کے لئے ایک میعاد معیّن ہے۔ سو جس وقت اُن کی میعاد معین آجائے گی اس

يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٤﴾

وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

اے اولادِ آدم کی اگر تمھارے پاس پیغمبر آویں جو تم ہی میں سے ہوں گے

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ

جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے۔ سو جو شخص پرہیز رکھے اور درستی

اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

کرے سو ان لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین

يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

ہوں گے۔ اور جو لوگ ہمارے ان احکام کو جھوٹا بتائیں گے

وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

اور ان سے تکبر کریں گے وہ لوگ دوزخ والے ہوں گے۔

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٦﴾

وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ہر امّت کے لئے ایک میقات معلوم اور وقت مقرر ہے اور جب وہ وقت آجائے تو پھر گھنٹے بھر کی بھی تو تقدیم و تاخیر نہیں ہوسکتی۔ پھر بنی آدم کو اللہ پاک ڈراتا ہے کہ دیکھو تمہارے پاس ہمارے رسول آئیں گے تم کو ہماری آیات سُنائیں گے بشارت بھی دیں گے اور خوف بھی دلائیں گے اب جو ڈر گیا اور اپنی اصلاح کرلی، محرّمات ترک کر دیئے اطاعت کے کام کرنے لگا تو اس کو نہ کسی خوف سے سامنا ہوگا اور نہ کوئی رنج و غم گھیرے گا۔ لیکن جو ہماری آیتوں کو جھٹلا دیں گے اور غرور سے کام لیں گے یہی لوگ اہلِ نار ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبًا

سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا

اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ

بتلا دے۔ ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ اُن کو مل جائے گا

مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا

یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے

يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ

اُن کی جان قبض کرنے آئیں گے تو کہیں گے کہ وہ کہاں گئے جن کی تم خدا کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا

عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہوگئے اور

عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ پر کذب کا افترا کرے یا اس کی آیتوں اور معجزات کو جھٹلائے یہ لوگ نوشتۂ تقدیر سے اپنا حصہ پالیں گے۔ مفسرین نے اس کے معنی میں اختلافات کئے ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اُن کا چہرہ کالا ہو جائے گا۔ یا یہ کہ جو خیر کرے گا اُس کی جزا خیر ملے گی اور بد کی جزا بد ملے گی۔ یا اپنے حصّے سے مُراد اپنا عمل اپنا رزق اور اپنی عمر۔ اور یہ قول معنی اور سیاقِ عبارت کے لحاظ سے قوی ہے۔ اس پر خدا کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ "ہمارے فرشتے جب اُن کی رُوح قبض کرنے کے لئے آئیں گے" اور اس آیت کے معنی کی مثال یہ قولِ پاک ہے کہ "جو لوگ اللہ تعالیٰ پر کذب کا افترا کرتے ہیں وہ دُنیا میں تمتع کے لحاظ سے کوئی فلاح نہیں پائیں گے اور پھر جب وہ ہماری طرف لوٹیں گے تو ان کے کفر کے سبب ہم انھیں عذابِ شدید کا مزہ چکھائیں گے۔ پھر فرمایا کہ، اگر کوئی کفر کرتا ہے تو کرنے دو تمھیں اس کا کفر رنج و کوفت میں نہ ڈالے۔ ان کو آخر ہماری طرف آنا ہے ہی اس وقت ان کے اعمال ان پر کُھل جائیں گے۔ اللہ دلوں کی بات کو جاننے والا ہے۔ ہم نے تو چند روزہ تمتّع اُن کو دے رکھا ہے۔ اللہ پاک آیتِ بالا میں خبر دیتا ہے کہ ملائکہ جو مشرکین کی رُوح قبض کریں گے تو موت کے وقت اُن کو ڈرائیں گے اور رُوح قبض کر کے دوزخ کی طرف لیجائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ اب وہ کہاں ہیں جن کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے تھے انھیں سے دُعا مانگتے تھے اور انھیں کی عبادت کرتے تھے۔ انھیں کو بلاؤ تاکہ وہ تم کو دوزخ سے چھڑائیں۔ تو وہ کہیں گے وہ اب کہاں وہ تو سب بھاگ گئے۔ ہم کو تو اب ان کی خبر کی بھی اُمید نہیں اور اپنے منہ آپ اقرار کرنے لگیں گے کہ، ہم کفر کرتے رہے تھے۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِىْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو فرقے تم سے پہلے گزر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِى النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ

میں سے بھی ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ۔ جس وقت بھی کوئی جماعت

اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا

داخل ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کریگی یہانتک کہ جب اس میں

فِيهَا جَمِيعًا ۙ قَالَتْ أُخْرٰىهُمْ لِأُولٰىهُمْ رَبَّنَا

سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ ہمارے پروردگار

هٰٓؤُلَآءِ أَضَلُّونَا فَـَٔاتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا

ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا عذاب دوگنا

مِّنَ النَّارِ ۖ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا

دیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تم

تَعْلَمُونَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ أُولٰىهُمْ لِأُخْرٰىهُمْ

کو خبر نہیں۔ اور پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ

فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوقُوا

پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں سو تم بھی اپنے

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۳۹﴾

کردار کے مقابلے میں عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

اللہ پاک مشرکین کی ان باتوں کی خبر دے رہا ہے جو وہ خدا پر افترا باندھتے تھے جب کہ اُن سے کہا جائے گا کہ تم اپنے جیسے ان گروہوں میں جا کر شامل ہو جاؤ جو تمہاری صفات والے تھے اور جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ خواہ وہ جنات میں سے ہوں یا انسان میں سے اور پھر دوزخ کی راہ لو۔ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ محتمل ہے کہ فِيْٓ أُمَمٍ کا بدل ہو اور یہ بھی محتمل ہے کہ فِيْٓ أُمَمٍ معنی میں ہو مع اُمم کے۔ اور قولہ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا۔ یعنی جب ایک نیا گروہ دوزخ میں جھونکا جائے گا، تو ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگیں گے (خلیل علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک کا فرد دوسرے کا فرسے سرکش ہو جائے گا اور آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگیں گے) ارشاد ہوتا ہے کہ جس وقت یہ کفار تابعین اپنے متبوعین سے سخت اظہارِ ناراضگی کریں گے اور جب وہ عذابِ الٰہی کو دیکھ لیں گے اور تعلقات باہم ٹوٹ جائیں گے۔ یہ تابعین کہیں گے کہ کاش ہمیں پھر دنیا میں جانا نصیب ہو تو جس طرح اِس وقت یہ ہم سے الگ ہو گئے ہیں اسی طرح ہم بھی ان سے بیزاری کا اظہار کر کے بدلہ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ان کے اعمال حسرت کے رنگ میں پیش کر کے انھیں بتلائے گا۔ لیکن دوزخ سے وہ کسی طرح خارج نہ ہو سکیں گے۔ حتیٰ کہ وہ سب جب دوزخ میں جمع ہو جائیں گے تو بعد کے داخلِ دوزخ ہونے والے تابعین اپنے متبوعین کے بارے میں کہیں گے۔ وہ متبوعین جن کا جُرم بہ نسبت تابعین کے زیادہ شدید تھا اور وہ پہلے ہی سے داخل ہو چکے تھے، اللہ سے اپنے متبوعین کی شکایت کریں گے کہ انھیں نے ہم کو سیدھے راستے سے گمراہ کیا تھا اس لئے اے رب ان کو دوزخ میں دُگنا عذاب دے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ "جس روز آگ میں جل کر اُن کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے، وہ کہیں گے کہ کاش ہم اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرتے۔ اور اے رب! ہم نے اپنے بڑوں کی بات مانی اور انھوں نے ہمیں بھکا دیا، اے خدا اُن کو دُگنا عذاب دے) تو اللہ فرمائے گا کہ تمہیں تم میں سے ہر ایک کو دوگنا عذاب ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا کہ جو لوگ کفر کرتے ہیں اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں ہم اُن کا عذاب زیادہ کر دیں گے، اور وہ اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور دوسروں کے گناہوں کا بھی غرض متبوعین اپنے تابعین سے کہیں گے کہ اب تم کو ہم پر کیا فضیلت رہی۔ تم بھی ایسے ہی از خود گمراہ ہو گئے، جیسے ہم ہو گئے تھے، تو اب اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔ ان کی یہ حالت ویسی کچھ ہے جس کی خبر اللہ پاک نے یوں دی ہے کہ اے نبی! کاش تم ان کافروں کو دیکھتے کہ وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہیں اور تابعین اپنے متبوعین سے کہہ رہے ہیں کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن بنتے تھے۔ اور متبوعین اپنے تابعین سے کہیں گے کہ ہدایت حاصل کرنے سے ہم نے تم کو روک تھوڑی لیا تھا

ع۸

تم تو آپ بھٹک گئے تھے عقل سے کام کیوں نہیں لیا تھا اور تابعین متبوعین سے کہیں گے کہ یہ تو تمہارا ہم کو رات دن کا بہکانا تھا کہ تم ہم کو کفر پر مجبور کرتے تھے اور خدائی میں شریک ٹھہراتے تھے۔ پھر آپ ہی چپکے چپکے نادم ہو جائیں گے۔ جب عذابِ الٰہی کو دیکھیں گے اور ہم ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے اور جیسا وہ کرتے تھے ویسا ہی ان کو جزا ملے گی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا

جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان سے تکبر کرتے ہیں ان

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ

کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت

الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ

میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جاوے

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ

اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ اُن کے لئے آتش

مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ

دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا۔

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے اور اس سے روگردانی کی، ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے یعنی نہ ان کا عمل صالح اوپر چڑھایا جائے گا نہ دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض روحِ فاجر کا ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ فرشتے اُس روح کو لے کر آسمان پر چڑھیں گے، اور ملاءِ اعلےٰ کے جن فرشتوں پر سے گزر ہوگا وہ پوچھیں گے کہ یہ کس کی خبیث رُوح ہے؟ تو اس کا قبیح ترین نام لے کر کہا جائے گا کہ فلاں کی ہے۔ حتّٰی کہ آسمان تک پہنچیں گے اور کہیں گے کہ دروازہ کھولو۔ لیکن دروازہ نہیں کھلے گا جیسا کہ ارشاد ہے لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے کی مشایعت کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے، اور قبر تک پہنچے تو حضرتؐ وہاں بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے اطراف بیٹھے تھے اور ایسے خاموش گویا پرندے ہمارے سروں پر بیٹھ گئے ہیں (ہمیں خاموش و بے حرکت دیکھ کر) آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی زمین پر اس سے ایک شغل کے طور پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔ پھر آپ نے اپنا سر اُٹھایا اور فرمانے لگے عذابِ قبر سے خدا کے پاس پناہ مانگو! دو یا تین دفعہ فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ مومن جب دُنیا سے اُٹھنے لگتا ہے اور آخرت کا رُخ کرتا ہے تو آسمان سے روشن چہرے والے فرشتے اُترتے ہیں جنت کا کفن لئے ہوئے ہوتے ہیں اور جنت کی خوشبوئیں ساتھ لاتے ہیں، اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں "اے مطمئن روح! مغفرتِ خداوندی کی طرف چل! یہ سنتے ہی رُوح نکل پڑتی ہے۔ جیسے کہ مشک کے مُنہ سے پانی کے قطرے نکلنے لگتے ہیں۔ رُوح نکلتے ہی چشم زدن میں وہ اس کو جنتی کفن پہنا دیتے ہیں اور جنتی خوشبوئیں اُس کو بساتے ہیں۔ وہ مشک کی ایسی بہتر خوشبو ہوتی ہے کہ دنیا میں جو بہترین ہو سکتی ہے، اس کو لے کر آسمان پر چڑھنے لگتے ہیں۔ جہاں کہیں سے گزرتے ہیں فرشتے کہتے ہیں کہ یہ کس کی پاک روح لیجا رہے ہو؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ آسمان تک پہنچ کر دروازہ کھولنے کے لئے کہتے ہیں دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اُن کے ساتھ دوسرے تمام فرشتے بھی آسمانِ دوم تک ساتھ آتے ہیں۔ اسی طرح آسمان بہ آسمان ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں۔ اب اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میرے اِس بندے کو علیین کے دفتر میں لکھ لو اور زمین کی طرف واپس کر دو۔ کیونکہ میں نے اس کو مٹی ہی سے پیدا کیا ہے اسی کے اندر

اس کو واپس کرتا ہوں اور پھر دوسری بار اُسی کے اندر سے اس کو اُٹھاؤں گا۔ اب اُس کی رُوح واپس کی جاتی ہے۔ یہاں دو فرشتے آتے ہیں، اُس کے پاس بیٹھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے پھر پوچھتے ہیں تمہارا دین کونسا ہے وہ کہتا ہے اسلام میرا دین ہے۔ پھر پوچھتے ہیں، وہ کون شخص ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے؟ وہ کہتا ہے کہ وہ خدا کے رسول تھے۔ پھر پوچھتے ہیں تمہارا ذریعۂ علم کیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تھی اُس پر ایمان لایا تھا۔ اب آسمان سے ایک ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اُس کے لئے جنت کا فرش لاؤ۔ جنت کے کپڑے پہناؤ۔ اور جنت کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دو، تاکہ جنت کی ہوا اور خوشبو اس کو پہنچتی رہے۔ اس کی قبر تا حدِ نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے۔ ایک خوبصورت شخص اچھے لباس میں خوشبو میں بسا ہوا اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے خوش ہو جاؤ کہ آج تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا پورا کیا جاتا ہے۔ وہ پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ شخص کہے گا میں تمہارا عمل صالح ہوں۔ تو متوفی کہے گا، اے خدا اسی وقت قیامت قائم کر دے۔ میں اپنے اہل اور مال سے ملوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ بندۂ کافر جب دنیا سے منہ موڑنے لگتا ہے تو سیاہ رنگ کے فرشتے ٹاٹ لئے ہوئے آپہنچتے ہیں اور تا حدِ نظر ہوتے ہیں۔ اب ملکُ الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث رُوح نکل اور خدا کی ناراضی اور غضب کی طرف جا تو وہ جسم کے اندر گھسنے لگتی ہے، فرشتے اُس کو کھینچ کر نکالتے ہیں جیسے کہ لوہے کی سیخ بھیگے ہوئے بالوں کے اندر سے نکالی جاتی ہے، وہ اس کو لیتے ہی طرفۃ العین میں اس ٹاٹ کے اندر لپیٹ لیتے ہیں۔ اس کے اندر سے سڑے ہوئے مُردار کی طرح بدبُو نکلتی ہے اس کو لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں اور جہاں کہیں سے گزرتے ہیں فرشتے پوچھتے ہیں یہ کس کی روحِ خبیث ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ اور جب آسمان تک پہنچ کر کہتے ہیں کہ، دروازہ کھولو! تو نہیں

کھولا جاتا ہے۔ پھر آپ نے لَا تُفَتَّحُ والی آیت پڑھی۔ اب اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس کو زمین کے طبقۂ زیریں کی "سجین" میں لے جاؤ۔ چنانچہ اس کی روح وہاں پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ "جو اللہ کا شرک کرتا ہے گویا آسمان سے گر پڑا اور پرندے اس کا گوشت نوچ رہے ہوں یا ہوائیں دُور دراز اس کو لے اُڑ رہی ہوں۔ اس کی روح اُس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے۔ دو فرشتے آکر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے افسوس میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کونسا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، ہائے میں واقف نہیں۔ اب دریافت کرتے ہیں کہ تیری طرف کون بھیجا گیا تھا وہ کہتا ہے حیف مجھے علم نہیں۔ اب آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹ کہتا ہے۔ اس کے لئے دوزخ کا فرش لاؤ اور دوزخ کا دروازہ اُس پر کھول دو تاکہ اس کو دوزخ کی حرارت اور بادِ گرم پہنچتی رہے۔ اس کی قبر اُس پر تنگ ہو جاتی ہے اور اتنا دباتی ہے کہ ہڈی پسلی مل جائے۔ ایک قبیح چہرے والا میلے کچیلے کپڑے پہنے بدبُودار اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے تجھے اپنی بدبختیوں کی بشارت ہے یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا۔ وہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا عملِ بد ہوں۔ کافر کہنے لگتا ہے کہ خدا کرے قیامت قائم نہ ہو تاکہ مجھے دوزخ میں نہ جانا پڑے۔ براء بن عازب کہتے ہیں کہ ہم حضرت کے ساتھ باہر نکلے، جنازے کے ساتھ تھے (باقی بیان بعینہٖ سابق بیان کی طرح ہے) حتیٰ کہ مومن کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان و زمین کے فرشتے اُس پر درود بھیجتے ہیں۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ سارے فرشتوں کی دعا یہی ہوتی ہے کہ اس کی رُوح کو ہمارے سامنے سے لیتے جائیں۔ کافر کی روح پر ایک ایسا فرشتہ متعین ہوتا ہے جو اندھا بہرا اور گونگا ہے۔ اس کے ہاتھ میں گرز ہوتا ہے کہ اگر پہاڑ پر مارے تو ریزہ ریزہ ہو جائے۔ پھر وہ جیسا کا ویسا بحکمِ خدا بن جاتا ہے۔ پھر اور ایک مار پڑتی ہے وہ چیخ

اٹھتا ہے کہ جن و انس کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے۔ اب دوزخ کا دروازہ کھل جاتا ہے اور آگ بجھ جاتی ہے۔ (ابوہریرہؓ سے ایک روایت بھی قریب قریب ایسی ہی ہے۔ اس لئے ترجمہ غیر ضروری ہے) وقولہ تعالےٰ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ۔ یعنی اگر سوئی کے ناکے سے اونٹ باہر نکل سکتا ہے تو پھر کافر بھی داخلِ جنت ہو سکے گا۔ غرض یہ کہ کبھی نہیں ہو سکتا ابن عباس اس لفظ کو جُمّل پڑھتے تھے یعنی ضمِ جیم اور تشدید میم کے ساتھ۔ "جُمّل" موٹی رسّی کو کہتے ہیں جس سے کشتیاں باندھی جاتی ہیں۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُکَلِّفُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ہم کسی شخص کو

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

اُس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے ایسے لوگ جنت والے ہیں

هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ

وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو کچھ اُن کے دلوں میں غبار تھا ہم

مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ج وَ

اُس کو دُور کردیں گے اُن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ

قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا قف

لوگ کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا۔

وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ج

اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالےٰ ہم کو نہ پہنچاتے۔

لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط وَنُوْدُوْٓا

واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر

اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ

کہا جائے گا کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے

تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

اعمال کے بدلے۔

اللہ پاک جب اشقیاء کا حال ذکر فرما چکا تو اب صاحبِ سعادت لوگوں کا ذکر فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو دل سے ایمان لا چکے ہیں اور اپنے جوارح سے عملِ صالح کر چکے ہیں وہ برعکس ہیں ان لوگوں کے جنھوں نے آیاتِ خداوندی سے کفر کیا۔ یہاں اس بات کو روشنی میں لایا جا رہا ہے کہ ایمان اور عمل کچھ دشوار چیزیں نہیں بلکہ بہت سہل ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے تکلیفاتِ شرعی جو عائد کئے ہیں اور ایمان اور عملِ صالح کو جو فرض قرار دیا ہے یہ انسان کی وسعت سے کچھ باہر نہیں۔ ہم کسی کو بھی اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، یہی لوگ اہلِ جنت ہیں اور اہلِ ایمان کے دلوں میں جو کچھ باہمی بغض و کینہ ہوگا وہ ہم نکال دیں گے۔ جیسا کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ مومنین جب نار سے نجات پا جائیں گے تو وہ جنت اور دوزخ کے درمیان والے پل پر روک لئے جائیں گے پھر اُن کے وہ مظالم زیرِ بحث آئیں گے جو دنیا میں اُن کے درمیان تھے۔ حتّٰی کہ ان مظالم اور اس بغض و حسد سے جب ان کے دل پاک و صاف کر دیئے جائیں گے تو پھر ان کو جنت کی طرف راہ دیدی جائے گی اور خدا کی قسم ان کو جنت کی منزل اپنے دنیا کے مسکن سے زیادہ معلوم ہو گی۔ اہلِ جنت جب جنت کی طرف بھیجے جائیں گے تو وہ بابِ جنت کے پاس ایک درخت پائیں گے جس کے نیچے دو چشمے بہتے ہوں گے ایک میں پانی لے کر پئیں گے تو اُن کے دل میں جو کچھ باہمی کینہ ہوگا سب دُھل جائے گا۔ یہی شرابِ طہور ہے اور دوسرے چشمے میں نہائیں گے تو جنت کی سی تازگی ان کے چہروں پر نمایاں ہو جائے گی، پھر نہ تو بال بکھریں گے اور نہ سُرمہ لگانے کی ضرورت ہو گی۔ پھر یہ لوگ جنت کی طرف گروہ در گروہ روانہ کئے جائیں گے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر انشاء اللہ انھیں لوگوں میں سے ہوں گے جن کے دلوں میں کینہ تھا لیکن سب کا سینہ کینہ سے صاف کر دیا جائے گا۔ حضرت علی رضؓ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم ہم میں اہلِ بدر بھی ہیں اور انھیں کی شان

میں یہ آیت اُتری ہے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ ہر جنتی کو دوزخ کا ٹھکانہ بتا دیا جائے گا۔ وہ کہے گا، اگر اللہ تعالیٰ میری ہدایت نہ فرماتا تو میرا یہی ٹھکانہ ہوتا۔ خدا کا بڑا بڑا شکر ہے۔ اور ہر دوزخی کو جنت کا ٹھکانہ بتایا جائے گا وہ کہے گا کاش خدا مجھے بھی ہدایت فرماتا تو یہ ٹھکانہ میرا ہوتا اس طرح اس پر حسرت چھائی رہے گی۔ اور جب ان مومنین کو جنت کی بشارت مل جائے گی تو کہا جائے گا کہ یہ جنت اعمالِ صالحہ کے نتیجے کے طور پر تمھارا انعام ہے۔ تم پر خدا کی رحمت ہے تم جنت میں داخل کئے گئے، اپنے حسب اعمال اپنا ٹھکانہ بنالو۔ اور یہ سب رحمتِ خداوندی کا سبب ہے صحیحین میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ ہر ایک تم میں کا جان لے کہ کسی کے عمل اس کو جنت میں نہیں پہنچاتے ہیں۔ تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ کیا آپ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں، میں بھی نہیں جب تک کہ خدا تعالیٰ کی رحمت میرے بھی شامِلِ حال نہ ہو۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ

اور اہلِ جنت اہلِ دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے

قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ

وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس کو واقع کے مطابق پایا سو تم سے جو

وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۭ قَالُوْا نَعَمْ ۚ

تمھارے ربنے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اُس کو مطابق واقع کے پایا؟ وہ کہیں گے، ہاں۔

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي

پھر ایک پکارنے والا دونوں کے درمیان میں پکارے گا کہ اللہ کی مار ہو اُن

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ

ظالموں پر۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے اعراض کیا کرتے

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ

تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے تھے۔ اور وہ

بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ لوگ آخرت کے بھی منکر تھے۔

اہلِ دوزخ دوزخ میں جانے کے بعد بہ طور توبیخ و سرزنش ان سے خطاب کیا جا رہا ہے کہ اصحابِ جنت اصحابِ نار سے کہیں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ فرمایا تھا اس کو تو حق ثابت کر دکھایا، کیا تم کو بھی حق کے اس وعدہ سے سابقہ پڑا جو تمھارے ساتھ رب نے کیا تھا۔ یہاں حرف "اَنْ" قول محذوف کی تفسیر کر رہا ہے اور "قَدْ" تحقیق کے لئے آیا ہے تو وہ کافر جواب دیں گے کہ، ہاں۔ جیسا کہ سورۃ صافات میں حق نے فرمایا اور اس شخص کے بارے میں خبر دی ہے جو زندگی میں کسی کافر کا رفیق تھا۔ یہ کہ وہ مومن جب اپنے کافر رفیق کو دوزخ میں جھانک کر دیکھے گا تو کہے گا۔ خدا کی قسم یہ تو مجھے دنیا میں ، اپنی غلط رہنمائی سے آج ہلاک ہی کر دینے والا تھا اگر خدا کا کرم شامل نہ ہوتا تو میں آج اسی کے ساتھ ہوتا۔ یہ کافر کہتے تھے کہ بس یہی ہم جو مر گئے سو مر گئے، نہ پھر اٹھیں گے نہ کوئی عذاب ہوگا۔ فرشتے اب اُن کے کان کھولیں گے اور کہیں گے کہ دیکھو یہ ہے وہ دوزخ جس کا تم انکار کرتے تھے۔ یہ کوئی جادو ہے، یا یہ کہ تمھیں دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ آؤ دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ چار و ناچار اب تم کو صبر کرنا ہی پڑے گا۔ تم اپنے کئے کا بدلہ پا رہے ہو۔ اسی طرح حضرتؐ نے مقتولینِ بدر کے کفار سے یوں خطاب فرمایا تھا کہ اے ابوجہل بن ہشام، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ اور دیگر مقتول سردار انِ قریش کے نام لے لے کر فرمایا کہ کیوں رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا پورا فرما لیا کہ نہیں، مجھ سے خدا نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ تو پورا ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم آپ مُردوں کو تخاطب فرما رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم وہ تم سے کم نہیں سُن رہے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے ہیں۔

پھر ارشادِ باری ہوتا ہے کہ ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ ظالمین پر اللہ کی لعنت ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سیدھی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے انبیاءؑ کی راہ

شریعت سے لوگوں کو منحرف کر دیتے تھے کہ لوگ ٹیڑھی راہ چلیں اور پیغمبر کی پیروی نہ کریں۔ یہ آخرت میں خدا کا سامنا ہونے سے منکر تھے کیونکہ انھیں یوم حساب کا ڈر ہی نہیں تھا یہ بڑے ہی بد لوگ تھے۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ

اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی، اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے وہ

يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحَابَ

لوگ ہر ایک کو ان کے قیافہ سے پہچانیں گے، اور اہل جنت کو پکار کر کہیں

الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ

گے السلام علیکم ! ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس کے

يَطْمَعُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ

اُمیدوار ہوں گے - اور جب اُن کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف

تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

جا پڑیں گی تو کہیں گے ، اے ہمارے رب ! ہم کو ان

مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾ ع ۱۲

ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے۔

اہل جنت کا اہل نار سے تخاطب کا ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ دوزخ اور جنت کے درمیان ایک آڑ ہوگی جو دوزخیوں کو جنت تک پہنچنے سے روک دے گی۔ جیسا کہ فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان ایک دیوار قائم کر دی گئی ہے جس کے اندر کی طرف ایک دروازہ ہے جس میں رحمت ہے اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہے وہی اعراف ہے جس کی نسبت فرمایا کہ اعراف پر لوگ ہوں گے۔ سدی سے روایت ہے کہ اللہ کے قول "ان کے درمیان آڑ ہوگی" میں "آڑ" یہی اعراف ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اعراف جمع ہے عرف کی، ہر مرتفع جگہ کو عرف کہتے ہیں۔ مرغ کی کلغی کو بھی اسی لئے عرف کہا جاتا ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ کے درمیان ایک ٹیلہ ہے یہاں بھی لوگ روک رکھے گئے ہیں، یہ گنہگار ہیں۔ سدی کہتے ہیں کہ اعراف اس لئے نام رکھا گیا ہے کہ یہاں کے لوگ اپنے لوگوں کو پہچان لیں گے۔ مفسرین کی تعبیریں اصحاب اعراف کے بارے میں مختلف ہیں۔ تقریباً سب کے ایک ہی معنی ہیں، یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں۔ رسول اللہ صلعم سے پوچھا گیا کہ جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں وہ کہاں رہیں گے ؟ تو آپ نے فرمایا یہی لوگ صاحب اعراف ہیں یہ جنت میں تو نہیں داخل کئے جائیں گے لیکن انھیں جنت کی توقع ضرور ہوگی۔ پھر اسی قسم کے ایک سوال پر حضرتؐ نے فرمایا کہ یہ اصحاب اعراف وہ ہیں جو والدین کی اجازت کے بغیر خدا کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے اور پھر قتل ہوگئے۔ دخول جنت سے تو انھیں اس لئے روک دیا گیا کہ اپنے والدین کی مرضی کے خلاف کیا تھا اور دوزخ سے اس لئے بچ گئے کہ خدا کی راہ میں شہید ہوئے تھے۔ اور ایک حدیث ہے کہ فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر برابر تھیں۔ برائیوں نے تو جنت میں جانے سے انھیں روک دیا اور نیکیوں نے دوزخ میں لے جانے سے باز رکھا، اب یہ لوگ اسی دیوار کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں اور خدا کے فیصلہ کرنے تک یہیں ٹھہرے رہیں گے۔ اب اُن کی نگاہیں جب اصحاب نار کی طرف اٹھیں گی تو وہ کہیں گے یارب ان ظالمین میں سے ہمیں نہ بنا۔ یہ اسی طرح دُعائیں مانگتے رہیں گے کہ اللہ تم اُن سے فرمائے گا۔ اچھا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ میں نے تمھیں بخش دیا۔ قیامت کے روز اللہ تعالےٰ لوگوں کا حساب لے گا جس کی ایک نیکی بھی بڑھ جائے وہ داخلِ جنت کر دیا جائے گا اور جس کی ایک بُرائی بھی بڑھ جائے گی اس کو دوزخ کی راہ بتا دی جائے گی۔ پھر آپ نے فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ والی آیت پڑھی۔ پھر فرمایا کہ میزان تو ایک دانہ کے فرق سے بھی جھک جائے گا اور چڑھ جائے گا اور نیکیاں اور بدیاں برابر ہوتی ہیں تو وہ پل پر ٹھہرا دیئے جاتے ہیں وہ اہلِ جنت اور اہلِ نار کو پہچان لیتے ہیں۔ اہلِ جنت کو دیکھ کر

سلام کہیں گے اور بائیں طرف تو اہلِ دوزخ دکھائی دیں گے، کہنے لگیں گے کہ اے خدا ان لوگوں میں سے ہمیں نہ بنانا۔ اصحابِ حسنات کے سامنے ایک نور ہوگا جس کی رہنمائی میں وہ چلیں گے ایسے ہر نیک مرد اور عورت کے آگے نور ہوگا۔ صراط پر جب پہنچیں گے تو یہ نور ان لوگوں سے چھن جائے گا جو منافق ہوں گے۔ جب اہلِ جنت اس حال میں منافقین کو دیکھیں گے تو کہیں گے، اے اللہ! ہمارے نور کو قائم رکھ لیکن اصحابِ اعراف کا نور ان کے سامنے ہوگا وہ دُور نہ ہوگا۔ اس وقت اللہ تعالےٰ فرمائے گا وہ جنتی تو نہیں ہیں لیکن جنت کی توقع رکھتے ہیں۔ بندہ جب کوئی نیکی کرتا ہے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور کوئی بدی کرتا ہے تو ایک ہی بدی کا اندراج ہوتا ہے۔ وہ شخص بدنصیب ہے جس کی اکائیاں اس کی دہائیوں پر غالب آگئی ہوں۔ جب اللہ پاک انھیں معاف فرمادے گا تو ایک نہر کی طرف بھیجے گا اس کو نہرِ حیات کہتے ہیں جس کے کنارے سونے کے ہیں، جن پر ہیرے اور موتی ٹکے ہیں، اس کی مٹی مشک ہے یہ لوگ اس نہر میں نہلائے جائیں گے تو ان کے رنگ درست ہو جائیں گے اور ان کی گردنوں پر سفید اور روشن علامات ظاہر ہو جائیں گی۔ اِسی نشانی سے ان کا صاحبِ اعراف ہونا معلوم کیا جائے گا۔ جب ان کے رنگ نکھر جائیں گے تو اللہ پاک ان سے خطاب فرمائے گا کہ مانگو کیا چاہتے ہو؟ وہ اپنی خواہش ظاہر کریں گے۔ ان کی اُمیدیں پوری کی جائیں گی اور کہا جائے گا کہ تمھاری درخواست سے اور ستر حصے تمھیں زیادہ دیا جاتا ہے وہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے ان کا نام ہوگا مساکینِ اہلِ جنت۔ حضرتؓ نے فرمایا کہ سب کے آخر میں ان کا فیصلہ ہوگا۔ سب بندوں کا فیصلہ ہو چکنے کے بعد اللہ تو فرمائے گا کہ اے صاحبانِ اعراف تمھاری نیکیوں نے تم کو دوزخ سے بچالیا۔ لیکن جنت کا حق دار تم کو ثابت نہ کر سکیں۔ اب تم میرے آزاد کردہ ہو جاؤ جنت سے استفادہ کرو جس طرح بھی تم چاہو۔ اور یہ بھی کہا گیا

ہے کہ یہ اہلِ اعراف وہ لوگ ہیں جو ناجائز پیدا ہوئے ہیں حضرت نے فرمایا کہ جنات کے مومنین ان کے لئے بھی ثواب اور عذاب ہے۔ لوگوں نے ان کے ثواب کے بارے میں اور ان کے مومنین سے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ یہ سب صاحب اعراف ہیں یہ جنت میں امتِ محمدیہ کے ساتھ نہیں ہوں گے۔ پوچھا کہ اعراف کیا ہے؟ فرمایا جنت کے قریب ایک دیوار جس میں نہریں بھی ہیں درخت اور پھل بھی ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اصحابِ اعراف وہ نیک لوگ ہیں جو فقہاء اور علماء ہیں بَیْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ الخ کے بارے میں ابو مجلز کہتے ہیں کہ جو لوگ اعراف پر متعین ہوں گے وہ فرشتے ہوں گے جو اہلِ جنت اور اہلِ نار کو پہچانتے ہوں گے اور اہلِ جنت کو ندا کر کے کہتے ہوں گے السلامُ علیکم۔ وہ جنت میں تو نہیں ہوں گے لیکن جنت کے آرزومند ہوں گے اور دوزخیوں کو دیکھ کر دوزخ سے پناہ مانگیں گے اصحابِ اعراف ایسے لوگوں کو آواز دیں گے جن کو وہ روشن پیشانی سے پہچان لیں گے اور کہیں گے کہ تم خدا کے حکم سے غرور اور سرتابی نہیں کرتے تھے۔ یہ گنہگار لوگ تو جنتی نہیں ہو سکتے جنہوں نے خدا کی رحمت نہیں پائی۔ اور جب جنتی جنت میں داخل کئے جائیں گے تو کہا جائے گا کہ جاؤ جنت میں اب تم کو نہ کوئی خوف ہے نہ تم کو حزن و غم سے سابقہ ہوگا۔ یہ قول بہت غریب ہے اور سیاقِ عبارت بھی ظاہر کے خلاف ہے اور جمہور کا قول ہی مقدم ہے کیونکہ آیت کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہے۔ حضرت مجاہد رح کا قول بھی جو اوپر بیان ہوا غرابت سے خالی نہیں۔ قرطبی نے اِس میں بارہ قول نقل کئے ہیں۔ صلحاء، انبیاء، ملائکہ وغیرہ یہ جنتیوں کو اُن کے چہرے کی رونق اور سفیدی سے اور جہنمیوں کو اُن کے چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے۔ ابنِ عباس رضؓ سے مروی ہے کہ اللہ پاک نے یہ منزلت ان کو اس لئے بخشی ہے تاکہ وہ جان لیں کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون۔ وہ اہلِ نار کو

چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے اور اللہ سے پناہ مانگ کر کہیں گے کہ خدایا ان ظالموں میں سے ہمیں نہ بنا۔ اہل اعراف علاوہ اہل جنت کو سلام کہیں گے اور خود جنت میں داخل تو نہیں ہوئے لیکن امید رکھتے ہیں اور انشاء اللہ داخل ہوں گے۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ طمع ان کے دل میں صرف اس کرامت و مہربانی کے سبب ہے جو اللہ تعالیٰ ان کے حال پر شامل رکھتا ہے اور وہ جو امید رکھیں گے اس سے اللہ تعالیٰ نے انھیں آگاہ بھی فرما دیا ہے۔ یعنی کہہ دیا ہے کہ اہل دوزخ کو دیکھ کر وہ کہیں گے کہ خدا ان سے بچا۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ وہ اہل دوزخ کی طرف دیکھیں گے تو ان کے چہرے جھلس اٹھیں گے اور جب اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو یہ بات جاتی رہے گی۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ

اور اہل اعراف بہت سے آدمیوں کو جن کو کہ ان کے قیافہ سے پہچانیں گے

بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ

پکاریں گے کہیں گے کہ تمھاری جماعت اور تمھارا اپنے کو بڑا

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ

سمجھنا تمھارے کچھ کام نہ آیا۔ کیا یہ وہی ہیں جن کی نسبت تم

الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ط

قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت نہ کرے گا۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ

اُن کو یوں حکم ہو گیا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کچھ اندیشہ

اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور نہ تم مغموم ہو گے۔

اللہ تعالیٰ اس ملامت کا ذکر فرما رہا ہے جو اہل اعراف بروز قیامت مشرکین کے سرداروں کو دوزخ میں دیکھ کر کریں گے کہ تمھاری کثرت نے تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور عذاب خداوندی سے تمھاری سرکشی نے بھی تمھیں کوئی نفع نہ بخشا اور تم مستحق عذاب و نکال ہو گئے۔ یہی مشرکین اہل اعراف کے بارے میں کہتے تھے اور قسمیں کھاتے تھے کہ انھیں خدا کی رحمت کبھی نہیں ملے گی۔ اب خدا اہل اعراف سے کہے گا کہ جاؤ، جنت میں داخل ہو جاؤ، تمھیں نہ خوف ہے نہ رنج و غم۔ حذیفہ رضہ کہتے ہیں کہ اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں کہ جن کے اعمال برابر ہیں۔ یعنی اتنے نہیں کہ جنت میں جا سکیں اور نہ اتنے ہیں کہ دوزخ میں ڈالے جائیں۔ چنانچہ وہ اعراف کے اندر رہ کر دوزخیوں اور جنتیوں کو ان کے چہروں ہی سے پہچان لیں گے۔ پھر قیامت کے روز جب سب بندوں کے فیصلے ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔ لوگ آدمؑ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے۔ آپ ہمارے باپ ہیں۔ اللہ کے پاس ہماری شفاعت کیجیے۔ وہ کہیں گے کہ کیا تم جانتے ہو کہ کسی کو بھی اللہ تعالیٰ نے میرے سوا اپنے ہاتھوں سے بنایا ہو۔ اور اس میں خاص اپنی روح پھونکی ہو، اور کیا ملائکہ نے میرے سوا کسی اور کو بھی سجدہ کیا ہے۔ لوگ کہیں گے نہیں۔ آدم کہیں گے لیکن پھر بھی میں کنہ ذات خداوندی سے واقف نہیں، میں تو شفاعت کی طاقت نہیں رکھتا۔ تم میرے بیٹے ابراہیم کے پاس جاؤ۔ لوگ ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے اور ان سے شفاعت کے خواستگار ہوں گے۔ وہ کہیں گے، کیا خدا نے میرے سوا کسی کو خلیل قرار دیا ہے اور میرے سوا کیا کسی کو اس کی قوم نے آگ میں جھونکا ہے؟ لوگ کہیں گے نہیں۔ ابراہیمؑ کہیں گے میں شفاعت نہیں کر سکتا۔ اللہ کی کنہ سے واقف نہیں، تم موسیٰؑ کے پاس جاؤ۔ موسیٰ کہیں گے کیا میرے سوا خدا نے کسی سے براہ راست باتیں کی ہیں۔ مگر پھر بھی میں حقیقت خداوندی سے واقف نہیں، تم عیسیٰؑ کے پاس جاؤ۔ عیسیٰؑ کہیں گے کیا میرے سوا خدا نے کسی کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اور کیا کسی نے کوڑھی اور جذامی جیسے لا علاج مریض کو چنگا کیا

ہے اور میرے سوا کیا کسی نے مُردے کو زندہ کیا ہے کہیں گے نہیں پھر بھی میں اس کی ذات سے واقف نہیں مجھے اپنی فکر ہے۔ تم محمدؐ کے پاس جاؤ۔ لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں سینے پر ہاتھ مار کر کہوں گا۔ ہاں میں تمھاری سفارش کروں گا۔ پھر میں خدا کے عرش کے آگے آکر کھڑا ہوں گا۔ اور میری زبان خدا کی تعریف میں ایسی کُھل جائے گی کہ کبھی تم نے ایسی تعریف نہ سُنی ہوگی۔ پھر میں سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعؐ فرمائے گا۔ اے محمدؐ! سر اُٹھاؤ، بولو کیا چاہتے ہو، شفاعت کرنے ہو تو تمھاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اب میں سر اٹھاؤں گا اور پھر خدا کی حمد وثنا کروں گا۔ پھر سجدے میں گر پڑوں گا۔ پھر کہا جائے گا کہ اُٹھو درخواست کرو۔ میں سر اُٹھا کر عرض کروں گا "یا رب میری امت کو بخش دے" اللہ تعالےٰ فرمائے گا "ہاں بخش دیا" اس کیفیت کو دیکھ کر کوئی نبی مرسل اور کوئی فرشتہ نہ ہوگا جس کو رشک نہ ہو۔ یہی مقامِ محمود ہے۔ اب میں سب امتیوں کو لے کر جنّت کی طرف آؤں گا۔ جنّت کا دروازہ میرے لئے کُھل جائے گا۔ اب اِن سب امتیوں کو نہر کی طرف لے جایا جائے گا جس کو "نہرِ حیوان" کہتے ہیں۔ جس کے دونوں کنارے موتی، ہیرے اور زر سے مُرصّع ہوں گے۔ اس کی مٹی مشک ہوگی۔ اس کے کنکر پتھر یاقوت ہوں گے۔ اس نہر میں یہ لوگ نہائیں گے اور ان کے رنگ جنتیوں کے سے ہو جائیں گے اور ان سے جنتیوں کی خوشبو پیدا ہو جائے گی۔ ایسے معلوم ہوں گے گویا چمکتے تارے ہیں لیکن ان کے سینوں پر روشن نشانات ہوں گے جس سے وہ پہچانے جائیں گے، انھیں مساکینِ اہل الجنۃ کہا جائے گا۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ

اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے

اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ

اوپر تھوڑا پانی ہی ڈالدو یا اور ہی کچھ دیدو۔ جو اللہ تعؐ نے تم کو

اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۰

دے رکھا ہے۔ جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعؐ نے دونوں چیزوں کی کافروں کیلئے بندش

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ

کر رکھی ہے جنھوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا

زندگانی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ سو ہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے

لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

جیسا انھوں نے اس دن کا نام تک نہ لیا اور جیسا یہ ہماری آیتوں کا

يَجْحَدُوْنَ ۝۵۱

انکار کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ذلّتِ اصحابِ نار کو بتا رہا ہے اور یہ کہ وہ کس طرح اہلِ جنّت سے شراب و طعام مانگ رہے ہیں۔ لیکن جنتی انھیں کچھ نہیں دیتے۔ دوزخی جنتیوں سے کہیں گے کہ کچھ پانی اور کچھ طعام ہمیں بھی دیدو۔ باپ سے بیٹا یا بھائی سے بھائی مانگے گا اور کہے گا کہ میں تو جل اُٹھا ہوں تھوڑا سا پانی دیدو۔ لیکن وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔ ابوموسیٰ صفار نے ابن عباس سے پوچھا کہ کونسا صدقہ افضل ہے۔ تو کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ بہترین صدقہ پانی ہے۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ اہلِ نار اہلِ جنت سے پانی اور طعام مانگیں گے۔ ابوصالح سے روایت ہے کہ جب ابوطالب بیمار ہوئے تو لوگوں نے اُن سے کہا کہ تم اپنے بھتیجے کے پاس کہلا بھیجو کہ انگور کا ایک جنتی خوشہ منگوا دو شاید کہ اس کی برکت سے شفا ہو جائے۔ قاصد حضرت کے پاس آیا ابوبکرؓ نبی صلعم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگے کہ کافروں پر اللہ نے جنت کی ہر چیز حرام کر دی ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ بیان فرماتا ہے کہ کافروں نے کس طرح دنیا میں مذہب دین کو کھلونا بنا رکھا ہے اور دنیا کے اندر کس طرح بھول میں پڑے ہوئے ہیں اور دنیا کی زینت و آرائش میں کیسے مبتلا ہیں

اور آخرت کا سودا کرنے سے کیسے غافل ہیں۔ پھر فرمایا آج ہم بھی
ان کو بھلا دیتے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے اس یوم آخرت کو بھلا
دیا تھا۔ یہ بھلانے کا لفظ بہ طور معاملہ اور بدلے کے ہے ورنہ اللہ
تعالیٰ کسی چیز کو فراموش نہیں کرتا۔ جیسا کہ فرمایا: فِیْ کِتٰبٍ
لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی، یہاں مقصد صرف مقابلۃً بات ع ٦ ١٣
کہنا ہے، جیسا کہ فرمایا نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَهُمْ اور وَکَذٰلِکَ
اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی اور فرمایا
اَلْیَوْمَ نَنْسٰهُمْ کَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا۔ ابن
عباس رضؓ کہتے ہیں۔ اللہ نے ان کے ساتھ خیر کرنا بھلا دیا ہے
اور ان کو سزا دینا نہیں بھلایا۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز بندے سے فرمائیگا
کیا میں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیئے تھے اور کیا تجھ پر انعام
واکرام نہیں کیا تھا۔ اور کیا اونٹ گھوڑے اور فیل و حشم
نہیں دیئے تھے۔ اور کیا تو سرداری اور افسری نہیں
کرتا تھا۔ بندہ کہے گا۔ ہاں اے خدا تو نے سب کچھ دیا تھا
پھر فرمائے گا کہ کیا تجھے یقین تھا کہ میرا سامنا کرنا پڑے گا وہ کہے گا
اے خدا مجھے یقین نہیں تھا۔ خدا فرمائے گا جیسا تو نے مجھے
بھلا دیا تھا آج میں بھی تجھے بھلا دیتا ہوں۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِکِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰی عِلْمٍ هُدًی

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی ہے جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح واضح

وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ یَنْظُرُوْنَ

کر کے بیان کر دیا ہے ذریعہ ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو ایمان لے آتے ہیں ان لوگوں کو کسی اور بات

اِلَّا تَاْوِیْلَهٗ ۭ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُهٗ یَقُوْلُ

کا انتظار نہیں صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے جس روز اس کا اخیر نتیجہ پیش آویگا اس روز جو لوگ اس کو

الَّذِیْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ

پہلے سے بھولے ہوئے تھے یوں کہنے لگیں گے کہ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی سچی

رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَیَشْفَعُوْا

باتیں لائے تھے۔ سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کر دے یا کیا

لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ ۭ

ہم پھر واپس بھیجے جا سکتے ہیں تاکہ ہم لوگ ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے برخلاف دوسرے

قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

اعمال کریں بیشک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے

کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾

سب گم ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی تکمیل حجت کر دی تھی یعنی پیغمبر بھیجے تھے،
کتابیں بھیجی تھیں جس میں بڑی کھلی کھلی دلیلیں تھیں جیسا کہ
فرمایا کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ الخ یعنی ایسی کتاب
جس کی آیتیں محکم ہیں اور ہر بات صاف صاف بیان کر دی
گئی ہے اور قولہ فَصَّلْنٰهُ عَلٰی عِلْمٍ یعنی جن باتوں پر ہم نے
روشنی ڈالی ہے اس کو خوب جانتے ہیں، جیسا کہ فرمایا
اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ یہ آیت اِس قولِ باری سے تعلق رکھتی ہے
کہ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْهُ
یعنی یہ کتاب جو تم پر نازل کی گئی ہے اس سے تمہارے دل
میں کوئی خلش نہ ہو جائے اور آیت مندرجہ بالا وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ
بِکِتٰبٍ الخ یہ بات جو ابن جریر نے کہی ہے یہ قابلِ اعتراض ہے
کیونکہ دونوں آیتوں میں فصل طویل ہے اور اس دعوے پر
کوئی دلیل بھی نہیں ہے اور یہاں بات تو صرف یہ ہے کہ جب
اِس بات کی خبر دیدی کہ وہ آخرت میں کیا خسارہ اُٹھانے
والے ہیں تو پھر اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ دنیا میں رسول
بھیج کر اور کتاب اُتار کر ان کے سارے عذرات ختم کر دیئے
گئے ہیں، جیسا کہ فرمایا وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ
رَسُوْلًا۔ یعنی ہم عذاب نہیں دیا کرتے جب تک کہ رہنمائی
کے لئے رسول نہ بھیج دیں۔ اور اسی لئے آیتِ بالا میں فرمایا۔
هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَهٗ، یعنی وہ تو اس عذاب اور
نکال اور جنت یا دوزخ کا انتظار کر رہے ہیں، جس کا ان

سے وعدہ کیا گیا ہے۔ مجاہد وغیرہ کہتے ہیں کہ تاویل سے مُراد عوض اور جزا ہے۔ ربیع کہتے ہیں کہ یوم حساب آنے تک یہ عوض ملتا رہے گا۔ حتیٰ کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے۔ اُس وقت جزا کا معاملہ ختم ہو جائے گا اور جب کہ قیامت کے دن ایسا ہوگا تو وہ لوگ جنھوں نے عمل ترک کر دیا تھا اور دنیا میں اس کو بھول گئے تھے تو کہیں گے کہ خدا کے رسول حق بات لے کر آئے تھے تو کیا وہ ہماری نجات کے لئے خدا سے سفارش کریں گے یا کم از کم پھر دنیا میں ہمیں بھیج دیا جائے گا کہ اب کے ہم سابقہ عمل کی طرح عمل نہ کریں۔ جیسے کہ فرمایا۔ کاش تم ان لوگوں کو دیکھتے جب کہ وہ دوزخ میں جھونکے جانے کے لئے دوزخ کے مُنہ پر کھڑے کئے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ کاش ہمیں پھر لوٹا دو، اب کے ہم قرآن کی تکذیب نہیں کریں اور مومن بنے رہیں گے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ اب انھیں معلوم ہو گیا ہے کہ کونسی بات پہلے سے ان کے دل میں چھپی ہوئی تھی۔ اور اگر دوبارہ وہ دنیا میں لوٹائے بھی جائیں تو پھر وہی کریں گے جس کی ممانعت کی گئی ہوگی، ان کی بات جھوٹ ہے کہ اب کے ایسا نہ کریں گے جیسا کہ یہاں فرمایا ہے کہ ان کے نفوس بڑے نقصان اور خسران میں پڑ گئے اور جو کچھ وہ افترا کرتے تھے سب ہوا ہو گیا۔ اور اب تو ہمیشہ کی دوزخ تلے پڑ گئی۔ ان کے بُت ان کی سفارش نہیں کر سکتے اور نہ ان کو عذاب سے چھڑا سکتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو

الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی

چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم

الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا

ہوا۔ چھپا دیتا ہے شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آ لیتی ہے

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ

اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس

بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ

کے حکم تابع ہیں۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بڑی خوبیوں سے بھرے

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾

ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ خدائے پاک زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا ہے جس کا قرآن میں کئی بار ذکر آیا ہے۔ وہ چھ دن یہ ہیں۔ اتوار۔ پیر۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ جمعہ۔ جمعہ ہی کے روز ساری مخلوق مجتمع ہوئی اور اسی روز آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔ ایام کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا دن، اِن دنوں کی طرح تھا جیسا کہ ذہن فوراً اِسی خیال کی طرف منتقل ہوتا ہے، یا یہ کہ ایک ہزار سال والا دن تھا۔ ابن عباس رضؓ کا خیال تھا کہ ہزار سال والا دن تھا۔ اب رہ گیا ہفتہ کا دن۔ اس دن کچھ پیدا نہیں کیا گیا، پیدائش اُس روز منقطع تھی۔ اسی لئے اس ساتویں دن یعنی ہفتہ کے دن کو یومُ السبت کہتے ہیں اور "سبت" کے معنی قطع کے ہیں۔ ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلعم نے میرا ہاتھ تھاما اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز زمین پیدا کی، اور اتوار کے روز پہاڑ پیدا کئے، اور پیر کے روز درخت پیدا کئے۔ بُرائیاں اور مکروہات منگل کے روز، نور بدھ کے روز، اور تمام جانور اور ذی رُوح جمعرات کے روز، اور آدم علیہ السلام کو عصر کے بعد بروز جمعہ آخری گھنٹے میں عصر اور مغرب کے درمیان۔ اس حدیث سے تو ساتوں دن مصروف ثابت ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ چھ دن مصروفیت کے تھے۔ اس لئے بخاری وغیرہ نے اِس حدیث کی صحت میں کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ابو ہریرہ رضؓ نے کعب احبار سے سُن کر کہہ دیا ہوگا واللہ اعلم۔ اِن چھ دن کی مصروفیت کے بعد وہ عرش پر جلوہ افروز ہو گیا۔ اِس مقام پر لوگوں نے بہت کچھ خیال آفرینیاں کی ہیں اور بہت خیالات دوڑائے ہیں جن کی تفصیل کا یہاں

کوئی موقع نہیں۔ ہم اس بارے میں صرف سلف صالحین کا مسلک اختیار کرتے ہیں۔ یعنی مالکؒ، اوزاعیؒ، ثوریؒ، لیث بن سعدؒ شافعیؒ، احمد اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ اور نئے پُرانے ائمۃ المسلمین۔ اور وہ مسلک یہ ہے کہ اس پر یقین کر لیا جائے بغیر کسی کیفیت و تشبیہ کے اور بغیر اس فوری خیال کی طرف ذہن لے جانے کے کہ جس سے تشبیہ کا عقیدہ ذہن میں آتا ہے اور جو صفاتِ خدا سے بعید ہے۔ غرض جو کچھ خدا نے فرمایا ہے بغیر اس پر کچھ خیال آرائی اور شُبہ کرنے کے تسلیم کر لیا جائے اور چون و چرا میں نہ پڑیں۔ کیونکہ اللہ پاک کسی شے کے مُشابے اور مُماثل نہیں ہے وہ سمیع اور بصیر ہے۔ جیساکہ مجتہدین نے فرمایا جن میں سے نعیم بن حماد الخزاعی بھی ہیں جو بخاری کے استاد ہیں کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق سے تشبیہ دی وہ کفر کا مرتکب ہو گیا۔ اور اللہ پاک نے جن صفات سے اپنے کو متصف فرمایا ہے اس سے انکار کیا تو کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جن باتوں سے اللہ کی توصیف نہیں کی، ویسی توصیف کرنا یہی تشبیہ ہے۔ اور جس نے اللہ کے لئے وہ اوصاف ثابت کئے جن کی صراحت آیاتِ الٰہی میں اور احادیثِ صحیحہ میں ہوئی ہے جو خدا کے جلال کو ثابت کرتی ہیں اور ہر نقائص سے اللہ کی ذات کو بَری کرتی ہیں، تو ایسا ہی شخص صحیح خیال پر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ ڈھانکتا ہے رات سے دن کو یعنی رات کی تاریکی دن کی روشنی سے اور دن کی روشنی رات کی تاریکی سے ڈھانک دیتا ہے اور اِس رات اور دن میں سے ہر ایک دوسرے کو بڑی تیزی سے پا لیتے ہیں۔ یعنی یہ ختم ہونے لگتا ہے تو وہ آدھمکتا ہے اور وہ رخصت ہونے لگتا ہے تو یہ فوراً آپہنچتا ہے۔ جیساکہ فرمایا: وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ الخ یعنی ان کے لئے اس میں نشانی ہے کہ رات کے ذریعہ دن کو پوست کنی ہوتی ہے اور یکایک تاریکی پھیل جاتی ہے اور سورج اپنی قرارگاہ کی طرف دَوڑتا ہے یہ عزیز علیم کا مقرر کردہ اصول

ہے۔ قمر کے ہم نے منازل قرار دے رکھے ہیں، وہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے حتّٰی کہ کسی روز کھجور کی سُوکھی ٹہنی کی طرح باریک ہو جاتا ہے۔ شمس سے یہ ناممکن ہے کہ وہ قمر سے آگے بڑھے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے ہر ایک اپنے مقررہ دائرہ اور مدار پر گردش کرتے رہتے ہیں۔ اِسی لئے يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ط فرمایا۔ بعض شمس و قمر کو نصب سے پڑھتے ہیں اور بعض رفع سے اور دونوں صورتوں میں معنی ایک ہی ہیں۔ یعنی سب چیزیں اس کے تحتِ تصرف میں اور اسی کی تسخیر و مشیئت کے اندر ہیں اسی لئے فرمایا اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔ یعنی ملک اور تصرّف اسی کا حق ہے تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ جیساکہ فرمایا: تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا الخ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عملِ صالح کر کے خدا کا شکر ادا نہ کرے بلکہ اپنی تعریف کرے اُس نے کفر کیا، اور اس کا عمل سلب کر لیا جائے گا اور جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ نے بندے کو اپنی کوئی حکومت یا قدرت منتقل کر دی ہے تو اس نے کفر کیا۔ کیونکہ فرمایا: اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ دعائے ماثورہ میں ہے کہ یُوں دُعا مانگا کرے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْمُلْكُ كُلُّهٗ وَلَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ط اِنَّهٗ

تم لوگ اپنے پروردگار سے دُعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی، واقعی اللہ تعالیٰ

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (۵۵) وَلَا تُفْسِدُوْا

ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جاویں۔ اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی درستی

فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ

کر دی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اس سے

خَوْفًا وَّطَمَعًا ط اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ

ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے

مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

نیک کام کرنے والوں سے۔

اللہ پاک اپنے بندوں کو دُعا کا طریقہ سکھاتا ہے جو دین اور دنیا میں ان کا سبب بن سکے۔ فرمایا کہ نہایت خلوص کے ساتھ مخفی طور پر دُعا کیا کرو۔ جیسا کہ فرمایا "رب کو اپنے دل میں یاد کیا کرو" لوگ بہت بلند آواز سے دُعائیں مانگنے لگے تھے۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا "اے لوگو! اپنے نفسوں پر رحم کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو جس سے تم دعا کر رہے ہو وہ قریب تر ہے وہ سُن رہا ہے" دُعا میں تذلل اور تضرع اختیار کرو اور عاجزی کے ساتھ مخفی طور پر دُعا مانگو، خشوعِ قلب حاصل رہے، اس کی وحدانیت کا یقین کامل ہو۔ ریاکاری کے طور پر بلند آواز سے دُعا نہیں مانگنا چاہئے۔ ریاکاری سے بچنے کے لئے پہلے کے لوگ اگرچہ حافظ ہوتے تھے لیکن لوگوں کو اس بات کا علم بھی نہیں ہوتا تھا ایک شخص بڑا فقیہہ اور عالم ہوتا اور لوگ اس کے علم سے واقف تک نہ ہوتے۔ لوگ رات کو اپنے گھروں میں لمبی لمبی نمازیں پڑھتے اور ان کے گھر میں مہمان ہوتے، مگر انھیں خبر تک نہ ہوتی۔ لیکن آجکل ہم ایسے لوگوں کو پاتے ہیں جو اگرچہ عبادت کو چُھپا کر کرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن ہمیشہ علانیہ کرتے دیکھے گئے ہیں۔ پہلے کے مسلمان جب دُعا مانگتے دیکھے جاتے تھے تو سوا گُھسر پُھسر کے ان کے مُنہ سے آواز سُنائی نہیں دیتی تھی کیونکہ اللہ کا حکم ہے کہ تضرع کے ساتھ اور مخفی طور پر دُعا مانگو۔ اللہ تعالے اپنے ایک برگزیدہ بندے کا ذکر فرماتا ہے کہ وہ جب اپنے رب کو پُکارتا تھا تو بہت ہی بلند آواز میں پُکارتا تھا۔ آواز کو بلند کرنا بہت ہی مکروہ ہے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ کی تفسیر میں ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ اِس سے مُراد یہ ہے کہ دُعا میں اپنی حد سے تجاوز کرنے کو خدا پسند نہیں کرتا۔ ابُو مجلز کہتے ہیں کہ منازلِ انبیاء حاصل ہونے کی دُعا نہ مانگا کرو۔ سعدؓ نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ یوں دُعا مانگ رہا ہے کہ اے خدا میں جنت اور جنت کی نعمتیں اور جنت کے ریشمیں کپڑے مانگتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں اور اس کی زنجیروں اور بیڑیوں سے۔ تو باپ نے کہا کہ تم نے خیر مانگنے میں بھی انتہا کر دی۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ زمانہ قریب میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دُعا کرنے میں حد سے آگے بڑھ جائیں گے اور وضو کرنے میں حد سے زیادہ پانی پھینکنے لگیں گے۔ اور پھر یہ آیت پڑھی: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا الخ تمھارے لئے تو صرف اِس قدر دُعا مانگنا کافی ہے کہ "اے اللہ میں تجھ سے جنت اور جنت سے قریب کرنے والے قول و عمل مانگتا ہوں اور دوزخ اور دوزخ سے قریب کرنے والے قول و فعل سے پناہ مانگتا ہوں" عبداللہ بن مغفل نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ یوں دُعا مانگ رہا ہے کہ "اے خدا! میں جنت کی سیدھی طرف کا سفید محل مانگتا ہوں" تو کہا اے بیٹے اللہ تعٰ سے صرف جنت کا سوال کر اور صرف دوزخ سے پناہ مانگ۔

اللہ پاک کا قول ہے کہ دنیا میں اَمن کی حالت کے بعد فساد نہ پیدا کرو کیونکہ امن کے بعد فساد بہت بُرا ہوتا ہے کیونکہ امور جب اپنی حالتِ امن پر چل رہے ہوں اور فساد ڈال دیا جائے تو بندے بڑے تباہ ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ پاک نے بَعْدَ اِصْلَاحِهَا کی قید لگائی اور دعا کو عاجزی کے ساتھ مانگنے کے لئے کہا ہے۔ اور فرمایا کہ وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ یعنی عذاب و عقاب سے ڈر کر اور خدا کی نعمت و ثواب کی طمع کر کے دعا مانگو۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے۔ یعنی اس کی رحمت نیکوکاروں کے انتظار میں ہے۔ جو لوگ اَمرِ خداوندی کی پیروی کرتے ہیں اور زواجر و منہیات سے باز رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ الخ رحمۃ اللہ قریب فرمایا ہے "قَرِيْبَةٌ" نہیں فرمایا۔ حالانکہ رحمت مُونث ہے تو صیغہ بھی مونث ہونا چاہئے تھا۔ اس کی وجہ یہ کہ رحمت کو ثواب کے معنی میں لے کر معنوی طور پر اس کو مذکر

قرار دیا اور اس لئے بھی کہ ذاتِ خداوندی کی طرف اس کی اضافت ہوئی ہے۔ طاعت کے سبب محسنین کو خدا کے وعدوں کا سہارا مِل گیا ہے اور وہ خدا کی رحمت سے قریب ہو گئے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ

اور وہ ایسا ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش

رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا

کر دیتی ہیں۔ یہانتک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اُٹھا لیتی ہیں تو ہم

سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ

اُس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لیجاتے ہیں پھر اُس بادل سے پانی برساتے ہیں

فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ كَذَٰلِكَ

پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔ یُوں ہی ہم

نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٧﴾ وَ

مُردوں کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم سمجھو۔ اور

الْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ

جو ستھری سرزمین ہوتی ہے اُس کا پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتا ہے

وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ

اور جو خراب ہے اس کا پیداوار بہت کم نکلتا ہے۔ اسی طرح ہم دلائل کو طرح

كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ﴿٥٨﴾ ع ۵ ۱۴

طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو قدر کرتے ہیں۔

اللہ پاک جب اس ذکر سے فارغ ہو چکا کہ وہ خالق ارض و سما ہے۔ متصرف اور حاکم و مدبّر ہے اور دُعا مانگنے کے طریقہ کی بھی جب تعلیم دے دی، تو اب اِس بات سے آگاہ فرماتا ہے کہ وُہی رازق ہے، مَرنے والے کو وہی قیامت کے روز اُٹھائے گا۔ ہواؤں کو وُہی بھیجتا ہے کہ پانی بھرے بادلوں کو ہر چہار طرف پھیلائیں بعض نے نُشْرًا کو بُشْرًا پڑھا ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ وَمِنْ آيَاتِهِ أَن يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ یعنی ہوائیں بارش کی بشارت دیتی ہیں ارشاد ہوتا ہے بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ یہاں رحمت سے مُراد بارش ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ لوگوں کے نا امید ہو چکنے کے بعد وہ بادل کو بھیجتا ہے جو اس کی رحمت کو برساتے ہیں یعنی پانی کو۔ اور فرمایا کہ خدا کے آثارِ رحمت پر نظر ڈالو کہ زمین کے مُردہ ہو جانے کے بعد کس طرح اس کو زندہ کر دیتا ہے اسی طرح وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اور ارشاد ہوتا ہے حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا یعنی ہوائیں بوجھل بادلوں کو اُٹھائے ہوتی ہیں۔ کیوں کہ انہیں وزن دار پانی ہوتا ہے، جو زمین سے قریب تر ہوتی ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ اور ہم مُردہ اور قحط زدہ خشک زمین کو سیراب کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا اس لئے ارشاد ہوتا ہے فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ۔ یعنی جس طرح ہم زمین کو اس کے مر جانے کے بعد زندہ کرتے ہیں، اسی طرح اجسام کو خاک ہو جانے کے بعد بھی بروز قیامت زندہ کریں گے۔ اللہ پاک آسمان سے پانی برسائے گا اور چالیس دن تک زمین پر بارش ہوتی رہے گی اور کالبدہائے انسانی اپنے اپنے قبور سے اِس طرح اُٹھنے لگیں گے جیسے کہ زمین سے دانہ اُگنے لگتا ہے۔ اِس مضمون کی آیتیں قرآن میں کثرت سے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے قیامت کے روز بہ طور مثال ذکر فرمایا ہے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ اِس غرض سے شاید تم نصیحت و عبرت حاصل کرو۔ وقولہ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ اچھی زمین پر خدا کے حکم سے نباتات اُگتے ہیں۔ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ اور جو خراب زمین ہے جیسے سنگلاخ اور ریتلی اِس سے ویسی ہی پیداوار ہوگی یا نہ ہوگی۔ یہ بات مومن اور کافر کے لئے بہ طور مثال بیان کی گئی ہے۔ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے اللہ نے جو علم و ہدایت دے کر بھیجا ہے اُس کی مثال اس ابر کے جیسی ہے جو زمین پر برسے۔ چنانچہ جو زرخیز زمین ہوتی ہے وہ پانی کو قبول

کرتی ہے اور سبزہ اور پیداوار اُگاتی ہے اور اُس سے اللہ
لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ لوگ پیتے سیراب ہوتے اور زراعت
کرتے ہیں اور ایک دوسری زمین ہوتی ہے چٹیل بنجر
زمین کہ پانی ڈھل جاتا ہے، گھانس اور سبزہ نہیں اُگتا۔
یہ اُن دو قسم کے لوگوں کی مثالیں ہیں کہ ایک نے علم سیکھا،
دینِ الٰہی سے واقف ہوا اور میرے مبعوث ہونے سے فائدہ
اُٹھالیا اور ایک وہ ہوتا ہے جس نے کچھ نہ سیکھا نہ خدا کی
ہدایت حاصل کی، جو میری معرفت بھیجی گئی ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ

ہم نے نوح کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا سو انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ

تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں مجھ کو

اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾

تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ

اُن کی قوم کے آبرودار لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ

ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں تو ذرا بھی

ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾

غلطی نہیں لیکن میں پروردگارِ عالم کا رسول ہوں۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَ

تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیرخواہی کرتا ہوں اور

اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

میں خدا کی طرف سے اُن اُمور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔

اللہ پاک جب اوّل سورۃ میں آدم علیہ السلام اور اُن سے
متعلقات کا قصہ بیان کر چکا تو انبیاء علیہم السلام کے
کے قصے بیان فرماتا ہے۔ ابتدا ذکرِ نوح ؑ سے فرمائی جاتی ہے

کیونکہ آپ ہی سب سے پہلے رسول ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے آدم ؑ
کے بعد دنیا میں بھیجا۔ وہ نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ
ہیں۔ اخنوخ ہی کا نام ادریس نبی ہے۔ انھیں کے بارے میں
کہا گیا ہے کہ فنِ تحریر انھیں نے ایجاد کیا۔ اخنوخ بن برد بن
مہلیل بن قینن بن یانش بن شیث بن آدم ؑ۔ کسی نبی ؑ نے
ایسی تکلیفیں نہیں اُٹھائیں جیسی نوح ؑ نے۔ ہاں بعض نبی قتل
بھی کئے گئے ہیں۔ نوح ؑ اپنے نفس پر بہت نوحہ کرتے تھے
اسی لئے نوح ان کا نام پڑ گیا۔ آدم ؑ سے زمانۂ نوح ؑ تک دس
صدیاں گزری ہیں۔ یہ سب اصولِ اسلام و توحید پر تھے۔
علمائے تفسیر کہتے ہیں کہ اصنام پرستی کی ابتدا یوں ہوئی کہ
وہ لوگ جو صالحین تھے جب مر گئے تو اُن کے معتقدین نے
اُن کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان کی تصویریں بنا کر
اس میں رکھنے لگے تاکہ انھیں دیکھ کر ان کی حالت اور
عبادت کو یاد کرتے رہیں اور انھیں کے جیسے بننے کی کوشش
کرتے رہیں۔ جب کچھ زمانہ گزر گیا تو اُن تصویروں کے بجائے
اُن کے پتلے بنا دیئے گئے۔ کچھ دنوں بعد ان پتلوں کا احترام
کرنے لگے اور پرستش ہونے لگی۔ ان پتلوں کے نام بھی انھیں
صالحین کے نام تھے۔ یعنی وُدّ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔
نسر۔ وغیرہ جب یہ مجسمہ پرستی بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے
نوح ؑ کو بھیجا کہ پرستش صرف اللہ واحد کی کیجائے کہ "اے
قوم عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو، اس کے سوا اقتدار اور
کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر خدا کا عذاب
عظیم نازل ہو جائے" تو ان کی قوم نے جواب دیا کہ ہمارے
آباؤ اجداد بھی ایسا ہی کرتے تھے، تم ان کی پرستش سے
ہمیں روکتے ہو۔ ہم تو تم کو اس بارے میں بڑی غلطی اور
گمراہی میں سمجھتے ہیں۔ آج کل کے فجار کا یہی حال ہے کہ وہ
خود نیکوکاروں پر گمراہی کا الزام لگاتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا
کہ اِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَضَاۗلُّوْنَ یعنی
یہ بدکار جب نیکوکاروں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ گمراہ

ع ۱۵

ہوگئے ہیں اور کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ اگر اس کی بات درست ہوتی تو ان سے پہلے ہمیں اس کو اختیار کرتے۔ اور چونکہ خود انھوں نے ہدایت نہیں پائی تھی، تو کہنے لگے کہ گمراہ تو یہ خود ہیں۔ اور جھوٹ بولتے ہیں۔ اس قسم کی بہت آیتیں ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ نوح ؑ کہتے ہیں کہ اے لوگو! میں گمراہ نہیں ہوگیا ہوں۔ میں وہ پیام پہنچا رہا ہوں جو خاص خدا نے بھیجا ہے۔ میں تمھارا خیر خواہ ہوں۔ مجھے خدا کی طرف سے وہ علم ہے جو تمھیں نہیں ہے۔ رسول کی یہی شان ہوا کرتی ہے کہ وہ ایک فصیح و بلیغ اور ناصح مبلغ ہو۔ اللہ کی مخلوقات میں اِن صفات سے متصف دوسرے نہیں ہوا کرتے۔ جیسا کہ حضرت ؐ نے اپنے اصحاب سے یوم عرفہ میں فرمایا جہاں ہزاروں لوگ جمع رہتے ہیں کہ " اے لوگو! تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا اور میرے اَدائے فریضہ کی تم سے تصدیق طلب کی جائے گی تو تم کیا کہوگے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم اس کی گواہی دینے کے لئے تیار ہیں کہ آپ نے حقِ تبلیغ و خیر خواہی اَدا کر دیا اور رسالت کا فریضہ پورا کیا۔ تو آپ نے اپنی اُنگلی آسمان کی طرف اُٹھائی۔ پھر ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ " اے خدا! گواہ رہ، گواہ رہ کہ یہ میری تصدیق کر رہے ہیں۔

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس ایک

عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا

ایسے شخص کی معرفت جو تمھاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص

وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ

تم کو ڈرائے اور تاکہ تم ڈر جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ سو وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ

رہے تو ہم نے نوح کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا اور

وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا

كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾

بے شک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔

اللہ پاک نوح علیہ السلام سے متعلق فرماتا ہے کہ تمھیں اس بات پر تعجب کیوں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے کسی آدمی پر وحی بھیجتا ہے۔ یہ تو تم پر لطف و کرم ہے۔ وہ تم کو خدا سے ڈراتا ہے۔ تاکہ تم خدا کے عذاب سے دور رہو اور شرک نہ کرو۔ شاید کہ تم پر رحم و کرم ہو جائے۔ لیکن قوم نے نوح کو جھٹلا دیا نوح کی مخالفت کرنے لگے۔ اور بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لائے۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ ہم نے نوح اور اس کے ساتھیوں کو کشتی میں بٹھا کر نجات دی اور ہماری تکذیب کرنے والوں کو غرق کر دیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ اپنے گناہوں کے سبب وہ غرق کر دئے گئے اور دوزخ میں جھونکے گئے۔ اب خدا کے سوا کون ان کا مددگار ہوسکتا تھا یہ لوگ اندھے تھے کہ حق چیز کو دیکھ ہی نہیں سکتے تھے۔ اِس قصہ میں اللہ نے بیان فرما دیا ہے کہ خدا کے دوستوں سے دشمنی کرنے کی کیسی سزا ملی، رسول اور مومنین نجات پا گئے۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں غلبہ اور کامیابی نیکوں ہی کو حاصل ہے خواہ دنیا میں یا عاقبت میں ہوں۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ قوم نوح اتنی کثیر تھی کہ شہر اور جنگل بھر گئے تھے۔ ہر حصۂ زمین پر ان کا قبضہ تھا۔ نوح ؑ کے ساتھ نجات پانے والے اسّی لوگ تھے انھیں میں سے ایک جرہم تھا جس کی زبان عربی تھی۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انھوں نے فرمایا اے میری قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا

تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں، سو کیا تم نہیں

تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ڈرتے۔ ان کی قوم میں جو آبرو دار لوگ کافر تھے انھوں نے کہا کہ

مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِىْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا

ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں اور ہم بے شک

لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ

تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم

لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ

مجھ میں ذرا کم عقلی نہیں لیکن میں پروردگارِ عالم کا بھیجا ہوا

رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ

پیغمبر ہوں۔ تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں

وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبْتُمْ

اور میں تمھارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو

اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ

کہ تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمھاری ہی جنس کا ہے کوئی

مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ

نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے۔ اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو

خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي

قوم نوح کے بعد آباد کیا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ

الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ

زیادہ دیا۔ سو خدا کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

تم کو فلاح ہو۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس طرح ہم نے قوم نوح کی طرف رسول بھیجا تھا۔ قوم عاد کی طرف بھی انھیں کے ایک شخص ہودؑ کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔ یہ عاد بن ارم کی اولاد تھے بڑے بڑے مکانات میں رہتے تھے جیسے کہ فرمایا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ قوم عاد کو خدا نے کیسی سزا دی۔ ان کے مکان اور باغ بڑے بڑے ستون والے تھے۔ شہروں میں ایسے بڑے مکانات کہیں بھی نہیں تھے اور یہ ان کی زبردست قوتِ جسمانی کی دلیل تھی۔ جیسا کہ فرمایا کہ لیکن قوم عاد فخر و ناز میں پڑگئی، ناحق غرور کرنے لگی اور کھلا دعویٰ کرنے لگی کہ ہم سے بڑھ کر قوی کون ہے؟ کیا انھوں نے اِس پر غور نہیں کیا کہ خدا جس نے انھیں پیدا کیا ہے، وہ ان سے زیادہ قوی ہے۔ وہ ہماری آیتوں اور معجزوں کا انکار کرتے تھے۔ ان کے مساکن ملک یمن میں احقاف میں تھے اور وہ ایک ریگستانی اور پہاڑی قوم ہے۔ حضرت علی رضؓ نے حضرموت کے رہنے والے ایک آدمی سے کہا کہ کیا تم نے سرزمین حضرموت میں کوئی سرخ ٹیلہ دیکھا جس کی مٹی سرخ ہے۔ اِس ٹیلے کے فلاں فلاں کنارے پر بیری اور پیلو کے بہ کثرت درخت ہیں۔ اُس نے کہا ہاں، اے امیر المومنین! خدا کی قسم آپ تو اِس طرح بتا رہے ہیں جیسے کسی نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ آپ نے فرمایا دیکھا تو نہیں، لیکن مجھے ایسی حدیث پہنچی ہے۔ اس نے کہا، یا امیر المومنین آپ اِس بارے میں کیا فرمانا چاہتے تھے؟ آپ نے کہا۔ یہیں ہودؑ علیہ السلام کی قبر ہے۔ اِس حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ قوم عاد کے مساکن یمن میں تھے، اور ہود علیہ السلام وہیں مدفون ہیں۔ ہودؑ اپنی قوم میں اشرف ترین خاندان سے تھے۔ سارے رسول افضل القبائل ہوتے ہیں لیکن ہودؑ کی قوم جسمانی حیثیت سے جس طرح بڑی سخت تھی دل بھی ان کا ایسا ہی سخت تھا اور حق کی تکذیب سب امتوں سے بڑھ کر انھوں نے کی، اسی لئے ہودؑ ان کو خدائے واحد کی عبادت اور اطاعت کی طرف بلاتے تھے۔ لیکن ہودؑ کی اس کافر جماعت نے یہ کہا کہ "اے ہود! ہم تو تمھیں بڑا بے سمجھ اور گمراہ پاتے ہیں کہ ہم کو ترکِ عبادتِ اصنام کی دعوت دیتے ہو اور ایک خدا کی عبادت کا مشورہ دیتے ہو" جیسا کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی دعوت پر تعجب کیا تھا کہ کیا اس نے اتنے سارے خداؤں کو ایک خدا بنا کر رکھ دیا ہے۔ غرض ہودؑ نے ان سے کہا کہ اے لوگو! مجھ میں بے سمجھی نہیں ہے، بلکہ میں خدا کا رسول ہوں، رب کی طرف سے حق بات لے کر آیا ہوں۔ ہر چیز خدا ہی نے پیدا کی ہے وہ ہر شئے کا رب ہے۔ میں رب کے پیغامات تم

پہنچا رہا ہوں۔ میں تمھارا صحیح معنی میں خیر خواہ ہوں۔ یہی وہ صفات ہیں جن سے رسول متّصف رہتے ہیں۔ یعنی نصیحت اور امانت۔ اگر تمھارے ہی ایک آدمی پر وحی آئی اور تمھاری ہی بہتری کی خاطر اُس نے تم تک پہنچائی، تو اس میں تعجب کیوں کرتے ہو؟ بلکہ یہ تو تمھارے لئے شکر کی جگہ ہے اور یہ تو خدا کا احسان مانو کہ اس نے قومِ نوح کے بعد تم کو ان کی جگہ دی اور وہ قوم تو ہلاک ہوگئی جس نے اپنے رسول کا کہا نہیں مانا تھا اور پھر یہ کہ جسمانی حیثیت سے تم کو بہت ہی توانا بنایا ہے۔ تم دوسری قوموں کی بہ نسبت بہت دراز قامت ہو اور چوڑے چکلے ہو۔ اِسی قسم کا ذکر اللہ نے قصّہ طالوت میں کیا ہے کہ علمی اور جسمانی قوت میں طالوت بہت ہی خصوصیت رکھتے تھے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو، اس کے احسانات کو زیرِ غور لاؤ، شاید کہ تمھیں فلاح نصیب ہو۔ ع ۹

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ

وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہو کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کیا کریں اور

نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا

جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ہم اُن کو چھوڑ دیں۔ اور ہم کو جس عذاب کی دھمکی

تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ

دیتے ہو اُس کو ہمارے پاس منگوا دو اگر تم سچے ہو۔ انھوں نے فرمایا

قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ

کہ بس اب تم پر خدا کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی

غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَا

چاہتا ہے۔ کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمھارے

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا

باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے اُن کے معبود ہونے کی خدا نے کوئی

مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ

دلیل نہیں بھیجی۔ سو تم منتظر رہو میں بھی تمھارے ساتھ

مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ

انتظار کر رہا ہوں۔ غرض ہم نے اُن کو اور

الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ

اُن کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا

دی جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾

لانے والے نہ تھے۔

اللہ پاک خبر دے رہا ہے کہ یہ کفار ہود کے ساتھ کس طرح انکار اور طغیان و عناد سے پیش آئے اور کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اسی لئے ہو کہ ہم ایک خدا کی عبادت کریں۔ اور ہمارے آبا و اجداد جن کی عبادت کرتے تھے، ان سب کو چھوڑ دیں! اچھا اگر تم سچے ہو تو جن عذابوں سے ڈرا رہے ہو، لا نازل کرو۔ جیسا کہ کفارِ قریش کہتے ہیں کہ اگر عذاب کی تمھاری یہی دھمکی سچ ہے تو آسمان سے پتھر برسا لو اور عذابِ الیم میں ہمیں ماخوذ کر ہی لو۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ لوگ اصنام کی پرستش کرتے تھے۔ ایک صنم کا نام تھا صمد اور دوسرے کا نام تھا صمود، اور ایک کا نام تھا ھبا۔ اسی لئے ہود علیہ السلام نے کہا کہ تمھارے اس کہنے کی وجہ سے تم پر خدا کا غضب واجب ہوچکا ہے۔ کہا گیا ہے کہ رِجْسٌ اُلٹ ہے رِجْز کا۔ اور کیا تم مجھ سے ان اصنام کے بارے میں جھگڑتے ہو جن کے نام خود تم نے یا تمھارے اسلاف نے رکھ لئے ہیں۔ یہ اصنام تو نہ نفع پہنچاتے ہیں نہ ضرر، اور نہ خدا ہی نے ان کی عبادت کی تمھیں کوئی سند دی ہے نہ اس بات کی کوئی دلیل ہے۔ اگر یہی بات ہے تو اچھا عذاب کے منتظر رہو، تمھارے ساتھ میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ یہ رسول کی طرف سے اپنی قوم کو بڑی زبردست تہدید ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی ارشاد ہوتا ہے کہ، ہم نے ہود کو تو بچا لیا اور ان کے ساتھیوں

کو بھی اور جو ہود پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی ان کا قصہ ہی پاک کر دیا۔ ان کی ہلاکت کے واقعات قرآن میں دوسرے مقامات پر اس طرح مذکور ہیں کہ اُن پر ایک سخت آندھی بھیجی گئی اور جن تک وہ پہنچی اس کو تہس نہس کرکے رکھ دیا۔ جیساکہ ایک دوسری آیت میں ہے کہ عاد ایک ہوائے صرصر کے ذریعہ ہلاک کردیئے گئے۔ یہ آندھی آٹھ دن اور سات راتوں تک چلتی رہی۔ یہ سرکش لوگ ایسے مرے پڑے تھے جیسے کھجور کے درختوں کے تنے الگ ہوں اور شاخیں الگ ہوں۔ ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ ان کی سرکشی کے سبب ایک زبردست آندھی بھیج کر اللہ نے انھیں ہلاک کردیا۔ ہوا اُن کو آسمان پر لے اُڑتی تھی پھر سر کے بل زمین پر گرادیتی تھی۔ سر ٹوٹ کر دھڑ سے الگ ہوجاتا تھا۔ اِسی لئے فرمایا کہ درخت خرما کے تنے کے مانند ہوگئے تھے۔ جن کی ڈالیاں اور سرے خالی ہوں۔ یہ لوگ ملک یمن میں عمان وحضرموت کے درمیان رہتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ساری سرزمین میں دُور دور پھیل گئے اور اپنی قوت کے مظاہرہ میں لوگوں پر ظلم وزبردستی کرنے لگے تھے۔ یہ بُتوں کو پُوجتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ہود علیہ السلام کو بھیجا اور وہ بہ لحاظ نسب ان سب میں شریف تر تھے۔ ان کی تاکید تھی کہ خدا کو واحد قرار دیں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں، لوگوں پر ظلم کرنے سے باز آئیں۔ لیکن انھوں نے انکار کیا۔ ان کی تکذیب کی اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر طاقتور کون ہے۔ دوسرے لوگوں نے بھی ان کی پیروی کی۔ ہود علیہ السلام پر ایمان لانے والے لوگ بہت تھوڑے تھے۔ جب عاد نے اس طرح سرکشی سے کام لیا اور دنیا میں فساد مچاتے پھرنے لگے اور بلاضرورت بڑی بڑی عمارتیں اور محل بنانے لگے تو ہود ان سے یوں مخاطب ہوئے کہ تم لوگ ہر جگہ بلاضرورت مکانات بناتے ہو اور ایسے مستحکم محل بناتے ہو گویا تمھیں یہاں ہمیشہ ہی رہنا ہے، اور جب تم کسی پر تسلط پاتے ہو تو بڑی سختی کرتے ہو، خدا سے

ڈرو۔ میری سُنو! تو وہ کہنے لگے، اے ہود! تم ایک بے دلیل آدمی ہو تمھارے کہنے سے ہم اپنے خداؤں کو نہیں چھوڑ سکتے اور ہم تم پر ایمان نہیں لاسکتے۔ ہماری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ تم پر ہمارے کسی خدا کی رجعت پڑی ہے کہ دیوانے ہوگئے ہو۔ ہود نے کہا۔ میں خدا کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تمھاری مشرکانہ ذہنیت سے میں بالکل بری ہوں، اب تم سب مل کر میرے ساتھ جو چال چلنا چاہتے ہو چلو اور مجھے مُہلت تک نہ دو۔ میرا بھروسہ خدا پر ہے وہ میرا اور تمھارا بھی رب ہے۔ تم کو کیا کوئی جانور بھی ایسا نہیں جو اس کی گرفت میں نہ ہو۔ میرا رب جو کچھ کہتا ہے ٹھیک کہتا ہے یہ لوگ جب کفر پر بالکل ہی اَڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے تین برس تک ان سے بارش روک رکھی۔ وہ سخت فتنہ میں مبتلا ہوگئے اور اس طرح جب وہ کسی سخت آفت میں مبتلا ہوجایا کرتے تھے تو خدا سے کشادکاری کی دُعائیں مانگنے لگتے اور ان کا یہ دستور تھا کہ کسی کو بیت اللہ بھیجتے۔ اس زمانے میں مکہ میں ان کے قبیلہ کے چند لوگ عمالیق سکونت پذیر تھے اور یہ عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح کی نسل سے تھے اس قبیلہ کا سردار ان دنوں وہاں معاویہ بن بکر نامی ایک شخص تھا۔ اُس کی ماں قوم عاد میں سے تھی اس کا نام جلہذہ تھا۔ خبیری کی بیٹی تھی۔ چنانچہ قوم عاد نے ستّر آدمیوں کا ایک وفد حرم کی طرف بھیجا تاکہ کعبۃ اللہ میں جاکر پانی برسنے کی دُعا کریں، یہ لوگ اپنے قبیلہ والے معاویہ بن بکر کے پاس مکے سے باہر ٹھہرے، ایک مہینہ تک اس کے پاس قیام کیا۔ شرابیں پیتے اور اس کے پاس دو مغنیہ کنیزوں کے گانے سُنتے رہتے۔ مہینہ بھر تک ان کا قیام طویل ہوگیا ادھر معاویہؓ اپنی قوم عاد کی پریشان حالی اور قحط کے سبب دل بہت زیادہ تنگ تھا لیکن مہمان سے رخصت ہونے کے لئے کہنے سے شرم کرتا تھا۔ چند شعر بنائے اور ان مغنیات کو کہا کہ یہ اشعار ان کے سامنے گائیں، وہ یہ تھے۔ اے قیل تجھ پر افسوس اُٹھ، جا دُعا مانگ۔ شاید کہ اللہ بادلوں کو برسنے

کے لئے بھیج دیئے تاکہ سر زمینِ عاد سیراب ہو جائے کیونکہ قومِ عاد کی حالت تو اب یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بات تک اچھی طرح نہیں کر سکتے۔ پیاس سے دَم نکل رہا ہے بوڑھے اور جوان کسی کو زندگی کی آس باقی نہیں رہی، ان کی عورتوں کی بھی خیر نہیں۔ وہ بھوک پیاس سے بے سُدھ ہو گئی ہیں وحوش کھلے بندوں ان کی بستیوں میں گھُس آتے ہیں کیونکہ کسی اہلِ عاد سے اُنھیں خوف نہیں رہا کہ تیر مار کر انھیں ہلاک کریں گے کیونکہ تیر چلانے کی قوت ہی نہیں رہی ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ ان کے روز وشب اب ختم ہی ہو رہے ہیں کسی قوم کا وفد تم جیسا منحوس وفد نہ ہوگا۔ تم پر خدا کی پھٹکار ہو۔ یہ سُن کر اس وفد کے لوگوں کو احساس ہوا۔ کعبۃ اللہ پہنچ گئے اور اپنی قوم کے لئے دُعا مانگنے لگے اس وفد کے سرکردہ کا نام قَیل تھا۔ خدا کی قدرت سے تین ابر ظاہر ہوئے، ایک سفید ایک کالا ایک سُرخ۔ آسمان سے ایک ندا سنائی دی کہ اپنی قوم کے لئے ان تینوں میں سے ایک ابر پسند کر لے قَیل نے کہا میں یہ سیاہ ابر پسند کرتا ہوں سیاہ ابر بہت برسنے والا ہوتا ہے۔ ندا آئی کہ تو نے تو راکھ اور خاک کو پسند کیا ہے قومِ عاد سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔ یہ ابر تو نہ باپ کو چھوڑے گا نہ بیٹے کو سب کو برباد کر کے رکھ دے گا لیکن عاد کا قبیلہ بنی الوذیۃ البتہ محفوظ رہے گا۔ عاد کا یہ قبیلہ مکہ میں قیام پذیر تھا اس پر کچھ آنچ نہ آئی، ساری قوم عاد تباہ ہو گئی جو لوگ بچ گئے وہ اسی قوم کے قبیلہ بنی الوذیۃ والے تھے اس کی نسل اور ذریت سے وہ قوم باقی رہی جس کو عادِ ثانی کہتے ہیں کہتے ہیں کہ اللہ نے ایک کالا ابر بھیجا جس کو قَیل نے پسند کیا تھا اور یہی اس قوم کے عذاب کا سبب بنا۔ مغیث نامی ایک وادی سے اُٹھا، لوگوں نے اس کو دیکھا تو خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو برسنے والا ابر ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس بادل کو ہوا زوروں سے بہاتی ہوئی لائی، اس میں عذاب الیم تھا جو ہر شے کو ہلاک کر دے۔ اس ابر کے اندر ایک شے جس کو سب سے پہلے دیکھا وہ ایک عورت تھی جس کا نام ہمید تھا۔ اُس

نے اس ابر کے اندر جو کچھ دیکھا اس کے سبب بے ہوش ہو کر گر گئی ہوش میں آئی تو کہا کہ اس ابر کے اندر آگ کے شعلے تھے۔ کچھ لوگ دکھائی دیئے جو ان شعلوں کو کھینچے لا رہے ہیں۔ چنانچہ سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ پانی برستا رہا اور کوئی عادی ہلاک ہونے سے نہیں بچا۔ ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی مومنین یہاں سے ہٹ گئے تھے اور ایک کھیت میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ وہاں انھیں کوئی گزند نہیں پہنچا۔ باغ کی ٹھنڈی ہوا ان کے جسموں کو چھوتی رہی اور روح کو تازگی بخشتی رہی لیکن قومِ عاد پر یہ بادو باراں سنگ باری کرتا رہا، ان کے سر ٹوٹتے رہے۔ اِس قصہ کا ذکر بہت طویل ہے اور سیاقِ عبارت بھی عجیب ہے۔ اِس سے کئی نتیجے بھی نکلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہمارا عذاب آ ہی پہنچا تو ہم نے ہود کو بچا لیا، اور ان کے ساتھ کے مومنین کو بھی۔ عذابِ الیم سے وہ محفوظ رہے حارث البکری سے روایت ہے کہ علاء بن الحضرمی کی شکایت لے کر میں رسول اللہ ؐ کے پاس جا رہا تھا اور اقوامِ ربذہ پر سے گزر رہا تھا کہ بنی تمیم کی ایک بڑھیا جو اس قبیلہ سے چھوٹ گئی تھی اور اکیلی ہو گئی تھی کہنے لگی، اے خدا کے بندے مجھے رسولِ خدا کی طرف لے چل، مجھے آپ سے کام ہے۔ چنانچہ میں نے اس کو اونٹ پر بٹھا لیا اور مدینے آیا۔ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی اور ایک سیاہ علم بلند تھا۔ بلال رضؓ اپنی تلوار لٹکائے رسول اللہ ؐ کے سامنے کھڑے تھے۔ میں نے پوچھا یہ لوگ کیسے جمع ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ عمرو بن العاص کی سرکردگی میں لشکر بھیجا جا رہا ہے۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ اپنے کمرے میں داخل ہوئے، میں نے حاضری کی اجازت طلب کی، مجھے اجازت دی۔ میں نے آکر سلام کیا۔ مجھ سے کہنے لگے کہ کیا تم میں اور بنی تمیم میں کوئی رنجش ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں مجھے ان سے شکایت ہے اور الزام انھیں پر ہے۔ اب میں آپ کے پاس آ رہا تھا کہ راستہ میں ایک بڑھیا مل گئی قبیلہ بنی تمیم کی ہے جو ان سے چھوٹ گئی تھی۔ مجھ سے کہنے لگی کہ مجھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کام ہے مجھے لے چلو۔ چنانچہ وہ بھی دروازے پر کھڑی ہے۔ تو آپ نے اُسے بھی بلالیا۔ وہ آگئی میں نے کہا یا رسول اللہ ہم میں اور بنو تمیم میں آڑ کردیجئے۔ یہ سُنکر قبیلۂ بنی تمیم کی اس بڑھیا کو حمیت پیدا ہوئی اور تیز ہوکر بولی کہ "یا رسول اللہ! پھر آپ کے پریشان حال کہاں پناہ لیں گے"۔ میں کہنے لگا ارے میری مثال تو اس ضرب المثل کی سی ہوگئی کہ بکری اپنی موت آپ کھینچ لائی۔ میں اس بڑھیا کو سوار کرکے لے آیا مجھے کیا خبر تھی کہ یہ میری دشمن ثابت ہوگی۔ میں خدا کے پاس اور رسول کے پاس پناہ لیتا ہوں، اِس بات سے کہ وفدِ قومِ عاد کی طرح بن جاؤں۔ تو آپ نے فرمایا کہ وفدِ عاد کا کیا قصہ ہے، حالانکہ آپ مجھ سے بہتر جانتے تھے لیکن مجھ سے سننے کے خواہشمند تھے۔ میں نے کہا کہ قومِ عاد قحط میں مبتلا ہوگئی تھی۔ چنانچہ انھوں نے اپنا ایک وفد مکّہ بھیجا وفد کے قائد کا نام قیل تھا۔ وہ مکّے آکر معاویہ بن بکر کے پاس ٹھہرے، ایک مہینہ قیام کیا شراب پیتے رہے جرادتان نامی دو لونڈیوں کا گانا سُنتے رہے۔ پھر سردار وفد قیل مہرہ کی پہاڑیوں کی طرف نکلا اور دُعا کی کہ اے خدا تو جانتا ہے کہ میں نہ کسی مریض کی دُعائے صحت کے لئے نہیں آیا ہوں نہ کسی قیدی کے چھڑانے کے لئے فدیہ مانگتا ہوں، بلکہ اے خدا عاد کو پانی دے۔ چنانچہ بحکمِ خدا تین ابر نمایاں ہوئے ندا آئی کہ ابر کو اختیار کرلے اس نے سیاہ ابر کا انتخاب کیا۔ ندا آئی کہ تجھ کو تو خاک ملے گی قومِ عاد کا کوئی فرد باقی نہیں رہے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک آندھی بھیجی جو خزانہ باد میں گویا اتنی ہی تھی جتنا کہ میری اِس انگوٹھی کا دائرہ ہے جس سے یہ ساری قوم تباہ ہوگئی۔ اب عرب کے لوگ جب کسی وفد کو بھیجتے ہیں تو بہ طور ضرب المثل کہتے ہیں کہ وفدِ عاد کی طرح نہ ہوجانا امام احمدؒ نے اپنی مُسند میں اس کو بیان کیا ہے اور ترمذیؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ واللہُ اعلم۔

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ انھوں نے فرمایا اے میری قوم!

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ

تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس

جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ

تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے۔ یہ اونٹنی ہے اللہ تعالیٰ کی

لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ

جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اُس کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ

اور اُس کو بُرائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو دردناک عذاب

اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ

آپکڑے۔ اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد

مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ

کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو ٹھکانہ دیا کہ

تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ

نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو

الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا

تراش تراش کر اُن میں گھر بناتے ہو۔ سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین

تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ

میں فساد مت پھیلاؤ۔ ان کی

الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ

قوم میں جو متکبر سردار تھے اُنھوں نے غریب لوگوں سے

اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ

جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا کہ کیا تم کو اِس

اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا

بات کا یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ بیشک

بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ

ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو اُن کو دیکر بھیجا گیا ہے۔ وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ

اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾

تم جس چیز پر یقین لائے ہوئے ہو ہم تو اُس کے مُنکر ہیں۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ

غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی

وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ

اور کہنے لگے کہ اے صالح جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو منگوائیے

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

اگر آپ پیغمبر ہیں۔ پس آپکڑا ان کو زلزلہ نے

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾

سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔

ابراہیم خلیل اللہ سے پہلے عرب قدیم کے جو قبائل تھے انھیں میں سے ثمود بھی تھے جو قوم عاد کے بعد ہوئے۔ حجاز و شام کے درمیان وادی قریٰ اور اس کے اطراف ان کے مساکن مشہور ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۹ھ ہجری میں تبوکؔ کی طرف جا رہے تھے تو ان کے مساکن اور دیار پر سے گزرے۔ ایک مقام تھا حجرؔ نامی یہاں ثمودؔ کی بستی تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب سمیت یہاں فروکش ہوئے تو لوگوں نے ان چشموں سے پانی لیا جنھیں ثمودؔ استعمال کرتے تھے۔ اس پانی سے آٹا گوندھا اور ہانڈیوں میں ڈالا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہانڈیاں اوندھا دی جائیں اور گوندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیں۔ پھر یہاں سے آپ کوچ کر گئے۔ پھر آپ ایک دوسرے چشمے پر اترے جو ثمودؔ کے پینے کا چشمہ نہیں تھا بلکہ ناقۂ ثمودؔ کے پینے کا چشمہ تھا۔ آپ نے اس سے منع فرما دیا تھا کہ وہ عذاب کی ہوئی قوم پر سے گزریں۔ کیونکہ مجھے تو خوف ہوتا ہے کہ ثمودؔ جس طرح مبتلائے عذاب ہو گئے تھے، کہیں تم بھی نہ ہو جاؤ اس لئے اس چشمہ پر قیام نہ کرو اور حجر پر سے جو مسکن ثمود تھا اگر گزرنا بھی پڑے تو خدا کے آگے زاری کرتے ہوئے گزرو۔ اگر زاری نہیں کر سکتے تو ادھر سے گزرنا ہی نہیں، ورنہ تم پر بھی وہی عذاب اتر جائے گا۔ غزوۂ تبوکؔ میں لوگ اہلِ حجر کی طرف تیزی سے جا رہے تھے تاکہ وہاں اتریں۔ حضرت کو اطلاع ملی تو ندا کرا دی کہ نماز تیار رہے۔ ابی کبشہ کہتے ہیں کہ میں حضرت کے پاس آیا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا اور فرما رہے تھے کہ ایسی قوم کی طرف نہ جاؤ جن پر خدا کا غضب ہوا تھا تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم ان لوگوں کو دیکھ کر تعجب کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تمھارے اس تعجب سے بڑھ کر تعجب کی بات میں تمھیں نہ سناؤں تمھیں میں کا ایک آدمی یعنی میں تمھیں غیب سے ان لوگوں کی خبر سنا رہا ہے جو تم سے پہلے تھے اور گزشتہ کے علاوہ آئندہ کی باتیں بھی بتا رہا ہے۔ اس لئے سیدھے ہو جاؤ اپنی اصلاح کر لو۔ کیونکہ تم پر بھی عذاب آ جائے تو خدا کو کیا پروا ہو سکتی ہے اور وہ قوم بھی آنے والی ہے کہ وہ خود بھی اپنے نفسوں پر سے کچھ نہ ٹلا سکے گی۔ غرض جب آں حضرتؐ حجر پر سے گزرے تو فرمایا کہ خدا سے معجزات اور نشانیاں نہ مانگو۔ قوم صالح نے بھی مانگا تھا اور معجزے کے طور پر انھیں ناقہ ملی تھی کہ وہ ایک راستے سے آتی اور دوسرے راستے سے جاتی ان لوگوں نے حکمِ خدا سے سرکشی کی۔ اس اونٹنی کو مار ڈالا وہ ایک دن چشمے سے پانی پیتی اور دوسرے دن یہ لوگ اس کا دودھ پیتے، جب اس کو مار ڈالا تو ایک ایسی کڑک دار آواز آسمان سے آئی کہ سب مر گئے۔ ان کی قوم کا صرف ایک آدمی بچ گیا وہ اس لئے کہ اس وقت وہ کعبۃ اللہ کے اندر تھا۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ وہ کون تھا آپ نے فرمایا ابو رغال۔ لیکن جب حرم سے نکلا تو وہ بھی مبتلائے عذاب ہو کر مر گیا۔ (یہ حدیث صحاح ستہ میں موجود نہیں ہے)۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ثمودؔ کی طرف ان کے ایک ہم قوم صالحؑ پیغمبر بھیجے گئے تھے۔ تمام پیغمبروں کی طرح آپ کی بھی یہی دعوت و تعلیم تھی کہ، اے لوگو! خدائے واحد کی عبادت کرو کہ اس کے سوا کوئی دوسرا خدا ہے ہی نہیں۔ سارے

پیغمبر اسی کی عبادت کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں جیسا کہ فرمایا کہ تم سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے گئے سب کی طرف یہی وحی تھی کہ خدائے یکتا میں ہی ہوں، صرف میری ہی عبادت کرنا۔ اور فرمایا کہ ہر قوم میں ہم نے رسول بھیجے ہیں۔ وہ سب توحید کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور طاعتِ شیطان سے روکتے رہے ہیں اور فرمایا کہ خدا کی طرف سے تمہارے پاس نشانی آ چکی ہے وہ نشانی یہ ناقہ ہے۔ ان لوگوں نے خود صالحؑ سے سوال کیا تھا کہ انھیں کوئی معجزہ دکھلایا جائے اور درخواست یہ کی تھی کہ اِس خاص چٹان کے اندر سے جس کو ہم بتا رہے ہیں ایک ناقہ پیدا ہو۔ یہ چٹان مقامِ حجر کی ایک طرف اکیلی ایک ہی چٹان تھی جس کا نام کاتبۃ تھا اور وہ اونٹنی دس ماہ کا حمل بھی رکھتی ہو، دودھ بھی دیتی ہو۔ صالح علیہ السلام نے اُن سے عہود و مواثیق لئے تھے کہ اگر اللہ تعالےٰ نے ان کی درخواست قبول کرلی تو وہ ایمان لے آئیں گے اور میرے کہے پر عمل کریں گے۔ جب یہ وعدے وعید ہو چکے تو صالح علیہ السلام دُعا کے لئے اُٹھے۔ دُعا کی۔ چٹان کو یک بیک حرکت ہوئی، وہ پھٹ پڑی اور ایک اونٹنی اس کے اندر سے نکلی، جس کے پیٹ میں بچہ ہونے کی وجہ سے چلنے میں اِدھر اُدھر حرکت کر رہی تھی۔ یہ دیکھ کر ان کفار کا سردار جندعؔ بن عمرو اور اُس کے ماتحت لوگ ایمان لے آئے اور دوسرے اشرافِ ثمود بھی ایمان لا رہے تھے کہ ذوآب بن عمرو اور حباب پجاری اور رباب نے ان کو روک دیا اور جندعؔ کا ایک چچیرا بھائی شہابؔ نامی بھی جو اشرافِ ثمود میں سے تھا ارادہ کر رہا تھا کہ ایمان لائے، لیکن ان لوگوں کے کہنے سے رُک گیا۔ اسی سے متعلق ثمود کے مومنین میں سے ایک آدمی مہوش کہتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جندعؔ نے دینِ نبی کی طرف شہابؔ کو بلایا تھا اور اس نے ایمان لانے کا ارادہ بھی کرلیا تھا۔ لیکن آلِ حجر کے گمراہوں نے ہدایت کے بعد اس کو گمراہ کر دیا۔ غرض یہ کہ ناقہ کے بچہ ہوا اور وہ ایک عرصہ تک

اس قوم میں رہی۔ ایک چشمے سے ایک دن وہ پانی پیتی تھی اور ایک دن ناغہ کرتی تھی تاکہ دوسرے لوگ اور ان کے جانور پی سکیں اور وہ لوگ اس کا دودھ پیتے اور پھر جس قدر چاہتے دودھ سے اپنے برتن بھر لیتے۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ پانی اُن کے درمیان تقسیم شدہ تھا کبھی یہ پیتی کبھی وہ پیتے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ پانی پینے کا ایک مقررہ دن ناقہ کا ہے اور ایک تمہارا ہے۔ اس وادی میں وہ چرنے کو جاتی تو ایک راستے سے جاتی اور دوسرے راستے سے باہر آتی تاکہ آنے جانے والوں کو آسانی ہو کیونکہ پانی پی کر وہ بہت موٹی تازی ہو جاتی تھی اور وہ بہت شاندار اور پُر رعب و ہیبت منظر رکھتی تھی۔ جانوروں کے پاس سے گزرتی تو دوسرے جانور ڈر کر بھاگ جاتے۔ اس حالت پر کچھ عرصہ گزرا اور اس قوم کی سرکشی شدید ہوگئی حتیٰ کہ ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس اونٹنی کو قتل ہی کر دیا جائے تاکہ ہر روز پانی کا حق حاصل ہو جائے۔ چنانچہ یہ سب کفار نے مِل کر قتلِ ناقہ کی رائے کی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ جس نے اس کو قتل کیا تھا سب اس کے پاس گئے حتیٰ کہ عورتیں بھی اور بچے بھی، تاکہ اس سے قتل کرائیں۔ یہ ساری جماعت کا اس میں حصہ لینا اِس آیتِ پاک سے معلوم ہو رہا ہے کہ:

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم بِذَنبِهِمْ فَسَوَّاهَا۔ یعنی انھوں نے نبی کو جھٹلایا، ناقہ کو قتل کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین پر ان کو ہلاک کر کے برابر کر دیا اور فرمایا کہ ثمودؔ کو ہم نے ناقہ کا معجزہ دیا اور یہ اُن کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھا۔ لیکن ان ظالموں نے ظلم سے کام کیا۔ غرض یہ کہ قتلِ ناقہ کی نسبت ساری جماعت کی طرف کی گئی ہے کہ اس کام میں سب ہی کا ہاتھ تھا۔ امام جعفرؓ اور دیگر علماءِ تفسیر نے سببِ قتل یہ بتایا ہے کہ ایک عورت تھی عنیزہ نام بڑھیا اور کافر تھی۔ صالح سے اس کو دشمنی تھی، اس کی خوبصورت لڑکیاں تھیں، مال و

دولت حاصل تھا۔ اس کا شوہر ذوآب بن عمرو ساءِ ثمود میں سے تھا۔ اور ایک دوسری عورت صدقہ بنت محیا نامی جو حسب ونسب مال وجمال والی تھی یہ ایک مومن کی بیوی تھی اور شوہر کو چھوڑے ہوئے تھی۔ ناقہ کے قاتل سے ان دونوں نے وعدے کر رکھے تھے۔ صدقہ نے ایک آدمی حباب نامی کو اُبھارا کہ اگر تو ناقہ کو مار ڈالے تو میں تیری ہو جاؤں گی۔ اُس نے انکار کر دیا۔ پھر اپنے چچیرے بھائی مصدح بن مہرج سے کہا تو اس نے قبول کر لیا اور عنیزہ بن غنم نے قدار کو بُلایا۔ وہ نیلا پست قامت آدمی تھا، لوگ اس کو ولد الزّنا سمجھتے تھے اور اس کو اس کے باپ سالف کا بیٹا نہیں سمجھتے تھے اس آدمی کا نام صہیاد تھا جس کا درحقیقت یہ لڑکا تھا حالانکہ اس کی ماں اس وقت سالف کی بیوی تھی۔ اِس عورت نے ناقہ کے قاتل سے کہا تھا کہ میری جو لڑکی تو چاہے اس خدمت کے بدلے میں حاصل کر سکتا ہے کہ ناقہ کو قتل کر ڈالے۔ چنانچہ قدار بن سالف اور مصدع بن مہرج نے ثمود کے غنڈوں سے ساز باز کر لی اور سات آدمی ان کے ساتھ ہو گئے اس طرح یہ سب مل کر نَو افراد ہوئے۔ چنانچہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ شہر میں نو افراد تھے جو بجائے اصلاح کرنے کے فساد پر کمر بستہ تھے۔ اور یہ اپنی قوم کے سردھرے تھے۔ ان کافروں نے کافر قبیلہ کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ یہ سب کے سب چلے اور ناقہ کا انتظار کرنے لگے۔ جب یہ پانی پی کر واپس چلی تو قدار اس کی راہ میں ایک چٹان کے پیچھے گھات لگائے بیٹھا رہا اور مصدع دوسری چٹان کے پیچھے تھا۔ ناقہ مصدع کے پاس سے گزری۔ اس نے ایک تیر مارا وہ ناقہ کی پنڈلی کو لگا۔ بنتِ غنم عنیزہ نکلی اور اپنی سب سے خوبصورت لڑکی کو لے آئی اور قدار اور اس کی جماعت کے سامنے اپنی لڑکی کے بے پناہ حُسن کا مظاہرہ کیا۔ قدار اِس پیش کش سے متاثر ہو کر تلوار لے کر اُٹھا اور اس ناقہ کے کونچے کاٹ ڈالے

وہ زمین پر گر پڑی، اُس نے اپنے بچے کو دیکھ کر ایک چیخ ماری گویا کہ اس کو آگاہ کر رہی ہے کہ بھاگ جا۔ پھر قاتل نے اس کے سینے پر نیزہ مارا پھر اس کا گلہ کاٹ دیا۔ اس کا بچہ ایک پہاڑ کی طرف بھاگ گیا اور چوٹی پر چڑھ کر ایک چیخ ماری، گویا کہ کہتا ہے کہ اے رب! میری ماں کہاں ہے؟ کہا جاتا ہے کہ تین دفعہ وہ چلّایا پھر چٹان کے اندر گم ہو گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لوگوں نے اس کا پیچھا کر کے اُسے بھی مار ڈالا۔ واللہ اعلم یہ خبر جب صالح علیہ السلام کو ملی تو وہ مقتل میں آئے لوگوں کا مجمع تھا۔ ناقہ کو دیکھ کر رونے لگے اور کہا (بقول تعالے) کہ تم تین دن اور جی لو۔ ناقہ کا قتل بدھ کے روز ہوا۔ جب رات ہوئی تو اُن نَو افراد نے قتلِ صالح کا بھی قصد کر لیا اور مشورہ کیا کہ اگر یہ سچّا ہے اور تین دن بعد ہم ہلاک ہونے والے ہیں تو اپنے سے پہلے ہی اس کو کیوں نہ بھیج دیں۔ اور اگر جھوٹا ہے تو ہم ناقہ ہی کے پاس اس کو کیوں نہ بھیج دیں۔ قولہ تعالےٰ۔ ان لوگوں نے قسموں سے اپنے عہد کو موکد کیا کہ صالح اور اس کی بیوی کو قتل کر دیں گے اور اس کے اولیاء سے کہدیں گے کہ ہمیں کیا خبر، ہم ان کے واقعۂ ہلاک کے وقت موجود تو تھے نہیں کہ قاتل کو جانتے، ہم تو سچی بات کہنے والے ہیں۔ انھوں نے چالبازی کرنا چاہی اور ہم جس چالبازی پر تھے اس کی انھیں خبر بھی نہ تھی۔ دیکھو مکاروں کا نتیجہ کیسا ہوتا ہے جب ان لوگوں نے تہیا کر لیا اور اتفاق کر کے رات کے وقت اللہ کے نبی کو قتل کرنے کے لئے آئے۔ چنانچہ حکمِ خداوندی سے پتھر برسنے شروع ہو گئے جمعرات کا دن مہلت کا پہلا دن تھا۔ اس روز ان لوگوں کے چہرے قدرۃً زرد پڑ گئے، جیسا کہ صالح ؑ نے کہہ دیا تھا اور دوسرے دن جمعہ کو سُرخ پڑ گئے اور تمتعِ دنیوی کا تیسرا دن سنیچر تھا اس روز سب کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ اتوار کا دن تھا تو یہ لوگ خوشبو مل کر انتظارِ عذاب کر رہے تھے کہ نہ معلوم اب ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور عذاب کی کیا صورت ہوگی۔ سورج نکلا اور آسمان سے

ایک چیخ بھی نکلی اور پاؤں تلے سے ایک شدید زلزلہ پیدا ہوا روحیں نکل پڑیں اور یکلخت سب مرگئے۔ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں لاشیں بن کر پڑے گئے۔ چھوٹا بڑا مرد عورت کوئی نہ بچا صرف ایک عورت بچ گئی۔ کلبۃ بنت السلق نامی یہ بڑی کافرہ اور سخت ترین دشمن تھی۔ اس نے عذاب کو دیکھا اس کے پاؤں کو تیز تر بھاگنے کی قوت مل گئی۔ ایک قبیلہ کے پاس پہنچی۔ جو کچھ دیکھا اس کی اطلاع دی اور ساری قوم جس ہلاکت سے دوچار ہوئی اس کا ذکر کیا۔ پھر پینے کے لئے پانی مانگا اور پانی پیتے ہی مرگئی۔ افراد قوم ثمود میں سے صالح ؑ اور ان کے امتیوں کے سوا کوئی نہ بچ سکا اس قوم کا ایک آدمی ابو رغال تھا جو عذاب کے وقت مکے میں تھا وہ چندے محفوظ رہا لیکن کسی ضرورت سے جب مکے سے باہر نکلا تو آسمان سے اُس پر ایک پتھر گرا اور وہیں ڈھیر ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ یہ ابو رغال طائف کے رہنے والے قبیلہ ثقیف کا جدِ اعلیٰ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو رغال کی قبر پر سے گزرے اور فرمایا جانتے ہو یہ کس کی قبر ہے، یہ ثمود کے ایک فرد ابو رغال کی ہے جو حرم میں تھا' حرم نے عذاب سے اس کو روک رکھا تھا۔ جب حرم سے باہر ہوا تو عذاب سے بھی دوچار ہوا اور یہاں دفن ہوا۔ اس کے ساتھ اس کی سونے کی چھڑی بھی یہیں دفن ہے۔ لوگوں نے تلواروں سے اس کی قبر کھود دی اور یہ لکڑی نکال لی

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

اس وقت صالح ؑ ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے

رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا

پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمھاری خیرخواہی کی لیکن تم لوگ خیرخواہوں

تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٧٩﴾

کو پسند نہیں کرتے تھے۔

یہ صالح علیہ السلام کی طرف سے قوم کو تہدید ہو رہی ہے اس وقت جب کہ ان کی مخالفت اور تمرد اختیار کرنے کی وجہ سے وہ ہلاک کر دیئے گئے تو وہ اُن مُردوں کو خطاب کر رہے ہیں گویا کہ وہ سُن رہے تھے۔ چنانچہ صحیحین سے بھی یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کفار بدر پر غالب آگئے تو تین دن وہاں قیام کیا تھا پھر آخر شب میں وہاں سے چل پڑے اور قلیب دکھائی پر ٹھہر گئے۔ یہ مدفن تھا کفار قریش کا۔ آپ اس مدفن کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ اے ابوجہل بن ہشام، اے عتبہ، اے شیبہ، اے فلاں اے فلاں کیا رب کے وعدے کو پورا ہوتا ہوا تم نے دیکھ لیا۔ میں نے اپنے رب کے وعدہ کو ہمیشہ پورا پایا۔ تو حضرت عمر رضؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ ؐ! کیا آپ مُردوں سے باتیں کر رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم تم ان سے زیادہ نہیں سُن سکتے البتہ سُن کر وہ جواب نہیں دے سکتے ہیں۔ سیرت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا تھا کہ نبی کے قبیلہ والوں میں سے تم بہت ہی برے لوگ تھے۔ باہر کے لوگ تو میری تصدیق کر رہے تھے اور تم میرے قبیلہ کے ہو کر میری تکذیب کر رہے تھے۔ مدینے کے لوگوں نے مجھے پناہ دی اور تم نے مجھے اپنے وطن سے نکالا۔ تم نے میرے قتل کا ارادہ کیا اور دوسروں نے میری مدد کی، نبی کے لئے تم بہت ہی بُرا قبیلہ ثابت ہوئے۔ اسی طرح صالح ؑ بھی اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ میں نے پیغام خداوندی تمھیں پہنچا دیا، تمھاری خیرخواہی کی، لیکن تم نے اس سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ کیونکہ تم حق بات کو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ میں نے تمھیں نصیحت کی تھی، لیکن نصیحت تمھیں تو پسند ہی نہیں تھی۔ کسی مفسر نے ذکر کیا ہے کہ ہر نبی جس کی اُمت ہلاک ہوگئی ہو، وہ حرم میں آکر قیام پذیر ہو جاتا تھا۔ واللہ اعلم۔

ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حج کے زمانے میں نبی صلعم جب وادی عسفان سے گزرے تو فرمایا کہ اے ابوبکر رضؓ! یہ کونسا مقام ہے؟ حضرت صدیق رضؓ نے جواب دیا کہ یہ وادی عسفان ہے حضرت نے فرمایا کہ صالح اور ہود علیہم السلام ناقہ

پر سوار کسی زمانے میں یہاں سے گزرے تھے جن کی نکیلیں کھجور کی رسیوں کی تھیں، کمبلوں کے تہہ بند تھے۔ پوستین کی چادریں تھیں اور لبیک کہتے ہوئے بیتِ عتیق کے حج کے لئے جا رہے تھے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ

اور ہم نے لوط کو بھیجا جب کہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو

مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾

جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا۔

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ

تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو

النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾

چھوڑ کر، بلکہ تم حد ہی سے گزر گئے ہو۔

اور اس وقت کو یاد کرو کہ ہم نے لوط کو بھیجا تھا اور وہ اپنی قوم سے کہہ رہے تھے۔ لوط وہ ابن ہارون ابن آزر ہے اور ابراہیم خلیل اللہ کے بھتیجے ہیں۔ ابراہیمؑ کے ساتھ وہ بھی ایمان لائے تھے اور ارضِ شام کی طرف ان کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ اللہ نے انھیں اہل سدوم کی طرف بھیجا تھا۔ وہ اہل سدوم کو خدا کی طرف بلاتے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے۔ اس قوم نے ایسے فواحش اختراع کئے ہوئے تھے کہ آدمؑ سے لے کر اب تک ان کے سوا کسی نے جس کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ اور وہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتا تھا۔ یہ چیز اب تک کسی کے دل میں بھی نہیں گزری تھی۔ اور بنی آدم آج تک اس کے عادی نہیں تھے۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک اموی بانیِ جامع دمشق نے کہا تھا کہ اگر اللہ پاک قوم لوط کا قصہ ذکر نہ فرماتا تو مجھے اِس بات کا یقین بھی نہ آتا کہ کوئی مرد کسی مرد کے ساتھ ایسا ارتکاب کر سکتا ہے۔ چنانچہ لوط علیہ السلام اُن سے فرما رہے ہیں کہ کیا تم ایسا فحش اختیار کئے ہوئے ہو کہ دنیا میں کسی نے تم سے پہلے کبھی ایسا کام نہ کیا تھا۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو، اللہ تعالیٰ نے تو تمھارے لئے عورتیں پیدا کی ہیں۔ یہ تمھاری بڑی زیادتی اور بڑی جہالت ہے۔ جس چیز کا جو محل نہیں تم اس کو محل بناتے ہو۔ پھر دوسری آیت میں ان سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ سب عورتیں ہیں سب میری بیٹیاں ہیں جس سے چاہو رشتہ جوڑ و۔ لیکن اُن لوگوں نے کہا، لوط! تمھیں تو معلوم ہے کہ تمھاری ان دنیا جہان کی بیٹیوں سے ہمیں کوئی غرض نہیں اور ہماری جو غرض ہے تمھیں اس کا علم ہے۔ مفسروں نے ذکر کیا ہے کہ مرد اپنی حاجت مرد سے پوری کرتے تھے اور اسی طرح عورتیں اپنی حاجت بھی عورتوں سے پوری کر لیتی تھیں۔ اور اس کے لئے وہ مجبور بھی تھیں۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا

اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے

اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ

لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے

يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾

پاک صاف بنتے ہیں۔

اس کے جواب میں قوم کا ردّ عمل یہی تھا کہ وہ آپس میں کہنے لگے کہ لوط کو نکال دو، دیس نکالا دید و۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے لوطؑ کو زندہ سلامت وہاں سے نکال کیا اور ان کفار کو ذلت کی موت مار ڈالا۔ قولہ تعالےٰ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ انھوں نے عیب کے بغیر عیب کو منسوب کیا اور لوطؑ کی اِس نیک کرداری کو عیب بنایا کہ وہ بڑے پاکباز بنے پھرتے ہیں یا یہ کہ لوطؑ اور اُن کے لوگوں میں یہ عیب ہے کہ ادبار رجال اور ادبار نساء سے بچتے ہیں۔ یہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ

سو ہم نے لوط کو اور اُن کے متعلقین کو بچا لیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ ان ہی لوگوں

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔ اور ہم نے اُن پر ایک نئی طرح

مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کا مینہ برسایا۔ سو دیکھو تو سہی   ان   مجرموں   کا

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾

انجام کیسا ہوا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے لوطؑ اور اُن کے گھرانے کو بچا لیا اور ان کے گھرانے کے علاوہ کوئی بھی ایمان لایا ہوا نہیں تھا جیسا کہ اللہ تعؔ نے فرمایا کہ ہم نے ان لوگوں کو عذاب کی جگہ سے نکال لیا جو ایمان لاچکے تھے۔ اور ایک گھر کے سوا کوئی مسلمان گھرانہ تو تھا ہی نہیں۔ لیکن ان کی عورت نہیں بچائی گئی کیونکہ وہ ایمان نہیں لائی تھی۔ قوم کے دین پر ہی تھی اور لوطؑ کے خلاف قوم سے ساز باز رکھتی تھی۔ لوطؑ کے پاس فرشتوں کا نوجوانوں کی شکل میں آنا اور قوم کا اس سے واقف ہوجانا، یہ سب اس عورت کی جاسوسی کے سبب تھا۔ اللہ تعؔ نے لوطؑ کو حکم دیا تھا کہ اپنے گھرانے کو لے کر رات کے وقت نکل جاؤ اور اس عورت کو معلوم نہ ہونے دو، اور اس کو شہر سے لے کر نہ چلو۔ اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بھی لوط علیہ السلام کے ساتھ چلی تھی۔ اور نکلتے ہی جب قوم پر عذاب نازل ہوگیا تو ہمدردی سے پلٹ پلٹ کر انھیں دیکھنے لگی اور خود بھی مبتلائے عذاب ہوگئی۔ لیکن یہی زیادہ صحیح ہے کہ وہ شہر سے نہیں نکلی اور لوط علیہ السلام نے اس کو خبر بھی نہ ہونے دی۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ، لوط علیہ السلام کی عورت رہ گئی اور وہ پس ماندگان میں سے تھی۔ تفسیر باللازم یہی ہے۔ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ یہ آیت اِس قول کی تفسیر کر رہی ہے کہ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ الخ اور اسی لئے فرمایا کہ آخر کار مجرموں کا نتیجہ دیکھو کہ معاصی اختیار کرنے اور تکذیب کے سبب کیسی سزا ملی۔ امام ابو حنیفہ رہ کہتے ہیں کہ، اغلام باز کو بلندی سے نیچے گرادو پھر اس پر پتھر برساؤ کہ قوم لوط کے ساتھ بھی سزادہی کی یہی صورت اختیار کی گئی تھی۔ اور بعض علما کہتے ہیں کہ رجم کردو خواہ وہ شادی شدہ ہو یا کنوارا شافعی کا بھی ایک روایت کی بنا پر یہی خیال ہے۔ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جس کسی کو تم قوم لوط کے عمل پر دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو۔ بعض نے کہا کہ وہ مثل زانی کے ہے اگر شادی شدہ ہے تو رجم کرو، ورنہ سو کوڑوں کی سزا دو۔ عورتوں سے اغلام کرنا یہ بھی لواطت ہے اور یہ بھی بہ اجماعِ اُمّت حرام ہے اس کے برخلاف صرف ایک قول شاذ ہے۔ اس کی بھی ممانعت میں رسول اللہ ص سے کئی احادیث مروی ہیں سورۂ بقرہ میں اِس پر تفصیل گزر چکی ہے۔

ع ۱۲ / ۱۷

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انھوں نے فرمایا کہ

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

اے میری قوم! تم اللہ تعؔ کی عبادت کرو اُس کے سوا کوئی تمھارا معبود

غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

نہیں، تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو تم

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا

ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو   اور لوگوں کا ان چیزوں

النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا

میں   نقصان مت کیا کرو   اور روئے زمین   میں بعد

فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ

اس کے کہ اُس کی درستی کردی گئی فساد مت پھیلاؤ۔ یہ تمھارے

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾

لئے نافع ہے   اگر   تم   تصدیق   کرو۔

شعیب علیہ السلام کا اصلی نام سُریانی زبان میں یثرون تھا۔ مدین کا لفظ قبیلے کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور شہر کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور یہ مقام معان کے قریب ہے جو حجاز کے راستے میں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے

فرمایا کہ جب وہ مدین کے چشمے پر پہنچا تو وہاں ایسے لوگ پائے جو اس چشمے سے پانی لے رہے تھے۔ یہ اصحاب ایکہ سے مُراد ہے جن کا انشاء اللہ قریب میں ذکر کیا جائے گا۔ ارشاد باری ہے کہ شعیب کہہ رہے ہیں کہ اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔ تمام رسولوں کی تبلیغ یہی ہوا کرتی تھی۔ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے تکمیلِ حجت ہو چکی ہے۔ شعیب علیہ السلام لوگوں کو اُن کے معاملاتی کاروبار میں ہدایت کر رہے ہیں کہ اپنے ناپ تول صحیح رکھو لوگوں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ دوسروں کے مال میں خیانت نہ کرو۔ ناپ تول میں چوری سے کمی کر کے کسی کو دھوکا نہ دو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے بڑی ہلاکت ہے" یہ بڑی زبردست تنبیہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ شعیب علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرماتا ہے کہ وہ قوم سے کہہ رہے ہیں۔ (شعیب علیہ السلام کو خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بہت ہی فصیح و بلیغ الفاظ میں بات کہتے تھے اور استعارے استعمال کرتے تھے، اور نصیحت کرتے تو کنایۃً کرتے)۔

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ

اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو

تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اُس

بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا

میں کجی کی تلاش میں لگے رہو۔ اور اس حالت کو یاد کرو

اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا

جب کہ تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا۔ اور دیکھو کہ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَ

کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا۔ اور

اِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ

اگر تم میں سے بعضے اُس حکم پر جس کو دے کر مجھ کو بھیجا گیا ہے ایمان

اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا

لے آئے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے ہیں

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَ

تو ذرا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ ہمارے درمیان میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کئے دیتے ہیں

هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہیں

شعیب علیہ السلام لوگوں کو حسّی اور معنوی طور پر قطعِ طریق سے منع فرما رہے ہیں۔ یعنی راستوں پر نہ بیٹھا کرو کہ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر کچھ حاصل کر لو، اور اگر لوگ مال حوالے نہ کریں تو قتل کی دھمکی دینے لگو۔ یہ لٹیرے چُنگی وصول کرنے کے نام سے لوٹتے تھے۔ اور جو لوگ شعیب علیہ السلام کے پاس ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے آتے تھے، اُنھیں روکتے اور نہ آنے دیتے تھے۔ یہ دوسرا قول ابن عباس رضؓ کا ہے۔ پہلا قول زیادہ واضح اور قریب سیاقِ عبارت ہے۔ کیونکہ صراط کے معنی راستہ ہے اور ابن عباس رضؓ کے مفہوم کو تو خدا نے دوسری ہی آیت میں خود ارشاد فرما دیا ہے کہ "جو ایمان لاتے ہیں تم ان کی راہ مارتے ہو اور میرے پاس آنے سے نیکوکاروں کو روکتے ہو اور غلط راستوں پر موڑ دیتے ہو" اے میری قوم کے لوگو! شکر کرو کہ تم تعداد میں کم تھے، کمزور تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمھاری تعداد بڑھا دی اور تمھاری اجتماعی طاقت بڑھ گئی، یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان تھا اور عبرت حاصل کرو کہ دنیا میں اور قرونِ ماضیہ میں گنہگاروں اور مفسدین کو کس عذاب اور نکال سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ وہ خدا سے سرکشی پر بہت جری ہو گئے تھے۔ اور اگر تم میں سے ایک گروہ میری تبلیغ پر ایمان لاتا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لاتا ہے تو انتظار کرو، صبر سے کام لو، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمھارے درمیان اپنا فیصلہ صادر کر دے۔ وہ سب سے اچھا حاکم اور قاضی ہے حُسنِ عاقبت خدا سے ڈرنے والوں کو ہی حاصل ہے اور کافروں کو ہلاکت سے دوچار ہونا پڑے گا۔

الحمد للہ تفسیر ابن کثیر کے آٹھویں پارہ کا ترجمہ مکمل ہوا

تفسیر ابن کثیر اُردو پارہ ۹

فہرست اہم مضامین

نور محمد، کارخانہ تجارتِ کتب۔ آرام باغ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر ابن کثیر

نواں پارہ

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ
ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب ہم آپ کو اور جو
لَنُخْرِجَنَّکَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَکَ
آپ کے ہمراہ ایمان والے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے
مِنْ قَرْیَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ
یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ۔ شعیبؑ نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے
اَوَلَوْ کُنَّا کٰرِهِیْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَیْنَا
مذہب میں آجاویں گو ہم اس کو مکروہ ہی سمجھتے ہوں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی
عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِکُمْ بَعْدَ
تہمت لگانے والے ہو جاویں گے اگر ہم تمہارے مذہب میں آجاویں بعد اس کے کہ
اِذْ نَجّٰنَا اللّٰہُ مِنْهَا ؕ وَمَا یَکُوْنُ لَنَآ اَنْ
اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں
نَّعُوْدَ فِیْهَآ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّنَا ؕ
پھر آجاویں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے مقدر کیا ہو
وَسِعَ رَبُّنَا کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا ؕ
ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں
رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ
اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کر دیجیے حق کے موافق
خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿۸۹﴾
اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔

کفار اپنے نبی شعیب علیہ السلام کے ساتھ اور اس زمانے کے مسلمانوں کے ساتھ جس بدسلوکی کے ساتھ پیش آئے اور جس طرح شعیبؑ کو اور مومنین کو ڈرایا دھمکایا کہ یا تو ہماری بستی چھوڑ دو یا پھر یہ کہ ہماری ملت اختیار کر لو اور ہمارے وفادار بن جاؤ۔ ان سب باتوں کی اللہ پاک خبر دے رہا ہے۔ یہ خطاب بظاہر تو رسول سے ہے لیکن مراد ان کے اُمّتی ہیں۔ قوم شعیبؑ کے متکبرین نے کہا تھا کہ اے شعیب! ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو بستی سے نکال دیں گے یا یہ کہ پھر تمہیں ہماری ملت میں واپس آنا پڑے گا۔ تو شعیبؑ کہتے ہیں کہ کیا تم ایسا کرنا چاہتے ہو اگرچہ ہمیں شرک اختیار کرنا ناپسند ہو اگر ہم تمہاری ملت میں واپس آجائیں اور تمہارے ہی نظریات کو اپنا لیں تو ہم خدا پر بڑا زبردست بہتان لگائیں گے کہ ان بتوں کو خدا کا شریک ٹھیرائیں۔ اس طرح کفار کے اتباع سے نفرت ظاہر کی جا رہی ہے۔ ہم سے تو یہ نہ ہوگا کہ ہم پھر مشرک بن جائیں۔ ہاں خدا ہی ہمیں بھٹکنے دے تو اور بات ہے یہاں بھی بات کو خدا ہی کی طرف پھیرا جا رہا ہے کیونکہ اس کو آئندہ کی ہر بات

کے علم پر احاطہ حاصل ہے۔ ہم جو اختیار کرتے ہیں اور جو اختیار نہیں کرتے سارے امور میں اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے خدا ہماری اِس قوم کے اور ہمارے درمیان حق بات کو کھلم کھلا ظاہر فرمادے اور ہمیں ان پر فتح عنایت فرما تو خیر الفاتحین ہے، خیر الحاکمین ہے ایسا عادل و منصف ہے کہ ذرّہ بھر ظلم نہیں کرتا۔

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ

اور ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ اگر تم شعیب کی راہ

اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخٰسِرُونَ ﴿۹۰﴾

پر چلنے لگو گے تو بے شک بڑا نقصان اُٹھاؤ گے۔

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ

پس اُن کو زلزلے نے آپکڑا سو اپنے گھر میں اَوندھے کے اَوندھے

جٰثِمِينَ ﴿۹۱﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَنْ لَّمْ

پڑے رہ گئے۔ جنھوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہوگئی جیسے

يَغْنَوْا فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا

ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے جنھوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی وُہی

هُمُ الْخٰسِرِينَ ﴿۹۲﴾

خسارے میں پڑ گئے۔

خبر دی جارہی ہے کہ ان کا کفر، تمرّد اور ضلالت کس شدّت کی ہے اور مخالفتِ حق ان کے دلوں میں کس قدر جبلّی اور فطری بن گئی ہے۔ اسی لئے انھوں نے آپس میں قسمیں کھالیں اور عہد کرلیا کہ دیکھو اگر تم نے شعیبؑ کی بات مان لی تو بڑے خسارے میں رہو گے۔ اُن کے اِس عزمِ راسخ کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس عزم کے سبب ان پر ایک ایسا زلزلہ بھیجا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں دَھرے کے دَھرے رہ گئے اور یہ سزا تھی اِس بات کی کہ شعیب اور اصحابِ شعیب کو انھوں نے بلا وجہ ڈرایا انھیں جلا وطنی کی دھمکی دی جیسا کہ سورۂ ہُود میں ذکر ہے کہ "جب ہمارا عذاب اُن پر آپہنچا تو ہم نے شعیب کو اور ان کے اصحاب کو اپنی رحمت سے بچالیا۔ اور ان ظالموں کو ایک ایسی کڑک نے آپکڑا کہ اپنے گھروں ہی میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور فنا ہوگئے"۔ ان دونوں آیتوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان کافروں نے جب اَصَلٰوتُكَ تَأْمُرُكَ الخ کہہ کر تذلیل کی تو ایک زبردست چیخ نے انھیں ہمیشہ کے لئے خاموش کردیا سورۂ شعراء میں اللہ پاک یُوں واقعہ بیان فرماتا ہے کہ جب اُنھوں نے نبی کو جُھٹلایا تو ابر سے اُن پر عذاب آنازل ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ایسا ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرادو۔ چنانچہ بتایا گیا کہ انھیں آسمانی عذاب آپہنچا اور ان پر تین عذاب جمع ہوگئے۔ ایک تو آسمانی عذاب کہ ابر سے آگ کی چنگاریاں اور شعلے گرنے لگے پھر آسمان سے ایک رعد اور کڑک پیدا ہوئی اور اُن کے قدموں تلے زمین سے ایک شدید زلزلہ پیدا ہوا کہ ان کی جانیں نکل گئیں اور جسدِ بے رُوح بن کر رہ گئے اور اپنے گھروں میں ڈھیر ہوگئے۔ گویا کبھی اس بستی میں بسے ہی نہیں تھے حالانکہ وہ رسول کو دیس نکالا دے رہے تھے۔ اب مقابلۃً انھیں کے لفظ کو اللہ پاک دُہراتا ہے کہ جن لوگوں نے شعیب کو جُھٹلایا تھا وہی خسارے میں رہے۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ

اس وقت شعیب ان سے مُنہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار

رِسٰلٰتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى

کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمھاری خیر خواہی کی پھر میں ان کافر لوگوں

عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِينَ ﴿۹۳﴾

پر کیوں رنج کروں۔

ع ۱۱/۹/۱

کافروں کے اس طرح کہنے سے شعیبؑ وہاں سے چلے گئے اور کہہ دیا کہ اے قوم! میں نے خدا کے پیامات تمھیں پہنچا دیئے تھے۔ میں نے اپنا حق ادا کردیا تھا اس پر بھی میری خیر خواہی سے تم نے فائدہ نہ اُٹھایا تو تمھاری اِس بد انجامی کو دیکھ کر میں کیوں افسوس کروں اور اپنے کو کیوں ہلکان کرلوں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے

اَهْلَهَا بِالْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾

محتاجی اور بیماری میں نہ پکڑا ہو   کہ وہ ڈھیلے پڑ جادیں۔

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ

پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی یہاںتک کہ ان کو خوب ترقی

حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَاۗءَنَا الضَّرَّاۗءُ

ہوئی اور کہنے لگے   کہ   ہمارے آبا و اجداد کو بھی تنگی اور راحت

وَالسَّرَّاۗءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ

پیش آئی تھی   تو ہم نے اُن کو دفعۃً پکڑ لیا   اور   ان کو

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

خبر بھی نہ تھی۔

اِس بات کی خبر دی جا رہی ہے کہ سابقہ اُمتیں جن کی طرف انبیاء بھیجے گئے انھیں تکلیف پہنچا کر اور شادمانی دے کر ہر طرح ہم نے آزمایا بَاْسَاۗء یعنی بدنی تکلیف جسمانی امراض و اسقام۔ اور ضَرَّاۗء وہ مصیبت جو فقر و حاجت کی ہوتی ہے، شاید کہ وہ ہماری طرف رجوع کریں ہم سے ڈریں اور اس مصیبت کے دُور ہونے کی درخواست کریں۔ تقدیر کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں سختیوں میں مبتلا کیا تاکہ ہمارے سامنے عاجزی پیش کریں۔ لیکن انھوں نے ایسا نہ کیا۔ اس پر بھی ہم نے ان کی حالت راحت و مالداری کی طرف پھیر دی انھیں دولت مند و خوش حال بنا دیا تاکہ انھیں آزمائیں۔ اسی لئے فرمایا کہ شدت اور سختی سے نرمی و راحت کی طرف ہم نے انھیں پھیر دیا۔ مرض کے بجائے صحت و عافیت دے دی۔ فقر کے بجائے دولت مندی بخشی تاکہ وہ شکر ادا کریں اور کفرانِ نعمت چھوڑ دیں لیکن انھوں نے ایسا نہ کیا۔ حَتّٰى عَفَوْا یعنی ان کی اولاد و اموال میں برکت دی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ مسرت و مضرت دونوں چیزوں سے ہم نے انھیں آزمایا تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھک پڑیں۔ لیکن نہ وہ ہمارے شکر گزار ہوئے نہ صبر و عاجزی اختیار کی اور کہنے لگے کہ ہم تو مصیبت و مضرت میں پھنس گئے ہیں اس کے بعد ہم نے انھیں راحت و خوشی دی تو کہنے لگے کہ یہ انقلابِ راحت و مصیبت تو آباء و اجداد کے زمانے سے چلا آ رہا ہے اور ہمیشہ سے یہی دَور رہتا ہے زمانہ کبھی ایسا ہوتا ہے کبھی ویسا۔ اسی طرح ہم بھی کبھی راحت میں رہے، کبھی مصیبت میں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ چاہئے تھا کہ وہ اس اشارے سے خدا کے عذاب کو تاڑ جاتے اور خدا کی آزمائش کی طرف ان کا ذہن جاتا۔ لیکن مومنین کا حال ان کے برخلاف تھا۔ وہ شادمانی و راحت کے زمانے میں خدا کا شکر ادا کرتے اور مضرّت و مصیبت پر صبر اختیار کرتے۔ جیسا کہ حضرت ؐ نے فرمایا کہ مومن کے حال پر بڑا تعجب ہے کہ خدا کا جو حکم بھی اس سے متعلق ہو، اس میں اس کے لئے خیر کا ہی پہلو نکل آتا ہے، اگر مصیبت پہنچی اور صبر کیا تو بھی اس مضرت کے اندر نفع ہی میں رہا۔ اور اگر شادمانی ملی اور شکر کیا تو بھی مزے میں رہا۔ مومن تو وہ ہے کہ مضرت و مسرت پہنچے تو ہر صورت میں اس نتیجہ پر پہنچے کہ میں خدا کی طرف سے مضرت یا مسرت دے کر آزمایا جا رہا ہوں۔ حدیث میں ہے کہ مصیبتیں مومن کو گناہوں سے پاک کرتی رہتی ہیں۔ اور منافق کی مثال مثل گدھے کے ہے جو نہیں جانتا کہ اس پر کیا لدا ہے اور کس غرض سے اس سے کام لیا جا رہا ہے اور کیوں باندھا گیا اور کیوں کھولا گیا چنانچہ اس کے بعد ہی ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے انھیں یکایک عذاب میں پھانس لیا کہ عذاب آنے کا انھیں گمان تک نہ تھا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ناگہاں موت مومن کے لئے تو رحمت ہو سکتی ہے اور کافر کے لئے حسرت و تاسف ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے   اور   پرہیز کرتے   تو

لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ

ہم اُن پر آسمان اور زمین   کی   برکتیں   کھول   دیتے

وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾

لیکن انھوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا

کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب شب

بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ

کے وقت آپڑے جس وقت وہ سوتے ہوں۔ اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر

الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ

ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن دوپہرے آپڑے۔ جس وقت کہ وہ اپنے لا یعنی قصوں

يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا

میں مشغول ہوں۔ ہاں تو کیا اللہ تعالیٰ کی اس پکڑ سے بے فکر ہو گئے۔ سو خدا کی پکڑ سے

يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾

بجز ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔

بستی والوں کے قلتِ ایمان کی خبر دی جا رہی ہے جن کی طرف پیغمبر بھیجے گئے تھے جیسا کہ فرمایا کہ یہ بستی والے ایمان کیوں نہیں لائے کہ ان کا ایمان ان کو نفع دیتا۔ قومِ یونس جب ایمان لائی تھی تو ہم نے انھیں دنیا کے رسوا کن عذاب سے بچا لیا اور ایک عرصہ تک وہ دنیوی راحتوں سے دوچار رہے یعنی سب کے سب نے ایمان قبول نہیں کیا سوا قوم یونسؑ کے کہ جب انھوں نے عذاب دیکھ لیا تو مومن ہو گئے جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے اس کو ایک لاکھ سے بڑھ کر انسانوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ بستی والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم آسمان و زمین کی برکتیں اُن پر نازل کرتے یعنی آسمان سے بارش اور زمین سے نباتات۔ لیکن انھوں نے جھٹلایا۔ اس کی سزا میں ہم نے بھی انھیں عذاب کا مزا چکھایا۔ یعنی رسولوں کی تکذیب کی۔ تو ان کے افعالِ بد کے سبب انھیں عذاب کے شکنجے میں کسا پھر اللہ پاک اپنے اوامر کی مخالفت اور گناہوں پر جرأت کرنے سے انھیں ڈراتا ہے۔ کیا یہ بستی والے کافر ہمارے عذاب و نکال سے محفوظ ہو گئے کہ وہ سوتے ہی رہیں گے اور رات ہی رات میں ہمارا عذاب انھیں آپہنچے گا یا اِس بات سے وہ مامون ہو گئے کہ دن میں کسی وقت عذاب انھیں گھیرے اور اس وقت وہ اپنے کاروبار اور اپنی غفلت میں لگے ہوئے ہوں۔ کیا اس بات سے وہ امن میں ہو گئے کہ ہمارا انتقام کسی وقت بھی انھیں آپکڑے گا اور وہ اس وقت اپنے سہو اور غفلت میں ہوں گے۔ سمجھ رکھو کہ کمبخت قوم کے سوا کوئی خدا کے عذاب سے بے فکر نہیں رہ سکتا اسی لیے (حسن بصریؒ نے کہا ہے کہ مومن طاعت کرتا ہے نیک عمل کرتا ہے اور پھر بھی وہ خدا سے خوف زدہ رہتا ہے اور فاجر گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور پھر بھی وہ اپنے کو محفوظ و مامون سمجھتا ہے۔)

ع ۱۲ / ۲ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ

اور ان زمین پر رہنے والوں کے بعد جو لوگ زمین پر بجائے ان کے رہتے ہیں کیا ان واقعات

مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ

مذکورہ نے ان کو یہ بات نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہتے تو اُن کے جرائم کے سبب ہلاک کر ڈالتے

بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ

اور ہم ان کے دلوں پر بند لگائے ہوئے ہیں اس سے

لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

وہ سنتے نہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ جانتے ہو کہ پہلے کے لوگوں کو ہم نے ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا تھا اور اب یہ وارثِ زمین بنے ہیں اور زمین پر انھیں بسایا گیا ہے لیکن کیا یہ بات اب بھی ان پر واضح نہیں ہوئی کہ اگر ہم چاہیں تو انھیں بھی عذاب میں مبتلا کر دیں۔ ان کافروں نے اپنے سے پہلے لوگوں کی سیرت اختیار کر رکھی ہے انھیں کے سے اعمال کر رہے ہیں اور خدا سے سرکش بنے ہوئے ہیں۔ اس سرکشی کی سزا میں ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے کہ پھر وہ کسی اچھی بات کو نہ سُن سکیں نہ سمجھ سکیں۔ اسی طرح دوسری جگہ فرمایا ہے کہ کیا انھیں اس بات سے عبرت نہیں ہوئی کہ اس سے پہلے کتنی ہی قومیں تباہ کر دی گئی ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں کیسے رہتے بستے

تھے؟ کیا یہ سمجھ داروں کے لئے نشانیاں نہیں ہیں" اور فرمایا۔ "کیا اس سے پہلے تم پختہ عزم کے ساتھ دعوٰی نہیں کرتے تھے کہ تم کو زوال ہوگا ہی نہیں حالانکہ ان کو زوال ہوگیا اور آج انھیں ظالموں کی جگہ تم لیتے ہو اور فرمایا کہ ان سے پہلے کتنی قومیں تباہ ہوگئیں کہ آج ان کا نام و نشان تک نہیں نہ ان کی کوئی آواز تک سُنائی دیتی ہے" اور فرمایا "کیا یہ کافر نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے کتنی قومیں یہاں راج کرتی تھیں کہ وہ راج تمھیں کبھی نصیب نہیں اور پھر آسمان سے بارش کا عذاب اور زمین تلے سے سیلاب اُبل پڑا اور وہ سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے اِس کے بعد ہم نے دوسری قوم کو لا بسایا۔ عاد کی قوم کی تباہی کا ذکر کرکے فرماتا ہے کہ، اب صرف ان کے کھنڈر دیکھے جا سکتے ہیں مجرمین کا یہی حشر ہوتا ہے جس میں آج ہم نے تمھیں بسایا ہے۔ کبھی ان کو بسایا تھا ان کو سُننے والے کان، دیکھنے والی آنکھیں اور سمجھنے والے دل دیئے تھے لیکن اُن کے کانوں اُن آنکھوں اُن کے دلوں نے انھیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچایا کیونکہ وہ خدا کی آیتوں کا انکار کرنے لگے اور جو استہزاء وہ کرتے تھے اس کی سزا پائی۔ تمھاری سرزمین کے اطراف ہی کی کتنی بستیاں اُجڑ گئیں اور کتنی ہی نشانیوں کا ہیر پھیر ہوگیا ہے، سمجھو شاید کہ کچھ عبرت پکڑو۔ اور فرمایا کہ "ان سے پہلے کے لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو اس کا کیسا نتیجہ دیکھنا پڑا اور تم تو ان کے دسویں حصہ کے برابر بھی قوت نہیں رکھتے ہو" اور فرمایا "کتنی بستیاں اُجڑ گئیں۔ ان کے گھروں کی چھتیں گر گئیں چشمے بیکار ہوگئے بڑے بڑے محل ویران پڑے ہیں۔ انھوں نے دنیا میں گھوم پھر کر کیوں نہیں دیکھا کہ انھیں سمجھنے والا دل اور سننے والے کان ملتے کیونکہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں" اور فرمایا "کہ رسولوں کے ساتھ مذاق کیا گیا ان پر اسی مذاق کا عذاب نازل ہوا" غرض اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں جو دشمنانِ خدا کے ساتھ انتقام پر روشنی ڈالتی ہیں اور اولیاءِ خدا کے ساتھ احسان و کرم پر۔ چنانچہ اسی سلسلے میں حسب ذیل

ارشاد ہوتا ہے۔

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَ
ان بستیوں کے کچھ کچھ قصّے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور
لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا
ان سب کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لیکر آئے پھر جس چیز کو انھوں نے اوّل میں جھوٹا کہدیا
لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ
یہ بات نہ ہوئی کہ پھر اُس کو مان لیتے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح
يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ (١٠١) وَ
کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں۔ اور
مَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ
اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا۔ اور ہم نے
وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ (١٠٢)
اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا۔

نوحؑ، ہودؑ، صالحؑ، لوطؑ، شعیبؑ کی قوموں کا ذکر کرنے کے بعد کہ وہ تو ہلاک کر دیئے گئے اور مومن بچا لئے گئے اور یہ کہ رسولوں کے ذریعہ معجزات اور دلائل پیش کرکے ان کی تکمیلِ حجت کر دی گئی ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمدؐ! ان بستیوں کے حالات ہم تمھیں سُنا رہے ہیں۔ ان کے پاس رسولوں نے کھلی نشانیاں تھیں اور ہم تو رسول بھیج کر تکمیلِ حجت کرنے کے بغیر کبھی عذاب نہیں کرتے۔ یہ ان بستیوں کے قصے ہیں کہ جن میں سے کچھ تو قائم ہیں اور کچھ کھنڈر بنے ہوئے ہیں۔ یہ ظلم ہم نے نہیں کیا اُنھیں نے اپنی جانوں پر کر لیا ہے، وہ آپ ذمّہ دار ہیں ہیں۔ اور وہ کیا ایمان لاتے جب کہ اس سے پہلے انھوں نے جھٹلا دیا تھا (بِمَا كَذَّبُوْا کا ب، سببیہ ہے یعنی وحی کی تکذیب کرنے کی وجہ سے ایمان لانے کے وہ حقدار ہی نہ رہے) جیسے کہ فرمایا تم کیا جانو، یہ تو معجزے پیش کرنے پر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ ہم اُن کے دلوں اور آنکھوں کو اُلٹ دیں گے کیونکہ یہ پہلی بار بھی ایمان نہیں لائے تھے۔ اسی لئے یہاں فرمایا کہ "اللہ کافروں

کے دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے۔ ان میں کی اکثر گزشتہ قوموں کو اپنے عہد و میثاق کا پاس ہی نہیں۔ ان میں سے اکثر تو ہمیں فاسق ہی ملے جو طاعت اور فرماں برداری سے خارج ہیں۔ یہ عہد وہ ہے جو روزِ ازل میں ان سے لیا گیا تھا اور اسی پر وہ پیدا کیے گئے اور وہی بات ان کی فطرت و جبلّت میں بھی رکھی گئی، وعدہ یہ تھا کہ، اللہ ہی اُن کا رب ہے اور مالک ہے اُس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں۔ اس کا انھوں نے اقرار کیا تھا گواہی دی تھی۔ لیکن پھر اس کی مخالفت کر کے عہد کو انھوں نے پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا اور خدا کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرنے لگے جس کی نہ کوئی دلیل ہے نہ حجّت، نہ عقل کی بات ہے نہ شرع کی۔ فطرتِ سلیمہ تو اِس بت پرستی کے خلاف ہے۔ شروع سے آخر تک تمام انبیاء بُت پرستی سے روکتے رہے ہیں۔ جیساکہ حدیث مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو تو بُت پرستی سے الگ پیدا کیا تھا شیاطین آئے اور اُن کے سچے دین سے انھیں بھڑکا دیا اور میں نے جو حلال کیا تھا وہ انھوں نے حرام کر لیا۔ صحیحین میں ہے کہ ہر مولود اپنی فطرتِ اسلامیہ پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے یہودی یا نصرانی والدین اس کو یہودی یا نصرانی بنا ڈالتے ہیں، یا مجوسی بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ عزیز میں فرماتا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے جتنے نبی بھیجے سب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی تلقین کرتے رہے۔ ارشاد ہے کہ تم سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجے ان سے ہم پوچھیں گے کہ کیا خدا کے سوا کوئی اور خدا بھی پرستش کے قابل قرار دیا گیا تھا اور فرمایا ہر قوم میں ہم نے رسول بھیجے کہ پرستش صرف خدا کی کرو اور شیطان کی پرستش سے بچے رہو۔ اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں۔ آیتِ بالا کے بارے میں ابنِ کعب کہتے ہیں کہ یومِ میثاق میں بندوں نے جو اقرارِ وحدانیت کیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس لئے بنا بر علمِ خداوندی وہ ایمان لانے والے نہیں۔ اور یہی ہو کر رہا کہ دلائل سامنے آنے کے باوجود ایمان نہ لائے اگرچہ بروز میثاق ایمان قبول کیا تھا۔ لیکن خدا جانتا تھا کہ یہ ناخوشی کے ساتھ ہے جیسے فرمان ہے کہ اگر یہ دوبارہ دنیا کی طرف بھیجے جائیں تو پھر بھی وہی بُت پرستی اور شرک و معاصی کرنے لگیں، جن سے ان کو منع کر دیا گیا تھا۔)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دیکر فرعون اور اس کے امراء کے پاس

وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

بھیجا　سو ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا۔ سو دیکھئے ان

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (۱۰۳)

مُفسدوں کا کیا انجام ہوا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ سابقہ پیغمبروں نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات مبیّنات دے کر فرعون کی طرف بھیجا۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا۔ لیکن فرعون اور اس کی قوم نے انکار اور کفر کیا۔ جیساکہ فرمایا۔ انھوں نے سرکشی کے سبب انکار کیا ہے حالانکہ ان کے دل مانتے ہیں یعنی جن لوگوں نے اللہ کی راہ سے روک دیا ہے اور رسولوں کی تکذیب کی، اے محمدؐ! تم غور تو کرو کہ ہم نے انھیں کیسی سزا دی اور موسیٰؑ کے دیکھتے ہم نے انھیں غرق کر دیا۔ دیکھو ان مفسدین کا کیسا نتیجہ رہا۔ فرعون اور اس کی قوم کے عذاب سے متعلق بات کس بلیغ طریقہ سے بیان کی گئی ہے اور موسیٰؑ اور مومنین کے لئے کیسی تشفی بخش ہے۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ

اور موسیٰؑ نے فرمایا کہ اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر

رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۰۴) حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ

ہوں۔　میرے لئے　یہی شایاں ہے کہ بجز سچ کے خدا کی طرف

اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ

کوئی بات منسوب نہ کروں　میں تمھارے　پاس تمھارے رب کی طرف

مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ (۱۰۵)

سے ایک بڑی دلیل بھی لایا ہوں سو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ
فرعون نے کہا اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو اب پیش
كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾
کیجئے اگر آپ سچے ہیں۔

موسیٰؑ اور فرعون کا مناظرہ ہوتا ہے۔ فرعون کے دربار میں اور اس کی قوم قبطیوں کے سامنے آیات بیّنات کا اظہار ہوتا ہے۔ اور دلائل وحجت پیش کئے جاتے ہیں کہ موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ میں خدا کی طرف سے رسول ہوں اُس نے بھیجا ہے جو ہر شے کا خالق اور مالک ہے۔ مجھ پر لازم ہے کہ حق بات ہی پیش کروں بعض نے حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ کے معنی حَقِيْقٌ بِاَنْ مراد لئے ہیں اور کہا ہے کہ (ب) اور (عَلٰى) ایک دوسرے کے عوض آسکتے ہیں جیسے رَمَيْتُ بِالْقَوْسِ اور عَلَى الْقَوْسِ اور جاء علی حال حسنة اور بحال حسنة اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ حَقِيْقٌ سے مُراد حَرِيْصٌ ہے یعنی میں سچی بات ہی کہنے پر حریص ہوں۔ بعض مدنی کہتے ہیں کہ یہ لفظ عَلٰى نہیں عَلَيَّ ہے جس کے معنی ہیں واجب یعنی مجھ پر واجب اور حق ہے کہ حق بات کے سوا دوسری بات نہ کہوں۔ میں خدا کی طرف سے قطعی دلیل لے کر تمھاری طرف آیا ہوں۔ میرے ساتھ بنی اسرائیل کو کر دو انھیں اپنی قید سے آزاد کر دو کیونکہ وہ اسرائیل یعنی یعقوب بن اسحٰقؑ نبی کی نسل سے ہیں ان کی اولاد ہیں تو فرعون نے کہا تمھارے دعوائے رسالت کو ہم نہیں مانتے اگر تم پیغمبر ہو اور کوئی معجزہ لے کر آئے ہو تو بتاؤ تاکہ تمھاری بات کی تصدیق کی جاسکے۔

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ
بس آپ نے اپنا عصا ڈالدیا سو دفعتًا وہ صاف ایک اژدہا
مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ
بن گیا اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا سو وہ یکایک سب
بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ۱۳ ع ۳
دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا۔

موسیٰؑ نے اپنا عصا سامنے ڈال دیا تو خدا کی قدرت سے وہ ایک اژدہا بن گیا اور اپنا مُنہ پھاڑ کر فرعون کی طرف لپکا فرعون تخت سے کود پڑا اور موسیٰؑ سے چلا کر کہنے لگا کہ موسیٰ اِسے روک لو۔ آپ نے روک لیا اور وہ پھر عصا بن گیا۔ سدّی کہتے ہیں کہ جب اس نے مُنہ پھاڑا تو اس کا نیچے کا جبڑا زمین پر اور اوپر کا محل کی دیوار پر تھا۔ جب وہ فرعون کی طرف بڑھا تو وہ کانپ اُٹھا۔ کود کر بھاگنے لگا اور چیخ اُٹھا کہ اے موسیٰ اس کو پکڑ لو! میں تم پر ایمان لاتا ہوں اور بنی اسرائیل کو تمھارے ساتھ کر دوں گا۔ موسیٰؑ نے اس کو پکڑ لیا اور وہ عصا بن گیا۔ موسیٰؑ جب فرعون کے پاس آئے تھے تو فرعون نے کہا میں تاڑ دوں تم کون ہو؟ موسیٰؑ نے کہا اچھا بتاؤ۔ اُس نے کہا تم وُہی تو ہو کہ ہمارے ہی پاس بڑھے اور پلے، ہمیں تمھیں پالتے رہے۔ موسیٰؑ نے اس کا جواب دیدیا تو فرعون نے حکم دیا اِس کو پکڑ لو۔ موسیٰؑ نے یہ سُن کر فوراً عصا پھینک دیا وہ ایک بڑا سا اژدہا بن کر لہرانے لگا اور لوگوں پر حملہ کرنے لگا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ اِس ہنگامے میں پچیس ہزار آدمی مر گئے لوگ کچل کر مرنے لگے فرعون اپنے محل میں بھاگ گیا۔ اِس روایت میں بہت غرابت ہے واللّٰہ اعلم۔

اب ارشاد ہوتا ہے کہ دوسرا معجزہ موسیٰؑ نے یہ بتایا کہ اپنی قمیص میں ہاتھ ڈال کر جب باہر نکالا تو وہ انتہائی روشن اور چمکدار ہو کر نکلا کہ اس پر نظر نہیں ٹھہر سکتی تھی اُس کی روشنی میں کوئی کوتاہی نہیں تھی اور جب اپنی آستین میں واپس لیجاتے تو وہ پھر حسب سابق ہو جاتا تھا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ
قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انھوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص
هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ
بڑا ماہر جادُوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تم کو
يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾
تمھاری سرزمین سے باہر کر دے سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔

جب ان لوگوں کا خوف ختم ہوا اور اصلی حالت پر آئے تو فرعون نے اپنے ارکانِ سلطنت کی جماعت سے کہا کہ یہ تو بڑا ہی فنکار ساحر معلوم ہوتا ہے۔ لوگوں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور مشورے کے لئے بیٹھے کہ اب اِس بارے میں کیا کیا جائے۔ اُس کے نور کو بجھانے اس کی بات کو دبانے اور موسیٰ کے کذب و افترا کو ثابت کرنے کے لئے کیا تدبیر کی جائے۔ انھیں اس بات کا اندیشہ ہوگیا کہ لوگ اُس کے معتقد ہوکر اس کے سحر کی طرف مائل ہوجائیں گے۔ جس سے موسیٰ کا غلبہ ہوجائے گا اور وہ لوگوں کو ان کی سرزمین سے نکال باہر کرے گا۔ لیکن جس بات کا اندیشہ انھیں تھا اسی میں مُبتلا ہونا پڑا۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ فرعون و ہامان کو وہی خوف سامنے آیا جو انھیں تھا۔ اور جب یہ لوگ موسیٰ کے بارے میں مشورہ کرچکے تو ایک رائے پر اتفاق کرلیا جس کی حکایت اللہ پاک نے فرمائی۔

قَالُوٓا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ

انھوں نے کہا کہ آپ ان کو اور اُن کے بھائی کو مُہلت دیجیے اور شہروں میں چپراسیوں

حٰشِرِينَ ﴿۱۱۱﴾ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيمٍ ﴿۱۱۲﴾

کو بھیج دیجیے کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لاکر حاضر کردیں

سرداروں نے فرعون کو مشورہ دیا کہ موسیٰ اور اس کے بھائی کو روک لیا جائے اور ملک بھر کے تمام شہروں میں لوگ بھیج دیے اور مشہور مشہور جادوگر جمع کئے جائیں اس زمانے میں سحر کا بہت بول بالا تھا۔ سب کا یہی وہم اور گمان ہوگیا کہ موسیٰ کا یہ معجزہ سحر اور شعبدہ کاری تھا چنانچہ انھوں نے تمام جادوگروں کو جمع کیا تاکہ موسیٰ کی اس فن کاری کا معارضہ اور مقابلہ کیا جائے۔ جیسے کہ اللہ پاک نے فرعون کی بات نقل فرمائی ہے کہ اے موسیٰ تم اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال باہر کرنا چاہتے ہو ہم بھی تمھاری طرح کے سحر سے تمھارا مقابلہ کریں گے۔ اب امتحانِ مقابلہ کی کوئی تاریخ قرار دو۔ اس کے خلاف نہ تم کرو نہ ہم۔ موسیٰ ؑ نے کہا عید کے روز صبح کے وقت سب لوگ جمع کئے جائیں۔ اب

فرعون نے جاکر اپنے فریب کارانہ تدبیریں اختیار کیں اور آخرکار وقتِ مقررہ آگیا۔ چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوٓا إِنَّ لَنَا

اور وہ جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آئے تو

لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِينَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ

ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا؟ فرعون نے کہا

نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۱۱۴﴾

کہ ہاں اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہوجاؤ گے۔

یہاں اس قرارداد کو بیان کیا جارہا ہے جو فرعون اور جادوگروں کے درمیان ہوئی تھی جو معارضہ موسیٰ ؑ کے لئے بلائے گئے تھے کہ اگر وہ موسیٰ ؑ پر غالب آجائیں گے تو انھیں بڑا انعام دیا جائے گا اور ان کو مُنہ مانگی مُراد دی جائے گی اور انھیں ہمنشینوں اور مقربوں میں سے بنالیا جائے گا۔ جب فرعون نے وعدہ لے لیا تو موسیٰ ؑ سے کہا۔

قَالُوا يٰمُوسٰىٓ إِمَّآ أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّآ أَنْ

اُن ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ خواہ آپ ڈالیے اور یا

نَّكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ أَلْقُوا

ہم ہی ڈالیں۔ موسیٰ ؑ نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو۔

فَلَمَّآ أَلْقَوْا سَحَرُوٓا أَعْيُنَ النَّاسِ

پس جب انھوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور ان پر

وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَآءُو بِسِحْرٍ عَظِيمٍ ﴿۱۱۶﴾

ہیبت غالب کردی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا۔

یہ موسیٰ ؑ اور جادوگروں کی مبارزت اور جنگ ہے۔ جادوگر کہہ رہے ہیں کہ موسیٰ! یا تو تم پہلے اپنا ہنر بتاؤ یا ہم پہلے بتائیں۔ موسیٰ ؑ نے کہا تمھیں پہلے اپنا شگوفہ چھوڑو۔ موسیٰ کی اس میں مصلحت یہ تھی تاکہ لوگ پہلے اِن جادوگروں کا تماشا دیکھ لیں اور سوچ سمجھ لیں اور جادوگر اپنی شعبدہ کاری سے فارغ

ہولیں تو حق بات طلب اور انتظار کے بعد واضح اور جلی ہو کر اُن کے سامنے آجائے کیونکہ کوئی بات طلب کے بعد ہی دل پر زیادہ کارگر ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب اللہ پاک فرماتا ہے کہ، جب جادوگروں نے اپنی رسّیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں تو لوگوں کی نظر بندیاں کر دیں اور یوں دکھائی دینے لگا کہ جو کچھ یہ دکھا رہے ہیں حقیقت میں ایسا ہی وجود پذیر ہو رہا ہے حالانکہ یہ رسّیاں اور لاٹھیاں درحقیقت لاٹھیاں ہی تھیں، دیکھنے والوں کا فقط وہم و خیال تھا کہ یہ سانپ ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ " ان کے جادو سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ چلتے اور رینگتے ہیں۔ یہ دیکھ کر موسیٰ ؑ پر دہشت طاری ہو گئی۔ ہم نے کہا ڈرو نہیں غالب تمھیں رہو گے۔ اپنے ہاتھ کا عصا تم بھی میدان میں پھینک دو! یہ اژدہا بن کر ان سب سانپوں کو نگل جائے گا۔ یہ جادو تو ان کا فریب ہے جادوگر اپنے تماشے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ پندرہ ہزار جادوگروں کی صف بندی تھی۔ ہر ساحر کے ساتھ اس کی رسّیاں اور لاٹھیاں تھیں۔ موسیٰ ؑ اپنے بھائی کو لے کر عصا ٹیکتے ہوئے نکلے۔ میدان میں آئے۔ فرعون اپنے تخت پر ارکانِ سلطنت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جادوگروں نے سب سے پہلے موسیٰ ؑ کی آنکھوں پر اپنے جادو سے بندش کر دی، پھر فرعون اور لوگوں کی آنکھوں پر۔ اب ہر جادوگر نے اپنی رسّی اور لاٹھی ڈالی۔ وہ سب سانپ بن گئے، سارا میدان سانپوں سے بھر گیا۔ ایک پر ایک رینگ رہے تھے، سدّی کہتے ہیں کہ یہ تیس ہزار سے زیادہ جادوگر تھے۔ سب کے ساتھ لاٹھی اور عصا تھا۔ عوام کی بھی نظر بندی ہو گئی، تو یہ منظر دیکھ کر سب ڈر گئے۔ ابن ابی برہ کہتے ہیں کہ فرعون نے ستّر ہزار جادوگر بلائے تھے۔ ستّر ہزار رسّیاں اور ستّر ہزار لاٹھیاں سانپ بنے ہوئے رینگ رہے تھے۔ اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ۔ یعنی انھوں نے بہت بڑا جادو بتایا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا

اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے۔ سو عصا کا ڈالنا تھا

هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ (۱۱۷) فَوَقَعَ الْحَقُّ

کہ اس نے ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا۔ پس حق ظاہر ہو گیا　اور

وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۱۸) فَغُلِبُوْا

انھوں نے جو کچھ بنایا ونایا تھا سب آتا جاتا رہا۔　پس وہ لوگ اس

هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ (۱۱۹) وَاُلْقِىَ

موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے۔　اور وہ جو

السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ (۱۲۰) قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ

ساحر تھے سجدہ میں گر گئے۔　کہنے لگے ہم ایمان لائے ربّ

الْعٰلَمِيْنَ (۱۲۱) رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (۱۲۲)

العالمین پر، جو موسیٰ اور ہارون کا بھی ربّ ہے۔

اللہ تعالٰی نے اس زبردست آزمائش گاہ میں موسیٰ ؑ کو اپنی وحی بھیجی جس نے حق و باطل میں امتیاز کر دیا۔ موسیٰ ؑ نے بھی اپنا عصا ڈال دیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہ ان تمام وہمی سانپوں کو نگلا جا رہا ہے اور ایک بھی ان کا جھوٹا سانپ نہ بچا۔ یہ دیکھ کر اُن جادوگروں نے جان لیا کہ یہ جادو نہیں کوئی آسمانی مدد ہے خدا کے کام ہیں۔ چنانچہ سب کے سب خدا کے آگے سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے خدا پر ایمان لائے ہیں۔ موسیٰ ؑ نے جب میدان مار لیا تو اپنے عصا پر ہاتھ ڈالا تو وہ پھر عصا بن گیا۔ جادوگر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ اگر یہ نبی نہ ہوتا اور جادوگر ہوتا تو کبھی ہم پر غالب آ ہی نہیں سکتا۔ قاسم ابن ابی برہ کہتے ہیں کہ جادوگروں نے اپنا سر سجدے سے اُٹھانے سے پہلے ہی جنت اور دوزخ کو دیکھ لیا

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ

فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بدوں اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں

اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ

بیشک یہ کارروائی تھی جس پر تمہارا عملدرآمد ہوا ہے اس شہر میں تاکہ تم سب اس شہر سے

لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو، سو اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے
لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ
میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر
ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ
تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم
اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ
مر کر اپنے مالک ہی کے پاس جاویں گے۔ اور تو نے ہم میں کونسا عیب دیکھا
اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ اَفْرِغْ
ہے بجز اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب!
عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾
ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالیے۔

جادوگر جب مومن بن چکے اور فرعون کو اپنے مقصد میں شکست ہوگئی تو جادوگروں کو دھمکی دے رہا ہے کہ آج موسیٰ کو جو تم پر غلبہ ملا ہے در اصل یہ تم لوگوں کا باہمی سمجھوتہ اور سازش تھی، کہ اس طرح حکومت پر غالب آکر اصلی اہلِ وطن کو ملک سے نکال باہر کرنا چاہتے ہو۔ یقیناً یہ تم سب کا استاد تھا جس نے تمھیں جادو سکھایا تھا۔ ہر شخص جس کو ذرا بھی عقلِ سلیم ہے، سمجھ جائے گا کہ فرعون کا یہ الزام اس بنا پر تھا کہ باطل کے باطل ثابت ہو جانے کی وجہ سے وہ جز بز سا ہو گیا تھا۔ موسیٰؑ نے تو مدین سے آتے ہی فرعون کے پاس پہنچ کر اس کو اسلام کی دعوت دی تھی اور اپنے معجزاتِ باہرہ ظاہر کر کے رسول ہونے کی تصدیق کر دی تھی اِس کے بعد فرعون نے اپنے ملک کے تمام شہروں اور ہمہ گیر علاقہ میں لوگوں کو بھیج بھیج کر بلادِ مصر کے الگ الگ ساحروں کو جمع کیا تھا جن کو اس نے اور اُس کی قوم نے منتخب قرار دیا تھا اور ان سے بہترین انعام و اکرام کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس لئے انھیں اس بات کی بڑی کوشش تھی کہ کسی طرح موسیٰ پر غالب آجائیں اور فرعون کے پاس تقرب حاصل کریں۔ موسیٰؑ تو کسی بھی جادوگر سے واقف

نہیں تھے نہ انھیں کبھی دیکھا تھا نہ ان سے ملے تھے اور فرعون اس بات کو بھی جانتا ہی تھا مگر جاہل عوام کی ذہنیت کو متاثر ہونے سے بچانا چاہتا تھا۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ فرعون کی قوم اس کی مطیع تھی اور اس کی ہمخیال بنی ہوئی تھی اور وہ لوگ بڑی زبردست گمرہی میں پڑے ہوئے تھے جو فرعون کے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى والے دعوے کی تصدیق کرتے تھے۔ سدی کہتے ہیں کہ موسیٰؑ کی ملاقات جادوگروں کے سردار سے ہوئی تو موسیٰؑ نے اس سے کہا تھا کہ اگر میں غالب آجاؤں اور تم ہار جاؤ تو کیا مجھ پر ایمان لاؤ گے اور کیا تسلیم کر لو گے کہ میری پیش کردہ
ع ۱۴ ۱۸ ۴
چیز خدا کا معجزہ ہوگی۔ تو ساحر نے کہا تھا کہ کل میں تو ایسا جادو پیش کروں گا کہ کوئی جادو تو اُس پر غالب نہیں آسکتا اگر تم غالب آگئے تو میں مان لوں گا کہ تم منجانب اللہ پیغمبر ہو۔ فرعون نے ان کی یہ گفتگو سن لی، اِسی لئے سازش کا الزام لگا تھا کہ تم اِس لئے جمع ہوئے تھے کہ حکومت پر تمھیں غلبہ و سطوت حاصل ہو جائے تم ملک سے اکابر و رؤسا کو نکال دینا چاہتے ہو اور تخت پر خود قابض ہونے کے درپے ہو تمھیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ میں تمھیں کیا سزا دینے والا ہوں۔ سمجھے رہو کہ میں تمھارا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دوں گا یا اس کے برعکس۔ پھر تم سب کو پھانسی پر لٹکا دوں گا تمھاری لاشیں درختوں کی ٹہنیوں سے بندھی اور لٹکی ہوں گی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ پھانسی اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کی تعزیر سب سے پہلے فرعون ہی کی نکالی ہوئی ہے۔ جادوگر کہتے ہیں کہ ہم تو اب خدا کے ہو چکے اس کی طرف رجوع کر چکے۔ آج تم ہمیں جس عذاب کی دھمکی دے رہے ہو، اس سے شدید تر خدا کا عذاب ہے۔ ہم تمھارے عذاب پر آج صبر کر لیتے ہیں تاکہ کل خدا کے عذاب سے ہمیں چھٹی مل سکے۔ اسی لئے وہ بول اُٹھے کہ "اے خدا! اپنے دین پر ثابت قدم رہنے کے لئے اور فرعون کے عذاب سے نہ ڈرنے کے لئے ہمیں صبر عنایت فرما اور اپنے نبی موسیٰؑ کی اتباع میں ہمیں دنیا

ع ۱۵ ۳ ۵

سے مسلمان اُٹھا۔ چنانچہ فرعون سے صاف صاف کہہ دیا کہ تو ہمارا جو کچھ بگاڑنا چاہتا ہے بگاڑ لے۔ یہی نا کہ ہماری اس دُنیوی زندگی کو ختم کر دے گا۔ ہم اسی پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارا سچا رَبّ ہے۔ تاکہ وہ ہماری گزشتہ خطاؤں کو معاف کر دے اور جادُو پیش کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے اس سے درگزر فرمائے کیونکہ جو شخص خدا کے پاس کافر بن کر حاضر ہوگا، اُن کی قسمت میں جہنم ہوگی کہ نہ زندوں میں شمار نہ مُردوں میں اور جو مومن اور پھر نیکوکار بن کر حاضر ہوگا۔ اس کو آخرت میں بڑے بڑے درجے ملیں گے۔ چنانچہ یہ سب جادوگر صبح کے وقت تو کافر جادوگر تھے اور شام کے وقت نیکوکار اور شہدا تھے۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ

اور قومِ فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ اور اُن کی قوم کو یُوں ہی رہنے

وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ

دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں اور وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک

وَآلِهَتَكَ ۚ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي

کئے رہیں۔ فرعون نے کہا کہ ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں اور

نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ

عورتوں کو زندہ رہنے دیں اور ہم کو ہر طرح کا اُن پر زور ہے۔ موسیٰ ؑ نے اپنی قوم

مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا ۖ

سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو۔

إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ

یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہیں مالک بنا دیں اپنے بندوں

عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوا

میں سے، اور اخیر کامیابی اُن ہی کو ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ قوم کے

أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ

لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپ کی تشریف آوری کے قبل بھی اور آپ کی تشریف

مَا جِئْتَنَا ۚ قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ

آوری کے بعد بھی۔ موسیٰ ؑ نے فرمایا کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے

عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ

اور بجائے اُن کے تم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیں گے

فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۲۹﴾

پھر تمہارا طرزِ عمل دیکھیں گے۔

فرعون اور اُس کی جماعت کی باہمی مشاورت کی خبر دی جا رہی ہے کہ موسیٰ ؑ کے لئے ان لوگوں کے دلوں میں کیسا کینہ تھا فرعون سے اُس کے مقربین کہہ رہے ہیں کہ کیا آپ موسیٰ کو یوں ہی چھوڑ دیں گے کہ دنیا میں فساد مچاتا پھرے اور اہلِ ملک کو فتنے میں ڈالے اور ان میں اپنے خدا کی تبلیغ کرے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے۔ یہ لوگ تو دوسروں کو موسیٰ اور مومنین کی فساد انگیزی سے ڈرا رہے ہیں حالانکہ یہی لوگ اصلی مفسد ہیں۔ انھیں آپ اپنی خبر نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وَيَذَرَكَ کا واو "اور" کے معنی میں نہیں بلکہ حال کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کیا آپ موسیٰ ؑ کو اجازت دیدیں گے کہ فساد مچاتا پھرے دراں حالیکہ اس نے آپ کی اطاعت اور آپ کے خداؤں کی عبادت چھوڑ دی ہے۔ اُبی بن کعب نے اس کو اس طرح پڑھا ہے وَقَدْ تَرَكُوكَ أَنْ يَعْبُدُوا آلِهَتَكَ یہ ابن جریر کا بیان ہے۔ بعض نے اس واؤ کو عاطفہ کہا ہے یعنی کیا آپ اُسے چھوڑ دیں گے کہ فساد مچائے اور آپ کو اور آپ کے خداؤں کو چھوڑ دے اور بعض نے اس کو إِلَاهَتَكَ پڑھا ہے بمعنائے عبادتک بنا بر قرأت اُولیٰ بعض اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ فرعون بھی پوشیدہ طور پر ایک بُت کی پرستش کرتا تھا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے گلے میں ایک مُورتی لٹکی ہوتی تھی کہ اُس کو سجدہ کرتا تھا۔ اسی بنا پر ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ یہ لوگ جب کسی خوبصورت گائے کو پاتے تھے تو فرعون انھیں حکم دیتا تھا کہ اس کی پرستش کریں اسی لئے سامری نے ایک گوسالہ بنایا تھا جس کے اندر سے آواز نکلتی تھی۔ غرض یہ کہ فرعون نے اپنے اہلِ دربار کی درخواست منظور کر لی اور کہا کہ ان کی نسل کو قطع کرنے کے لئے ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا کریں گے اور لڑکیوں کو

زندہ رہنے دیں گے۔ اس قسم کا یہ دوسرا ظلم تھا اور اس سے پہلے بھی پیدائش موسیٰ ؑ سے قبل اس نے ایسا ہی کیا تھا تاکہ موسیٰ ؑ کا وجود ہی دنیا میں نہ آنے پائے اور واقع ہوا اس کے برخلاف جو فرعون چاہتا تھا کہ موسیٰ ؑ آخر کار زندہ بچ رہے دوبارہ اس نے ایسا ہی قصد کیا جب کہ بنی اسرائیل کو ذلیل کرنا اور اُن پر غالب آنا چاہتا تھا۔ یہاں بھی اس کی خواہش پوری نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ ؑ کو عزّت دی اور فرعون کو ذلیل کیا اور اس کو اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ جب فرعون بنی اسرائیل کے ساتھ بُرائی کرنے کا عزمِ مصمّم کر چکا تو موسیٰ ؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ صبر کرو اور اللہ ہی سے مدد مانگو موسیٰ ؑ نے اُن سے حُسنِ عاقبت کا وعدہ کیا اور یہ کہ مُلک تمہارا ہو جائے گا۔ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جس کو چاہے ملک کی بادشاہت سونپے اور حُسنِ عاقبت متّقین ہی کے لئے ہے۔ موسیٰ ؑ کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں بڑی بڑی تکلیفیں دی گئی ہیں اور آپکے آنے کے بعد بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ کیا ذلیل کیا جا رہا ہے۔ موسیٰ انھیں حالتِ موجودہ پر اور پیش آنے والے حالات پر متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بہت قریب میں اللہ پاک تمہارے دشمن کو ہلاک کرنے والا ہے۔ اِس آیت کے ذریعہ انھیں نعمتوں پر شکر گزاری کے لئے اُبھارا جا رہا ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ

اور ہم نے فرعون والوں کو مُبتلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں

مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (۱۳۰)

کی کم پیداواری میں تاکہ وہ سمجھ جاویں۔

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ

سو جب ان پر خوش حالی آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہیے۔

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ

اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی

مَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

نحوست بتلاتے یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے لیکن

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۱۳۱)

اکثر لوگ نہیں جانتے تھے۔

ہم نے آلِ فرعون کو قحط میں مُبتلا کرکے آزمانا چاہا۔ اُن کی کھیتوں میں غلہ نہیں ہوا۔ درختوں میں پھل نہیں آئے۔ درختِ خرما میں ایک ہی کھجور لگتی تھی۔ تاکہ وہ کچھ عبرت حاصل کریں۔ جب یہ خوب سرسبز رہتے تھے، غلّہ خوب ہوتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم تو اس کے مستحق ہی تھے یہ ہمارا اپنا حق ہے کیسے نہ شاد کام ہوتے۔ اور اگر قحط ہو جاتا بھوکوں مرنے لگتے تو کہتے کہ یہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست ہے۔ ارے یہ نحوست تو خود ان کی اپنی قسمت کی بات ہے۔ ابنِ عباس لفظ طَآئِر سے مصائب مُراد لیتے ہیں۔ نحوست کے اس اصلی سبب کو لوگ سمجھتے نہیں۔ ابنِ عباس رضؓ عِنْدَ اللّٰهِ سے مِنْ قِبَلِ اللّٰهِ مراد لیتے ہیں۔ یعنی مِنْ جَانِبِ اللّٰه۔

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ

اور یوں کہتے کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعے ہم پر جادو چلاؤ

فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (۱۳۲) فَاَرْسَلْنَا

جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔ پھر ہم نے اُن پر

عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَ

طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور

الضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ قف

مینڈک اور خون کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے۔

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (۱۳۳)

سو وہ تکبّر کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى

اور جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا تو یوں کہتے کہ اے موسیٰ

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ

ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دُعا کر دیجیے جس کا اُس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے اگر آپ

كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ

اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیتے ہم ضرور ضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آدیں گے اور ہم بنی اسرائیل

مَعَكَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ

کو بھی رہا کرکے آپ کے ہمراہ کر دیں گے۔ پھر جب ان سے اُس عذاب کو ایک خاص وقت

الرِّجْزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ

تک کہ اس تک اُن کو پہنچنا تھا ہٹا دیتے　تو وہ فوراً ہی

يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

عہد شکنی کرنے لگتے۔

قومِ فرعون کے تمرد اور سرکشی کی خبر دی جارہی ہے کہ انھیں کیسا حق سے عناد اور باطل پر اصرار تھا کہ وہ یہ بھی کہنے لگے کہ، اگر موسیٰ کوئی نشانی بتائے کہ جس کے ذریعہ ہم پر سحر کر دے تو بھی ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں۔ ہم نہ اس کی دلیل کو قبول کریں گے نہ اس پر نہ اس کے معجزے پر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ " ہم نے ان پر طوفان بھیجا " طوفان کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں " کثرتِ بارش جو غرق کر دے یا کھیتوں اور باغات کو نقصان پہنچائے یا یہ کہ وبائے عام " مجاہد کہتے ہیں، سیلاب اور طاعون۔ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ طوفان یعنی موت ایک دوسری روایت میں ہے " خدا کا ناگہانی اور آسمانی عذاب " جیسا کہ فرمایا فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ۔ یعنی خدا کا ناگہانی عذاب ان کے سوتے ہوئے انھیں آپہنچا۔ جَرَادَ یعنی ٹڈی جو ایک مشہور پرندہ ہے جس کا کھانا حلال ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک رہے ہیں اور ہر وقت جراد کھانے کا موقع ملا۔ ابن عمر رضؓ کی روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا، " دو میتت اور دو دم ہمارے لئے حلال ہیں ایک مچھلی اور دوسری جراد کہ یہ مری ہوئی بھی ہوں تو جائز ہیں۔ اور خون میں دو منجمد خون، یعنی تلی اور کلیجی۔ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اکثر جاندار جو درحقیقت خدا کا لشکر ہیں جن کو نہ میں کھاتا ہوں نہ دوسروں کے لئے حرام کہتا ہوں بلکہ وہ حلال ہیں اگرچہ میں نہ کھاؤں۔ حضرتؐ کے نہ کھانے کا سبب یہ ہے کہ آپ کی طبیعت کو بھاتا نہیں تھا۔ جیسے جانور گوہ کہ آپ کو اس کا کھانا پسند نہیں تھا لیکن دوسروں کو اجازت دے رکھی تھی۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹڈی اور گوہ اور گردے نہیں کھاتے تھے۔ مگر یہ کہ اس کو حرام نہیں کہا۔ ٹڈی سے اس لئے اجتناب تھا کہ وہ خدا کا ایک عذاب ہے۔ جس طرف ٹڈی دل گزر جاتا ہے کھیت کے کھیت برباد ہو جاتے ہیں۔ گردے اور مثانوں سے اس لئے اجتناب تھا کہ یہ پیشاب سے قریب کے اجزاء ہیں اور گوہ اس لئے کہ غالباً یہ کوئی مسخ شدہ اُمت ہے۔ پھر ابن عباس نے کہا کہ یہ روایت بھی غریب ہے میں نے اس لئے اس کو نقل کیا ہے کہ اس سے اس کے اجتناب کے وجوہات پر روشنی پڑے۔ امیرالمومنین عمر بن الخطابؓ جراد کو بڑے شوق سے کھاتے تھے حضرت عمر رضؓ سے جراد کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا یہ حلال ہے تو فرمایا۔ کاش دو ایک پیس دو ایک ٹڈیاں مل جاتیں تو ہم بڑے مزے سے کھاتے۔ انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم طباق بھر بھر کر جراد تحفہ کے طور پر بھیجا کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریم بنت عمران علیہا السلام نے خدا سے دعا کی تھی کہ مجھے ایسا گوشت کھلا جس میں خون نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے انھیں جراد کھلائی۔ تو مریم نے کہا اے خدا! پرورش کے بغیر بھی اس کو زندگی دے اور بغیر آواز اور شور کے اس کو ایک دوسرے کے پیچھے رکھ۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ جراد کو نہ مارو کہ یہ خدا کا ایک زبردست لشکر ہے' یہ حدیث بہت غریب ہے فَاَرْسَلْنَا والی آیت کے بارے میں مجاہدؒ کہتے ہیں کہ یہ عذاب اس لئے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں یہ دروازوں کی کیلیں کھا جاتے تھے اور لکڑی چھوڑ دیتے تھے۔ اوزاعی کہتے ہیں کہ میں جنگل کی طرف نکلا تھا کہ ناگہاں ایک ٹڈی دل دیکھا کہ زمین و آسمان پر چھایا ہوا ہے۔ اور

ایک آدمی اس ٹڈی دَل کے اندر ہے اور وہ مسلّح ہے اور جس طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے اور دھکیلتا ہے تو ٹڈیاں ہٹ جاتی ہیں اور وہ بار بار کہتا جاتا ہے کہ دُنیا اور مافیہا سب باطل ہیں باطل ہیں۔

قاضی شریح سے جراد کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو کہا خدا اسے برباد کرے اس میں سات طاقتوروں کی شان ہے۔ اس کا سَر تو سَر ہے گھوڑے کا، گردن ہے بیل کی، سینہ ہے شیر کا، بازو ہیں گدھ کے، پاؤں ہیں اونٹ کے، دُم ہے سانپ کی اور پیٹ کژدم کا پیٹ ہے۔

قولہ تعالیٰ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ الخ کے ذکر کے وقت یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج یا عمرے کے لئے جا رہے تھے کہ ہمیں ایک ٹڈی دل سے سامنا ہوا۔ ہم اسے لکڑیوں سے دھکیلتے اور مار رہے تھے حالانکہ ہم حالتِ احرام میں تھے ہم نے یہ بات حضرتؐ سے کہی تو آپ نے فرمایا کہ بہ حالتِ احرام صیدِ بحر کی ممانعت نہیں۔ جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے جب جراد کے لئے یوں بد دعا کی تھی کہ "الٰہی! چھوٹے بڑے سب جراد کو ہلاک کر دے، ان کے انڈوں کو تباہ کر، ان کی نسل کو قطع کر دے اور ہمارا چھینا ہوا رزق ان کے مُنہ سے لے لے" تو جابر نے کہا۔ یا رسول اللہؐ! یہ تو خدا کا ایک لشکر ہے آپ اُس کو قطعِ نسل کی بد دُعا دے رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ، یہ سمندر کی مچھلیوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ زیاد نے خبر دی ہے کہ جس شخص نے مچھلیوں سے پیدا ہوتے ہوئے انھیں دیکھا ہے اُس کا بیان ہے کہ مچھلی جب ساحلِ بحر کے قریب انڈے دیتی ہے اور ساحلی پانی سوکھ جاتا ہے، دھوپ چمکتی ہے تو انڈوں میں سے یہ جراد نکل کر اُڑنے لگتے ہیں۔ اور قولہ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ کے تحت ہم نے یہ حدیث بیان کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار قسم کی مخلوق پیدا کی ہے چھ سو سمندری ہے اور چار سو خشکی والی۔ اور جلدی ہلاک ہونے والی مخلوق جراد ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ جنگ کے جہلوکین کے سامنے وبا بھی کوئی چیز نہیں اور جراد کے مقابلے میں لکڑی کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔

قُمَّل کے بارے میں ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ وہ گیہوں کے اندر کے کیڑے ہیں یا یہ کہ وہ چھوٹے چھوٹے جراد ہیں جن کے پَر نہیں ہوتے اور اُڑتے نہیں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ "قُمل" چھوٹے سیاہ رنگ کے کیڑے ہیں یا مچھروں کو کہتے ہیں یا وہ ایک ایسا کیڑا ہے جو اونٹوں کو چمٹی رہنے والی چیچڑیوں کے مشابہ ہے۔

روایت ہے کہ جب موسیٰؑ نے فرعون سے کہا تھا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ کر دو۔ تو اس وقت خدا کی طرف سے طُوفان آیا ہوا تھا وہ بارش تھی کہ مُوسلا دھار برس رہی تھی فرعونی سمجھ گئے تھے کہ یہ خدا کا عذاب ہے۔ کہنے لگے۔ اے موسیٰؑ! خدا سے دُعا کر کے اِس بارش کو بند کرا دیجئے، ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ کر دیں گے۔ موسیٰؑ نے دُعا کی، لیکن نہ وہ ایمان لائے نہ بنی اسرائیل کو آزاد کیا۔ اس سال بارش کی وجہ سے خوب کھیتی ہوئی، غلّہ اور پھل خوب پیدا ہوئے سبزیاں اُگیں۔ لوگوں نے کہا بس ہماری یہی آرزو تھی۔ لیکن ایمان نہ لانے کے سبب جراد ان پر مسلّط کر دیئے گئے وہ سب کھیت کھا گئے سبزیاں تباہ کر دیں سمجھ گئے کہ اب کوئی فصل باقی نہیں رہے گی۔ موسیٰؑ سے کہا کہ اِس عذاب کو ہٹا دیجئے، ہم ایمان لائیں گے۔ موسیٰؑ کی دعا سے جراد ختم ہو گئے۔ لیکن پھر بھی ایمان نہ لائے اور غلّہ گھروں میں خوب جمع کر کے رکھ لیا اور کہنے لگے کہ اب کیا ڈر ہے غلّہ ڈھیروں جمع کیا ہوا موجود ہے کہ یکایک کرمہائے گندم کا عذاب ان پر نازل ہوا۔ اگر کوئی پسوانے کے لئے دس جریب پیمانے غلّہ لے کر نکلتا تو پسنے تک تین غلّہ بھی نہ رہتا۔ پھر موسیٰؑ سے درخواست کی کہ یہ "قمّل" کا عذاب دُور کر دو ہم آپ کی بات سُنیں گے لیکن عذاب دُور ہونے کے بعد پھر بھی سرکشی کی۔ ایک وقت موسیٰؑ فرعون سے مل رہے تھے کہ مینڈک کی ٹرٹر سُنی گئی۔ آپ نے فرعون سے کہا کہ تم پر اور تمھاری

قوم پر یہ کیا عذاب ہے۔ اُس نے کہا اس سے تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں
لیکن شام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ لوگوں کے سارے جسم پر مینڈک
کُودنے لگے۔ کوئی بات کرنے کے لئے مُنہ کھولتا اور مینڈک پھدک کر
مُنہ میں ہو جاتا۔ پھر موسیٰؑ سے درخواست کی۔ اور عذاب دُور
ہونے پر ایمان نہ لائے۔ اب کے خون کا عذاب نازل ہوا۔ نہروں
اور باؤلیوں سے پانی لاتے ہیں تو خون بنجاتا ہے۔ برتنوں میں
پانی رکھتے ہیں تو خون ہو جاتا ہے۔ فرعون سے لوگوں نے شکایت
کی کہ خون کے عذاب میں ہم مُبتلا ہیں۔ پینے کو پانی نہیں ملتا۔ فرعون
نے کہا۔ تم پر جادُو کر دیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کس نے جادو کیا
ہوگا ہمارے برتنوں میں خون ہی خون بھرا ہوا ہے۔ پھر موسیٰؑ
کے پاس آکر درخواست کی اور وعدے کئے۔ لیکن اب بھی ایمان
نہ لائے نہ بنی اسرائیل کو آزاد کیا۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب جادوگر ایمان لائے،
اور فرعون مغلوب اور ناکام واپس ہوا تو پھر بھی سرکشی اور
کفر سے باز نہ آیا تو پے درپے اس پر نشانیوں کا ظہور ہوا۔ قحط
سے سابقہ پڑا۔ بارش کا طوفان آیا، پھر جراد کا عذاب، پھر
جُوں اور کیڑوں کا، پھر مینڈک اور خون۔ یہ مسلسل نشانیاں
ظاہر ہوتیں۔ طوفان آیا ساری زمین دَلدَل ہوگئی نہ چل پھر
سکتے تھے نہ کچھ بو سکتے تھے۔ بھُوک سے تڑپنے لگے۔ موسیٰؑ سے
درخواست کی کہ عذاب کھُل جائے لیکن ایمان لانے کے وعدہ
کو پُورا نہ کیا۔ پھر جراد کا عذاب آیا جو ساری کھیتی کھا گئے۔
دروازوں کی کیلیں چاٹ گئے جس کی وجہ سے اُن کے گھر
گر پڑے۔ پھر جُوں کا عذاب آیا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ اس ٹیلے کی
طرف آؤ۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے بحکم خدا ایک پتھر پر لکڑی ماری
جس سے بے شمار چیچڑیاں نکل پڑیں، گھروں میں ہر جگہ پھیل
گئیں، غذا کو چمٹنے لگیں نہ سو سکتے تھے نہ قرار لے سکتے تھے پھر
مینڈک کا عذاب آیا۔ کھانوں میں مینڈک برتنوں میں مینڈک،
کپڑوں میں مینڈک۔ پھر خون کا عذاب آیا۔ پانی کے ہر برتن
میں پانی کے بجائے خون ہی خون۔ غرض مختلف عذابوں سے
دوچار ہونا پڑا۔

عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ
مینڈک کو نہ مارا کرو، کیونکہ مینڈک کا عذاب جب قوم فرعون
پر بھیجا گیا تھا تو ایک مینڈک آگ کے ایک تنور میں خدا
کی خوشنودی کی خاطر گر پڑا تھا۔ چنانچہ مینڈکوں کا مسکن
اللہ نے ٹھنڈی چیز بنائی یعنی پانی کا مقام اور ان کی آواز
کو تسبیح قرار دیا۔ زید بن اسلم "دم" کے عذاب سے نکسیر پھوٹنے
کا عذاب مُراد لیتے ہیں۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ
پھر ہم نے اُن سے بدلہ لیا یعنی ان کو دریا میں غرق کر دیا اس سبب سے کہ وہ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾
ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور اُن سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے۔
وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ
اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے اس
مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ
سر زمین کے پورب پچھم کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے
بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى
برکت رکھی ہے۔ اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل
عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا
کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا اور ہم نے فرعون کے
مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا
اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی
كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾
عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا۔

قوم فرعون کو باوجودیکہ متواتر نشانیاں بتائی گئیں اور یکے
بعد دیگرے انھیں کئی عذاب دیئے گئے لیکن ان کی سرکشی
دُور نہ ہوئی، تو انھیں دریا میں ڈبو دیا گیا۔ جس میں موسیٰؑ
کے لئے راستہ بنا دیا گیا وہ اس میں اُتر پڑے اور اُس کو

پار کرگئے۔ بنی اسرائیل بھی اُن کے ساتھ تھے۔ پھر فرعون اور اس کا لشکر بھی ان کی تقلید میں اُن کے پیچھے اترا۔ جب وہ بیچ دریا میں ہوگئے تو پانی مِل گیا اور وہ ڈوب گئے۔ یہ آیاتِ الٰہی کی تکذیب کرنے اور اس سے غفلت برتنے کا نتیجہ تھا۔ اللہ پاک نے خبر دی ہے کہ پھر خدا نے فرعون کی اس سرزمین کو شرقاً و غرباً بنی اسرائیل کے سپرد کردیا جس کو نہایت ضعیف سمجھا جاتا تھا جو کمزور بنے ہوئے غلامی میں گزار رہے تھے۔ جیسا کہ فرمایا "ہم چاہتے ہیں کہ اس قوم پر احسان کریں جو دنیا میں کمزور سمجھی جاتی ہے۔ ہم ان کو بادشاہ اور سردار بنانا چاہتے ہیں انہیں اپنی زمین کا وارث اور قادر قرار دیں گے اور جس عذاب سے فرعون اور ہامان اور قوم فرعون کو اندیشہ تھا وہی ان پر عذاب نازل کریں گے۔" اور فرمایا کہ وہ کیسے کیسے باغات، کھیتیاں اور بہترین مقامات چھوڑ کر تباہ ہوگئے جس میں وہ بڑے مزے سے گزار رہے تھے۔ ہم اگر چاہتے ہیں تو اسی طرح کسی دوسری قوم کو سردار اور بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ حسن بصریؒ اور قتادہؒ شرق و غرب سے ملک شام مُراد لیتے ہیں۔ خدا کی مبارک بات بنی اسرائیل کے حق میں پوری ہوئی کیونکہ انھوں نے مصیبتوں پر صبر کیا تھا' اور خدا کی وہ بات اور وعدہ وَنُرِيدُ اَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ہے وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ۔ یعنی فرعون اور اس کی قوم نے جو عمارتیں اور باغات بنا رکھے تھے اور محل کھڑے کئے ہوئے تھے سب ہم نے تباہ کردیئے اور اُجاڑ دیئے۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَاءِيلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اُتار دیا پس ان لوگوں کا ایک قوم پر

عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُونَ عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوا

گزر ہوا جو اپنے چند بُتوں کو لگے بیٹھے ہیں کہنے لگے

يٰمُوسَى اجْعَل لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ

اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کردیجئے جیسے ان کے یہ معبود

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰؤُلَاءِ

ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔ یہ لوگ جس

مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۹﴾

کام میں لگے ہیں یہ تباہ کیا جاوے گا اور ان کا یہ کام محض بے بنیاد ہے۔

بنی اسرائیل کے جاہل لوگوں کا مطالبہ بیان کیا جارہا ہے کہ موسیٰ نے جب دریا کو پار کرلیا اور اللہ کی یہ عظیم نشانی وہ دیکھ چکے، تو اُن کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو بتوں کو لے بیٹھی تھی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وہ کنعانی تھے یا قبیلۂ لخم کے تھے۔ گائے کے جیسے جانور کا بُت بنا رکھا تھا۔ اسی لئے بعد میں اسی کے مشابہہ ایک گوسالہ کی پرستش میں وہ مبتلا ہوگئے اور کہنے لگے کہ:

"اے موسیٰ! ہمارے لئے ایک خدا بنا دو' جیسے کہ ان لوگوں کے خدا ہیں۔" موسیٰؑ نے کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو' خدا کی عظمت کو بھول بیٹھے ہو۔ وہ تو ایسی باتوں سے منزّہ ہے کہ کوئی اس کا شریک و مثیل ہوسکے۔ ان کا مذہب بھی باطل ہے اور اُن کا عمل بھی باطل ہے۔

بعض صحابہ رضؓ کہتے ہیں کہ ہم حضرتؐ کے ساتھ مکّے سے حنین کی طرف جا رہے تھے۔ راستہ میں کفّار کا ایک درخت بیری تھا۔ جس پر وہ دھرنا جمائے بیٹھے ہوتے تھے۔ اپنے ہتھیار اس درخت پر باندھ رکھے تھے اس درخت کی عظمت کرتے تھے۔ اس درخت کو کہا جاتا تھا "ذات انواط" جب ہم اس درخت کے پاس پہنچے جو بہت سرسبز اور عظیم الشان تھا تو ہم نے رسول اللہؐ سے کہا کہ یا رسول اللہؐ ایک ذات انواط ہمارے لئے بھی قرار دیجئے جیسا کہ ان لوگوں کا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم تم نے تو وہ بات کہی جو موسیٰؑ کی قوم نے موسیٰ سے کہی تھی کہ موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایک خدا بنا دیجئے جیسا ان لوگوں کا ہے۔ تو موسیٰؑ نے کہا تھا تم بڑے ہی جاہل ہو۔ ان کا طریق اور ان کے اعمال سب جھوٹے اور باطل ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا

کہ تم بھی انھیں کے قدم بقدم چلنا چاہتے ہو۔

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى
فرمایا کیا اللہ تم کے سوا اور کسی کو تمھارا معبود تجویز کر دوں حالانکہ اس نے تم کو تمام دنیا جہان والوں

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
پر فوقیت دی ہے۔ اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے بچا لیا

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُقَتِّلُوْنَ
جو تم کو بڑی سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے تمھارے بیٹوں کو قتل

اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ
کر ڈالتے تھے اور تمھاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس

ع ۱۶/۱۲ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾
میں تمھارے پروردگار کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی۔

موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو اللہ کی نعمتیں یاد دلا رہے ہیں کہ اللہ نے تمھیں فرعون کی قید سے اور غلبہ سے نجات دی اور رسوائی و ذلت سے چھٹکارا دیا۔ بہاں اوج و عزت عطا کی۔ تمھارے دشمنوں کو تمھارے سامنے برباد کیا، اس کے سوا اور کون قابلِ عبادت ہے۔ اس کی پوری تفصیل سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا
اور ہم نے موسیٰ سے تیس شب کا وعدہ کیا اور دس شب اور ان تیس شب کا تتمہ بنایا

بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً
سو ان کے پروردگار کا وقت پورے چالیس شب ہو گیا۔

وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ
اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا

فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ
انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بدنظم لوگوں کی

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾
رائے پر عمل مت کرنا۔

بنی اسرائیل پر احسان جتایا جا رہا ہے کہ تم کو ہدایت حاصل ہوئی

موسیٰؑ نے خدا سے کلام کیا۔ اُس نے توریت دی جس میں احکام ہیں اور شرع کی تمام تفصیلی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ موسیٰؑ نے ان دنوں روزہ رکھا تھا۔ جب یہ تیس دن تمام ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مزید حکم دیا کہ چالیس دن کی تکمیل کریں۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ تیس دن ذیقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے تھے۔ اس طرح عید کے دن تک چالیس دن کا تکملہ ہوا۔ اس کے بعد موسیٰؑ سے اللہ نے کلام فرمایا اور اسی دن دینِ محمدی بھی کامل ہوا۔ جیسا کہ فرمایا کہ آج میں نے تمھارا دین کامل کر دیا۔ اپنی نعمت تم پر پوری اتار دی اور تمھارے لئے دین اسلام اختیار کیا۔ غرض یہ کہ جب میعاد پوری ہو گئی اور موسیٰ طور کی طرف گئے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: ”اے بنی اسرائیل! ہم نے تم کو دشمنی سے نجات دی اور طور کی سیدھی طرف بلایا تھا۔ اب موسیٰ نے جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون کو اپنا جانشین بنایا اور حالات کو بہتر رکھنے کی وصیت کی تاکہ فسادات نہ پیدا ہوں۔ یہ بات بہ طور تنبیہ و تذکیر کے ہے ورنہ ہارونؑ خود نبی تھے اور وجاہت و جلالت والے نبی تھے۔ والصلوٰۃ علی سائر الانبیاء۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ
اور جب موسیٰ ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو

قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ
عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں

تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ
ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو سو اگر یہ اپنی

مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ
جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی دیکھ سکو گے۔ پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی تجلی نے اس کے

لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّآ
پرخچے اڑا دیئے اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض

اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا
کیا بیشک آپ کی ذات منزہ ہے میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں اور

اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام سے متعلق خبر دی جا رہی ہے کہ جب موسیٰ ع وعدہ گاہ پر آئے اور آپ کو اللہ پاک سے تکلّم کا شرف حاصل ہوا تو یہ بھی درخواست کی کہ اے خدا میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں مجھے دیکھنے کا موقع عنایت فرما۔ تو اللہ پاک نے فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ لفظ لَنْ نے جو لَنْ تَرَانِيْ میں ہے اکثر علماء کے لئے اشکال پیدا کر دیا ہے۔ اس لئے کہ لَنْ ہمیشہ کی نفی کے لئے آیا کرتا ہے۔ اِس بنا پر معتزلہ نے استدلال کیا ہے کہ دنیا ہو یا آخرت رویت نہیں ہو سکتی۔ اور یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اس بارے میں متواتر احادیث مروی ہیں کہ مومنین کو آخرت میں خدا کا دیدار ہوگا۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ اِس مومنین کو خوش خبری دی گئی ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کو دیکھ سکیں گے۔ پھر کفّار کے بارے میں کہا ہے کہ وہ نہ دیکھ سکیں گے۔ جیسا کہ فرمایا: كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نفی دنیا کے لئے ہے نہ کہ آخرت کے لئے اس طرح اب کلام میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے کہ آخرت میں رویت صحیح ہے اور دنیا میں نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ' اس مقام میں یہ کلام بالکل ایسا ہے جیسا کہ فرمایا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ سورۂ انعام میں اِس پر کافی بحث گزر چکی ہے۔ کتبِ متقدمہ میں ہے کہ اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ' اے موسیٰ کوئی زندہ مرنے سے پہلے مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ خشک چیزیں بھی میری تجلّی سے فنا ہو جاتی ہیں اسی لئے فرمایا کہ ربّ نے جب اپنی تجلّی پہاڑ پر ڈالی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا' اور موسیٰ ع بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلّی کی (اس وقت آپ نے اپنی انگلی سے اشارہ بھی کیا) تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ ابو اسمٰعیل نے بھی یہ کہتے ہوئے ہمیں اپنی انگشتِ شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔ اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی کا نام مبہم ہے بتایا نہیں گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت فَلَمَّا تَجَلّٰى پڑھتے وقت اپنے انگوٹھے کو اپنی چھنگلیا کے اوپر کے پورے پر رکھ کر بتایا کہ اِتنی سی تجلّی کے سبب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ حمید نے ثابت سے کہا کہ دیکھو اس طرح چنانچہ ثابت نے اپنا ہاتھ حمید کے سینے پر مارا اور کہا اس کو رسولؐ نے فرمایا ہے انس رضؓ نے روایت کی ہے تو کیا میں اس کو چھپاؤں گا۔ امام احمد رحؒ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ ربّ نے صرف چھنگلیا برابر تجلّی کی تھی کہ پہاڑ جل اُٹھا اور خاک بن گیا۔ سفیان ثوری رحؒ کہتے ہیں کہ زمین میں دھنس گیا اور دھنستا جا رہا ہے اب وہ قیامت تک ظاہر نہیں ہوگا۔ انس رضؓ سے روایت ہے کہ جب پہاڑوں پر تجلّی ہوئی تو چھ پہاڑ اُڑ گئے، تین مکّہ میں آ کر گرے اور تین مدینے میں۔ مدینے میں اُحد ہے ورقان ہے رضوی ہے۔ اور مکّے میں حرا ہے ثبیر ہے ثور ہے۔ یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے۔

تجلّی سے پہلے کوہِ طور چکنا اور صاف تھا۔ تجلّی کے بعد اس میں غار اور دڑّے پڑ گئے مجاہد کہتے ہیں کہ یہ قول کہ " اے موسیٰ پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ قائم رہے تو سمجھو کہ تم مجھے دیکھ سکو گے ورنہ نہیں۔ یہ اس لئے کہا کہ پہاڑ کی پیدائش اور استحکام تو انسان سے کہیں اکبر اور اشد ہے اور جب پہاڑ پر خدا کی تجلّی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا تو پہاڑ کی یہ کیفیت دیکھ کر موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے "صَعِق" کے معنی غشی کے ہیں، جیسا کہ ابن عباسؓ نے تفسیر کی۔ قتادہ رحؒ اس کے معنی موت لیتے ہیں اور ازروئے لغت یہ معنی بھی صحیح ہیں جیسا کہ آیت قرآن ہے کہ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ الخ یعنی صُور پھونکا جائے گا تو ہر چیز مر جائے گی فنا ہو جائے گی۔ غرض یہاں قرینہ موت کا ہے اور غشی کا بھی ہے۔ غشی کا اس لئے کہ پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ فَلَمَّآ اَفَاقَ اور افاقہ تو غشی

ہی سے ہوتا ہے نہ کہ موت سے، اس لئے غشی کے معنی لیناہی صحیح ہے۔

افاقہ کے بعد موسیٰؑ کہنے لگے کہ اے خدا! تو پاک ہے تجھ پر کوئی نظر نہیں ڈال سکتا ورنہ مَر جائے گا جَل جائے گا۔ میں سوالِ رویت کی خطا سے توبہ کرتا ہوں۔ اب مجھے اِس کا یقین ہو گیا، اور سب سے پہلے مجھے یقین ہے۔ یہاں ایمان سے، ایمانِ اسلام مُراد نہیں بلکہ ایمان اس بات کا کہ تیری مخلوق تجھے نہیں دیکھ سکتی۔ ابن جریرؒ نے اِس آیت کی تفسیر میں محمد بن اسحاقؒ کی روایت سے ایک عجیب و غریب حدیث نقل کی ہے اور غالبًا انھیں یہ بات اسرائیلیات کے دفتر سے ملی ہے۔ واللہُ اعلم۔

خَرَّ مُوْسیٰ صَعِقًا سے متعلق ابوسعید خدری کی روایت ہے کہ ایک یہودی نے آکر حضرتؐ سے شکایت کی کہ آپ کے ایک انصاری صحابی نے میرے مُنہ پر طمانچہ مار دیا۔ اُس انصاری کو بُلا کر حضرتؐ نے پوچھا۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہؐ میں نے اس یہودی کو کہتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے تو میں نے کہا۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی؟ تو اُس نے کہا، ہاں۔ مجھے غصہ آگیا اور میں نے ایک طمانچہ رسید کر دیا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے انبیاءؑ پر فضیلت نہ دو۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے اور جب افاقہ ہوگا تو سب سے پہلے مجھے ہوگا۔ لیکن میں دیکھوں گا کہ موسیٰؑ پایۂ عرش کو تھامے کھڑے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ مجھ سے پہلے انھیں ہوش آئے گا یا یہ کہ وہ بیہوش ہوں گے ہی نہیں کیونکہ وہ ایک بار تجلّیٔ طور سے بے ہوش ہو چکے تھے اور اللہ تعالیٰ انھیں بے ہوش ہونے سے مُستثنیٰ فرما دے گا۔ صحیحین میں یہ روایت موجود ہے۔ ابوبکر بن ابی الدنیاؒ کہتے ہیں کہ اِس قضیہ کے فریق حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تھے لیکن صحیحین میں یہ بات گزر چکی ہے کہ وہ انصار کا ایک آدمی تھا اور ابوبکر رضؓ تو انصار میں سے نہیں تھے بلکہ مہاجر تھے۔ اور یہ بات کے کہ لا تخیروني علی موسیٰ مثل اس حدیث کے ہے کہ لا تفضلوني علی الانبیاء ولا علی یونس بن متی۔ کہتے ہیں کہ یہ بات از رُوئے تواضع تھی یا یہ فرمان اس سے پہلے کا ہے کہ آپ کو اپنی فضیلت کا علم خدا کی طرف سے ہوا ہو، یا یہ کہ غصّے میں آکر تعصب کی بنا پر مجھے فضیلت نہ دو، یا یہ کہ صرف اپنی رائے سے فضیلت قائم نہ کرو۔ واللہُ اَعلم۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ بے ہوشی عرصۂ قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے ہوگی۔ بہت ممکن ہے کہ یہ اُس وقت کا حال ہو جب خدا تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے آئے گا تو اُس کی تجلّی سے لوگ بیہوش ہو جائیں گے۔ جیسے حضرت موسیٰؑ تجلّی کی برداشت نہ لا سکے اسی لئے آپ کا فرمان ہے کہ نہ معلوم مجھ سے پہلے افاقہ ہوگا یا طور کی بے ہوشی کے بدلے یہاں بے ہوش نہیں ہوئے۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰؑ پر تجلّی ہوئی تو آپ کی نظر ایسی تیز ہو گئی کہ دس کوس کی مسافت سے تاریک رات میں بھی کسی چٹان پر چلتی ہوئی چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔ پھر ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اِس لحاظ سے کوئی بعید نہیں کہ یہ خصوصیت ہمارے نبی صلعم کو بھی حاصل ہو کیونکہ معراج میں آپ نے تو آیاتِ کبریٰ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تھیں۔ اس بات کے ذریعہ گویا کہ حدیث کی تصحیح ثابت کی، لیکن اس کی صحت غور طلب بات ہے کیونکہ اس حدیث میں راوی غیر معروف لوگ ہیں اور ایسی باتیں جب تک عادل اور ثقہ راویوں سے منسوب نہ ہوں، قابلِ قبول نہیں ہو سکتیں۔

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ
ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ میں نے پیغمبری اور اپنی ہم کلامی سے اور لوگوں پر
بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ
تم کو امتیاز دیا ہے   تو جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے اس کو
مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ
لو اور شکر کرو   اور ہم نے چند تختیوں پر

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ کر دی۔

فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا

تو ان کو کوشش کے ساتھ عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو حکم کرو کہ ان کے اچھے

بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ (۱۴۵)

اچھے احکام پر عمل کریں اب بہت جلد تم لوگوں کو ان بے حکموں کا مقام دکھلاتا ہوں

ارشاد ہوتا ہے اور موسیٰؑ سے خطاب ہے کہ ہم نے تم کو رسالت اور کلام کے لئے سب لوگوں میں سے چُن لیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساری اولاد آدم کے سردار ہیں۔ اسی لئے تو اللہ نے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا جن کی شریعت قیامت تک کے لئے جاری ہوگی اور آپ کے امتی سارے انبیاءؑ کی امتوں سے زیادہ ہوں گے۔ شرف و فضل میں آپ کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں، پھر حضرت موسیٰ بن عمران کلیم اللہ۔

اللہ تعالیٰ موسیٰؑ سے فرماتا ہے کہ میں نے تمھیں جو کلام اور مناجات دی ہے اُس کو لے لو اور شکر ادا کرو اور جس کے سہارنے کی تمھیں طاقت نہیں اس کا مطالبہ نہ کرو۔ پھر خبر دی جاتی ہے کہ ان الواح میں ہر بات کی نصیحت اور ہر حکم کی تفصیل موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ الواح جواہر کے تھے۔ اللہ پاک نے اس میں مواعظ اور احکام تفصیل سے لکھ دیئے تھے اور سب حلال و حرام بتا دیا گیا تھا۔ اِن الواح پر توریت لکھی ہوئی تھی۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی جس میں لوگوں کے لئے بصیرت تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ الواح توریت لکھنے سے پہلے ہی دیئے گئے تھے۔ بہرحال یہ ضرور ہے کہ یہ سوال رویت کو نامنظور کرنے کا معاوضہ تھا۔ قوت کے ساتھ لو، یعنی طاعت کا عزم مصمم کرکے لو اور اپنی قوم کو بھی حکم کرو کہ اس پر اچھی طرح عمل کریں۔ موسیٰؑ کے حکم کے ساتھ قوت کا لفظ ہے اور قومِ موسیٰ کے ساتھ احسن کا لفظ ہے یعنی موسیٰؑ کو تاکید ہے کہ سب سے پہلے تم اس پر سختی سے عمل کرو، اور تمھاری قوم بھی احسن طریق سے عمل کرے سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ یعنی قریب میں تم میری مخالفت کرنے والے اور میری طاعت سے سرتابی کرنے والے کا انجام دیکھ لوگے کہ وہ کس طرح ہلاک اور برباد ہوجائے گا۔ یہ بات بالکل اس طرح ہے جیسے کوئی اپنے مخاطب سے کہے کہ اگر تم میرے حکم کے خلاف کروگے تو کل میں تمھیں دیکھ لوں گا۔ یہاں خلافِ امر کرنے والوں کو وعید اور تہدید کی جا رہی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اطاعت کرنے والوں کو فاسقوں کا ملک یعنی شام عطا کریں گے یا یہ کہ منازلِ قومِ فرعون مُراد ہیں۔ لیکن پہلی بات زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ واللہ اعلم کیونکہ یہ فرمان موسیٰؑ کے بلادِ مصر کو چھوڑنے کے بعد کا ہے اور یہ دوسرا قول تو بنی اسرائیل سے خطاب ہے اور یہ تخاطب میدان تیہ میں داخل ہونے سے پہلے کا ہے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي

میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں جس

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ

کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں۔ اور اگر تمام نشان دیکھ لیں تب بھی اُن پر

لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ

ایمان نہ لاویں۔ اور اگر ہدایت کا راستہ

الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ

دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بناویں۔ اور اگر

يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ

گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنالیں۔ یہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا

اس سبب سے ہے کہ انھوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اور ان سے غافل

غٰفِلِيْنَ (۱۴۶) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاۗءِ

رہے۔ اور یہ لوگ جنھوں نے ہماری آیتوں کو اور قیامت کے پیش آنے

الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ

کو جھٹلایا ان کے سب کام غارت گئے۔ اُن کو وہی سزا

ع ۱۶

إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴۷﴾

دی جاوے گی جو کچھ یہ کرتے تھے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کو جنھیں ہماری طاعت سے انکار ہے اور جو بلا وجہ لوگوں سے غرور کرتے ہیں۔ شریعت اور احکام کے سمجھنے ہی سے محروم کر دیں گے جو ہماری عظمت و وحدانیت پر دلیلِ قاطع ہیں، انھیں جہالت سے پالا پڑا ہے، اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کر دیا ہے جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے ان کے دلوں اور آنکھوں کو اُلٹ ہی دیا ہے کیونکہ سمجھانے بجھانے پر بھی وہ ایمان لائے ہی نہیں اور فرمایا کہ وہ جب ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے اُن کے دلوں کو بھی ٹیڑھا کر دیا تاکہ نہیں سمجھتے تو کبھی بھی نہ سمجھنے پائیں۔ بعض سلف نے کہا ہے کہ غرور کرنے والا علم اور معرفت سیکھ ہی نہیں سکتا اس کی تو ناک چڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ جس نے کچھ عرصے کے لئے علم سیکھنے کی مذلت کو برداشت نہیں کیا اس کو ہمیشہ کے لئے علم سے محروم رہنے کی مذلت برداشت کرنی پڑے گی۔

اسی لئے اللہ پاک نے ان سے فہمِ قرآن کا مادہ چھین لیا ہے اور اپنی آیات سے ان کو محروم کر دیا۔ اس آیت کا اشارہ اس امّت کی طرف بھی ہے۔ یہ ابنِ عیینہ کا خیال ہے لیکن یہ کوئی ضرور نہیں۔ ابنِ عیینہ تو ہر امّت کے حق میں اس کو قرار دیتے ہیں اور اُمّتوں کے مابین کوئی فرق نہیں کرتے واللہُ اعلم۔

ارشاد ہے کہ وہ کیسی ہی آیت کیوں نہ سُنیں، ایمان نہیں لاتے۔ جیسا کہ فرمایا جن لوگوں کے حق میں کلمۂ ربّ پورا ہو چکا کہ وہ راہِ راست پر نہیں آئیں گے، تو وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے خواہ کیسی ہی آیت کیوں نہ آئے حتّٰی کہ وہ عذابِ الیم دیکھ لیں گے اور اگر راہِ ہدایت اور طریقِ نجات اُن پر ظاہر ہو جائے لیکن کبھی سیدھی راہ اختیار نہیں کریں گے اور اگر ہلاکت و گمراہی کی راہ ان کے سامنے آجائے تو فوراً اختیار کر لیں گے اب ان کی اِس نادانی کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ نتیجہ ہے اِس بات کا کہ انھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے اُن پر عمل نہیں کیا ارشاد ہوتا ہے کہ وہ لوگ جنھیں ہماری آیتوں کے ماننے سے انکار ہے اور روزِ قیامت ہم سے سامنا ہونے کا یقین نہیں اور مرتے دم تک اپنے اِسی خیال پر قائم رہا تو ایمان کی معیت میں نیک عمل نہ ہونے کے سبب یہ سارے نیک اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے اور سلب کر لئے جائیں گے۔ ارشاد ہے کہ ان کے اعمال کی یہی جزا ہے۔ ہم ان کے حسب اعمال جزا دیتے ہیں۔ اگر وہ ایمان کے ساتھ نیکی کرتے تو نیک جزا دیتے اور بُرائی تو بُرائی ہی ہے جیسا عمل ویسا بدلہ۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ

اور موسیٰ کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں کا ایک بچھڑا ٹھہرالیا جو کہ

عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُوَارٌ ۚ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا

ایک قالب تھا جس میں ایک آواز تھی۔ کیا انھوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ

يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَ

ان سے بات نہیں کرتا تھا اور نہ ان کو کوئی راہ بتلاتا تھا اس کو انھوں نے

كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ

معبود قرار دیا اور بڑا بے ڈھنگا کام کیا۔ اور جب نادم ہوئے اور معلوم ہوا کہ واقعی

وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِنْ لَمْ

وہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے   تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر

يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ

رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے تو ہم

الْخَاسِرِينَ ﴿۱۴۹﴾

بالکل گئے گزرے۔

بنی اسرائیل میں سے گمراہ لوگوں نے گوسالہ کی پرستش کی تھی سامری نے ان زیورات سے جو قبطیوں سے مستعار لے گئے تھے ان کے سونے چاندی سے بچھڑے کا سا ایک مجسمہ بنایا اور اس کے پیٹ کے اندر ایک مٹھی بھر وہ مٹی ڈال دی جو جبریلؑ

کے گھوڑے کے قدموں تلے سے حاصل کر رکھی تھی چنانچہ اس بچھڑے کے اندر سے ایسی آواز نکلنے لگی جیسے گائے کی ہوتی ہے یہ سارا کھیل موسیٰ کے غیاب میں ہوا جب کہ آپ میقات رب کی خاطر طور پر گئے ہوئے تھے طور پر اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس فتنہ سے آگاہ فرما دیا چنانچہ موسیٰ سے خطاب ہوتا ہے کہ اے موسیٰ! تمھاری قوم کو تمھارے پیچھے ہم نے آزمائش میں ڈال دیا ہے یعنی سامری نے انھیں گمراہ کر دیا ہے۔ مفسرین نے اِس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا یہ گوشت اور خون کا بن چکا تھا اور آواز دینے لگا تھا یا سونے ہی کا بنا ہوا تھا صرف اس میں ہوا داخل ہو گئی تھی اور اس کے اندر سے گائے کی طرح آواز نکلتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ بچھڑا تیار ہونے کے بعد جب گائے کی طرح آواز دینے لگا تو ناچتے ہوئے اس کے اطراف طواف کرنے لگے اور بڑے فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہی ہے تمھارا خدا اور موسیٰ کا خدا، موسیٰ بھول میں پڑ گئے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ کیا وہ اتنی سی بات کو نہیں سمجھتے کہ آواز نکالتا ہے تو کیا ہوا وہ تمھاری کسی بات کا جواب دینا تو ہے نہیں نہ تمھیں کوئی ضرر پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ چنانچہ اِس آیتِ کریمہ میں فرمایا کہ نہ وہ ان سے بات کرتا ہے نہ انھیں کوئی رہنمائی کر سکتا ہے۔ ان گوسالہ پرستوں کو سرزنش ہو رہی ہے کہ بچھڑے کو لے کر گمراہ ہو گئے خالق السمٰوٰتِ والارض کو بھول گئے، ان کی آنکھوں پر جہل و گمراہی کے پردے پڑ گئے ہیں جیسا کہ حضرت نے فرمایا کہ کسی شے کی محبت تمھیں اندھا اور بہرا کر دے گی۔ اور جب یہ اپنے فعل پر نادم ہوئے اور سمجھ میں آ گیا کہ واقعی ہم گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم پر رحم نہ کرے اور مغفرت نہ فرمائے تو ہم بڑے گھاٹے میں رہیں گے اور ہلاک ہو جائیں گے۔ چنانچہ انھوں نے گناہ کا اعتراف کیا اور خدا تعالےٰ کے سامنے زاری کی۔

بعض نے "یَرْحَمْنَا" کے بجائے (ت) سے "تَرْحَمْنَا" اور "تغفرلنا" پڑھا ہے۔ اس طرح "ربّنا" فاعل ہونے کے بجائے مُنادیٰ ہو جاتا ہے۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا

اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے

قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي ۖ أَعَجِلْتُمْ

تو فرمایا کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی کیا اپنے رب کے حکم سے پہلے

أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ

ہی تم نے جلد بازی کر لی اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں اور اپنے بھائی

أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ

کا سر پکڑ کر ان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے ہارون نے کہا کہ اے میرے ماں جائے ان

اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا

لوگوں نے مجھ کو بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں تو تم مجھ

تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ

پر دشمنوں کو مت ہنسواؤ اور مجھ کو ان ظالموں کے ذیل میں مت

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١٥٠﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي

شمار کرو۔ موسیٰ ؑ نے کہا کہ اے میرے رب میری خطا معاف فرما

وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ

اور میرے بھائی کی بھی اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیے اور آپ سب رحم

الرَّاحِمِينَ ﴿١٥١﴾ ع ۱۸ / ۸

کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام جب خدا سے باتیں کر کے قوم کی طرف لوٹے تو نہایت غضبناک تھے اور رنج و افسوس میں تھے۔ اور کہنے لگے کہ میرے پیچھے گوسالہ کی پرستش کر کے تم نے بہت ہی برا کام کیا ہے، کیا خدا کے عذاب کو تم جلدی بلا لینا چاہتے تھے اور خدا کی باتوں سے ہٹا کر مجھے جلدی لوٹانا چاہتے تھے۔ مگر یہی بات مقدر میں تھی۔ اور شدتِ غضب میں یہ الواح انھوں نے زمین پر ڈال دیں اور بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ الواح زمرد کے تھے یا یاقوت کے یا کپڑے کے یا لکڑی کے۔ اس واقعہ سے دلالت ہوتی ہے اس حدیث پر جو حضرت ؐ نے فرمایا کہ لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ یعنی شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ اور ظاہر سیاقِ عبارت یہ ہے کہ آپ نے غضبناک ہو کر الواح قوم کے سامنے پھینک

دیتے یہ سلف وخلف تمام جمہور کا قول ہے۔ ابن جریر رحمہ نے روایت کی ہے کہ یہ قول غریب ہے اس کی اسناد صحیح نہیں اکثر علماء کہتے ہیں کہ یہ رد کرنے کے قابل ہے شاید بعض اہلِ کتاب کے ذخیرہ سے قتادہ نے نقل کرلیا ہو اور اہلِ کتاب میں تو جھوٹ تصرف کرنے والے بات بنانے والے اور زندیق بہت ہیں۔ بھائی کا سر پکڑ کر گھسیٹا تو اس خیال کے تحت کہ لوگوں کو گوسالہ پرستی سے روکنے میں اس نے کوتاہی کی ہوگی جیسا کہ دوسری آیت میں ہے کہ اے ہارون جب تم نے دیکھا تھا کہ یہ گمراہی اختیار کر رہے ہیں تو میرے حکم پر چلنے سے تم کو کس نے روکا تھا۔ کیا تمھیں میری نافرمانی کی جرأت ہوگئی تو ہارون نے کہا " اے میرے ماں جائے میری ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو پکڑ کر نہ کھینچو مجھے تو یہ خوف تھا کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ میرا انتظار کیوں نہیں کیا اور بنی اسرائیل میں تفرقہ کیوں ڈال دیا۔ اے بھائی یہ لوگ تو میری پرواہ نہیں کرتے تھے مجھے کمزور خیال کرلیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل بھی کردیتے دشمنوں کو مجھ پر مت ہنساؤ اور ان ظالموں میں مجھے شمار نہ کرو" میری ماں کے بیٹے کے الفاظ اس لئے کہے تاکہ یہ الفاظ اثر انداز ہوں موسیٰ کو رحم آجائے۔ ورنہ وہ تو ان کے ماں باپ دونوں طرف سے سگے بھائی تھے۔ جب حضرت موسیٰ کو بھائی کی بے قصوری ثابت ہوگئی تو ہارون کو چھوڑ دیا۔ ارشاد ہے کہ ہارون نے پہلے ہی لوگوں سے کہدیا تھا کہ اے لوگو! تم فتنے میں مبتلا ہو رہے ہو، تمھارا رب یہ گوسالہ نہیں بلکہ رحمٰن ہے تم میرے پیچھے چلو اور میری بات سُنو۔ اسی لئے تو موسیٰ نے کہا تھا کہ " الٰہی! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے۔ ہم دونوں کو تو اپنی رحمت میں لے لے تو ارحم الراحمین ہے" رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے، دیکھنے والے کی بات الگ اور سننے والے کی الگ ہوتی ہے۔ رب عزّ وجل نے خبر دی تھی کہ تمھارے پیچھے تمھاری قوم شرک میں مُبتلا ہوگئی ہے یہ سُن کر انھوں نے الواح نہیں پھینکے اور جب انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو غصہ کے مارے الواح پھینک دیئے۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ

بے شک جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی ہے ان پر بہت جلد ان کے رب کی طرف

مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَ

سے غضب اور ذلت اس دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی۔ اور

كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ وَالَّذِينَ

ہم افترا پردازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے

عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَ

گناہ کے کام کئے پھر وہ ان کے بعد توبہ کرلیں اور ایمان

آمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ

لے آویں تو تمھارا رب اس توبہ کے بعد گناہ معاف کردینے

رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾

والا رحمت کرنے والا ہے۔

گوسالہ پرستی کی سزا میں اللہ کا جو غضب بنی اسرائیل پر نازل ہوا وہ یہ تھا کہ ان کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوئی تا بحکمِ خدا آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں جیسا کہ سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے کہ " خدا کی بارگاہ میں یوں توبہ پیش کرو کہ باہم اپنی جانوں کو قتل کر ڈالو۔ خدا اسی میں تمھاری بہتری جانتا ہے اور جب انھوں نے ایسا کیا تو ان کی توبہ قبول کرلی گئی۔ وہ تو رب رحیم۔ لیکن دنیا میں انھیں ذلت وخواری نصیب ہوئی وقولہ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ اور یہ ذلت تو ہر مفتری کے لئے یوم قیامت تک رہتی ہے۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ اسی طرح ہر صاحبِ بدعت ذلیل ہوگا۔ جو بدعت نکالتا ہے اس کو بھی سزا ملے گی۔ مخالفتِ رسول اور بدعت کا بوجھ اُس کے دل سے نکل کر اس کے کندھوں پر آپڑتا ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگرچہ وہ دنیوی شان وشوکت رکھتا ہو لیکن ذلت اُس کے چہرہ پر برستی ہے۔ خدا کی طرف سے قیامت تک

یہ سزا جھوٹ باندھنے والے اور افترا کرنے والے کو ملتی رہے گی۔ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے خواہ کیسا ہی گناہ ہو۔ لیکن توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اگرچہ کفر و شرک و شقاق و نفاق ہی ہو۔ حکم ہوتا ہے کہ جو گناہ کے بعد توبہ کرلیں اور ایمان لائیں تو اے رسولِ رحمت تمہارا رب اس کے بعد بھی غفور رحیم ہے۔ ابن مسعودؓ سے سوال کیا گیا ایک ایسے شخص کے بارے میں کہ کسی عورت سے زنا کرے پھر اس سے نکاح کرلے تو اس کے بارے میں کیا ہوگا؟ تو اس آیت کی تلاوت کی کہ "جن لوگوں نے بُرے کام کئے پھر توبہ کرلی، ایمان لائے اور راستی پر آگئے تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد بھی بخشنے والا اور رحیم ہے۔ عبد اللہ نے دس بار اس کی تلاوت کی۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ اَخَذَ
اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو ان تختیوں کو اُٹھالیا اور
الْاَلْوَاحَ ۚ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ
ان کے مضامین میں ان لوگوں کے لئے جو
لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿۱۵۴﴾
اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ جب موسیٰؑ کا غصہ ختم گیا تو انھوں نے تختیاں اُٹھالیں جو شدتِ غضب کے سبب پھینک دی تھیں۔ یہ حرکت بُت پرستی پر غیرت اور غصّے کی وجہ سے تھی۔ ارشاد ہے کہ "اس کے اندر ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے خدا سے ڈرتے ہیں۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ جب انھیں پھینک دیا تو وہ ٹوٹ گئی تھیں۔ پھر انھیں جمع کرلیا اور اسی بنا پر بعض سلف نے کہا ہے کہ ان ٹوٹی ہوئی تختیوں میں ہدایت و رحمت کے احکام درج تھے لیکن تفصیل سے متعلق احکام ضائع ہوگئے گمان کیا گیا ہے کہ اسرائیلی بادشاہوں کے خزانوں میں دولتِ اِسلامیہ کے زمانے تک یہ ٹکڑے موجود تھے۔ واللہ اعلم۔ لیکن اِس بات پر دلیل واضح ہے کہ پھینک دینے سے وہ ٹوٹ گئے تھے وہ تختیاں جنت کے جوہر کی بنی ہوئی تھیں۔ اللہ پاک نے خبر دی ہے کہ جب انھیں اٹھالیا تو اس میں ہدایت و رحمت پائی۔ رھبت کے معنی خشوع و خضوع کے ہیں۔ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ سے متعلق قتادہ نے کہا ہے کہ موسیٰؑ نے کہا کہ یارب میں الواح میں لکھا پاتا ہوں کہ ایک بہترین امت ہوگی جو ہمیشہ اچھی باتوں کو سکھاتی رہے گی اور بُری باتوں سے روکتی رہے گی، اے خدا وہ امت میری امت ہو تو اللہ نے فرمایا کہ موسیٰ وہ تو احمد کی امت ہوگی۔ پھر کہا یارب اِن الواح سے ایک ایسی امت کا پتہ چلتا ہے جو سب سے آخر میں پیدا ہوگی۔ لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی، اے خدا وہ میری امت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ احمد کی امت ہے۔ پھر کہا یارب اس امت کا قرآن ان کے سینوں میں ہوگا دل میں دیکھ کر پڑھتے ہوں گے حالانکہ ان سے پہلے کے سب ہی لوگ اپنے قرآن پر نظر ڈال کر قرآن پڑھتے تھے دل سے نہیں پڑھتے حتیٰ کہ ان کا قرآن اگر ہٹا لیا جائے تو پھر ان کو کچھ بھی یاد نہیں اور نہ وہ کچھ پہچان سکتے ہیں۔ اللہ نے ان کو حفظ کی ایسی قوت دی ہے کہ کسی امت کو نہیں دی گئی۔ یارب وہ میری امت ہو۔ کہا اے موسیٰ! وہ تو احمد کی امت ہے۔ پھر کہا یارب! وہ امت تیری ہر کتاب پر ایمان لائے گی، وہ گمراہوں اور کافروں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ کانے دجّال سے بھی لڑیں گے۔ الٰہی وہ میری امت ہو۔ خدا نے کہا کہ یہ احمد کی امت ہوگی۔ پھر موسیٰ نے کہا یارب الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر ہے کہ وہ اپنے نذرانے اور صدقات خود آپس کے لوگ ہی کھالیں گے حالانکہ اس امت سے پہلے تک کی امتوں کا کیا یہ حال ہوگا کہ اگر وہ کوئی صدقہ یا نذر پیش کریں گے اور وہ قبول ہوگئی تو اللہ آگ کو بھیجے گا اور آگ اسے کھا جائے گی۔ اور قبول نہ ہوئی رَد ہوگئی تو پھر بھی وہ اس کو نہ کھائیں گے بلکہ درندے اور پرندے آکر کھا جائیں گے اور اللہ ان کے صدقے ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں کو دے گا۔ یارب وہ میری امت ہو تو

فرمایا یہ احمد کی امت ہوگی۔ پھر کہا یارب میں الواح میں پاتا ہوں کہ وہ اگر کوئی نیکی کا ارادہ کرے گی لیکن عمل میں نہ لا سکے گی تو پھر بھی ایک ثواب کی حقدار ہو جائے گی اور اگر عمل میں لائے گی تو دس حصّے ثواب ملے گا بلکہ سات سو حصے تک۔ اے خدا وہ میری امّت ہو۔ تو فرمایا وہ احمد کی امت ہے۔ پھر کہا کہ الواح میں ہے کہ وہ دوسروں کی شفاعت بھی کریں گے اور ان کی شفاعت بھی دوسروں کی طرف سے ہوگی، اے خدا وہ میری امّت ہو، تو کہا نہیں، یہ احمد کی امت ہوگی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے پھر الواح رکھ دیئے اور کہا یارب! مجھے اس احمد کی امت میں سے بنا دے۔

وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا

اور موسیٰ نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت معین کے لئے منتخب

لِّمِيقَاتِنَا ۖ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ

کئے۔ سو جب ان کو زلزلے نے آپکڑا تو موسیٰ عرض کرنے لگے کہ

رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ ۖ

اے میرے پروردگار اگر آپ کو یہ منظور ہوتا تو آپ اس کے قبل ہی ان کو اور مجھ کو ہلاک کر دیتے۔

أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ۖ إِنْ

کہیں آپ ہم میں کے چند بیوقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دیں گے یہ واقعہ محض آپ

هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ

کی طرف سے ایک امتحان ہے ایسے امتحانات سے جس کو آپ چاہیں گمراہی میں ڈال دیں

وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ ۖ أَنتَ وَلِيُّنَا

اور جس کو آپ چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں آپ ہی تو ہمارے خبرگیراں ہیں ہم پر

فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَأَنتَ خَيْرُ

مغفرت اور رحمت فرمایئے اور آپ سب معافی

الْغَافِرِينَ ﴿١٥٥﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ

دینے والوں سے زیادہ ہیں۔ اور ہم لوگوں کے نام دنیا میں بھی

الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا

نیک حالی لکھ دیجئے اور آخرت میں بھی، ہم

هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ

آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اللہ پاک نے موسیٰؑ کو ستّر آدمی انتخاب کر لینے کا حق دیا تھا، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام ایسے منتخب ستر لوگوں کو لے کر خدا سے دُعا کرنے کے لئے گئے۔ لیکن جب انھوں نے خدا سے دُعا کی تو کچھ اس طرح کی کہ، اے خدا! ہمیں وہ کچھ عنایت کر جو اب تک ہم سے پہلے تو نے کسی کو نہ دیا ہوا اور نہ ہمارے بعد پھر کسی اور کو دے۔ یہ بات خدا کو ناگوار گزری چنانچہ زلزلے نے انھیں آگھیرا۔ سدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰؑ کو تیس آدمیوں کے ساتھ آنے کے لئے کہا جو گوسالہ کی پرستش کے سبب خدا سے معافی مانگیں اور دُعا کے لئے ایک وقت اور مقام قرار دیا۔ موسیٰؑ نے ستّر آدمی انتخاب کئے جنھیں اعتذار کے لئے اپنے ساتھ لے گئے لیکن جب وعدہ گاہ پر پہنچے تو کہنے لگے کہ اے موسیٰؑ! ہم تو تم پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے کہ اپنی آنکھوں سے علانیہ خدا کو دیکھ لیں تم نے تو خدا سے باتیں کر لیں، اب ہمیں بھی خدا کو دکھلا دیجئے۔ اس جسارت کی سزا میں ان پر بجلی گری اور سب وہیں ڈھیر ہو گئے۔ حضرت موسیٰؑ روتے ہوئے اُٹھے خدا سے کہہ رہے تھے کہ اے خدا! اب میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دوں گا یہ تو ان میں کے اچھے لوگ تھے انھیں بھی تو نے ہلاک کر دیا۔ کاش اے خدا! تو اُن کے ساتھ مجھے بھی ہلاک کر دیتا۔ موسیٰ نے بنی اسرائیل کے ستّر اچھے سے اچھے آدمی چُنے تھے اور کہا تھا کہ چلو خدا کی طرف اور اپنی بقیہ قوم کی طرف سے خدا کے پاس معذرت پیش کرو، توبہ کرو، روزے رکھو، جسم اور کپڑوں کو پاک کر لو۔ پھر انھیں وقت مقررہ پر طورِ سینا کی طرف لے چلے اور یہ سب خدا کی اجازت اور عِلم سے تھا۔ اب یہ سب ہی ستّر افراد جو حضرت موسیٰؑ کی رہنمائی میں خدا سے ملنے کے لئے آتے ہوئے تھے، کہنے

لگے اے موسیٰ ! خدا سے تمھاری باتیں ہوتی ہیں ہمیں بھی یہ باتیں سُننے دیجئے۔ موسیٰ ؑ نے کہا ، اچھا۔ اور جب موسیٰ ؑ پہاڑ کے قریب پہنچے تو وہ ایک بہت ہی گہرے اور اُمڈے ہوئے بادل کے اندر چھُپ گئے، پہاڑ بھی بادل کے اندر ڈھک گیا۔ موسیٰ ؑ بادل میں آ گئے۔ قوم سے کہا تم بھی قریب تر ہو جاؤ اور موسیٰ ؑ جب خدا سے باتیں کرتے ہوتے تو آپ کے چہرے پر ایک بہت ہی چمکدار نور ضیا بار ہوتا کہ کوئی آپ کے چہرے پر نظر ڈالنے کی قدرت نہ رکھتا۔ اِس لئے آپ اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیتے۔ جب لوگ اس ابر کے قریب آ کر اس میں داخل ہو گئے تو سجدے میں گر پڑے اور انھوں نے موسیٰ اور خدا کی باتیں سُنیں کہ اللہ پاک موسیٰ ؑ کو امر دے رہا ہے اور نہی کر رہا ہے کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو ، اور اس سے جب فارغ ہو گئے ، ابر ہٹ گیا اور موسیٰ ؑ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ موسیٰ ؑ سے کہنے لگے کہ ہم تو اس وقت تم پر ایمان لائیں کہ تم ہمیں علانیہ خدا دکھلا دو۔ اس گستاخی میں انھیں بجلی نے آ پکڑا۔ ان کی رُوحیں جسم سے نکل گئیں مر گئے۔ موسیٰ ؑ یہ دیکھ کر خدا کے پاس آہ وزاری کرنے لگے کہ الٰہی اگر تو انھیں ہلاک ہی کرنا چاہتا تھا تو ان کے ساتھ مجھے بھی ہلاک کر دیتا ، انھوں نے بے وقوفی کی حرکت کی۔ میرے پیچھے کیا تو بنی اسرائیل کو ہلاک کر دے گا۔

علی ابنِ ابی طالب سے روایت ہے کہ موسیٰ اور ہارون و شبّر و شبیر یہ سب مِل کر ایک پہاڑ کی وادی کی طرف گئے ہارون ایک ٹیلے پر کھڑے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے انھیں موت دے دی۔ موسیٰ ؑ بنی اسرائیل کی طرف لوٹے تو انھوں نے ہارون کو پوچھا۔ موسیٰ ؑ نے کہا کہ وہ مر گئے۔ وہ کہنے لگے ، کہ نہیں تم نے قتل کیا ہوگا وہ بڑے نرم مزاج اور مرنج و مرنجاں آدمی تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اچھا تم کچھ آدمی چُن لو ! انھوں نے ستّر آدمی چُن لئے۔ اب ہارون ؑ کی لاش پر گئے اور پوچھا۔ ہارون ؑ ! تم کو کس نے قتل کیا ؟ ہارون سے آواز آئی "مجھے تو کسی نے بھی قتل نہیں کیا، میں تو اپنی موت مرا ہوں" اب یہ لوگ کہنے لگے " اے موسیٰ ؑ ! اس کے بعد ہم تم سے کبھی سرکشی نہیں کریں گے" سزا یہ ملی کہ انھیں ایک کڑک نے آ لیا۔ موسیٰ ؑ سیدھے اور بائیں بے معنی گردش کرتے اور کہتے کہ اے خدا ! کیا ان بے ہودوں کی گفتگو پر تو ہمیں ہلاک کر دے گا۔ یہ تیری آزمائش تھی تو جس کو چاہے گمراہ کرے جس کو چاہے ہدایت دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن سب کو زندہ کر دیا اور ان سب کو انبیاء بنایا۔

یہ بہت غریب اور ناقابلِ یقین حدیث ہے راویوں میں عمارہ بن عبید تو بالکل مجہول شخص ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اس لئے ان پر عذاب نازل ہوا تھا کہ گوسالہ پرستی کو چُپ چاپ دیکھتے رہے تھے اور قوم کو اس شرک سے منع تک نہیں کیا تھا۔ اِسی لئے حضرت موسیٰ ؑ نے ان کو بے وقوف کا نام دیا تھا اور کہا تھا کہ اے خدا ! یہ تیرا ابتلا اور امتحان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی یوں حمد وثنا کی کہ ، یہ تو تیری طرف سے آزمائش ہے تیرا ہی حکم چلتا ہے اور تو جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ، ہدایت و گمراہی تیرے ہی پاس ہے ، جسے تو راہ دکھائے اُسے کوئی بہکا نہیں سکتا اور جسے تو گمراہ کر دے اُسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا ، تو جس سے روک لے اُسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے تو دیدے اُس سے کوئی چھین نہیں سکتا ، ملک کا مالک تو ہی ہے اور حکم کا حاکم بھی صرف تو ہی ہے ، خلق و امر سب تیری ہی طرف سے ہے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی کہ " اے خدا ! تو ہمارا ولی ہے ہمیں بخش دے ہم پر رحم فرما تو خیر الغافرین ہے" غَفَرَ کے معنی ڈھانپنا ، چھُپانا اور گناہ پر مواخذہ نہ کرنا ، اور غفران کے ساتھ جب رحمت کا جوڑ ہو جائے تو یہ مطلب ہے کہ بخش دینے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ اس کو آئندہ مبتلائے گناہ نہ ہونے دے۔ اے خدا ! دنیا میں بھی تو ہمیں نیکی دے اور آخرت میں بھی (حَسَنَۃ کی تفسیر سُورۃ بقرہ

میں گزر چکی ہے) ہم توبہ کرتے ہیں اور تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت علی رضؓ کہتے ہیں کہ ان کا نام یہود اس لئے پڑ گیا کہ انھوں نے هُدْنَآ اِلَيْكَ کہا تھا۔

قَالَ عَذَابِیْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنا عذاب تو اسی پر واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اور
رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا
میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام تو ضرور
لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ
لکھوں گا جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور
الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾
جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السّلام نے کہا تھا کہ اے خدا یہ تیرا فتنہ تیرا عذاب ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ عذاب اسی کو پہنچتا ہے جس کے لئے میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کو عذاب ہونا چاہیے ورنہ میری رحمت تو ہر شے پر وسیع ہے میں جیسا چاہوں کروں۔ ہر بات میں حکمت اور عدل میرا ہی حق ہے۔ رحمت والی آیت بہت عظیم ہے اور سب پر شامل ہے۔ جیسا کہ عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کی زبان میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے خدا! تیری رحمت اور تیرا علم سب پر حاوی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا، اونٹ کو بٹھا کر باندھ دیا، پھر حضرت کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر اپنی اونٹنی کھولی، اُس پر سوار ہو کر یہ دُعا کرنے لگا کہ، اے خدا مجھ پر اور محمدؐ پر اپنی رحمت کر، ہماری رحمت میں کسی کو شریک نہ بنا۔ تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ بتاؤ تو یہ زیادہ گمراہ اور بیوقوف ہے یا اس کا اُونٹ؟ تم نے سُنا جو اس نے کہا؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا، اُس کی بڑی وسیع رحمت ہے اس نے رحمت کے سو حصے کئے ہیں ایک حصہ ساری خلقت پر تقسیم کیا ہے۔ جن و انس و بہائم سب کو اسی ایک میں سے حصہ ملا ہے اور باقی ننانوے حصے اپنے لئے خاص رکھے ہیں اب تمھیں بتاؤ کہ ان دونوں میں کون زیادہ بے وقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے ہیں جن میں سے صرف ایک ہی حصہ دنیا میں اُتارا، اسی سے مخلوق ایک دوسرے پر ترس کھاتی ہے اور رحم کرتی ہے، اسی سے حیوان اپنی اولاد کے ساتھ نرمی اور رحم کا برتاؤ کرتے ہیں۔ باقی ننانوے حصے اُس کے پاس ہی ہیں جن کا اظہار قیامت کے دن ہوگا، اور بروزِ قیامت اسی حصے کے ساتھ اور ننانوے حصے جو موخّر ہیں ملا دیئے جائیں گے۔ اور روایت ہے کہ اسی نازل کردہ ایک حصے میں چرند و پرند بھی شامل ہیں۔ خدا کی قسم جو بلحاظِ دین فاجر ہے جو بہ لحاظِ کسبِ معاش احمق ہے وہ بھی اُس میں داخل ہے۔ خدا کی قسم وہ بھی جنّت میں جائے گا جس کو آگ نے گناہوں کے سبب گھیر رکھا ہو اس کی رحمت قیامت میں ایسی چھا جائے گی کہ ابلیس کو بھی اُس میں سے کچھ ملنے کی توقع پیدا ہو جائے گی۔ یہ حدیث بہت غریب ہے سعد اس کے راویوں میں ایک غیر معروف شخص ہے میری رحمت کے مستحق وہ ہوں گے جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا، تمھارے رب نے اپنی ذات کے لئے رحمت کو فرض قرار دے لیا ہے۔ پرہیزگاری کرتے ہیں یعنی شرک اور کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ کہا گیا کہ زکوٰۃ سے زکوٰۃِ نفوس مراد ہے یا زکوٰۃِ اموال یا یہ کہ دونوں مراد ہوں، کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں کو مانتے اور اُن کی تصدیق کرتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ
جو لوگ ایسے رسول نبی اُمّی کا اتباع کرتے ہیں
الَّذِیْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی
جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں

التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں

وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ

اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ

اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ

اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ

اور طوق تھے ان کو دُور کرتے ہیں۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ

سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور انکی حمایت کرتے

وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ

ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

پوری فلاح پانے والے ہیں۔

جو لوگ نبیِ اُمّی کی پیروی کرتے ہیں اور مسلمان ہو جاتے ہیں، انھیں اِس پیش گوئی کا علم ہے جو ان کی کتابوں توریت و انجیل میں نبیِ اُمّی سے متعلق لکھی ہوئی ہیں۔ کتبِ انبیاء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مذکور ہے۔ جنھوں نے اپنی اپنی اُمّت کو آپ کی بعثت کی خوشخبری دی ہے اور ان کا مذہب اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ ان کے علماء اور راہب اس چیز کو جانتے ہیں۔ مُسند امام احمد میں ہے کہ ایک بدوی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، میں دودھ بیچنے کے لئے مدینے گیا۔ بیع سے فارغ ہونے کے بعد میں نے کہا چلو اُن سے بھی (محمدؐ سے) مِل لوں، اور اُن سے کچھ باتیں سُنوں۔ میں نے دیکھا کہ آپ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ جا رہے ہیں، میں بھی پیچھے ہو لیا۔ یہ تینوں ایک یہودی کے گھر پہنچے جو توراۃ جانتا تھا۔ اس کا لڑکا قریبُ الموت تھا نوجوان اور خوبصورت۔ وہ اُس کے پاس بیٹھا تعزیت نفس کی خاطر توریت پڑھ رہا تھا حضرتؐ اس یہودی سے باتیں کرنے لگے اور کہا کہ تمھیں توریت نازل کرنے والے کی قسم ہے سچ بتاؤ اس میں میرا ذکر اور میری بعثت کی خبر بھی ہے کہ نہیں۔ اس نے سر ہلا کر کہا "نہیں" تو اس کا قریبُ الموت نوجوان لڑکا بول اُٹھا کہ توراۃ نازل کرنے والے کی قسم کہ ہم اپنی کتابوں میں آپ کی صفت اور بعثت کی خبر پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں جب وہ مرگیا تو آپ نے کہا کہ یہ مسلمان ہے یہودیوں کو یہاں سے ہٹا دو۔ پھر آپ نے اس کے کفن اور نماز کا انتظام کیا یہ حدیث جیّد اور قوی ہے اور صحیح بخاری میں انسؓ سے مروی ہے۔

ہشام ابن العاص سے روایت ہے کہ ہرقل شاہِ روم کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے میں اور ایک آدمی بھیجے گئے ہم چلے اور غوطہ دمشق تک پہنچے، جبلہ ابن ایہم الغسانی کے
ع ۱۹ ۶ ۹ محل کو گئے۔ وہ صاحبِ تخت تھا۔ ہمارے پاس ایک سفیر کو بھیجا کہ بات کہے کہ کیا کہنا ہے۔ ہم نے کہا ہم تم سے بات نہیں کریں گے۔ ہم بادشاہ سے بات کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں، اگر اس نے بلا لیا تو اسی سے بات کریں گے۔ ہمیں تم سے کچھ کہنا نہیں ہے۔ اس نے جاکر بادشاہ کو خبر کی۔ اُس نے بلا لیا اور کہنے لگا، کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ ہشام ابن العاص نے اس سے گفتگو کی اور اسلام کی دعوت دی، وہ سیاہ کپڑے پہنے تھا۔ ہشام نے کہا یہ سیاہ کپڑے کیوں ہیں؟ جبلہ نے کہا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ یہ سیاہ لباس نہ اُتاروں گا جب تک کہ تم لوگوں کو شام سے نہ نکال دوں۔ ہم نے کہا خدا کی قسم ہم یہ تخت تم سے لینے والے ہیں اور ملک اعظم کا ملک بھی انشاء اللہ ہمارے قبضہ میں آجائے گا۔ ہمارے نبیؐ نے اس کی پیش گوئی فرمادی ہے۔ اس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہو۔ وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ دن میں روزہ رکھتے ہیں، راتوں کو نماز پڑھتے ہیں۔ تم بتاؤ تمھارا روزہ کیسا ہے۔ ہم نے پوری طرح بتادیا۔ تو گویا اس کے چہرے پر سیاہی سی دوڑ گئی۔ اس نے کہا اچھا جاؤ بادشاہ سے ملو، اور

ہمارے ساتھ ایک رہبر کر دیا۔ ہم اُس کی راہنمائی میں چلے اور جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو ہمارے راہبر نے ہم سے کہا کہ تم ان سواریوں اور اونٹنیوں کو لے کر شہر میں داخل نہیں ہو سکتے تم چاہو تو ہم تمہارے لئے گھوڑے اور خچر مہیا کر دیں۔ ہم نے کہا خدا کی قسم ہم تو انھیں پر سوار رہیں گے۔ اس نے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ انھیں دوسری سواریوں پر بیٹھنے سے انکار ہے۔ بادشاہ نے اونٹنیوں پر ہی سوار آنے کی اجازت دیدی۔ ہم اپنی تلواریں لٹکائے بادشاہ کے محل تک پہنچے اپنی سواریاں وہاں بٹھادیں۔ بادشاہ اپنے محل کے بالاخانے سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ ہم نے اترتے ہی کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ خدا جانتا ہے کہ ہماری آوازِ تکبیر سے سارا محل لرز اُٹھا۔ گویا آندھیوں نے اس کو ہلا دیا ہو۔ بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ تم کو اپنے دین کا اس طرح مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے پھر ہمیں بُلا بھیجا۔ ہم داخلِ دربار ہوئے، وہ اپنی مسند پر بیٹھا ہوا تھا اور پوپ پادری اور عمائدِ سلطنت اُس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی مجلس کی ہر چیز سُرخ تھی، سارا ماحول سُرخ، اس کے کپڑے بھی سُرخ۔ ہم اس کے قریب گئے، وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ تم آپس میں جس طرح سلام کر لیا کرتے ہو، مجھے کیوں نہیں کیا؟ اُس کے پاس ایک فصیح الکلام عربی جاننے والا ترجمان موجود تھا۔ ہم نے اس کے ذریعہ یہ کہا کہ ہم باہم جو سلام کہہ لیا کرتے ہیں وہ آپ کے سزاوار نہیں اور آپ کا جو طریقۂ ادبِ سلام ہے وہ ہمارے لئے سزاوار نہیں کہ وہ طریقۂ تعظیم وہ شیوۂ سلام و کلام ہم آپ کے لئے برتیں۔ اُس نے کہا تمہارا باہمی سلام کیسا ہوتا ہے؟ ہم نے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ"۔ اُس نے پوچھا۔ تم اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام کرتے ہو؟ ہم نے کہا انھیں بھی اسی طرح۔ اس نے پوچھا کہ وہ کس طرح جواب دیتے ہیں؟ ہم نے کہا وہ بھی یہی الفاظ کہہ کر جواب دیتے ہیں۔ اس نے پوچھا تمہارا امتیازی نعرہ کیا ہے؟ ہم نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ جب ہم نے بآوازِ بلند یہ کہا تو سارا محل لرز گیا۔ حتیٰ کہ وہ گھبرا کر سر اُٹھا کر دیکھنے لگا کہ چھت تو نہیں گرے گی۔ وہ کہنے لگا یہ کلمہ جو تم نے کہا جس سے مکان ہل گیا تو جب کبھی تم اپنے گھروں میں کہتے ہو تو کیا تمہارے گھر بھی کانپ اُٹھتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں، ہم نے ایسا کبھی نہیں کیا بجز آپ کے محل کے۔ کہا کیا اچھا ہوتا کہ جب کبھی تم لوگ یہ نعرہ لگاتے تو تمہاری ہر چیز بھی لرز اُٹھتی اور اس نعرہ کی زَد سے میرا آدھا ملک مارا کھا جاتا، اور آدھا رہ جاتا۔ ہم نے پوچھا ایسا کیوں؟ تو کہا یہ آسان ہے اِس بات سے کہ امرِ نبوت مستحکم اور قائم ہو جائے پھر ہم سے آنے کی غرض پوچھی، ہم نے مقصدِ تبلیغ بتا دیا۔ پوچھا تمہارا نماز روزہ کیسا ہوتا ہے؟ ہم نے معلوم کرا دیا۔ اس نے اَب ہمیں رخصت کیا۔ ہمیں ضیافت خانے میں ٹھہرایا، ہماری مہمانی کی۔ ہم وہاں تین دن ٹھہرے۔ پھر ایک رات ہمیں بُلا بھیجا۔ ہم گئے پھر ہم سے دریافت کیا، پھر ہم نے اپنا مقصد دہرایا۔ اب اس نے ایک بہت بڑی چیز سونے چاندی سے جڑاؤ منگوائی، اس میں چھوٹے چھوٹے خانے بنے ہوئے تھے اس میں دروازے لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک خانہ کا قفل کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکالا اس میں ایک سُرخ تصویر بنی ہوئی تھی۔ ایک آدمی کی تصویر تھی جس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں، موٹی رانیں، لمبی اور گھنی ڈاڑھی، سر کے بال دو حصّوں میں نہایت خوبصورت اور لمبے لمبے۔ کہنے لگا کیا اس کو جانتے ہو، ہم نے کہا۔ نہیں، کہنے لگا یہ آدمؑ ہیں ان کے جسم پر بہت بال تھے۔ پھر اور ایک ڈبّے کا قفل کھولا۔ اُس میں سے بھی ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکالا۔ اس میں ایک گورے رنگ کے آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ گھونگر والے بال، سُرخ آنکھیں، بڑا سا سر خوبصورت ڈاڑھی۔ کہنے لگا یہ نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک ڈبّے میں سے ایک اور تصویر نکالی۔ بہت ہی گورا رنگ خوبصورت

سی آنکھیں، کشادہ پیشانی، کھڑا چہرہ، سفید ڈاڑھی، ہنس مُکھ صُورت۔ کہا جانتے ہو کہ کون ہیں؟ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر ایک اور ڈبہ کھولا۔ ایک روشن اور گورے رنگ کی تصویر تھی اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ پوچھا کیا انھیں جانتے ہو، ہم نے کہا۔ ہاں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تصویر دیکھ کر ہم پر رقّت طاری ہوگئی۔ وہ کہنے لگا کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ ہی محمد صلعم ہیں۔ پھر وہ کھڑا ہوگیا پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم کیا یہ وُہی ہیں؟ ہم نے کہا ہاں وہی ہیں اِس تصویر کو دیکھ کر تم یہ سمجھ لو کہ آپ ہی کو دیکھا ہے۔ پھر کچھ دیر تک اس صورت کو گھُورتا رہا۔ پھر کہا، یہ آخری ڈبّہ تھا۔ لیکن میں نے اس کو سب کے آخر میں بتانے کے بجائے دوسرے ڈبّے چھوڑ کر درمیان میں بتادیا تاکہ تمھاری سچّائی کا امتحان کروں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی جو گندم گوں اور نرم صورت تھی۔ گھونگریالے بال، گڑی ہوئی آنکھیں، تیز نظر، غصیلا چہرہ، جڑے ہوئے دانت، موٹے ہونٹ۔ کہنے لگا یہ موسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے، اس کے متصل ایک اور تصویر تھی جو شکل وصورت میں اس سے مُشابہت رکھتی تھی۔ مگر یہ کہ بالوں میں تیل پڑا ہوا کنگھی کی ہوئی کشادہ پیشانی، آنکھیں بڑی۔ کہنے لگا یہ ہارون ابن عمران ہیں۔ پھر ایک ڈبہ میں سے ایک تصویر نکالی۔ گندمی رنگ، میانہ قامت، سیدھے بالوں والا۔ چہرے سے رنج وغضب آشکار۔ کہنے لگا یہ لوط ؑ علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک سفید رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا۔ ایک سُنہرے رنگ کا آدمی جس کا قد طویل نہ تھا رُخسار ہلکے تھے چہرہ خوبصُورت تھا۔ کہا یہ حضرت اسحٰق ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا اس میں سے سفید ریشمی کپڑا نکال کر ہمیں دکھایا اس کی شکل اسحاق ؑ کی تصویر سے بہت مشابہ تھی مگر اس کے ہونٹ پر تِل تھا۔ کہا یہ یعقوب ؑ ہیں۔ پھر ایک سیاہ کپڑے پر کی تصویر بتائی۔ گورا رنگ بہت خوبصورت چہرہ، چہرے پر نور اور اخلاص وخشوع کے آثار نمایاں، رنگ سرخی مائل، کہا یہ اسمٰعیل ؑ ہیں۔ پھر اور ایک ڈبے میں سے سفید ریشمی کپڑا نکالا، جس کے اندر کی تصویر آدم علیہ السلام کی تصویر سے ملتی جلتی تھی، چہرے پر آفتاب چمک رہا تھا۔ کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی۔ سُرخ رنگ، بھری پنڈلیاں، بڑی آنکھیں، بڑا پیٹ، ٹھنگنا قد، شمشیر آویزاں۔ کہا یہ داوٗد علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی۔ موٹی رانیں، لمبے پاؤں، گھوڑے پر سوار، کہا یہ سلیمان علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی، جوان، سیاہ ڈاڑھی، گھنے بال، خوبصورت آنکھیں خوبصورت چہرہ، کہا یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام ہیں۔ ہم نے کہا یہ تصویریں آپ کو کہاں سے ملیں، ہم جانتے ہیں کہ یہ تصویریں ضرور انبیاء ؑ کی ہوں گی۔ کیونکہ ہم نے اپنے نبی کی تصویر بھی صحیح پائی ہے۔ پھر کہنے لگا کہ آدم علیہ السلام نے خدا سے سوال کیا تھا کہ میری انبیاء اولاد کو مجھے بتا تو اللہ نے اُن انبیاء کی تصویریں حضرت آدم ؑ کو دیں، اس کو آدم نے مغربی ملک میں محفوظ رکھ دیا تھا ذوالقرنین نے اس کو نکالا اور دانیال علیہ السلام کے سُپرد کیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں تو یہ چاہتا تھا کہ اپنا ملک چھوڑ دوں اور تم میں سے کسی کمترین کا غلام ہو رہوں، حتیٰ کہ مجھے مَوت آجائے۔

اب ہمیں رخصت کردیا، انعام واکرام دیا، جانے کے انتظامات کردیئے۔ جب ہم ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس آئے اُن سے واقعہ بیان کیا تو وہ آبدیدہ ہوگئے اور کہا اگر اللہ تعالیٰ اُس کو توفیق دیتا تو وہ ضرور ایسا کرتا۔ پھر فرمایا کہ حضرت ؐ نے ہمیں خبر دی ہے کہ یہود اپنی کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پاتے ہیں۔ عطاؒ ر یسار کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمروؓ سے میں نے ملاقات کی اور توریت میں حضرت ؐ سے متعلق پیش گوئی کو دریافت کیا، تو کہا ہاں خدا کی قسم توریت میں بھی آپ کا ایسا ہی ذکر

ہے جیسے قرآن میں ہے کہ اے نبی! ہم نے تم کو امت کا گواہ بنا دیا اور جنت کی خوشخبری دینے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا اور عوام کا پشت پناہ بنایا ہے۔ تم میرے بندے اور رسول ہو تمھارا نام متوکل ہے، تم نہ سخت گیر ہو نہ سنگ دل۔ تم کو اس وقت تک اللہ تعالیٰ نہ بلائے گا جب تک کہ اس غلط راہ چلنے والی قوم کو تم سیدھا نہ کر لو، اور جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور ان کے دلوں سے پردے نہ اٹھ جائیں اور کان سننے اور آنکھیں دیکھنے نہ لگیں۔ پھر عطاء کی ملاقات حضرت کعب سے ہوئی تو یہی سوال ان سے کیا تو بیان میں ایک حرف کا بھی اختلاف نہ پایا سوا اس کے کہ وہ اپنی زبان میں غلفاً کو غلوفیاً اور صما کو صموميا اور عمیاً کو عمومیاً کہتے تھے۔ لیکن یہ جملے بڑھا دیتے کہ وہ بازاروں میں شور و غوغا نہ کریں گے، وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے ہیں، درگزر کر دیتے ہیں۔ اور عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کا ذکر کیا، پھر کہا کہ سلف کے کلام میں لفظ توراۃ کا اطلاق عموماً کتب اہلِ کتاب پر ہوتا ہے اور کتب احادیث میں بھی کچھ ایسا ہی وارد ہے۔ واللہ اعلم

جبیر ابن مطعم سے روایت ہے کہ میں شام کی طرف تجارت کی غرض سے نکلا۔ جب میں ملک شام کے قریب پہنچا تو اہلِ کتاب میں سے ایک آدمی سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا کہ کیا تمھارے ملک میں کوئی شخص نبی آیا ہوا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کیا تم اس کی تصویر پہچان سکتے ہو میں نے کہا ہاں۔ تو وہ مجھے ایک گھر میں لے گیا جس میں تصویریں تھیں۔ مگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تصویر نہیں دیکھی۔ ہم اسی گفتگو میں تھے کہ ایک اور شخص آیا اس نے کہا کیا بات ہے؟ ہم نے خبر دے دی تو وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دیکھی اور یہ بھی کہ تصویر میں ایک شخص نبیؐ کے پیچھے کھڑا ہوا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے جو اُن کے پیچھے انھیں تھامے کھڑا ہے؟ اس نے کہا، یہ نبی تو نہیں ہے لیکن اگر ان کے بعد کوئی نبی ہوتا تو یہی ہوتا، ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن یہ ان کا جانشین ہوگا۔

اقرع مؤذن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے ایک پادری کو بلا لانے کے لئے بھیجا۔ میں بلا لایا۔ اس سے حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ کیا تم کتاب میں میرا بھی ذکر پاتے ہو؟ اس نے کہا ہاں کتاب میں آپ کو قرن کہا گیا ہے۔ آپ نے اپنا دُرّہ اٹھا کر کہا۔ قرن کیا بات؟ اس نے کہا اس سے مراد ہے مَردِ آہنی" "امیر شدید" پھر عمرؓ نے پوچھا اچھا میرے بعد؟ کہا ہاں تمھارا جانشین ایک مردِ صالح ہوگا۔ لیکن وہ اپنے اہلِ قرابت کو بہت ترجیح دے گا۔ تو عمرؓ کہنے لگے "خدا عثمان پر رحم کرے" تین بار کہا۔ پھر کہا، اس کے بعد کون؟ کہا، پارہ آہن کی طرح ایک شخص۔ عمرؓ سمجھ گئے کہ علیؓ مراد ہیں۔ آپ نے اپنا سر پکڑ لیا اور افسوس کرنے لگے۔ اُس نے کہا یا امیر المومنین وہ خلیفۂ صالح ہے لیکن وہ اس وقت خلیفہ ہوگا جب کہ تلوار میان سے نکال لی گئی ہوگی اور خون بہہ رہا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ نبی نیک باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں۔ یہ رسول اللہؐ کی صفت ہے جو کتبِ مقدسہ میں درج ہے اور واقعی حضرتؐ کا یہی حال تھا کہ خیر کے سوا کچھ نہ کہتے اور اسی بات سے روکتے جو شر کی ہوتی۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب تم قرآن میں یہ پڑھو: يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ تو کان لگا دو کہ شاید کوئی خیر کا حکم دیا جانے والا ہے، یا کسی شر سے روکا جانے والا ہے۔ اور سب سے اہم چیز جس کا اللہ نے حکم دیا ہے یہ کہ خدا کی بلا شرکتِ غیرے عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ تمام انبیاء اسی مقصد کے تحت بھیجے گئے تھے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ہر قوم کے اندر اپنے پیغمبر بھیجے ہیں کہ عبادت صرف

خدا کی کرو اور بتوں کی پرستش سے باز رہو۔

ابی اسید سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ، جب تم مجھ سے مروی کوئی حدیث سنو جس کو تمھارے دل مان لیں تمھارے شعور اس سے نرم ہو جائیں اور تم یہ بات محسوس کرو کہ یہ بات تمھاری ذہنیت سے قریب تر ہے تو یقیناً تمھاری بہ نسبت میری ذہنیت اس سے قریب تر ہوگی یعنی وہ میری حدیث ہوسکتی ہے اور اگر خود تمھارے دل اس حدیث کا انکار کریں اور وہ بات تمھاری ذہنیت اور شعور سے دور ہو تو سمجھو کہ تمھاری بہ نسبت میری ذہنیت سے دور ہوگی اور وہ میری حدیث نہ ہوگی۔ علیؓ سے مروی ہے کہ جب تم رسول اللہؐ کی کوئی حدیث سنو، تو اس کے بارے میں وہی گمان کرو جو زیادہ صحیح گمان ہو اور جو زیادہ مبارک ہو اور زیادہ پاکیزہ ہو۔ ارشادِ باری ہے کہ " اس نے طیبات تمھارے لئے حلال کر رکھے ہیں اور خبائث حرام کر دیئے ہیں، جیسے بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام، یہ حلال ہیں لیکن زبر دستی حرام کر رکھے ہیں۔ اس سے اپنی ذات پر اور تنگی کر لی ہے اور جو خبائث اللہ تعالیٰ نے حرام کئے ہیں، جیسے لحم خنزیر اور ربا اور کھانے کی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی تھیں، انھیں حلال بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر وہ چیز جو حلال کر رکھی ہے اس کا کھانا بدن کو نفع بخشتا ہے دین کا مددگار ہوتا ہے اور جس کو اللہ نے حرام کر دیا وہ جسم اور دین دونوں کے لئے مُضر ہے۔ وہ لوگ جو عقلی طور پر خوبی اور خرابی کو جانچتے ہیں وہ اسی آیت سے تمسک کرتے ہیں۔ اس تخیل کا جواب بھی دیا گیا ہے لیکن یہاں ان تمام تفصیلات کا محل نہیں ہے اور اسی آیت سے حجت قائم کی ہے ان علماء نے بھی جو یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی چیز کی حلت اور حرمت سے متعلق کوئی حدیث نہ ہو تو حلال اور حرام کو جانچنے کا یہ معیار ہو سکتا ہے کہ بہ لحاظ افادیت کس چیز کو عرب مفید اور طیب سمجھتے ہیں اور کس کو خبیث اور مُضر سمجھتے ہیں۔ اس تخیل میں بھی بہت کچھ بحث ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے کہ وہ بوجھ جو لوگوں کے دلوں پر تھا رسول اُس کو ہلکا کرتے ہیں اور رواج کی جن زنجیروں میں وہ جکڑے ہوئے تھے، رسول ان کو ہٹا دیتے ہیں۔ وہ آسانی اور بخشش و معافی لے کر آتے ہیں۔ جیسے حدیث ہے کہ میں آسان اور آمیزش سے پاک دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ اور ابو موسیٰ اشعری کو امیرِ یمن بنا کر بھیجا تھا تو ہدایت کی تھی کہ خوش مزاج اور خندہ جبیں رہو۔ لوگ تم سے وحشت پذیر نہ ہوں، ان کے لئے آسانیاں پیدا کرو، تنگی نہ ڈالو۔ لوگوں میں عادت مان لینے کی ہو اختلافات کی ذہنیت نہ ہو۔ حضرتؐ کے صحابی ابو برزہ اسلمی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ رہا ہوں آپ کی آسانیاں بخشنے کا خوب مشاہدہ کر چکا ہوں۔ اگلی امتوں میں بڑی سختیاں تھیں۔ اس امت پر وہ احکام ہلکے کر دیئے گئے ہیں۔ اسی لئے حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری امت سے دل کے خیالات اور ارادوں پر گرفت نہیں کرتا جب تک کہ وہ زبان سے بول نہ چکیں یا عمل نہ کر چکیں۔ فرمایا کہ میری امت سے خطا اور نسیان معاف کر دیا گیا ہے۔ بھول چوک سے اگر کچھ کیا ہو یا بہ حالتِ جبر کیا ہو تو اس کو قابلِ معافی سمجھا گیا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس دُعا کے مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

صحیح مسلم سے ثابت ہے کہ اس دُعا کے ذریعہ خدا سے مانگا جاتا ہے تو ہر سوال پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اچھا میں نے دیا، میں نے قبول کیا"۔ قولِ باری ہے کہ جو لوگ نبیؐ کی عظمت کرتے ہیں اور ان کے لائے ہوئے کی پیروی کرتے ہیں، یہی لوگ دنیا اور آخرت میں فلاح پانے والے ہیں۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ
آپ کہدیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں
جَمِيْعًا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
جس کی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا
اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو اللہ تعالیٰ
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ
پر ایمان لاؤ اور اُس کے نبی اُمّی پر جو کہ اللہ تعالیٰ
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ
پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور اُن کا اتباع کرو
تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾
تاکہ تم راہ پر آجاؤ۔

اے نبیؐ! عرب وعجم اور دنیاجہان کے لوگوں سے کہدو کہ میں سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں۔ یہ آپ کے شرف اور عظمت کی دلیل ہے کہ نبوّت آپ پر ختم ہوگئی اور وہ قیامت تک ساری دنیا کے پیغمبر ہیں۔ اور کہہ دو کہ میرے اور تمھارے درمیان خدا گواہ ہے تمھیں تنبیہ کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے۔

ارشادِ باری ہے کہ جو قوم نبی کو نہ مانے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور فرمایا کہ "اہلِ کتاب اور غیر اہلِ کتاب سب سے کہدو کہ اسلام لاتے ہو یا نہیں؟ اگر وہ اسلام لائیں تو ہدایت پائیں گے، ورنہ تمھارا کام تو صرف تبلیغ کرنا تھا۔" اِس مضمون کی اِس قدر زیادہ احادیث ہیں کہ شمار دشوار ہے اور دینِ اسلام کی یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ابوالدرداءرضؓ کہتے ہیں کہ حضرات ابوبکر وعمر میں کچھ تیز گفتگو ہوگئی، ابوبکر رضؓ نے عمر رضؓ کو ناراض کردیا۔ عمر رضؓ رنجیدہ واپس ہوگئے۔ ابوبکر رضؓ کو احساس ہوا، اور وہ عمر رضؓ سے معافی مانگنے کے لئے ان کے پیچھے ہی گئے لیکن عمر رضؓ نے گھر میں آنے نہیں دیا، دروازہ بند کرلیا۔ اب ابوبکرؓ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ ابوالدرداءرضؓ کہتے ہیں کہ ہم بھی اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرتؐ نے ہم سے فرمایا۔ تمھارے اِس ساتھی نے عمرؓ کو غصّہ دلایا ہے۔ پھر عمر رضؓ کو بھی صدّیق رضؓ کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دینے پر ندامت ہوئی۔ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ سلام کرکے بیٹھ گئے اور واقعہ حضرت کے سامنے بیان کیا۔ حضرتؐ کو عمر رضؓ پر غصّہ آگیا۔ ابوبکر رضؓ یہ کہتے ہی رہ گئے کہ "یا رسول اللہؐ! زیادتی میری ہی طرف سے تھی۔" لیکن حضرتؐ فرما رہے تھے کہ "کیا تم لوگ میرے دوست اور ساتھی کو چھوڑ دینا چاہتے ہو۔ میں نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ میں تمھاری طرف رسول بن کر آیا ہوں، تو تم کہتے تھے کہ جھوٹ کہتے ہو اور ابوبکر رضؓ نے میری تصدیق کردی تھی۔"

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں رات کی نماز پڑھنے کے لئے اُٹھے تو آپ کے بعض اصحاب آپ کی حفاظت ونگرانی کرنے لگے۔ نماز پڑھ چکنے کے بعد آپ ان کی طرف متوجہ ہوگئے اور فرمایا کہ آج کی رات پانچ چیزیں خصوصیت کے ساتھ مجھے دی گئی ہیں کہ مجھ سے پہلے یہ مخصوص رعایتیں کسی دوسرے پیغمبر کو نہیں دی گئیں (۱) یہ کہ میں دنیاجہان کے لوگوں کی طرف پیغمبر بن کر آیا ہوں اور اس سے پہلے کوئی رسول صرف اپنی قوم ہی کی طرف رسول ہوکر آتا رہا ہے۔ (۲) مجھے صرف رُعب ہی سے دشمن پر نصرت حاصل ہوجاتی ہے اگرچہ میرے اور اس کے درمیان ایک مہینہ بھر کی مسافت کی دُوری ہو، مگر اُس پر میرا رُعب چھا جاتا ہے۔ (۳) مالِ غنیمت میرے اور میری اُمّت کے لئے حلال کردیا گیا ہے۔ لیکن مجھ سے پہلے مالِ غنیمت کو کھا جانا گناہِ کبیرہ تھا اُس کو جلا دیا جاتا تھا۔ (۴) ساری زمین میرے لئے پاک ہے اور مسجد ہے۔ جہاں کہیں نماز کا وقت آیا اسی مٹی سے مسح کیا اور اسی مٹی پر نماز پڑھ لی۔ مجھ سے پہلے کے لوگ صرف اپنے گرجاؤں، کنیسوں اور مندروں ہی میں عبادت

کرتے تھے (۵) پانچویں یہ چیز کہ مجھ سے کہا گیا کہ ایک درخواست کی اجازت ہے مانگ لو۔ ہر نبی نے مانگ لیا۔ میں نے اپنا سوال یوم قیامت پر اُٹھا رکھا اور وہ تمھارے لئے ہے اور قائلِ توحید کے لئے ہے۔ اِس کی اسناد بہت قوی اور جیّد ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت سے کسی یہودی یا نصرانی نے میرے آنے کی خبر سُن لی، مگر مجھ پر ایمان نہیں لایا تو جنت میں نہیں جا سکتا۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ایک دوسری طرح سے ہے۔ مگر سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

قولِ باری ہے کہ آسمان و زمین کی بادشاہت اسی کی ہے وہی جِلاتا اور مارتا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے مجھے بھیجا وہ ہر شئے کا خالق ہے، رب ہے مالک ہے۔ مارنا اور جِلانا اسی کی قدرت میں ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ اللہ تم پر اور اس کے نبی اُمّی پر ایمان لاؤ۔ اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں تم ان کا اتّباع کرو، اُن پر ایمان لاؤ، انھیں کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کتبِ متقدمہ میں انھیں کی بشارت ہے اور کتب سابقہ میں نبی اُمّی ہی کے الفاظ سے آپ کی تعریف کی گئی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جو اس پر اور اس کے کلمات پر ایمان لائے اور اس کی پیروی کرے تو صراطِ مُستقیم کی طرف ہدایت پا جائے۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ

اور قومِ موسیٰ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں

وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿۱۵۹﴾

اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں۔

آگاہ فرمایا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایسے بھی لوگ ہیں جو امرِ حق کی پیروی کرتے ہیں حق کی رہبری کرتے ہیں اور عدل و انصاف حق کو سامنے رکھ کر کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: "اہلِ کتاب میں بھی ایک جماعت ہے جو راتوں کی گھڑیوں میں آیاتِ خدا کی تلاوت کرتی ہے اور نمازیں پڑھتی ہے۔ اور فرمایا کہ بعض اہلِ کتاب اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ تم پر اور اُن پر جو کچھ اترا ہے سب کو مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے ہیں، دوسرے اہلِ کتاب کی طرح اللہ کی آیتوں کو رُوپے کے لالچ میں نہیں بیچتے۔ اللہ کے پاس ان کو بڑا اَجر ملے گا۔ اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اِس پر ایمان لائے یہ کلام حق ہے، ہم اب بھی مسلمان ہیں، اس سے پہلے بھی مسلمان تھے۔ انھیں ان کے صبر کا دو دفعہ اَجر دیا جائے گا۔ اور فرمایا کہ جنھیں کتاب دی گئی ہے وہ اس کا حقِ تلاوت ادا کرتے ہیں، یہی مومن لوگ ہیں۔ اور فرمایا کہ وہ لوگ جنھیں اس سے پہلے عِلم دیا گیا ہے یعنی کتاب، جب یہ کتاب انھیں پڑھ کر سُنائی جاتی ہے تو سر کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور سجدے میں ان کا خشوع و خضوع بہت بڑھ جاتا ہے۔

بنی اسرائیل نے جب اپنے انبیاء کو قتل کیا اور کفر اختیار کیا تو وہ بارہ گروہ تھے۔ ان میں سے ایک گروہ بقیہ گیارہ کے عقائد سے بیزار تھا۔ انھوں نے اللہ سے درخواست کی کہ "اے اللہ! ہم میں اور اُن میں تفریق کر دے۔" تو اللہ نے زمین کے اندر ان کے لئے ایک سُرنگ پیدا کر دی وہ اس میں چلتے رہے یہاں تک کہ اسی راہ ملک چین میں جا نکلے۔ وہاں ہمارے موحد مسلمان تھے جو ہمارے ہی قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ اب زمین پر رہو سہو اور جب وعدۂ آخرت آئے گا تو ہم تمھیں حاضر کریں گے۔ کہتے ہیں کہ سُرنگ میں ڈیڑھ سال تک چلتے رہے۔

وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا

اور ہم نے ان بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے سب کی الگ الگ جماعت مقرر کر دی،

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ

اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا جب کہ ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا

اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ

کہ اپنے عصا کو فلاں پتھر پر مارو پس فوراً اس سے بارہ

اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ

چشمے پھوٹ نکلے۔ ہر ہر شخص نے اپنے پانی

مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا

پینے کا موقع معلوم کر لیا اور ہم نے ان پر ابر کو سایہ فگن کیا اور ان کو ترنجبین

عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ

اور بٹیریں پہنچائیں۔ کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں

مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

اور انھوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ

نقصان کرتے تھے۔ اور جب اُن کو حکم دیا گیا کہ

اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ

تم لوگ اس آبادی میں جا کر رہو اور کھاؤ اس سے جس جگہ تم

شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ

رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا کہ توبہ ہے اور جھکے جھکے دروازہ

سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ

میں داخل ہونا۔ ہم تمھاری خطائیں معاف کر دیں گے۔ جو لوگ نیک کام

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

کریں گے ان کو مزید برآں اور دیں گے۔ سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ

مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ

جو خلاف تھا اس کلمے کے جس کی ان سے فرمائش کی گئی تھی

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ

اس پر ہم نے ان پر ایک آفت سماوی بھیجی اس

بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ ع ۲۰ ۵ ۱۰

وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے۔

اِن تمام آیتوں کی تفسیر سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے وہ مدنی سورت ہے اور یہ سیاقِ آیت مکی ہے ان آیتوں اور ان آیتوں کا فرق بھی ہم نے ذکر کر دیا ہے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

وَسْـَٔـلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ

اور آپ ان لوگوں سے اس بستی والوں کا جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال

الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ

پوچھیے جب کہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے جب کہ اُن کے ہفتہ کے روز

حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا

تو ان کی مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر اُن کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ

يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ڔ كَذٰلِكَ ڔ نَبْلُوْهُمْ

ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں ہم ان کی اس طرح پر آزمائش کرتے تھے

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

اس سبب سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔

اللہ پاک کا قول تھا وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ یعنی تم ان لوگوں کو جانتے ہو جو سنیچر کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کر گئے۔ اسی آیت کی روشنی میں یہاں کی آیت کی وضاحت ہو رہی ہے۔ اللہ پاک اپنے نبی ؐ سے ارشاد فرماتا ہے کہ جو یہودی تمھارے پاس ہیں ان سے ان لوگوں کے واقعات دریافت کرو جنھوں نے امرِ خداوندی کی مخالفت کی۔ تو ان کی سرکشی کی کیسی اچانک سزا انھیں دی گئی اور انھیں اس بات کے نتیجۂ بد سے ڈراؤ جو تمھاری ان صفات کو چھپاتے ہیں جو اپنی کتابوں میں پاتے ہیں تاکہ دوسرے یہودیوں کو بھی اس عذاب سے سابقہ نہ پڑے جو ان کے اسلاف کو پڑا تھا۔ اس بستی کا نام ایلہ تھا اور یہ بحرِ قلزم کے کنارے پر واقع تھی۔ اور اس آیت میں کہ "ان بستی والوں سے پوچھو جو سمندر کے کنارے رہتے ہیں" جس بستی کا ذکر ہے اس کا نام از روئے بیانِ ابن عباس ایلہ تھا۔ جو مدین اور طور کے درمیان واقع

ہے اور یہ بھی قول ہے کہ اس کا نام متنا ہے اور وہ مدین اور عینونا کے درمیان ہے یَعْدُوْنَ کا مطلب ہے کہ وہ یوم سبت کے بارے میں حکم خداوندی کی مخالفت کرتے ہیں اور اس دن تو وہ مچھلیاں آزادی کے ساتھ چڑھی آتی تھیں اور پانی پر پھیل جاتی تھیں۔ اور جب سنیچر کا دن نہیں ہوتا تھا تو کنارے کے پانی تک ہرگز نہ آتیں۔ یہ ہم نے کیوں کیا؟ صرف اس لئے کہ ان کی فرماں برداری کو آزمائیں کہ صید کی مخالفت والے روز تو مچھلیاں خلافِ توقع زد میں رہتیں اور جن دنوں شکار حلال ہے، چھپ جاتیں۔ یہ ایک آزمائش تھی کیونکہ وہ طاعت اللہ سے کوتاہی کرتے تھے۔ لیکن ان لوگوں نے خدا کی حرمت کو توڑنے کے لئے مختلف طریقوں سے حیلے ڈھونڈھے، اور ممنوع کا ارتکاب کرنے کے لئے چور دروازے سے گھسنا چاہا۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ تم نہ کرو جیسا کہ یہود نے کیا کہ حیلے سوچ سوچ کر حرام کو حلال کر لیا۔

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ

اور جب کہ اُن میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کیے جاتے ہو

قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ

جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا اُن کو سخت سزا

عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى

دینے والے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ تمھارے رب کے رُوبرُو عذر کرنے

رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا

کے لئے اور اس لئے کہ شاید یہ ڈر جاویں۔ سو جب وہ اس امر کے تارک ہی

مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ

رہے جو اُن کو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچا لیا جو اس بُری بات سے

عَنِ السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو کہ زیادتی کیا کرتے تھے ایک سخت

بِعَذَابٍۢ بَىِٕيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾

عذاب میں پکڑ لیا بوجہ اس کے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ

یعنی جب وہ جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا اُس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے ان کو

كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾

کہدیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ

ارشاد ہوتا ہے کہ یہ بستی والے اس خصوص کے اندر تین قسم کے ہو گئے۔ ایک تو وہ کہ ہفتہ کے روز مچھلیاں پکڑنے کا حیلہ اختیار کر کے ممنوع کا ارتکاب کیا۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ اور دوسرے وہ لوگ جنھوں نے ان مرتکبین گناہ کو منع کیا روکا اور اس فعل میں ان سے الگ رہے۔ اور تیسری وہ جماعت جو اس بارے میں بالکل خاموش رہی نہ خود ایسا کیا نہ کرنے والوں کو روکا بلکہ منع کرنے والوں سے کہا کہ "ایسے لوگوں کو نصیحت کرنے سے کیا فائدہ جنھیں اللہ ہلاک کرنا اور عذاب دینا چاہتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ یہ مستحق عذاب ہو گئے ہیں نصیحت کا کوئی اثر نہیں لیتے"۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کے پاس ہم تو معذور سمجھے جائیں کہ کیوں نہیں روکا تھا۔ کیونکہ اچھی باتیں سکھانا اور بُری باتوں سے روکنا چاہیے۔ بعض نے مَعْذِرَةٌ کے بجائے مَعْذِرَةً پڑھا ہے۔ یعنی یہ معذرت ہے اور بعض نے مَعْذِرَةً یعنی ہم معذرت کی خاطر انہیں روکتے ہیں اور کیا عجب کہ وہ اس اس فعل سے باز آجائیں اور خدا کے پاس توبہ کر لیں لیکن جب اُنھوں نے قبولِ نصیحت سے انکار کر دیا تو جو لوگ اس بُرائی سے انھیں روک رہے تھے ان کو تو ہم نے بچا لیا اور ان ارتکابِ معصیت کرنے والے ظالموں کو ہم نے پکڑ لیا اور انھیں دردناک عذاب دیا۔ یہاں روکنے والوں کی نجات اور گنہگاروں کی ہلاکت بتائی گئی اور غیر جانب دار لوگوں کے بارے میں سکوت اختیار کر لیا گیا اس لئے جزا ویسی ہی ہوتی ہے جیسا عمل ہوتا ہے اس لئے وہ نہ مستحق مدح ہوئے کیونکہ مدح کے قابل کام نہیں کیا تھا اور نہ مستحق

مذمت ہوتے کیونکہ ارتکاب گناہ نہیں کیا تھا۔ پھر بھی ائمہ کا۔ اختلاف ہے کہ کیا ان کی نجات ہوئی ہوگی یا ہلاکت ہوئی ہوگی۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ مچھلیاں ہفتہ کے روز تو بہت آتیں لیکن دوسرے دنوں میں نہ آتیں۔ اس پر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ان میں سے بعض لوگ ہفتہ کے روز بھی مچھلیاں پکڑنے لگے تو بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ اس روز تو مچھلیوں کا شکار حرام ہے لیکن ان کی سرکشی قائم رہی۔ لیکن کچھ لوگ انھیں برابر منع کرتے رہے۔ جب اس پر بھی کچھ عرصہ گزر گیا تو روکنے والوں کی ایک جماعت نے ان اپنوں سے کہا کہ اِن کمبختوں کو منع کرنے سے کیا فائدہ، ان پر خدا کا عذاب متحقق ہو چکا ہے ان کو کیوں نصیحت کرتے ہو۔ یہ لوگ منع کرنے والوں کی بہ نسبت راہِ خدا میں زیادہ غضبناک تھے۔ چنانچہ منع کرنے والوں نے کہا کہ خدا ہمیں معاف کرے ہم معذرت کرتے ہیں۔ گویا یہ دونوں جماعتیں بھی منع کرنے والوں کی تھیں۔ چنانچہ جب خدا کا غضب نازل ہوا ہے تو یہ دونوں جماعتیں تو بچ گئیں اور یہ چور دروازے سے بھاگنے والے سرکش گنہگار بندر بنا دیئے گئے۔

عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں ابن عباس کے پاس آیا وہ آبدیدہ تھے اور مصحف ان کی گود میں تھا۔ میں اِس بات کو اہم سمجھ کر اُن کے پاس گیا۔ آگے بڑھ کر ان کے پاس بیٹھ گیا اور پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں۔ انھوں نے کہا۔ قرآن کے یہ ورق رُلا رہے ہیں۔ سورۂ اعراف زیرِ تلاوت تھی، کہنے لگے ایلہ کیا ہی جانتے ہو؟ میں نے کہا، ہاں۔ وہ کہنے لگے ایلہ میں یہود لوگ بستے تھے انھیں ہفتہ کے روز مچھلی کے شکار کی ممانعت تھی، ان کی آزمائش کے لئے مچھلیوں کو حکم ہوا کہ وہ صرف ہفتہ کے دن ہی نکلیں۔ ہفتہ کے دن دریا مچھلیوں سے پٹے رہتے تھے تر و تازہ موٹی اور عمدہ بہ کثرت مچھلیاں پانی کے اوپر کودتی پھاندتی رہتی تھیں۔ ہفتہ کے سوا دوسرے دنوں میں سخت کوشش کے بعد ملتی تھیں۔ کچھ دنوں تو یہ لوگ حکمِ خدا کی عظمت کرتے رہے اور انھیں پکڑنے سے روکے رہے۔ لیکن پھر شیطان نے اُن کے دلوں میں یہ قیاس ڈال دیا کہ ممانعت تو ہفتہ کے روز مچھلیوں کے کھانے کی ہے تم ہفتہ کو انھیں پکڑ سکتے ہو لیکن کھا نہیں سکتے دوسرے روز کھا لینا۔ یہ خیال ایک جماعت کا ہو گیا لیکن دوسری جماعت نے کہا کہ کھانے اور پکڑنے دونوں کی ممانعت ہے۔ غرض یہ کہ اِس بحث کے بعد جمعہ کا دن آیا تو یہ لوگ اپنی عورتوں اور بچوں کو لئے ہوئے نکلے۔ ان کی سیدھی طرف روکنے والی جماعت تھی جو اُن سے الگ رہی، اور بائیں طرف دوسری جماعت تھی جس نے خاموشی اختیار کر لی۔ سیدھی جانب والوں نے کہا "دیکھو ہم تمھیں منع کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن جاؤ"۔ اور بائیں طرف والوں نے کہا کہ "ارے اِس ہلاک ہونے والی اور مبتلائے عذاب ہونے والی قوم کو کیا نصیحت کر رہے ہو، یہ کہیں ماننے والے ہیں؟"۔ اصحابِ یمین نے کہا۔ خدا ہمیں معاف کرے ہم ان کو اس لئے روک رہے ہیں کہ شاید رُک جائیں۔ ہماری تو دلی خواہش ہے کہ وہ گرفتارِ عذاب نہ ہوں اگر وہ باز نہ آئے تو خدا معاف کرے۔ لیکن وہ لوگ خطا پر قائم رہے تو انھوں نے کہا اے دشمنانِ خدا آخر تم نے نہ مانا۔ خدا کی قسم ہم کو تو اندیشہ ہے کہ تم کو دن بھی نہ نکلے گا یا تو زمین میں دھنسا دیئے جاؤ گے یا پتھر برس پڑیں گے یا ایسا ہی کوئی اور عذاب۔ یہ منع کرنے والے اور چپ رہنے والے عذابِ خدا سے ڈر کر شہر سے باہر ہی رہ گئے۔ اور یہ گناہگار شہر کے اندر رہے، شہر پناہ کا دروازہ اندر سے لگا لیا اب باہر رہنے والے صبح ہی فصیل کے دروازے پر پہنچے۔ لوگ باہر نکلے ہوئے نہیں تھے۔ دروازہ اندر سے بند تھا بہت کچھ کھٹکھٹایا، آوازیں دیں، لیکن کچھ جواب نہ ملا۔ اب فصیل کی دیوار کے اوپر سیڑھیاں لگا کر چڑھے، دیکھا کہ یہ سب بندر بنے ہوئے ہیں، ان کی لمبی لمبی دُمیں ہیں۔ اب شہر پناہ کا دروازہ کھولا، اندر داخل ہوئے۔ ان بندروں نے اپنے عزیزوں کو پہچان لیا لیکن انسانوں نے اپنے عزیز بندروں کو نہیں پہچانا۔ یہ بندر نزدیک آتے، اُن کے پاؤں پر لوٹتے، تو

انسان اُن سے کہتے کہ کیا ہم تم کو منع نہیں کرتے تھے تو سر ملا کر کہتے کہ ہاں۔ پھر ابن عباس رضؓ نے یہ آیت پڑھی "جب انھوں نے نصیحت نہیں مانی۔ تو منع کرنے والوں کو ہم نے بچالیا اور ظالموں کو مُبتلائے عذاب کردیا" ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ منع کرنے والوں کو تو میں جانتا ہوں کہ نجات پاگئے لیکن دوسروں کے بارے میں ایسا نہیں سمجھتا۔ مصیبت تو یہ ہے کہ ہم بھی لوگوں کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، لیکن انھیں کچھ نہیں کہتے، تو عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا۔ میں آپ پر فدا، یہ دوسرے بھی تو ان گنہگاروں سے بہت ناراض تھے اور ان کی مخالفت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس ہلاک ہونے والی قوم کو نصیحت کرکے کیا کروگے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ وہ عذاب میں شریک نہیں بنائے جاسکتے۔ تو ابن عباس رضؓ نے خوش ہوکر مجھے دو اچھے کپڑے انعام میں دیئے۔ کہتے ہیں کہ یہ مچھلیاں ہفتہ کے روز ساحل پر بہت دکھائی دیتیں اور جب شام ہوجاتی تو دوسرے ہفتہ کے آنے تک نہ دکھائی دیتیں۔ ایک وقت ایک آدمی جال ڈوریاں اور میخیں لے کر گیا اور وہاں لگا دیا ایک بڑی سی مچھلی ہفتہ کے روز اُس میں لگ گئی اور ہفتہ کا دن گزرنے پر جب اتوار کی رات آئی تو یہ مچھلی پکڑ کر اور بھون کر کھانے لگا مچھلی کی بُو پاکر لوگ اس کے پاس دوڑ آئے، اُس سے پوچھا، اس نے انکار کیا۔ اور جب بہت اصرار کیا تو کہہ دیا کہ اس نے ایک مچھلی پکڑی تھی۔ اور جب دوسرا ہفتہ آیا تو پھر ایسا ہی کیا اور شب یکشنبہ میں اس کو بھون کر کھایا۔ لوگوں نے مچھلی کی خوشبو پائی تو پھر آکر پوچھا۔ تو کہا تم بھی ایسا ہی کرو جیسا میں کرتا ہوں کہ — کہا، تو کیا کیا کرتا ہے۔ اس نے انھیں اپنا حیلہ بتایا۔ تو دوسرے لوگ بھی اس حیلے پر عمل کرنے لگے۔ حتّٰی کہ یہ بات بہت عام ہوگئی۔ ان کا ایک شہر تھا اس کو ربض کہتے تھے۔ اس شہر کا دروازہ رات میں بند کرلیا کرتے تھے۔ چنانچہ رات ہی رات میں ان کی صورتیں مسخ ہوگئیں، ان کے پڑوس کے دیہاتی جو اُن کی بستی کے اطراف ہی رہتے تھے اور صبح طلبِ معاش میں شہر کے اندر جاتے تھے۔ تو دروازے کو بند پایا، آوازیں دیں جواب نہ ملا۔ دیوار کے اوپر چڑھ کر دیکھا تو وہ بندر بن چکے تھے، نزدیک آرہے تھے اپنے لوگوں سے لپٹ رہے تھے۔ سورۂ بقرہ میں اس کی تفصیل ہم نے بیان کردی ہے۔ وہاں دیکھ لینا کافی ہے،

دوسرا قول ایک یہ بھی ہے کہ ساکت رہنے والے لوگ بھی عذاب میں مُبتلا ہوئے تھے۔ کیونکہ یہ لوگ انھیں بھونتے اور کھاتے دیکھ کر بھی منع نہیں کرتے تھے۔ صرف ایک جماعت نے منع کیا تھا۔ حتّٰی کہ ان کا یہ عمل عام طور پر تقلید کیا جانے لگا۔ تو ان بعض لوگوں نے کہا کہ کیوں ان ظالموں کو منع کرتے ہو، انھیں عذابِ شدید سے سابقہ پڑنے والا ہے، ہم تو ان کے اِس عمل سے سخت ناراض ہیں۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ یہ تین فریق تھے ان میں سے صرف منع کرنے والے بچے، باقی دونوں مبتلائے عذاب ہوئے۔ لیکن عکرمہ کے کہنے کے بعد پھر ابن عباس رضؓ نے اپنے قول سے گویا رُجوع کرلیا۔ کیونکہ انھیں انعام میں حلّہ اور لباس دیا۔ اور اِس قول سے تو یہ رُجوع والا قول بہتر ہے کہ سکوت اختیار کرنے والے لوگ بھی نجات پاگئے تھے اور قولِ باری اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ سے اِس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ ان کے سوا دوسرے دو قسم کے جو لوگ بچ گئے انھیں ضرور نجات مِل گئی ہوگی — بَئِيْسٍ کے معنی شدید کے ہیں یا اَلیم کے ہیں یا دردناک ہیں یہ سب معنی آپس میں متقارب ہیں۔ واللہ اعلم۔ خَاسِئِيْنَ کے معنی ذلیل و حقیر کے ہیں۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى

اور وہ وقت یاد کرنا چاہیئے کہ آپ کے ربّ نے یہ بات بتلادی کہ وہ ان یہود پر قیامت تک

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ

ایسے شخص کو ضرور مسلّط کرتا رہے گا جو اُن کو سزائے شدید کی تکلیف پہنچاتا رہے گا (۱۶۷)

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

بلاشبہ آپ کا ربّ واقعی جلد ہی سزا دیدیتا ہے اور بلاشبہ وہ واقعی بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے۔

تَاَذَّنَ بروزن تَفَعَّلَ اذان سے مشتق ہے یعنی حکم دیا یا معلوم کرایا۔ اور چونکہ اس آیت میں قوتِ کلام کی شان ہے اس لئے لَیَبْعَثَنَّ کا ل، معنائے قسم کا فائدہ دے رہا ہے، اس لئے ل، کے بعد ہی یَبْعَثَنَّ لایا گیا۔ ھم کی ضمیر یہود کی طرف ہے۔ یعنی اللہ نے حکم لگا دیا ہے کہ ان یہودیوں پر قیامت تک برا عذاب نازل رہے گا۔ یعنی ان کے عصیان و مخالفت اور ہر بات میں حیلہ جوئی کے سبب انھیں ذلت وحقارت کا عذاب ملتا رہے گا۔ کہتے ہیں کہ موسیٰؑ نے ان پر سات یا تیرہ سال تک خراج لگا رکھا تھا۔ اور سب سے پہلے خراج آپ ہی نے لگایا۔ پھر ان یہودیوں پر یونانیوں، کشدانیوں، کلدانیوں کا تسلط رہا۔ پھر نصرانیوں کے تحتِ غضب رہے وہ انھیں ذلیل کرتے رہے، جزیہ اور خراج لیتے رہے۔ اسلام آیا تو نبیؐ نے ان پر اپنا غلبہ رکھا۔ وہ ذمّی تھے جزیہ دیتے تھے۔ پھر آخرکار وہ دجّال کے مددگار بن کر نکلیں گے۔ لیکن مسلمان اُن کو قتل کر دیں گے۔ حضرت عیسیٰؑ اس غرض میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے۔ یہ سب قربِ قیامت کے وقت ہوگا (قولہ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ یعنی اللہ تعالیٰ گنہگاروں سے بہت جلد بدلہ لینے والا ہے۔ لیکن وہ بڑا غفور رحیم ہے، جو توبہ کرتا ہے وہ اُسے بخش دیتا ہے۔ یہاں بھی وُہی بات ہے کہ عذاب اور رحمت دونوں کا ذکر ساتھ ساتھ ہے، تاکہ عذاب سے ڈرانے کے سبب لوگ یاس میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ اس لئے ترغیب وترہیب دونوں ساتھ ہیں تاکہ لوگ خوف و رجاء کے درمیان رہیں۔)

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ

اور ہم نے دنیا میں ان کی مختلف جماعتیں کر دیں بعضے اُن میں

الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ وَبَلَوْنٰهُمْ

نیک تھے اور بعضے ان میں اور طرح تھے اور ہم اُن کو خوش حالیوں

بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۱۶۸)

اور بدحالیوں سے آزماتے رہے کہ شاید باز آجاویں۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ

پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب کو ان سے حاصل کیا

يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ

اس دنیائے دنی کا مال متاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری

سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ

ضرور مغفرت ہو جائے گی، حالانکہ اگر ان کے پاس ویسا ہی مال متاع آنے لگے تو اس کو

يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ

لے لیتے ہیں، کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا عہد نہیں

الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ

لیا گیا کہ خدا تعالیٰ کی طرف بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں

وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ

اور انھوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اس کو پڑھ لیا اور آخرت والا

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۱۶۹)

گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو پرہیز رکھتے ہیں، پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا

اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں

الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ (۱۷۰)

ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں گے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو گروہ در گروہ کر کے دنیا میں پھیلا دیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ " اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ زمین پر سکونت پذیر رہو، جب آخرت کا دن آئے گا تو ہم پھر تم سب کو جمع کرلیں گے۔ اس بنی اسرائیل میں اچھے لوگ بھی ہیں اور وہ بھی جو اچھے نہیں، جیسا کہ جن کہتے تھے کہ ہم میں صالح جن بھی ہیں اور غیر صالح بھی ہمارے بھی مختلف فرقے ہوئے ہیں۔ ہم نے انھیں راحت وآرام کا زمانہ اور خوف و بلا کا زمانہ دے کر دونوں طرح آزمایا تاکہ وہ عبرت حاصل کر کے بُرے کاموں سے باز آجائیں۔ پھر فرمایا " کہ اس کے بعد۔ ان کے جانشین ایسے ناخلف ثابت ہوئے

کہ کتاب کے وارث بننے کے باوجود اس دنیا کی تھوڑی سی دولت و شان و شوکت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان جانشینوں میں کوئی خیر نہیں یہ توریت تو صرف آپ ہی پڑھنے کے وارث بن گئے دوسروں کو پڑھایا نہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے نصاریٰ مراد ہیں بلکہ یہ آیت تو اور بھی عام تر ہے نصاریٰ اور غیر نصاریٰ سب حق بات کو بیچتے ہیں اور اس سے دنیاوی کمائی حاصل کرتے ہیں اور اپنے نفس کو یوں بہلا لیتے ہیں کہ پھر توبہ کرلیں گے۔ لیکن اسی جیسی دوبارہ کوئی وجہ پیدا ہوگئی تو پھر حسب سابق دنیا کے عوض دین کو بیچ دیا، آیتوں میں تحریف کردی، غلط مسائل اور غلط فتوے بتا دیئے، دنیاوی جو چیز بھی حاصل کرنے کی صورت پیدا ہوگئی پھر نہ حلال کو دیکھا نہ حرام کو، لے لیا اور پھر توبہ کرنے کو بیٹھ گئے۔ توبہ کی خدا سے مغفرت مانگی اور پھر دنیا کا کوئی مال سامنے آیا تو پھر ان کے قدم ڈگمگائے۔ خدا کی قسم یہ بڑے ناخلف لوگ تھے۔ انبیاءؑ کے بعد یہی لوگ توریت و انجیل کے وارث تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب میں ان سے عہد بھی لے لیا تھا۔ اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ ان اچھے لوگوں کے بعد ایسے بُرے جانشین آئے جنھوں نے نماز کو ضائع کردیا اللہ نعم سے دُور دراز اُمیدیں باندھ رکھیں اور اپنے نفس کو دھوکا دیتے گئے۔ دنیا کمانے کا موقع آیا تو پھر کچھ نہ دیکھا، کوئی چیز گناہ کے ارتکاب سے انھیں نہ روک سکی، جو ملا کھا گئے نہ حلال کی پروا کی نہ حرام کی۔ بنو اسرائیل کا جو قاضی ہوتا تھا وہ مرتشی ہوتا تھا ان کے اچھے لوگ اس رشوت خوار حاکم کو نکال کر دوسرے کو لاتے۔ اس کو تاکید رہتی کہ رشوت لے کر مقدمات کا فیصلہ نہ کیا کرے۔ وہ وعدے وعید کرکے جب قاضی اور جج بن جاتا تو دونوں ہاتھوں سے رشوت لینے لگتا اور کہتا کہ ارے اللہ بخشنے والا ہے۔ دوسرے اس پر اعتراض اور طعن و تشنیع کرنے لگتے۔ لیکن جب یہ رشوت خوار مرجاتا، یا معزول کردیا جاتا اور یہی طعن کرنے والا قاضی بنا دیا جاتا تو یہی شخص آپ رشوت لینے لگتا۔ اسی لئے اللہ پاک فرماتا ہے

کہ دنیا ان کے پاس آئی اور اُنھوں نے اُسے سمیٹنا شروع کردیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا کتاب میں ان سے عہد نہیں لے لیا گیا تھا کہ حق بات کے سوا کوئی دوسری بات خدا کی طرف منسوب نہ کرنا عہد یہ لیا گیا تھا کہ لوگوں کو حق بات کی تلقین کیا کرنا اور امرِ حق کو چُھپانا نہیں، لیکن انھوں نے اِس حکم کو پس پشت ڈال دیا اور تھوڑے سے روپیوں کی خاطر آیتوں میں تحریف کردی، یا اُن کا غلط مطلب نکال لیا۔ ان کی یہ کمائی کیا بُری کمائی ہے۔ وہ خدا سے تمنا رکھتے ہیں گناہوں کی بخشش کی آرزو رکھتے ہیں مگر گناہوں کو چھوڑتے نہیں، توبہ پر قائم رہتے نہیں اگر خدا سے ڈرنا چاہو تو دارِ آخرت تمھارے لئے بہتر ہے دنیا پر کیوں جان دیئے جاتے ہو، کیا اتنی سی بات سمجھتے نہیں اللہ پاک بڑے اجر کی ترغیب دے رہا ہے اور گناہوں کے نتیجہ بد سے ڈرا رہا ہے۔ یہ دین بیچنے والوں کو کیا ذرا بھی عقل نہیں پھر اللہ پاک ان لوگوں کی تعریف فرماتا ہے جنھوں نے کتاب خداوندی سے تمسک کر رکھا ہے جو انھیں اتباعِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بُلا رہی ہے اور یہ چیز ان کی کتاب توریت و انجیل میں درج ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ جو کتاب خداوندی کو تھامے ہوتے ہیں اُس کے اوامر و نواہی پر عمل کرتے ہیں، گناہوں سے باز رہتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، تو ہم اُن کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے۔

وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَ
اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے پہاڑ کو اُٹھا کر چھت کی طرح اُن کے اوپر معلق کردیا

ظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم
اور ان کو یقین ہوا کہ اب ان پر گرا اور کہا کہ قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے

بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ
مضبوطی کے ساتھ اور یاد رکھو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے

تَتَّقُونَ ﴿١٧١﴾
کہ متقی بن جاؤ۔

ع ۲۱ ۱۱

اور جب کہ ہم نے اُن کے سروں پر پہاڑ کو مثلِ سائبان کے لٹکا دیا جیسا کہ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ الخ سے ظاہر ہے۔ اِس پہاڑ کو فرشتوں نے ان کے سروں پر لاکھڑا کیا تھا ابنِ عباس رضؓ کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام ان کو ارضِ مقدس کی طرف لے چلے اور غصہ فرو ہوجانے کے بعد تختیاں اُٹھالیں۔ اور فریضۂ تبلیغ سے متعلق خدا کا حکم انھیں سُنایا۔ تو انھیں گراں گزرا اور تسلیم کرنے سے انکار کردیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر پہاڑ لا کھڑا کیا جیسے کہ سروں پر چھت ہو اور ملائکہ اس کو تھامے ہوئے تھے اور کہا گیا کہ دیکھو یہ خدا کی وحی اور اس کے احکام ہیں اِس میں حلال و حرام اور امر و نہی کا ذکر ہے قبول کرتے ہو یا نہیں؟ وہ کہنے لگے سُنایئے کیا احکام ہیں۔ اگر یہ فرائض اور حدود آسان تر ہیں تو ضرور قبول کرلیں گے۔ نبیؑ نے کہا جو کچھ بھی ہو قبول کرلو۔ انھوں نے کہا نہیں۔ جب تک کہ ہم واقف نہ ہو جائیں کہ کیا حدود و فرائض ہیں، کیسے قبول کرلیں۔ کئی دفعہ یہ سوال جواب رہے۔ آخر کار پہاڑ کو خدا کا حکم ہوا وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر آسمان میں اُڑتا ہوا ان کے سروں پر چھا گیا۔ موسیٰؑ نے کہا۔ خدائے عزّ و جل جو کچھ فرماتا ہے، مانتے ہو کہ نہیں، اگر توریت اور اس کے احکام کو نہیں مانو گے تو تمھارے سروں پر پہاڑ گر پڑے گا۔ جب انھوں نے دیکھ لیا کہ پہاڑ گرا ہی چاہتا ہے تو سجدے میں بائیں رُخ پر گر پڑے اور سیدھی آنکھ سے کنکھیوں کے طور پر پہاڑ کو دیکھ رہے تھے کہ کہیں گر تو نہیں رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک یہودی جب بھی سجدہ کرتے ہیں اپنے بائیں رُخ پر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وہ سجدہ ہے جو رفعِ عذاب کی یادگار ہے۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ جب موسیٰؑ نے الواح پھینک دیئے تھے جو خدا کی کتاب ہے اور اس کے ہاتھ کی تحریر کردہ تھی تو زمین کا ہر پہاڑ، ہر درخت، ہر پتھر لرز اُٹھا اور جنبش میں آگیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر یہودی جب توریت پڑھتا ہے تو اپنا سر ہلانے اور جھومنے لگتا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا کہ "وہ اپنے سر ہلانے لگتے ہیں" واللہ اعلم۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ
اور جب آپ کے ربّ نے اولادِ آدم کی پشت سے اُن کی

ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى
اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار

اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚۛ
لیا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں

شَهِدْنَا ۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا
ہم سب گواہ بنتے ہیں، تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس

عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (۱۷۲) اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ
سے محض بے خبر تھے۔ یا یوں کہنے لگو کہ

اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً
شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا اور ہم ان کے بعد ان کی

مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ (۱۷۳)
نسل میں ہوئے، سو کیا اُن غلط راہ والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۱۷۴)
ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں اور تاکہ وہ باز آجائیں۔

ارشادِ باری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی ذرّیت کو ان کی پشت سے روزِ ازل میں باہر نکالا اور انھوں نے اپنے نفوس پر آپ گواہی دے لی کہ اللہ ہمارا رب اور مالک ہے خدا وہی ہے اور کوئی نہیں۔ چنانچہ یہی اعترافِ فطرتِ انسانی ہے اور یہی اُن کی جبلّت ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ تم اپنی پوری توجہ دینِ حق کی طرف قائم رکھو۔ اللہ نے اسی فطرت پر انسان کی جبلّت بنائی ہے اللہ نے جس چیز کو جس طرح پیدا کردیا وہ اسی طرح قائم رہے گی اس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ ہر مولود اور ہر مخلوق اپنی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو شرک سے ہٹا کر پیدا کیا ہے لیکن شیاطین آتے ہیں اور دینِ حق سے اُس کو پھیر دیتے ہیں اور میں نے جو حلال رکھا ہے اس کو حرام کرا دیتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہر مولود اسی مذہبِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اس کو یہودی نصرانی اور مجوسی بنا دیتے رہیں۔ جیسے کہ مویشی بھلے چنگے پیدا ہوتے ہیں

کیا کوئی کان کٹا پیدا ہوتا ہے لیکن ان کے کان کاٹ کر اُن کو بگاڑ دیتے ہیں۔ اسود بن سریع کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار غزوات میں شریک رہا۔ مجاہدین نے کافروں کو قتل کر کے ان کے بچوں کو پکڑ لیا۔ اس کی خبر حضرت کو ملی۔ آپ کو یہ حرکت بہت ناگوار گزری۔ کہنے لگے۔ لوگوں کو کیا ہوا بچوں کو پکڑ رہے ہیں۔ کسی نے کہا۔ یا رسول اللہ! کیا یہ مشرکین کے بچے نہیں ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ تم میں سے اچھے سے اچھے لوگ بھی تو مشرکین ہی کی اولاد ہیں۔ کوئی جان ایسی نہیں جو بنائے اسلام پر پیدا نہ ہوئی ہو اور وہ مسلمان ہی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ ماں باپ کی زبان سیکھتے ہیں اور ماں باپ انھیں نصرانی یا یہودی بنا دیتے ہیں۔ احادیث میں وارد ہے کہ آدمؑ کی صُلب سے ذرّیت لی گئی اور انھیں یا تو اصحابِ یمین یا اصحابِ شمال بنایا اور ان سے گواہی لی گئی کہ اللہ ہی ان کا رب ہے

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ بروزِ قیامت ایک دوزخی سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ تو اگر ساری زمین اور اس کے املاک تمھاری ملک ہوں اور تم سے کہا جائے کہ فدیہ میں یہ سب دے کر کیا نجات حاصل کرو گے؟ تو وہ کہے گا یقیناً ایسا کروں گا۔ تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تم سے اس سے بہت ہی کم کا مطالبہ کیا تھا۔ میں نے آدمؑ کی پشت ہی میں تم سے عہد لے لیا تھا کہ کسی کو میرا شریک نہ بنانا لیکن تم شرک کر بیٹھے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ مقامِ نعمان میں بروز عرفہ روحوں سے وعدہ لیا گیا تھا۔ اور آدمؑ کی صُلب سے نکال کر انھیں ذرّوں کی طرح پھیلا دیا گیا تھا اور اُن سے یوں گفتگو ہوئی تھی کہ "بتاؤ! کیا میں تمھارا رَبّ نہیں؟" سب رُوحیں کہنے لگیں "کیوں نہیں ضرور"

جریر سے روایت ہے کہ ضحاک ابن مزاحم کا لڑکا مرگیا جو صرف چھ دن کا تھا۔ تو ضحاک نے کہا کہ، اے جابر جب تم اس کو لحد میں رکھو تو اس کا چہرہ قبر میں کھلا رکھنا کیونکہ بچے کو بٹھایا جائے گا۔ اور اس سے سوال بھی ہوگا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ فارغ ہونے کے بعد میں نے ضحاک سے پوچھا کہ تمھارے بچے سے کیا پوچھا جانے والا ہے اور کون پوچھے گا؟ تو کہا اس سے میثاقِ ازل کے بارے میں سوال ہوگا۔ جب کہ صُلبِ آدم میں روحوں سے اقرارِ عبودیت لیا گیا تھا۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا اقرار ہے؟ کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جب صُلبِ آدم کو چھوا تو اس سے وہ رُوحیں نکل پڑیں جو قیامت تک نسلِ آدم سے ہونے والی ہیں۔ پھر ان سے وعدہ لیا گیا کہ عبادت صرف اللہ کی کریں گے اور کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ پھر اللہ پاک ان رُوحوں کے رزق کا کفیل بنا اس کے بعد صُلبِ آدم میں انھیں واپس کر دیا گیا جب تک یہ اہلِ میثاق پیدا ہوتے رہیں گے قیامت نہیں آئے گی۔ اب ان میں سے جس کو میثاق آخر سے سابقہ پڑے گا اور وہ اس کو بہ طریقِ احسن پورا کرے گا تو اسی کو میثاق اوّل بھی نفع دے سکتا ہے اور جو میثاقِ آخر میں کامیاب نہیں، اس کو میثاق اول بھی نفع بخش ثابت نہیں ہو سکتا اور جو بچپن ہی میں مرگیا قبل اس کے کہ میثاق آخر کی نوبت آئے اور دنیا میں اچھے اچھے کام انجام دے، تو سمجھا جائے گا کہ وہ میثاقِ اوّل یعنی ازل کے وعدہ پر قائم ہے جو بربنائے فطرتِ اسلام ہے اس تمام تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ ابن عباسؓ ان تمام باتوں سے بخوبی واقف تھے۔ واللہ اعلم۔

حضرتؐ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ نے بنی آدم سے ذرّیات نکالے تو اس طرح ذرّیات نکلے جیسے کنگی کرنے میں بال کنگی کے اندر ہو جاتے ہیں۔ اب اللہ تعالےٰ نے ان سے پوچھا "کیا میں تمھارا رَبّ نہیں ہوں؟" تو روحوں نے کہا کہ تو ضرور ہمارا رب ہے فرشتے کہنے لگے کہ ہم گواہ ہیں کہ قیامت کے روز کہیں تم یہ نہ کہہ بیٹھو کہ ہمیں تو اس کا کوئی علم نہیں۔

(حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کو پیدا کر کے ان کی پیٹھ پر سے جب ہاتھ پھیرا تو ذریات نکلنا شروع ہو گئے۔ تو فرمایا کہ فلاں فلاں تو جنتی ہیں کیونکہ اہلِ جنت ہی کا سا عمل کریں گے اور یہ دوزخی ہیں کیونکہ اہلِ نار کا سا عمل

کریں گے۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! جب یہ دہیں طے ہو چکا ہے تو پھر عمل کا کیا مقصد رہا؟ تو فرمایا کہ اللہ کا وہی بندہ جنت کے لئے پیدا ہوا ہے جس کے عمل جنتیوں کے سے ہوں گے اور سمجھو کہ دوزخی وہی ہے جو دوزخیوں کے سے کام کرے اور اسی عملِ بد پر قبل از توبہ اس کا دم ٹوٹے۔

حضرتؐ نے فرمایا کہ جب رُوحیں صُلبِ آدم سے ظاہر ہوئیں تو ہر انسان کے ماتھے پر ایک روشنی چمک رہی تھی۔ اس تمام نسل کو آدم کے سامنے پیش کیا گیا۔ آدم نے پوچھا اے ربّ! یہ کون ہیں؟ فرمایا گیا، یہ سب تمہاری نسل ہے۔ ایک شخص کے چہرے پر بہت زیادہ روشنی تھی۔ پوچھا یارب یہ کون ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ ایک عرصۂ دراز کے بعد تمہاری نسل سے ایک شخص ہوگا جس کو داؤد کہیں گے۔ آدم نے پوچھا یارب! اِس کی کیا عمر ہوگی؟ کہا ساٹھ برس۔ تو آدم نے کہا۔ یارب! میں نے اپنی عمر میں سے چالیس سال اس کو دے دیئے۔ لیکن جب آدم کی عمر ختم ہوگئی ملکُ الْمَوت آئے تو آدم نے کہا کہ ابھی سے کیوں آگئے ابھی تو چالیس میری عمر کے باقی ہیں۔ تو کہا گیا کہ یہ چالیس سال کیا تم نے اپنے بیٹے داؤدؑ کو نہیں دیدیئے تھے تو آدم نے انکار کیا، چنانچہ ان کی نسل میں بھی انکار کی خو پڑگئی اور چونکہ آدم بھول گئے تھے اِس لئے بھُول چوک بھی اولادِ آدم کی خصلت بن گئی اور آدم سے چونکہ خطا سرزد ہوگئی تھی، اس لئے خطا کرنا بھی اولادِ آدم کی فطرت ہے۔ جب آدم نے اپنی ذرّیت کو دیکھا تھا تو ان میں بیمار بھی تھے، جذامی اور برص والے بھی تھے اندھے وغیرہ بھی تھے۔ آدمؑ نے کہا، یارب! یہ ایسے کیوں بنا دیئے گئے فرمایا تاکہ انسان ہر حال میں میرا شکر کرے۔ آدم نے پوچھا یارب! یہ کون ہیں جو سرتاپا نور ہیں؟ کہا گیا یہ انبیاءؑ ہیں۔

حضرتؐ سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا اعمال از سرِ نو نتیجہ آور ہیں، یا جو کچھ طے ہوگیا سو ہوگیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے ذرّیت نکالی، پھر انھیں کی اپنی زبان سے توحیدِ خدا کی گواہی لی پھر دو مٹھیاں ان سے بھریں اور کہا یہ تو ٹھہرے جنتی اور وہ ٹھہرے دوزخی۔ اگرچہ عمل پر جنت و دوزخ کا انحصار ہے لیکن ہمیں معلوم ہے کہ اہلِ جنت کے سے عمل کرنا کس پر آسان رہے گا اور کس پر دوزخیوں کے سے عمل کرنا، آسان رہے گا۔ اب اِسی بنا پر وہ جنتی یا دوزخی ہوں گے۔ کچھ ہم نے ازل میں انھیں جنتی یا دوزخی نہیں بنایا۔ اُن کے اعمال اس کے ذمّہ دار ہیں۔ البتہ ہم ابھی سے دونوں کا علم رکھتے ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ فلاں جنتی ہوں گے اور فلاں دوزخی یہ تقسیم ہمارے کہہ دینے کی بنا پر نہیں ہوئی ہے بلکہ عمل کی بنا پر ہوئی ہے۔ ہم نے ابوہریرہ رضؓ کی حدیث کی توضیح کی ہے۔

حضرتؐ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کر کے قسمت بنا دی تو سیدھے بائیں رُوحیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں سے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ دونوں نے اعتراف کیا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے۔ پھر سیدھے بائیں دونوں طرف کی رُوحیں مخلوط کر دی گئیں۔ کسی نے خدا سے پوچھا یارب یہ دونوں ممتاز طور پر تھے خلط ملط کیوں کر دیا گیا۔ خدا نے کہا۔ اس میں کوئی حرج نہیں اپنے اپنے عمل کے سبب وہ اب بھی ممتاز رہیں گے۔ مِلا دینے پر بھی نیک و بَد دونوں کا آپس میں کوئی ملاپ نہیں۔ ہم ایسا نہ کرتے تو قیامت کے دن گنہگار کہتے کہ ہم کو تو اس کا کوئی علم ہی نہیں تھا۔ اور نیک تو کسی صورت میں نہ کہتے۔ اَب بات صرف عمل پر رہ گئی ہے تو گنہگاروں کو اعتراض کرنے اور عدمِ علم کا عذر کرنے کا حق نہیں رہا۔ یہ ہم نے ابوؔامامہ کی حدیث کی وضاحت کی ہے۔ قیامت تک پیدا ہونے والی روحوں کو شکلیں دی گئیں۔ بولنے کی قوت دی، ان سے میثاق لیا، اس میثاق پر آسمان و زمین گواہ بنائے گئے۔ آدم بھی گواہ ہوئے ورنہ قیامت میں تو وہ صاف انکار کر بیٹھتے۔ جان لو کہ خدا کے سوا کوئی رَبّ نہیں ہے، کسی کو شریک نہ بناؤ۔ میں تمہارے پاس پیغمبر بھیجوں گا تاکہ وہ تم کو عہد و میثاق یاد دلائے،

میں کتابیں بھیجوں گا۔ تو رُوحوں نے کہا کہ تیرے سوا ہمارا کوئی رب نہیں، خدا کی طاعت کا اقرار کیا۔ آدم ان کے سامنے لائے گئے۔ آدم نے دیکھا کہ ان میں غنی بھی ہیں اور فقیر بھی، خوبصورت بھی ہیں اور بدصورت بھی۔ کہا گیا یارب! سب لوگ برابر ہی کیوں نہیں پیدا کئے گئے؟ تو کہا کہ مجھے یہ محبوب تھا کہ دیکھوں شاکر و صابر کون ہے۔ سب ایک ہی جیسے ہوتے تو یہ امتحان کہاں ہو سکتا۔ انبیاء ان لوگوں میں نور بھرے چراغ کے سے تھے۔ یہ رسالت و نبوت دوسرا میثاق تھا کہ خدا کی توحید کے اقرار کے بعد اقرارِ رسالت بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے نبیوں سے بھی میثاق لیا ہے وہ یہ کہ دینِ حنیف پھیلانے کے لئے عزمِ مصمم کر لو جو ایک فطری دین ہے۔ اِس اشہاد سے غرض یہ تھی کہ انسان فطرتِ توحید پر پیدا شدہ ہے۔ اسی لئے مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ کہا گیا نہ کہ مِنْ اٰدَمَ یعنی نہ صرف آدم بلکہ آدم کی ساری اولاد فطرت توحید پر مخلوق ہے اور اسی لئے مِنْ ظُهُوْرِهِمْ کہا گیا نہ کہ مِنْ ظهره یعنی سب بنی آدم کی نسلوں سے نسل بعد نسل۔ جیسا کہ فرمایا کہ اس نے تم سب کو فرداً فرداً زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔ اور فرمایا کہ "جیسا کہ ہم نے تم کو پیدا کیا دوسری قوموں کی ذرّیت سے" اور خود آپ اپنا انھیں گواہ بنایا جبھی تو گواہی دی کہ ہاں تو ہمارا رب ہے۔ یعنی حالاً و قالاً دونوں طرح وہ معترف رہے۔ کیونکہ شہادت کبھی تو قول کے ذریعہ ہوتی ہے، کقولہ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا اور کبھی حال کے ذریعہ ہوتی ہے۔ کقولہ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِیْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ یعنی مشرکین کو کوئی حق نہیں کہ مسجد خدا کو بسائیں۔ اپنی ہی ذات پر کفر کی شہادت دیتے ہوئے، یعنی ان کا حال ان کے کفر کا شاہد ہے۔ یہ شہادت قولی شہادت نہیں حالی شہادت ہے اور سوال کبھی قال کے ذریعہ ہوتا ہے کبھی حال کے ذریعہ، کقولہ وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ یعنی تم نے جو کچھ مانگا اللہ نے تمھیں دیا۔ کہتے ہیں کہ اِس بات پر یہ دلیل بھی ہے کہ ان کے شرک کرنے پر یہ حجت ان کے خلاف پیش کی، پس اگر یہ واقع میں ہوا ہوتا جیسا کہ ایک قول ہے تو چاہئے تھا کہ ہر ایک کو یاد ہوتا تاکہ اس پر حجت رہے۔ اگر اس کا جواب یہ ہو کہ فرمانِ رسول سے خبر پا لینا کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو رسولوں ہی کو نہیں مانتے وہ رسولوں کی دی ہوئی خبروں کو کب صحیح مانیں گے۔ حالانکہ قرآنِ کریم نے رسولوں کی تکذیب کے علاوہ خود اس شہادت کو مستقل دلیل ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اِس سے مراد فطرت خدا ہے جس پر خدا نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے اور وہ فطرت توحیدِ باری تعالیٰ ہے اسی لئے فرماتا ہے کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ ہم کو تو اس توحید کا علم ہی نہیں تھا اور یہ کہ شرک تو ہمارے باپ دادوں نے کیا تھا۔ ان کے ایجاد کردہ کام پر ہمیں سزا کیوں ہو۔

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ

اور ان لوگوں کو اُس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے کہ اُس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل

مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۱۷۵﴾

ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى

اور اگر ہم چاہتے تو اُس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف

الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ

مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا۔ سو اُس کی حالت کتے کی سی

الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ

ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو

تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ

چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ

ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے

یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَاڵ الْقَوْمُ

شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔ اُن لوگوں کی حالت بھی بُری حالت ہے جو ہماری

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا

آیات کو جھٹلاتے ہیں اور وہ اپنا نقصان

يَظْلِمُونَ ﴿۱۷۷﴾

کرتے ہیں۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا بلعم ابن باعورا نامی اہلِ بلقاء میں سے تھا اور وہ اسمِ اعظم جانتا تھا۔ یہودی علماء کے ساتھ بیت المقدس میں رہتا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ وہ اہلِ یمن میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی نشانیاں اور کرامتیں دی تھیں، لیکن اس نے ناقدری کی وہ مستجاب الدعوات تھا۔ اس کی دعائیں قبول ہو جاتی تھیں۔ لوگ مصیبتوں کے وقت خدا سے دعا مانگنے کے لئے اسی کو آگے بڑھاتے تھے۔ اللہ کے نبی حضرت موسیٰؑ نے اُس کو تبلیغِ دین کے لئے ملک مدین کی طرف بھیجا۔ یہاں کے بادشاہ نے اس کو اپنا بنا لیا اس پر بہت سرفرازیاں کیں۔ چنانچہ اس نے اس بادشاہ کے دین کو قبول کر لیا اور دینِ موسیٰ کو چھوڑ دیا۔ اس کا نام بلعام تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اُمیہ ابن ابی صلت ہے۔ ممکن ہے کہ اس کہنے سے یہ مراد ہو کہ یہ امیہ بھی اسی کے مشابہ تھا اس کو بھی اگلی شریعتوں کا علم تھا لیکن اس نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ حضرت کے زمانے کو بھی اُس نے پایا تھا۔ آپ کے آیات بینات دیکھے تھے، معجزے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔ دینِ خدا میں داخل ہوتے ہوئے ہزاروں کو دیکھا۔ لیکن مشرکین کے میل جول ان میں اس کا امتیاز اور وہاں کی سرداری نے اُسے اسلام اور قبولِ حق سے روک دیا۔ اس نے بڑے مرثیے بدر کے کافروں کے ماتم میں کہے ہیں۔ اس کی زبان تو ایمان لا چکی تھی لیکن دل مومن نہیں ہوا تھا۔ یہ سارا بیان ممکن ہے امیہ ابن ابی صلت سے متعلق ہو نہ کہ بلعام سے۔

بلعام کا ذکر قرآن میں ہو رہا ہے کہ ہم نے اس کو اپنی آیتیں یعنی کرامتیں بخشی تھیں، لیکن وہ اُن سے ہٹ گیا یعنی ان سے محروم رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو تین دعاؤں کا حق دیا تھا کہ قبول ہوں گی۔ ایک عورت اور ایک لڑکا اس کا تھا۔ اس کی عورت نے کہا کہ ایک دعا میرے حق میں خاص کر دو! اُس نے کہا اچھا کہو کیا دعا ہے۔ عورت نے کہا کہ خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ سارے بنی اسرائیل میں مجھ سے زیادہ حسین کوئی عورت نہ ہو۔ اُس نے خدا سے دعا کی، اور وہ حسین ترین عورت بن گئی جب عورت نے یہ محسوس کر لیا کہ اُس جیسی حسین اب کوئی عورت نہیں، تو شوہر سے بے پروا اور بے رغبت بن گئی اور اس کے خیالات اور اعمال کچھ اور ہی ہو گئے تو بلعام نے دعا کی کہ وہ کتیا بن جائے۔ چنانچہ وہ کتیا بن گئی۔ دو دعائیں ختم ہو گئیں اس کے لڑکے آ کر کہنے لگے کہ ہم سے تو نہیں دیکھا جا سکتا کہ ہماری ماں کتیا ہو، لوگ ہمیں عار دلا رہے ہیں دعا کرو کہ وہ اپنے سابقہ حال پر آ جائے۔ چنانچہ دعا کی اور وہ عورت جیسی پہلے تھی ویسی ہی ہو گئی اب تینوں دعائیں صرف ہو گئی۔ یہ روایت غریب ہے۔ اس آیت کا سببِ نزول جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک شخص تھا اور وہ جبارین یہود کے شہر کا رہنے والا تھا، اسمِ اعظم جانتا تھا۔ کہا گیا ہے کہ اس کی دعا منجانب اللہ قبول ہوا کرتی تھی۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہے جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ نبی تھا مگر اس کی نبوت چھین لی گئی۔ ابنِ جریر کا ایسا قول ہے۔ لیکن یہ مطلقاً صحیح نہیں۔ ابنِ عباس کہتے ہیں کہ موسیٰؑ جب شہر جبارین میں آئے تو بلعام کے پاس اُس کے لوگ آئے اور کہا کہ موسیٰ ایک مرد آہنی ہے اس کے ساتھ بڑی فوج ہے اگر وہ ہم پر غالب آ جائے تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔ خدا سے دعا کرو کہ یہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی مصیبت ہم سے دور ہو جائے۔ اس نے کہا کہ اگر میں ایسی دعا کروں تو میرا دین اور دنیا دونوں تباہ ہو جائیں، لیکن لوگ اس کو تنگ ہی کرتے رہے چنانچہ اُس نے ایسی دعا کی، تو خدا نے اس کی بزرگی اور کرامتیں سب اُس سے چھین لیں۔ چنانچہ فرمایا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ یعنی وہ کرامتوں سے محروم ہو گیا۔ یہیں سے شیطان اس کے پیچھے لگ گیا۔ سدی کہتے ہیں کہ جب موسیٰ کے لئے میدانِ تیہ کی چہل سالہ گردش ختم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یوشع بن نون نبی کو بھیجا، انھوں نے بنی اسرائیل کو اپنے نبی ہونے کی خبر دی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا ہے کہ جبارین سے جنگ کرو جبارین

نے یوشع کے ہاتھ پر بیعت کی اور تصدیق کی۔ لیکن بنی اسرائیل کا ایک آدمی بلعام نامی نافرمانی کرکے جبارین کے پاس چلا گیا، اور اُن سے کہا کہ تم نہ گھبراؤ جب تم لڑنے کے لئے نکلو گے تو میں اپنے بد دُعا کے ہتھیار سے کام لوں گا اور وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ جبارین کے پاس اس کے دنیوی تمتع کے لئے سب کچھ موجود تھا بجز اس کے کہ وہ اُن کی عورتوں سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ کیونکہ اُن عورتوں کی عظمت اُس پر چھائی ہوئی تھی وہ صرف اپنی ہی گدھی یعنی عورت سے تعلق رکھتا تھا شیطان اس کے پیچھے لگ گیا یعنی اس پر چھا گیا۔ اب وہ شیطان کی فرما برداری کرنے لگا فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ یعنی ہالکین جائرین میں سے بن گیا۔ نیک لوگ بھی بعض وقت بد بن جاتے ہیں، چنانچہ حضرت ؐ نے فرمایا کہ مجھ کو تم پر کچھ اس قسم کا اندیشہ ہے جیسے وہ آدمی جو قرآن کا علم رکھتا تھا۔ قرآن کی برکت اور رونق اس کے چہرے سے ظاہر تھی۔ اسلامی شان تھی۔ لیکن اللہ کی دی ہوئی بدبختی نے اُس کو آگھیرا۔ اسلام کے احکام اُس نے پس پشت ڈال دیئے۔ وہ اپنے پڑوسی پر تلوار لے دوڑا، یہ الزام لگاکر کہ اُس نے شرک کیا ہے۔ حضرت سے پوچھا گیا کہ الزام لگانے والا خطا کار تھا یا جس پر الزام لگایا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ خطا کار الزام لگانے والا تھا۔ ارشادِ باری ہے کہ اگر ہم چاہتے تو دنیا پرستی کی گندگی سے اُس کو بالاتر رکھتے اور جو کرامتیں اُس کو دی تھیں اُن سے اس کو محروم نہ کرتے لیکن وہ زینتِ دنیا کی طرف مائل ہوگیا اور دنیا میں ایسا پھنس گیا جیسے دوسرے بے سمجھ لوگ لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وہ شیطان کا ہم کار بن گیا اور پستی اختیار کرلی اس کی سواری نے خدا کو سجدہ کیا لیکن بلعام نے شیطان کو سجدہ کیا۔ ابن سبا سے اِس آیت "اور اس شخص کی خبر پڑھو جس کو ہم نے کرامتیں بخشی تھیں" کے بارے میں مروی ہے کہ موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو لے کر اس سرزمین کا رُخ کیا جس میں بلعام رہتا تھا یا شام کا رُخ کیا۔ موسیٰ کی فوج کشی سے

وہاں کے لوگ گھبرا گئے اور بلعام کے پاس آکر کہنے لگے کہ موسیٰ اور ان کے لشکر کے لئے بد دُعا کرو۔ تو اس نے کہا کہ ٹھہرو میں رب سے مشورہ کرلوں۔ چنانچہ اس نے مشورہ کیا یا استخارہ کیا تو اس سے کہا گیا کہ نہیں بد دعا نہ کرنا کیونکہ وہ میرے بندے ہیں اور اُن میں میرا نبی بھی ہے۔ تو اس نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ میں نے رب سے مشورہ کیا لیکن مجھے بد دعا کرنے کی ممانعت ہوئی ہے۔ اب لوگوں نے اس کے پاس بہت سے ہدیے اور تحفے بھیجے چاہئے تھا کہ وہ قبول نہ کرتا۔ لیکن اس نے قبول کرلیا۔ اس کے بعد یہ لوگ پھر اس کو مجبور کرنے لگے۔ اس نے کہا اچھا پھر مشورہ کروں۔ اب کے اس کو کوئی مشورہ نہ ملا۔ اس نے کہا مجھے کوئی مشورہ نہیں دیا گیا۔ اس لئے بد دُعا نہ کروں گا لیکن لوگوں نے اُس کو بہکایا کہ اگر خدا کو منظور ہی نہ ہوتا تو پہلے کی طرح روک دیتا۔ اب اللہ تعالیٰ خاموش ہے تو گویا تم کو بد دُعا کی اجازت ہے۔ چنانچہ وہ دھوکا کھا گیا اور موسیٰؑ اور ان کے لشکر کے لئے بد دعا کرنے لگا۔ جب کبھی وہ بد دعا کے الفاظ موسیٰؑ کے لئے نکالنا چاہتا تو اپنی ہی قوم کے لئے بد دُعا کے الفاظ زبان سے نکلتے اور اپنی قوم کی فتح کے لئے الفاظ ادا کرنا چاہتا تو موسیٰؑ کی فتح کے الفاظ زبان سے نکل جاتے، یا "ان شاء اللہ" کا جملہ بھی آخر میں زبان سے نکل جاتا جس کے سبب بد دعا مشروط ہونے کے سبب عبث بن کر رہ جاتی لوگ کہنے لگے۔ ارے تم تو بد دُعا موسیٰ کے بجائے ہمارے حق میں کر رہے ہو۔ وہ کہتا، میں کیا کروں میری زبان سے بلا ارادہ ایسا ہی کچھ نکل جاتا ہے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ اگر بد دُعا کروں گا بھی تو قبول نہیں ہوگی۔ اب میں تم کو ایک تدبیر بتاؤں جس سے یہ لوگ ہلاک ہو سکتے ہیں۔ دیکھو اللہ نے زنا کو حرام کردیا ہے اور فعلِ زنا سے سخت ناراض ہے اگر یہ لوگ کسی طرح زنا میں مبتلا کر دیئے جائیں تو یقیناً اُن کی ہلاکت کی اُمید ہے۔ چنانچہ ایسا کرو کہ ان کی فوج میں اپنے پاس کی عورتیں بھیجدو۔ یہ تو بیوی بچے چھوڑے ہوئے مسافر

لوگ کیا عجب کہ زنا میں پڑ جائیں اور ہلاک ہو جائیں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ عورتوں کو موسیٰؑ کی فوج کی طرف بھیجدیا۔ حتیٰ کہ بادشاہ کی بیٹی بھی نہ چھوٹی۔ شہزادی کو اس کے باپ نے یا بلعام نے تاکید کردی تھی کہ موسیٰؑ کے سوا کسی کے تصرف میں نہ آنا۔ کہتے ہیں کہ واقعی لوگ زنا میں پڑ گئے۔ شہزادی کے پاس بنی اسرائیل کا ایک سردار آپہنچا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اس نے کہا کہ موسیٰ کے سوا میں اور کسی کو نہ آنے دوں گی۔ سردار نے بتایا بتایا کہ میرا عہدہ ایسا برتر ہے اور میری یہ یہ شان و شوکت ہے تو لڑکی نے اپنے باپ کو لکھ بھیجا اور اس بارے میں اس کی ہدایات مانگیں۔ تو اس سے کہا گیا کہ ہاں مان جاؤ۔ وہ دونو جب مصروفِ کار تھے تو ہارون علیہ السلام کا ایک بیٹا وہاں پہنچا اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا ایسا مارا کہ دونوں اپنی موجودہ حالت کے اندر ایک ہی نیزہ میں پروگئے۔ وہ نیزہ بلند کرکے لوگوں کے سامنے آیا اور لوگ دیکھتے رہ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر مرضِ طاعون کا عذاب بھیجا۔ جس سے ستر ہزار آدمی مرگئے

ابن سیار کا بیان ہے کہ بلعام اپنی گدھی پر سوار ہو کر معلولی تک آیا۔ یہاں سے اس کی سواری آگے نہیں چل رہی تھی وہ اس کو مار رہا تھا اور وہ بیٹھی جا رہی تھی۔ اللہ نے اس کو زبان دی اور وہ کہنے لگی کہ تو مجھ کو کیوں مار رہا ہے، سامنے دیکھ کیا ہے؟ دیکھا تو وہاں شیطان کھڑا تھا وہ اُتر کر شیطان کو سجدہ کرنے لگا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے فَانْسَلَخَ مِنْهَا۔

سالم ابو النضر کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جب ارضِ شام سے بنی کنعان میں آئے تو بلعام کی قوم آکر ان سے کہنے لگی کہ موسیٰ اپنی قوم کو لے کر ہمارے ملک میں آیا ہوا ہے تاکہ ہمیں قتل کرے اور یہاں انھیں بسائے۔ ہم تمھاری قوم ہیں ہمارا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا۔ تم مردِ مستجابُ الدّعوات ہو، خدا سے ان کے لئے بَدُعا کرو! اس نے کہا یہ تمھاری کمبختی ہے۔ موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ ان کی مدد پر فرشتے بھی ہیں اور مومنین بھی ہیں، میں کیسے بَدُعا کروں۔ میں جو جانتا ہوں سو جانتا ہوں۔ لوگوں نے کہا ہم رہیں کہاں۔ اور ہر گھڑی اس پر دباؤ ڈالتے رہے اور عاجزی کرتے رہے حتیٰ کہ ان لوگوں نے اس کو فتنے میں ڈال ہی دیا چنانچہ وہ اپنی گدھی پر سوار ہو کر ایک پہاڑ کی طرف چلا جس پر چڑھ کر بنی اسرائیل کے لشکر کو دیکھے۔ اس کو جبل حسبان کہتے ہیں کچھ دُور چلا تھا کہ اس کی سواری بیٹھ گئی اُتر کر اس کو مارنے لگا۔ کچھ دُور چل کر وہ پھر بیٹھ گئی۔ جب بار بار اس کو مارنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو زبان دی اور وہ کہنے لگی کہ "بلعم! تو مجھے کدھر لئے جا رہا ہے کیا نہیں دیکھتا کہ فرشتے میرے سامنے ہیں، مجھے ڈھکیل کر پیچھے کی طرف واپس کر رہے ہیں، تو اللہ کے نبی اور مومنین پر بَدُعا کرنے کے لئے جا رہا ہے"۔ لیکن وہ باز نہ آیا، اور پھر اس کو مارنے لگا۔ چنانچہ اب کی مرتبہ وہ اللہ کے حکم سے حسبان نامی پہاڑی پر چڑھ گئی۔ وہ وہاں پہنچ کر موسیٰؑ اور مومنین کے لئے بد دعا کرنے لگا لیکن اُس کی زبان اُلٹ جاتی تھی اور بد دُعا اپنی قوم کے لئے اور دعا موسیٰ کے لئے نکلتی تھی۔ کہتے ہیں کہ بد دعا کرنے پر اس کی زبان باہر نکل پڑی اور اُس کے سینہ پر لمبی ہو کر لٹک گئی۔ اب وہ بول اُٹھا کہ میری دنیا بھی گئی اور دین بھی گیا۔ قوم سے کہنے لگا۔ اب تو صرف مکر و حیلہ ہی سے کام لیا جا سکتا ہے اپنی لڑکیوں کو بناؤ سنگھار کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیجو، ان سے کہہ دو کہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں۔ اگر ایک شخص بھی زنا کا مرتکب ہو گیا تو سمجھو تم نے مقصد پالیا۔ چنانچہ عورتیں بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیجی گئیں۔

اہلِ کنعان کی ایک عورت جس کا نام کستبتی تھا صور کی بیٹی تھی جو قوم کا سردار اور بادشاہ تھا۔ اس عورت کا ملاپ ہو گیا بنی اسرائیل کے ایک سردار سے جس کا نام زمری بن شلوم تھا۔ جو شمعون ابن یعقوب ابن اسحاق بن ابراہیم کا پوتا تھا اور سردار تھا۔ اس نے اس عورت کو دیکھا تو پسند آگئی۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے گیا اور کہنے لگا۔ موسیٰ تم تو یہی کہو گے کہ یہ تجھ پر حرام ہے اُس کے نزدیک نہ پھٹکنا۔ موسیٰؑ نے کہا۔ ہاں یہ تجھ پر حرام

ہے۔ اس نے کہا موسیٰ! واللہ میں یہاں تو تمھاری بات نہ سنوں گا۔ پھر اس لڑکی کو اپنے خیمہ میں لے گیا اور ہم بستر رہا۔ اللہ نے بنی اسرائیل میں طاعون بھیج دیا۔ موسیٰ کی قوم کا سردار فنحاص بن عنیزار بن ہارون نامی، زمری بن شلوم کی اس حرکت کے وقت وہاں موجود نہ تھا اور اس حرکت سے ساری قوم میں طاعون پھیل گیا۔ یہ سارا واقعہ فنحاص کو معلوم ہوا اُس نے اپنا لوہے کا نیزہ اُٹھایا اور زمری کے خیمہ میں داخل ہوا۔ وہ دونوں لیٹے ہوئے تھے۔ دونوں کو ایک ہی نیزے میں پرو لیا اور نیزے کو سر پر بلند کرکے نکلا۔ فنحاص نوجوان اور قوی تھا یہ بوجھ اُٹھا لیا اور اٹھائے ہوئے کہتا جا رہا تھا کہ "اے خدا! ہم تیرے نافرمانوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں۔ اب طاعون ختم کردے"۔ طاعون ختم ہوگیا۔ طاعون سے ہلاک ہونے والے بنی اسرائیل اس مدت میں کہ اس نے عورت حاصل کی پھر فنحاص کے ہاتھوں قتل ہوا، ستر ہزار آدمی مر گئے یا کم سے کم بیس ہزار۔ فنحاص کی اسی شکر گزاری میں بنو اسرائیل جب کبھی ذبیحہ کرتے ہیں تو جانور کی سری اور دست اور اپنے پھلوں اور اموال کی پہلی چیز اولادِ فنحاص کو نذرانہ کے طور پر دیتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں اختلافات ہیں کہ "اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اس پر مشقت لادو تو بھی زبان لٹکائے ہوتے ہانپتا رہے اور چھوڑ دو تو بھی ہانپتا رہے"۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ بلعام کی زبان بھی لٹک کر اس کے سینے پر آگری تھی۔ تو اس کی تشبیہ بھی ایسے کتے سے دی گئی ہے جو دونوں حالتوں میں ایک سا ہو کہ اُس پر کرامتیں نازل کردو یا رحمتیں ہر دو حالت میں یکساں ہے۔ یا یہ مثال اس کی گمراہی اور گمراہی کی پائیداری میں اور ایمان کی طرف بلانے یا نہ بلانے دونوں حالتوں میں اس سے نفع گیر نہ ہونے کے اندر اُس کتے کی سی ہے جو رگیدنے اور نہ رگیدنے دونوں صورتوں میں زبان لٹکائے ہانپتا رہتا ہے۔ اسی طرح یہ بلعام بھی کہ ایمان کی طرف بلانے سے بھی فائدہ نہیں اُٹھاتا اور نہ بلانے سے بھی نہیں۔ اسی طرح کی ایک بات ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ چاہے تم انھیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے یا اور ایک مثال کہ تم ان کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو، اللہ انھیں نہیں بخشے گا۔ یا یہ بھی معنی ہوسکتے ہیں کہ کافر اور منافق اور گمراہ کا دل کمزور اور ہدایت سے فارغ ہوتا ہے کتنی ہی کوشش کی جائے ہدایت نہیں پاتا۔

اللہ پاک اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ لوگوں کو یہ واقعات سُناؤ تاکہ بنی اسرائیل کے حالات سے واقف ہونے کے بعد، وہ غور و فکر کرکے اللہ کی راہ پر آجائیں اور یہ سوچیں کہ بلعام کا کیا حال ہوا۔ خدائی علم جیسی زبردست دولت اُس نے دنیا کی سفلی راحت پر کھودی آخر نہ یہ ملا نہ وہ۔ اسی طرح یہ علمائے یہود جو اپنی کتابوں میں خدا کی ہدایتیں پڑھ رہے ہیں اور آپ کے اوصاف اس میں لکھے پاتے ہیں۔ انھیں چاہئے کہ دنیا کی طمع میں پھنس کر اور اپنے مُریدوں کو پھانس کر بھول اور غفلت میں نہ پڑ جائیں ورنہ یہ بھی اسی طرح دین و دنیا سے کھو دیئے جائیں گے انھیں چاہئے کہ اپنی علمیت سے فائدہ اُٹھائیں اور تمھاری اطاعت کی طرف جھکیں اور دوسروں پر بھی حق بات کو ظاہر کردیں، دیکھ لو کہ کفار کی کیسی بُری مثالیں ہیں کہ کتوں کی طرح کھانے اور شہوت رانی میں پڑے ہوئے ہیں۔ پس جو بھی علم و ہدایت کو چھوڑ کر خواہش نفس کو پورا کرنے میں لگ جائے وہ بھی کتے جیسا ہے۔ حضرت [illegible] نے فرمایا ہے کہ بُری مثال ہم پر صادق نہیں آنی چاہئے یعنی کسی کو دے کر پھر واپس لے لینے والے کی مثال اُس کتے کی سی ہے جو قے کرے پھر اسی کو کھا جائے اور فرمایا کہ [illegible] نے آپ اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے کیونکہ [illegible] کا اتباع نہیں کیا، دنیا اور دنیا کی لذات میں پھنس گئے۔ یہ [illegible] کا ظلم نہیں ہے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ

جس اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سو ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے اور جس کو وہ

يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (١٧٨)

گمراہ کردے سو ایسے ہی لوگ خسارے میں پڑ جاتے ہیں۔

جس کو اللہ ہدایت کرے کوئی اس کو گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے، کس کی مجال ہے کہ اس کی ہدایت کرے، اللہ نے جو چاہا ہوا اور جو نہیں چاہا نہیں ہوا۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ اِنَّ الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستھدیہ و نستغفرہٗ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئات اَعْمالنا، من یھد اللہ فلا مضل لہٗ ومن یضلل اللہ فَلَا ھادی لہ واشھدُ ان لَّآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ (عن ابن مسعودؓ)

ترجمہ:۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ لیتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے بھی۔ خدا کی راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بھٹکا نہیں سکتا اور اس کے گمراہ کئے ہوئے کو کوئی راہِ راست پر لا نہیں سکتا میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود صرف اللہ ہی ہے وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ

اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں،

الْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ز

جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے۔

وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ز وَلَهُمْ

اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان

اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ط اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ

ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں

بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (١٧٩)

بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں، یہ لوگ غافل ہیں۔

حضرت صلعم کو ایک بار کسی انصار کے لڑکے کے جنازے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے کہا۔ یا رسول اللہ صلعم! یہ بچہ تو جنت کی ایک چڑیا ہے نہ اس نے کوئی بُرے کام کئے نہ دوزخ اس کا کوئی ٹھکانہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ رضؓ اب مجھ سے بھی کچھ سُنو کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور وہ لوگ بھی پیدا کئے جو اہلِ جنت ہوں گے۔ اور یہ مستحقین جنت اسی روز قرار دیئے گئے کہ انھیں صُلب آدم ہی میں تھے اور دوزخ اور اہلِ دوزخ پیدا کئے گئے اور ابھی وہ صلبِ آدم ہی میں تھے۔

ابن مسعود رضؓ سے مروی ہے کہ اللہ پاک رحمِ مادر میں ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جو چار باتیں اس سے متعلق لکھ دیتا ہے۔ (۱) اس کا رزق۔ (۲) اس کی عمر۔ (۳) اس کے اعمال اور (۴) نیک یا بد اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی کہ آدم کی صلب سے جب اللہ نے ذریت کو نکالا تو اصحابِ یمین اور اصحابِ شمال دو فریق بنائے ایک جنت کے لئے اور ایک دوزخ کے لئے۔ اور مجھے اس کی پروا نہیں کہ کون اپنے کو مستحقِ جنت بنا رہا ہے اور کون مستحقِ دوزخ۔ اس بارے میں احادیث کثرت سے وارد ہیں اور مسئلۂ تقدیر ایک اہم مسئلہ ہے یہاں مزید وضاحت کی گنجائش نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان کے دل تو ہیں لیکن وہ نہیں سمجھ سکتے، آنکھیں ہیں اور دیکھتے نہیں، کان ہیں اور سنتے نہیں، یہ چیزیں جن کو ہدایت حاصل کرنے کے لئے سبب بنایا گیا تھا۔ ان سے کچھ بھی منتفع نہیں ہوتے جیسا کہ فرمایا "انھیں کان، آنکھ، دل دیئے گئے لیکن اس سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ کیونکہ ان چیزوں سے انھوں نے کام نہیں لیا اور آیاتِ خدا کا انکار کر بیٹھے۔ منافقین کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔ اور کافروں کے حق میں ہے: صُمٌّ

بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ۔ اور فرمایا کہ: "اگر اللہ ان میں کوئی خیر معلوم کرتا تو ضرور ان کو سننے کے قابل بناتا تو ضرور وہ ہدایت پاتے"۔ اور فرمایا کہ "آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں"۔ اور فرمایا کہ جس نے وحیِ رحمان سے روگردانی کی تو شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے اور ہر وقت اس سے لگا لپٹا رہتا ہے۔ یہ لوگ خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اور گمان یہ کرتے ہیں کہ یہی ٹھیک راہ پر ہیں"۔ اب یہاں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں کہ نہ حق بات کو سنتے ہیں نہ حق کی مدد کرتے ہیں، نہ ہدایت کو دیکھتے ہیں اور اپنے حواسِ پنجگانہ سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے سوائے اس کے کہ دنیوی حیات کے اندر اس سے فائدہ اٹھا لیا جیسا فرمایا کہ کافروں کی مثال اس جانور کی جیسی ہے کہ جو راعی کے الفاظ کو تو نہیں سمجھتا صرف آواز کو سنتا ہے کہ انھیں بھی ایمان کی طرف بلایا جائے تو اس کی افادیت کو تو نہیں سمجھتے البتہ آواز سن پاتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ یہ ان جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں کہ جانور اپنے راعی کی بات اگرچہ نہ سمجھیں لیکن اس کے بلانے پر اس کا رخ تو کرتے ہیں۔ اور اس لئے کہ ان جانوروں سے نہ سمجھ سکنے کا فطری و خلقی فعل سرزد ہوتا ہے یا تو از روئے طبیعت یا سدھانے کی بنا پر، برخلاف کافر کے کہ وہ تو بلا شرکتِ غیرے اللہ کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ لیکن اس نے کفر اور شرک کیا اور اسی لئے جس نے اللہ کی اطاعت کی وہ بروز قیامت ملائک سے بھی افضل ہے اور جس نے کفر کیا وہ جانور بلکہ اس سے بھی بدتر ہے

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو۔

وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ

اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۸۰)

ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں، ایک کم سو جو ان کا ورد رکھے گا وہ جنت میں جائے گا خدا تعالیٰ وتر ہے اس لئے عدد میں بھی وتر ہی کو پسند کرتا ہے۔ وہ نامہائے پاک یہ ہیں:-

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ الْقَوِيُّ الْمَتِيْنُ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْصِيْ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْمُحْيِيْ الْمُمِيْتُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْفَرْدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِيْ الْمُتَعَالِيْ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمُغْنِيُّ الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِيْ الْبَدِيْعُ الْبَاقِيْ الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ۔

یہ حدیث غریب ہے کچھ کمی زیادتی کے ساتھ اسی طرح یہ نام ابن ماجہ کی حدیث میں بھی وارد ہیں۔ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ یہ نام راویوں نے قرآن میں سے چھانٹ لئے ہیں واللہ اعلم۔ یہ یاد رہے کہ یہی ننانوے نام ہی اللہ کے ہوں اور نہ ہوں، یہ بات نہیں۔ مسندِ احمد میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جسے کبھی بھی کوئی غم و رنج پہنچے اور وہ یہ دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ ابْنُ عَبْدِكَ ابْنِ اَمَتِكَ

نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ وَأَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رَبِيعَ قَلْبِي وَنُورَ صَدْرِي وَجَلَاءَ حُزْنِي وَذَهَابَ هَمِّي۔ کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم یاد نہ کرلیں۔ آپ نے فرمایا۔ بلکہ جو بھی اسے سُنے چاہیے کہ یاد کرلے۔ بعض لوگوں نے تو قرآن و سنت سے خدا کے ایک ہزار نام نکالے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جانے بھی دو ان لوگوں کو جو خدا کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں کہ یہ کافر لوگ اللہ کے ناموں میں "لات" کا لفظ بھی شریک کردیتے ہیں کہ لات کو اللہ تعالیٰ کا مؤنث لفظ بتاتے ہیں کہ عزیٰ کو عزیز کا لفظ یہ دونوں نام کافروں کے پاس مؤنث خداؤں کے ہیں۔ الحاد کے معنی تکذیب کے ہیں اور کلامِ عرب میں اعتدال سے ہٹنے کو کہتے ہیں۔ لحد بہ معنی قبر اسی سے ہے کیونکہ قبلہ کی طرف سے رُخ پھیر کر بنائی جاتی ہے۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ

اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں

وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾

اور اس کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں۔

ع ۲۲ ۱۰ ۱۲

ہماری پیدا کردہ قوموں میں سے بعض قوم قولاً و عملاً حق پر قائم ہے، حق بولتی ہے اور حق کی طرف بُلاتی ہے اور از روئے حق ہی فیصلہ کرتی ہے۔ اس اُمت سے مُراد اُمتِ محمدیہ ہے۔ حضرت ﷺ جب اس آیت کو پڑھتے تھے تو فرماتے تھے کہ یہ تم ہو۔ اور وہ قوم جو تم سے پہلے گزری یعنی قومِ موسیٰ ؑ، کہ یہ لوگ بھی دوسروں کو حق کی طرف بلاتے تھے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں سے ایک قوم حق پر قائم رہے گی حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ نزول فرمائیں، اور وہ جماعت حق پر غالب رہے گی، ان کا کوئی مخالف ان کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا اور قیامت کے آنے یا وہ اپنے مرنے تک اس پر کاربند رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ

اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج لئے جاتے ہیں

مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ

اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں۔ اور ان کو مُہلت دیتا ہوں

اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾

بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے ابوابِ رزق کھُل جائیں گے۔ دنیوی مفاد زیادہ ہوجائے گا۔ حتیٰ کہ وہ اسی دھوکے میں رہیں گے اور یہ گمان کرنے لگیں گے کہ ان کی ہمیشہ یہی حالت رہے گی۔ جیسا کہ فرمایا "انھوں نے جب ہماری یاد بھلادی تو ہم نے ابوابِ رزق اُن پر کھول دیئے اور جب وہ غرور میں اُتر آئے تو اچانک ہم نے انھیں پکڑ لیا اور وہ مایوس ہوکر رہ گئے۔ ان ظالموں کی نسل ہی قطع کردی گئی۔ حمد کے لائق تو اللہ ربّ العالمین ہی ہے۔ اِسی لئے فرمایا کہ ہم انھیں ڈھیل دیتے ہماری سیاست بہت قوی ہوتی ہے۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ

کیا ان لوگوں نے اس بات پر غور نہ کیا کہ ان کا جن سے سابقہ ہے ان کو ذرا بھی جنون نہیں

اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾

وہ تو صرف ایک صاف صاف ڈرانے والے ہیں۔

ان تکذیب کرنے والوں نے یہ بھی غور نہ کیا کہ ان کے رفیق محمد ﷺ کو درحقیقت کوئی جنون نہیں، بلکہ اللہ کے رسول ہیں اور حق کی طرف بُلاتے ہیں۔ جس شخص کو عقلِ سلیم ہے اور اس سے کام لینا چاہتا ہے، وہ اس کو صاف صاف تنبیہ کرنے والے ہیں۔ اور فرمایا کہ میں تمھیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کی عبادت اور اس کی تبلیغ کے لئے ایک ایک اور دو دو مل کر کھڑے ہوجاؤ پھر اس بات پر تو کچھ غور کرو کہ تمھارے رفیق کو جنون نہیں، بلکہ وہ تو خدا کے عذابِ شدید سے ڈرانے والے ہیں۔ خدا سے خلوص اختیار کرو۔ تعصب و عناد کو چھوڑو

اگر تم ایسا کرو گے تو حقیقت تم پر کھل جائے گی کہ رسول سچے ہیں اور خیر خواہ ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھ گئے۔ قریش کو جمع کیا اور ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر بلانے لگے۔ پھر اللہ کے عذاب اور حادثاتِ متوقعہ سے انھیں ڈرایا تو بعض بے وقوف کہنے لگے کہ یہ تو کچھ دیوانے سے معلوم ہوتے ہیں۔ صبح تک بکواس کرتے رہے تو اللہ کی طرف سے یہ آیت اتری تھی۔

اَوَ لَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ

اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے

الْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ وَّ

عالم میں اور دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور

اَنْ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ

اس بات میں کہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی آپہنچی ہو۔

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ (۱۸۵)

پھر قرآن کے بعد کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لاویں گے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ہماری نشانیوں کو جھٹلانے والے کیا اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ہمیں کیسا غلبہ حاصل ہے آسمانوں اور زمین پر اور ان میں جو کچھ ہے۔ ان سب پر انھیں چاہیے تھا کہ اس پر تدبر و تفکر کرتے اور عبرت لیتے اور اس نتیجہ پر پہنچتے کہ یہ سب اس کا ہے جس کا کوئی نظیر و شبیہ نہیں وہی اس بات کا مستحق ہے کہ عبادت اور خلوص صرف اسی سے برتیں اور اس کے رسول کی تصدیق کریں، اس کی طاعت کی طرف جھک جائیں، بتوں کو نکال پھینکیں اور اس بات سے ڈریں کہ موت قریب ہے اگر کفر ہی پر مر جائیں گے تو عذابِ الیم کے مستحق ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ اب اس کے بعد پھر اور کونسی تخویف و ترہیب چاہیے کہ جو دھمکی آئی ہوئی ہے وہ خدا کی طرف سے آئی ہوئی ہے اگر وہ اس وحی و قرآن کی تصدیق نہ کریں جو محمدؐ نے پیش کی ہے تو پھر کس بات کی تصدیق کریں گے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا شبِ معراج میں میں نے دیکھا کہ آسمانِ ہفتم تک جب میں پہنچا تو اوپر نظر کی تو رعد و برق دیکھے۔ اور ایسی قوم پر سے میرا گزر ہوا جن کے پیٹ مٹکوں کی طرح پھولے ہوئے تھے، ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے جبریلؑ سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ یہ سود کھانے والے لوگ ہیں اور جب اس پہلے آسمان پر اترا تو میں نے اپنے سے نیچے کی طرف نظر ڈالی تو ایک دھند اور دھواں تھا اور شور و غوغا برپا تھا۔ میں نے پوچھا کہ اے جبریلؑ یہ کیا ہے؟ تو کہا یہ وہ شیاطین ہیں جو انسانوں کی آنکھوں کے سامنے گھومتے رہتے ہیں اور آڑ بنجاتے ہیں تاکہ ارض و سماء کے ملکوت میں انسان نظر ہی نہ کر سکے اگر یہ حائل نہ ہوتے تو انسان آسمان کی عجیب عجیب باتیں دیکھتا۔ اس کا ایک راوی علی بن زید سے بہت سی منکر روایات بھی منسوب ہیں۔

مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ؕ وَیَذَرُهُمْ

جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا۔ اور اللہ تعالیٰ

فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ (۱۸۶)

ان کو ان کی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس کے نام گمراہی لکھ دی اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا، وہ کتنی ہی نشانیاں دیکھے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ جس کو خدا ہی فتنے میں ڈالے اس کو کون راہِ راست پر لائے۔ جیسا کہ فرمایا دیکھو آسمانوں اور زمین میں ہماری کیا کچھ نشانیاں ہیں۔ لیکن نشانیاں، معجزات اور دھمکیاں کوئی چیز بھی ان کافروں کو مفید نہیں پڑتی۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا ؕ

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا
آپ فرما دیجیے کہ اُس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے۔ اُس کے وقت پر
لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘؔ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ
اُس کو سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری
الْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْــَٔـلُوْنَكَ
حادثہ ہوگا۔ وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی۔ وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں
كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ
جیسے گویا آپ اُس کی تحقیقات کر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجیے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾
کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یہ آیت قریش سے متعلق اُتری ہے۔ یا یہود کی ایک جماعت سے متعلق۔ لیکن پہلی بات زیادہ درست ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور یہود تو مدینے میں رہتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کا وقت جو تم سے پوچھتے ہیں سو اس کا یقین نہ کریں گے، تکذیب کے انداز میں پوچھتے ہیں جیسا کہ اِس آیت کے اندازِ بیان سے نتیجہ نکلتا ہے۔ "یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ بتاؤ کہ وہ ہوگی کب اور کس تاریخ؟" اور فرمایا کہ یہ کافر قیامت کو جلدی مانگتے ہیں، حالانکہ مومن تو قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرتے ہیں اور یقین رکھے ہوئے ہیں کہ اس کا آنا حق ہے اور جو لوگ قیامت میں شک کرتے ہیں، بڑی گمراہی میں ہیں۔ اور فرمایا "بتاؤ وہ کس تاریخ ہوگی۔ اور دنیا کب ختم ہو جائے گی، اور پھر گھڑی قیامت کی کونسی ہے" تو اے نبیؐ! کہدو کہ، اِس کا علم تو میرے رَبّ ہی کو ہے۔ خدا کے سوا کسی کو نہیں معلوم کہ کب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کو مشورہ دیا ہے کہ، اے نبیؐ! وہ وقتِ قیامت پوچھیں تو بات کو اللہ کی طرف پھیر دو کہ اس کے وقت کی تحدید تو خدا کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ اِسی لئے فرمایا ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یعنی زمین و آسمان والے اُس کے علم سے بے بہرہ ہیں۔ حسنؒ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو اہلِ ارض و سما پر بہت بھاری گزرے گی۔ ابن عباسؓ یہ مطلب کہتے ہیں کہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہوگی جس کو قیامت کا ضرر نہ پہنچے گا۔ آسمان پھٹ جائیں گے ستارے ٹوٹ پڑیں گے، سورج تاریک ہو جائے گا، پہاڑ اُڑ جائیں گے اور خدا نے جو کچھ کہا ہے وہ سب ہوگا۔ آسمان والوں کو بھی اِس کا علم نہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ اچانک آجائے گی۔ لوگوں کو اس کا سان وگمان بھی نہ ہوگا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت اُس وقت تک نہ آئے گی کہ ایک وقت سورج مغرب سے طلوع کرے گا۔ کافر یہ عجیب بات اور اِس پیش گوئی کی صداقت دیکھ کر ایمان لائیں گے۔ لیکن کسی کو بھی اس وقت کا ایمان کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ یا گنہگاروں کو اَب نیک کام کرنا کوئی نتیجہ نہ بخشے گا۔ دو آدمی کپڑے کا لین دین کر رہے ہوں گے اِس غرض سے کپڑے کا تھان کھولا جا رہا ہوگا۔ دُودھ دُوہ کر پیا بھی نہ گیا ہوگا، لوگ پینے کے پانی کی ٹنکی صاف ہی کر رہے ہوں گے، نوالہ مُنہ کی طرف لیجایا جا رہا ہوگا کہ ناگہاں قیامت شروع ہو جائے گی۔

يَسْــَٔـلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ یعنی وہ قیامت کا راز تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم ان کے بڑے دوست ہو اور اس انداز میں پوچھتے ہیں گویا قیامت کی تاریخِ وقوع سے تم واقف ہو۔ اس لئے اللہ نے فرمادیا کہ اس کا علم خدا کے سوا اور کسی کو نہیں۔ اللہ نے تو اِس راز کو کسی مقرب ترین فرشتے یا اپنے کسی رسول پر بھی ظاہر نہیں کیا۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ قریش حضرتؐ سے کہتے تھے کہ تمھارے ہمارے درمیان تو رشتہ داری ہے ہمیں تو بتا دیجیے کہ قیامت کب آرہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری کہ، کہہ دو اس کا علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے۔

یہ لوگ جو نبیؐ سے وقتِ قیامت کو پوچھتے ہیں سو نہیں جانتے کہ نبی کو بھی اس کا علم نہیں۔ خدا کے سوا کوئی اُس کا علم نہیں رکھتا۔ حضرت جبرئیلؑ ایک اعرابی کی شکل میں حضرت

کے پاس آتے تاکہ اُمورِ دین کی تعلیم لوگوں کو حاصل ہو سکے۔ اور ایک طالبِ ہدایت سائل کے انداز میں حضرتؐ کے پاس بیٹھ گئے اور آپ سے اسلام کے بارے میں پوچھا۔ پھر ایمان اور احسان سے متعلق دریافت کیا۔ پھر پوچھا کہ قیامت کب آنے والی ہے؟ اِس چوتھے سوال کے جواب میں حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس بارے میں تو مجھ کو تم سے زیادہ علم نہیں۔ یعنی جیسے تم ناواقف ہیں بھی ناواقف۔ اور کوئی شخص بھی اس بارے میں کچھ نہیں جان سکتا۔ پھر حضرتؐ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جبریلؑ نے بشکلِ اعرابی آپ سے قیامت کی نشانیاں پوچھیں۔ آپؐ نے نشانیاں بتا دیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں کا علم خدا کے سوا کوئی نہیں رکھتا۔ حضرتؐ کے ہر جواب پر وہ اعرابی کہتا گیا کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ گویا کہ وہ جانتا تھا اور بات کی صداقت کا اعتراف کر رہا ہے۔ اِس اندازِ تصدیق پر صحابہ نے تعجب کیا کہ یہ کیسا سائل ہے کہ خود ہی سوال کر رہا ہے اور خود ہی جواب پر صاد کر رہا ہے۔ پھر یہ سائل چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے اور اس بہانے تم لوگوں کو مسائلِ دین اور معتقدات کی تعلیم دینے کے لئے آئے تھے۔ اِس سے پہلے جب کبھی یہ صورت بدل کر آتے رہے میں پہچانتا رہا اور اِس دفعہ تو میں نے بھی نہیں پہچانا تھا۔ میں نے آغازِ شرح بخاری میں اِس حدیث کو بیان کر دیا ہے۔ اور جب اِس اعرابی نے آپ سے پوچھا اور بلند آواز میں آپ کو پکارا کہ یا محمدؐ! ۔ تو آپ نے بھی بلند آواز میں جواب دیا۔ "ہاں کیا ہے؟" تو اس نے کہا' قیامت کب آنے والی ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے نادان! قیامت جب بھی آئے گی ضرور آئے گی۔ لیکن تم بتاؤ کہ اس کے لئے تم نے کیا تیاری کر رکھی ہے۔ کہا' بڑی بڑی نمازیں اور روزے تو خیر نہیں ہو سکے لیکن خدا اور رسول سے مجھے بہت محبت اور شغف ہے۔ تو آپ نے فرمایا آدمی

قیامت میں اسی کے ساتھ رہے گا جس کو زیادہ چاہتا ہو۔ اِس حدیث کو سُن کر صحابہ رضؓ بے انتہا خوش ہو گئے۔ صحیحین میں اکثر صحابہ رضؓ کی روایتوں سے یہ حدیث متعدد طریقوں سے بیان ہوئی ہے حضرت نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب کوئی شخص ایسا سوال کرتا جس کی اس کو چنداں ضرورت نہیں اور اس کے لئے عبث ہے' تو آپ جواب میں اس بات کی طرف اس کا رُخ پھیر دیتے جس کا جاننا اس کے لئے اپنے سوال سے کہیں زیادہ ضروری ہوتا۔ تاکہ وہ اپنی ذات کو اس سے نمٹنے کا اہل بنالے۔ اور پہلے سے تیاری کر رکھے اگرچہ اس کی تعیینِ وقت سے واقف نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ دیہاتی عرب حضرتؐ کے پاس آتے تو اکثر یہ سوال کرتے رہتے کہ قیامت کب ہوگی۔ تو آپ ان کے کسی بچہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ' اگر اللہ نے اس کو زندگی دی تو یہ بوڑھا بھی نہ ہونے پائے گا کہ تمھاری قیامت تو آجائے گی۔ گویا قیامت سے مُراد مَوت ہوئی جو عالم سے ہٹا کر تمھیں عالمِ برزخ میں لیجا چھوڑے گی اور بہت سی حدیثیں اسی مضمون کی الفاظ کے تھوڑے سے تغیر کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔ جو سب کی سب ایک ہی مضمون کی ہیں۔ حاصلِ کلام یہ کہ مقصد ان سب حدیثوں کا یہی ہے کہ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی۔ لیکن وقت کا تعیّن نہیں کیا جا سکتا۔" اس بچے کے بڑھاپے سے پہلے قیامت آجائے گی" یہ اطلاق بھی اسی تقید پر محمول ہے۔ یعنی مراد اس سے لوگوں کی مَوت کا وقت ہے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل آپ نے فرمایا تھا کہ قیامت کے بارے میں مجھ سے تم لوگ پوچھتے رہتے ہو۔ اس کا علم تو خیر خدا کو ہے کہ قیامت آنے میں اور کتنی مدّت ہے۔ لیکن میں قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ اِس وقت زمین پر جتنے متنفس آباد ہیں سو سال بعد ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ تو گویا یہ مطلب ہوا کہ جیسے قیامت میں سب لوگ مر جائیں گے اسی طرح سو سال میں موجودہ سب لوگوں کے لئے قیامت آجائے گی۔ گویا تعیّنِ وقت ہی اگر چاہتے ہو تو لو یہ تعیّنِ وقت ہے

اس طرح قیامت سے مُراد اُس ایک صدی کا اختتام تھا کہ بات کو اِس ڈھنگ سے بیان کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبِ معراج میں ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ پر میرا گزر ہوا لوگ قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ یہ سب حضرت ابراہیمؑ سے آکر پوچھنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰؑ کے پاس گئے۔ آپ نے بھی یہی کہا۔ عیسیٰؑ کے پاس گئے۔ آپ نے بھی کہا کہ اس کا علم تو خدا کے سوا کسی کو ہے ہی نہیں لیکن علامت یہ ہے کہ دجال نکلے گا۔ میرے ساتھ ایک دو شاخہ ہوگا وہ مجھے دیکھے گا تو سیسے کی طرح پگھل جائے گا اور اللہ پاک اس کو ہلاک کر دے گا حتّٰی کہ شجر اور حجر بھی بول اُٹھیں گے کہ اے مسلمان میری آڑ میں ایک کافر چھپا ہوا ہے، آ اور اس کو قتل کر دے۔ پس اللہ ان سب کافروں کو ہلاک کر دے گا پھر لوگ اپنے اپنے شہروں اور وطنوں کو واپس ہو جائیں گے۔ ایسے وقت میں یاجُوج اور ماجُوج نکلیں گے ہر گوشے سے اُبل پڑیں گے۔ شہروں کو پامال کرتے پھریں گے ہر چیز اُن کے آنے اور پھرنے سے برباد اور تلف ہوتی رہے گی حتّٰی کہ چشموں پر پہنچیں گے تو چشموں کو خالی کر دیں گے۔ لوگ میرے پاس اُن کی شکایت لے کر آئیں گے۔ میں ان کے لئے خدا سے بد دُعا کروں گا۔ اللہ ان سب یاجوج اور ماجوج کو ہلاک کر دے گا حتّٰی کہ ہر جگہ کی فضا ان کی لاشوں کی سڑان کی بدبُو سے مسمُوم ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا کہ پانی کا بہاؤ اُن کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں لے جا ڈالے گا۔ اُس وقت پہاڑ اُکھڑ جائیں گے زمین پھیل جائے گی۔ اُس وقت قیامت ایسی قریب ہوگی جیسے نو مہینہ کی حاملہ کہ جس کو لوگ نہیں جانتے کہ دن رات میں کس وقت زچگی ہو جائے۔ بڑے بڑے پیغمبرؑ بھی قیامت کا وقت نہیں جانتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی صرف اس کی علامتیں بتا دیں۔ کیونکہ اِس امت کے آخری زمانے میں وہ اُتریں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام نافذ فرمائیں گے۔ مسیح دجّال کو قتل کریں گے اور یاجُوج و ماجُوج کو اللہ تعالیٰ ان کی دُعا کی برکت سے ہلاک کر دے گا۔

ع ۲۳ ۱۲

حضرتؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس کی علامتیں بتاؤں وہ یہ کہ اُس کے سامنے بڑے فتنے اور ہرج مرج واقع ہوں گے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلعم ہم فتنہ کا مفہوم تو سمجھتے ہیں لیکن ہرج کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حبش کی عربی زبان میں اس کے معنی قتل۔ پھر فرمایا کہ لوگوں میں اجنبیّت اور بے پروائی اتنی بڑھ جائے گی کہ ایک شخص دوسرے کو کہے گا کہ میں نہیں پہچانتا۔ صحاح ستّہ میں بات کو اِس طریقہ سے روایت نہیں کیا گیا ہے۔

ہمارے نبیِ اُمّی سیّد المرسلین خاتم النّبیین صلّی اللہ علیہ وسلم نے جو نبی الرحمۃ اور نبی التوبہ ہیں، فرمایا ہے کہ "میں اور قیامت اِن دو اُنگلیوں کی طرح ہیں۔ چنانچہ آپ نے کلمہ کی اور بیچ کی اُنگلی کو جوڑ کر بتایا گویا کہ میرے ساتھ قیامت لگی ہوئی ہے یعنی دونوں کے درمیان کوئی نبی ہونے والا نہیں غرض یہ کہ "عِلْمُ السَّاعَة" کا علم صرف خدائے پاک کو ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا
آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذاتِ خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر

مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ
اتنا ہی کہ جتنا خدا نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِىَ
بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا۔ اور کوئی مضرت ہی مجھ پر

السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ
واقع نہ ہوتی۔ میں تو محض بشارت دینے والا اور ڈرانے والا

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾
ہوں اُن لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ سارے اُمور کی نسبت خدا کی طرف پھیر دو اور اپنے بارے میں کہہ دو کہ مستقبل کا علم مجھے بھی نہیں، ہاں اللہ تعالیٰ نے کچھ بتا دیا تو بتا دیتا ہوں۔ جیسا کہ فرمایا "عالم الغیب کے عِلمِ غیب کو کوئی نہیں پا سکتا

اور اے نبیؐ! کہہ دو کہ اگر میں غیب کی بات جانتا تو اپنے لئے بہت سا خیر جمع کر لیتا۔ یعنی اگر مجھ کو اپنی موت کی خبر ہوتی کہ کب مروں گا تو کوشش کرتا کہ جلد تر بہت سے اعمالِ صالحہ کر لوں یہ قول مجاہد کا ہے اور ابنِ جریج بھی یہی کہتے ہیں۔ لیکن یہ بات غور طلب ہے اس لئے کہ حضرتؐ کا ہر عمل اچھا ہی تھا اور جو عمل کرتے وہ مستقل طور پر پائیدار ہوتا۔ سارے اعمال ایک ہی ڈھنگ کے تھے۔ ہر عمل میں آپ کی نظر اللہ پر ہی ہوتی۔ غرض یہ کہ کوئی عمل بھی غیر عملِ صالح نہ ہوتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ غیب کی باتیں جان لیتا تو لوگوں کی کس نوع کی بھلائی کس کام کے اندر ہوتی، تو اس سے ان کو آگاہ کر دیتا۔ ابنِ عباسؓ نے خیر کے معنی مال کے لئے ہیں اور یہ مفہوم اَحسن ہے۔ یا یہ کہ جس خریداری میں فائدہ کا علم ہوتا وہ ضرور خریدتا اور کوئی چیز نہ بیچتا جب تک اس میں فائدہ کا علم نہ ہوتا۔ غرض یہ کہ تجارت میں کبھی نقصان نہ اُٹھاتا یا نہ اُٹھانے دیتا۔ یا مجھے فقر و تنگ دستی کبھی نہ آنے پاتی۔ بعض لوگوں نے یہ مطلب بھی لیا ہے کہ قحط آنے والا ہوتا تو بہت کچھ غلہ جمع کر رکھتا۔ سستے زمانے میں خرید لیتا اور گرانی کے زمانے میں بیچتا اور مجھے غربت و مسکنت کبھی نہ چھوتی اور نقصان آنے سے پہلے اُس سے بچ جاتا۔ پھر آپ نے کہا۔ میں صرف نذیر اور بشیر ہوں عذاب سے ڈرانے والا اور جنّت کی بشارت دینے والا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ہم نے قرآن کو تمھاری زبان پر آسان بنا دیا ہے تاکہ ارادۂ تقویٰ رکھنے والوں کو تم بشارت دو' اور جھگڑنے والے سرکش لوگوں کو ڈراؤ۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ

وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہی جس نے تم کو ایک تنِ واحد سے پیدا کیا اور اُسی

جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا

سے اُس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس اپنے جوڑے سے اُنس حاصل کرے پھر جب میاں نے

حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ

بیوی سے قربت کی تو اُس کو حمل رہ گیا ہلکا سا سو وہ اُس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ

دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا

بوجھل ہوگئی تو دونوں میاں بی بی اللہ سے جو کہ اُن کا مالک ہے دُعا کرنے لگے کہ اگر آپ نے ہم کو صحیح

لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰهُمَا

سالم اولاد دیدی تو ہم خوب شکر گزاری کریں گے۔ سو جب اللہ تعالیٰ نے دونوں کو صحیح سالم

صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَاۤ اٰتٰهُمَا ۚ

اولاد دیدی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۱﴾

سو اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن کے شرک سے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا جہان کے لوگ آدمؑ کی نسل سے پیدا کئے گئے ہیں اور آدمؑ ہی سے اُن کی بیوی حوّا پیدا کی گئیں۔ انھیں دونوں سے نسل بڑھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ' اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور اتنا بڑھایا کہ تم لوگ خاندان اور قبیلے بن گئے اب تمھیں ایک دوسرے کے حقوق پہچاننا چاہئے اور خدا کی نظروں میں تم میں شریف تر وہی ہوگا جو سب سے زیادہ محتاط عمل کرے لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا کے معنی ہیں تاکہ ایک دوسرے میں اُلفت پذیری رہے۔ اسی لئے فرمایا کہ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً یعنی تم دونوں کے دلوں میں محبّت اور رحمت ڈال دی۔ دو روحوں میں جو محبت و رحمت ہوتی ہے وہ زوجین کی باہمی اُلفت و موانست سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ساحر اکثر اپنے سحر کے ذریعہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ میاں بیوی میں تفرقہ ڈالدیں غرض شوہر جب اپنی بیوی کے ساتھ فطری محبت کی بنا پر موانست و قربت اختیار کرتا ہے تو ابتداءً وہ اپنے پیٹ میں ایک ہلکا سا بوجھ محسوس کرنے لگتی ہے۔ یہ آغازِ حمل کا زمانہ ہوتا ہے اس وقت تو عورت کو کوئی تکلیف کا آغاز نہیں ہوتا کیونکہ یہ حمل تو ابھی نطفہ یا علقہ اور مُضغہ ہے یعنی نطفہ یا گوشت کا چھوٹا سا لوتھڑا۔ ابھی وہ ہلکی پھلکی ہوتی ہے

ایوب کہتے ہیں کہ میں نے حسنؒ سے مَرَّتْ بِہٖ کے معنی پوچھے تو کہا اگر میں عرب ہوتا اہلِ زبان ہوتا تو جانتا۔ اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ اسی طرح وہ اس حمل کو چند دنے لئے پھرتی رہتی۔ قتادہؒ اس کے معنی یہ بتاتے ہیں کہ حمل نمایاں ہوگیا۔ ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ حمل لئے ہوئے آسانی سے اٹھ بیٹھ سکتی ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ یہ ابتدائی زمانہ وہ ہے جب کہ خود اس کو شک ہے کہ مجھے حمل ہے بھی کہ نہیں۔ غرض یہ کہ اس کے بعد جو عورت کو بوجھ اچھا خاصا محسوس ہونے لگتا ہے اور بیقین حمل ہوجاتا ہے۔ تو یہ ماں باپ دونوں خدا سے تمنّا کرنے لگتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انھیں صحیح سالم بچہ دے تو خدا کا بڑا احسان ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ماں باپ کو ڈر لگا ہوتا ہے کہ کہیں جانور کی شکل یا اعضاء کا یا غیر سالم بچہ نہ ہو جائے جیسا کہ بعض مرتبہ ہو جایا کرتا ہے۔ حسن بصریؒ یہ مطلب لیتے ہیں کہ اگر خدا ہم کو لڑکا دے کیونکہ مولود میں زیادہ صلاحیت والا مولود لڑکا ہی ہوتا ہے غرض یہ کہ جب اللہ ان کو صحیح سالم بچہ دیتا ہے تو اس کو بتوں کا حصّہ بنا ڈالتے ہیں۔ خدا کی ذات ایسے شرک سے بے نیاز ہے۔ مفسّرین نے یہاں بہت سے آثار و احادیث بیان کی ہیں جن کا ہم ذکر کریں گے، ان پر روشنی ڈالیں گے۔ پھر ان شاء اللہ صحیح بات کی طرف رہنمائی کریں گے۔ خدا ہی پر بھروسہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حوّا کو جب وضعِ حمل ہوا تو ابلیس اُن کے پاس آیا۔ ان کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا تو حوّا کو مشورہ دیا کہ بچہ کا نام عبد الحارث رکھو تو وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ بچہ کا نام عبدُ الحارث رکھا گیا اور وہ زندہ رہا۔ یہ شیطان کی طرف کی وحی تھی اور حارث شیطان کا نام ہوتا ہے۔ اِس حدیث میں تین عِلّتیں ہیں۔ ایکؔ تو یہ کہ اس کا راوی عمر بن ابراہیم ایک بصری شخص ہے۔ اگرچہ ابنِ معین نے اِس کی توثیق کی ہے لیکن ابو حاتم نے کہا ہے کہ اس سے حجّت نہیں پکڑی جا سکتی۔ دوسرےؔ یہ کہ یہی روایت موقوفاً حضرت سمرہ کے اپنے قول سے مروی ہوئی ہے جو مرفوع نہیں۔ ابن جریر میں خود سمرہ ابن جندب کا کہنا ہے کہ آدمؑ نے اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا۔ تیسرےؔ یہ کہ اس کے راوی حسنؒ سے بھی اِس آیت کی تفسیر اس کے سوا بیان کی گئی ہے تو ظاہر ہے کہ اگر یہ مرفوع حدیث اُن کی روایت کردہ ہوتی تو یہ خود اس کے خلاف تفسیر نہ کرتے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ یہ حضرت آدم کا واقعہ نہیں بلکہ بعض دوسرے مذہب والوں کا ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مُراد بعض مُشرک انسان ہیں جو ایسا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ کا فعل بیان ہوا ہے کہ اپنی اولاد کو اپنی روش پر ڈال لیتے ہیں۔ اِس آیت کی جو تفسیریں بیان کی گئی ہیں اُن سب میں بہتر یہی تفسیر ہے۔ غرض تعجب کے لئے گنجائش یہ تھی کہ ایسا متقی اور پرہیزگار آدمی ایک آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث قولِ پیغمبر روایت کرے پھر اُس کے خلاف خود تفسیر کرے۔ اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ وہ سمرہ کا اپنا قول ہے۔ اس کے بعد یہ خیال ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ سمرہ نے اسے اہلِ کتاب سے ماخوذ کیا ہو، جیسے کعب اور وہب وغیرہ جو مسلمان ہوگئے تھے۔ ان شاء اللہ اس کا بیان بھی عنقریب آئے گا۔

غرض اس آیت کا مرفوع ہونا تسلیم نہیں ہو سکتا۔ بعض دوسری احادیث بھی اِس بارے میں ہیں، یہ کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حوّا کے جو اولاد ہوتی تھی، ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص کر دیتی تھیں اور ان کا نام عبد اللہ، عبید اللہ وغیرہ رکھتی تھیں۔ یہ بچے مر جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت آدم و حوّا کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ اگر تم اپنی اولاد کا کچھ دوسرا نام رکھا کروگے تو وہ زندہ رہے گا۔ اب حوّا کے بچہ ہوا تو ماں باپ نے بچہ کا نام عبد الحارث رکھا۔ اسی کے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ تا آخر۔ حوّا کو شک تھا کہ حمل ہے یا نہیں۔ غرض جب وہ حمل سے بوجھل

ہوگئی تو ان دونوں نے خدا سے دُعا کی کہ اگر جیتا جاگتا صالح بچہ ہوگا تو ہم بڑا شکر کریں گے۔ اب شیطان اُن دونوں کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ تمھیں کیا خبر کہ کیسا بچہ پیدا ہوگا، جانور کی شکل و صورت کا ہوگا یا انسان ایک غلط بات ان کی نگاہوں میں اچھی بنا کر پیش کی اور شیطان تو دھوکا دینے والا ہے ہی اس سے پہلے دو بچے ہوچکے تھے اور مر چکے تھے۔ شیطان نے انھیں سمجھایا کہ اگر تم میرے نام پر اس کا نام نہ رکھو گے تو نہ وہ ٹھیک پیدا ہوگا اور نہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ انھوں نے اُس بچہ کا نام عبدالحارث رکھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا پر صحیح سالم بچہ دیا تو اس کا نام عبدالحارث رکھ کر اللہ کے ساتھ شرک کیا۔ ان آیتوں میں اسی کا بیان ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی دفعہ کے حمل کے وقت یہ (شیطان) آیا اور انھیں ڈرایا کہ میں وہی ہوں جس نے تمھیں جنت سے نکلوایا اب تم میری اطاعت کرو ورنہ میرے کرتب سے اس کے سینگ پیدا ہوجائے گا اور وہ پیٹ کو پھاڑ کر نکلے گا اور یہ ہوگا وہ ہوگا غرض انھیں بہت خوف زدہ کردیا مگر انھوں نے اس کی بات نہ مانی۔ خدا کی مصلحت بچہ مُردہ پیدا ہوا دوسرا حمل ہوا پھر بھی بچہ مُردہ پیدا ہوا۔ اب کے ابلیس نے آکر اپنی بہت خیرخواہی جتائی۔ بچے کی محبت غالب آگئی اور اس کا نام انھوں نے عبدالحارث رکھ دیا۔ اسی بنا پر اللہ نے فرمایا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ابن عباس سے اس حدیث کو لے کر ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے، جیسے مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، قتادہ اور سدی۔ اسی طرح سلف سے لے کر خلف تک بہت سے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہی کہا ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ اہلِ کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ ابن عباسؓ اسے اُبی ابن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں جیسے کہ ابن ابی حاتم میں ہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ بات اہلِ کتاب سے نقل کی گئی ہے۔ جن کی بابت حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ان کی باتوں کو نہ سچی کہو نہ جھوٹی۔ ان کی روایتیں تین طرح کی ہوتی ہیں ایک تو وہ جن کی صحت کسی آیت یا حدیث سے ہوتی ہے۔ دُوسری وہ جن کی تکذیب کسی آیت و حدیث سے ہوتی ہے۔ تیسری وہ جن کی بابت کوئی ایسا فیصلہ ہمارے دین میں نہ ملے تو بقول حکمِ حدیث اس کے بیان میں تو کوئی حرج نہیں لیکن اس کی تصدیق و تکذیب نہیں کرنا چاہئے۔ میرے نزدیک تو یہ اثر دوسری قسم کا ہے یعنی ماننے کے قابل نہیں اور جن صحابہ یا تابعین سے یہ مروی ہے انھوں نے اسے تیسری قسم کا سمجھ کر روایت کردیا ہے۔ لیکن ہم تو وہی کہتے ہیں جو حضرت امام حسن کہتے ہیں کہ مشرکوں کا اپنی اولاد میں شریکِ خدا کا بیان ان آیتوں میں ہے نہ کہ حضرت آدم و حوا کا۔ پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اللہ اس شرک سے بلند و بالا ہے۔ ان آیتوں میں یہ ذکر اور اس سے پہلے آدم و حوا کا ذکر مثل توطئے کے ہے کہ ان اصلی ماں باپ کا ذکر کرکے پھر اور ماں باپ کا ذکر ہوا اور انھیں کا شرک بیان ہوا۔

اب شخصی و انفرادی ذکر ختم کرکے جنس کے ذکر کی طرف بات کا رُخ پھیرا جاتا ہے، جیسے "ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے زینت دی اور پھر انھیں ستاروں کو شیطانوں کو مار بھگانے کے کام میں لایا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو ستارے زینت کے ہیں وہ جھڑتے نہیں، اُن سے شیطانوں پر مار نہیں پڑتی یہاں بھی بات کا رُخ یوں پھیرا جاتا ہے کہ تاروں کی شخصیت سے تاروں کی جنس کی طرف۔ اس کی اور بہت سی نظیریں قرآن میں موجود ہیں۔ واللہ اعلم۔

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ
کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بنا نہ سکیں اور وہ
يُخْلَقُوْنَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا
خود ہی بنائے جاتے ہوں۔ اور وہ اُن کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور
وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٢﴾ وَاِنْ
وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کرسکتے۔ اور اگر تم

تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ سَوَآءٌ
اُن کو کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں تمہارے اعتبار سے دونوں

عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ (۱۹۳)
امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ
واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے

اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ
بندے ہیں۔ سو تم ان کو پکارو، پھر ان کو چاہیئے کہ تمہارا کہنا کردیں

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۱۹۴) اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ
اگر تم سچے ہو۔ کیا اُن کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں

بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ
یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں یا اُن کی

اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ
آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں، یا اُن کے کان ہیں

يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ
جن سے وہ سنتے ہوں۔ آپ کہدیجئے کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلالو،

ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ (۱۹۵) اِنَّ
پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو۔ یقیناً میرا

وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ
مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی۔ اور وہ

يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (۱۹۶) وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ
نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔ اور تم جن لوگوں کی خدا کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَ
عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتے اور

لَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (۱۹۷) وَاِنْ
نہ وہ اپنی مدد کرسکتے ہیں۔ اور ان کو اگر

تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرٰىهُمْ
کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو نہ سنیں اور ان کو آپ دیکھتے

يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (۱۹۸)
ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

وہ مشرکین جو اللہ کے بجائے اوثان و اصنام کی عبادت کرتے ہیں انھیں تنبیہ ہو رہی ہے کہ یہ اصنام بھی خدا کی مخلوق ہیں ایک بنائی ہوئی چیز ہیں۔ کسی بات کی بھی ان کو مقدرت نہیں نہ وہ کسی کو مضرت پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، نہ ان میں دیکھنے کی طاقت ہے نہ وہ اپنے عبادت کرنے والوں کی مدد کرسکتے ہیں، بلکہ یہ بُت تو جمادات میں سے ہیں حرکت تک نہیں کرسکتے بلکہ ان کی عبادت کرنے والے اُن سے کہیں افضل ہیں کہ سُن سکتے ہیں دیکھ سکتے ہیں چھو سکتے ہیں، پکڑ سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ کیا ان پتھروں کے بتوں کو خدا کا شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ اے لوگو! ایک مثل بیان کی جاتی ہے، سُنو یہ لوگ جو خدا کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں وہ ایک مکھی تک نہیں بنا سکتے خواہ سب کے سب ہی مل کر کیوں نہ کوشش کریں، بلکہ مکھی اگر ان کی کھانے کی کوئی چیز لے اُڑے تو وہ اُس سے واپس تک نہیں لے سکتے، طالب اور مطلوب دونوں کس قدر ضعیف و بے قدرت ہیں، انھوں نے خدا کی قدر نہیں پہچانی۔ بے شک خدا بڑا قوی اور عزیز ہے۔ مکھی ایک حقیر غذا بھی ان سے لے اُڑے تو اُس سے چھڑانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ جس کی یہ صفت ہو وہ کیسے رزق دے گا یا مدد کرے گا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ کیا تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کو خود گھڑتے ہو۔ پھر فرمایا کہ وہ اپنے عبادت کرنے والوں کی ذرا بھی مدد نہیں کرسکتے۔ حتّٰی کہ اگر کوئی اُن کے ساتھ بُرا برتاؤ کرے تو خود اپنا بچاؤ نہیں کرسکتے۔ جیسے حضرت خلیلؑ اپنی قوم کے بُتوں کو توڑ پھوڑ دیتے تھے اور ان کی انتہائی اہانت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نے مار مار کر اُن بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے لیکن بُتخانہ کے سب سے بڑے بُت کو چھوڑ دیا تاکہ لوگ آکر اُس بڑے بُت سے پوچھ لیں کہ یہ کیا ہوا اور

کس نے کیا۔

معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن جبل دونوں جوان تھے، مسلمان ہو چکے تھے۔ مدینہ میں رات کے وقت مشرکین کے بتوں کے پاس جاتے اور ان کو توڑ دیتے۔ اگر وہ لکڑی کے بنے ہوئے ہوتے تو اُن کو توڑ کر جلانے کے لئے بیوہ غریب عورتوں کو دیدیتے تاکہ ان کمبخت مشرکین کو کچھ عبرت ہو اور اپنے عمل اور عقیدے پر کچھ غور کریں۔ عمرو بن جموح اپنی قوم کا سردار تھا، اس کا ایک بُت تھا وہ اس بُت کی عبادت کرتا تھا، اس کو خوشبوئیں ملتا۔ وہ دونوں نوجوان رات کے وقت اس کے بُت خانے میں جاتے، اُس سر پر غلاظت کرتے۔ عمرو بن جموح آتا تو بُت کو اِس کیفیت میں دیکھتا تو اُس کو دھوتا خوشبوئیں ملتا اور اس کے پاس تلوار رکھ دیتا اور کہتا کہ اِس سے مدافعت کر۔ دوبارہ یہ لوگ ایسا ہی کرتے اور ابن جموح پھر دھوتا صاف کرتا پھر اس کے پاس تلوار رکھتا۔ آخر کار ایک دن ان دونو نے اس بُت کو نکالا اور ایک کتے کی لاش سے اس کو باندھ دیا اور ایک رسّی کے ذریعہ ایک باؤلی میں لٹکا دیا۔ جب عمرو بن الجموح آیا اور یہ کیفیت دیکھی تو اس کو عقل آگئی کہ وہ بُت پرستی کے اندر اعتقادِ باطل رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا کہ "اگر تو سچ مچ خدا ہوتا تو کنویں میں کتے کے ساتھ پڑا نہ ہوتا" پھر وہ اسلام لے آیا اور اچھا مسلم رہا اور جنگ اُحد میں شہید ہوا۔ ارشادِ باری ہے کہ اگر تم انھیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ کبھی تمھاری پیروی نہ کریں۔ یعنی یہ بُت کسی کی پکار کو نہیں سن سکتے، ان کو پکارنا نہ پکارنا برابر ہی حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ "اے باپ! عبادت نہ کرو ایسی مورتی کی جو نہ سنتی ہے نہ دیکھتی ہے نہ تمھارا کچھ کام نکالتی ہے" پھر فرمایا وہ بھی خدا کی مخلوق ہے جیسے یہ بُت پرست، بلکہ یہ بُت پرست ہی ان بتوں سے اچھے کہ سنتے، دیکھتے اور چھوتے تو ہیں پھر فرمایا کہ اچھا اپنی مدد کے لئے اپنے شریکوں کو بلاؤ اور مجھے چشمِ زدن کی بھی مہلت نہ دو۔ اور میرے خلاف جی کھول کے کوشش کر دیکھو۔ میرا مددگار وہ خدا ہے جس نے کتاب نازل فرمائی وہ نیکوکاروں کا والی ہے، وہی خدا میرے لئے کافی و وافی ہے، وہی میری مدد کرے گا اُسی پر میرا بھروسہ ہے۔ میں مجبور ہوں تو اسی کا ہوں۔ وہ دنیا و آخرت میں نہ صرف میرا بلکہ میرے بعد بھی ہر نیکوکار کا سرپرست ہے۔ جیساکہ ہود علیہ السّلام نے اپنی قوم کے جواب میں فرمایا تھا جب کہ آپ کی قوم نے آپ پر یوں تہمت باندھی کہ تم پر ہمارے خداؤں کی کچھ مار پڑی ہے جبھی تو تم ایسی بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہو۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میں تو خدا کی گواہی دیتا ہوں اور صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ میں تمھارے شرکا سے نفرت و بیزاری ظاہر کرتا ہوں، اچھا تم سب مل کر میرے ساتھ کچھ شرارت کر دیکھو اور ہاں دم بھر کے لئے مجھے بچاؤ کی مہلت بھی نہ دینا۔ تم میرا کیا بگاڑو گے۔ میرا بھروسہ تو خدا پر ہے وہ میرا اور تمھارا سب کا رب ہے۔ زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی نکیل اُس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ میرا رَبّ سیدھے اور سچے طریق پر ہے۔ اور خلیلؑ نے فرمایا تھا کہ تمھارا کیا خیال ہے اِن بتوں کے بارے میں جن کی تم تمھارے آباء واجداد پرستش کرتے تھے۔ یہ لوگ تو میرے دشمن ہیں، مگر پروردگار میرا دوست ہے۔ اسی نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے ٹھیک راہ پر چلائے گا۔ اور جیسے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ میں تو بری ہوں تمھارے خداؤں سے مگر اپنے خدا کا میں عبادت گزار ہوں جس نے مجھے خلق کیا اور پھر میری ہدایت فرمائی اور اس کے پیچھے اس کو ایک کلمہ یادگار بنا چھوڑا شاید کہ یہ اپنی بات سے رجوع کریں، اور اسی لئے فرمایا کہ وہ نہ تو تمھاری مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی اگر تم انھیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ خاک نہیں سنتے تم ایسا سمجھتے ہو کہ وہ تمھاری طرف نظر کر رہے ہیں لیکن خاک کچھ نہیں دیکھتے۔ وہ اپنی تصویری آنکھیں تم سے دوچار کر رہے ہیں جیسے واقعی دیکھ رہے ہیں لیکن وہ تو بے جان چیز ہے،

اسی لئے اُن سے ایسا معاملہ کیا جو ایک صاحبِ عقل کرتا ہو ان بُتوں کی شکل تو تصویری شکل ہے اور انسان جیسے معلوم ہوتے ہیں تم دیکھتے ہو کہ گویا وہ تم کو گھور رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی طرف ھم کی ضمیر پھیر دی جو انسان کی طرف پھیری جاتی ہے حالانکہ بے جان چیزھا کی ضمیر کی مستحق ہوتی ہے، سدی اس سے بُتوں کے بجائے مشرکین مُراد لیتے ہیں لیکن پہلا ہی خیال صحیح ہے

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ

سرسری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک

الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ

کنارہ ہو جایا کیجئے۔ اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے

نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾

آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ خُذِ الْعَفْوَ کا یہ مطلب ہے کہ اُن کے وہ اموال جو اُن کی ضروریات سے مستزاد ہیں اور وہ مال جو تمہیں لا دیں، وہ لے لو۔ اور یہ عمل در آمد سورۂ براۃ میں فرائض صدقات کی توضیح و تشریح سے پہلے تھا کہ صدقات آپ کے پاس پیش کئے جاتے تھے اور ضحاکؒ کہتے ہیں کہ خُذِ الْعَفْوَ کے معنی ہیں جو زیادتی ہے وہ خرچ کر دو۔ عفو کے معنی زیادتی کے کئے گئے ہیں۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اس میں مشرکین سے عفو و درگزر کا حکم ہے دس سال تک یہ عفو و درگزر رہا پھر اُن پر سختی کرنے کا حکم ہوا یہ ابن جریر کا قول ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ لوگوں کے اخلاق اور اعمال سے درگزر کرو یعنی ان کے اعمال و اخلاق کا کھوج نہ کرو۔ مراد یہ ہے کہ لوگوں سے درگزر کرو اور بُری صحبت اختیار کرنے سے بچو۔ خدا کی قسم جس کی صحبت میں اختیار کروں گا ضرور اس کی خوبو پکڑ لوں گا۔ سب اقوال میں یہی قول زیادہ بہتر ہے۔

عیینہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر یہ آیت اُتاری خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ تو حضرتؐ نے جبریلؑ سے پوچھا کہ اس سے کیا مقصد ہوا؟ تو جبریلؑ نے کہا کہ اللہ تم آپ کو حکم دیتا ہے کہ جو تمہاری ذات پر کوئی زیادتی کرے تو اس کو معاف کر دیا کرو۔ جو تم کو نہ دے تم اس کو دو جو تم سے تعلق توڑے تم اُس سے تعلق جوڑو۔ اسی مضمون کی حدیث سے متعلق ابن عامر کہتے ہیں کہ، میں نے حضرتؐ سے ملاقات کی۔ میں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا یا رسول اللہ صلعم بہترین اعمال مجھے بتائیے۔ آپ نے فرمایا، ای عقبہ بن عامر! جو تم سے ہمدردی نہیں کرتا تم اس سے ہمدردی کرو، جو تم کو محروم رکھتا ہے تم اس کو عطا سے محروم نہ رکھو، جو تمہاری ذات سے متعلق زیادتی کرے تم اس سے درگزر کرو اور بخش دو۔ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (معاف کر دیا کرو اور نیک کاموں کی رہنمائی کیا کرو اور جاہل لوگوں سے انجان بنجاؤ) عُرف کے معنی معروف کے ہیں (صحیح بخاری میں ہے کہ عیینہ اپنے بھتیجے حر بن قیس کے ہاں آکر ٹھہرے۔ حر بن قیس حضرت عمرؓ کے درباری آدمی تھے وہ قرآن کریم کے ماہر تھے اور قاری علما، حضرت عمرؓ کی مجلس مشاورت کے رُکن تھے یہ علما جوان بھی ہوتے تھے اور بوڑھے بھی عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا۔ اے بھتیجے تم کو امیر المومنین کے پاس رسوخ حاصل ہے، امیر سے اجازت لے لو کہ میں اُن سے مل لوں تو حر نے عیینہ کے لئے اجازت حاصل کر لی اور عمرؓ نے حاضری کی اجازت دیدی۔ جب عیینہ امیر المومنین سے ملے تو کہنے لگے یا ابنِ خطاب! تم نے ہم کو کافی روپیہ نہیں دیا نہ ہمارے ساتھ عدل کام لیا۔ عدل کا نام سُن کر عمرؓ غضبناک ہوگئے۔ اور قریب تھا کہ عیینہ کو مار بیٹھیں۔ تو حر کہنے لگے۔ اے امیر المومنینؓ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلعم سے فرمایا ہے کہ معاف کر دیا کرو اور نیک کاموں کا مشورہ دیا کرو اور جاہلوں سے اعراض کیا کرو اور یہ تو جاہلین میں سے ہیں۔ خدا کی قسم جب عمرؓ کے آگے یہ آیت تلاوت کی گئی تو وہیں رُک گئے کوئی عقوبت نہیں کی، وہ کتاب اللہ کے بڑے واقف کار تھے) صرف بخاری [illegible]ں کی روایت

کی ہے۔ مروی ہے کہ سالم ابن عبداللہ کا گزر اہلِ شام کے ایک قافلے پر سے ہوا۔ قافلہ میں گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ تو کہا کہ گھنٹی بجانا ممنوع ہے کفار مندروں میں گھنٹی بجاتے ہیں تو اہلِ قافلہ نے کہا کہ اس بارے میں ہمیں تم سے زیادہ معلومات ہیں۔ ممانعت بڑے بڑے گھنٹوں کی ہے اِن چھوٹی چھوٹی گھنٹیوں میں کوئی حرج نہیں۔ تو سالم خاموش ہو گئے اور صرف اتنا کہا کہ آعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ یعنی جاہلوں کے مُنہ نہ لگنا ہی بہتر ہے۔ کہا جاتا ہے اولیتہ معروفا، عارفا، وعارفۃ۔ سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی کارِ نیک۔ اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ بندوں کو نیک کام کا حکم دو۔ لفظ معروف کے اندر جمیع طاعات داخل ہیں اور جاہلوں سے اعراض کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اگرچہ اُس کے مامور بہ ظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن درحقیقت سب ہی بندے مامور ہیں۔ اس کے ذریعہ بندوں کو آدب سکھایا جارہا ہے کہ اگر کوئی تم پر ظلم کرے تو اس کو برداشت کرلو۔ یہ مطلب نہیں کہ کوئی خدا کے حقوق واجبی میں قصور کرے تو بھی اعراض کر جاؤ یا اللہ سے کفر کرے یا وحدانیت سے جاہل رہے تو بھی درگزر کرو یا مسلمانوں سے اپنی جہالت کے سبب لڑے تو بھی خاموش ہو جاؤ غرض یہ کہ ایسی غلط فہمی نہ ہونا چاہئے یہ وہ اخلاق ہیں جن کی تعلیم اللہ نے نبی کو دی ہے۔ اس مضمون کو ایک عقلمند شاعر نے بہت عمدگی سے شعر میں لکھا ہے کہتا ہے ؎

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِعُرْفٍ كَمَا
اُمِرْتَ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ

وَلِنْ فِي الْكَلَامِ لِكُلِّ الْاَنَامِ
فَمُسْتَحْسَنٌ مِنْ ذَوِي الْجَاهِلِيْنَ

"معاف کرنے کی عادت رکھو، نیک کاموں کی رہبری کیا کرو، اور جاہلوں سے اعراض کرو، ہر شخص کے ساتھ بات میں نرمی برتو اور بلند مرتبے والوں کے لئے بات میں نرمی برتنا اور بھی زیادہ مستحسن ہے"

بعض علماء کا مقولہ ہے کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو مردِ محسن کہ جو کچھ وہ خوشی سے تجھ پر احسان کرے شکریہ کے ساتھ قبول کرلے اور اس کی طاقت سے زیادہ اُس پر بار نہ ڈال کہ وہ خود دب کر رہ جائے۔ دوسرا بد قسم کا آدمی، اس کو امرِ نیک کا مشورہ دیتا رہ۔ لیکن اگر اس کی گمراہی بڑھتی ہی جائے اور وہ اپنی جاہلیت پر قائم رہے تو اس سے اعراض کرلو۔ شاید یہی درگزر اس کی بُرائی سے اُس کو روک دے، جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ بہترین طریق سے مدافعت کرو، اِس طرح دشمن بھی تمہارے دوست بن جائیں گے۔ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ اظہارِ خیال کرتے ہیں اور کہا کرو کہ اے خدا میں شیطان کے بہکاوے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور اس سے تیری پناہ کہ شیطانوں کا عمل دخل میرے پاس ہو۔ اور فرمایا کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوا کرتے۔ مدافعت اور ردِ جواب اچھے ڈھنگ سے کیا کرو۔ یہ عمل وہی لوگ اختیار کرسکتے ہیں جو طبیعت کے صابر ہیں۔ نتیجہ میں اُن کو بڑی کامیابی حاصل رہے گی، خوش قسمت ہی اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ اگر شیطان تمہارے دل میں کچھ وسوسے ڈالے اور بہکانے لگے یا تمھیں دشمن سے نمٹنے کے وقت غضب میں لائے اور اس جاہل سے اعراض کرنے سے تمھیں روک دے اور اس سے تقادُم پر تمھیں آمادہ کرے تو خدا سے پناہ مانگنے لگو جاہل کی تم پر زیادتی کو بھی خدا دیکھ رہا ہے اور تمہارے پناہ مانگنے کو بھی سُن رہا ہے اس پہ کوئی بات پوشیدہ نہیں شیطان کے بہکاوے اور فساد انگیزیاں تم کو جس قدر نقصان پہنچا سکتے ہیں خدا اس سے علیم و واقف ہے۔

جب خُذِ الْعَفْوَ والی آیت اُتری تو بندے نے کہا، یا الٰہی غصہ چڑھ جائے تو کس طرح عفو کیا جائے؟ تو فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ والی آیت نازل ہوئی۔ ان دو آدمیوں کا واقعہ سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ دونوں آپس میں نبی صلعم کے سامنے لڑ بیٹھے حتیٰ کہ ایک کے غصہ کے مارے نتھنے پھول گئے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ پڑھے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے، وہ کلمہ یہ ہے: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ اس کو یہ بات بتا دی گئی، تو کہا مجھے کچھ جنون نہیں ہے۔ نَزْغ کے اصلی معنی فساد کے ہیں، یہ فساد خواہ غضب کی وجہ سے ہو یا غیر غضب سے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ "اے نبی! میرے بندوں سے کہہ دو کہ بات اچھے ڈھنگ سے کیا کرو، شیطان آپس میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے عَیَاذ کے معنی ہیں شر سے پناہ مانگنا اور ملاذ طلبِ خیر میں ہوا کرتا ہے۔ استعاذہ کی حدیثیں اول تفسیر میں پہلے گزر چکی ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ

یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب اُن کو کوئی خطرہ　شیطان　کی

الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (۲۰۱)

طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا

اور جو شیاطین کے تابع ہیں وہ اُن کو گمراہی میں کھینچے لے جاتے ہیں　پس وہ

يُقْصِرُوْنَ (۲۰۲)

باز　نہیں　آتے۔

جن بندوں نے امرِ خداوندی کی اطاعت کی اور ممنوعات سے باز رہے ہیں اگر شیطانی وسوسے انھیں دامنگیر ہوتے ہیں تو فوراً انھیں ذکرِ الٰہی کی یاد آجاتی ہے۔ اس لفظ کو بعض طیف اور بعض طائف کہتے ہیں، یہ دونوں قرأتیں مشہور ہیں اور معنی ایک ہی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ کچھ فرق بھی ہے۔ بعض نے اس کے معنی غضب بتائے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ شیطان نے اگر آسیب زدہ کر دیا ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ گناہ کی وجہ سے ندامت اور رنج۔ بعض نے کہا ہے کہ ارتکابِ گناہ سے ایسے لوگوں کو خدا کی عقوبت، عطاء، ثواب، خدا کے وعدے اور وعید یاد آجاتے ہیں تو وہ توبہ کرنے لگتے ہیں، خدا تعالیٰ کی طرف جھک جاتے ہیں اور فوراً اس کی طرف رجوع کرکے پناہ مانگنے لگتے ہیں۔ وہ فوراً اہلِ بصیرت بن جاتے ہیں بیہوشی میں تھے تو ہوش میں آجاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اُس کو مرگی کی بیماری تھی۔ حضرتؐ کے پاس آکر عرض کرنے لگی۔ یا رسول اللہؐ! خدا تعالیٰ سے میری شفا کے لئے دُعا فرمائیے تو آپ نے فرمایا اگر یہی تیری مرضی ہے تو میں خدا سے دُعا کرتا ہوں وہ مجھے شفا دیدے گا اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور بروزِ قیامت حساب تجھ پر سے اُٹھ جائے۔ تو کہنے لگی، اچھا میں بیماری پر صبر کرلوں گی جب کہ مجھے حساب سے آزاد کیا جا سکتا ہے سو وہ یہ کہہ رہی تھی کہ مجھے صرع کی بیماری ہے ہوش و حواس رخصت ہو جاتے ہیں جسم پر سے کپڑا کھل جاتا ہے برہنہ ہو جاتی ہوں۔ بیماری دور نہ ہو تو نہ ہو دُعا کیجیے کہ کم از کم میرا کپڑا نہ کھلنے پائے۔ آپ نے دُعا فرمائی اور پھر کبھی بحالتِ صرع کپڑا اس کے جسم پر سے نہ ہٹا (کہتے ہیں کہ ایک نوجوان ایک مسجد میں بیٹھا عبادت کرتا رہتا تھا ایک عورت اس کی دیوانی ہوگئی، اُس کو اپنی طرف مائل کرتی رہتی تھی حتیٰ کہ ایک دن وہ اس کے گھر آہی گیا۔ اب فوراً اس کو یہ آیت یاد آگئی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔ اور ساتھ ہی وہ غش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو پھر یہی آیت پڑھنے لگا، پڑھتے پڑھتے جان دیدی۔) ×حضرت عمرؓ آئے اُس کے باپ سے تعزیت کی۔ وہ رات کو دفن کر دیا گیا تو عمرؓ اپنے بعض ساتھیوں کو لے کر اُس کی قبر پر گئے اس کی نمازِ مغفرت پڑھی پھر قبر سے مخاطب ہو کر بولنے لگے، اے نوجوان! وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ یعنی جو خدا تعالیٰ سے ڈر گیا اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دو جنتیں ہیں۔ اِس آیتِ کریمہ کو سُنکر قبر کے اندر سے آواز آئی کہ اے عمرؓ خدا نے مجھے دونوں جنتیں بخشی ہیں۔ قولہ تعالیٰ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ یعنی ان کے ساتھی انسانی شیاطین اُن کو گمراہی کی

طرف اور گھسیٹے لئے جاتے ہیں۔ جیساکہ فرمایا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ یعنی فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں یعنی اُن کے تابعین اُن کی باتوں کو تسلیم کرنے والے انھیں اور گمراہی کی طرف لئے جا رہے ہیں، معاصی ان پر آسان بناتے ہیں اور گناہوں کو ان کی نگاہوں میں مستحسن کر دکھلاتے ہیں۔ مدّ کے معنی زیادتی کے ہیں یعنی جہل اور گمراہی میں زیادتی کرتے ہیں ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ۔ یعنی یہ شیاطین اپنی کوششوں میں کوتاہی نہیں کرتے۔ ابن عباس رض کہتے ہیں کہ نہ انسان اپنے اعمالِ بد کے صدور میں کوتاہی کرتے ہیں اور نہ شیاطین ان سے باز رہتے ہیں۔ گمراہی کی طرف کھینچ لے جانے والے جنّ و شیاطین ہیں جو اپنے انسانی اولیاء کی طرف اپنی وحی بھیجتے رہتے ہیں اور اس میں اپنی کوشش اُٹھا نہیں رکھتے۔ اِس لئے کہ ان کی فطرت اور طبیعت ہی ایسی ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا۔ یعنی اے پیغمبر صلعم! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیاطین کو کافروں کے پاس بھیجا جو اُن کافروں کو معاصی کی طرف مائل کرتے رہتے ہیں۔

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ

اور جب آپ کوئی معجزہ اُن کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ

آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے۔

هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ

یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمھارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے

لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠٣﴾

ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

یہ لوگ کسی معجزے اور نشانی کے طالب ہوتے ہیں اور تم نہیں پیش کرتے ہو تو کہتے ہیں کہ کوئی نشانی تم نے خود کیوں نہیں بنا ڈالی۔ اپنی طرف سے کیوں نہ گھڑ لیا یا آسمان سے کوئی نشانی کیوں نہ کھینچ لائے۔ آیت سے مُراد معجزہ اور خرقِ عادت جیساکہ فرمایا "اگر ہم چاہیں تو آسمان سے معجزہ اُتاریں جس کو دیکھ کر ان کی گردنیں جُھک جائیں۔ یہ کافر بھی ہمارے رسول سے کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے کوئی نشانی حاصل کرنے کی تم کوشش کیوں نہیں کرتے تاکہ ہم اُس کو دیکھ لیں تو ایمان لائیں۔ تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ کہدو کہ میں اپنی طرف سے اس بارے میں کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتا۔ میں تو خدا کا بندہ ہوں جو مجھے حکم بھیجا گیا، اس کی تعمیل کرنے والا۔ اگر اُس نے از خود کوئی معجزہ بھیجا تو میں نے پیش کر دیا، اگر نہ بھیجا تو میں اصرار نہیں کر سکتا۔ اس نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ یہ قرآن ہی سب سے بڑا معجزہ ہے اس میں دلائلِ توحید ایسے واضح ہیں کہ خود معجزہ بنے ہوئے ہیں۔ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ

اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور

اَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٢٠٤﴾

خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔

جب اس بیان سے فراغت حاصل ہو چکی کہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے اور لوگوں کے لئے سمجھنے کی چیز ہے تو اب ارشاد ہوتا ہے کہ اُس کی تلاوت کے وقت خاموش رہا کرو تاکہ اس کا احترام اور تعظیم کی جا سکے۔ ایسا نہیں جیساکہ کفّارِ قریش کرتے تھے یعنی کہتے تھے کہ قرآن نہ سُنو نہ سُننے دو۔ قرآن خوانی کے وقت شور و غوغا مچایا کرو۔ لیکن یہ سکوت کی تاکید فرض نماز کے بارے میں ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ امام بہ آوازِ بلند قرآت کر رہا ہو۔ جیساکہ حضرت نے فرمایا کہ جب امام نماز پڑھنے لگے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآت کرنے لگے تو خاموش ہو جاؤ۔ ابو ہریرہ رض کہتے ہیں کہ اِس آیت کے اُترنے سے پہلے لوگ نماز پڑھنے میں باتیں کر لیا کرتے تھے چنانچہ جب یہ آیت اُتری کہ خاموش ہو جاؤ اور قرآن سُنو تو سکوت

کا حکم دیا گیا۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نماز میں ایک دوسرے کو سلام علیک کہہ لیا کرتے تھے۔ اس لئے یہ آیت اُتری۔

ابن مسعودؓ نماز پڑھا رہے تھے، لوگوں کو دیکھا کہ امام کے ساتھ خود بھی قرات کر رہے ہیں تو نماز ختم کرکے کہا "تمھیں کیا ہو گیا کہ قرآن سننے نہیں سمجھتے نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خاموش رہ کر سننے کی ہدایت فرمائی ہے۔ زہری کہتے ہیں کہ یہ آیت انصار کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی (یہ آیت مکی ہے اور انصار کے قبولِ اسلام سے پہلے کی نازل شدہ ہے) آنحضرتؐ پڑھتے تھے تو وہ بھی آنحضرتؐ کے پیچھے پڑھتا تھا۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے بالجہر نماز ختم کرنے کے بعد فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی خود بھی میرے ساتھ ساتھ پڑھ رہا تھا تو ایک شخص نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہؐ۔ تو آپ نے فرمایا، مجھے کیا ہوا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میرے ساتھ ساتھ قرآن پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد لوگ صلوٰۃ بالجہر میں امام کے پیچھے قرأت کرنے سے رُک گئے۔ زہری نے کہا ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ امام کی اپنی قرأت بھی تمھارے لئے کافی ہے اگرچہ اس کی آواز تمھیں سُنائی نہ دے۔ لیکن نماز بالجہر نہ ہو تو لوگ اپنے مُنہ میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ لیکن یہ درست نہیں کہ کوئی شخص جہری نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرے، نہ پوشیدہ کرے نہ علانیہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن خوانی کے وقت خاموشی اختیار کر لیا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ طریقہ علماء کی ایک جماعت کا ہے کہ مقتدی پر نمازِ جہریہ میں یہ واجب نہیں ہے کہ قرأت خود بھی کرے نہ امام کے فاتحہ پڑھنے کے وقت نہ غیر فاتحہ پڑھنے کے وقت اور شافعیؒ کے دو قول ہیں، جن میں ایک قول یہ بھی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور احمد حنبلؒ کہتے ہیں کہ مقتدی ہرگز قرأت نہ کرے نہ سرّی نماز میں نہ جہری میں کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ امام کی قرأت تمھاری قرأت ہے۔ یہی زیادہ صحیح ہے۔ یہ مسئلہ بہت بسیط ہے اور مختلف فیہ ہے امام بخاری نے کہا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت واجب ہے خواہ نماز سرّی ہو یا جہری۔ وَاللہُ اعلم۔

قرآن پڑھا جانے لگے تو خاموشی سے سنو یعنی جب کہ صلوٰۃ مفروضہ میں پڑھا جا رہا ہو۔ ابن عباسؓ کا قول ہے طلحہ بن عبید اللہ بن کریز کہتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر اور عطاء ابن ابی رباح کو باہم باتیں کرتا پایا حالانکہ دوسری طرف وعظ ہو رہا تھا۔ تو میں نے کہا کہ ذکرِ خدا کیوں نہیں سُنتے۔ تم وعید کے قابل ہو رہے ہو۔ تو ان دونوں نے میری طرف دیکھا پھر اپنی باتوں میں لگ گئے۔ میں نے دوبارہ انھیں تنبیہ کی۔ انھوں نے میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں لگ گئے۔ میں نے تیسری بار اپنی بات کا اعادہ کیا تو کہنے لگے کہ یہ حُکم نماز سے متعلق ہے کہ امام قرآن پڑھ رہا ہو اور تم مقتدی ہو تو خاموش ہو کر سُنو، تم بھی نہ پڑھنے لگو۔ مجاہد اور دوسرے بھی کئی راوی اِس حکم قرآن سے متعلق یہی بتاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کوئی شخص نماز میں نہ ہو اور قرآن پڑھا جا رہا ہو تو پھر باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ زید بن اسلم بھی یہی مراد لیتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ حکم نماز اور خطبۂ یومِ جمعہ سے متعلق ہے۔ ابن جبیر کہتے ہیں کہ یوم الاضحیٰ اور عید الفطر اور یومِ جمعہ کے خطبے اور جہری نماز سے متعلق ہے۔ غیر جہری نماز سے متعلق نہیں ہے۔ ابن جریر نے بھی یہی اختیار کیا ہے کہ اس سے مُراد چُپ رہنا ہے نماز میں اور خطبے میں۔ اور یہی حکم ہے کہ خطبے میں اور امام پیچھے چُپ رہا کرو، حدیث میں بالکل یہی حکم وارد ہے۔ مجاہد اس بات کو بہت ہی بُرا سمجھتے تھے کہ جب امام کوئی آیتِ خوف یا آیتِ رحمت پڑھے تو بولنے لگیں۔ نہیں بلکہ خاموش رہیں اپنی زبان سے جذباتِ خوف و رجا کے تحت کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جو قرآن کی کوئی آیت خاموش ہو کر سُنے تو اُس کے لئے دوگونہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے قرآن قیامت کے دن اُس کے لئے نور بن جاتا ہے۔

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً

اور اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ

وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ

اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور

وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

شام اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔

إِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے

عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾

تکبر نہیں کرتے اور اُس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں

اللہ پاک حکم دیتا ہے کہ اوّل روز اور آخر روز میں خدا کو بہت یاد کرو جیسا کہ ان دونوں وقتوں میں خدا کی عبادت کرنے کا اس آیت کے ذریعہ حکم دیا ہے۔ کہ طلوعِ آفتاب سے پہلے اور اسی طرح غروب سے قبل خدا کی حمد کی تسبیح کیا کرو اور یہ شبِ معراج میں پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ اور یہ آیت مکی ہے۔ غُدُوٌّ کے معنی اوّل نہار کے ہیں اور اٰصَال اصیل کی جمع ہے، جیسے اَیْمَان یمین کی جمع ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اپنے رب کو دل سے بھی یاد کرو اور زبان سے بھی، اس سے رغبت رکھ کر بھی اور اس سے ڈر کر بھی بلند آواز کے ساتھ نہیں اور یہ مستحب ہے کہ خدا کا ذکر چیخ پکار کے ساتھ نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ آیا ہمارا رب ہم سے قریب ہے یا دُور۔ اگر قریب ہے تو ہم سرگوشی کے طور پر اُس کو مخاطب کریں گے اور اگر دُور ہے تو آواز سے ندا دیں گے۔ تو اللہ پاک نے یہ آیت اُتاری کہ "میرے بندے میرے بارے میں پوچھتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں بہت قریب ہوں، وہ مجھے پکاریں تو میں پکارنے والے کی دُعا کو سُنتا ہوں۔"

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ کسی سفر میں بلند آواز سے دُعا کرنے لگے، تو اُن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو! تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو جس کو پکار رہے ہو وہ سننے والا اور قریب ہے تمھاری شہ رگِ گردن سے بھی قریب تر۔ اس آیت سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے جو اس آیت میں ہے کہ "اپنی دُعا اور نماز نہ بہت بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت آہستہ آواز سے بلکہ دونوں کی درمیانی آواز ہو کیونکہ مشرکین جب قرآن سُنتے تھے تو قرآن کو اور قرآن اُتارنے والے اور لانے والے کو بُرا بھلا کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بہت بلند آواز سے قرآن نہ پڑھو تاکہ مشرکین کو اذیت نہ ہو اور نہ اتنی پست آواز میں کہ تمھارے ساتھی بھی نہ سن سکیں۔ اِس آیتِ کریمہ میں بھی یہی مضمون ہے کہ صبح و شام کی عبادت میں بلند آواز سے نہ پڑھو اور ناوانوں میں سے نہ بنو۔ مُراد یہ کہ سامع قرآن کو حکم دیا جائے کہ اس ڈھنگ سے نماز اور عبادت کی جائے۔ اور یہ بات بعید ہے اور آہستہ پڑھنے کے حکم کے منافی ہے اور پھر اس سے مُراد یہ بھی ہے کہ یہ حکم متعلّق بہ نماز ہے جیسا کہ ماسبق میں گزرا۔ یہ صلوٰۃ اور خطبہ سے متعلق ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے وقت ذکر کرنے سے افضل خاموش رہنا ہے۔ خواہ وہ ذکر آہستہ ہو یا بلند آواز سے ہو۔ یہ چیز جو اِن دونوں نے بیان کی اس کی متابعت نہیں کی گئی۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ بندوں کو صبح و شام ہر وقت کثرتِ ذکر پر اُبھارا جائے تاکہ وہ کسی وقت بھی ذکرِ خدا سے غافل نہ رہیں۔ اسی لئے تو ان ملائکہ کی مدح کی گئی ہے جو صبح و شام خدا کی تسبیح کرنے میں غفلت نہیں برتتے۔ چنانچہ فرمایا کہ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ۔ ان فرشتوں کی مثال صرف اِس لئے بیان کی گئی تاکہ بندے کثرتِ طاعت میں فرشتوں کی اقتدا کریں، اور جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور جب اللہ نے فرشتوں کے سجدہ کرنے کا ذکر فرمایا تو ایسا ہی سجدہ ہمارے لئے بھی مشروع فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ تم بھی عبادتِ خدا کے لئے ایسی ہی

الثلثة

ع ۲۴/۱۸/۱۴

السجدة

صفیں کیوں نہیں باندھتے جیسے کہ فرشتے اپنے رب کے سامنے صفیں باندھے رہتے ہیں اور پہلی صف والوں کو اولیت حاصل رہے اور صفوں میں صحیح اور سیدھی صف بندی کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ یہاں جو سجدۂ تلاوت ہے وہ قرآن کا سب سے پہلا سجدۂ تلاوت ہے جس کا ادا کرنا تلاوت کرنے والے اور سُننے والے سب پر بالاجماع مشروع ہے۔ اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلعم نے اِس کو سجداتِ قرآن میں سے قرار دیا ہے +

الحمد للہ، تفسیر سورۂ اعراف ختم ہوئی

تفسیر سُورۂ انفال مدنیّہ

اِس میں چھیالیس آیتیں ہیں ایک ہزار چھ سو اکتیس کلمات ہیں اور پانچ ہزار دو سو چورانوے حرُوف ہیں۔ واللہُ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ

یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ تعالیٰ

لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا

کی ہیں اور رسول کی ہیں۔ سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے باہمی

ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ

تعلقات کی اصلاح کرو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

ابن عباس رضہ کہتے ہیں کہ "انفال" مالِ غنیمت کو کہتے ہیں اور کہا کہ سورۂ انفال غزوۂ بدر میں نازل ہوئی ہے ابن عباس رضہ نے کہا ہے کہ انفال وہ غنیمت ہیں کہ وہ کسی کا حق نہیں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔ ابن عباس رضہ کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضہ سے جب کوئی بات پوچھی جاتی تو کہتے کہ نہ میں اجازت دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔ پھر ابن عباس رضہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کرنے والا حکم دینے والا اور حلال وحرام کی تشریح کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ قاسم کہتے ہیں کہ ابن عباس کے پاس ایک آدمی آیا اور انفال کے بارے میں آپ سے سوال کیا۔ آپ نے کہا کہ انفال یہ ہے کہ ایک آدمی جنگ میں دوسرے کو مار کر اس کا گھوڑا اور ہتھیار مالِ غنیمت کے طور پر لے لے۔ اس آدمی نے پھر سوال کیا، تو آپ نے پھر ویسا ہی جواب دیا۔ پھر اس نے سوال کیا تو آپ کو غصہ آگیا اور آپ اس پر حملہ کرنے کے قریب ہو گئے۔ پھر ابن عباس رضہ نے کہا کہ اس کی مثال تو اس شخص کی طرح ہے جس کو حضرت عمر رضہ بن خطاب نے مارا تھا حتیٰ کہ خون اس کی ایڑی اور پاؤں پر بہنے لگا تھا۔ تو اُس آدمی نے کہا کہ کیا تم بھی وہ نہیں ہو کہ عمر رضہ کا بدلہ اللہ نے تم سے لیا ہے۔ یہ اسناد صحیح ہیں۔ ابن عباس رضہ نے نفل کی تفسیر اس مالِ غنیمت سے کی جو جنگ میں چھینا ہوا مال، امام بعض اشخاص کو اصل غنیمت کے تقسیم کے بعد کچھ اور زیادہ دیدیتا ہے اور اکثر فقہاء نے بھی انفال کا مطلب یہی اخذ کیا ہے۔

لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پانچویں حصہ کے بارے میں پوچھا جو چار حصے خارج کرنے کے بعد رہ جائے تو یہ آیت اُتری کہ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔ ابن مسعود رضہ اور مسروق کہتے ہیں کہ "نفل" کا اطلاق بروزِ جنگ چھینے ہوئے مال پر نہیں بلکہ جنگ کی صفیں قائم کرنے سے پہلے ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ تو ایک قسم کی زیادتی ہے۔ ابن مبارک کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ "اے نبی صلعم! تم سے لوگ اس لونڈی، غلام، سواری اور سامان وغیرہ کے بارے میں پوچھتے ہیں جو بغیر جنگ کے مشرکین سے مسلمانوں کو ملا ہو، سو یہ نبی صلعم کا حق ہے وہ جیسا چاہیں اس کا مصرف کریں۔ اِس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ مالِ فئے کو انفال سمجھتے ہیں۔ اور فئے وہ

مال ہے جو کفار سے بغیر قتال حاصل ہو۔ اور دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ سرایا سے جو مال مِل جائے وہ انفال ہے یعنی مسلمان کافروں سے لڑنے کے لئے گئے ہوں اور کافر لڑنے کے بغیر اپنا مال و متاع اور سامان چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں اور یہ مال مسلمانوں کے ہاتھ آگیا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لشکر کے ساتھ نہ ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد لشکر کے کسی رسالے کو اُس کی کارگزاری کے عوض میں یا اس کی حوصلہ افزائی کی خاطر امام وقت انھیں عام تقسیم سے کچھ زیادہ دے دے۔ سعد بن ابی وقاص رضہ کہتے ہیں کہ جنگِ بدر میں میرا بھائی عمیر قتل کر دیا گیا تھا تو میں نے بھی سعید بن العاص کو قتل کر دیا اور اس کی تلوار لے لی جس کا نام ذو الکتیفہ تھا۔ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ حضرت ؐ نے فرمایا۔ مال مقبوضہ کے ذخیرہ میں ڈال آؤ۔ میں ڈال آنے کے لئے جا رہا تھا۔ اس وقت میرے دل کی حالت کو خدا ہی جانتا تھا ایک تو بھائی کا قتل دوسرے جو کچھ میں نے چھینا تھا وہ بھی لے لیا گیا۔ لیکن میں تھوڑی ہی دُور ہی گیا تھا کہ سورۃ انفال کی یہ آیتیں اُتریں۔ تو رسول اللہ صلعم نے مجھے بُلا کر کہا کہ جاؤ اپنا چھینا ہوا مال لے لو۔ سعد ابن مالک سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ؐ! اللہ نے آج مجھے مشرکین کی ہزیمت سے شفا بخشی ہے اب یہ تلوار مجھے بخش دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تلوار نہ تمھاری ہے نہ میری اس کو رکھ دو۔ میں نے رکھ دی اور واپس ہوا اور دل میں خیال کر رہا تھا کہ مجھے نہیں ملی تو کوئی ایسا شخص پالے گا جو مجھ جیسا مستحق نہیں اور جس نے نہ ایسی مصیبت برداشت کی جیسی میں نے کہ یکایک کسی نے مجھ کو پیچھے سے آواز دی۔ میں حضرت ؐ کے پاس پہنچا اور عرض کی یا رسول اللہ ؐ کیا کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے مجھ سے تلوار مانگی تھی لیکن وہ میری تھی نہیں کہ تمھیں دیتا۔ اب اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مجھے دیدی ہے تو لو اب تمھیں دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری ہے کہ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ۔ سعد کہتے ہیں کہ میرے بارے میں چار آیتیں اُتری ہیں۔ جنگِ بدر میں ایک تلوار پر میں نے قبضہ کیا تھا۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا۔ یہ تلوار مجھے بخش دیجئے۔ آپ نے فرمایا جہاں سے لی ہے وہیں رکھ دو۔ آپ نے ۲ دو دفعہ کہا میں نے پھر درخواست کی تو آپ نے پھر یہی کہا۔ چنانچہ انفال والی آیت اُتری۔ اور مجھ سے متعلق دوسری آیت ہے وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ الخ تیسری آیت اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ الخ اور چوتھی آیت وصیت۔

مالک ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ بدر کے روز ابن عائذ کی تلوار میرے قبضہ میں آئی جس کا نام مرزبان تھا۔ جب رسول اللہ ؐ نے حکم دیا کہ اپنا اپنا لوٹا ہوا مال رکھ دو، تو میں نے بھی یہ تلوار رکھ دی۔ اور رسول اللہ ؐ کی عادتِ شریفہ تھی کہ کوئی کچھ مانگے تو سوال رَدّ نہیں کرتے تھے۔ ارقم نے یہ تلوار دیکھ کر حضرت صلعم سے مانگ لی اور حضرت ؐ نے دیدی۔

نزولِ آیت کا دوسرا سبب۔ ابو امامہ کہتے ہیں، کہ انفال کے بارے میں میں نے عبادہ سے سوال کیا۔ تو انھوں نے کہا ہمارے ساتھ مجاہدینِ بدر بھی تھے۔ اور یہ آیت اس وقت اُتری ہے جب کہ انفال کے لئے ہم میں اختلاف پڑ گیا اور ہم آپس میں تیز و تلخ باتیں کرنے لگے، تو بات اللہ نے ہمارے ہاتھ سے لے لی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدی۔ اب حضرت نے یہ مالِ غنیمت مسلمانوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا۔ عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ میں بدر میں حضرت کے ساتھ شریک تھا۔ اللہ نے دشمن کو شکست دیدی اب ایک جماعت نے تو دشمنوں کا تعاقب کیا اور بھاگتوں کو قتل کیا اور ایک جماعت لشکر پر آپڑی کہ اُن کا محاصرہ کر رہی تھی اور ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے میں لئے ہوئے آپ کی حفاظت کر رہی تھی کہ کہیں دشمن گزند نہ پہنچائے۔ جب رات ہوگئی اور مالِ غنیمت تقسیم کرنے لگے۔ تو جن لوگوں نے مالِ غنیمت کو سمیٹ کر محفوظ کیا تھا، کہنے

لگے کہ اس کے صرف ہم حقدار ہیں، اور جو دشمن کے تعاقب میں گئے تھے ان کا کہنا تھا کہ ہم دشمن کی شکست کا سبب ہیں اس لئے صرف ہم حقدار ہیں، اور جنھوں نے حضرتؐ کی حفاظت کی تھی وہ کہتے تھے کہ ہم کو اس بات کا سخت اندیشہ تھا کہیں حضرتؐ کو گزند نہ پہنچے۔ اس لئے ہم تو ایک بہت ہی اہم کام میں مصروف تھے۔ چنانچہ یہ آیت اُتری کہ انفال تو اللہ اور اللہ کے رسول کا ہے پس اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح قائم رکھو۔ اب حضرت نے مسلمانوں میں اس کی تقسیم کر دی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب دشمن پر ہوتے تو اُسی روز وہیں چوتھائی مالِ غنیمت تقسیم کر دیتے اور جب واپس ہو چکتے تو تہائی کی تقسیم کر دیتے اور اپنے لئے اس کو نامناسب سمجھتے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جنگِ بدر کے روز حضرت نے فرمایا تھا کہ جو ایسی ایسی کارگزاریاں بتائے گا اس کو ایسا ایسا انعام ملے گا۔ اب نوجوان تو اپنی کارگزاری بتانے کی کوشش میں لگ گئے اور بڈھوں نے مورچے اور جھنڈے سنبھال لئے اور جب مالِ غنیمت آیا تو جس کے لئے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ لینے کے لئے آئے۔ بڈھوں نے کہا تم کو ہم پر ترجیح نہیں ہو سکتی، ہم تمھارے پشت پناہ بنے ہوئے تھے اگر تمھیں ہزیمت ہوتی تو ہمارے ہی پاس تم کو پناہ ملتی۔ بات بڑھ گئی جھگڑا ہوا تو انفال والی آیت اُتری۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ بدر کے روز حضرت نے فرمایا تھا کہ جس نے کسی کو قتل کیا اس کو مالِ مقتول میں سے یہ یہ انعام اور جو کسی کو قید کر لائے اس کو یہ انعام۔ چنانچہ ابو الیسر نے دو قیدی پکڑے اور کہا یا رسول اللہؐ! آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ تو سعد بن عبادہ بول اُٹھے کہ یا رسول اللہؐ! اگر آپ نے اس طرح دے دیا تو آپ کے دوسرے اصحاب کے لئے کچھ نہ بچے گا۔ ہم جو میدانِ جنگ میں رُکے رہے تو اس کا سبب کچھ یہ نہیں تھا کہ ہم کو مال کا یا معاوضہ کا لالچ تھا اور نہ یہ کہ ہم دشمن سے گھبراتے تھے۔ ہم تو یہاں صرف اس لئے ٹھیرے رہے کہ کہیں آپ پر پیچھے سے حملہ نہ ہو جائے۔ مقامی حفاظت کی بھی سخت ضرورت تھی۔ غرض یہ کہ کچھ جھگڑا ہو گیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ ارشادِ باری ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ یعنی جو مالِ غنیمت تم کو ملا ہے اس میں پانچواں حصہ اللہ کا ہے۔ امام ابو عبید اللہ نے اپنی کتاب "الاموال الشرعیہ" میں لکھا ہے کہ انفال، ماہائے غنیمت کو کہتے ہیں اور ہر وہ مال جو حربیوں سے مسلمانوں کو ملے۔ انفال پر سب سے پہلے تو رسولؐ کا حق ہے جیسا کہ اللہ نے قرآن میں فرما دیا ہے۔ آپ نے یومِ بدر میں اُس کی تقسیم حسبِ ہدایتِ باری تعالیٰ خمس نکالے بغیر کی تھی۔ جیسا کہ حدیثِ سعد میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ پھر اس کے بعد آیتِ خمس نازل ہوئی، تو پہلی آیت منسوخ ہو گئی۔ ابن زید کا بیان ہے کہ منسوخ نہیں ہوئی بلکہ وہ بھی قائم ہے ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ اس بارے میں اور بھی حدیثیں ہیں۔

انفال مجتمعہ مالِ غنیمت کو کہتے ہیں۔ لیکن اُس میں سے خمس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کے لئے مخصوص ہے جیسا کہ قرآن میں ہے اور حدیثوں میں ہے۔ "انفال" کلامِ عرب میں ہر وہ احسان ہے جو محسن نے محض سلوک کے طور پر کیا ہو اور اس پر احسان کرنا واجب نہ ہو۔ یہی ہے وہ مالِ غنیمت جس کو اللہ نے مومنین کے لئے حلال کر دیا ہے اور یہ وہ چیز ہے کہ ہم مسلمان ہی اس سے مخصوص ہیں اور مسلمانوں سے پہلے دوسری اُمتوں پر مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خمس کا حقدار بنایا گیا ہے، کہ مجھ سے پہلے کسی کو خمس نہیں دیا گیا تھا۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ امام اگر فوج کے افراد کو کوئی انعام دے جو ان کے مقررہ حصّے کے علاوہ ہو تو اس کو نفل یا انفال کہتے ہیں اور یہ اس کی کارگزاریوں اور دشمن پر زوردار حملہ کا لحاظ کرتے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ نفل جو امام کی طرف سے اعترافِ حُسنِ کارگزاری کے طور پر ملتا ہے چار طریقوں پر ہوتا ہے ہر طریقہ اپنی جگہ پر دوسرے طریقہ سے الگ ہے۔ ایک تو مقتول کا لُوٹا ہوا مال و اسباب اس میں سے کوئی پانچواں حصہ نہیں

نکالا جاتا۔ دوسرا وہ نفل جو پانچواں حصہ الگ کرنے کے بعد دیا جاتا ہے۔ مثلاً امام نے کوئی چھوٹا سا لشکر دشمن پر بھیج دیا وہ غنیمت کا مال لے کر پلٹا تو امام اس میں سے اس لشکر کو چوتھائی یا تہائی اپنے حسب صوابدید تقسیم کر دے۔ تیسرا یہ طریقہ کہ جو خمس نکال کر باقی تقسیم کیا جانے والا ہے۔ اس میں سے اپنے حسب صوابدید اور حسب کارگزاری جس کو جتنا مناسب سمجھے دے اور باقی تقسیم کر دے۔ چوتھی صورت یہ کہ ساری غنیمت میں سے نفل دے قبل اس کے کہ خمس نکالے اور یہ سقاؤں، چرواہوں، سائیسوں اور دیگر مزدوروں کا حق ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ کئی صورتوں سے اُس کی تقسیم ہوتی ہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنے سے پہلے مجاہدین کو مقتولین کا جو سامان اور مال و متاع دیا جاتا ہے، وہ انفال میں داخل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حصہ جو پانچویں حصے میں سے پانچواں حصہ تھا اس میں سے آپ جسے چاہیں، اور جتنا چاہیں عطا فرمائیں یہ بھی نفل ہے۔ پس امام کو چاہیئے کہ دشمنوں کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت اور اسی قسم کے ضروری مواقع کا لحاظ رکھتے ہوئے طریق سنت کی پیروی کرے اگر ایسی مصلحت درپیش نہ ہو تو نفل نکالنا ضروری نہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ امام ایک جماعت کافروں سے لڑنے کے لئے بھیجتا ہے اور ان سے کہہ دیتا ہے کہ جو شخص جو کچھ حاصل کرے اس میں سے پانچواں حصہ تو الگ کر دے اور باقی لے لے اور یہ بات جنگ پر جانے سے پہلے ہی باہمی رضامندی سے طے پاچکی ہوتی ہے۔ لیکن اُن کے اس بیان میں جو کہا گیا ہے کہ بدر کی غنیمت کا پانچواں حصہ نہیں نکالا گیا۔ اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا تھا کہ دو اونٹنیاں وہ ہیں جو انھیں بدر کے دن پانچویں حصہ میں سے ملی تھیں۔ میں نے اس کا پورا بیان کتاب السیرۃ میں

کر دیا ہے۔ قولہ تعالےٰ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ یعنی اپنے امور میں اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح کُل سے رہو، نہ ایک دوسرے پر ظلم کرو نہ دشمن بنو۔ اللہ تعالےٰ نے تمھیں جو ہدایت اور علم دیا ہے کیا یہ اس مال سے بہتر نہیں جس کے لئے تم لڑ رہے ہو۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ نبی جو تقسیم کرتے ہیں وہ خدا کے حسب ارادہ ہی کرتے ہیں۔ اُن کی تقسیم عدل وانصاف پر مبنی ہوتی ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ کے معنی ہیں کہ آپس میں لڑو جھگڑو نہیں اور گالی گلوچ نہ بکو۔

انس رضؓ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مُسکرا رہے ہیں تو حضرت عمر رضؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلعم کونسی چیز ہنسی کا سبب ہوئی؟ تو فرمایا کہ میرے دو اُمتی خدا کے سامنے گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ ایک خدا سے کہتا ہے کہ یا رب اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے میں بدلہ چاہتا ہوں۔ اللہ پاک اس سے فرماتا ہے کہ اپنے ظلم کا بدلہ ادا کر دے۔ ظالم جواب دیتا ہے' یا ربّ اب میری کوئی نیکی باقی نہیں رہی کہ ظلم کے بدلے میں اُسے دیدوں؟ تو وہ مظلوم کہتا ہے کہ اے خدا! میرے گناہوں کا بوجھ اُس پر لاد دے۔ یہ کہتے ہوئے حضرتؐ آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ وہ بڑا ہی سخت دن ہو گا۔ لوگ اس بات کے حاجتمند ہوں گے کہ اپنے گناہوں کا بوجھ کسی اور کے سر دھر دیں۔ اب اللہ پاک طالبِ انتقام سے فرمائے گا کہ نظر اُٹھا کر جنت کی طرف دیکھ! وہ سر اُٹھائے گا جنّت کی طرف دیکھے گا اور عرض کرے گا۔ یا رب! اس میں تو چاندی اور سونے کے محل ہیں موتیوں کے بنے ہوئے ہیں۔ یا رب! یہ محل کس نبی اور کس صدّیق اور شہید کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو اس کی قیمت ادا کرتا ہے اس کو دیئے جاتے ہیں۔ وہ کہے گا' یا رب! کون اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ تو اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ اب وہ عرض کرے گا

یارب کس طرح؟ اللہ جل شانہٗ ارشاد فرمائے گا، وہ اس طرح کر تو اپنے بھائی کو معاف کردے۔ وہ کہے گا۔ یارب میں نے معاف کیا۔ اللہ پاک فرمائے گا۔ اب تم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ "خدا سے ڈرو، آپس میں صلح قائم رکھو، کیونکہ قیامت کے روز اللہ پاک بھی مومنین کے درمیان آپس میں صلح کرانے والا ہے۔"

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ

بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے

وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ

قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں

زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۲﴾

ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا

يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے

حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ

لئے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس۔ اور

مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۴﴾

مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔

منافقین جب فریضۂ صلوٰۃ ادا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو قرآن کی آیتیں ذرہ بھر ان کے دل پر اثر نہیں کرتیں۔ نہ اللہ کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں، نہ خدا پر توکل کرتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں جب کہ گھر میں ہوتے ہیں، نہ اپنے مال کی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ مومن ایسے نہیں ہوتے۔ مومنین کا وصف اس آیت میں یوں فرماتا ہے کہ جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو خدا کے خوف سے اُن کے دل کانپ اُٹھتے ہیں۔ جب آیتیں اُن کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو تصدیق کرنے کے سبب ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ خدا کے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ کرتے ہی نہیں مومن کی حقیقی پہچان یہی ہے کہ کسی معاملے میں خدا کا نام بیچ میں آگیا تو ان کے دل کانپ اُٹھتے ہیں وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس کی منع کی ہوئی باتوں سے باز رہتے ہیں جیسا کہ فرمایا "مومن لوگوں سے اگر کوئی گنہ کا کام سرزد ہو بھی گیا یا حدود سے انھوں نے تجاوز کیا تو فوراً اُنھیں خدا کا دھیان آجاتا ہے۔ وہ اپنے گناہوں سے استغفار کرنے لگتے ہیں اور خدا کے سوا گناہوں کا بخشنے والا ہی کون ہے۔ غلطی سے گناہ ہوگیا تو بار بار اس پر اصرار نہیں کرتے کیونکہ وہ سمجھدار لوگ ہیں۔ اور فرمایا کہ "جن کو خدا کا سامنا کرنے کا خوف دامنگیر ہے اور خواہش نفسانی ناجائز طور پر پوری کرنے سے وہ باز رہا تو جنت درحقیقت اسی کا حق ہے۔ چنانچہ سدی مردِ مومن کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو معصیت کا ارادہ کرتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈر تو اس کا قلب کانپ اُٹھتا ہے۔ اُم درداء رض کہتی ہیں کہ دل خوفِ خدا سے دھڑکنے لگتے ہیں اور تن بدن میں ایک سوزش سی ہو جاتی ہے یہی تو وجہ ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جب یہ کیفیت طاری ہو جائے تو بندہ کو چاہیے کہ اس وقت خدا سے اپنے مقصد کی دعا مانگنے لگے کیونکہ ایسے وقت کی دعا قبول ہوتی ہے ارشاد ہوتا ہے کہ "قرآن سن کر ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے" جیسا کہ فرمایا "جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو کوئی کہتا ہے کہ اس آیت سے تم میں سے کس کا ایمان بڑھ گیا" سو بات یہ ہے کہ اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے جو پہلے ہی سے مومن ہے اور جنت کی خوش خبری بھی اسی کے حق میں ہے۔ امام بخاریؒ اور دوسرے ائمہ نے اسی نوعیت کی آیتوں سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایمان میں زیادتی اور کمی ہو سکتی ہے جیسا کہ جمہور ائمہ کا مذہب ہے بلکہ کہا گیا ہے کہ بہت سارے ائمہ کا اسی پر اجماع ہے۔ جیسے شافعی اور احمد بن حنبل اور ابو عبید

جیساکہ ہم نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے۔ وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ یعنی اس کے سوا کسی سے امید ہی نہیں رکھتے۔ اپنی پناہ اسی کو قرار دیتے ہیں۔ کچھ مانگتے ہیں تو اسی سے مانگتے ہیں اور ہر بات میں اسی کی طرف جھکتے ہیں، جانتے ہیں کہ وہ جو چاہے گا وہ ہوگا اور جو نہ چاہے گا وہ نہ ہوگا وہ وحدہٗ لاشریک ہے، متصرف فی الملک ہے، اس کے حکم کے بعد کسی کا حکم نہیں، وہ سریع الحساب ہے سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ توکّل ایمان کا شیرازہ ہے اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ مومنین کے اعتقاد کا ذکر کرنے کے بعد ان کے اعمال سے آگاہی دی جارہی ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور لوگوں کو دیتے دلاتے رہتے ہیں۔ یہ دونوں اعمال ایسے زبردست ہیں کہ تمام اعمالِ خیر پر مشتمل ہیں۔ اقامتِ صلوٰۃ اللہ کے حقوق میں سے ہے اقامتِ صلوٰۃ کہتے ہیں نماز کی اپنے اوقات پر پابندی کرنے کو اور یہ کہ وضو میں اچھی طرح مُنہ ہاتھ پاؤں دھوئے گئے ہوں۔ رکوع اور سجود وتعدیلِ ارکان کے ساتھ اَدا کئے گئے ہوں۔ قرآن کی تلاوت اس کے آداب کے ساتھ ہو۔ نبی صلعم پر تشہّد اور دُرود ہو، یہ ہے اقامتِ صلوٰہ جو يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ کا مفہوم ہے اور يُنْفِقُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے دیا ہے کہ اگر زکوٰۃ کے قابل ہوں تو زکوٰۃ دیں، اور جو کچھ بھی ہے لوگوں کو دیتے دلاتے رہیں۔ بندوں کے واجب اور مستحب مالی حقوق اَدا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو سب کی مدد کریں کیونکہ سب لوگ خدا کی عیال ہیں خدا کو وہی بندہ سب سے زیادہ مقبول ہے جو مخلوق کو سب سے زیادہ نفع رساں ہے۔ تمہارے اموال خدا کی طرف سے تمہارے پاس گویا بہ طور امانت ہیں اور بہت جلد تمہارا مال تم سے جُدا ہونے والا ہے اس لئے اس سے محبت نہیں ہونا چاہیے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔ اِن صفات سے جو متصف ہیں وہی حقیقی مومن ہیں۔

حارث ابن مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ، حارث! صبح کیسی گزری؟ حارث نے کہا ایک مومنِ حقیقی کی حیثیت سے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ خوب سمجھ کر کہو ہر شے کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے، تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے بتاؤ تو سہی۔ تو حارث نے کہا کہ دنیا کی محبت سے میں نے روگردانی کرلی ہے راتوں کو جاگ کر عبادت کرتا ہوں دن کو روزے کے سبب پیاسا رہتا ہوں اور اپنے کو یُوں پاتا ہوں گویا میرے سامنے عرشِ رب کھلا ہوا ہے اور گویا میں اہلِ جنت کو باہم ملاقاتیں کرتا دیکھتا ہوں اور اہلِ دوزخ کو گرفتارِ بلا دیکھ رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا ہاں اے حارث! تم حقیقتِ ایمان تک پہنچ چکے ہو، اس پر قائم رہنے کی کوشش کرو۔ یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ قرآن زبانِ عرب میں نازل کیا گیا ہے اور حَقًّا کا لفظ ادبی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے فُلَانٌ سَيِّدٌ حَقًّا یعنی فلاں حقیقی سردار ہے اگرچہ قوم میں اور دوسرے بھی سردار ہیں۔ اور فلاں حقیقی تاجر ہے اگرچہ اور تاجر بھی بہت ہیں۔ اور فلاں حقیقی شاعر ہے، اگرچہ اور بہت شاعر ہیں۔ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی جنت میں ان کو بڑے بڑے درجے ملیں گے۔ جیسا کہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے بڑے درجے ہیں اور جو کچھ وہ عمل کر رہے ہیں، اللہ اس سے واقف ہے۔ اللہ پاک ان کے گناہوں کو معاف کردے گا اور ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے گا۔ اہلِ جنّت میں سے بعض کے درجے بعض سے بالاتر ہیں اوپر والے اوپر سے نیچے کے درجہ والوں کو دیکھیں گے اور فخر نہیں کریں گے۔ نیچے والے اوپر والوں کو دیکھ کر حسد نہیں کریں گے مسلم اور بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا علیّین والوں کو نیچے والے اِس طرح دیکھیں گے جس طرح کہ تم اُفقِ آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہو۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ کیا یہ انبیاء کے منازل ہیں اور کسی اور کو کیا نہ ملیں گے آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔ خدا کی قسم وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی، وہ بھی اس کے مستحق ہیں حضرت نے فرمایا کہ اہلِ جنت اوپر کی جنت والوں کو ایسے دیکھیں گے جیسے اُفقِ آسمان پر ستارے ہیں اور ابوبکر اور عمرؓ انھیں میں

سے ہیں انھیں بھی یہ عزّت ملے گی۔

كَمَآ أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنۢ بَيْتِكَ بِٱلْحَقِّ وَ

جیساکہ آپکے رب نے آپ کے گھر سے مصلحت کے ساتھ آپ کو روانہ کیا، اور

إِنَّ فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ لَكَٰرِهُونَ ⑤

مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی۔

يُجَٰدِلُونَكَ فِى ٱلْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا

وہ اس مصلحت میں بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا آپ سے اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا

يُسَاقُونَ إِلَى ٱلْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ ⑥

کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔

وَإِذْ يَعِدُكُمُ ٱللَّهُ إِحْدَى ٱلطَّآئِفَتَيْنِ

اور تم لوگ اُس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے

أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ ٱلشَّوْكَةِ

تھے کہ وہ تمھارے ہاتھ آجائے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمھارے

تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُحِقَّ

ہاتھ آجائے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے

ٱلْحَقَّ بِكَلِمَٰتِهِۦ وَيَقْطَعَ دَابِرَ ٱلْكَٰفِرِينَ ⑦

حق کا حق ہونا ثابت کردے اور ان کافروں کی بُنیاد کو قطع کردے۔

لِيُحِقَّ ٱلْحَقَّ وَيُبْطِلَ ٱلْبَٰطِلَ وَلَوْ كَرِهَ

تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کردے گو یہ مجرم لوگ

ٱلْمُجْرِمُونَ ⑧

ناپسند ہی کریں۔

مفسّرین نے اِس میں اختلاف کیا ہے کہ كَمَآ أَخْرَجَكَ میں "کما" کے آنے کا کیا سبب ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آیت زیرِ ذکر میں تشبیہ دی گئی ہے۔ مومنین کے باہمی صلح کے ساتھ ان کے اِتقاءِ رب اور اطاعتِ رسول کے بارے میں۔ چنانچہ بات کا ڈھنگ یوں ہوتا ہے کہ جیسا تم نے غنیمتوں کے بارے میں اختلاف کیا تھا اور لڑ پڑے تھے اور اللہ نے تمھارا فیصلہ چکا دیا تھا اور تم سب سے چھین کر تقسیم کا حق رسول کو دیدیا تھا اور رسول نے عدل اور مساوات کے ساتھ تقسیم کردی تھی اور یہ بات تمھاری مصلحتِ کاملہ کی خاطر تھی۔ اسی طرح اس موقع پر جب دشمنوں سے لڑنے کے لئے تم کو مدینے سے نکلنا پڑا تو شوکت و جاہ والے بڑے لشکر سے لڑنا تمھیں ناپسند ہوا۔ یہ بڑا لشکر وہ تھا جو اپنے ہم مذہب کافروں کی مدد اور شام کو گئے ہوئے قافلۂ مالِ تجارت کی حفاظت کے لئے مکّے سے نکل آئے تھے اور اس جہاد کو ناپسند کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ نے اسی جنگ سے تمھیں دوچار کیا اور پہلے سے بغیر کسی قرار دادِ جنگ کے دشمن سے تمھیں بھڑا دیا اور نتیجہ میں تمھیں نصرت و ہدایت بخشی۔ جیساکہ فرمایا، قتال تم پر فرض کیا جاتا ہے اور یہ تمھیں ناپسند ہے۔ لیکن یہ بہت ممکن ہے کہ تم کسی بات کو ناگوار سمجھو اور در اصل تمھاری بھلائی اسی میں ہو۔ اور تم کسی بات کو پسند کرو اور در حقیقت نتیجہ میں وہ تمھارے لئے مُضر ثابت ہو۔ تمھاری بہتری کا علم تمھارے خدا کو ہے تم کو نہیں۔ بعض نے اِس تشبیہ کے یہ معنی بتائے ہیں کہ جس طرح تمھارے خدا نے حق طور پر تم کو مدینہ سے باہر نکلنے میں کامیاب کیا ہے، حالانکہ بعض مومنین اِس خروج سے ناراض تھے لیکن انھیں آنا پڑا۔ اسی طرح وہ جنگ سے باز رہنا چاہتے ہیں اور تم سے اختلافِ رائے رکھتے ہیں، حالانکہ رسول کی رائے کی حقّانیت اُن پر ظاہر ہو چکی تھی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ معنی ہیں کہ جس طرح مدینے سے مجبوراً تم لوگ نکلے اِسی طرح امرِ حق میں رسول سے جھگڑتے ہیں۔ سدّی کہتے ہیں کہ یہ آیت بدر کی لڑائی میں نکلنے کے بارے میں نازل ہوئی يُجَٰدِلُونَكَ فِى ٱلْحَقِّ مَا تَبَيَّنَ بعض کہتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ لے نبیؐ! یہ مومنین تم سے لڑنے کی نیت سے انفال کے بارے میں سوالات پیدا کر رہے ہیں جیساکہ بدر کے روز بھی انھوں نے تم سے مجادلہ کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ آپ تو ہمیں قافلے سے نمٹنے کے لئے کر نکلے تھے۔ ہم کو گمان بھی نہ تھا کہ ہمیں جنگ کرنا پڑے گی اور نہ ہم جنگ کے لئے تیار ہو کر گھر سے نکلے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے ابوسفیان کے قافلے کی راہ روکنے کے لئے نکلے تھے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ قافلہ ملک شام سے قریش کے لئے بہت سامان لے کر روانہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ نبی ؐ نے مسلمانوں کو آمادہ کیا اور تین سو دس سے کچھ زیادہ آدمی لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ اور چشمۂ بدر کی راہ پر ساحل کی طرف چل پڑے۔ ابوسفیان کو حضرت ؐ کے حملہ کرنے کی خبر ہو چکی تھی، جو اس قافلہ کا سردار تھا۔ اس نے ضمضم ابن عمرو کو مکہ بھیج کر اہل مکہ کو مدینے والوں کے ارادے سے آگاہ کیا۔ مکے والے تقریباً ایک ہزار آدمی لے کر نکلے۔ ابوسفیان قافلے کو سیف البحر کی طرف سے لے کر نکل گیا اور صاف بچ گیا۔ اب مکہ کا یہ ایک ہزاری لشکر بڑھتا رہا حتیٰ کہ چشمۂ بدر کے پاس آکر پڑاؤ ڈالا۔ اب مسلمان اور کافر بغیر اس کے کہ پہلے سے کوئی قرار دادِ جنگ ہو آپس میں گتھ گئے کیونکہ اللہ پاک مسلمانوں کا بول بالا کرنا چاہتا تھا اور حق و باطل کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ خدا کے پیش نظر تھی۔ جیسا کہ یہ بیان عنقریب آنے والا ہے۔ غرض یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی کہ مکے سے ایک بڑا لشکر ان سے لڑنے کے لئے نکلا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی بھیجی کہ دو میں سے ایک چیز تمھیں ملے گی۔ یا تو قافلے کی لوٹ لو، یا اس لشکر سے لڑ بیٹھو۔ دونوں نہیں ملیں گے کسی ایک کو اختیار کر لو اور اس میں کامیاب ہو جاؤ۔ مسلمانوں میں سے اکثر کی یہ رائے تھی کہ قافلے کو لوٹ لو اور چل دو بغیر جنگ کے بہت سامال مل جائے گا۔ جس کی حکایت اللہ پاک نے یوں فرمائی ہے کہ: "تم چاہتے ہو کہ دونوں میں سے وہ صورت پسند کریں جو شوکت والی نہ ہو، یعنی قافلے سے نمٹ لیں اور اللہ تعالیٰ کا تو ارادہ یہ تھا کہ حق ظاہر ہو کر رہے اور مکے کے کافروں کا قلع قمع ہو جائے۔

ابو ایوب انصاری رضؓ کہتے ہیں کہ ہم مدینے میں تھے اور حضرت نے یہ فرمایا تھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ابوسفیان قافلہ لے کر آ رہا ہے، تم لوگ کیا کہتے ہو، کیا اس قافلہ کی راہ روکنے کے لئے ہم نکل پڑیں ممکن ہے کہ تم لوگوں کو بہت کچھ مال و دولت مل جائے۔ ہم نے عرض کیا ضرور چلنا چاہئے۔ چنانچہ ہم سب نکلے اور ایک یا دو روز چلتے رہے۔ اب آپ نے فرمایا کہ، اچھا ان کافروں سے جنگ کرنے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے انھیں اس بات کی خبر ہو گئی ہے کہ تم قافلے کے خیال سے نکل چکے ہو، مسلمانوں نے کہا کہ واللہ ہم میں دشمن کے اتنے بڑے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں۔ ہم جو نکلے ہیں تو صرف قافلے کو لوٹنے کے خیال سے چل پڑے ہیں۔ آپ نے دوبارہ یہی سوال کیا پھر ہم لوگوں نے یہی جواب دیا۔ اب مقداد بن عمروؓ نے کہا یا رسول اللہ صلعم! ہم اس موقع پر ایسا نہ کہیں گے، جیسا کہ موسیٰ ؑ کی امت نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور دشمن سے لڑ لو ہم یہیں بیٹھے تمہاری واپسی کے منتظر رہتے ہیں۔ ہم نے گروہِ انصار نے تمنا کی اور کہا۔ اگر ہم بھی وہی کہتے جو مقداد نے کہا تو یہ بات قافلہ کا مالِ عظیم مل جانے سے بھی ہمیں زیادہ پسند ہوتی — چنانچہ یہ آیت اتری کہ: كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ۔ ابو وقاص لیثی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف سب کو لے کر نکلے اور مقامِ روحاء میں پہنچ کر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور کہا۔ تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ تو ابوبکر رضؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ ؐ! ہمیں علم ہو چکا ہے کہ یہ کفار یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ اب کی مرتبہ عمر رضؓ نے بھی ابوبکر رضؓ کی طرح جواب دیا۔ آپ نے پھر اور ایک بار یہ سوال کیا تو سعد بن معاذ رضؓ نے کہا، یا رسول اللہ ؐ! آپ کی مراد ہم سے ہے خدا کی قسم میں نہ کبھی برک الغماد گیا ہوں نہ مجھے اس کی راہ کا علم ہے لیکن اگر آپ یمن سے حبش کے ملک برک الغماد تک بھی جائیں تو بھی ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور امتِ موسیٰ کی طرح نہ کہیں گے کہ تم اور تمہارا رب جا کر لڑ لو، ہم یہیں سے تمہارا ساتھ دیں گے۔ ممکن ہے کہ آپ نکلنے کے وقت کسی اور

غرض سے نکلے ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے کوئی دوسری صورت پیدا کر دی ہو، تو آپ جو صورت چاہیں اختیار کریں جو آپ کا ساتھ دینا چاہتا ہے دے اور جو آپ سے ٹوٹنا چاہتا ہے ٹوٹ جائے، جو چاہے آپ کا مخالف بن جائے اور جو چاہے آپ سے صلح کر کے رہے۔ ہمارا مال جو کچھ ہے آپ سب لے سکتے ہیں۔ سعد رضہ کے اسی قول کی بنا پر وہ آیت اُتری۔

ابن عباس رضہ کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے لئے مشورہ کیا اور پھر قریش کے لشکر سے جنگ کا حکم دیا۔ تو مسلمانوں کو یہ جنگ ناپسند تھی۔ اسی لئے آیت اُتری تھی کہ: اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ یعنی بعض مومنین کی یہ مرضی نہیں ہے۔ اور حق بات ظاہر ہو جانے کے بعد بھی یہ تم سے بحث کرتے ہیں۔ وہ ایسا سمجھ رہے ہیں کہ جنگ کریں گے تو گویا موت کی طرف کھینچے جا رہے ہیں مجاہد کہتے ہیں کہ فِي الْحَقِّ سے مُراد فی القتال ہے۔ محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ لَكٰرِهُوْنَ سے مشرکین کے ساتھ ہی جنگ کی ناپسندی مُراد ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ کا مطلب ہے کہ یہ ظاہر ہو جانے کے بعد کہ تم حکمِ خدا کے سوا کسی بات کا اقدام نہیں کرتے۔ پھر بھی رسول کی رائے کے خلاف کرتے ہیں۔ ابن زید يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے مُراد مشرکین ہیں۔ یعنی یہ مشرکین حق بات کے بارے میں مجادلہ کرتے ہیں گویا کہ وہ موت کی طرف کھینچے جا رہے ہیں جبکہ انھیں اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو، اور یہ کہ ایسی مذموم صفت سے مومنین متصف نہیں ہو سکتے اور یہ صفت اہلِ کفر ہی کی ہو سکتی ہے۔ ابن جریر کا اس پر یہ اعتراض ہے کہ ابن زید کا یہ قول کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ الفاظ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ سے پہلے سیاقِ عبارت اہلِ ایمان سے متعلق ہے اور جو الفاظ اس کے بعد میں ظاہر ہے کہ وہ اسی کی خبر ہو گی۔ سچ تو یہ ہے کہ ابن عباس ہی کا قول درست ہے کہ ان سے مُراد مومنین ہی ہیں۔ ابن جریر نے اسی قول ابن عباس کی تائید کی ہے۔ یہی حق ہے اور سیاقِ کلام اسی کی تائید کرتا ہے۔

ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کاہنیا بی کے ساتھ جنگ بدر سے فارغ ہوتے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ مال بھرے قافلے سے بھی نمٹ لیں۔ اب کوئی رکاوٹ بھی باقی نہیں رہی۔ تو عباس رضہ جو قیدی کی حیثیت سے اسیرانِ جنگ میں تھے بول اُٹھے کہ ہرگز یہ مناسب نہیں، کیونکہ یا رسول اللہ اللہ پاک نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے دو چیزوں میں سے ایک کا، چنانچہ ایک چیز آپ کو حاصل ہو چکی، اب دوسری چیز بھی حاصل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس کی اسناد جید ہیں اس قول کے معنی تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ. یہ ہیں کہ تم یہ چاہتے تھے کہ وہ چیز حاصل کریں جس میں نہ کوئی مدافعت ہے نہ قتال ہے۔ یعنی ابو سفیان کے قافلے کو لوٹنا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا تھا کہ تم کو ایک ایسی جماعت سے بھڑا دے جو جاہ و شوکت والی ہو اور اُس سے جنگ واقع ہو تاکہ اللہ تم تم کو ان پر کامیابی بخشے اور خدا کے دین کا غلبہ ہو کلمۂ اسلام بلند ہو، اللہ تعالیٰ کے سوا عاقبتِ اُمور سے اور کوئی واقف نہیں، حسنِ تدبیر کا مُدبّر وُہی ہے اگرچہ لوگ اس کے خلاف ہی کیوں نہ چاہتے ہوں۔ جیسا کہ فرمایا کہ قتال تم پر فرض ہے خواہ وہ تمھیں ناگوار ہی ہو۔ بہت ممکن ہے کہ تمھیں ایک بات ناپسند ہو اور خیر اسی کے اندر ہو اور ایک بات اچھی لگے اور شر اسی کے اندر ہو حسب ذیل حدیث بھی سیاق حدیث بدر میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شام سے ابو سفیان کے چلنے کی خبر پائی تو مسلمانوں کو بلایا اور کہا کہ قریش کے اِس قافلے کے ساتھ مال و متاع بہت ہے اس پر دھاوا بولو۔ کیا عجب کہ کفار کا مالِ غنیمت اللہ تمھیں دیدے۔ بعض کے پاس اسلحہ تھے اور بعض کے پاس نہیں اور نہ انھیں یہ گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کریں گے اور ابو سفیان جب حجاز سے قریب ہوا تو اس نے اپنے جاسوس چھوڑ

رکھے تھے اور ہر آنے جانے والے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبریں پوچھتا رہتا تھا۔ چنانچہ اُس کو خبر مل گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے قافلے کے درپے ہیں تو اس نے احتیاطی تدابیر اختیار کر لیں اور ضمضم ابن عمرو غفاری کو فوراً مکے بھیجا کہ قریش سے مل کر قافلے کی حفاظت کا انتظام کرائے کیونکہ محمدؐ حملہ آور ہو رہے ہیں ادھر رسول اللہؐ بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے اور وادیٔ ذفران تک پہنچے اور وہاں قیام کیا کہ اتنے میں آپ کو خبر ملی کہ قریش اپنے قافلے کی حفاظت و مدافعت کی خاطر مکہ سے روانہ ہو گئے ہیں تو آپ نے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی ٹھیک بات کہہ دی اور حضرت عمرؓ نے بھی یہی کہا۔ پھر مقداد کہنے لگے، یا رسول اللہؐ ہم آپ کے ساتھ ہیں خدا کا جو منشاء ہے اس کو پورا کیجیے۔ خدا کی قسم ہم حضرت موسیٰؑ کی امت کی طرح نہیں کہیں گے اگر آپ ہمیں حبش تک بھی لیجانا چاہیں تو جب تک آپ وہاں نہ پہنچیں ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ تو آپ نے سعدؓ کو دعائے خیر دی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو، آپ کی مراد انصار سے تھی۔ ایک تو اِس وجہ سے بھی کہ انصار تعداد میں زیادہ تھے دوسرے اس لئے بھی کہ عقبہ میں جب انصار نے بیعت کی تھی تو اِس بات پر کی تھی کہ جب آپ اس قریۂ مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ جائیں گے تو ہر حال میں ہم آپ کا ساتھ دیں گے یعنی دشمن آپ پر چڑھائی کر کے آئے تو ہم اس کے مقابلے پر ہو جائیں گے۔ اِس میں چونکہ یہ وعدہ نہ تھا کہ جارحانہ اقدام پر بھی ساتھ دیں گے، اِس لئے حضرت ان کا بھی ارادہ اور رائے دریافت کر لینا چاہتے تھے تاکہ اُن سے بھی وعدہ لے کر ان کی ہمدردیاں بھی حاصل کر لیں۔ سعدؓ نے کہا کہ شاید آپ ہم سے جواب طلب فرما رہے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں میری مراد تمھیں لوگوں سے ہے۔ تو سعدؓ نے کہا یا رسول اللہؐ ہمارا آپ پر ایمان ہے، آپ کا حکم ماننے کی بیعت آپ کے ہاتھ پر کر چکے ہیں، ہم آپ کا ساتھ کبھی نہ چھوڑیں گے خدا کی قسم اگر سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر بھی آپ اُس میں گھوڑا ڈال دیں تو ہم بھی اُس میں کُود پڑیں گے ہم میں سے کوئی بھی ذرا تامّل نہ کرے گا۔ ہم لڑائیوں میں بہادری بتانے والے، مصیبتوں کو جھیلنے والے ہیں۔ آپ ہم سے انشاء اللہ خوش رہیں گے اِس جواب سے آپ بہت خوش ہوئے اسی وقت کوچ کا حکم دیدیا اور فرمایا کہ رب نے دو میں سے ایک کا مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور کیا عجب وہ ایک یہی جنگ ہو۔ میں گویا مشرکین کا مقتل یہیں سے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي

اُس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سُن لی کہ میں

مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾

تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا۔ جو سلسلہ وار چلے آئیں گے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ

اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لئے کی کہ بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو

بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ

قرار ہو جائے۔ اور نصرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف

ع ۱ ۱۵ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾

سے ہے جو کہ زبردست حکمت والے ہیں۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ بدر کے روز حضرتؐ نے اپنے ساتھیوں کا شمار کیا تو تین سو سے کچھ اوپر تھے۔ اور مشرکین کوئی ایک ہزار کی تعداد میں تھے۔ چنانچہ آپ قبلہ رُو ہو کر خدا سے دُعا مانگنے لگے۔ آپ صرف ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور تہبند بندھی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے کہ یارب تُو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے اِس موقع پہ پورا کر۔ اگر مسلمانوں کی اِس مٹھی بھر جماعت کو تُو نے ہلاک کر دیا تو زمین پر عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور توحید کا نام و نشان مٹ جائے گا آپ خدا سے فریاد کر رہے تھے دُعائیں مانگ رہے تھے حتیٰ کہ چادر آپؐ کے شانوں پر سے گر پڑی۔ حضرت ابوبکرؓ نے آکر اُس کو آپ کے کاندھوں پر ڈال دیا اور آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور

کہنے لگے یا رسول اللہ ! آپ خدا سے التجائیں بس کر دیجئے۔ وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ چنانچہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب تم نے خدا سے دُعا مانگی۔ تو اس نے تمہاری درخواست قبول کرلی، اب میں ایک ہزار صف بہ صف فرشتوں سے تمہاری مدد کرتا ہوں۔ چنانچہ جس روز جنگ ہوئی تو اللہ تعالٰی نے مشرکین کو شکستِ فاش دیدی۔ مشرکوں میں سے ستّر قتل ہوئے اور ستّر قید ہوئے۔ اب رسول اللہ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور علیؓ سے مشورہ کیا۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! یہ آپ کے بھائی بند اور قبیلہ و خاندان والے ہیں، میں تو یہ رائے رکھتا ہوں کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے "تاکہ، فدیہ کی رقم سے ہمیں مالی استحکام حاصل ہو، کافروں پر غلبہ کی اور قوت پیدا ہو اور کیا عجب ہے کہ بعد میں اللہ تعالٰی انھیں ہدایت بخشے۔ پھر یہ خود ہماری قوت میں اضافہ کریں گے۔ اِس کے بعد حضرتؐ نے عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ عمرؓ تم کیا کہتے ہو؟ تو عمرؓ نے کہا۔ میری تو وہ رائے نہیں جو ابوبکرؓ کی ہے۔ آپ مجھے حکم دیجئے کہ میں اپنے رشتہ دار کافر قیدی کو قتل کردوں اور علیؓ کو حکم دیجئے کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن اُڑا دیں اور حمزہؓ اپنے فلاں بھائی کی گردن ماریں "تاکہ ہم خدا تعالٰی کے حضور یہ ثابت کرسکیں کہ مشرکین کے لئے ہمارے دلوں میں کوئی رعایت نہیں۔ یہ مشرکین قیدی تو کافروں کے سردار اور قائد ہیں۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو ترجیح دی اور ان قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ دوسرا دن نکلا تو میں آں حضرت صلعم کے گھر گیا۔ دیکھتا ہوں کہ آپ اور ابوبکر دونوں رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ! آپ اور ابوبکر کیوں رو رہے ہیں "تاکہ رونا آئے تو میں بھی روؤں اور نہ آئے تو رونے کی صورت ہی بنالوں "تاکہ آپ کا شریک ہوجاؤں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ یہ فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی وجہ سے رونا ہے۔ میں اس خطا کی وجہ سے اس عذاب کو دیکھ رہا ہوں جو اتنا قریب

ہے جتنا یہ میرے سامنے کا درخت۔ چنانچہ اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تا فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ چنانچہ غنیمت حلال کردی گئی۔ پھر جب آئندہ سال یومِ اُحد آیا تو یومِ بدر کی غلطی کا اللہ نے یوں بدلہ لیا کہ فدیہ کے ستّر چھوٹے ہوئے کافروں کے بدلے اُحد میں مسلمانوں کے ستّر صحابی شہید ہوئے۔ حضرتؐ کے سامنے کے چار دانت ٹوٹ پڑے، خود سرِ مبارک میں دھنس گیا، خون چہرۂ مقدّس پر بہنے لگا۔ چنانچہ یہ آیت اُتری کہ "مصیبت پہنچی تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آگئی کہدو کہ یہ تمھارے اپنے ہاتھوں نازل ہوئی ہے یعنی فدیہ لے کر چھوڑ دینے کے سبب"

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ سے مُراد حضرتؐ کا دُعا کرنا ہے کیونکہ بدر کے روز نبیؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ سے بہت اصرار کے ساتھ دُعا مانگ رہے تھے کہ حضرت عمرؓ آکر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ! آپ دُعا کو مختصر کر دیجئے اللہ پاک ضرور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا جو آپ سے کیا گیا ہے۔ ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ یومِ بدر میں حضرتؐ فرما رہے تھے کہ اے خدا ! میں عہد کے پورا کرنے کی طرف تجھے توجہ دلاتا ہوں ورنہ اے خدا تجھے پوجنے والا کوئی نہ رہے گا۔ تو ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا حضرت بس بس تو آپ اُٹھے اور فرما رہے تھے کہ قریب ترعرصہ میں کافروں کو شکست ہونے والی ہے اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے ہیں بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ یعنی فرشتوں کی صفیں ایک کے پیچھے ایک لگی ہوئی تھیں، اور مُردفین سے مراد مدد بھی ہوسکتی ہے یعنی فرشتے مدد پر تھے۔ حضرت علی رضؓ سے مروی ہے کہ جبریلؑ ہزار فرشتے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدھی طرف تھے جدھر کہ ابوبکر تھے اور میکائیل ایک ہزار فرشتے لے کر بائیں طرف تھے جدھر میں تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہزار کی مدد پر دوسرے ہزار بھی تھے۔ اسی لئے بعض نے

مُرْدِفِیْن" بہ فتحہ دال قرأت کی ہے۔ واللہ اعلم۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ پانچ سو ملائکہ جبرئیلؑ کے ساتھ تھے اور پانچ سو میکائیل کے ساتھ۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے لگا ہوا تھا کہ اوپر سے ایک کوڑا مشرک کے سر پر پڑنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی بھی آہٹ پائی گئی، اب کیا دیکھتے ہیں کہ کافر گر کر زمین پر ڈھیر ہو گیا ہے۔ کوڑے کی ضرب سے سر پھٹ گیا ہے حالانکہ کسی انسان نے اسے مارا نہ تھا۔ اب پیچھے والے انصاری نے یہ خبر حضرت کو پہنچائی، تو آپ نے فرمایا۔ تم نے سچ کہا یہ آسمانی مدد تھی۔ یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا چنانچہ ستر تو قتل ہوئے تھے اور ستر قیدی ہوئے۔ رافع اہلِ بدر میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ جبرئیلؑ آئے اور حضرتؐ سے پوچھا کہ آپ اہلِ بدر کو کیسا سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ مسلمانوں میں سب سے افضل تو حضرت جبرئیل کہنے لگے کہ بدر میں مدد کرنے والے ملائکہ بھی دوسرے ملائک میں ایسے ہی افضل سمجھے جاتے ہیں۔ صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے کہا جب کہ عمر رضؓ نے قتل حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے بارے میں مشورہ کیا تھا۔ یہ کہ حاطبؓ بدر میں شریک ہوا تھا اور تمھیں کیا خبر کہ شاید اللہ پاک نے اہلِ بدر کو بخش دیا ہو کیونکہ فرمایا تھا کہ اب تم جو چاہو کرو۔ میں نے تمھیں بخش دیا ہے۔

قولہ تعالیٰ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى۔ یعنی فرشتوں کا یہ بھیجنا تمھیں صرف خوش کرنے کے لئے تھا اور یہ کہ تمھارے دل کو اطمینان کی صورت ہو، ورنہ خدا تو تمھاری مدد کرنے پر ہر طرح قادر ہے۔ اس کو مدد کے لئے فرشتوں کی محتاجی تھوڑی ہی ہے۔ یہ مدد تو درحقیقت خدا کی مدد تھی فرشتے تو مدد کی ظاہری صورت تھی۔ جیساکہ فرمایا کہ جب کبھی تم کافروں کو پاؤ تو ان کی گردن اڑا دو، غالب آجاؤ تو انھیں زنجیروں میں جکڑ لو۔ پھر یا تو معاف کر دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو، حتیٰ کہ جنگ کا سدِباب ہو جائے۔ یہ آیت اس لئے لائی گئی کہ اگر اللہ چاہے تو خود ان کی مدد کر سکتا ہے۔ لیکن در اصل وہ بعض کو بعض کے ذریعہ آزماتا ہے اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں، اللہ ان کے اعمال کو کبھی تلف نہیں کرے گا۔ انھیں ہدایت کرے گا اور انھیں جنت میں داخل کرے گا۔ اور ارشادِ باری ہے کہ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ "ہم زمانہ کو لوگوں میں گھماتے رہتے ہیں اور زمانہ کو بدل بدل کر لاتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ جانچ لے اور شہیدوں کو الگ کرے۔ ظالموں سے اللہ خوش نہیں رہ سکتا۔ اس میں ایمانداروں کا امتیاز ہو جاتا ہے اور کافروں کو خدا مٹا دیتا ہے"۔ جہاد کا شرعی فلسفہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ مشرکوں کو موحدوں کے ہاتھوں سزا دیتا ہے۔ اس سے پہلے وہ عام آسمانی عذابوں سے ہلاک کر دیئے جاتے تھے، جیسے قومِ نوح پر طوفان آیا۔ عادِ اولیٰ آندھی میں تباہ ہوئے۔ اہلِ ثمود چیخ سے غارت کر دیئے گئے۔ قومِ لوط کا طبقہ الٹ گیا اور پتھروں کی بارش ہوئی۔ شعیبؑ کی قوم کے سر پر پہاڑ معلق کر دیا گیا۔ اللہ نے موسیٰؑ کو بھیجا اور ان کے دشمن فرعون کو ہلاک کر دیا گیا اور اس کی قوم کو دریا میں غرق کر دیا گیا۔ موسیٰؑ کو توریت دے کر کفار کو قتل کر دینا فرض قرار دیا گیا اور یہی حکم دوسری شریعتوں کے اندر بھی قائم رہا۔ جیساکہ فرمایا کہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور ان سے پہلے کی امتیں بھی نافرمانی کے سبب ہلاک کر دی گئی تھیں۔ اس میں لوگوں کے لئے بصیرت ہے۔ مومنین کا کافروں کو بھی بجائے قید کے قتل کر دینا ان کافروں کی زبردست اہانت کی چیز تھی۔ اور اس سے مومنین کے دل بھی ٹھنڈے ہوئے۔ جیساکہ اس امت کے مومنین کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کافروں کو قتل ہی کر دو۔ اللہ پاک تمھارے ہاتھوں انھیں رسوا کرنا اور عذاب دینا چاہتا ہے اور اس لئے بھی کہ تمھارا دل ٹھنڈا ہو۔ کیونکہ یہ گردن زدنی سردار ان قریش

مسلمانوں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور انھیں ممکنہ آزار پہنچاتے تھے۔ اگر یہ قتل ہو کر سرِ بازار رسوا ہوتے تو مسلمانوں کے دلوں کو اس انتقام سے کتنی ٹھنڈک پہنچتی۔ چنانچہ ابوجہل جب عین جنگ میں مارا گیا تو اس کی لاش کی بڑی بے عزتی ہوئی کہ اگر بستر پر اپنی موت مرتا تو اس کی کبھی یہ رسوائی نہ ہوتی۔ یا جیسا کہ ابولہب مرا تو ایسا سڑ گیا تھا کہ اس کے قریب ترین اقربا بھی اس کی لاش کے قریب نہ آتے تھے۔ نہلانے کے بجائے دور سے لاش پر پانی پھینک دیا گیا اور دفن کے طور پر اس کو ایک گڑھے میں گرا دیا گیا۔ اسی لئے فرمایا کہ عزت کافروں کے لئے نہیں بلکہ رسول اور مومنین کے لئے ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور فرمایا کہ ہم اپنے رسولوں اور مومنین کی مدد دنیا میں بھی کرتے ہیں اور آخرت میں بھی۔ تم کو یہ حکم دینا کہ کفار کو قتل کرو اس میں بھی اس کی خاص حکمت ہے ورنہ کیا وہ خود اپنی قدرت سے انھیں ہلاک نہیں کرسکتا۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ

اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لئے اور تم پر

عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ

آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ اس پانی کے ذریعے تم کو پاک کر دے

وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ

اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کر دے اور تمہارے

عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾

دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے پاؤں جما دے۔

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ

اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں

فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ

سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔ میں ابھی کفار کے قلوب میں

الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ

رعب ڈالے دیتا ہوں سو تم گردنوں پر

الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾

مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَ

یہ اس بات کی سزا ہے کہ انھوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور

مَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ

جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالے

شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٣﴾ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَ

سخت سزا دیتے ہیں۔ سو یہ سزا چکھو اور جان رکھو

أَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾

کہ کافروں کے لئے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے۔

اللہ پاک ان احسانات کو یاد دلاتا ہے کہ وقت جنگ تم پر غنودگی طاری کر کے ہم نے تم پر احسان کیا ہے کہ اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کا جو تمھیں احساس تھا اور اس احساس کے تحت تم پر ایک خوف سا جو طاری تھا اس سے تمھیں مامون کر دیا اور اسی طرح اللہ نے یوم اُحد میں بھی کیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا الخ یعنی رنج و غم کے بعد اللہ تعالے نے تمھیں امن دیا جو غنودگی کی صورت میں تمھیں ڈھانکے ہوئے تھا۔ ابوطلحہ کہتے ہیں کہ جنگ اُحد کے روز مجھے بھی غنودگی آگئی تھی کہ تلوار میرے ہاتھ سے گری جاتی تھی اور میں اٹھاتا جاتا تھا۔ اور میں لوگوں کو بھی دیکھ رہا تھا کہ ڈھال سر پر لگائے ہوئے نیند میں لوگ جھول رہے تھے۔ حضرت علی رض کہتے ہیں کہ بدر کے روز مقداد رض کے سوا کسی کے پاس سواری نہیں تھی۔ ہم سب نیند کے بے عالم میں تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے صبح تک نمازیں پڑھتے رہے اور خدا کے آگے روتے رہے۔ ابن مسعود رض کہتے ہیں کہ بروز جنگ یہ اونگھ خدا کی طرف سے گویا ایک امن کی شکل

میں تھی اور نماز میں بھی اونگھ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے
قتادہ کہتے ہیں کہ اونگھ سر میں ہوتی ہے اور نیند دل میں
ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ غنودگی یوم اُحد میں گھبر ہوئے تھی
اور یہ خبر تو بہت عام اور مشہور ہے اور یہاں آیت شریفہ
سیاق قصۂ بدر میں ہے اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ بدر میں
بھی غنودگی طاری تھی اور یہ شدتِ جنگ میں مومنین پر
طاری ہو جایا کرتی تھی تاکہ ان کے قلوب اللہ کی مدد سے مطمئن
اور مامون رہیں اور یہ مومنین پر اللہ کا فضل اور رحمت ہے
جیسا کہ فرمایا کہ سختی کے ساتھ ساتھ آسانی بھی ہے۔ اسی لئے حدیث
میں ہے کہ بروز بدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے بنائے ہوئے
کاشانہ میں صدیق اکبر رضؓ کے ساتھ تھے اور دونوں مل کر خدا
سے دُعا کر رہے تھے۔ ایسے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ سی
آگئی پھر آپ تبسم کرتے ہوئے خودی میں آگئے اور فرمانے لگے، اے
ابوبکر! خوش ہو جاؤ وہ دیکھو جبرئیلؑ گرد آلود کیفیت میں۔ پھر
آپ کاشانے سے باہر آئے اور یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے کہ،
"دشمنوں کو ہزیمت ہوگئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے"
پھر ارشاد ہوتا ہے یُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً یعنی اللہ تعؐ
نے آسمان سے تم پر پانی برسایا۔ ایک تو نیند کی سی کیفیت کو تمہارے
لئے امن کی وجہ قرار دی دوسرا احسان تم پر خدا کا یہ ہے کہ پانی
برس پڑا جو مسلمانوں کے لئے مفید اور کافروں کے لئے مُضر
ثابت ہوا۔

ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ بدر میں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے قیام کیا تھا وہاں مشرکوں نے میدانِ بدر کے پانی پر قبضہ
کر لیا تھا اور مسلمانوں کے اور پانی کے درمیان وہ حائل ہوگئے
تھے مسلمان کمزوری کی حالت میں تھے۔ شیطان نے مسلمانوں
کے دلوں میں وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ تم تو بڑے اللہ والے
ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور تم میں رسول بھی موجود ہیں' اور
پانی پر قبضہ مشرکوں کا ہے اور پانی سے تم اتنے محروم ہوگئے
ہو کہ نماز بھی پڑھتے ہو تو غسل کا تیمم کر کے پڑھ لیتے ہو چنانچہ
اللہ تعالےٰ نے خوب پانی برسایا۔ مسلمانوں نے پیا بھی اور پاکی
و صفائی بھی کی۔ اللہ نے شیطان کے وسوسہ کو بھی نیچا دکھایا
پانی کی وجہ سے مسلمانوں کی طرف کی ریت جم گئی لوگوں کو اور
جانوروں کو چلنے میں آسانی ہوگئی اور اللہ تعؐ نے نبیؐ اور
مومنین کی ایک ہزار فرشتوں سے مدد کی۔ جبرئیلؑ ایک طرف
پانچ سو فرشتے لئے ہوئے تھے اور میکائیل دوسری طرف
پانچ سو فرشتے لئے ہوئے موجود تھے۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں
کہ مشرکین قریش جب ابوسفیان کے قافلے کی مدد کے لئے نکلے اور
مسلمانوں سے لڑ بیٹھے تو چشمۂ بدر پر پڑاؤ ڈالا۔ مسلمان
پانی سے محروم ہوگئے۔ پیاس سے تڑپنے لگے۔ نماز بھی جنابت
اور حدث ہونے کی حالت میں پڑھنے لگے۔ حتّٰی کہ اُن کے دلوں
میں مختلف خیالات پیدا ہونے لگے۔ اب اللہ تعؐ نے پانی برسایا
اور میدانوں میں پانی بہنے لگا۔ مسلمانوں نے برتن بھر لئے
جانوروں کو پلایا، نہایا۔ اللہ نے انھیں پاکی بخشی اب وہ
ثابت قدم بھی ہوگئے۔ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان
ریت تھی۔ پانی برس گیا تو زمین دب گئی اور سخت ہوگئی مسلمانوں
کے قدم زمین پر جمنے لگے۔ مشہور یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر
کی طرف چلے تو وہاں پانی کے قریب اُترے۔ حباب ابن منذر رضؓ نے
آنحضرت کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! یہ مقام
جہاں آپ فروکش ہیں، سو کیا بحکمِ وحی فروکش ہیں جس سے ہم
ذرہ بھر سرتابی نہیں کر سکتے، یا یہ کہ جنگی مصلحت کے تحت قیام
فرمایا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ مصلحت کے تحت قیام کیا ہے
حباب نے کہا کہ ایسی صورت میں اور آگے چلئے آخری پانی
پر قبضہ کر لیجئے وہیں حوض بنا کر یہاں کا سب پانی جمع کر لیں
تو پانی پر ہمارا قبضہ رہے گا اور دشمن پانی کے بغیر رہ جائے گا
چنانچہ حضرتؐ آگے چل کھڑے ہوئے۔ کہتے ہیں کہ حبابؓ نے
جب یہ مشورہ دیا تو اس وقت آسمان سے ایک فرشتہ اُترا
اور جبرئیلؑ آں حضرتؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس فرشتہ
نے کہا اے محمدؐ! اللہ تعؐ نے سلام فرمایا ہے نیز ارشاد ہے

کہ حباب بن منذر کی رائے تمہارے لئے صحیح ہے۔" آپ جبرئیلؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا۔ کیا تم اس کو جانتے ہو؟ جبرئیلؑ نے اس کو دیکھ کر کہا کہ میں تمام ہی فرشتوں کو جانتا تو نہیں ہوں، لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ فرشتہ ہے کوئی شیطان نہیں ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ اللہ نے پانی برسایا حضرت کے طرف کی زمین پانی سے دَب کر سخت ہوگئی اور چلنے میں آسانی ہوگئی۔ لیکن کفار کی طرف کی زمین نشیب میں تھی وہاں دَلدَل ہوگئی انھیں چلنا پھرنا بھی دشوار تھا۔ اللہ نے غنودگی کا احسان کرنے سے پہلے پانی برساکر احسان کیا۔ گرد وغبار دَب گیا۔ زمین سخت ہوگئی مسلمان خوش ہوگئے ثابت قدمی بڑھ گئی۔ اب اونگھ آنے لگی، مسلمان تازہ دَم ہوگئے۔ صبح لڑائی ہونے والی ہے، رات کو ہلکی سی بارش ہوگئی۔ ہم نے درخت کے نیچے ہوکر بارش سے پناہ لی۔ حضرتؐ جاگتے رہے اور لوگوں سے جنگ کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ قولہ لِيُطَهِّرَكُم بِهٖ یعنی حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر سے پاک کرنے کے لئے پانی برسایا اور تاکہ شیطان کے بہکاوے سے بھی تم کو چھڑا دیں اور یہ دل کی پاکی تھی۔ جیسا کہ اہلِ جنت کے حق میں فرمایا ہے کہ انھیں پہننے کے لئے ریشمی لباس ملے گا اور سونے چاندی کا زیور ہوگا۔ اور یہ ظاہری زینت ہے اور اللہ انھیں شرابِ طہور پلائے گا اور حسد اور بغض کے کینے سے انھیں پاک رکھے گا اور یہ باطن کی زینت ہے۔ پانی برسانے سے یہ بھی غرض تھی کہ تمہارے دلوں کو اطمینان دیکر صابر اور ثابت قدم بنایا جائے۔ یہ صبر اور اقدامِ باطنی شجاعت ہے اور یہ ثابت قدمی شجاعتِ ظاہری ہے۔

قولہ اِذْ يُوحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کی طرف وحی بھیجی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنین کو ثابت قدم رکھو۔ یہ نعمت خفیہ ہے اس کو اللہ تم مسلمانوں پر ظاہر فرما رہا ہے: تاکہ اس کی شکرگزاری کریں۔ وہ تبارک تعالےٰ ہے۔ اللہ نے ملائکہ کو تاکید فرمائی کہ نبیؐ کی اور دینِ نبی اور جماعتِ مومنین کی مدد کریں" تاکہ ان کے دل ٹوٹ نہ جائیں وہ ہمت نہ ہار دیں۔ تم بھی ان کے ساتھ کافروں سے قتال کرو۔ کہا گیا ہے کہ فرشتہ کسی مسلمان کے پاس آتا اور کہتا کہ مشرکوں میں عجیب بَد دلی پھیلی ہوئی ہے۔ وہ تو کہہ رہے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے حملہ کردیا تو ہمارے قدم نہیں ٹک سکتے۔ ہم تو بھاگ کھڑے ہوں گے، اب ہر ایک دوسرے سے کہتا دوسرا تیسرے سے۔ اس طرح صحابہ کے دل بڑھ جاتے" اور سمجھ لیتے کہ مشرکوں میں طاقت وقوت نہیں ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈالدوں گا۔ یعنی اے ملائکہ تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو اور ان کے دلوں کو قوی بناؤ۔ تم ان کافروں کی گردنوں پر مارو اور ان کی ایک ایک پوری کو زخمی کرو۔ ان کے ہاتھ پاؤں قطع کردو۔

مفسرین نے فَوْقَ الْاَعْنَاقِ کے معنی میں اختلاف کیا ہے بعض نے سر پر مارنے کے معنی لئے ہیں اور بعض نے گردن پر چنانچہ اس معنی کی شہادت اِس آیت سے ملتی ہے فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ۔ یعنی کافروں سے جنگ ہو تو گردنوں پر مارو اور انھیں زنجیروں میں جکڑ لو۔ (قاسم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خدا کے عذاب میں مُبتلا کرنے کے لئے نہیں مبعوث ہوا ہوں۔ یعنی خدا کی طرف کا عذاب جیسا کہ پہلی امتوں پر نازل ہوتا رہا بلکہ خود لڑکر گردنیں مارکر اور قید کرکے انھیں عبرتناک نتیجہ پر پہنچاؤں گا۔) ابن جریر کہتے ہیں کہ گردنیں مارنا اور کھوپڑی پھوڑنا مراد ہے۔ مغازی اموی میں لکھا ہے کہ جنگِ بدر کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقتولین پر سے گزرے اور آپ فرما رہے تھے يفلق هاما یعنی سر ٹوٹے پڑے ہیں تو ابوبکرؓ ساتھ ہی بول اُٹھے اور جوڑ ملاکر اس کا ایک شعر ہی بنا دیا یعنی يفلق هاما من رجال اعزة علينا ÷ وهم كانوا اعق و اظلما۔ یعنی، سر ٹوٹے پڑے ہیں ان لوگوں کے جو

ہم پر غرور کرتے تھے۔ کیونکہ وہ لوگ بڑے ظالم اور نافرمان تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا ایک بیت کے دو ابتدائی لفظ کہہ دیئے اور منتظر تھے کہ ابوبکر اس کو ایک شعر بنا کر پورا کر دیں۔ کیونکہ آپ کے لئے بہ حیثیت شاعر کے ثابت ہونا مناسب نہیں تھا۔ جیساکہ خود اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ۔ یعنی ہم نے انہیں کو شاعر نہیں بنایا اور نہ انھیں شاعر ہونا سزاوار تھا۔ یوم بدر میں لوگ ان مقتولین کو پہچان جاتے تھے جو ملائکہ کے ہاتھوں مرے ہیں کیونکہ ایسے مقتولین کا زخم گردن پر یا جوڑ بندوں پر ہوتا تھا اور یہ ایسے نشانات ہوتے تھے گویا آگ سے جلے ہوئے ہیں وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ اے مومنو! دشمنوں کو مارو ان کے جوڑ بندوں پر تاکہ ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں۔ بَنَان جمع ہے بَنَانَة کی۔ ہر جوڑ اور ہر حصے کو "بنان" کہتے ہیں۔ اوزاعی کہتے ہیں کہ یہ مطلب ہے کہ اے فرشتو! ان کافروں کے چہروں اور آنکھوں پر مارو اور ایسے زخم ڈالو گویا آگ کی چنگاریوں سے جلا دیئے گئے ہیں اور کسی کافر کو قید کر لینے کے بعد مارنا جائز نہیں۔ ابن عباس بدر کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہہ رکھا تھا کہ قتل کرنے کے بجائے مسلمانوں کو زندہ پکڑو تاکہ تم انھیں مزہ چکھا سکو، ہمارے دین کو برا کہنے، ہم پر طعن کرنے اور لات وعزیٰ سے روگردانی کا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہہ دیا تھا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ تم مومنین کو ثابت قدم رکھو۔ میں کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دوں گا۔ تم ان کی گردنوں اور جوڑ بندوں پر مارو۔ مقتولین بدر میں ابوجہل کا انہترواں نمبر تھا۔ پھر عقبہ ابن ابی معیط قید کرکے قتل کر دیا گیا اور ستر کی تعداد پوری ہو گئی ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اللہ اور اللہ کے رسول کی مخالفت کی تھی، اور شرع و ایمان کو چھوڑنے کا پہلو اختیار کیا۔ لفظ شَقَّ، "شق حصہ" سے ماخوذ ہے یعنی اس نے لکڑی کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ارشاد ہے کہ جس نے اللہ اور رسول سے علیحدگی یعنی مخالفت اختیار کی، کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ اپنی مخالفت کرنے والے پر غالب ہے۔ کسی بات میں اس کو بھول چوک نہیں، اس کے غضب کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ یہ کافروں سے خطاب ہو رہا ہے کہ دنیا میں عذاب و نکال کا مزہ چکھو اور آخرت میں بھی عذاب دوزخ کا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ
اے ایمان والو جب تم کافروں سے
كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ⑮
دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا۔
وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا
اور جو شخص اُن سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں
مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ
جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو مستثنیٰ ہے باقی اور
فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ
جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ
جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑯
ہوگا۔ اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

جنگ کے عالم میں پیٹھ بتانے والوں کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ اے ایمان والو جب لڑائی میں تم دونوں گتھ گئے ہو تو اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر بھاگ نہ جانا۔ ہاں کوئی چالبازی کے طور پر بھاگے کہ گویا خوف زدہ ہو گیا ہے تاکہ اس کا تعاقب کیا جائے پھر اکیلا پا کر پلٹ کر حملہ کرکے قتل کر دے تو ایسی مصلحت کے تحت بھاگنے میں کوئی حرج نہیں، یا اس غرض سے بھاگے کہ مسلمانوں کے دوسرے دستے سے جا ملے تاکہ جا کر ان کی مدد کرے یا وہ اس کی مدد کریں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ وہ اپنے

امام کی پناہ میں جانا چاہتا ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں حضرتؐ کے بھیجے ہوئے ایک چھوٹے سے لشکر کا سپاہی تھا کہ لوگوں بھگدڑ پڑ گئی میں بھی بھاگا۔ اب ہمیں احساس ہوا کہ ہم جنگ سے بھاگے ہیں اور خدا کے غضب کے مستحق ہو گئے، اب کیا کریں؟ ہم نے مشورہ کیا کہ مدینے چلیں گے حضرتؐ کے سامنے پیش ہوں گے اگر ہماری توبہ حضرتؐ نے قبول فرمالی تو کیا کہنا ورنہ ہم کہیں بھی نکل جائیں گے اور منہ نہ دکھائیں گے۔ چنانچہ ہم قبل از نمازِ ظہر حضرتؐ کے پاس آئے۔ آپ نے پوچھا۔ تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا۔ ہم پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے لوگ ہیں۔ تو آپ نے فرمایا، نہیں بلکہ تم لوگ اپنے مرکز کی طرف آنے والے ہو۔ میں تمھارا اور تمھاری جماعتِ مومنین کا بندھن ہوں۔ ہم نے یہ سُن کر آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ ابوداؤد نے اور یہ مزید کہا ہے کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ اہلِ علم نے عکارون کے معنی عرافون بتائے ہیں۔ یعنی دور اندیش اور نکتہ رس۔ ابوعبیدہ سرزمین ایران کے ایک پُل پر قتل کر دیئے گئے تو عمر بن خطابؓ نے کہا تھا کہ ہوشیاری برت کر انھیں بھاگ آنے کا موقع تھا۔ میں ان کا امیر اور بندھن تھا میرے پاس کیوں نہ آگئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ "اے لوگو! اِس آیت سے تم غلط فہمی میں نہ پڑنا۔ یہ آیت یومِ بدر کے لئے تھی اور اس وقت میں ہر مسلمان کی جماعت ہوں"۔ نافع نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ ہم لوگ دشمن سے قتال کے وقت ثابت قدم نہیں رہ سکتے اور ہم نہیں جانتے کہ ہمارا مرکز کیا ہے۔ امام یا جنگی مرکز تو کہا مرکز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ پاک فرماتا ہے اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا تو کہا یہ آیت یومِ بدر کے بارے میں اُتری ہے نہ اِس سے پہلے کے لئے نہ بعد کے لئے مُتَحَيِّزًا کے معنی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پناہ لینے والا۔ اِسی طرح آج بھی کوئی شخص جنگ کے میدان سے ہٹ کر اپنے امیر یا اصحاب امیر کی طرف پناہ لے سکتا ہے۔ لیکن یہ فرار اگر اس سبب کے سوا کوئی اور اسباب

کی بنا پہ ہو تو یہ حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ (۱) شرک باللہ (۲) جادو کرنا (۳) کسی کو ناحق قتل کر دینا، (۴) سُود کھانا۔ (۵) مال یتیم کھا جانا (۶) جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا (۷) پاک دامن اور بے گناہ عورتوں پر الزام لگانا یہ بات اور کئی طرح بھی ثابت ہے کہ یہ آیت بدر سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا کہ وہ بھاگے گا تو خدا کا غضب لے کر بھاگے گا۔ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ بشیر بن معبد کہتے ہیں کہ میں بیعت کرنے کے لئے حضرتؐ کے پاس آیا تو بیعت کے لئے آپ نے یہ شرط کی کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی دو، میری رسالت کو مانو، نماز پابندی سے پڑھو، زکوٰۃ دیتے رہو، حج کرو، رمضان میں روزے رکھو اور یہ بھی کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرو گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ اس میں سے دو باتیں میرے لئے دشوار ہیں۔ ایک تو جہاد کہ اگر بہ حالتِ جنگ کوئی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا تو خدا کا غضب اس پر نازل ہو جائے گا اور مجھے خوف ہے کہ موت سے گھبرا کر کہیں مجھ سے یہ گناہ سرزد نہ ہو جائے۔ دوسرے صدقہ سو خدا کی قسم مجھے غنیمت دہ اس کے سوا کچھ نہیں ملتا ہے اور دس اونٹیاں ہیں جن کا دُودھ دُوہ لیا، پیا پلا لیا، اس پر سواری کر لی۔ تو حضرتؐ نے میرا ہاتھ تھام لیا اسے ہلایا اور کہا۔ جہاد بھی نہ کرو گے صدقہ بھی نہ دو گے پھر جنت کا استحقاق کیسے حاصل کرو گے۔ میں نے یا رسول اللہؐ! مجھے منظور ہے میں ہر شرط پر بیعت کروں گا۔ یہ حدیث غریب ہے۔ صحاح ستہ میں موجود نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین کوتاہیوں کے ہوتے ہوئے کوئی عملِ نیک بھی کارآمد نہیں ہو سکتا۔ (۱) شرک باللہ (۲) والدین کی نافرمانی ان سے سرکشی (۳) میدانِ جنگ سے بھاگ جانا۔ یہ حدیث بھی غریب ہے۔

جدی سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے کہا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ تو

اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ جنگ سے فرار کا گناہ بھی ہو.
یہ حدیث بھی غریب ہے. حضرت زیدؓ خادم نبیؐ نے اس کے سوا اور
حدیث بیان نہیں کی. بعض نے یہ حکم لگایا ہے کہ فرار از جنگ
صحابہ پر حرام تھا اس لئے کہ جہاد اس وقت انھیں پر فرض
تھا. بعض نے کہا ہے کہ صرف انصار پر فرض تھا اس لئے کہ
بیعت انھیں نے کی تھی اور کہا تھا کہ سختی اور راحت ہر حالت
میں ہم فرماں بردار رہیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت صرف
اہلِ بدر سے مخصوص ہے. دلیل یہ پیش کی ہے کہ اس وقت تک
مسلمانوں کی کوئی باقاعدہ مستقل اور صاحبِ شوکت جماعت
تھی ہی نہیں جو کچھ تھے یہی مٹھی بھر لوگ تھے اس لئے ایسے حکم کی
سخت ضرورت تھی. نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اسی حالت
پر روشنی ڈالتی ہے کہ یا اللہ اگر تو اس مٹھی بھر جماعت کو بھی
ہلاک کر دے گا تو دنیا میں تجھے پوجنے والا کوئی باقی نہ رہے گا
حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ یوم بدر میں یہ بات ضروری تھی
لیکن آج اگر کوئی اپنے امام کی طرف یا اپنے قلعہ کی طرف پناہ
لے تو کوئی حرج نہیں. چنانچہ یوم بدر میں بھاگنے والوں کے
لئے اللہ نے دوزخ قرار دیدی. لیکن استثناء بھی کر دیا کہ دشمن
کو دھوکا دینے کے لئے حکمتِ عملی کی خاطر یا اپنی جماعت میں آکر
محفوظ ہو جانے کے لئے ایسا کیا تو خیر حرج نہیں. پھر اس کے
بعد جنگِ اُحد ہوئی تو فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ
الْتَقَى الْجَمْعٰنِ پھر سات سال بعد جنگِ حنین ہوئی تو فرمایا:
ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ اور ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ اور پھر یہاں فرمایا: وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ
يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ یہ آیت اہلِ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے
اس ساری تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر اہلِ بدر بھی بوقت
جنگ اگر فرار کریں تو بھی یہ حرام ہونا چاہئے. اگرچہ یہ آیت
بوقت جنگِ بدر نازل ہوئی تھی لیکن جب اس کو سات ہلاک
کرنے والی چیزوں میں شمار کیا گیا تو حرام ہونا چاہئے
واللہ اعلم.

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَ

سو تم نے اُن کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔ اور

مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ

آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا

اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٧﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔ ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے

اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٨﴾

کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا۔

اِس بات پر روشنی ڈالی جا رہی ہے کہ بندوں کے افعال
کا خالق اللہ پاک ہے اور جو نیک کام بندوں سے ظاہر ہوتا
ہے اس کو خدا ہی نے نیک بنایا ہے کیونکہ توفیق اسی نے دی
تھی اور کام کرنے کی ہمت و قدرت اسی نے بخشی تھی۔ اسی
لئے ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا ہے
بلکہ اللہ نے قتل کیا ہے تمھاری طاقت میں یہ کہاں تھا کہ اتنے کم
ہونے کے باوجود دشمن کی اتنی کثیر التعداد فوج کو شکست دینے
یہ کامیابی خدا ہی نے تمھیں دی، جیسا کہ فرمایا: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ
اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ یعنی بدر میں خدا نے تمھیں کامیاب
بنایا حالانکہ تم بہت کمزور تھے۔ اور فرمایا: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ
فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ
فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا
رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ۔ یعنی اللہ نے اکثر مواقع پر
تمھاری مدد فرمائی۔ حنین کی جنگ میں تمھاری کثرت نے تم کو
مغرور بنا دیا تھا۔ لیکن اس کثرت نے تمھیں کوئی فائدہ نہ دیا۔
زمین اتنی کشادہ ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ
پھیر کر بھاگ گئے۔ اللہ جانتا ہے کہ کامیابی کثرتِ عدد پر
نہیں اور نہ تعداد اور ہتھیاروں پر ہے کامیابی تو اللہ کی

طرف کی بات ہے۔ جیسا کہ فرمایا: کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بہت دفعہ ہوتا ہے کہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے۔ بھر مٹھی بھر مٹی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے جو جنگِ بدر میں کافروں کے مُنہ پر آپ نے پھینکی تھی کہ میدانِ جنگ کی جھونپڑی سے آپ باہر آئے، خدا تم سے دُعا اور تضرع کی، یہ مٹی کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا تمھارے چہرے بگڑ جائیں پھر اصحاب کو حکم دیا کہ فوراً دھاوا بول دو۔ خدا کی قدرت کہ یہ مٹی اور کنکر مشرکین کی آنکھوں میں جا گرے۔ ایک بھی ایسا نہ تھا جو اس سے متضرر نہ ہوا ہو اور جس کو جنگ سے قاصر نہ رہنا پڑا ہو۔ اسی لئے فرمایا کہ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ یعنی تم نے مٹی نہیں پھینکی تھی خدا تم نے پھینکی تھی آنکھوں میں مٹی جھونک کر تم نے انھیں سرنگوں نہیں کیا تھا، خدا نے کیا تھا۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یومِ بدر میں اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر خدا سے دعا کی۔ کہ اے خدا! یہ مٹھی بھر لوگ مر جائیں گے تو کون تیرا نام لیوا باقی رہے گا۔ تو جبریلؑ نے آکر کہا کہ مٹھی بھر مٹی ان کافروں کی طرف پھینک مارو۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ کافروں کی ناک آنکھ اور مُنہ مٹی سے بھر گیا اور اس گرد آلود آندھی سے گھبرا کر وہ پچھلے پاؤں بھاگے اور شکست ہوگئی۔ مسلمانوں نے ان کو قتل کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا اور قید کر لیا۔ کافروں کو یہ ہزیمت حضرت کے معجزے کے سبب ہوئی۔ عبد الرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ حضرت ؐ نے تین کنکر لئے تھے ایک سامنے پھینکا دو کنکر دشمن کی فوج کے سیدھی بائیں طرف پھینکے تھے۔ یہ یومِ بدر کا واقعہ ہے حضرت ؐ نے اِس طرح یومِ حنین میں بھی کیا تھا۔ حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ بدر کے روز ہم نے آسمان سے ایک آواز سُنی گویا ایک تھال میں کنکر ڈال کر ہلائے گئے ہوں۔ یہ حضرت ؐ کی مٹی پھینکنے کی آواز تھی۔ چنانچہ ہمیں ہزیمت ہوگئی تھی۔ یہاں اور دو قول ہیں جو بہت غریب ہیں۔

(۱) یہ کہ رسول اللہ ؐ نے ایک کمان منگوائی، یہ بہت لمبی تھی۔ حضرت ؐ نے دوسری لانے کا حکم دیا۔ دوسری لائی گئی۔ حضرت ؐ نے اس سے قلعہ کی طرف ایک تیر پھینکا یہ تیر گھومتا ہوا اچلا اور سردار قبیلہ ابن ابی حقیق کے آلگا۔ جب کہ وہ اپنے قلعہ کے اندر اپنے بستر پر تھا۔ اسی بنا پر اللہ تم نے فرمایا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ الی آخرہ۔ یہ حدیث بہت غریب ہے ممکن ہے راوی کو شبہہ ہو گیا ہو یا اس کی مُراد یہ ہو کہ یہ آیت عام ہے اور اس واقعہ کو بھی شامل ہے۔ ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ سورۃ الانفال کی اِس آیت میں جنگِ بدر کا ذکر ہے۔ تو یہ واقعہ اسی جنگِ بدر کا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔

(۲) یہ کہ اُحد کی لڑائی کے دن آں حضرت ؐ نے اُبی ابن خلف کے ایک نیزہ مارا تھا۔ یہ شخص زرہ بکتر اور لوہے میں غرق تھا لیکن یہ نیزہ اس کے تالو پر جا لگا اور وہ گھوڑے سے لڑھکنے لگا۔ اس کے کئی دن بعد اسی تکلیف سے اس کی موت واقع ہوئی۔ وہ عذابِ دنیوی کے علاوہ عذابِ آخرت کا بھی مستحق ہوا۔ ان دونوں اماموں سے ایسی روایت بہت غریب ہے۔ شاید ان دونوں کا یہی مقصد ہو کہ آیت عام ہے خاص واقعہ ہی سے متعلق نہیں، بلکہ جب کبھی ایسا ہو تو ہر واقعہ اسی آیت سے متعلق ہو سکتا ہے۔ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا: تاکہ مومنین اللہ کی اس نعمت کو معلوم کر لیں کہ دشمن ان سے بہت زیادہ ہونے کے باوجود اللہ نے مسلمانوں کو غلبہ دیا تاکہ وہ خدا کا شکر ادا کریں۔ حدیث میں ہے کہ اللہ نے بڑا اچھا امتحان ہم سے لیا ہے إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اللہ تعالیٰ دُعاؤں کو سُننے والا ہے اور جانتا ہے کہ کون مدد کا مستحق ہے، اور کون نہیں۔ ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ

یہ نصرت حاصلہ کی دوسری بشارت ہے کہ اللہ پاک معلوم کرا رہا ہے کہ وہ کافروں کی چالوں کو ناکام بنا دینے والا ہے اور مستقبل میں ان کو ذلیل کرنے والا ہے اور وہ تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ
اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آ موجود ہوا اور
اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا
اگر باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت خوب ہے۔ اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو
نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّ
ہم بھی پھر وہی کام کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آئے گی گو
لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾
کتنی زیادہ ہو۔ اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

کافروں سے خطاب ہے کہ اگر تم فتح مانگ رہے اور خدا سے کہہ رہے تھے کہ ہمارے اور دشمنوں کے درمیان فیصلہ کر دے تو جو تم مانگتے تھے وہی ہوا۔ اے خدا! جس نے ہم سے قطع تعلق کر رکھا ہے اور غیر مانوس باتیں ہمیں پیش کر رہا ہے، کل اُسے ذلیل کر۔ یہ تو انھیں کافروں کی مانگ تھی۔ پس یہ آیت اتری کہ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ تم فتح مانگ رہے تھے لو فتح آ گئی۔ سدی کہتے ہیں کہ مشرکین جنگِ بدر کے لئے جب مکے سے چلنے لگے تو غلافِ کعبہ کو پکڑ کر خدا سے دعا مانگنے لگے اور کہنے لگے "اے خدا! دونوں فریقوں میں جو تیرے نزدیک افضل ہے اور جس کا قبلہ بہتر قبلہ ہے اس کی مدد فرما"۔ چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ تم جیسا کہتے ہو ویسی ہی میں تمہاری مدد کرتا ہوں اور وہ مدد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگی۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ یعنی اگر تم کفر سے باز آ جاؤ گے تو اُس کے اندر دین و دنیا میں تمہاری بھلائی ہے اور اگر تم نے پھر شرک و کفر کیا تو ہم بھی دوبارہ سزا دیں گے اور کفر و ضلالت کا تم نے پھر اعادہ کیا تو ہم بھی پھر ایسا ہی مزا چکھائیں گے اور دوبارہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و نصرت دیں گے اور تمہاری جماعت خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، کچھ تمہارے کام نہ آئے گی۔ کیونکہ خدا جس کے ساتھ ہو اس پر کون غالب آ سکتا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے اور یہی نبی صلعم کی جماعت ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا
وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾
اور اس کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو اور تم سن لیتے ہی ہو۔
ع ۲ / ۱۶ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ
اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ
هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ
وہ سنتے سناتے کچھ نہیں۔ بے شک بدترین خلائق اللہ تعالیٰ کے
عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا
نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ ذرا
يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا
نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتے تو ان کو
لَّاَسْمَعَهُمْ ۗ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ
سننے کی توفیق دیتے۔ اور اگر ان کو اب سنا دیں تو ضرور روگردانی
هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾
کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔

مومنین کو اطاعتِ خدا اور رسول اور ترکِ مخالفت کا حکم ہوتا ہے اور یہ کہ کافروں سے مشابہت نہ پیدا کرو۔ اور اسی لئے فرمایا لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ یعنی اطاعت اور امتثالِ امر نہ چھوڑو۔ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ۔ یعنی حالانکہ تم جانتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس بات کی طرف بلا رہے ہیں اور ان لوگوں سے مشابہت پیدا کر لو جو کہتے ہیں کہ ہاں ہم نے سنا حالانکہ

وہ نہیں سُنتے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے منافقین مُراد ہیں جن کا وتیرہ یہ تھا کہ زبان سے تو کہتے تھے کہ ہم سُنتے ہیں قبول کرتے ہیں۔ لیکن خاک نہیں سُنتے تھے۔ پھر آگاہ فرمایا جارہا ہے کہ بنی آدم کی یہ قسم فطرۃً ساری مخلوق سے بدتر ہے۔ چوپایوں اور جاندار میں بدترین وہ ہیں جو حق بات سُننے میں بہرے ہیں، حق بات بولتے نہیں گونگے ہیں۔ عقل ہی نہیں رکھتے۔ کیونکہ حق بات سمجھتے نہیں۔ یہ بدترین مخلوق ہے اور یہ کافر انسان ہیں جانور تو جس فطرت پر پیدا شدہ ہیں، اُسی ڈھرے پر چل رہے ہیں گویا خدا کے مطیع ہیں۔ انسان تو ازروئے فطرت عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں لیکن پھر بھی یہ کفر کرتے ہیں یعنی خلافِ فطرت کرنے کی وجہ سے جانوروں سے بھی بدتر ہیں اسی لئے اُنھیں جانوروں سے تشبیہ دی اور فرمایا کہ کافروں کی مثال ان جانوروں کی سی ہے جو پکارنے والے کا مطلب تو کچھ نہیں سمجھتا صرف آواز کو سُنتا ہے۔ پھر فرمایا بلکہ یہ کافر جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ ایسے ہی لوگ انتہائی غفلت میں ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مُراد قریش کے بنی عبدالدار کے لوگ ہیں، بعض کا خیال ہے کہ اس سے منافق مراد ہیں۔ مگر مشرکین و منافقین میں کوئی منافات نہیں اس لئے کہ یہ دونوں فرقے بے عقل اور مسلوب الفہم ہیں اور عملِ صالح کرنے کی ان میں صلاحیت ہی نہیں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر خدا جانتا ہوتا کہ یہ سمجھانے سے سمجھ جائیں گے اور ان میں کوئی خیر ہوسکتی تو اللہ انھیں سُنا یعنی سُننے کی قوت دیتا۔ تقدیر کلام یہ ہے کہ چونکہ ان میں خیر ہی نہیں اس لئے وہ سمجھتے ہی نہیں ہیں اور دلو فرضاً خدا انھیں سُنائے بھی تو بھی یہ کمبخت سیدھی راہ اختیار نہ کریں گے اور پھر بھی اعراض ہی کریں گے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ

اے ایمان والو تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجا لایا کرو جب کہ

اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

رسول تم کو تمھاری زندگی بخش چیز کی طرف بُلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ

اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ

آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان میں اور بلاشبہ تم سب

تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

اے ایمان والو تمھاری ہی اصلاح اور مصلحت کی خاطر جب نبی صلعم تمھیں بُلائیں تو فوراً قبول کرلو اور تعمیلِ حکم جلدی کرو۔ ابو سعید ابن المعلےٰ کہتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ آپ نے مجھے آواز دی لیکن نماز میں ہونے کے سبب میں نہ جاسکا۔ نماز پڑھ کر میں پہنچا تو فرمایا کہ کیوں اب تک نہیں آتے، کیا تم سے خدا نے نہیں کہا ہے کہ خدا کا رسول تمھارے ہی بھلے کے لئے تمھیں بُلائے تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔ پھر فرمایا کہ میں یہاں سے چلنے سے قبل تمھیں قرآن کی ایک عظیم سورت تعلیم کروں گا۔ پھر حضرتؐ جانے لگے تو میں نے یاد دلادیا۔ غرض فوری تعمیل کا حکم ہے اور روایت ہے کہ یہ واقعہ ابو سعید خدری کا ہے۔ آپ نے وہ سورت سورۂ فاتحہ بتائی اور فرمایا یہی "سبع مثانی" ہے۔ یعنی سات آیتیں ہیں جو ہر وقت نماز میں دُہرائی جاتی رہتی ہیں۔ اِس حدیث کا بیان سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں گزرچکا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ لِمَا يُحْيِيْكُمْ کے معنی ہیں حق کی خاطر۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہی قرآن ہے جس میں نجات بقا اور حیات ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ اسلام لانے میں ہی اُن کی زندگی ہے اور کفر میں موت ہے یا یہ کہ جب نبی صلعم تمھیں جنگ کے لئے بلائیں کہ جس کے ذریعہ اللہ نے تمھیں عزت بخشی حالانکہ اس سے پہلے تم ذلیل تھے اور ضعف کے بعد تمھیں قوت بخشی اور پہلے تم کافروں سے مغلوب تھے۔ پھر تم ان پر غالب ہوگئے۔ قولہ تعالےٰ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ (جان رکھو کہ اللہ انسان اور انسان کے دل کے درمیان حائل ہے) ابن عباسؓ کہتے

ہیں کہ وہ حائل ہے مومن اور کفر کے درمیان اور کافر کے اور ایمان کے درمیان کہ مومن کو کفر کرنے نہیں دیتا اور کافر کو ایمان لانے نہیں دیتا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ وہ یوں حائل ہے کہ کافر کو سمجھنے نہیں دیتا۔ سدی کہتے ہیں کہ کوئی بھی اس کی قدرت نہیں رکھتا کہ اس کی اجازت کے بغیر ایمان لائے یا کفر کرے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت جیسی ہے کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ اور بہت ساری احادیث اس کے مناسب حال وارد ہیں۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ اکثر آپ فرمایا کرتے تھے يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ۔ اے دلوں کو بدلنے والے میرے قلب کو اپنے دین پر ثابت رکھ تو ہم نے کہا۔ یا رسول اللہ! ہم آپ پر اور قرآن پر ایمان لا چکے ہیں۔ کیا آپ کو ہم پر کوئی اندیشہ ہے؟ فرمایا۔ ہاں، کیونکہ کیا عجب تم بدل جاؤ۔ کیونکہ لوگوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جب چاہے بدل دے۔ نواس بن سمعان کہتے ہیں کہ حضرت فرماتے تھے کہ ہر دل خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اگر خدا اس کو سیدھا رکھنا چاہے تو وہ سیدھا رہتا ہے اگر چاہے بگاڑ دے تو وہ دل بگڑ جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ میزان خدا کے ہاتھ میں ہے چاہے ہلکا کر دے چاہے بھاری۔

ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ کیا دل بدل جاتے ہیں۔ فرمایا ہاں، خدا اگر چاہے تو انسان کے دل کو سیدھا اور مستقیم رہنے دے اور اگر چاہے تو وہ ٹیڑھا کر دے اسی لئے ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ یعنی اے خدا! ہدایت پر ہونے کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ ہونے دے اور اپنی طرف سے ہمارے لئے رحمت بھیج، تو بڑا وہاب اور بخشنے والا ہے؛ میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے ایسی دعا سکھلایئے کہ میں اپنے لئے وہ مانگتی رہوں، تو فرمایا یوں دعا مانگا کرو۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَاَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِيْ وَاَجِرْنِيْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ مَا اَحْيَيْتَنِيْ۔ حضرت نے فرمایا کہ بنی آدم کے قلوب خدا کے پاس قلب واحد کی طرح ہیں کہ انھیں جس طرح چاہے پھیرے۔ پھر فرمایا: اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا اِلٰى طَاعَتِكَ۔ یعنی اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی طاعت کی طرف پھیر دے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ

اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں

ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ

ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

سخت سزا دینے والے ہیں۔

مومنین کو آزمائش سے ڈرایا جا رہا ہے کہ خدا کی آزمائش گنہگار اور نیکوکار سب سے متعلق ہوگی۔ صرف گنہگار اس سے مخصوص نہیں۔ حضرت زبیرؓ سے کہا گیا کہ یا ابو عبداللہ تمھیں کیا ہو گیا۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے تم نے عثمانؓ کو کھو دیا۔ پھر ان کے خون کے دعوے دار بن گئے دعوے دار ہی بننا تھا تو انھیں قتل کیوں ہونے دیا۔ تو زبیرؓ نے کہا کہ یہ خدا کی آزمائش تھی جس میں ہم لوگ مبتلا ہو گئے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان کے زمانے میں قرآن کے اندر پڑھتے تھے وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۚ یعنی تم بھی ایسی آزمائش میں مبتلا ہو گے جو صرف ظالموں ہی سے مخصوص نہیں، بلکہ سب کا امتحان ہوگا لیکن ہمیں گمان بھی نہ تھا کہ ہمیں کو اس سے سابقہ پڑے گا حتّٰی کہ وہ آزمائش ہم آ پڑی اور مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ مرے اور قتل عثمانؓ سے اس فتنہ کی ابتدا ہو گئی۔

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ یہ آیت علیؓ، عمارؓ، طلحہ اور زبیر کے بارے میں اتری ہے۔ زبیرؓ کا بیان ہے کہ ہم

ہمیشہ یہ آیت پڑھتے رہتے تھے۔ لیکن کیا خبر تھی کہ اس کا مصداق ہمیں ہوں گے۔ سدی کا خیال ہے کہ یہ خاص کر اہلِ بدر کے حق میں اُتری ہے۔ جنگِ جمل میں وہی اس کا مصداق بنے اور آپس میں لڑ بیٹھے۔ ابن عباس کا خیال ہے کہ اس سے صرف اصحابِ نبی ﷺ مُراد ہیں۔ ابن عباس اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مومنین کو حکم ہے کہ بدی کو اپنے اندر چلنے نہ دو۔ جہاں کسی کو امرِ منکر میں مبتلا دیکھو فوراً روک دو۔ ورنہ عذاب سب پر ہونے لگے گا۔ یہی تفسیر اچھی تفسیر ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ حکم تمھارے لئے بھی ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص اس آزمائش میں مبتلا ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ۔ پس تم میں سے ہر شخص کو فتنوں کی گمراہیوں سے خدا کی پناہ مانگنا چاہیئے کیونکہ یہ تحذیر صحابہ اور غیر صحابہ سب پر شامل ہے۔ اگرچہ یہ ضرور صحیح ہے کہ خطاب صحابہ سے ہے یہ حدیث فتنوں اور آزمائشوں سے ڈرنے پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس موضوع سے متعلق انشاء اللہ ایک مستقل کتاب میں صراحت کی جائے گی کہ یہ کام ائمہ نے بھی مستقل کتابوں کی صورت میں انجام دیا ہے یہاں جس چیز کا خصوصیت سے ذکر ہے وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ عزّ وجل خواص کے عمل کے سبب عوام پر عذاب نہیں بھیجتا ہے۔ لیکن جب کہ خاص لوگ امرِ منکر قوم میں پھیلا ہوا دیکھتے ہیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوتے ہیں لیکن اپنے اقتدار کو کام میں لا کر نہیں روکتے تو پھر عمومی عذاب آجاتا ہے اور اس میں خاص و عام سب گرفتارِ بلا ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کی قسم جب تک تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے، عذاب نہ آئے گا اور جہاں بُری باتوں سے تم نے روکنا چھوڑ دیا اور نیک کام کی ترغیب سے رُک گئے تو اللہ پاک تم پر سخت ترین عذاب بھیج سکتا ہے۔ پھر تم لاکھ دُعا کرو گے دُعا قبول نہیں ہوگی۔ یا یہ اللہ تعالیٰ تم پر دوسری قوم کو مسلط کر دے گا پھر تمھاری ساری دُعائیں بے کار ہو جائیں گی۔ ابو الرقاد کہتے ہیں

کہ میں نے ایک غلام کو حذیفہ کی طرف بھیجا تو وہ اس وقت یہ کہہ رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگر ایک بات بھی کوئی اس قسم کی کہہ دیتا تو اس کو منافق سمجھنے لگتے۔ لیکن آج ایک نشست میں تم میں سے ایک آدمی کی زبان سے میں ایسے چار منافقانہ کلمات سُن رہا ہوں۔ تم کو چاہیئے کہ نیک کاموں کا حکم دیا کرو، بُری باتوں سے فوراً روک دیا کرو، لوگوں کو خیر پر اُبھارا کرو۔ ورنہ تم سب کے سب عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے یا عذاب اس نوعیت کا ہو گا کہ تمھارے حاکم بد لوگ بنا دیئے جائیں گے۔ پھر اچھے لوگ بھی لاکھ دعائیں کریں کچھ نہ ہو گا۔ نعمان بن بشیر تقریر کر رہے تھے اور اپنی دونوں انگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ کے حدود پر قائم رہنے والے اور حدود اللہ کو توڑنے والے یا اس میں سُستی و غفلت کرنے والوں کی مثال یوں سمجھو جیسے چند لوگ کسی کشتی میں سوار ہیں کشتی کے اوپر کے لوگ نیچے کے لوگوں کی تکلیف کا سبب بنے اور نیچے کے لوگوں نے اوپر کے لوگوں کو تکلیف پہنچائی یعنی نیچے کے لوگوں کو پانی کی ضرورت ہوئی تو اوپر گئے تاکہ پانی کھینچ لائیں لیکن اوپر والوں کو تکلیف ہونے لگی تو کہنے لگے اگر ہم کشتی نیچے ہی سے کوئی تختہ ہٹا کر پانی کی سبیل کر لیں تو اوپر والوں کو تکلیف نہ ہوگی۔ غرض یہ کہ ظاہر ہے کہ اس کا کیا نتیجہ ہوا ہو گا کشتی میں پانی آنے کے سبب سب ڈوب گئے ہوں گے۔ چاہیئے کہ کشتی میں سوراخ کرنے سے انھیں روک دیا جاتے۔ اسی طرح اگر ان گنہگاروں کو اگر تم چھوڑ دو گے، امرِ گناہ سے روکو گے نہیں تو کشتی والوں کی طرح تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ گے اگرچہ کشتی کے اوپر والوں کی طرح تمھارا اپنا قصور نہ ہو اس لئے کہ یہ سزا ہے اس بات کی کہ روکا کیوں نہیں۔

اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ معاصی جب میری اُمت میں عام ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ عذاب کو عام کر دے گا تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس میں نیک لوگ بھی تو ہوں گے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں، وہ بھی عذاب میں مبتلا ہوں گے

لیکن مرنے پر اللہ کی مغفرت انھیں حاصل رہے گی۔

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ

اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے سر زمین میں کمزور شمار

فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ

کئے جاتے تھے اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو لوگ نوچ کھسوٹ نہ لیں

فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ

سو اللہ نے تم کو رہنے کو جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس

الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۲۶﴾

نفیس چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر کرو۔

اللہ پاک ان نعمتوں کو بتا رہا ہے جو مومنین پر کی گئیں کہ وہ تعداد میں کم تھے ہم نے انھیں بڑھا دیا۔ وہ کمزور تھے، اور خائف تھے، ہم نے قوی بنادیا اور خوف کے اسباب دور کردیے غریب اور فقیر تھے انھیں پاک رزق دیا۔ انھیں شکر گزار بنایا وہ اطاعت کرنے لگے اور ہر بات میں فرماں بردار ہوگئے۔ یہ تھا حال مومنین کا جب کہ وہ مکے میں تھے اور تعداد میں بہت تھوڑے تھے، کمزور تھے، مشرک، مجوسی، رُومی سب کے سب ان کی قلت اور عدم قوت کے سبب ان کے قتل کے درپے ہوگئے تھے۔ ہر آن انھیں خوف تھا کہ وہ اُچک لئے جائیں گے یہی حالت ایک عرصہ تک رہی پھر اللہ نے انھیں مدینے کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ وہاں انھیں پناہ ملی۔ مدینے کے لوگوں نے ان کی مدد کی۔ یوم بدر اور دوسری لڑائیوں میں اُن کا ساتھ دیا۔ جان و مال اُن پر قربان کردیا کیونکہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرنا چاہتے تھے۔ وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ۔ قتادہ رض کہتے ہیں کہ عرب میں یہ لوگ بہت ہی خستہ حالی میں تھے۔ ان کی زندگی بہت تباہ تھی، پیٹ سے بھوکے جسم سے ننگے، راہ سے بے راہ جو بھی تھا بدنصیب۔ انھیں تو کھانے کو نہ ملتا تھا بلکہ انھیں کو کھایا جارہا تھا۔ ہمیں تو نہیں معلوم کہ دنیا بھر میں اُن سے

بڑھ کر بھی کوئی ذلیل حالت میں ہو۔ لیکن اسلام لانے کے بعد کیا ہوا، یہی ذلیل لوگ ملکوں پر قابض ہوگئے، امیر اور بادشاہ بن گئے۔ رزق ڈھیروں ملنے لگا۔ بادشاہوں پر بھی حکم چلانے لگے اللہ نے انھیں وہ سب کچھ دیا جو آج تم دیکھ رہے ہو۔ اب اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو، وہ منعم حقیقی ہے۔ شکر گزار بندوں کو پسند کرتا ہے اور دولت و نعمت کو اور بڑھاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خلل مت ڈالو

وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۷﴾ وَ

اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں خلل مت ڈالو اور تم تو جانتے ہو۔ اور

اعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ

تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے

وَأَنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۲۸﴾

اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے۔

ع ۳ ۱۷

یہ آیت ابو لبابہ بن عبدالمنذر کے حق میں اُتری ہے جب کہ حضرت نے انھیں بنو قریظہ کے یہودیوں کی طرف بھیجا تھا کہ حکم رسول کی شرط مانتے ہوئے قلعہ خالی کردیں۔ یہودیوں نے ابو لبابہ ہی سے مشورہ مانگا۔ انھوں نے ان کے حسب مرضی مشورہ دیا۔ اس کے بعد ہی ابو لبابہ کو احساس ہوا اور وہ تاڑ گئے کہ یہ تو اللہ اور رسول کی خیانت ہوئی۔ چنانچہ قسم کھا بیٹھے کہ جب تک اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانے گا مرجائیں گے لیکن کھانا نہ کھائیں گے۔ اب مدینے کی مسجد میں آئے ستون سے اپنے کو باندھ دیا۔ نو دن اسی حالت میں گزرے بھوک پیاس سے غش کھاکر گرگئے۔ حتیٰ کہ رسول کی زبانی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی۔ لوگ بشارت دیتے ہوئے آئے اور چاہا کہ ستون سے کھولدیں۔ ابو لبابہ نے کہا مجھے صرف رسول اللہ کھول سکتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ نے کھولا تو کہنے لگے یا رسول اللہ! میں نے سب اپنا مال صدقہ کردیا تو آپ نے

فرمایا نہیں، صرف تیسرا حصہ صدقہ ہوگا۔ مغیرہ ابن شعبہ کہتے ہیں کہ بہ لحاظ مضمون یہ آیت قتلِ عثمان رضؓ کی پیش گوئی سے متعلق ہے کیونکہ امیر کو فتنہ و فساد پیدا کر کے قتل کر دینا اللہ اور رسول کی خیانت ہے۔

جابر ابن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں کہ ابو سفیان مکے سے نکلے، جبرئیلؑ نے آکر حضرتؐ کو خبر کر دی کہ ابو سفیان فلاں مقام پر ہے تو حضرتؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ ابو سفیان فلاں مقام پر ہے اس کو گرفتار کرنے کے لئے نکلو اور یہ معاملہ بالکل راز میں رہے۔ لیکن ایک منافق نے ابو سفیان کو لکھ بھیجا کہ محمدؐ تم کو پکڑنے کے درپے ہیں، ہوشیار ہو جاؤ۔ تو یہ آیت اتری کہ اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو، رسول کا راز ظاہر کر دینا بھی رسول کی خیانت ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ آیت کے سیاق سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ مسلم و بخاری میں حاطب ابن ابی بلتعہ کا قصہ یوں لکھا ہے کہ انھوں نے کفارِ قریش کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قصد سے آگاہ کرنے کے لئے خط لکھا۔ یہ فتح مکہ کے وقت کی بات ہے۔ اللہ نے رسول کو آگاہ فرما دیا آپ نے پیچھے ہی آدمی کو دوڑایا، وہ خط پکڑا گیا۔ حاطب کو بلایا گیا۔ حاطب نے اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ عمر بن خطاب رضؓ کہنے لگے یا رسول اللہؐ! اس کی گردن اڑا دیجئے۔ اس نے اللہ اور رسول سے خیانت کی ہے۔ تو حضرتؐ نے فرمایا۔ عمر جانے بھی دو یہ بدر کے جہاد میں شامل تھا، کیا تمھیں خبر نہیں کہ مجاہدینِ بدر کے بارے میں اللہ نے فرما دیا ہے کہ میں نے تمھیں بخش دیا تمھارے سب گناہ معاف ہیں۔ غرض یہ کہ صحیح تر یہی بات ہے کہ آیت میں عمومیت ہے اگرچہ یہ درست ہے کہ آیت کا شانِ نزول ایک سبب خاص ہے اور علماء کے نزدیک عموم لفظ کے قائل ہو سکتے ہیں خصوص سبب نہیں تو نہ سہی۔ اور خیانت کی تعریف میں چھوٹے بڑے لازم اور متعدی سب ہی گناہ شامل ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ یہاں لفظِ امانت سے وہ سارے اعمال مراد ہیں جو اللہ نے بندوں پر فرض کر رکھے ہیں۔ مراد یہ کہ فریضہ کو نہ توڑو، ترکِ سنت نہ کرو، ارتکابِ معصیت سے بچو۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ کرو کہ سامنے تو کسی کی مرضی کی بات بولو اور اس کے غیاب میں کسی سے اس کی غیبت یا مخالفت کرو، اصلی خیانت یہی ہے، امانت اسی سے ختم ہوتی ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی خیانت یہی ہے کہ آدمی باہمی خیانت کرے۔ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات سنتے تھے، دوسروں سے کہہ دیتے تھے اس کی خبر مشرکین تک پہنچ جاتی تھی۔ اسی لئے حضرت نے فرمایا تھا کہ دو آدمیوں کے درمیان کی بات بہر صورت امانت ہوا کرتی ہے۔ بات کو جہاں سنا ہے وہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ کسی کے سامنے کسی بات کو دہرانا نہیں چاہئے اگرچہ اس نے منع نہ کیا ہو: وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ فتنہ سے آزمائش اور امتحان مراد ہے کہ اولاد دے کر آزماتے ہیں کہ تم شکر کرتے ہو یا نہیں اور اولاد کی ذمہ داریاں بجا لاتے ہو یا نہیں، یا یہ کہ ان کی محبت میں خدا سے غافل ہو جاتے ہو۔ اگر اس امتحان میں پورے اترو گے تو اللہ کے پاس اجرِ عظیم ہے۔ اور فرمایا کہ شر اور خیر کے ذریعہ ہم تم کو آزمائیں گے۔ اور فرمایا کہ، اے مومنو! تمھاری اولاد اور تمھارے اموال خدا کی یاد سے تم کو غافل نہ بنا دیں اگر ایسا ہوگا تو تم بڑے گھاٹے میں رہو گے۔ اور فرمایا کہ تمھاری بیویاں اور تمھاری اولاد دشمن ہیں اس لئے احتیاط کو پیشِ نظر رکھو۔ اللہ کے پاس کا ثواب اور اس کی جنتیں اس مال اور اولاد سے کہیں بہتر ہیں۔ یہ دشمن کی طرح ضرر رساں ہیں اور اکثر ان میں سے تمھارے لئے فائدہ بخش نہیں بنتے۔ اللہ پاک دنیا اور آخرت کا مالک ہے قیامت میں اس کے پاس ثوابِ عظیم ہے۔ حدیث میں ہے کہ "اے ابن آدم! تو مجھے ڈھونڈ میں مل جاؤں گا۔ میں تجھے مل گیا تو سمجھ لے کہ سب کچھ مل گیا اور اگر تو نے مجھے کھو دیا تو سب کچھ کھو دیا، چاہئے کہ میں تیرے پاس ہر چیز سے زیادہ محبوب رہوں۔"

حضرت نے فرمایا کہ تین چیزوں میں زبردست حلاوتِ

ایمان ہے (۱) اللہ اور رسول کا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہونا (۲) جس سے بھی محبت اور خلوص ہو تو صرف خدا کی خاطر اور للّٰہیت کے طور پر ہو، ذاتی غرض شامل نہ ہو۔ (۳) آگ میں جھونک دیا جانا بہتر سمجھے بہ نسبت اس کے کہ اسلام کے بعد مُرتد ہو جائے۔ بلکہ رسول کی محبت کو اموال و اولاد پر بھی مقدم سمجھے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ "خدا کی قسم ایمان نصیب ہی نہیں اگر اپنی جان و مال و اولاد سے زیادہ مجھے نہ چاہو۔"

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَتَّقُوا۟ ٱللَّهَ يَجْعَل

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی

لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ

چیز دے گا اور تم سے تمھارے گناہ دُور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا۔

وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾

اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اے مومنو! اگر تم خدا سے ڈرو تو اللہ تم کو دین اور دنیا میں نجات دیدے گا۔ "فرقان" سے مُراد نجات یا مدد۔ یا حق و باطل میں فیصلہ مُراد ہے۔ یہ تفسیر ابنِ اسحٰق کی تفسیر، تفسیر سابق سے زیادہ عام ہے۔ اس لئے کہ جو خدا سے ڈرے گا اس کے احکام بجالائے گا اس کی مناہی سے اجتناب کرے گا معرفتِ حق و باطل کی اُسے توفیق ہوگی۔ یہ اس کی نجات و مدد کا سبب ہوگا، اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا خدائے تعالیٰ غفار و ستار بن جائے گا اللہ سے جزاءِ عظیم کا حقدار ہوگا جیسا کہ فرمایا "اے مومنو! خدا سے ڈرو اور رسول کی اطاعت کرو، خدا تم پہ دُہری رحمت نازل کرے گا وہ تمھیں ایک نور دے گا کہ اس کی رہنمائی میں چلوگے وہ تمھیں بخش دے گا وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔"

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لِيُثْبِتُوكَ

اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں

أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ

یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے

وَيَمْكُرُ ٱللَّهُ ۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَٰكِرِينَ ﴿٣٠﴾

اور اللہ اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ تعالیٰ ہے۔

اب کافر یہ چال چلنا چاہتے ہیں کہ تم کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا وطن سے نکال دیں۔ اثبات کے معنیٰ قید اور حبس کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تمھارے ساتھ کوئی بُرا ارادہ رکھتے ہیں۔ کافروں نے جب یہ مشورہ کیا کہ نبی صلعم کو قید یا قتل کر دیں یا دیس نکالا دیں تو ابوطالب نے بھتیجے سے پوچھا کیا تمھیں کچھ خبر ہے کہ یہ کافر تمھارے ساتھ کیا قصد رکھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمادیا کہ قید یا قتل یا جلاوطنی۔ تو ابوطالب نے پوچھا تمھیں کس نے خبر دی، آپ نے فرمایا میرے رب نے خبر دی۔ ابوطالب نے کہا۔ تمھارا رب بہت اچھا رب ہے ہمیشہ اس کے خیر طلب رہو۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس کا خیر طلب کیا رہوں گا، بلکہ وہ میرا خیر طلب رہتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ابوطالب کا ذکر اس میں بہت ہی عجیب ہے بلکہ قابلِ انکار۔ اس لئے کہ یہ آیت مدنی ہے۔ اور یہ واقعہ اور قریش کا اس طرح مشورہ کرنا ہجرت کی رات تھا اور ابوطالب کی موت تو اس سے بھی تین سال پہلے واقع ہو چکی تھی۔ ابوطالب کی موت ہی کے سبب تو کافروں کو اتنی جرأت و ہمت بھی ہوئی تھی کیونکہ ابوطالب تو ہمیشہ آپ کی حمایت اور مدد کرتے رہتے تھے اور بھتیجے کی حفاظت میں قریش کا مقابلہ کرتے تھے۔ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ سردارانِ قریش کی ایک جماعت نے مجلسِ شوریٰ کی اور آپ کو ضرر رسانی کے درپے ہوئے۔ اس مجلس میں ایک ابلیس بھی شیخ جلیل کی صورت میں آیا۔ لوگوں نے پوچھا۔ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا۔ میں اہلِ نجد کا شیخ ہوں، میں نے سُنا کہ تم لوگ مجلسِ شوریٰ کر رہے ہو، میں بھی چلا آیا تاکہ میری نصیحت اور مشورے سے تم محروم نہ رہو۔ لوگوں نے کہا۔ آیئے ضرور آیئے۔ وہ کہنے لگا کہ تم لوگ اس شخص کے بارے میں خوب فکر اور تدبیر سے کام لو ورنہ بہت ممکن ہے کہ وہ تم پر چھا جائے چنانچہ ایک نے رائے دی کہ اُسے قید کر دینا

چاہیئے حتیٰ کہ وہ قید ہی میں ہلاک ہو جائے جیسا کہ زہیر اور نابغہ شاعروں کو اس سے پہلے قید کر دیا تھا اور وہ وہیں تادم مرگ سڑتے پڑے رہے اور یہ بھی تو ایک شاعر ہی ہے۔ اِس پر وہ شیخ نجدی چیخ اُٹھا کہ میری تو ہرگز یہ رائے نہیں۔ خدا کی قسم اس کا رب اس کو وہاں سے نکال لے جائے گا وہ اپنے ساتھیوں میں پہنچ جائے گا۔ پھر وہ حملہ کر کے تم سے سب کچھ چھین لے گا اور تمھارے شہروں سے تم کو نکال باہر کرے گا۔ لوگوں نے کہا شیخ نے سچ کہا کوئی دوسری تجویز پیش کرو۔ دوسرے نے رائے دی اس کو اپنے ملک ہی سے نکال باہر کرو اور چین پاؤ جب وہ یہاں رہے گا ہی نہیں تو تمھیں اس سے پھر اندیشہ ہی کیا ہے۔ اس کا تعلّق تمھارے سوا کسی اور سے رہے گا۔ تمھیں کیا واسطہ۔ یہ سُن کر شیخ نجدی نے کہا۔ خدا کی قسم یہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ کیا تمھیں اس کی شیریں زبانی کی خبر نہیں، وہ اپنی باتوں سے سب کا دل موہ لیتا ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ باہر جا کر سارے عرب کو ملا لے گا۔ اس کے سارے حمائتی مل کر حملہ کر بیٹھیں گے اور تمھیں اپنے وطن سے نکال دیں گے تمھارے شرفاء قتل ہو جائیں گے۔ لوگوں نے کہا شیخ سچ کہتا ہے۔ کوئی اور رائے پیش ہو۔ تو ابوجہل نے کہا میں ایک مشورہ دیتا ہوں اگر تم سوچو تو اس سے بہتر کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی۔ ہر قبیلہ سے تم ایک ایک نوجوان چُن لو جو بہادر اور شریف ہو، ہر ایک کے پاس تلوار ہو، سب مل کر اس پر دفعۃً واحدۃً وار کر بیٹھیں جب وہ قتل ہو جائے تو اس کا خون قبائل میں بٹ جائے گا۔ یہ تو ممکن نہیں کہ بنی ہاشم کا ایک قبیلہ قریش کے سارے قبیلوں سے لڑائی مول لے مجبوراً بنی ہاشم کو اس کے قتل کی دیت قبول کرنی پڑے گی۔ دیت دیدیں گے ہم کو چین مل جائے گا۔ شیخ نجدی نے کہا واللہ یہ رائے ٹھیک رہی۔ اِس سے بہتر کوئی رائے نہیں۔ اس پر اتفاقِ رائے کے بعد مجلس برخاست ہو گئی۔ اب جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضرت سے کہا کہ آج کی رات بستر پر نہ سونا اور کافروں کی سازش کی اطلاع دیدی

حضرت صلعم اس رات اپنے بستر پر نہ سوئے اور اسی وقت ہجرت کا حکم دے دیا۔ مدینے آنے کے بعد اللہ پاک نے آپ پر سورۂ انفال نازل فرمائی۔ اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔ وہ چال چلتے ہیں اللہ بھی چال چلے گا۔ اللہ بڑا مدبّر ہے ان کا قول تھا " تربصوا به ريب المنون حتى يهلك " اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشادِ باری ہے: أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ (ترجمہ) کیا یہ لوگ بول کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس کے بارے میں حادثۂ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس دن کا نام ہی "یوم الزحمۃ" پڑ گیا۔ کیونکہ اس روز حضرت صلعم کے قتل کی سازش کی گئی تھی اُن کے انھیں ارادوں کا ذکر آیت وَإِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا ۖ وَإِذًا لَّا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکمِ خداوندی کے انتظار میں تھے اور جب قریش نے قتل کا ارادہ کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رض کو بلایا اور حکم دیا کہ میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ علی رض سبز چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ رسول اللہ باہر نکلے۔ لوگ دروازے پر دکھائی دیئے۔ آپ نے ایک مٹھی بھر مٹی لی، ان کی طرف پھینکی، ان کی آنکھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پھر گئیں۔ آپ يس ۔ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ تا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ پڑھتے ہوئے نکل گئے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ فاطمہ رسول اللہ صلعم کے پاس روتی ہوئی آئیں۔ آپ نے فرمایا کیوں روتی ہو حضرت فاطمہ نے کہا۔ کیسے نہ روؤں، یہ قریش کے لوگ لات وعزّیٰ کی قسمیں کھا کھا کے وعدہ کئے ہوئے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر حملہ کر کے قتل کر دیں گے اور ہر ایک ان میں سے آپ کے قتل میں حصہ لینا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی وضو کے لئے پانی لاؤ۔ آپ نے وضو کیا۔ کعبۃ اللہ کی طرف چلے۔ قریشیوں نے کہا کہ یہ وہی ہے لیکن ساتھ ہی اُن کے سر نیچے کو جھک گئے گردنیں

تیز بھی ہوگئیں۔ وہ اپنی نگاہیں اُٹھا نہ سکے۔ حضرت نے ایک مٹھی بھر مٹی اُٹھائی اور ان کی طرف پھینکی اور کہا۔ چہرے بگڑ جائیں۔ جس کو یہ کنکری لگی یوم بدر میں وہ کافر ضرور قتل ہوا۔ غرض حضرت ہجرت کر کے غار میں جا پہنچے، حضرت صدیق کو ساتھ لے لیا۔ مشرکین حضرت کے گھر کی چوکیداری کرتے رہے۔ علی رضؓ کو محمدؐ سمجھتے رہے صبح کے قریب دھاوا بول دیا۔ لیکن گھر میں علی رضؓ کو دیکھا تو سارا منصوبہ چوپٹ ہوگیا۔ پوچھنے لگے محمدؐ کہاں ہیں؟ علی رضؓ نے کہا مجھے کوئی خبر نہیں۔ نقشِ قدم کے پیچھے سے چلے۔ پہاڑ کے قریب پہنچے تو اشتباہ ہوگیا۔ پہاڑ پر چڑھ گئے غار کے سامنے سے گزرے غار کے مُنہ پر مکڑی نے جالا بُن دیا تھا۔ کہنے لگے اگر غار کے اندر کوئی گیا ہوتا تو اس کے دہانے پر مکڑی کا اتنا بڑا جالا کیسے قائم رہتا۔ آپ غار میں تین دن ٹھہرے رہے اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ چال چلتے ہیں تو ہم بھی اپنی چال بتاتے ہیں۔ دیکھو کیسے ان کافروں سے نجات دیدی۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا

اور جب اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سُن لیا

لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

اگر ہم ارادہ کریں تو اس کی برابر ہم بھی کہہ لا دیں یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ

جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں۔ اور جب کہ ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ

اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ

اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان

عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ

سے پتھر برسایئے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع

اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ

کر دیجئے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے

اَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ

اُن کو عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیں گے جس حالت میں

وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں۔

قریش کے کفر و تمرد کی خبر دی جا رہی ہے کہ قرآن سُن کر وہ کیسا دعوائے باطل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم نے جو یہ قرآن سُنا ہے چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ دیں۔ یہ صرف ان کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور قول بلا فعل ہے۔ چنانچہ اس پر بارہا قرآن میں تحدی کی گئی۔ چیلنج دیا گیا کہ ایسی ایک سُورت ہی بنا لاؤ لیکن وہ ایسا نہ کہہ سکے۔ ایسا کہہ کر وہ خود اپنے نفسوں کو دھوکا دے رہے ہیں اور اپنے جھوٹے ہمخیالوں کو بھی دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ کہنے والا نضر بن حارث تھا۔ یہ بے دین بلادِ فارس کی طرف گیا ہوا تھا۔ وہاں کے ایرانی بادشاہوں اور رستم و اسفندیار کی تاریخ پڑھا ہوا تھا اور جب واپس ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت واقع ہو چکی تھی۔ آپ لوگوں کو قرآن سُناتے رہتے تھے اور جب حضرت مجلس ختم کر دیتے تو یہ کمبخت نضر بیٹھ جاتا اور یہ ایرانی بادشاہوں کی تاریخ بیان کر کے کہتا، بتاؤ کس نے اچھی قصہ خوانی کی ہے، میں نے یا محمد نے؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے یوم بدر میں مسلمانوں کو کامیابی بخشی اور بعض مشرکین گرفتار ہوئے تو حضرت نے اس کو بھی گردن زدنی قرار دیا اور اس کی بھی گردن اُڑا دی گئی۔ مقداد بن اسود نے اس کو قید کیا ہوا تھا سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت نے بدر کے روز تین قیدیوں کے قتل کا حکم دیا تھا (۱) عقبہ بن ابی معیط (۲) طعیمہ بن عدی (۳) نضر بن حارث۔

نضر مقداد کا قیدی تھا۔ حضرت نے جب اس کے قتل کا حکم دیا تو مقداد نے کہا۔ یا رسول اللہؐ! یہ تو میرا قیدی ہے مجھے ملنا چاہیئے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اس نے کتاب اللہ کا مُنہ چڑایا ہے۔ چنانچہ قتل کا حکم ہوگیا۔ مقداد نے اپنے اسیری طرف پھر حضرت کو توجہ دلائی تو آپ نے یہ دُعا کی کہ، یا اللہ! تو اپنے فضل سے مقداد کو بہت کچھ دے۔ تو مقداد کہنے لگے

یارسول اللہ ﷺ! اصرار کے ساتھ مطالبہ سے میری یہی تو غرض تھی کہ آپ سے دعا کرالوں۔ اسی نضر کے بارے میں یہ آیت اُتری وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِمْ اٰیٰتُنَا الخ۔ سعید بن جبیر نے طعیمہ کے بجائے مطعم بن عدی کا نام کہا ہے اور یہ بات غلط ہے اس لئے کہ مطعم بن عدی تو بدر کے روز زندہ ہی نہیں تھا۔ اسی لئے اس روز حضرت ؐ نے فرمایا تھا کہ اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان مقتولین میں سے کسی کا سوال کرتا تو میں اس کو یہ قیدی دیدیتا آپ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اس نے حضرت کو اس وقت بچایا تھا جب کہ آپ طائف کے ظالموں سے پیچھا چھڑا کر گئے واپس ہو رہے تھے۔

"اساطیر" اسطورہ کی جمع ہے یعنی وہ کتابیں اور اقتباسات جو سیکھ کر لوگوں کو سُنائے جاتے ہیں اور یہ محض افسانے ہوتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ اللہ نے یوں فرمایا ہے: وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اکْتَتَبَہَا فَہِیَ تُمْلٰی عَلَیْہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَہُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ کافر کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو متقدمین کے جھوٹے افسانے ہیں جنھیں لکھ لیا گیا اور شب و روز سُنایا جاتا رہتا ہے۔ جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اس سے درگزر فرماکر اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ وہ آسمان و زمین کے بھیدوں کو جانتا ہے اور یہ قرآن اسی کی طرف سے ہے۔ کافر کہتے تھے کہ "اے خدا اگر یہ قرآن حق ہے تو آسمان سے ہم پر پتھر برسا یا عذابِ الیم ہمیں دے"۔ یہ دعا ان کے کمالِ جہل و نادانی و سرکشی وعناد کے سبب سے ہے اس وہ بے وقوفی میں بدنام ہیں۔ انھیں تو چاہیے تھا کہ وہ دُعا یوں مانگتے کہ "الٰہی! اگر یہ قرآن تیری ہی طرف سے ہے تو ہمیں اس کے اتباع کی توفیق عنایت فرما لیکن انھوں نے تو اپنی جان پر عذاب مول لے لیا اور سزا کے لئے جلدی کرنے لگے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "یہ لوگ عذاب کے لئے جلدی کرتے ہیں۔ ارے عذاب کا اگر ایک دن مقرر نہ ہوتا تو عذاب انھیں فوراً ہی آ پکڑتا کہ انھیں خبر تک نہ ہوتی"۔ وہ

کہتے ہیں کہ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا الخ اور سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰہِ ذِی الْمَعَارِجِ۔ گزشتہ امتوں کے جاہلوں نے بھی تو ایسا ہی کہا تھا: "شعیب کی قوم کہتی ہے کہ اے شعیب! اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان گرادو" یا یہ کہ "اے خدا! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے سنگ باری کر"۔ ابوجہل بن ہشام نے یہی کہا تھا کہ اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم۔ کہ اگر یہ سچا قرآن ہے تو آسمان سے ہم پر پتھر کیوں نہیں برسا دیتے۔ تو یہ آیت اُتری وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمْ الخ یعنی جب تک تم ان کے درمیان میں ہو خدا انھیں عذاب نہ دے گا۔ یا جب تک کہ وہ استغفار کرتے ہیں۔ اور فرمایا: لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی الخ یعنی تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے آؤ گے۔ جیسا کہ پہلی دفعہ ہم نے تمھیں پیدا کیا تھا۔ عطاء کہتے ہیں کہ اس مضمون کی دس آیتیں قرآن پاک میں ہیں۔ بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن العاص رضؓ کو جنگِ اُحد میں گھوڑے پر سوار ٹھہرا ہوا دیکھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا! محمد ؐ جو کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو مجھے گھوڑے سمیت زمین میں دھنسا دے (یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب عمرو بن العاص رضؓ ایمان نہیں لائے تھے)۔

اس امت کے جاہلوں کا بھی ایسا ہی قول تھا۔ اللہ پاک اپنی آیت کو پھر دُہراتا ہے اور ان پر اپنی رحمت کا ذکر فرماتا ہے کہ جب تک وہ استغفار کرتے ہیں اور تمھاری موجودگی ان کے اندر ہے ہم ان پر عذاب آسمانی نازل نہ کریں گے۔ مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور کہتے تھے لَبَّیْکَ اَللّٰہُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ تو حضرت ؐ فرماتے بس بس یہیں تک بولو آگے نہ بڑھو، لیکن کفار ساتھ ہی یہ بھی تو کہتے اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ۔ لیکن تیرا ایک شریک بھی ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس کے املاک کا بھی مالک ہے اور پھر ساتھ ہی کہتے غُفْرَانَکَ چنانچہ اللہ تعالیٰ

بنیا یت اُتاری کہ تم جب تک ان میں ہو، وہ عذاب سے محفوظ ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ان کو دو امان حاصل تھیں ایک تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود، دوسرے اُن کا بعد از شرک استغفار۔ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ کرنے کے بعد صرف ان کا استغفار سببِ معافی رہ گیا۔ قریش آپس میں کہتے تھے کہ اللہ نے محمدؐ کو ہمارے درمیان بزرگ بنایا ہے۔ دن میں خدا اتم کے ساتھ وہ جو گستاخی کرلے، رات کو نادم ہو کر کہتے غُفْرَانَکَ اللّٰھُمَّ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ والی آیت اُتاری یعنی انبیاءؑ جب تک بستی سے نکل نہیں جاتے قوم پر عذاب نہیں آیا کرتا۔ ان میں بعض وہ لوگ بھی تھے جو پہلے ہی سے ایمان حاصل کرچکے تھے۔ وہ استغفار کرتے نمازیں پڑھتے، یہ مسلمان تھے اور حضرت کے ہجرت کے بعد بھی مکّے میں رہ گئے تھے۔ حضرت کے مکے کی بستی کو چھوڑ کر چلے جانے کے باوجود اہلِ مکّہ پر اس لئے عذاب نہیں آیا کہ یہ مسلمان مکّہ میں رہ گئے تھے اور استغفار کرتے رہتے تھے۔ یہ اہلِ مکّہ وقوعِ عذاب سے بچ گئے کیونکہ یہ اچھے لوگ ابھی اُن میں باقی تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا تھا کہ میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی قیامت تک استغفار لوگوں کو عذاب سے بچاتا رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "شیطان نے کہا اے خدا تیری عزت کی قسم جب تک تیرے بندوں کے جسموں میں رُوحیں ہیں میں انھیں بہکاتا رہوں گا۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا مجھے میری عزت کی قسم جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے، میں بھی انھیں بخشتا رہوں گا۔

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ

اور ان کا کیا استحقاق ہے کہ ان کو اللہ تعالےٰ سزا نہ دے حالانکہ وہ لوگ مسجدِ حرام سے

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۚ

روکتے ہیں حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں۔

إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ

اس کے متولی تو سوا متقیوں کے اور کوئی بھی اشخاص نہیں لیکن ان میں

أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ وَمَا كَانَ

اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔ اور ان کی

صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَ

نماز کعبہ کے پاس صرف یہ تھی سیٹیاں بجانا اور

تَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

تالیاں بجانا۔ سو اس عذاب کا مزہ چکھو اپنے

تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾

کفر کے سبب۔

یہ لائقِ عذاب تو تھے لیکن رسول کی برکت سے عذاب سے بچ گئے۔ اسی لئے جب آپ نے مکّہ کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالےٰ نے بروزِ بدر ان پر عذاب واقع فرمایا۔ اُن کے سردار قتل کردیئے گئے۔ بڑے بڑے لوگ قیدی بن گئے۔ اللہ نے انھیں استغفار کی ہدایت فرمائی لیکن یہ اس کے ساتھ شرک و فساد کو بھی ملا دیتے تھے۔ قتادہؒ اور سدّی کہتے ہیں کہ یہ مقتولین قریش استغفار نہیں کرتے تھے، اگر کرتے ہوتے تو اللہ تعالےٰ انھیں بدر میں ذلت کی موت نہ دیتا اور اگر خود مکّہ میں یہ کمزور مسلمان استغفار کرتے نہ ہوتے تو اہلِ مکّہ پر ایسی مصیبت آپڑتی کہ ہٹائے نہ ہٹتی۔ استغفار کی برکت ہی نے مکّہ میں عذاب نازل ہونے سے قریش کو بچایا اور مسلمانانِ مکہ کے صدقہ میں وہ ایک عرصہ تک عذاب سے محفوظ رہے۔ یومِ حدیبیہ میں اللہ پاک نے فرمایا تھا هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ الخ (سورۃ الفتح) یعنی ان لوگوں نے کفر کیا۔ بیت اللہ میں آنے سے تمھیں روک دیا۔ قربانی کے جانوروں کو مذبح تک نہیں پہنچنے دیا اگر مکہ میں یہ مومن مرد اور عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہیں تھے کہ اگر تم ان کو پامال کردیتے تو تم کو ان کی وجہ سے بے خبری میں مضرت پہنچ جاتی، یہ اس لئے ہوا کہ خدا اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے اگر یہ لوگ یہاں پناہ گزیں نہ ہوتے تو کب کا اُن پر عذابِ الٰہی اُتر چکا ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تکے میں تھے تو اللہ تعالے نے فرمایا تھا کہ تمھارے ہوتے ان پر عذاب نہ کروں گا اور جب کہ حضرت مدینے کی طرف چلے گئے تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ تمھارے جانشین ابھی مکہ میں ہیں اور استغفار کرتے ہیں اس لئے ابھی عذاب نہ دوں گا اور جب یہ مسلمان بھی مکے سے نکل گئے تو فرماتا ہے کہ اب کیوں نہ عذاب دیا جائے۔ انھوں نے تم مسلمانوں کو کعبۃ اللہ آنے سے روکا۔ وہ خدا کے دوست تو تھے نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکے کا عذاب اُن پر نازل کیا اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ کی ناسخ ہے۔ عکرمہ اور حسن بصری کہتے ہیں کہ "انفال" میں مَا كَانَ والی آیت کو اُس کے بعد والی مَا لَهُمْ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ چنانچہ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ فرمایا گیا۔ چنانچہ اہلِ مکہ سے جنگ ہوئی اور وہ بھوک اور مضرت کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ شرک کو عذاب سے مستثنیٰ بھی کیا ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ انھیں کیوں عذاب نہ کرے کہ مسجدِ حرام سے وہ مسلمانوں کو روکتے ہیں۔ خدا کے اولیاؔ وہ نہیں بلکہ متقی لوگ ہیں لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے حالانکہ یہی روکے جانے والے لوگ کعبۃ اللہ کے زیادہ اہل ہیں کہ اس میں نماز پڑھیں طواف کریں اور یہ کفار مسجد حرام کے اہل نہیں ہیں جیساکہ فرمایا کہ مشرکین کو کیا حق ہے کہ اللہ کی مسجد کو آباد رکھیں حالانکہ کفر اُن کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ ان کے تو سارے اعمال سلب ہیں اور دوزخ کا ایندھن ہیں۔ مساجد کو تو وہ آباد رکھیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھیں، نمازیں پڑھیں، زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ ہدایت یافتہ لوگ یقیناً یہی ہیں۔ اور فرمایا: وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ خدا کی راہ سے اور مسجدِ حرام سے روکنا اور مکے کے مسلمانوں کو مکے سے نکال دینا، خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔ حضرت سے پوچھا گیا آپ کے اولیاء کون لوگ ہیں۔ تو آپ نے منع فرمایا متقی لوگ۔ پھر آپ نے تلاوت فرمائی اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ حضرت نے قریش کو جمع کیا اور پوچھا کیا کوئی غیر قریش بھی تم میں ہیں

تو لوگوں نے کہا صرف ہمارے بھانجے ہمارے حلیف اور ہمارے غلام۔ تو آپ نے فرمایا حلیف، بھانجے اور غلام سب ایک ہی قبیلے کے ہوتے ہیں یہ سب اولیاء ہیں لیکن میرے اولیا متقی لوگ ہیں مجاہد کہتے ہیں کہ ان سے مجاہد مراد ہیں جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں پھر اس بات کا ذکر ہے کہ مسجدِ حرام میں یہ لوگ کیا کرتے تھے ارشاد ہوتا ہے کہ ان کی عبادت بس یہی تھی کہ کعبے میں آکر بھی یہ جانوروں کی سی سیٹیاں بجاتے اور تالیاں بجاتے ننگے ہو کر طواف کرتے، مُنہ میں انگلیاں رکھ کر سیٹی کی آواز نکالتے رخسار جھکاتے تالی بجاتے، بس اسی کو عبادت سمجھتے۔ بائیں طرف سے طواف کرتے مقصد یہ ہوتا کہ مسلمانوں کی عبادت میں حرج پیدا کریں طرح یہ لوگ مومنین کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ عبد الرحمٰن بن زید تصدیہ کے معنی کہتے ہیں، خدا کی راہ سے لوگوں کو روکنا۔ فرماتا ہے کہ اب اپنے کفر کا مزہ چکھو یعنی یہ عذاب کہ یومِ بدر میں قتل بھی ہوئے قید بھی ہوئے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اہلِ اقرار پر عذاب سیف کے ذریعہ آتا ہے اور اہلِ تکذیب پر چیخ اور زلزلے کے طور پر آتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ

بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں

لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا

کہ اللہ کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے،

ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ڛ

پھر وہ مال ان کے حق میں باعثِ حسرت ہو جائیں گے پھر مغلوب ہو جائیں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ (۳۶)

اور کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جائے گا۔

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ

تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور ناپاکوں کو

الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا

ایک دوسرے سے ملا دے یعنی ان سب کو متصل کر دے

فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (۳۷)

پھران سب کو جہنم میں ڈالدے۔ ایسے لوگ پورے خسارے میں ہیں۔

قریش پر جنگ بدر میں جب مصیبت پہنچی اور یہ لوگ مکہ واپس ہوئے اور ابوسفیان بھی قافلہ لے کر لوٹے تو عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ اور قریش کے کئی آدمی جن کے باپ بیٹے بھائی جنگ میں کام آئے تھے ابوسفیان سے اور ان سے جن کا مال تجارت اس قافلہ میں تھا کہنے لگے کہ اے معشر قریش محمد تمھیں نیچا دکھا چکے ہیں تمھارے شرفاء کو قتل کر دیا ہے، ان سے دوبارہ لڑنے کے لئے اس قافلہ کا مال تم دیدو تاکہ ہم ان سے اپنا انتقام لیں۔ چنانچہ انھوں نے سب مال دے دیا اسی بارے میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ یعنی کافر اپنا مال خرچ کیے ہیں تاکہ خدا کا راستہ روک دیں اور وہ روپیہ خرچ کریں گے اور یہی مال ضائع ہو جائے گا تو پھر حسرت بھی اٹھائیں گے ہم انھیں دوبارہ مغلوب کر دیں گے، اور وہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ ابوسفیان اور نفقہ اموال کے بارے میں نہیں، بلکہ یہ آیت اہل بدر کے بارے میں اتری ہے پھر تقدیر یہ آیت عام ہے چاہے کسی بارے میں اتری ہو اور اگرچہ سبب نزول خاص ہو۔ اللہ تعالے نے خبر دی ہے کہ آمادہ اہل حق سے روکنے کے لئے کفار روپیہ پیسہ خوب خرچ کر رہے ہیں لیکن ان کے یہ اموال ضائع جائیں گے انھیں حسرت و ندامت لاحق ہوگی۔ وہ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو کامل کرنا چاہتا ہے خواہ یہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ اپنے دین کا ناصر اپنے کلمہ کو غالب کرنے والا بنے گا۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہوگی اور آخرت میں عذاب دوزخ ہوگا۔ جو زندہ بچا اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اپنے کانوں سے سن لیا کیسی رسوائی سے آخرکار انھیں سابقہ پڑا اور جو مر گیا یا قتل ہو گیا وہ ابدی رسوائی اور ابدی عذاب سے دوچار ہوگیا۔ قولہ تعالے لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ابن عباس کہتے ہیں کہ اہل سعادت کا امتیاز اہل شقاوت سے ہے کہ مومن کافر سے ممتاز ہو جائے اور یہ بھی محتمل ہے کہ امتیاز سے مراد آخرت کا امتیاز ہو۔ جیسا کہ فرمایا کہ "ہم مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمھارے شرکاء اپنی جگہ ٹھہرے رہو ہم ان کے درمیان تفرق کر دیں گے" اور فرمایا کہ جب قیامت ہوگی تو وہ الگ الگ ہو جائیں گے۔ اور فرمایا کہ اے مشرکو! اور گناہگارو! آج مومنوں سے الگ تھلگ ہو جاؤ۔ اور اس مطلب کا بھی احتمال ہے کہ اس سے دنیا میں ہی امتیاز مقصود ہو کہ مومنین کے اعمال جدا اور کافروں کے جدا۔ اور لِيَمِيْزَ کا لام سببیہ ہو سکتا ہے یعنی گناہ کے طور پر مال خرچ کرنے کے سبب خبیث کو طیب سے اللہ نے جدا کر دیا یعنی یہ امتیاز کرنے کے لئے کہ کافروں سے لڑنے کے لئے کون اطاعت کرتا ہے اور کون روگردانی کر کے معصیت کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا "دونوں لشکروں کے تصادم کے وقت جو کچھ تمھیں پہنچا وہ خدا کے حکم سے تھا تاکہ مومنوں اور کافروں میں تمیز ہو جائے ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ خدا کی راہ میں جہاد کرو یا مدافعت کرو تو کہتے ہیں کہ اگر اصول جنگ سے ہم واقف ہوتے تو ضرور لڑتے اور فرمایا کہ خدا آخر مومنین کو ——— بھی ان کی موجودہ حالت پر کیوں چھوڑے وہ تو امتحان کر کے پرکھنا چاہتا ہے کہ اچھا کون ہے اور برا کون۔ اور امر غیب پر وہ تم کو آگاہ بھی کیوں کرے اور فرمایا "کیا تم سمجھتے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ مجاہدین کے صبر کا اللہ نے ابھی امتحان نہیں لیا" اس کی نظیر سورۃ براءۃ میں بھی ہے۔ چنانچہ معنی یہ ہوئے کہ ہم کفار سے بھڑا کر تمھیں آزمائیں گے وہ تم سے قتال کریں گے تمھارے خلاف اموال صرف کریں گے۔ یہ صرف اس امتیاز کے لئے کہ خبیث کون ہے اور طیب کون ہے۔ رکم کہتے ہیں ایک پر ایک اشیاء کو جمع کرتے جانا۔ جیسا کہ ابر کے بارے میں فرمایا کہ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا یعنی تہہ بہ تہہ بادل فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پھر وہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اور ٹوٹے خسارے میں رہیں گے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ

آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آ جائیں گے تو ان کے سارے گناہ جو پہلے

مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ

ہو چکے ہیں معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے تو کفار سابقین

سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى

کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے۔ اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ

لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ

ان میں فسادِ عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے۔

لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ

پھر اگر یہ باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب

بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

دیکھتے ہیں۔ اور اگر رُو گردانی کریں تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ

اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

تمہارا رفیق ہے وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔

اپنے رسول سے خطاب ہو رہا ہے کہ ان کافروں سے کہدو کہ اگر تم کفر و عناد سے باز رہے اور اسلام میں داخل ہو کر طالب مغفرت ہوئے تو زمانۂ کفر میں جو کچھ گناہ کیا تھا اللہ معاف کر دے گا۔ جیسا کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جو اسلام میں آ کر نیکوکار رہا تو اس کے جاہلیت کے گناہوں سے بھی مواخذہ نہ ہوگا اور جو اسلام میں آنے کے بعد بھی بُرا رہا تو اس سے ہر دو زمانوں کے اعمال سے متعلق پرسش ہو سکے گی۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اسلام ماقبل کے گناہوں کے لئے توبہ ہے۔ اور توبہ بھی تو اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ لیکن اے نبیؐ! اگر یہ اپنی سابقہ چال پہ قائم رہے عناد نہ چھوڑا تو کیا وہ نہیں جانتے کہ پہلے کے لوگوں کا کیا حشر ہوا تھا۔ عناد اور تکذیب کا سابقہ امتوں نے کیا نتیجہ دیکھا تھا۔ یاد رکھو عذاب و عقوبت ہی اس کا علاج ہوگا سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ سے مجاہدؒ اور سدیؒ یومِ بدر مُراد لیتے ہیں اور فرمایا " ان سے خوب قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ دب جائے شرک

مٹ جائے اور دین خدا ہی خدا کا ہو"۔

ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے عبدالرحمٰن خدا نے فرمایا ہے کہ "اگر مومنین کی دو جماعتیں باہم قتال کریں" تو تم قتال میں کیوں شریک نہیں ہوتے، جب کہ ایسی دو جماعتوں کا قرآن میں ذکر ہے؟ تو ابن عمرؓ نے فرمایا: اے بھتیجے شریکِ جنگ نہ ہونے کا طعن مجھ پر آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ میں کسی مومن کو عمداً قتل کروں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان سے قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ ہی باقی نہ رہے۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ عہدِ رسول اللہؐ میں ہماری یہی کیفیت تھی۔ اسلام میں بہت کم افراد تھے، آدمی کی دین کے بارے میں آزمائش ہوتی تھی لوگ یا تو قتل کر دیئے جاتے تھے یا قید و بند کی مصیبت میں مُبتلا ہوتے تھے اور جب اسلام نے ترقی پالی تو اب یہ فتنہ باقی نہ رہا۔ غرض یہ کہ اُس معترض شخص نے جب ابن عمرؓ سے اپنے موافق بات دیکھی ہی نہیں تو بات کا رُخ پھیر کر کہنے لگا کہ علیؓ اور عثمانؓ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ ابن عمرؓ نے کہا حضرت عثمانؓ کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے خود کہا ہے کہ بخش دیا۔ اور تم عثمانؓ کی مغفرت کو ناپسند کرتے ہو۔ اور علیؓ یہ تو رسول اللہؐ کے عم زادے ہیں اور داماد ہیں اور وہ دیکھو وہاں نبیؐ کی بیٹی اور علیؓ کی بیوی رہتی ہیں۔

سعید ابن جبیر کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ ہمارے پاس آئے اور کہا قتال فتنہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور فتنہ کس کو کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے قتال کرتے تھے اور اس وقت فتنہ در آیا ہوا تھا۔ اور تمہارا قتال تو ملک اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ابن زبیرؓ کے فتنے سے متعلق دو آدمی اُن کے پاس آتے اور کہا۔ تم جانتے ہو جو کچھ لوگوں کا عمل رہا۔ تم عمرؓ کے بیٹے ہو اور رسولؐ کے صحابی ہو۔ اس فتنہ سے تم کو کس بات نے روکا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا خون مسلمان پر حرام کر دیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ، کیا خدا نے آپ نہیں فرمایا ہے کہ "فتنہ

دَب جانے کے لئے قتال کرو تاکہ دین خالص اللہ کا ہو جائے۔ تو کہا۔ ہم نے تو فتنہ دبانے کے لئے بہت کچھ قتال کیا ہے۔ حتٰی کہ فتنہ نہ رہا۔ اور تم مسلمانوں کے دو گروہوں میں اس لئے قتال کرنا چاہتے ہو کہ فتنہ اور کھڑا ہو جائے اور دین اللہ کی بجائے غیر اللہ کا ہو جائے۔ اُسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ میں تو ایسے آدمی کو کبھی قتل نہ کروں گا جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کہہ چکا ہو، تو سعد ابن مالک نے بھی ایسا ہی کہا۔ تو اس آدمی نے قَاتِلُوْهُمْ والی آیت پڑھی۔ تو ان دونوں نے کہا کہ فتنہ کو دَبانے والا ایسا قتال ہم نے کیا ہے اور فتنہ دَب گیا ہے اور دین خالص خدا کا ہو گیا ہے۔

ابن عبّاس فتنہ دَب جانے سے شرک کا دَب جانا مُراد لیتے ہیں یَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ سے مُراد خالص توحید ہے جس میں شرک کا لگاؤ نہ ہو اور خدا کے اقتدار میں کسی کو شریک نہ بنایا گیا ہو۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ دین اسلام ہوتے ہوئے کفر باقی نہ رہے۔ اس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں کافروں سے قتال کرنے پر مامور ہوا ہوں حتّٰی کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ کے قائل ہو جائیں۔ اگر وہ قائل ہو گئے تو اُن کے جان و مال محفوظ ہو گئے، ہاں کسی وجہ سے قصاص وغیرہ میں قتل کئے جا سکتے ہیں اور اس کا حساب خدا کے پاس ہے۔ نبی صلعم سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اظہارِ شجاعت میں قتال کیا ہو یا قوم و خاندان کی حمایت میں یا شہرت و نمود کی خاطر، اِس میں کونسا قتال فی سبیل اللہ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ صرف وہ قتال جو اعلاءِ کلمۃ اللہ کی خاطر فی سبیل اللہ عمل میں آیا ہو۔

قولہ فَاِنِ انْتَهَوْا یعنی اگر کفر کے ساتھ تمہارے قتال سے وہ باز رہے تو تم بھی ان سے ہاتھ روک لو، اس لئے کہ تمھیں ان کے دل کا حال کیا معلوم؟ جو کچھ ان کے دل کا حال ہے اللہ تعٰ اس کو جانتا ہے اور ان کو دیکھتا ہے جیسا کہ فرمایا "اگر انھوں نے توبہ کر لی اور نماز پڑھتے رہے اور زکوٰۃ دیتے رہے تو پھر ان سے پُرسش مناسب نہیں۔ دوسری جگہ ہے کہ: اِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وہ تمھارے دینی بھائی ہیں۔ اور فرمایا کہ فتنہ دبنے تک ان سے لڑتے رہو تاکہ خدا ہی کا مذہب رائج ہو جائے۔ الزام صرف حد سے تجاوز کرنے والوں پر ہے۔ کہتے ہیں کہ اُسامہؓ نے ایک شخص پر تلوار اُٹھائی، اس نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ۔ لیکن اُسامہؓ نے تلوار ماردی اور قتل کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تو فرمایا کہ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ کے بعد بھی تم نے اس کو قتل کر دیا اب تم قیامت کے روز لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ کے ساتھ کیا کرو گے؟ تو اُسامہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ اُس نے تو صرف اپنے بچاؤ کے لئے ایسا کیا، تو فرمایا کیا تم نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا تھا۔ پھر آپ بار بار یہی فرماتے رہے کہ اب قیامت کے روز کیا کرو گے۔ اُسامہؓ کہتے ہیں کہ میں یہ تمنّا کرنے لگا کہ کاش میں آج تک مسلمان نہ ہوا ہوتا تاکہ اسلام کے زعم میں اس کو قتل نہ کر دیتا۔

اور اگر انھوں نے پیٹھ پھیر لی تو جانے رہو کہ اللہ تمھارا مولیٰ ہے، وہ بڑا اچھا مولیٰ ہے اور بڑا اچھا مددگار ہے۔ اور اگر ان کی عادت تمھارے خلاف اور تمھاری محاربت پر قائم رہی تو اللہ تمھارا مولیٰ اور تمھارا ناصر ہے۔ عبدُ الملک بن مروان نے عروہ کو لکھا اور چند باتیں دریافت کیں، تو عروہ نے یوں جواب لکھ بھیجا سلامٌ علیک! میں خدائے واحد کی حمد کرتا ہوں اور پھر تمھیں لکھتا ہوں کہ تم نے مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکّے سے مدینہ کی طرف ہجرت کے واقعات پوچھے ہیں۔ میں تمھیں بتاؤں گا قوت و طاقت خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اللہ تعٰ نے آں حضرت کو نبوّت عطا فرمائی۔ وہ کیسے اچھے نبی کیسے اچھے سیّد تھے۔ اللہ تعٰ انھیں جزائے خیر دے جنت میں ہمیں ان کا چہرہ دکھائے انھیں کے دین و ملت پر زندہ رکھے اور انھیں کے دین پر مارے اور انھیں کے ساتھ زندہ اُٹھائے۔ آپ نے جب ہدایت اور نور کی طرف قوم کو بُلایا تو لوگوں نے آپ کی تبلیغ کو کچھ ایسی اہمیت نہیں دی حضرتؐ کی وحی کو سُن بھی لیتے تھے اور جب آپ نے ان کے بُتوں کا ذکر شروع کیا اور مالدار قریش کے لوگ طائف سے مکّے آئے تو ان میں سے اکثر کو یہ تبلیغ بہت ناگوار گزری، آپ کی تبلیغ سے بیزار ہوئے

جو کوئی مسلمان ہو بھی ہو جاتا تو اس کو بہکانے لگتے۔ چنانچہ مائل ہونے والے عامۃ الناس بھی بے رغبت ہو گئے۔ مگر چند لوگ اپنے مستقل ارادے پر قائم رہے۔ اسلام کی طرف سے ان کے خیالات پراگندہ نہیں ہوتے۔ اب قریش کے سرداروں نے باہم مشورہ کیا کہ اسلام قبول کرنے والوں پر سختی کریں۔ یہ فتنہ ایک زبردست زلزلہ تھا جو اس فتنہ میں پھنس گیا سو پھنس گیا اور جس کو اللہ نے محفوظ رکھا تو محفوظ رہا۔ جب مسلمانوں پر یہ قریش بہت ظلم توڑنے لگے تو حضرت نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ ارضِ حبش کی طرف ہجرت کر جائیں، حبش کا بادشاہ ایک مرد صالح تھا جس کا نام نجاشی تھا وہ ظالم بادشاہ نہیں تھا چاروں طرف اس کی تعریف ہوتی تھی۔ سرزمین حبش قریش کی تجارت گاہ تھی اور تجار قریش کے وہاں مکانات تھے جہاں وہ تجارت کر کے بہت رزق پیدا کرتے تھے امن حاصل کرتے تھے اور تجارت خوب چمکی ہوئی تھی۔ حضرتؐ نے حکم دیا تو عام مسلمان جن پر مکہ والے زیادہ ظلم توڑ رہے تھے، حبش کی طرف چلے گئے کیونکہ ان کو اپنی جان کا خوف تھا۔ وہ وہاں ہمیشہ کے لئے نہیں ٹھہرے صرف چند سال رہے۔ وہاں بھی مسلمانوں نے اسلام پھیلایا وہاں کے شرفا بھی اسلام لائے۔ جب کفار قریش نے یہ رنگ دیکھا کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے وہ حبش چلے جاتے ہیں اور وہاں کے لوگوں اور سرداروں کو اپنا بنا لیتے ہیں تو اب انھوں نے مصلحت یہی سمجھی کہ نرم برتاؤ اختیار کریں۔ چنانچہ وہ نبی اور اصحابِ نبی کے ساتھ نرم برتاؤ کرنے لگے۔ چنانچہ پہلی آزمائش مسلمانوں کی یہی تھی جس نے مسلمانوں کو حبش کی طرف بھیجا۔ چنانچہ جب نرمی پیدا ہو گئی اور وہ فتنہ جس کے زلزلوں نے مسلمان صحابہ کو وطن چھوڑنے اور حبشہ جانے پر مجبور کیا تھا اس کے کچھ دب جانے کی خبروں نے مہاجرین حبشہ کو پھر آمادہ کیا کہ وہ مکے واپس چلے آئیں۔ چنانچہ وہ تھوڑے بہت بھی جو گئے تھے واپس آ گئے۔ اِس اثنا میں مدینہ کے انصار مسلمان ہو گئے اور مدینہ میں بھی اسلام کی اشاعت ہونے لگی۔ ان اہلِ مدینہ کا مکے آنا جانا شروع ہوا اس سے مکے والے اور بگڑے، مشورہ کیا کہ اب تو ان پر اور سختی کرنا چاہیے۔ چنانچہ عام طور پر مسلمانوں پر مظالم توڑنے لگے۔ مسلمان بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہ مسلمانوں کے لئے دوسرا فتنہ اور دوسری آزمائش تھی۔ ایک فتنہ تو یہ کہ حبش کی طرف مسلمانوں کو بھاگنا پڑا اور دوسرا فتنہ وہاں سے مسلمانوں کے واپس آنے کے بعد جب کہ اہلِ مکہ نے دیکھا کہ مدینے سے لوگ آتے جا رہے ہیں اور مسلمان ہوتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ایک بار مدینے سے ستر آدمی آئے جو معتبر اور سردار لوگ تھے اور یہ سب مسلمان ہو گئے۔ حج کیا اور بہ مقام عقبہ حضرتؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور عہد کیا کہ ہم آپ کے ہو رہتے ہیں اور آپ ہمارے ہو رہیں گے۔ اگر آپ کے اصحاب ہمارے شہر آئیں یا آپ تشریف لائیں تو ہم آپ کی اور اصحاب کی ایسی حمایت کریں گے جیسے کہ اپنی اور اپنے لوگوں کی کرتے ہیں۔ قریش نے اِس معاہدہ کو سن کر مزید سختی برتنی شروع کر دی۔ اب حضرتؐ نے اصحاب کو حکم دیدیا کہ مدینے کی طرف ہجرت کر جائیں، یہ دوسرا فتنہ تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اصحاب کو مکے سے نکالا۔ اسی چیز کو اللہ پاک نے قرآن میں ظاہر فرمایا ہے کہ ان کافروں سے قتال کرو حتیٰ کہ یہ فتنے ختم ہو جائیں۔ اور دین اللہ کا ہی سکہ چلے۔ عروہ ابن زبیرؓ سے مروی ہے کہ یہ خط عروہ نے عبدالملک بن مروان کو لکھا تھا۔ واللہ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر ابن کثیر اردو پارہ ۱۰

اہم مضامین کی فہرست

ملنے کا پتہ } نور محمد اصحّ المطابع و کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، فریر روڈ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجُزْءُ الْعَاشِرُ

تفسیر ابنِ کثیر اُردو کا دسواں پارہ وَاعْلَمُوْٓا

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ

جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے

لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی

پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں

الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ

کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور راہ چلتے

السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ

مسافروں کا اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو

اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ

ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتارا ہے جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا

یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ

جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں اللہ ہر چیز

شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۴۱)

پر قادر ہے۔

خداوند تعالیٰ یہاں مالِ غنیمت کی تفصیل بیان کرتا ہے جو اُس نے خاص طور پر اِس اُمت کے لئے حلال کیا ہے۔ اِس سے قبل اگلی اُمتوں پر یہ حرام تھا۔ غنیمت وہ مال ہے جو کفار پر چڑھائی و حملہ کرنے کے بعد حاصل ہوا ہو۔ اور فَیْءٌ وہ مال ہے جو بغیر لڑے بھڑے ہاتھ آ جائے۔ مثلاً اُن سے صلح کر کے کچھ مال بطور تاوان وصول کیا جائے۔ یا وہ مال جس کا کوئی وارث نہ ہو۔ یا جزیہ یا خراج وغیرہ کا مال ہو۔ امام شافعی رح اور دیگر علمائے سلف و خلف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کا یہی خیال ہے۔ لیکن بعض علماء غنیمت کا اطلاق "فَیْء" پر اور فَیْء کا غنیمت پر کرتے ہیں۔ اِسی لئے قتادہ کا قول ہے کہ اِس آیت سے سورۂ حشر کی یہ آیت "مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ الخ" منسوخ ہو گئی ہے۔ اور اِس طرح مالِ غنیمت کے پانچ حصّوں میں سے چار حصّے تو مجاہدین کو ملیں گے اور ایک حصہ اُن کو ملے گا۔ جن کا ذکر اِس آیت میں آیا ہے (یعنی رسول۔ قرابت دار۔ یتیم۔ مساکین اور مسافر لوگ) لیکن یہ قول قابلِ قبول نہیں۔ کیونکہ یہ آیت جنگِ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے اور وہ آیت "بنی نضیر" کے بارے میں اُتری ہے اور علمائے سیر و مغازی (تاریخ والوں) میں سے کسی کو بھی اِس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ قصۂ بنی نضیر جنگِ بدر کے بعد کا ہے اور نہ اِس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہے لیکن جو لوگ فَیْء اور غنیمت میں فرق کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ آیت تو فَیْء کے بارے میں اُتری ہے اور یہ غنیمت کے بارے میں۔ اور کچھ لوگ فَیْء اور غنیمت کے معاملہ کو امام کی رائے پر موقوف رکھتے ہیں کہ جیسی اُس کی مرضی ہو ویسا کرے۔ اِس طرح اِن دونوں آیات (آیتِ حشر اور آیتِ تخمیس) میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

آیت میں بیان ہے کہ خمس یعنی پانچواں حصہ مال غنیمت میں سے نکال دینا چاہئے۔ چاہے وہ کم ہو یا زیادہ ہو گو سوئی ہو یا تاگا ہی ہو۔ پروردگار عالم فرماتا ہے جو خیانت کریگا وہ اسے لیکر قیامت کے دن پیش ہوگا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا بدلہ ملیگا کسی پر ظلم نہیں کیا جائیگا۔ کہتے ہیں کہ خمس میں سے خدائی حصہ کعبے میں داخل کیا جائیگا۔ حضرت ابوالعالیہ باحی کہتے ہیں کہ غنیمت کے مال کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پانچ حصے کرتے تھے، چار تو مجاہدین میں تقسیم ہوتے پانچویں میں سے آپ مٹھی بھر کر نکال لیتے اُسے کعبے میں داخل کر دیتے پھر جو بچا اس کے پانچ حصے کر ڈالتے ایک رسول خدا کا ایک قرابت داروں کا۔ ایک یتیموں کا۔ ایک مسکینوں کا۔ ایک مسافروں کا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اللہ کے حصے کا نام صرف بطور تبرک کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کے بیان کا گویا وہ شروع ہے۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب حضور کوئی لشکر بھیجتے اور غنیمت کا مال ملتا تو آپ اس کے پانچ حصے کرتے اور پھر پانچویں حصے کے پانچ حصے کر ڈالتے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پس یہ فرمان کہ اَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ یہ صرف کلام کے شروع کیلئے ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ پانچویں حصے میں سے پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے بہت سے بزرگوں کا قول یہی ہے کہ خدا رسول کا ایک ہی حصہ ہے۔ اسی کی تائید بیہقی کی اس صحیح سند والی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک صحابی رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وادی القریٰ میں آن کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ غنیمت کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے باقی کے چار حصے لشکر کے، اس نے پوچھا تو اس میں کسی کو کسی پر زیادہ حق نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں یہانتک کہ تو اپنے کسی دوست کے جسم سے تیر نکالے تو اس تیر کا بھی تو اس سے زیادہ مستحق نہیں۔ حضرت حسن نے اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت کی اور فرمایا کیا میں اپنے لئے اس حصے پر رضامند نہ ہو جاؤں۔ جو خدائے تعالیٰ نے خود اپنا رکھا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مال غنیمت کے پانچ حصے برابر سے کئے جاتے تھے چار تو ان لشکریوں کو ملتے تھے جو اس جنگ میں شامل تھے پھر پانچویں حصے کے چار حصے کئے جاتے تھے ایک چوتھائی اللہ کی اور اس کے رسول کی پھر یہ حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اس میں سے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیتے تھے یعنی پانچویں حصے کا پانچواں حصہ وہ آپ کے بعد جو بھی آپ کا نائب ہو اسکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں اللہ کا حصہ اللہ کے نبی کا ہے اور جو آپکا حصہ تھا وہ آپ کی بیویوں کا ہے عطا بن ابی رباح فرماتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کا جو حصہ ہے وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے اختیار ہے جس کام میں آپ چاہیں لگائیں مقدام بن معدی کرب حضرت عبادہ بن صامت حضرت ابودردا اور حضرت حارث بن معاویہ کندی رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا ذکر ہونے لگا تو ابودردا نے عبادہ بن صامت سے کہا فلاں فلاں غزوے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ حضور نے ایک جہاد میں خمس کے ایک اونٹ کے پیچھے صحابہؓ کو نماز پڑھائی سلام کے بعد کھڑے ہوگئے اور چند بال اپنی چٹکی میں لیکر فرمایا کہ یہ بال اس اونٹ کے جو مال غنیمت میں سے ہے یہ بھی مال غنیمت میں سے ہی ہیں اور میرے نہیں ہیں میرا حصہ تو تمہارے ساتھ صرف پانچواں ہے اور پھر وہ بھی تم ہی کو واپس دیدیا جاتا ہے۔ پس سوئی دھاگے تک ہر چھوٹی بڑی چیز پہنچا دیا کرو خیانت نہ کرو خیانت عار ہے اور خیانت کرنیوالے کیلئے دونوں جہاں میں آگ ہے قریب والوں سے دور والوں سے راہ خدا میں جہاد جاری رکھو۔ شرعی کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال تک نہ کرو۔ وطن میں اور سفر

میں خدا کی مقرر کردہ حدیں جاری کرتے رہو خدا کے بارے میں جہاد کرتے رہو جہاد جنت کے بہت بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اسی جہاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غم و رنج سے نجات دیتا ہے (مسند امام احمد) یہ حدیث حسن ہے اور بہت ہی اعلیٰ ہے۔ صحاح ستہ میں اس سند سے مروی نہیں لیکن مسند ہی کی دوسری روایت میں دوسری سند سے خمس کا اور خیانت کا ذکر مروی ہے۔ ابوداؤد اور نسائی میں بھی مختصراً یہ حدیث مروی ہے اس حصے میں سے آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بعض چیزیں اپنی ذات کیلئے بھی مخصوص فرمالیا کرتے تھے لونڈی غلام تلوار گھوڑا وغیرہ۔ جیسے کہ محمد بن سیرین اور عامر شعبی اور اکثر علماء نے فرمایا ہے، ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ذوالفقار نامی تلوار بدر کے دن کے نفل میں سے تھی جو حضور کے پاس تھی اسی کے بارے میں اُحد والے دن خواب دیکھا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اسی طرح آئیں تھیں۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے حضرت یزید بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم باڑے میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے ان کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا ہم نے اُسے پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ یہ محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے زہیر بن اقیش کی طرف ہے کہ اگر تم اللہ کی وحدت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دو اور نمازیں قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور غنیمت کے مال سے خمس ادا کرتے رہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور خالص حصہ ادا کرتے رہو تو تم اللہ کی اور اس کے رسول کی امن میں ہو، ہم نے ان سے پوچھا کہ تجھے یہ کس نے لکھ دیا ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پس ان صحیح حدیثوں کی دلالت اور ثبوت اس بات پر ہے اسی لئے اکثر بزرگوں نے اُسے حضورؐ کے خواص میں شمار کیا ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ، اور لوگ کہتے ہیں کہ خمس میں امام وقت مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق جو چاہے کر سکتا ہے، جیسے کہ مال فئے میں اسے اختیار ہے۔ ہمارے شیخ علامہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی قول حضرت امام مالکؒ کا ہے اور اکثر سلف کا ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا اور معلوم ہو گیا تو یہ بھی خیال رہے کہ خمس جو حضورؐ کا حصہ تھا اسے اب آپ کے بعد کیا کیا جائے بعض تو کہتے ہیں کہ اب یہ حصہ امام وقت یعنی خلیفۃ المسلمین کا ہو گا۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ حضرت قتادہ اور ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ اور اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ مسلمانوں کی مصلحت میں صرف ہو گا۔ اور قول ہے کہ یہ بھی باقی کی اور قسموں پر خرچ ہو گا یعنی قرابت دار یتیم مسکین اور مسافر۔ امام ابن جریر کا مختار یہی ہے اور بزرگوں کا فرمان ہے کہ حضورؐ کا اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ یتیموں مسکینوں اور مسافروں کو دیدیا جائے۔ عراق والوں کی ایک جماعت کا یہی قول ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ خمس کا یہ پانچواں حصہ سب کا سب قرابتداروں کا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن محمد بن علی اور علی بن حسین کا قول ہے کہ یہ ہمارا حق ہے پوچھا گیا کہ آیت میں یتیموں اور مسکینوں کا بھی ذکر ہے تو امام علیؒ نے فرمایا اس سے مراد بھی ہمارے یتیم اور ہمارے مسکین ہیں، امام حسن بن محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ کلام کا شروع اس طرح ہوا ہے ورنہ دنیا آخرت کا سب کچھ اللہ ہی کا ہے پھر ان دونوں حصوں کے بارے میں حضورؐ کے بعد کیا ہوا اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں حضرت کا حصہ آپ کے خلیفے کو ملیگا، بعض کہتے ہیں آپ کے قرابت داروں کو، بعض کہتے ہیں خلیفہ کے قرابت داروں کو ان کی رائے میں ان دونوں حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے کام میں لگایا جائے اسی طرح خلافتِ صدیقی و فاروقی میں ہوتا بھی رہا ہے ابراہیم کہتے ہیں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظمؓ حضورؐ کے اس حصے کو جہاد کے کام میں خرچ کرتے تھے، پوچھا گیا کہ حضرت علیؓ اس بارے میں کیا کرتے تھے فرمایا

وہ اس بارے میں ان سب سے سخت تھے، اکثر علمار رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ ہاں ذوی القربیٰ کا جو حصہ ہے وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا ہے۔ اس لئے کہ اولاد عبدالمطلب نے اولاد ہاشم کی جاہلیت میں اور اول اسلام میں موافقت کی اور انہی کے ساتھ انھوں نے گھاٹی میں قید ہونا بھی منظور کر لیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستائے جانے کی وجہ سے یہ لوگ بگڑ بیٹھے تھے اور آپ کی حمایت میں تھے ان میں کے مسلمان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کیلئے۔ اور ان میں کے کافر خاندانی طرفداری اور رشتوں ناتوں کی حمایت کیلئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی فرمانبرداری کرکے۔ ہاں بنو عبدشمس اور بنو نوفل یہ بھی گو آپ کے چچا زاد بھائی تھے لیکن وہ ان کی موافقت میں نہ تھے بلکہ ان کے خلاف تھے انھیں الگ کر چکے تھے اور ان سے لڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قریش کے اور تمام قبائل ان کے مخالف ہیں اسی لئے ابوطالب نے اپنے قصیدۂ لامیہ میں انکی بہت ہی مذمت کی ہے کیونکہ یہ قریبی قرابت دار تھے کہا ہو کہ انھیں بہت جلد خدا کی طرف سے اُن کی اس شرارت کا پورا بدلہ ملے، ان بیوقوفوں نے اپنے ہو کر ایک خاندان اور ایک خون کے ہو کر ہم سے آنکھیں پھیر لی ہیں وغیرہ۔ ایک موقعہ پر ابن جبیر بن مطعم ابن عدی بن نوفل اور حضرت عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدشمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور شکایت کی کہ آپ نے خیبر کے خمس میں سے بنو عبدالمطلب کو تو دیا لیکن ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ آپ کی قرابت داری کے لحاظ سے وہ اور ہم بالکل یکساں اور برابر ہیں آپ نے فرمایا سنو! بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب تو بالکل ایک ہی چیز ہیں۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے تو مجھ سے نہ کبھی جاہلیت میں جدائی برتی نہ اسلام میں۔ یہ قول تو جمہور علمار کا ہے کہ یہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں، بعض کہتے ہیں یہ صرف بنو ہاشم ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ اللہ کو علم تھا کہ بنو ہاشم میں فقرار ہیں پس صدقے

کی جگہ ان کا حصہ مال غنیمت میں مقرر کر دیا۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قرابت دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے علی بن حسینؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ سب قریش ہیں ابن عباس سے استفتا کیا گیا کہ ذوی القربیٰ کون ہیں؟ آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ ہم تو کہتے تھے ہم ہیں لیکن ہماری قوم نہیں مانتی وہ سب کہتے ہیں کہ سارے ہی قریش ہیں (مسلم وغیرہ) بعض روایتوں میں صرف پہلا جملہ ہی ہے۔ دوسرے جملے کے راوی ابومعشر نجیح بن عبدالرحمن مدنی کی روایت میں ہی یہ جملہ ہے کہ سب کہتے ہیں کہ سارے قریش ہیں۔ اس میں ضعف بھی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے لوگوں کے میل کچیل سے تو میں نے منہ پھیر لیا، خمس کا پانچواں حصہ کافی ہے یہ حدیث حسن ہے اسکے راوی ابراہیم بن مہدی کو امام ابوحاتم ثقہ بتلاتے ہیں لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ منکر روایتیں لاتے ہیں واللہ اعلم۔ آیت میں یتیموں کا ذکر ہے یعنی مسلمانوں کے بے باپ کے بچے۔ پھر بعض تو کہتے ہیں کہ یتیمی کے ساتھ فقیری بھی ہو تو وہ مستحق ہیں اور بعض کہتے ہیں ہر امیر فقیر یتیم کو یہ الفاظ شامل ہیں۔ مساکین سے مراد وہ محتاج ہیں جن کے پاس اتنا نہیں کہ ان کی فقیری اور انکی حاجت پوری ہو جائے اور انہیں کافی ہو جائے۔ ابن السبیل وہ مسافر ہے جو اتنی حد تک وطن سے نکل چکا ہو یا جا رہا ہو کہ جہاں پہنچکر اسے نماز کو قصر پڑھنا جائز ہو اور سفر خرچ کافی اس کے پاس نہ رہا ہو۔ اس کی تفسیر سورۂ برارت کی آیت اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ الخ کی تفسیر میں آئیگی انشار اللہ تعالیٰ۔ ہمارا اللہ پر بھروسہ ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں؛ پھر فرماتا ہے کہ اگر تم میں اللہ پر اور اس کی اتاری ہوئی وحی پر ایمان ہے تو جو وہ فرما رہا ہے بجالاؤ یعنی مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ الگ کر دیا کرو، صحیحین میں ہے کہ وفد عبدالقیس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں چار باتوں کا حکم کرتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں میں تمہیں اللہ پر ایمان لانیکا حکم دیتا

ہوں ۔ جانتے بھی ہو کہ اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا زکوٰۃ دینا اور غنیمت میں سے خمس ادا کرنا الخ پس خمس کا دینا بھی ایمان میں داخل ہے ۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں باب باندھا ہے کہ خمس کا ادا کرنا ایمان میں ہے پھر اس حدیث کو وارد فرمائی ہے اور ہم نے شرح صحیح بخاری میں اس کا پورا مطلب واضح بھی کر دیا ہے وللہ الحمد والمنہ ۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنا ایک احسان و انعام بیان فرماتا ہے کہ اس نے حق و باطل میں فرق کر دیا ۔

اپنے دین کو غالب کیا اپنے نبی کی اور آپ کے لشکریوں کی مدد فرمائی اور جنگِ بدر میں انھیں غلبہ دیا ۔ کلمۂ ایمان کلمۂ کفر پر چھا گیا ۔ پس یوم الفرقان سے مراد بدر کا دن ہے جس میں حق و باطل کی تمیز ہو گئی ، بہت سے بزرگوں سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے یہی سب سے پہلا غزوہ تھا ۔ مشرک لوگ عتبہ بن ربیعہ کی ماتحتی میں تھے جمعہ کے دن انیس یا سترہ رمضان کو یہ لڑائی ہوئی تھی اصحاب رسول تین سو دس سے کچھ اوپر تھے اور مشرکوں کی تعداد نو سو سے ایک ہزار کی تھی ، باوجود اس کے اللہ تبارک و تعالیٰ کافروں کو شکست دی ستر سے کچھ اوپر اوپر تو یہ مارے گئے اور اتنے ہی قید کر لئے گئے ، مستدرک حاکم میں ہے ابن مسعود فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کو گیارہویں رات میں ہی یقین کے ساتھ تلاش کرو اس لئے کہ اس کی صبح کو بدر کی لڑائی کا دن تھا ۔ حسن بن علی رض فرماتے ہیں کہ لیلۃ الفرقان جس دن دونوں جماعتوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی رمضان شریف کی سترہ سترہویں تھی یہ رات بھی جمعہ کی رات تھی ۔ غزوے اور سیرت کی کتابوں والوں کے نزدیک صحیح یہی ہے ۔ ہاں یزید بن ابو جعد جو اپنے زمانے کے مصری علاقے کے امام تھے فرماتے ہیں کہ بدر کا دن پیر کا دن تھا ۔ لیکن کسی اور نے ان کی متابعت نہیں کی اور جمہور کا قول یقیناً ان کے قول پر مقدم ہے واللہ اعلم ÷ ÷ ÷

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ

جب کہ تم پاس والے کنارے پر تھے اور وہ دور والے کنارے

الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ

پر تھے اور قافلہ تم سے بہت نیچا تھا اگر تم آپس

تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَ

آپس میں وعدے کرتے تو یقیناً تم میں اس وعدے کے بارے میں بہت

لَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا

لیکن خدا کو تو ایک کام کر ہی ڈالنا تھا ،

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ

تا کہ وہ ظاہری طور پر بھی برباد ہو جو دلیل کی رو سے ہلاک ہو چکا ہے اور

حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ (٤٢)

دلیل سے جیتا ہے ، بیشک اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے ،

فرماتا ہے کہ اس دن تم وادی الدنیا میں تھے جو مدینے شریف سے قریب ہے اور مشرک لوگ مکے کی جانب مدینے کی دور کی وادی میں تھے اور ابو سفیان اور اسکا قافلہ تجارتی اسباب سمیت نیچے کی رُخ دریا کی طرف تھا اگر تم اور کفار قریش پہلے سے جنگ کا ارادہ کرتے تو یقیناً تم میں اختلاف پڑتا کہ لڑائی کہاں ہو ، یہ بھی مطلب کہا گیا کہ اگر تم لوگ آپس میں طے کر کے جنگ کیلئے تیار ہوئے ہوتے اور پھر تمہیں ان کی کثرت تعداد اور کثرت اسباب معلوم ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ ارادے پست ہو جاتے اسلئے قدرت نے بغیر پہلے سے طے کئے دونوں جماعتوں کو اچانک ملا دیا کہ خدا کا یہ ارادہ پورا ہو جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بلندی ہو اور شرک اور مشرکوں کو پستی ہو پس جس کو کرنا تھا خدائے پاک کر گذرا ۔ چنانچہ کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ اور مسلمان تو صرف قافلے کے ارادے سے ہی نکلے تھے اللہ نے دشمن سے مڈھ بھیڑ کرا دی بغیر کسی تقرر کے اور بغیر کسی جنگی تیاری کے ۔ ابو سفیان ملک شام سے قافلے کو لیکر چلا ۔ ابو جہل اُسے مسلمانوں سے بچانے کیلئے مکے سے نکلا قافلہ اور راستے سے نکل گیا اور مسلمانوں اور کافروں

کی جنگ ہو گئی اس سے پہلے دونوں ایک دوسرے سے بےخبر تھے ایک دوسرے کو خصوصاً پانی لانے والوں کو دیکھ کر انہیں اُن کا اور اُنھیں اِن کا علم ہوا۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حضورؐ برابر اپنے ارادے سے جا رہے تھے صفرار کے قریب پہنچکر بسبس بن عمرو اور عدی بن ابوالزعبا جہنی کو ابوسفیان کا پتہ چلانے کیلئے بھیجا ان دونوں نے بدر کے میدان میں پہنچکر بطحا کے ایک ٹیلے پر اپنی سواریاں بٹھائیں اور پانی کیلئے نکلے راستے میں دو لڑکیوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے دیکھا ایک دوسری سے کہتی ہے تو میرا قرضہ کیوں ادا نہیں کرتی؟ اس نے کہا جلدی نہ کر کل یا پرسوں یہاں قافلہ آنیوالا ہے میں تجھے تیرا حق دیدونگی۔ مجدی بن عمرو بیچ میں بول اٹھا اور کہا یہ سچ کہتی ہے اسے ان دونوں صحابیوں نے سُن لیا اپنے اونٹ کسے اور فوراً خدمت نبوی میں جاکر آپ کو خبر دی۔ اُدھر ابوسفیان اپنے قافلے سے پہلے یہاں اکیلا پہنچا اور مجدی بن عمرو سے کہا کہ اس کنوے پر تم نے کسی کو دیکھا؟ اس نے کہا نہیں البتہ دو سوار آئے تھے اپنے اونٹ اس ٹیلے پر بٹھائے اپنی مشک میں پانی بھرا اور چل دیئے۔ یہ سنکر یہ اس جگہ پہنچا مینگنیاں لیں اور انھیں توڑیں اور کھجوروں کی گٹھلیاں ان میں پاکر کہنے لگا واللہ یہ مدنی لوگ ہیں وہیں سے واپس اپنے قافلے میں پہنچا اور راستہ بدل کر سمندر کے کنارے چل دیا جب اسے اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنا قاصد قریشیوں کو بھیجا کہ اللہ نے تمہارے قافلے کو اور مال کو اور آدمیوں کو بچا لیا تم لوٹ جاؤ یہ سنکر ابوجہل نے کہا نہیں جب یہاں تک ہم آ چکے ہیں تو ہم بدر تک ضرور جائینگے یہاں ایک بازار لگا کرتا تھا۔ وہاں ہم تین روز ٹھہریں گے وہاں اونٹ ذبح کریں گے۔ شرابیں پیئنگے کباب بنائیں گے تاکہ عرب میں ہماری دھوم مچ جائے اور اور ہر ایک کو ہماری بہادری بےجگری معلوم ہو اور وہ ہمیشہ ہم سے خوف زدہ رہیں۔ لیکن اخنس بن شریق نے کہا کہ بنو زہرہ کے لوگو اللہ تعالے نے تمہارے مال محفوظ کر دیئے تم کو چاہیئے

کہ اب واپس چلے جاؤ۔ اس کے قبیلے نے اس کی مان لی یہ لوگ تو لوٹ گئے اور بنو عدی بھی۔ بدر کے قریب پہنچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کو حضرت سعد بن وقاص اور حضرت زبیر بن عوام کو خبر لانے کیلئے بھیجا چند اور صحابہ کو بھی ان کے ساتھ کر دیا انہیں بنو سعید بن عاص کا اور بنو حجاج کا غلام کنوے پر مل گیا دونوں کو گرفتار کر لیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اسوقت آپ نماز میں تھے صحابہ نے ان سے سوال کرنا شروع کیا کہ تم کون ہو؟ انھوں نے کہا قریش کے سقے ہیں انھوں نے ہمیں پانی لانے کیلئے بھیجا تھا۔ صحابہ کا خیال تھا کہ ابوسفیان کے آدمی ہیں اس لئے انہوں نے ان پر سختی شروع کی آخر گھبرا کر انہوں نے کہدیا کہ ہم ابوسفیان کے قافلے کے ہیں تب انہیں چھوڑا۔ حضور نے ایک رکعت پڑھکر سلام پھیر دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ سچ بولتے رہے تم انہیں مارتے پیٹتے رہے اور جب انہوں نے جھوٹ کہا تم نے چھوڑ دیا واللہ یہ سچے ہیں یہ قریش کے غلام ہیں۔ ہاں جی بتلاؤ قریش کا لشکر کہاں ہے؟ انھوں نے کہا وادی قصویٰ کے اس طرف اس ٹیلے کے پیچھے۔ آپ نے فرمایا وہ تعداد میں کتنے ہیں؟ انھوں نے کہا بہت ہیں آپ نے فرمایا آخر کتنے ایک؟ انھوں نے کہا تعداد تو ہمیں معلوم نہیں آپنے فرمایا اچھا یہ بتلا سکتے ہو! ہر روز کتنے اونٹ کٹتے ہیں؟ انھوں نے کہا ایکدن نو ایک دن دس۔ آپ نے فرمایا پھر تو وہ نو سو سے ایکہزار تک ہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ انمیں سرداران قریش میں سے کون کون ہیں؟ انھوں نے جوابدیا کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ ابوالبختری بن ہشام حکیم بن حزام نوفل بن خویلد حارث بن عامر بن نوفل طعیمہ بن عدی نضر ابن حارث زمعہ بن اسود ابوجہل امیہ بن خلف نبیہ بن حجاج منبہ بن حجاج سہل بن عمرو عمرو بن عبدود۔ یہ سنکر آپ نے صحابہ سے فرمایا لو مکے نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف ڈالدیئے ہیں۔ بدر کے دن جب دونوں جماعتوں کا مقابلہ

شروع ہونے لگا۔ تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کیلئے ایک جھونپڑی بنا دیں آپ وہاں رہیں ہم اپنے جانوروں کو یہیں بٹھا کر میدان میں جا کودیں اگر فتح ہوئی تو الحمد للہ یہی مطلوب ہے ورنہ آپ ہمارے جانوروں پر سوار ہو کر انہیں اپنے ساتھ لیکر ہماری قوم کے اُن حضرات کے پاس چلے جائیں جو مدینہ شریف میں ہیں وہ ہم سے زیادہ آپ سے محبت رکھتے ہیں انھیں معلوم نہ تھا کہ کوئی جنگ ہونے والی ہے ورنہ وہ ہرگز آپ کا ساتھ نہ چھوڑتے آپ کی مدد کے لئے آپ کے ہم رکاب نکل کھڑے ہوتے۔ حضورؐ نے ان کے اس مشورے کی قدر کی انہیں دعا دی اور اس ڈیرے میں آپ ٹھہر گئے آپ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکرؓ ہی تھے اور کوئی نہ تھا۔ صبح ہوتے ہی قریشیوں کے لشکر ٹیلے کے پیچھے سے آتے ہوئے نمودار ہوئے انھیں دیکھکر آپ نے جناب باری میں دعا کی کہ باری تعالیٰ یہ فخر و غرور کیساتھ تجھ سے لڑنے اور تیرے رسولؐ کو جھٹلانے کیلئے آرہے ہیں باری تعالیٰ تو انہیں پست و ذلیل کر اس آیت کے آخری جملے کی تفسیر سیرۃ ابن اسحاق میں یہ ہے کہ یہ اسلئے کہ کفر کرنے والے دلیل خدا دیکھ لیں گو کفر ہی پر رہیں اور ایمان والے بھی دلیل کے ساتھ ایمان لائیں۔ یعنی بغیر آمادگی اور بغیر شرط و قرار داد کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور مشرکوں کی یہاں اچانک مدبھیڑ کرا دی کہ حقانیت کو باطل پر غلبہ دیکر حق کو بالکل ظاہر کر دے اسطرح کہ کسی کو شک شبہ باقی نہ رہے۔ اب جو کفر پر رہے وہ بھی کفر کو کفر سمجھ کے رہے اور جو ایمان والا ہو جائے وہ دلیل دیکھکر ایماندار بنے ایمان ہی دلوں کی زندگی ہے اور کفر ہی اصلی ہلاکت ہے جیسے فرمان قرآن ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ الخ یعنی وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے جلا دیا اور اس کے لئے نور بنا دیا کہ اس روشنی میں وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ تہمت کے قصے میں حضرت عائشہؓ کے الفاظ ہیں کہ پھر جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا یعنی بہتان میں حصہ لیا اللہ تعالیٰ تمہارے تضرع وزاری اور تمہاری دعا و استغفار اور فریاد و مناجات کا سننے والا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم اہل حق ہو تم مستحق امداد ہو تم اس قابل ہو کہ تمہیں کافروں اور مشرکوں پر غلبہ دیا جائے۔)

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ
جبکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیرے خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی ، اگر
اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي
ان کی زیادتی دکھاتا تو تم بزدل ہو جاتے اور اس کام کے بارے میں
الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ
آپس میں اختلاف کرنے لگتے لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا ، وہ دلوں
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ
کے بھیدوں سے خوب آگاہ ہے ، جبکہ اس نے بوقت ملاقات انہیں
اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ
تمہاری نگاہوں میں بہت کم دکھائے اور تمہیں ان کی
فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ
نگاہوں میں کم دکھائے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو انجام تک
مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾
پہنچا دے جو کرنا ہی تھا ، سب کام اللہ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں ،

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خواب میں مشرکوں کی تعداد بہت کم دکھائی آپ نے اپنے اصحاب سے ذکر کیا یہ چیز ان کی ثابت قدمی کا باعث بن گئی۔ بعض بزرگ کہتے ہیں کہ آپ کو آپ کی آنکھوں سے ان کی تعداد کم دکھائی جن آنکھوں سے آپ سوتے تھے۔ لیکن یہ قول غریب ہے جب قرآن میں منام کے لفظ ہیں تو اسکی تاویل بلا دلیل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ممکن تھا کہ ان کی تعداد کی زیادتی دلوں میں رعب بٹھا دے اور آپس میں اختلاف شروع ہو جائے کہ آیا ان سے لڑیں یا نہ لڑیں اللہ تعالیٰ نے اس بات سے ہی بچا لیا اور ان کی تعداد کم کر کے دکھائی۔ خدائے پاک دلوں کے بھید سے سینے کے راز سے واقف ہے آنکھوں کی خیانت اور دل کے بھید جانتا ہے: خواب میں تعداد کم دکھا کر پھر یہ بھی مہربانی فرمائی کہ بوقت جنگ بھی مسلمانوں کی نگاہوں اور جانچ میں وہ بہت

ہی کم آئے تاکہ مسلمان دلیر ہو جائیں اور انھیں کوئی چیز نہ سمجھیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو اندازہ کر کے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر کے قریب ہونگے اس سے پورا اندازہ کر کے کہا نہیں نہیں کوئی ایک سو ہیں پھر ان میں سے ایک شخص ہمارے ہاتھ میں قید ہو گیا اس سے ہم نے پوچھا کہ تم کتنے ہو، اس نے کہا ایک ہزار کا یہ لشکر ہے۔ پھر اسیطرح کافروں کی نظروں میں بھی خدائے حکیم نے مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی اب تو وہ ان پر اور یہ ان پر کود پڑے۔ تاکہ رب کا کام جس کا کرنا وہ اپنے علم میں مقرر کر چکا تھا پورا ہو جائے کافروں پر اپنی پکڑ اور مومنوں پر اپنی رحمت نازل فرما دے۔ پس جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی یہی کیفیت دونوں جانب رہی لڑائی شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے ایکہزار فرشتوں سے اپنے بندوں کی مدد فرمائی مسلمانوں کا جتھا بڑھ گیا اور کافروں کا زور ٹوٹ گیا۔ چنانچہ اب تو کافروں کو مسلمان اپنے سے دُگنے نظر آنے لگے اور اللہ نے موحدوں کی مدد کی اور آنکھوں والوں کیلئے عبرت کا خزانہ کھول دیا۔ جیسے کہ آیت قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ الخ میں بیان ہوا ہے۔ پس دونوں آیتیں ایک سی ہیں کم نظر آتے تھے جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی۔ شروع ہوتے ہی مسلمان دُگنے دکھائی دینے لگے ۔۔۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً

اے ایمان والو جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ

فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾

تو ثابت قدم رہو اور بکثرت یاد خدا کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا

اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو آپس میں اختلاف

فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا

ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر و سہار رکھو

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۴۶﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو لڑائی کی کامیابی کی تدبیر اور دشمن کے مقابلے کے وقت کی شجاعت سکھا رہا ہے ایک غزوی میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج ڈھلنے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا لوگو دشمن سے بھڑ جانے کی تمنا نہ کرو اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے رہو لیکن جب دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے تو استقلال رکھو اور یقین مانو کہ جنت تلواروں کے سایے تلے ہے۔ پھر آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے سچی کتاب کے نازل فرمانے والے اے بادلوں کو چلانے والے اور لشکروں کو ہزیمت دینے والے خدا ان کافروں کو شکست دے اور ان پر ہماری مدد فرما۔ (بخاری مسلم) عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ دشمن کے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور مقابلے کے وقت ثابت قدمی اور اولوالعزمی دکھاؤ وہ گو چیخیں چلائیں لیکن تم خاموش رہا کرو۔ طبرانی میں ہے تین وقتوں میں اللہ تعالیٰ کو خاموشی پسند ہے تلاوتِ قرآن کے وقت جہاد کے وقت اور جنازے کے وقت۔ اور حدیث میں ہے میرا کامل بندہ وہ ہے جو دشمن کے مقابلے کے وقت بھی میرا ذکر کرتا رہے یعنی اس حال میں بھی میرے ذکر کو مجھ سے دعا کرنے کو اور مجھ سے فریاد کرنے کو ترک نہ کرے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں پوری مشغولی کے وقت یعنی جب تلوار چلتی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرض رکھا ہے۔ حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ چپ رہنا اور ذکر اللہ کرنا لڑائی کے وقت بھی واجب ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ تو جریج نے آپ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد بلند آواز سے کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کعب احبارؒ فرماتے ہیں قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر اللہ سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک اور کوئی چیز نہیں۔ اس میں بھی اولیٰ وہ ہے جس کا حکم لوگوں کو نماز میں کیا گیا ہے اور جہاد میں کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بوقت جہاد بھی اپنے ذکر کا حکم فرمایا ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی، شاعر کہتا ہے کہ عین جنگ و جدال کے وقت بھی میرے دل میں تیری

یاد ہوتی ہے - عنترہ کہتا ہے نیزوں اور تلواروں کے شپاشپ
چلتے ہوئے بھی میں تجھے یاد کرتا رہتا ہوں - پس آیت میں جنا
باری نے دشمنوں کے مقابلے کے وقت میدان جنگ میں ثابت
قدم رہنے اور صبر و سہار کرنے کا حکم دیا کہ نامردی بزدلی بھاگ
اور ڈرپوکی نہ برتو۔ اللہ کو یاد کرو اسے نہ بھولو اس سے فریاد
کرو اس سے دعائیں کرو اسی پر بھروسہ رکھو اس سے مدد
طلب کرو۔ یہی کامیابی کے گر ہیں ؛ اسوقت بھی خدا رسولؐ
کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ جانے دو وہ جو فرمائیں بجالاؤ جن سے
روکیں رک جاؤ آپس میں جھگڑے اور اختلاف نہ پھیلاؤ
ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے بزدلی جم جائے گی ہوا اکھڑ جائے گی۔
قوت اور تیزی جاتی رہے گی اقبال و ترقی رک جائے گی۔
دیکھو صبر کا دامن نہ چھوڑو اور یقین رکھو کہ صابروں کیساتھ
خود خدا ہوتا ہے - صحابہ کرام ان احکام میں ایسے پورے اترے
کہ ان کی مثال اگلوں میں بھی نہیں پیچھے والوں کا تو ذکر ہی کیا ع ۲
ہے - یہی شجاعت یہی اطاعت رسولؐ یہی صبر و استقلال
تھا جس کے باعث مدد خدا شامل حال رہی اور بہت ہی کم
مدت میں باوجود تعداد اور اسباب کی کمی کے مشرق و مغرب
کو فتح کر لیا نہ صرف لوگوں کے ملکوں ہی کے مالک بنے بلکہ ان
کے دلوں کو بھی فتح کر کے خدا کی طرف لگا دیا - رومیوں اور
فارسیوں کو ترکوں اور صقالیہ کو بربریوں اور حبشیوں کو
سوڈانیوں اور قبطیوں کو غرض دنیا کے کل گوروں کالوں
کو دبا لیا اللہ کے کلمہ کو بلند کیا دین حق کو پھیلا دیا اور اسلامی
حکومت کو دنیا کے کونے کونے میں جما دیا - اللہ ان سے خوش
رہے اور انھیں بھی خوش رکھے خیال تو کرو کہ تیس سال میں
دنیا کا نقشہ بدل دیا تاریخ کا ورق پلٹ دیا - اللہ تعالے
ہمارا بھی انہی کی جماعت میں حشر کرے وہ کریم و وہاب ہے ؛

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم
ان لوگوں جیسے نہ بنو جو حق کو دھکا دینے اور لوگوں میں خود نمائی کرنے

بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن
کیلئے اپنے شہروں سے چلے اور راہ خدا سے

سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (۴۷)
روکنے لگے، جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے گھیر لینے والا ہے ،

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَ
جبکہ ان کے اعمال شیطان انھیں زینت دار دکھا رہا تھا اور وہ

قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ
کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آسکتا

إِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ
میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں، لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں

نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ
تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تو تم سے بری

مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي
ہوں میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے میں

أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۴۸)
اللہ سے ڈرتا ہوں، اللہ تعالے سخت عذاب والا ہے ،

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي
جب کہ منافق کہہ رہے تھے اور وہ بھی جن کے

قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ ۗ وَ
دلوں میں روگ تھا کہ انھیں تو ان کے دین نے مست بنا دیا ہے

مَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ
جو بھی خدا پر بھروسہ کرے اللہ تعالے بلا شک و شبہ غلبے والا

حَكِيمٌ (۴۹)
اور حکمت والا ہے،

جہاد میں ثابت قدمی نیک نیتی ذکر اللہ کی کثرت کی نصیحت فرما کر
مشرکین کی مشابہت سے روک رہا ہے کہ جیسے وہ حق کو مٹانے
اور لوگوں میں اپنی بہادری دکھانے کیلئے فخر و غرور کے ساتھ
اپنے شہروں سے چلے تم ایسا نہ کرنا - چنانچہ ابوجہل سے جب
کہا گیا کہ قافلہ تو بچ گیا اب لوٹ کر واپس چلنا چاہئے تو اُس

ملعون نے جواب دیا کہ واہ کس کا لوٹنا بدر کے پانی پر جا کر پڑاؤ کریں گے وہاں شرابیں اڑائیں گے کباب کھائیں گے گانا سنینگے تاکہ لوگوں میں شہرت ہو جائے اللہ کی شان کے قربان جائے ان کے ارمان قدرت نے پلٹ دیئے یہیں ان کی لاشیں گریں اور یہیں کے گڑھوں میں ذلت کے ساتھ ٹھوس دیئے گئے۔ اللہ ان کے اعمال گھیر لینے والا ہے ان کے ارادے اس پر کھلے ہیں اسی لئے انھیں برے وقت سے پالا پڑا، پس یہ مشرکین کا ذکر ہے جو اللہ کے رسول رسولوں کے سرتاج سے بدر میں لڑنے چلے تھے ان کی گانے والیاں بھی تھیں باجے گاجے بھی تھے شیطان لعین ان کا پشت پناہ بنا ہوا تھا ہنیر پھسلا رہا تھا ان کے کام کو خوبصورت بھلا دکھا رہا تھا ان کے کانوں میں پھونک رہا تھا کہ بھلا تمہیں کون ہرا سکتا ہے۔ ان کے دل سے بنو بکر کا مکے پر چڑھائی کرنے کا خوف نکال رہا تھا اور سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہہ رہا تھا کہ میں تو اس علاقے کا سردار ہوں بنو مدلج سب میرے تابع ہیں میں تمہارا حمایتی ہوں بے فکر رہو شیطان کا کام بھی یہی ہے کہ جھوٹے وعدے دے نہ ہوتی امیدیں دلائے اور دھوکے کی جال میں پھنسائے۔ بدر والے دن یہ اپنے جھنڈے اور اپنے لشکر کو لیکر مشرکوں کے ساتھ ہوا ان کے دلوں میں ڈالتا رہا کہ بس تم بازی لے گئے میں تمہارا مددگار ہوں۔ لیکن جب مسلمانوں سے مقابلہ شروع ہوا اور اس خبیث کی نظریں فرشتوں پر پڑیں تو پچھلے پیروں بھاگا اور کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جس سے تمہاری آنکھیں اندھی ہیں ابن عباس کہتے ہیں بدر والے دن ابلیس اپنا جھنڈا بلند کئے مدلجی شخص کی صورت میں اپنے لشکر سمیت پہنچا اور شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور مشرکین کے دل بڑھائے ہمت دلائی جب میدان جنگ میں صف بندی ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی مٹھی بھر کر مشرکوں کے منہ پر ماری اس سے ان کے تو قدم اکھڑ گئے

اور ان میں بھاگڑ مچی حضرت جبرئیل علیہ السلام شیطان کی طرف لپکے اس وقت یہ ایک مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تھا آپ کو دیکھتے ہی اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھٹا کر اپنے لشکروں سمیت بھاگ کھڑا ہوا اس شخص نے کہا سراقہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے حمایتی ہو پھر یہ کیا کر رہے ہو، یہ ملعون چونکہ فرشتوں کو دیکھ رہا تھا کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں تو خدا سے ڈرنے والا آدمی ہوں اللہ کے عذاب بڑے بھاری ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ اسے پیٹھ پھیرتا دیکھکر حارث بن ہشام نے پکڑ لیا اس نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا جس سے یہ بیہوش ہو کر گر پڑا تو اوروں نے کہا کہ سراقہ تو اس حال میں ہمیں ذلیل کرتا ہے۔ اور ایسے وقت ہمیں دھوکہ دیتا ہے وہ کہنے لگا ہاں ہاں میں تم سے بری الذمہ اور بے تعلق ہوں میں انھیں دیکھ رہا ہوں جنہیں تم نہیں دیکھ رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضورؐ پر تھوڑی سی دیر کیلئے ایک طرح کی بیخودی سی طاری ہو گئی پھر ہوشیار ہو کر فرمانے لگے صحابیو خوش ہو جاؤ یہ ہیں تمہاری دائیں جانب حضرت جبرئیل علیہ السلام اور یہ ہیں تمہاری بائیں طرف میکائیل علیہ السلام اور یہ ہیں حضرت اسرافیل علیہ السلام تینوں مع اپنی فوجوں کے آموجود ہوئے ہیں۔ ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کی صورت میں مشرکوں میں تھا ان کے دل بڑھا رہا تھا اور ان میں پیشین گوئیاں کر رہا تھا کہ بے فکر رہو آج تمہیں کوئی بھی ہرا نہیں سکتا۔ لیکن فرشتوں کے لشکر دیکھتے ہی اس نے تو منہ موڑا اور یہ کہتا ہوا بھاگا کہ میں تم سے بری ہوں میں انھیں دیکھ رہا ہوں جو تمہاری نگاہ میں نہیں آتے۔ حارث بن ہشام چونکہ اسے سراقہ ہی سمجھے ہوئے تھا اس لئے اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا اس نے اس کے سینے میں اس زور سے گھونسہ مارا کہ یہ تو منہ کے بل گر پڑا اور شیطان بھاگ گیا سمندر میں کود پڑا اور اپنا کپڑا اونچا کر کے کہنے لگا خدایا میں تجھے تیرا وہ وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے مجھ

سے کیا ہے۔طبرانی میں حضرت رفاعہ بن رافع سے بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے۔حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں جب قریشیوں نے مکے سے نکلنے کا ارادہ کیا تو انہیں بنی بکر کی جنگ یاد آگئی اور خیال کیا کہ ایسا نہ ہو ہماری عدم موجودگی میں یہاں چڑھ دوڑیں قریب تھا کہ وہ اپنے ارادے سے دست بردار ہو جائیں اسی وقت ابلیس لعین سراقہ کی صورت میں انکے پاس آیا یہ بنو کنانہ کے سرداروں میں سے تھا کہنے لگا اپنی قوم کا میں ذمہ دار ہوں تم ان سے بے کھٹکے رہو اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے پورے تیار ہو کر سب جاؤ خود بھی ان کے ساتھ چلا ہر منزل میں یہ اسے دیکھتے تھے سب کو یقین تھا کہ سراقہ خود ہمارے ساتھ ہے یہانتک کہ لڑائی شروع ہو گئی اسوقت یہ مردود دم دبا کر بھاگا۔حارث بن ہشام یا عمیر بن وہب نے اسے جاتے دیکھ لیا اس نے شور مچا دیا کہ سراقہ کہاں بھاگا جا رہا ہے۔شیطان انھیں موت اور دوزخ کے منہ میں دھکیل کر خود فرار ہو گیا۔کیونکہ اس نے خدائی لشکروں کو مسلمانوں کی امداد کے لئے آتے ہوئے دیکھ لئے تھے صاف کہدیا کہ میں تم سے بری ہوں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اس بات میں تھا بھی وہ سچا۔پھر کہتا ہے میں خدا کے خوف سے ڈرتا ہوں۔اللہ کے عذاب سخت اور بھاری ہیں۔اس نے جبرئیل علیہ السلام کو فرشتوں کے ساتھ اترتے دیکھ لیا تھا سمجھ گیا تھا کہ ان کے مقابلے کی مجھ میں یا مشرکوں میں طاقت نہیں وہ اپنے اس قول میں تو جھوٹا تھا کہ میں خوف خدا کرتا ہوں یہ تو صرف اس کی زبانی بات تھی دراصل وہ اپنے میں طاقت ہی نہیں پاتا تھا یہی اس دشمن خدا کی عادت ہے کہ بھڑکاتا اور بہکاتا ہے حق کے مقابلے میں لا کھڑا کر دیتا ہے پھر روپوش ہو جاتا ہے قرآن فرماتا ہے شیطان انسان کو کفر کا حکم دیتا ہے پھر جب وہ کفر کر چکتا ہے تو یہ کہنے لگتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔اور آیت میں ہے کہ جب کام تھم جاتا ہے تو یہ کہتا ہے خدا کے وعدے سچے ہیں میں خود جھوٹا میرے وعدے بھی سراسر جھوٹے میرا تم پہ کوئی زور دعوی تو تھا ہی نہیں تم نے تو آپ میری آرزو پہ گردن جھکا دی اب مجھے سرزنش نہ کرو خود اپنے تئیں ملامت کرو نہ میں تمہیں بچا سکوں نہ تم میرے کام آسکو اس سے پہلے جو تم مجھے شریک خدا بنا رہے تھے میں تو آج اسکا بھی انکاری ہوں یقین مانو کہ ظالموں کیلئے دکھ کی مار ہے۔حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں اگر میری آنکھیں آج بھی ہوتیں تو میں تمہیں بدر کے میدان میں وہ گھاٹی دکھا دیتا جہاں سے فرشتے آتے تھے بیشک وشبہ مجھے وہ معلوم ہے انھیں ابلیس نے دیکھ لیا اور خدا نے انھیں حکم دیا کہ مومنوں کو ثابت قدم رکھو یہ لوگوں کے پاس ان کے جان پہچان کے آدمیوں کی شکل میں آتے اور کہتے خوش ہو جاؤ یہ کافر بھی کوئی چیز ہیں اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہے بے خوفی کیساتھ شیر کا سا حملہ کر دو۔ابلیس یہ دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا ابتک وہ سراقہ کی شکل میں کفار میں موجود تھا۔ابوجہل نے یہ حال دیکھ کر اپنے لشکروں میں گشت شروع کیا کہہ رہا تھا کہ گھبراؤ نہیں اس کے بھاگ کھڑے ہونے سے دل تنگ نہ ہو جاؤ یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے سیکھا پڑھا آیا تھا کہ تمہیں عین موقعہ پر بزدل کر دے کوئی گھبرانے کی بات نہیں لات وعزٰی کی قسم آج ان مسلمانوں کو ان کے نبی سمیت گرفتار کر لیں گے نامردی نہ کرو دل بڑھاؤ اور سخت حملہ کرو دیکھو خبردار انھیں قتل نہ کرنا زندہ پکڑنا تاکہ انھیں دل کھول کر سزا دیں یہ بھی اپنے زمانے کا فرعون ہی تھا اس نے بھی جادوگروں کے ایمان لانے پر کہا تھا کہ یہ تو صرف تمہارا ایک مکر ہے کہ یہاں سے تم ہمیں نکال دو۔اس نے بھی کہا تھا کہ جادوگرد یہ موسیٰ تمہارا استاد ہے حالانکہ یہ محض اسکا فریب تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عرفے کے دن جسقدر ابلیس حقیر وذلیل رسوا اور درماندہ ہوتا ہے اتنا کسی اور دن نہیں دیکھا گیا کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ خدائے تعالےٰ کی

عام معافی اور عام رحمت اتر تی ہے ہر ایک کے گناہ عموماً معاف ہو جاتے ہیں، ہاں بدر کے دن کی اس کی ذلت و رسوائی کی کچھ نہ پوچھو جبکہ اس نے دیکھا کہ فرشتوں کی فوجیں جبرئیل کی ماتحتی میں آرہی ہیں ؛ جب دونوں فوجیں صف بندی کرکے آمنے سامنے آگئیں تو اللہ کی قدرت و حکمت سے مسلمان کافروں کو بہت کم نظر آنے لگے اور کافر مسلمان کی نگاہوں میں کم جچنے لگے اس پر کافروں نے قہقہہ لگایا کہ دیکھو مسلمان کیسے مذہبی دیوانے ہیں۔ مٹھی بھر آدمی ہم ایک ہزار کے لشکر سے ٹکرا رہے ہیں ابھی کوئی دم میں ان کا چورا ہو جائیگا پہلے ہی حملے میں وہ چوٹ کھائیں گے کہ سر سہلاتے رہ جائیں۔ اللہ رب العالمین فرماتا ہے انہیں نہیں معلوم کہ یہ متوکلین کا گروہ ہے ان کا بھروسہ اس پر ہے جو غلبہ کا مالک ہے جو حکمت کا مالک ہے خدا کے دین کی سختی مسلمانوں میں محسوس کرکے ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ انہیں مذہبی دیوانگی ہے۔ دشمن خدا ابو جہل ملعون ٹیلے پر سے جھانک کر اللہ والوں کی کمی اور بے سر و سامانی دیکھکر گدھے کی طرح پھول گیا اور کہنے لگا لو پالا مار لیا ہے بس آج سے خدا کی عبادت کرنے والوں سے زمین خالی نظر آئے گی ابھی ہم ان میں سے ایک ایک کو دو دو کرکے رکھدینگے ابن جریج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دین میں طعنہ دینے والے مکہ کے منافق تھے۔ عامر کہتے ہیں یہ چند لوگ تھے جو زبانی مسلمان ہوئے تھے لیکن آج بدر کے میدان میں مشرکوں کے ساتھ تھے انھیں مسلمانوں کی کمی اور کمزوری دیکھ کر تعجب معلوم ہوا اور کہا کہ یہ لوگ تو مذہبی فریب خوردہ ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں یہ قریش کی ایک جماعت تھی قیس بن ولید بن مغیرہ اور ابو قیس بن فاکہ بن مغیرہ اور حارث بن زمعہ ابن اسود بن عبد المطلب اور علی بن امیہ بن خلف اور عاص ابن منبہ بن حجاج یہ قریش کے ساتھ تھے لیکن تھے یہ شک میں اور اسی میں رکے ہوئے تھے یہاں مسلمانوں کی حالت دیکھکر کہنے لگے یہ لوگ تو صرف مذہبی مجنون ہیں ورنہ مٹھی بھر بے رسد اور بے ہتھیار آدمی اتنی ٹڈی دل شوکت و شان والی فوجوں کے سامنے کیوں کھڑے ہو جاتے ؛ حسنؒ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بدر کی لڑائی میں نہیں آئے تھے ان کا نام منافق رکھ دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ قوم اسلام کی اقراری تھی لیکن مشرکوں کی رو میں بہ کر یہاں چلی آئی یہاں آن کر مسلمانوں کا کمزور جتھا دیکھ کر انھوں نے یہ کہا۔ جناب باری جلّ شانہٗ ارشاد فرماتا ہے کہ جو اس مالک الملک پر بھروسہ کرے اسے وہ ذی عزت کر دیتا ہے کیونکہ عزت اس کی لونڈی ہے اور غلبہ اس کا غلام ہے وہ بلند جناب ہے وہ بڑا ذی شان ہے وہ سچا سلطان ہے وہ حکیم ہے اس کے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں وہ ہر چیز کو اس کی ٹھیک جگہ رکھتا ہے۔ مستحقین امداد کی وہ مدد فرماتا ہے اور مستحقین ذلت کو وہ ذلیل کرتا ہے وہ سب کو خوب جانتا ہے ؎ ؎ ۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا

کاش کہ تو دیکھتا جب کہ فرشتے کافروں کی روح

الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ

قبض کرتے ہیں انکے منہ منہ پر اور کمروں پر مار مارتے دیں،

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا

تم جلنے کا عذاب چکھو، یہ سبب ان کاموں

قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ

جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے ہی بھیج رکھا ہے بیشک اللہ اپنے بندوں

بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾

پر ظلم کرنے والا نہیں،

کاش کے تو اے پیغمبر دیکھتا کہ فرشتے کس بری طرح کافروں کی روح قبض کرتے ہیں وہ اس وقت ان کے چہروں پر اور کمروں پر مار مارتے ہیں اور کہتے ہیں آگ کا عذاب اپنی بداعمالیوں کے بدلے چکھو۔ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ بھی بدر کے دن کا ہے کہ سامنے سے ان کافروں کے چہروں پر تلواریں پڑتی تھیں اور جب بھاگتے تھے تو پیٹھ پر وار پڑتے تھے فرشتے ان کا خوب بھرتا بنا رہے تھے۔

ایک صحابی نے حضورؐ سے کہا میں نے ابوجہل کی پیٹھ پر کانٹوں کے سے نشان دیکھے ہیں آپ نے فرمایا ہاں یہ فرشتوں کی مار کے نشان ہیں۔ حق یہ ہے کہ یہ آیت بدر کے ساتھ مخصوص تو نہیں الفاظ عام ہیں ہر کافر کا یہی حال ہوتا ہے۔ سورۂ قتال میں بھی اس بات کا بیان ہوا ہے اور سورۂ انعام کی آیت وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ الخ میں بھی اس کا بیان مع تفسیر گذر چکا ہے۔ چونکہ یہ نافرمان لوگ تھے ان کی موت کیوقت فرشتوں کے ہاتھ ان کی جانب بڑھے ہوئے ہوتے ہیں وہ انہیں خوب مار مارتے ہیں ان کی روحیں اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے بدن میں چھپتی پھرتی ہیں جنہیں فرشتے جبراً نکالتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ تیرے لئے غضب خدا ہے اور عذاب خدا ہے جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس بری حالت میں سکرات موت کے وقت جبکہ کافر کے پاس ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں تو فرماتے ہیں اے خبیث روح چل گرم ہواؤں اور گرم پانی اور گرم سائے کیطرف پس وہ روح بدن میں چھپتی پھرتی ہے آخر اسے جبراً گھسیٹا جاتا ہے جس طرح کسی زندہ شخص کی کھال کو اتارا جائے اسی کے ساتھ رگیں اور پٹھے بھی آجاتے ہیں۔ فرشتے اس سے کہتے ہیں اب جلنے کا مزہ چکھو۔ یہ تمہاری دنیوی بداعمالی کی سزا ہے اللہ تعالےٰ ظالم نہیں وہ تو عادل حاکم ہے برکت و بلندی غنا اور پاکیزگی والا بزرگ اور تعریفوں والا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے کہ میرے بندو میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی حرام کر دیا ہے پس آپس میں کوئی کسی پر ظلم و ستم نہ کرے میرے بندو میں تو صرف تمہارے کئے ہوئے اعمال ہی کو گھیرے ہوں بھلائی پا کر میری تعریفیں کرو اور اس کے سوا کچھ اور دیکھو تو اپنے تئیں ہی ملامت کرو۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ
مثل فرعونیوں کے حال کے اور ان سے اگلوں کے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ
کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں سے کفر کیا پس اللہ نے ان کے گناہوں کے

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۵۲
اللہ تعالےٰ یقیناً قوت والا اور سخت عذاب والا ہے۔

ان کافروں نے بھی تیرے ساتھ وہی کیا جو ان سے پہلے کے کافروں نے اپنے نبیوں کے ساتھ کیا تھا پس ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کیا جو ہم نے ان سے اگلوں کے ساتھ کیا تھا جو ان ہی جیسے تھے۔ مثلاً فرعونی اور ان سے پہلے کے لوگ جنہوں نے خدا کی آیتوں کو نہ مانا جس باعث خدائی پکڑ ان پر آگئی۔ تمام قوتیں اللہ ہی کی ہیں اور اس کے عذاب بھی بڑے بھاری ہیں کوئی نہیں جو اس پر غالب آسکے کوئی نہیں جو اس سے بھاگ سکے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً
یہ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام

اَنْعَمَهَا عَلٰي قَوْمٍ حَتّٰي يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ
فرما کر پھر بدل دے جبتک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدل دیں جو کہ

وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۵۳ كَدَاْبِ اٰلِ
اور یہ کہ اللہ سننے جاننے والا ہے، مثل حالت فرعونیوں

فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا
کے اور ان کے پہلے کے لوگوں کے۔ کہ انہوں نے اپنے

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ
رب کی آیتیں جھٹلائیں پس ان کے گناہوں کے باعث ہم نے انہیں

اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا
فرعونیوں کو ڈبو دیا اور یہ سارے

ظٰلِمِيْنَ ۵۴
ستمگار تھے،

اللہ تعالےٰ کے عدل و انصاف کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنی دی ہوئی نعمتیں گناہوں سے پہلے نہیں چھینتا جیسے اور آیت میں ہے اللہ تعالےٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا

جبتک کہ وہ اپنی ان باتوں کو نہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہیں جب وہ کسی قوم کی برائیوں کی وجہ سے انہیں برائی پہنچانا چاہتا ہے پھر اس کے ارادے کو کوئی لوٹا نہیں سکتا نہ اس کے پاس کوئی حمایتی کھڑا ہو سکتا ہے۔ تم دیکھ لو کہ فرعونیوں کے اور ان جیسے ان سے آگے والوں کے ساتھ بھی یہی ہوا انہیں اللہ نے اپنی نعمتیں دیں وہ سیاہ کاریوں میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالےٰ نے اپنے دیئے ہوئے باغات چشمے کھیتیاں خزانے محلات اور نعمتیں جن میں وہ بدمست ہو رہے تھے سب چھین لیں۔ اس بارے میں انھوں نے اپنا برا آپ کیا خدا نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ

تمام جاندارروں سے بدتر خدا کے نزدیک وہ ہیں جو کفر

كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾ الَّذِينَ

کریں پھر وہ ایمان نہ لائیں ، جن سے

عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ

تو نے عہد و پیمان کر لیا پھر بھی وہ اپنے عہد و پیمان کو

فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾ فَإِمَّا

ہر ہر مرتبہ توڑ دیتے ہیں اور بالکل پرہیز نہیں کرتے ، پس جب

تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ

کبھی تو لڑائی میں ان پر غالب آجائے انہیں ایسی مار مار کہ ان کے

خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٥٧﴾

پیچھے بھی بھاگ کھڑے ہوں ہو سکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کریں ،

زمین پر جتنے بھی چلتے پھرتے ہیں ان سب سے بدتر اللہ کے نزدیک بے ایمان کافر ہیں۔ جو عہد کر کر کے توڑ دیتے ہیں۔ ادھر قول قرار کیا اُدھر پھر گئے اِدھر قسمیں کھائیں اُدھر توڑ دیں نہ خدا کا خوف نہ گناہ کا کھٹکا۔ پس جب تو ان پر لڑائی میں غالب آجائے تو ایسی سزا دے کہ بعد والوں کو بھی عبرت حاصل ہو۔ وہ بھی خوف زدہ ہو جائیں تو ممکن ہے کہ اپنے ایسے کرتوت سے باز رہیں۔

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ

اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں

إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا

ان کا عہدنامہ توڑ دے ، اللہ تعالےٰ خیانت

ع ١٠
٣

يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ،

ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی اگر کسی سے تمہارا عہد و پیمان ہوا ہو اور تمہیں خوف ہو کہ یہ بد عہدی اور وعدہ خلافی کرینگے تو تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ برابر کی حالت میں عہد نامہ توڑ دو اور انھیں اطلاع کر دو تاکہ وہ بھی صلح کے خیال میں نہ رہیں۔ کچھ دن پہلے ہی سے انھیں خبر کر دو۔ اللہ خیانت کو ناپسند فرماتا ہے کافروں سے بھی خیانت تم نہ کرو۔ مسند احمد میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے لشکروں کو سرحد روم کی طرف بڑھانا شروع کیا کہ مدت صلح ختم ہوتے ہی ان پر اچانک حملہ کر دیں تو ایک شیخ اپنی سواری پر سوار یہ کہتے ہوئے آئے کہ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے وعدہ وفائی کرو عذر درست نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب کسی قوم سے عہد و پیمان ہو جائیں تو نہ کوئی گرہ کھولو نہ باندھو جب تک کہ مدت صلح ختم نہ ہو جائے یا انھیں اطلاع دیکر عہد نامہ چاک نہ ہو جائے جب یہ بات حضرت معاویہ رضؓ کو پہنچی آپ نے اسی وقت فوج کو واپسی کا حکم دیدیا یہ شیخ حضرت عمرو بن عنبسہ تھے رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شہر کے قلعے کے پاس پہنچکر اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم مجھے بلاؤ میں تمہیں بلاؤں گا۔ جیسے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انھیں بلاتے دیکھا ہے پھر فرمایا میں بھی انہی میں سے ایک شخص تھا پس مجھے اللہ عز وجل نے اسلام کی ہدایت کی اگر تم بھی مسلمان ہو جاؤ تو جو ہمارا حق ہے وہی تمہارا حق ہوگا اور جو ہم پر ہے تم پر بھی وہی ہوگا اور اگر تم اسے نہیں مانتے تو ذلت کے ساتھ تمہیں جزیہ دینا

ہوگا اسے بھی قبول نہ کرو تو ہم تمہیں ابھی سے مطلع کرتے ہیں جبکہ ہم تم برابری کی حالت میں ہیں اللہ تعالےٰ خیانت کرنیوالوں کو پسند نہیں رکھتا۔ تین دن تک اُنہیں اسی طرح دعوت دی آخر چوتھے روز صبح ہی صبح حملہ کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے فتح دی اور مدد فرمائی ؛؛

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ

کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلے،

إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا

یقیناً وہ عاجز نہیں کر سکتے، تم ان کے مقابلے کیلئے اپنی طاقت

اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ

بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس

تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ

سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور

آخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ ج

ان کے سوا اوروں کو بھی، جنہیں تم نہیں جانتے،

اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ

اللہ انہیں خوب جان رہا ہے، جو کچھ بھی راہ خدا میں

فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ

خرچ کروگے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائیگا اور تمہارا

لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾

حق نہ مارا جائیگا،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہم سے بھاگ نکلے ہم اب ان کی پکڑ پر قادر نہیں۔ بلکہ وہ ہر وقت ہمارے قبضے قدرت میں ہیں وہ ہمیں ہرا نہیں سکتے۔ اور آیت میں ہے برائیاں کرنیوالے ہم سے آگے بڑھ نہیں سکتے، فرماتا ہے کافر ہمیں یہاں ہرا نہیں سکتے وہاں ان کا ٹھکانا آگ ہے جو بدترین جگہ ہے۔ اور فرمان ہے کافروں کا شہروں میں آنا جانا چلنا پھرنا کہیں تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے یہ تو یونہی سی پونجی ہے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جو برا بسترہ ہے ؛

پھر مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی طاقت و امکان کے مطابق ان کفار کے مقابلے کیلئے ہر وقت مستعد رہو جو قوت طاقت جو گھوڑے لشکر رکھ سکتے ہو موجود رکھو مسند میں ہے کہ حضورؐ نے ممبر پر قوت کی تفسیر تیر اندازی سے کی اور دو مرتبہ یہی فرمایا فرماتے ہیں تیر اندازی کیا کرو سواری کیا کرو اور تیر اندازی گھوڑا سواری سے بہتر ہے۔ فرماتے ہیں گھوڑوں کے پالنے والے تین قسم کے ہیں ایک تو اجر و ثواب پانے والے ایک نہ تو ثواب نہ عذاب ایک عذاب بھگتنے والے۔ جو جہاد کے ارادے سے پالے اس کا گھوڑا تو چرے چگے چلے پھرے جو کرے اس پر ثواب ملتا ہے یہانتک کہ اگر وہ اپنی رسّی توڑ کر کہیں چڑھ جائے تو بھی اس کے نشانات قدم اور اس کی لید پر بھی اسے نیکیاں ملتی ہیں کسی نہر پر گذرتے ہوئے وہ پانی پی لے گو مجاہد نے پلانیکا ارادہ نہ بھی کیا ہو تاہم اسے نیکیاں ملتی ہیں۔ پس یہ گھوڑا تو اس کے پالنے والے کے لئے بڑے اجر و ثواب کا ذریعہ ہوا اور جس شخص نے گھوڑا پالا کہ وہ دوسروں سے بے پرواہ ہو جائے پھر خدا کا حق بھی اس کی گردن اور اس کی سواری میں نہ بھولا یہ اس کے لئے پردہ ہے یعنی نہ اسے اجر نہ اسے گناہ۔ تیسرا وہ شخص جس نے فخر و ریا کے طور پر پالا اور مسلمانوں کے مقابلے کیلئے وہ اس کے ذمہ وبال ہے اور اس کی گردن پر بوجھ ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ اچھا گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے ؟ فرمایا اس کے بارے میں کوئی آیت تو اتری نہیں ہاں یہ جامع عام آیت موجود ہے کہ جو شخص ایک ذرّے کے برابر نیکی کریگا وہ اسے دیکھ لیگا اور جو ایک ذرّے کے برابر بھی برائی کرے گا وہ اُسے دیکھ لیگا۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں گھوڑے تین طرح کے ہیں رحمان کے شیطان کے اور انسان کے۔ اس میں ہے کہ شیطانی گھوڑے وہ ہیں جو گھڑ دوڑ کی شرطیں لگانے اور جوے بازی کرنے کے لئے ہوں۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ تیر اندازی گھوڑا سواری سے افضل ہے، امام مالک اس کے خلاف ہیں لیکن جمہور کا قول قوی ہے کیونکہ

حدیث میں بھی آچکا ہے۔ حضرت معاویہ بن جریج حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت وہ اپنے گھوڑے کی خدمت کر رہے تھے پوچھا تمہیں یہ گھوڑا کیا کام آتا ہے؟ فرمایا میرا خیال ہے کہ اس جانور کی دعا میرے حق میں قبول ہوگئی ہو کہا جانور اور دعا؟ فرمایا ہاں خدا کی قسم ہر گھوڑا ہر صبح دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تو نے مجھے اپنے بندوں میں سے ایک کے حوالے کیا ہے تو تو مجھے اس کی تمام اہل سے اور مال سے اور اولاد سے زیادہ بنا کر اس کے پاس رکھ۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر عربی گھوڑے کو ہر صبح کو دو دعائیں کرنے کی اجازت ملتی ہے الخ آپ فرماتے ہیں گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی بندھی ہوئی ہے گھوڑوں والے خدا کی مدد میں ہیں اسے نیک نیتی سے جہاد کے ارادے سے پالنے والا ایسا ہے جیسے کوئی شخص ہر وقت ہاتھ بڑھا کر خیرات کرتا رہے۔ اور بھی حدیثیں اس بارے میں بہت سی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں بھلائی کی تفصیل ہے کہ اجر اور غنیمت۔ فرماتا ہے اس سے تمہارے دشمن خوف زدہ اور ہیبت خوردہ رہیں گے ان ظاہری مقابل کے دشمنوں کے علاوہ اور دشمن بھی ہیں یعنی بنو قریظہ۔ فارس۔ اور محلوں کے شیاطین۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ اس سے مراد جنات ہیں۔ ایک منکر حدیث میں ہے جس گھر میں کوئی آزاد گھوڑا ہو وہ گھر کبھی بدنصیب نہیں ہوگا لیکن اس روایت کی نہ تو سند ٹھیک ہے نہ یہ صحیح ہے۔ اور اس سے مراد منافق بھی لی گئی ہے، اور یہی قول زیادہ مناسب بھی ہے جیسے فرمان خدا ہے وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ الخ تمہارے چوطرف دیہاتی اور مدنی منافق ہیں جنہیں تم نہیں جانتے لیکن ہم ان سے خوب واقف ہیں پھر ارشاد ہے کہ جہاد میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا بدلہ پاؤ گے۔ ابوداؤد میں ہے ایک درہم کا ثواب سات سو گنا کر کے ملیگا۔ جیسے کہ آیت مثل الذین ینفقون الخ میں ہے ابن عباس فرماتے ہیں پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسلمانوں کو ہی خیرات صدقات دینے کا حکم دیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ الخ اتری تو آپ نے فرمایا کہ کسی دین کا ہو جو بھی سوال کرے اسکیساتھ سلوک کرو۔ یہ روایت غریب ہے ابن ابی حاتم میں ہے ٭٭٭۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ
اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا اور

تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۶۱)
اللہ پر بھروسہ رکھ، یقیناً وہ بہت سننے جاننے والا ہے،

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ
اگر وہ تجھ سے دغابازی کرنا چاہیں گے　تو

حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ
اللہ تجھے کافی ہے، اسی نے اپنی مدد سے اور مومنوں سے

وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ (۶۲) وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ
تیری تائید کی ہے، ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی نے ڈالی ہے

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ
زمین میں جو کچھ ہے تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا تو بھی

اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ
ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا یہ تو اللہ ہی نے ان میں الفت

بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۶۳)
ڈال دی ہے　وہ عزتوں حکمتوں والا ہے،

فرمان ہے کہ جب کسی قوم کی خیانت کا خوف ہو تو برابری سے آگاہ کر کے عہد نامہ چاک کر ڈالو لڑائی کی اطلاع کر دو اس کے بعد اگر وہ لڑائی پر آمادگی ظاہر کریں تو اللہ پر بھروسہ کر کے جہاد شروع کر دو اور اگر وہ پھر صلح پر آمادہ ہو جائیں تو تم پھر صلح و صفائی کر لو۔ اسی آیت کی تعمیل میں حدیبیہ والے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ سے نو سال کی مدت کے لئے صلح کر لی جو کئی شرائط پر طے ہوئی حضرت علی رضہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب اختلاف ہوگا یا اور امر پس اگر تجھ سے ہو سکے تو صلح ہی کر لینا (مسند امام احمد) مجاہد کہتے ہیں یہ بنو قریظہ کے بارے میں اتری ہے لیکن

اس میں تامل ہے سارا قصہ بدر کا ہے۔ بہت سے بزرگوں کا خیال ہے کہ سورہ براۃ کی آیت سیف قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ سے منسوخ ہے لیکن اس میں بھی نظر ہے کیونکہ اس آیت میں جہاد کا حکم طاقت و استطاعت پر ہی لیکن دشمنوں کی زیادتی کے وقت ان سے صلح کر لینی بلاشک وشبہ جائز ہے جیسے کہ اس آیت میں ہے اور جیسے کہ حدیبیہ کی صلح اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ پس کوئی خلاف یا کوئی خصوصیت یا منسوخیت نہیں واللہ اعلم پھر فرماتا ہے اللہ پر بھروسہ رکھ وہی تجھے کافی ہے وہی تیرا مددگار ہے۔ اگر یہ دھوکہ بازی کرکے کوئی فریب دینا چاہتے ہیں اور اس درمیان میں اپنی شان وشوکت اور آلات جنگ بڑھانا چاہتے ہیں تو تو بے فکر رہ اللہ تیرا طرف دار ہے وہ تجھے کافی ہے اس کے مقابلے کا کوئی نہیں ؛ پھر اپنی ایک اعلیٰ نعمت کا ذکر فرماتا ہے کہ مہاجرین و انصار سے صرف اپنے فضل سے تیری تائید کی ؛ انھیں تجھ پر ایمان لانے تیری اطاعت کرنے کی توفیق دی تیری مدد اور تیری نصرت پر انہیں آمادہ کیا، تو آپ گو روئے زمین کے خزانے خرچ کر ڈالتا لیکن ان میں وہ الفت و محبت پیدا نہ کرسکتا جو اللہ نے آپ کر دی۔ ان کی صدیوں کی پرانی عداوتیں دور کر دیں اوس خورج انصار کے قبیلوں میں جاہلیت میں آپس میں خوب تلوار چلا کرتی تھی۔ نور ایمان نے اس عداوت کو محبت سے بدلدی، جیسے قرآن کا بیان ہے کہ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل ملا دیئے اور اپنے فضل سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا تم جہنم کے کنارے تک پہنچ گئے تھے لیکن اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت کیلئے اسی طرح اپنی باتیں بیان فرماتا ہے صحیحین میں ہے کہ حنین کی غنیمت کی تقسیم کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ اے انصاریو کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں پاکر خدا کی عنایت سے تمہیں راہ راست نہیں دکھائی ؟ کیا تم فقیر نہ تھے ؟ اللہ تعالےٰ نے تمہیں میری وجہ سے امیر کر دیا تم جدا جدا تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے دل ملا دیئے۔ آپ کی ہر ہر بات پر انصار کہتے جاتے تھے کہ بیشک خدا اور رسول خدا کا اس سے بھی زیادہ احسان ہم پر ہے۔ الغرض اپنے اس انعام و اکرام کو بیان فرما کر اپنی عزت وحکمت کا اظہار کیا کہ وہ بلند جناب ہے اس سے امید رکھنے والا ناامید نہیں رہتا اس پر توکل کرنے والا سرسبز رہتا ہے وہ اپنے کاموں میں اپنے حکموں میں حکیم ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں قرابت داری کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے دلوں کے میل جیسی اور کوئی چیز دیکھی نہیں گئی۔ جناب باری سبحانہ وتعالےٰ کا ارشاد ہے اگر تو روئے زمین کے خزانے بھی ختم کر دیتا تو تیرے بس میں نہ تھا کہ ان کے دل ملا دے۔ شاعر کہتا ہے تجھ سے دھوکا کرنے والا تجھ سے بے پرواہی برتنے والا تیرا رشتے دار نہیں بلکہ تیرا حقیقی رشتے دار وہ ہے جو تیری آواز پر لبیک کہے اور تیرے دشمنوں کی سرکوبی میں تیرا ساتھ دے۔ اور شاعر کہتا ہے میں نے تو خوب مل جلکر آزما کر دیکھ لیا کہ قرابت داری سے بھی بڑھ کر دلوں کا میل جول ہے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں میں نہیں جان سکا کہ یہ سب قول ابن عباسؓ کا ہی ہے یا ان سے نیچے کے راویوں میں سے کسی کا ہے، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ان کی یہ محبت راہ خدا میں تھی توحید و سنت کی بنا پر تھی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں رشتے داریاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں احسان کی بھی ناشکری کر دی جاتی ہے لیکن جب خدا کی جانب سے دل ملا دیئے جاتے ہیں انہیں کوئی جدا نہیں کرسکتا پھر آپ نے اسی جملے کی تلاوت فرمائی۔ عبدہ بن ابی لبابہ فرماتے ہیں میری حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے مصافحہ کرکے فرمایا کہ جب دو شخص خدا کی راہ میں محبت رکھنے والے آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے سے بہ خندہ پیشانی ہاتھ ملاتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے

خشک پتے ہیں نے کہا یہ کام تو بہت آسان ہے فرمایا یہ نہ کہو یہی الفت وہ ہے جس کی نسبت جناب باری فرماتا ہے اگر تو روئے زمین کے خزانے خرچ کر دے تو بھی یہ تیرے بس کی بات نہیں کہ دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دے۔ ان کے اس فرمان سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مجھ سے بہت زیادہ سمجھدار ہیں۔ ولید بن ابی مغیث کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہد سے سنا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں میں نے پوچھا صرف مصافحہ سے ہی؟ تو آپ نے فرمایا کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا؟ پھر آپ نے اسی جملے کی تلاوت کی۔ تو حضرت ولید نے فرمایا تم مجھ سے بہت بڑے عالم ہو۔ عمیر بن اسحاق کہتے ہیں سب سے پہلی چیز جو لوگوں میں سے اٹھ جائے گی وہ الفت و محبت ہے۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے مل کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے تیز ہوا سے۔ ان کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں گو وہ سمندر کے جھاگ جتنے ہوں ✢✢

يَآيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ

اے نبی تجھے اللہ کافی ہے اور وہ مومن جو تیری پیروی

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ يَآيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ

کر رہے ہیں، اے نبی ایمان والوں کو جہاد

الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۗ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ

کا شوق دلا، اگر تم میں سے بیس

عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ

بھی صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے،

وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا

اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں

مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا

پر غالب رہیں گے اس واسطے کہ وہ بے سمجھ

يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ

لوگ ہیں، اچھا اب اللہ تعالیٰ نے تمہارا بوجھ ہلکا کرتا ہے

وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۚ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ

وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں ناتوانی ہے، پس اگر تم میں سے

مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ

ایک سو صبر کرنے والے ہونگے تو وہ دو سو پر غالب رہینگے، اور اگر

يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ

تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو وہ خدا کے حکم سے دو ہزار پر چیرہ

اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

رہیں گے، اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے،

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو اور مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دلا رہا ہے اور انہیں اطمینان دلا رہا ہے کہ وہ انھیں دشمنوں پر غالب کریگا گو وہ ساز و سامان والے اور ٹڈی دل ہوں اور گو مسلمان بے سرو سامان اور مٹھی بھر ہوں۔ فرماتا ہے اللہ کافی ہے اور جتنے مسلمان تیرے ساتھ ہوں گے وہی بس ہیں۔ پھر اپنے نبی ؐ کو حکم دیتا ہے کہ مومنوں کو جہاد کی رغبت دلاتے رہو حضورؐ صف بندی کے وقت مقابلے کے وقت برابر فوجوں کا دل بڑھاتے بدر کے دن فرمایا اٹھو اس جنت کو حاصل کرو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی ہے حضرت عمیر بن حمام کہتے ہیں اتنی چوڑائی؟ فرمایا ہاں ہاں اتنی ہی اس نے کہا واہ واہ آپ نے فرمایا یہ کس ارادے سے کہا؟ کہا اس امید پر کہ اللہ مجھے بھی جنتی کر دے۔ آپ نے فرمایا میری پیشینگوئی ہے کہ تو جنتی ہے وہ اٹھتے ہیں دشمن کی طرف بڑھتے ہیں اپنی تلوار کا میان توڑ دیتے ہیں کچھ کھجوریں جو پاس ہیں کھانی شروع کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں انھیں کھاؤں اتنی دیر تک بھی اب یہاں ٹھہرنا مجھ پر شاق ہے انھیں ہاتھ سے پھینک دیتے ہیں اور حملہ کر کے شیر کی طرح دشمن کے بیچ میں گھس جاتے ہیں اور جوہر تلوار دکھاتے ہوئے کافروں کی گردنیں مارتے ہوئے راہ خدا میں شہید ہو جاتے ہیں رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ ابن المسیب اور سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں

ع ۸/۶/۴

یہ آیت حضرت عمر رضہ کے اسلام کے وقت اتری جبکہ مسلمانوں
کی تعداد پوری چالیس کی ہوئی۔لیکن اس میں ذرا نظر ہے اس لئے
کہ یہ آیت مدنی ہے اور حضرت عمرؓ کا اسلام کا واقعہ مکہ شریف
کا ہے حبشہ کی ہجرت کے بعد کا اور مدینہ کی ہجرت سے پہلے کا واللہ اعلم
پھر اللہ تبارک وتعالیٰ مومنوں کو بشارت دیتا ہے اور حکم فرماتا
ہے کہ تم میں سے بیس ان کافروں میں سے دوسو پر غالب آئیں گے
ایک سو ایک ہزار پر غالب رہیں گے غرض ایک مسلمان دس
کافروں کے مقابلے کا ہے پھر حکم تو منسوخ ہو گیا لیکن بشارت
باقی ہے جب یہ حکم مسلمانوں پر گراں گذرا ایک دس کے مقابلے
سے ذرا جھجکا تو اللہ نے تخفیف کر دی اور فرمایا کہ اب اللہ نے بوجھ
ہلکا کر دیا الخ لیکن جتنی تعداد کم ہوئی اتنا ہی صبر ناقص ہو گیا پہلے
حکم تھا کہ بیس مسلمان دوسو کافروں سے پیچھے نہ ہٹیں اب یہ ہوا
کہ اپنے سے دگنی تعداد یعنی سو دوسو سے نہ بھاگیں۔پس گرانی
گذرنے پر ضعیفی اور ناتوانی کو قبول فرما کر خدا نے تخفیف کر دی
پس دگنی تعداد کے کافروں سے تو لڑائی میں پیچھے ہٹنا لائق
نہیں ہاں اس سے زیادتی کے وقت طرح دے جانا جرم نہیں
ابن عمر رضہ فرماتے ہیں یہ آیت ہم صحابیوں کے بارے میں اتری
ہے حضورؐ نے یہ آیت پڑھکر فرمایا پہلا حکم اٹھ گیا (مستدرک
حاکم) ✝ ✝ ✝

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى
نبی کے ہاتھ میں قیدی نہیں چاہئیں
حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ
جبتک کہ ملک میں اچھی طرح خونریزی کی جنگ نہ ہو جائے، تم تو دنیا
عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ
کے مال چاہتے ہو، اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے،
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۞٦٧ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ
اللہ ہے زور آور با حکمت ، اگر پہلے ہی سے خدا کی طرف سے
اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ
بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی
عَظِيْمٌ ۞٦٨ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ
سزا ہوتی، پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے خوب
وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞٦٩
اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ غفور و رحیم ہے،

مسند امام احمد میں ہے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
سے مشورہ لیا کہ اللہ نے انھیں تمہارے قبضے میں دیدیا ہے
بتلاؤ کیا ارادہ ہے؟ حضرت عمر بن خطابؓ نے کھڑے ہو کر عرض
کیا کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں آپ نے ان سے منہ پھیر لیا پھر
فرمایا انہیں اللہ نے تمہارے بس میں کر دیا ہے یہ کل تک تمہارے
بھائی بند ہی تھے۔ پھر حضرت عمر رضہ نے کھڑے ہو کر اپنا جواب
دوہرایا آپ نے پھر منہ پھیر لیا اور پھر وہی فرمایا اب کی دفعہ حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول
اللہ ہماری رائے میں تو آپ ان کی خطا سے درگذر فرمائیے
اور انھیں فدیہ لیکر آزاد کیجئے اب آپ کے چہرے سے غم کے آثار
جاتے رہے عفو عام کر دیا اور فدیہ لیکر سب کو آزاد کر دیا۔ پس
اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری۔ اسی سورت کے شروع میں
ابن عباسؓ کی روایت گذر چکی ہے صحیح مسلم میں بھی اسی جیسی
حدیث ہے کہ بدر کے دن آپ نے دریافت فرمایا کہ ان قیدیوں
کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضہ نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم کے ہیں آپ والے ہیں انھیں زندہ
چھوڑا جائے ان سے توبہ کرائی جائے کیا عجب کہ کل خدا کی ان
پر مہربانی ہو جائے۔لیکن حضرت عمر رضہ نے کہا یا رسول اللہ یہ
ہیں آپ کے جھٹلانے والے آپ کے نکال دینے والے حکم دیجئے
کہ ان کی گردنیں ماری جائیں۔حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی
اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اس میدان میں درخت بکثرت ہیں
آگ لگوا دیجئے اور انھیں جلا دیجئے آپ خاموش ہو رہے کسی
کو کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کر تشریف لے گئے لوگوں میں بھی
ان تینوں بزرگوں کی رائے کا ساتھ دینے والے ہو گئے اتنے میں

آپ پھر تشریف لائے اور فرمانے لگے بعض دل نرم ہوتے ہوتے دودھ سے بھی زیادہ نرم ہوجاتے ہیں اور بعض دل سخت ہوتے ہوتے پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوجاتے ہیں۔ اے ابوبکرؓ تمہاری مثال تو حضرت ابراہیمؑ جیسی ہے کہ خدا سے عرض کرتے ہیں کہ میرے تابعدار تو میرے ہی ہیں لیکن میرے مخالف بھی تیری معافی اور بخشش کے ماتحت ہیں۔ اور تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جو کہینگے کہ خدایا اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخشدے تو تو عزیز وحکیم ہے۔ اور اے عمرؓ تمہاری مثال حضرت نوحؑ علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے اپنی قوم پر بد دعا کی کہ خدایا زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا باقی نہ رکھ۔ سنو تمہیں اسوقت احتیاج ہے ان قیدیوں میں سے کوئی بھی بغیر فدیے کے رہا نہ ہو ورنہ ان کی گردنیں ماری جائیں اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہؐ سہیل بن بیضا کو اس سے مخصوص کرلیا جائے اس لئے کہ وہ اسلام کا ذکر کیا کرتا تھا اس پر حضورؐ خاموش ہوگئے واللہ میں سارا دن خوف زدہ رہا کہ کہیں مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسائے جائیں یہانتک کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر سہیل بن بیضا اسی کا ذکر اس آیت میں ہے یہ حدیث ترمذی مسند احمد وغیرہ میں ہے۔ ان قیدیوں میں عباس بھی تھے انہیں ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا انصار کا خیال تھا کہ اسے قتل کردیں آپ کو بھی یہ حال معلوم تھا آپ نے فرمایا رات کو مجھے اس خیال سے نیند نہیں آئی اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر آپ اجازت دیں تو میں انصار کے پاس جاؤں آپ نے اجازت دی حضرت عمرؓ انصار کے پاس آئے اور کہا کہ عباس کو چھوڑ دو انھوں نے جواب دیا واللہ ہم اسے نہ چھوڑینگے آپ نے فرمایا گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اسی میں ہو؟ انھوں نے کہا اگر یہ ہے تو آپ انہیں لے جائیے ہم نے بخوشی چھوڑا۔ اب حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ عباس مسلمان ہوجاؤ واللہ تمہارے اسلام لانے سے مجھے اپنے باپ

کے اسلام لانے سے بھی زیادہ خوشی ہوگی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اسلام لانے سے خوش ہوجائیں گے ان قیدیوں کے بارے میں حضورؐ نے ابوبکرؓ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا یہ سب ہمارے ہی کنبے قبیلے کے لوگ ہیں انھیں چھوڑ دیجئے حضرت عمرؓ سے جب مشورہ لیا تو آپ نے جواب دیا کہ انھیں سب کو قتل کردیا جائے آخر آپ نے فدیہ لیکر انھیں آزاد کیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اپنے صحابہ کو اختیار دیجئے کہ وہ ان دو باتوں میں سے ایک کو پسند کرلیں اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں اور اگر چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کردیں لیکن یہ یاد رہے کہ فدیہ لینے کی صورت میں اگلے سال ان میں سے اتنے ہی شہید ہوں گے۔ صحابہ نے کہا ہمیں یہ منظور ہے اور ہم فدیہ لیکر چھوڑینگے (ترمذی نسائی وغیرہ) لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ ان بدری قیدیوں کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صحابیو اگر چاہو تو انہیں قتل کردو اور اگر چاہو ان سے زرِ فدیہ وصول کرکے انھیں رہا کردو لیکن اس صورت میں اتنے ہی آدمی تمہارے شہید کئے جائینگے۔ پس ان ستر شہیدوں میں سب سے آخر حضرت ثابت بن قیس تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ روایت حضرت عبیدہ سے مرسلاً بھی مروی ہے فاللہ اعلم اگر پہلے ہی سے خدا کی کتاب میں تمہارے لئے مال غنیمت حلال نہ لکھا ہوا ہوتا اور جب تک ہم بیان نہ فرمادیں تب تک عذاب نہیں کیا کرتے ایسا دستور ہمارا نہ ہوتا تو جو مال فدیہ تم نے لیا اس پر تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا اسیطرح پہلے سے خدا طے کرچکا ہے کہ کسی بدری صحابی کو وہ عذاب نہیں کریگا۔ ان کے لئے مغفرت کی تحریر ہوچکی ہے ام الکتاب میں تمہارے لئے مال غنیمت کی حلت لکھی جاچکی ہے پس مال غنیمت تمہارے لئے حلال طیب ہے شوق سے کھاؤ پیو اور اپنے کام میں لاؤ۔ پہلے لکھا جاچکا تھا کہ اس امت کے لئے یہ حلال ہے۔ یہی قول امام ابن جریرؒ کا پسندیدہ ہے

اور اسی کی شہادت بخاری مسلم کی حدیث سے ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں مہینے بھر کی فاصلے تک میری مدد رعب سے کی گئی۔ میرے لئے مسجد پاکی اور نماز کی جگہ بنا دی گئی مجھ پر غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھیں مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی ہر نبی خاصۃً اپنی قوم کیطرف ہی بھیجا جاتا تھا لیکن میں عام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کسی سیاہ سر والے انسان کیلئے میرے سوا غنیمت حلال نہیں کی گئی۔ پس صحابہ نے اُن بدری قیدیوں سے فدیہ لیا ابو داؤد میں ہے ہر ایک سے چار سو کی رقم بطور تاوان جنگ کے وصول کی گئی۔ پس جمہور علماء کرام کا مذہب یہ ہے کہ امام وقت کو اختیار ہے کہ اگر چاہے قیدی کفار کو قتل کر دے جیسے کہ بنو قریظہ کے قیدیوں کے ساتھ حضورؐ نے کیا۔ اگر چاہے بدلے کا مال لیکر انہیں چھوڑ دے جیسے کہ بدری قیدیوں کے ساتھ حضورؐ نے کیا یا مسلمان قیدیوں کے بدلے چھوڑ دے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ مسلمہ بن اکوع کی ایک عورت اور اس کی لڑکی کو مشرکوں کے پاس جو مسلمان قیدی تھے ان کے بدلے میں دیا اور اگر چاہے انھیں غلام بنا کر رکھے یہی مذہب امام شافعیؒ کا اور علماء کرام کی ایک جماعت کا ہے۔ گو اوروں نے اس کا اختلاف بھی کیا ہے یہاں اس کے بسط کی جگہ نہیں ٭ ٭ ٭

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ

اے نبی اپنے ہاتھ تلے کے قیدیوں سے

الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا

کہدو کہ اگر اللہ تعالے تمہارے دلوں میں نیک نیتی

يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

دیکھیگا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دیگا اور پھر گناہ...

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٧٠ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا

اللہ بخشنے والا مہربان ہے بھی، اور اگر وہ تجھ سے

خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ

خیانت کا خیال کر بیٹھے تو یہ تو اس سے پہلے خود خدا کی خیانت بھی کر چکے...

مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٧١

کرا دیا، اللہ علم و حکمت والا ہے،

(تو اس آفرا سے انھیں اُڑا دو)

بدر والے دن آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ بعض بنو ہاشم وغیرہ زبردستی اس لڑائی میں نکالے گئے ہیں انھیں ہم سے لڑائی کرنے کی خواہش نہ تھی پس بنو ہاشم کو قتل نہ کرنا۔ ابو البختری بن ہشام کو بھی قتل نہ کیا جائے عباس بن عبدالمطلب کو بھی قتل نہ کیا جائے، اسے بھی بادل ناخواستہ ان لوگوں نے اپنے ساتھ کھینچا ہے، اس پر ابو حذیفہ بن عتبہ نے کہا کہ ہم اپنے باپ دادوں کو اپنے بچوں کو اپنے بھائیوں کو اور اپنے کنبے قبیلے کو تو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں ؟ واللہ اگر وہ مجھے مل گیا تو میں تو اس کی گردن مارونگا۔ جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اے ابو حفص کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے منہ پر تلوار ماری جائے گی، حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں یہ پہلا دن تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کنیت سے مجھے یاد فرمایا حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ابو حذیفہ کی گردن اڑا دوں واللہ وہ تو منافق ہو گیا۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں واللہ مجھے اپنے اس دن کے قول کا کھٹکا آج تک ہے میں اس سے ابتک ڈر ہی رہا ہوں میں تو اس دن چین پاؤنگا جس دن اسکا کفارہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ میں راہِ خدا میں شہید کر دیا جاؤں چنانچہ جنگ یمامہ میں آپ شہید ہوئے رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ۔ ابن عباس کہتے ہیں جس دن بدری قیدی گرفتار ہو کر آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات نیند نہ آئی صحابہؓ نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میرے چچا عباس کی آہ و بکا کی آواز میرے کانوں ان قیدیوں میں سے آرہی ہے صحابہؓ نے اس وقت اس کی قید کھول دی تب آپ کو نیند آئی انھیں ایک

انصاری صحابی نے گرفتار کیا تھا یہ بہت مالدار تھے انھوں نے سو اوقیہ سونا اپنے فدیے میں دیا بعض انصاریوں نے سرکار نبوت میں گذارش بھی کی کہ ہم چاہتے ہیں اپنے بھانجے عباس کو بغیر کوئی زر فدیہ لئے آزاد کردیں لیکن مساوات کے علمبردار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چونی بھی کم نہ لینا۔ پورا فدیہ لو۔ قریش نے فدیے کی رقمیں دیکر اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا ہر ایک نے اپنے اپنے قیدی کی من مانی رقم وصول کی۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بھی کہ یا رسول اللہ میں تو مسلمان ہی تھا آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اسلام کا علم ہے اگر یہ تمہارا قول صحیح ہے تو اللہ تمہیں اس کا بدلہ دیگا لیکن چونکہ احکام ظاہر پر ہیں اس لئے آپ اپنا فدیہ ادا کیجئے بلکہ اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی۔ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا اور عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا جو بنو حارث بن فہر کے قبیلے سے ہے۔ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے پاس تو اتنا مال نہیں آپ نے فرمایا وہ مال کہاں گیا جو تم نے اور ام الفضل نے زمین میں دفنایا ہے اور تم نے کہا ہے کہ اگر میں اپنے اس سفر میں کامیاب رہا تو یہ مال بنو الفضل اور عبداللہ اور قثم کا ہے اب تو حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ واللہ میرا علم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اس دفینے کے واقعہ کو بجز میرے اور ام الفضل کے کوئی نہیں جانتا۔ اچھا یوں کیجئے میرے پاس سے بیس اوقیہ سونا آپ کے لشکریوں کو ملا ہے اسی کو میرا زر فدیہ سمجھ لیا جائے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں وہ مال تو ہمیں خدا نے اپنے فضل سے دلوا ہی دیا۔ چنانچہ آپ نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا اور اپنے حلیف کا فدیہ اپنے پاس سے ادا کیا اس بارے میں اللہ تبارک وتعالےٰ نے یہ آیت اتاری کہ اگر تم میں بھلائی ہے تو اللہ اس سے بہتر بدلہ تمہیں دیگا۔ حضرت عباس کا بیان ہے کہ خدا کا یہ فرمان پورا اترا اور ان بیس اوقیہ کے بدلے مجھے اسلام میں خدا نے بیس غلام دلوائے جو سب کے سب مالدار تھے۔ ساتھ ہی مجھے اللہ عزوجل کی مغفرت کی بھی امید ہے۔ آپ فرماتے ہیں میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے میں نے اپنے اسلام کی خبر حضورؐ کو دی اور کہا کہ میرے بیس اوقیہ کا بدلہ مجھے دلوائے جو مجھ سے لئے گئے ہیں۔ آپ نے انکار کیا الحمدللہ کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے اس کے بدلے مجھے بیس غلام عطا فرمائے جو سب تاجر ہیں۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے حضورؐ سے کہا تھا کہ ہم تو آپ کی وحی پر ایمان لائے ہیں آپ کی رسالت کے گواہ ہیں ہم اپنی قوم میں آپ کی خیر خواہی کرتے رہے اس پر یہ آیت اتری کہ خدا دلوں کے حال سے واقف ہے جس کے دل میں نیکی ہوگی اس سے جو لیا گیا ہے اس سے بہت زیادہ دیدیا جائیگا اور پھر اگلا شرک بھی معاف کردیا جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا مل جانے سے بھی زیادہ خوشی مجھے اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔ مجھ سے جو لیا گیا ہے واللہ اس سے سو حصے زیادہ مجھے ملا۔ اور مجھے امید ہے کہ میرے گناہ بھی دھل گئے۔ مذکور ہے کہ جب بحرین کا خزانہ سرکار رسالت مآبؐ میں پہنچا وہ اسی ہزار کا تھا آپ نماز ظہر کیلئے وضو کرچکے تھے پس آپنے ہر ایک شکایت کرنیوالے کی اور ہر ایک سوال کرنے والے کی دادرسی کی اور نماز سے پہلی ہی سلما خزانہ راہ للہ لٹا دیا۔ حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ لو اس میں سے لے لو اور گٹھڑی باندھ کرلے جاؤ پس یہ ان کے لئے بہت بہتر تھا اور خدائے تعالےٰ گناہ بھی معاف فرمائیگا یہ خزانہ ابن الحضرمی نے بھیجا تھا اتنا مال حضورؐ کے پاس اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی نہیں آیا۔ سب کا سب بوریوں پر پھیلا دیا گیا اور نماز کی اذان ہوئی۔ آپ تشریف لائے اور مال کے پاس کھڑے ہوگئے مسجد کے نمازی بھی آگئے پھر حضورؐ نے ہر ایک کو دینا شروع کیا نہ تو اس دن ناپ تول تھی نہ گنتی اور شمار تھا پس جو آیا وہ لے گیا اور دل کھول کرلے گیا۔ حضرت عباسؓ نے تو اپنی چادر میں گٹھڑی باندھ لی لیکن اٹھا نہ سکے

توحضورؐ سے عرض کی یا رسول اللہ ذرا اونچا کر دیجئے آپکو بیساختہ ہنسی آگئی اتنی کہ دانت چمکنے لگے فرمایا کچھ کم کردو جتنا اٹھے اتنا ہی لو۔ چنانچہ کچھ کم لیا اور اٹھا کر یہ کہتے ہوئے چلے کہ الحمدللہ اللہ تعالےٰ نے ایک بات تو پوری ہوتی دکھادی اور دوسرا وعدہ بھی انشاءاللہ پورا ہو کر ہی رہیگا۔ یہ اس سے بہتر ہے جو ہم سے لیا گیا۔ حضورؐ برابر اس مال کو تقسیم فرماتے رہے یہانتک کہ اس میں سے ایک پائی بھی نہ بچی آپ نے اپنی اہل کو اس میں سے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں دی پھر نماز کیلئے آگے بڑھے اور نماز پڑھائی دوسری حدیث حضور کے پاس بحرین سے مال آیا اتنا کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد اتنا مال کبھی نہیں آیا۔ حکم دیا کہ مسجد میں پھیلا دو پھر نماز کیلئے آئے کسی کی طرف التفات نہ کیا نماز پڑھا کر بیٹھ گئے پھر تو جسے دیکھتے دیتے اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ مجھے بھی دلوایئے میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ سے لے لو انھوں نے چادر میں گٹھڑی باندھی لیکن وزنی ہونے کے باعث اٹھا نہ سکے تو کہا کہ یا رسول اللہؐ کسی کو حکم دیجئے کہ میرے کاندھے پر چڑھادے آپ نے فرمایا میں تو کسی سے نہیں کہتا، کہا اچھا آپ ہی ذرا اٹھوا دیجئے آپ نے اس کا بھی انکار کیا اب تو با دلِ ناخواستہ اس میں سے کچھ کم کرنا پڑا پھر اٹھا کر کندھے پر رکھکر چلدیئے ان کی اس لالچ کی وجہ سے حضورؐ کی نگاہیں جب تک یہ آپ کی نگاہ سے اوجھل نہ ہوگئے انہی پر رہیں پس جب کل مال بانٹ چکے ایک کوڑی بھی باقی نہ بچی تب آپ وہاں سے اٹھے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو کئی جگہ اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً جزم کے صیغے کے ساتھ وارد کی ہے اگر یہ لوگ خیانت کرنی چاہیں گے تو یہ کوئی نئی بات نہیں اس سے پہلے یہ خود خدا کی خیانت بھی کر چکے ہیں۔ تو ان سے یہ بھی ممکن ہے کہ آپ جو ظاہر کریں اس کے خلاف اپنے دل میں رکھیں۔ اس سے تو نہ گھبرا جیسے خدائے تعالیٰ نے اس وقت انھیں تیرے قابو میں کردیا ہے ایسے ہی وہ ہمیشہ قادر ہے۔ اللہ کا کوئی کام علم و حکمت سے خالی نہیں۔ ان کے اور تمام مخلوق کے ساتھ جو کچھ وہ کرتا ہے اپنے ازلی ابدی پورے علم اور کامل حکمت کے ساتھ حضرت قتادہ کہتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب کے بارے میں اتری ہے جو مرتد ہو کر مشرکوں میں جا ملا تھا عطا خراسانی کا قول ہے کہ حضرت عباسؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے جبکہ انھوں نے کہا تھا کہ ہم آپ کی خیر خواہی کرتے رہیں گے۔ سدی نے اسے عام اور سب کو شامل کہی ہے یہی ٹھیک بھی ہے۔ واللہ اعلم ٭ ٭ ٭

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

جانوں سے راہ خدا میں جہاد کیا اور

الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ

جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور مدد کی یہ سب آپس میں ایک

اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا

دوسرے کے رفیق ہیں، اور جو ایمان تو لائے ہیں لیکن ہجرت نہیں کی

مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى

تمہارے لئے ان کی کچھ بھی رفاقت نہیں جب تک کہ

يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي

وہ ہجرت نہ کریں، ہاں اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب

الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰي قَوْمٍ

کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے سوائے ان لوگوں کے کہ تم

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

میں اور ان میں عہد و پیمان ہے۔ تم جو کچھ کر رہے ہو

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۷۲)

سب اللہ خوب دیکھتا ہے۔

مسلمانوں کی قسمیں بیان ہو رہی ہیں ایک تو مہاجر جنہوں نے نام خدا پر وطن ترک کیا اپنے گھر بار مال تجارت کنبہ قبیلہ دوست احباب چھوڑے خدا کے دین پر قائم رہنے کے لئے نہ جان کو

جان سمجھا نہ مال کو مال۔ دوسرے انصار مدنی جنھوں نے ان مہاجروں کو اپنے ہاں ٹھہرایا اپنے مالوں میں ان کا حصہ لگا دیا ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے لڑائی کی یہ سب آپس میں ایک ہی ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں بھائی چارہ کرا دیا ایک انصاری ایک مہاجر کو بھائی بھائی بنا دیا۔ یہ بھائی بندی قرابت داری سے بھی مقدم تھی ایک دوسرے کا وارث بنتا تھا آخر میں یہ منسوخ ہو گئی۔ حضورؐ فرماتے ہیں مہاجرین اور انصار سب آپس میں ایک دوسروں کے دلی وارث ہیں اور فتح مکہ کے بعد کے آزاد کردہ مسلمان لوگ قریشی اور آزاد شدہ ثقیف آپس میں ایک دوسرے کے والی ہیں قیامت تک۔ اور روایت میں ہے دنیا اور آخرت میں۔ مہاجر وانصار کی تعریف میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں فرمان ہے وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الخ پہلے پہل سبقت کرنے والے مہاجرین وانصار اور ان کے احسان کے تابعدار وہ ہیں جن سے خدا خوش ہے اور وہ اس سے خوش ہیں اس نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے درختوں کے نیچے چشمے بہ رہے ہیں الخ۔ اور روایت میں ہے لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الخ نبی پر اور ان مہاجرین وانصار پر اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت کی توجہ فرمائی جنہوں نے سختی کے وقت بھی آپ کی اتباع نہ چھوڑی۔ اور آیت میں ہے لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الخ ان مہاجر محتاجوں کے لئے ہے جو اپنے مالوں سے اور اپنے شہروں سے نکال دئے گئے جو خدا کے فضل اور اس کی رضامندی کی جستجو میں ہیں جو خدا کی اور رسولؐ کی مدد میں لگے ہوئے ہیں یہی سچے لوگ ہیں۔ اور جنھوں نے ان کو جگہ دی ان سے محبت رکھی انھیں کشادہ دلی کے ساتھ رہا بلکہ اپنی ضرورت پر ان کی حاجت کو مقدم رکھا یعنی جو ہجرت کی فضیلت خدا نے مہاجرین کو دی ہے اس پر وہ ان کا حسد نہیں کرتے۔ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجر انصار پر مقدم ہیں۔ علماء کا اس میں اتفاق ہے۔ مسند بزار میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضؓ کو ہجرت اور

نصرت میں اختیار دیا تو آپ نے ہجرت کو پسند فرمایا۔ پھر فرماتا ہے جو ایمان لائے لیکن انھوں نے وطن ترک نہیں کیا انھیں ان کی رفاقت حاصل نہیں۔ یہ مومنوں کی تیسری قسم ہے جو اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے تھے ان کا مال غنیمت میں کوئی حصہ نہ تھا نہ خمس میں ہاں کسی لڑائی میں شرکت کریں تو اور بات ہے۔ مسند احمد میں ہے حضورؐ سے جب کسی کو کسی فوجی دستے کا سپہ سالا بنا کر بھیجتے تو اسے نصیحت فرماتے کہ دیکھو اپنے دل میں اللہ کا ڈر رکھنا مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ خیر خواہانہ برتاؤ کرنا جاؤ اللہ کا نام لیکر اللہ کی راہ میں جہاد کرو خدا کے ساتھ کفر کرنے والوں سے لڑو اپنے دشمن مشرکوں کے سامنے تین باتیں پیش کرو ان میں سے جو بھی وہ منظور کرلیں انھیں اختیار رہے۔ ان سے کہو کہ اسلام قبول کریں اگر مان لیں تو پھر ان سے رک جاؤ اور ان کا اسلام قبول کرلو اور انھیں کہو کہ کفرستان کو چھوڑ دیں مہاجرین کے شہروں کو چلے جائیں۔ تو جو حق مہاجرین کے ہیں ان کے بھی قائم ہو جائیں گے اور جو مہاجروں پر ہے ان پر بھی ہوگا۔ ورنہ یہ دیہاتی اور مسلمانوں کی طرح ہوں گے ایمان کے احکام ان پر جاری رہیں گے فے اور غنیمت کے مال میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کسی فوج میں شرکت کریں اور کوئی معرکہ سر کریں۔ یہ نہ مانیں تو انہیں کہو کہ جزیہ دیں اگر یہ قبول کرلیں تو تم لڑائی سے رک جاؤ اور ان سے جزیہ لے لیا کرو۔ اگر ان دونوں باتوں کا انکار کریں تو اللہ کی مدد کے بھروسے پر خدا سے نصرت طلب کر کے ان سے جہاد کرو۔ جو دیہاتی مسلمان وہیں مقیم ہیں ہجرت نہیں کی یہ اگر کسی وقت تم سے مدد کی خواہش کریں دشمنان دین کے مقابلے پر تمہیں بلائیں تو ان کی مدد تم پر واجب ہے لیکن اگر مقابلے پر کوئی ایسا قبیلہ ہو کہ تم میں اور ان میں صلح کا معاہدہ ہے تو خبردار تم عہد شکنی نہ کرنا۔ قسمیں نہ توڑنا۔ ❊ ❊

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ

کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں ،

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ

اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہوگا

وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾

اور زبردست فساد ہو جائیگا!

اوپر مسلمانوں کی کارسازی اور رفاقت وولایت کا ذکر ہوا اب یہاں کافروں کی نسبت بھی بیان فرما کر کافروں اور مومنوں میں سے دوستانہ کاٹ دیا مستدرک حاکم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے نہ مسلمان کافر کا وارث اور نہ کافر مسلمان کا وارث پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی صحیحین میں بھی ہے مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا سنن وغیرہ میں ہے دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں۔

اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حسن کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک نئے مسلمان سے آپ نے عہد لیا کہ نماز قائم رکھنا زکوٰۃ دینا بیت اللہ شریف کا حج کرنا رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور جب اور جہاں شرک کی آگ بھڑک اٹھے تو اپنے تئیں ان کا مقابل اور ان سے برسر جنگ سمجھنا یہ روایت مرسل ہے۔ اور مفصل روایت میں ہے آپ فرماتے ہیں میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین میں ٹھیرا رہے۔ کیا وہ دونوں جانب لگی ہوئی آگ نہیں دیکھتا۔ ابو داؤد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مشرکوں سے خلا ملا رکھے اور ان میں ٹھہرا رہے وہ انہی جیسا ہے۔ ابن مردویہ میں ہے اللہ کے رسول رسولوں کے سرتاج حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمہارے پاس وہ آئے جسکے دین اور اخلاق سے تم رضامند ہو تو اس کے نکاح میں دیدو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں زبردست فتنہ فساد برپا ہوگا لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ گو ہو آپ نے پھر فرمایا جب تمہارے پاس کسی ایسے شخص کا مانگا آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم خوش ہو تو اس کا نکاح کردو تین بار یہی فرمایا۔ آیت کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے مشرکوں سے یکسوئی نہ کی اور ایمان داروں سے ہی دوستیاں نہ رکھیں تو ایک فتنہ برپا ہو جائے گا یہ اختلاط برے نتیجے دکھائے گا لوگوں میں زبردست فساد برپا ہو جائے گا ❊ ❊ ❊

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا

راہ خدا میں، اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد پہنچائی

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ

یہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لئے

مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

بخشش ہے اور عزت کی روزی، اور جو لوگ اس کے بعد

مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ

ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا

فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ

پس یہ لوگ بھی تم میں سے ہی ہیں، اور رشتے ناتے والے ان

بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ

میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کے حکم میں، بیشک

اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾

اللہ تعالےٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے،

مومنوں کا دنیوی حکم ذکر فرما کر اب آخرت کا حال بیان فرما رہا ہے ان کے ایمان کی سچائی ظاہر کر رہا ہے جیسے کہ اس سورت کے شروع میں بیان ہوا ہے انھیں بخشش ملے گی ان کے گناہ معاف ہوں گے انھیں عزت کی پاک روزی ملے گی جو برکت والی ہمیشگی والی طیب و طاہر ہوگی قسم قسم کی لذیذ عمدہ اور نہ ختم ہونے والی ہوگی ❊ ان کی اتباع کرنے والے ایمان و عمل صالح میں ان کا ساتھ دینے والے آخرت میں بھی درجوں میں ان کے ساتھ ہی ہوں گے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ

الْاَوْلُوْنَ اور وَالَّذِیْنَ جَاۗءُوْا مِنْۢ بَعْدِھِمْ میں ہے متفق علیہ بلکہ متواتر حدیث میں ہے کہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے جو کسی قوم سے محبت رکھے وہ ان میں سے ہی ہے۔ ایک روایت میں ہے اس کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔ مسند احمد کی حدیث گذر چکی کہ مہاجر و انصار آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں فتح مکہ کے بعد کے مسلمان قریشی اور ثقیف کے آزاد شدہ آپس میں ایک ہیں قیامت تک یہ سب آپس میں ولی ہیں۔ پھر اولوا الارحام کا بیان ہوا یہاں ان سے مراد وہی قرابت دار نہیں جو علماء فرائض کے نزدیک اس نام سے یاد کئے جاتے ہیں یعنی جن کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور جو عصبہ بھی نہ ہوں۔ جیسے خالہ ماموں پھوپھی نواسے نواسیاں بھانجے بھانجیاں وغیرہ بعض کا یہی خیال ہے آیت سے حجت پکڑتے ہیں اور اسے اس بارے میں صراحت والی بتلاتے ہیں یہ نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے تمام قرابت داروں کو شامل ہے جیسے کہ ابن عباس مجاہد عکرمہ حسن قتادہ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ ناسخ ہے آپس کی قسموں پر وارث بننے کی اور بھائی چارے پر وارث بننے کی جو پہلا دستور تھا پس یہ علماء فرائض کے ذوی الارحام کو شامل ہوگی خاص نام کے ساتھ۔ اور جو انہیں وارث نہیں بناتے ان کے پاس کئی دلیلیں ہیں سب سے قوی یہ حدیث ہے کہ اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق دلوا دیا ہے پس کسی وارث کیلئے کوئی وصیت نہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی حق دار ہوتے تو ان کے بھی حصے مقرر ہو جاتے جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں واللہ اعلم ؞ ؞ ؞

الحمد للہ سورۂ انفال کی تفسیر
ختم ہوئی۔ اللہ پر ہمارا بھروسہ
وہی ہمیں کافی ہے
اور وہی بہترین
کارساز ہے،،

تفسیر سورۂ توبہ مدنیہ

بَرَاۗءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱

اللہ اور اس کے رسول کی بیزاری کا اعلان ہے ان مشرکوں کے بارے میں جن سے تم نے عہد و پیمان کیا تھا۔

فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝۲

پس اے مشرکو تم ملک میں چار مہینے تک تو چل پھر لو جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔

یہ سورت سب سے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہے بخاری شریف میں ہے سب سے آخر آیت یَسْتَفْتُوْنَكَ الخ اتری اور سب سے آخر سورت سورۂ براۃ اتری ہے۔ اس کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر کے اسے قرآن میں نہیں لکھی تھی۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت عثمان سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے جو آپ نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورہ براۃ کو جو مئین میں سے ہے ملا دیا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی اور پہلے کی سات لمبی سورتوں میں انہیں رکھیں؟ آپ نے جواب دیا کہ بسا اوقات حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ساتھ کئی سورتیں اترتی تھیں جب آیت اترتی آپ وحی کے لکھنے والوں میں سے کسی کو بلا کر فرما دیتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو جس میں یہ ذکر ہے سورۂ انفال مدینہ شریف میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی اور سورۂ براۃ سب سے آخر میں اتری تھی بیانات دونوں کے

ملتے جلتے تھے مجھے ڈر لگا کہیں یہ بھی اسی میں سے نہ ہو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور آپ نے ہم سے نہیں فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے اس لئے میں نے دونوں سورتوں کو متصل لکھیں اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی اور سات پہلی لمبی سورتوں میں انہیں رکھا اس سورت کا ابتدائی حصہ اس وقت اترا جب آپ غزوۂ تبوک سے واپس آ رہے تھے حج کا زمانہ تھا۔ مشرکین اپنی عادت کے مطابق حج میں آ کر بیت اللہ شریف کا طواف ننگے ہو کر کیا کرتے تھے آپ نے ان میں خلا ملا ہونا ناپسند فرما کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امام بنا کر اس سال مکہ شریف روانہ فرمایا کہ مسلمانوں کو احکام حج سکھائیں اور مشرکوں میں اعلان کر دیں کہ وہ آئندہ سال حج کو نہ آئیں اور سورہ براۃ کا بھی عام لوگوں میں اعلان کر دیں آپ کے پیچھے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ آپ کا پیغام بحیثیت آپ کی نزدیکی قرابت داری کے آپ بھی پہنچا دیں جیسے کہ اس کا تفصیلی بیان آ رہا ہے انشاء اللہ۔ پس فرمان ہے کہ یہ بے تعلقی ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔

بعض تو کہتے ہیں یہ اعلان اس عہد و پیمان کے متعلق ہے جن سے کوئی وقت معین نہ تھا یا جن سے عہد چار ماہ سے کم کا تھا لیکن جن کا لمبا عہد تھا وہ بدستور باقی رہا۔ جیسے فرمان ہے کہ فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ان کی پوری مدت ہونے تک تم ان سے ان کا عہد نبھاؤ۔ حدیث شریف میں بھی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم سے جن کا عہد و پیمان ہے ہم اس پر مقررہ وقت تک پابندی سے قائم ہیں گو اس بارے میں اور اقوال بھی ہیں لیکن سب سے اچھا اور سب سے قوی قول یہی ہے۔ ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ جن لوگوں سے عہد ہو چکا تھا ان کیلئے چار ماہ کی حد بندی اللہ تعالے نے مقرر کی اور جن سے عہد نہ تھا ان کیلئے حرمت والے مہینوں کے گذر جانے کی حد بندی مقرر کر دی یعنی دس ذی الحجہ سے محرم ختم تک پچاس دن۔ اس مدت کے بعد حضور کو ان سے جنگ کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے جبتک وہ اسلام قبول نہ کرلیں۔ اور جن سے عہد ہے وہ دس ذی الحجہ کے اعلان کے دن سے لیکر بیس ربیع الآخر تک اپنی تیاری کر لیں پھر اگر چاہیں مقابلے پر آجائیں یہ واقعہ ۹ھ کا ہے آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کرکے بھیجا تھا اور حضرت علی کو تیس یا چالیس آیتیں قرآن کی اس سورت کی دیکر بھیجا کہ آپ چار ماہ کی مدت کا اعلان کر دیں۔ آپ نے ان کے ڈیروں میں گھروں میں منزلوں میں جا جا کر یہ آیتیں انھیں سنا دیں اور ساتھ ہی سرکار نبوت کا یہ حکم بھی سنا دیا کہ اس سال کے بعد حج کے لئے کوئی مشرک نہ آئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کوئی ننگا شخص نہ کرے قبیلہ خزاعہ قبیلہ مدلج اور دوسرے سب قبائل کیلئے بھی یہی اعلان تھا۔ تبوک سے آن کر آپ نے حج کا ارادہ کیا تھا لیکن مشرکوں کا وہاں آنا اور ان کا ننگے ہو کر وہاں کا طواف کرنا آپ کو ناپسند تھا اس لئے حج نہ کیا اور اس سال حضرت ابو بکر رض کو اور حضرت علی رض کو بھیجا انھوں نے ذی المجاز کے بازاروں میں اور ہر گلی کوچے اور ہر ہر پڑاؤ اور میدان میں اعلان کیا کہ چار مہینے تک کی تو شرک کو اور مشرک کو مہلت ہے اس کے بعد ہماری اسلامی تلوار اپنا جوہر دکھائیگی بیس دن ذی الحجہ کے محرم پورا صفر پورا اور ربیع الاول پورا اور دس دن ربیع الآخر کے۔ زہری کہتے ہیں شوال محرم تک کی ڈھیل تھی لیکن یہ قول غریب ہے اور سمجھ سے بھی بالاتر ہے کہ حکم پہنچنے سے پہلے ہی مدت شماری کیسے ہو سکتی ہے ؎

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو بڑے حج کے

يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ

دن صاف اطلاع ہے کہ اللہ مشرکوں سے

الْمُشْرِكِيْنَ ڏ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ

بیزار ہے اور اسکا رسول بھی، اگر اب بھی تم توبہ کر لو تو

خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ

تمہارے حق میں بہتر ہے، اور اگر تم روگردانی کرو تو جان لو کہ تم

غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اللہ کو ہرا نہیں سکتے ، کافروں کو دکھ کی مار کی

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳
خبر پہنچا دے ،

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے عام اعلان ہے اور ہے بھی بڑے حج کے دن یعنی عید قرباں کو جو حج کے تمام دنوں سے بڑا اور افضل دن ہے کہ اللہ اور اُس کا رسولؐ مشرکوں سے بری الذمہ بیزار اور الگ ہے اگر اب بھی تم گمراہی اور شرک و برائی چھوڑ دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے توبہ کرلو نیک بنجاؤ اسلام قبول کرلو شرک وکفر چھوڑ دو۔ اور اگر تم نے نہ مانا اپنی ضلالت پر قائم رہے تو تم نہ اب خدا کے قبضے سے باہر ہو نہ آئندہ کسی وقت خدا کو دبا سکتے ہو وہ تم پر قادر ہے تمہاری چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں وہ کافروں کو دنیا میں بھی سزا کریگا اور آخرت میں بھی عذاب کریگا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ نے قربانی والے دن ان لوگوں میں جو اعلان کے لئے بھیجے گئے تھے بھیجا ہم نے منادی کردی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کوئی شخص ننگا ہوکر نہ کرے پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ سورہ براۃ کا اعلان کردیں پس آپ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ عید کے دن انہی احکام کی منادی کی۔ حج اکبر کا دن بقرہ عید کا دن ہے کیونکہ لوگ حج اصغر بولا کرتے تھے حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اعلان کے بعد حجۃ الوداع میں ایک بھی مشرک حج کو نہیں آیا تھا۔ حنین کے زمانے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرّانہ سے عمرے کا احرام باندھا تھا پھر اس سال حضرت الصدیق کو امیر حج بنا کر بھیجا اور آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو منادی کے لئے روانہ فرمایا پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ برأت کا اعلان کردیں امیر حج حضرت علی رضہ کے آنے کے بعد بھی حضرت الصدیق ہی رہے رضی اللہ عنہما۔ لیکن اس روایت میں غرابت ہے عمرۂ جعرانہ والے سال امیر حج حضرت عتاب بن اسیدؓ تھے حضرت ابوبکرؓ تو ۹ھ میں امیر حج تھے۔ مسند کی روایت میں ہے حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں اس سال حضرت علی رضہ کے ساتھ میں تھا ہم نے پکار پکار منادی کردی کہ جنت میں صرف ایماندار ہی جائیں گے بیت اللہ کا طواف آئندہ سے کوئی شخص عریانی کی حالت میں نہیں کرسکے گا جن کے ساتھ ہمارے عہد و پیمان ہیں ان کی مدت آج سے چار ماہ کی ہے اس مدت کے گذر جانے کے بعد اللہ اور اسکا رسول مشرکوں سے بری الذمہ ہیں اس سال کے بعد کسی کافر کو بیت اللہ کے حج کی اجازت نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں یہ منادی کرتے کرتے میرا گلا پڑ گیا۔ حضرت علیؓ کی آواز بیٹھ جانے کے بعد میں نے منادی شروع کردی تھی۔ ایک روایت میں ہے جس سے عہد ہے اس کی مدت وہی ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں مجھے تو ڈر ہے کہ یہ جملہ کسی راوی کے وہم کیوجہ سے نہ ہو۔ کیونکہ مدت کے بارے میں اس کے خلاف بہت سی روایتیں ہیں۔ مسند میں ہے کہ براۃ کا اعلان کرنے کو آپ نے حضرت ابوبکر رضہ کو بھیجا وہ ذوالحلیفہ پہنچے ہونگے جو آپ نے فرمایا کہ یہ اعلان تو یا میں خود کرونگا یا میری اہل بیت میں سے کوئی شخص کریگا پھر آپ نے حضرت علی رضہ کو بھیجا۔ حضرت علی رضہ فرماتے ہیں کہ سورہ براۃ کی دس آیتیں جب اتریں آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا انھیں لیجاؤ اہل مکہ کو سناؤ پھر مجھے یاد فرمایا اور ارشاد ہوا کہ تم جاؤ ابوبکر رضہ سے ملو جہاں بھی وہ ملیں ان سے کتاب لے لینا اور مکہ والوں کے پاس جاکر انھیں پڑھ سنانا میں چلا جحفہ میں جاکر ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کتاب لے لی آپ واپس لوٹے اور حضورؐ سے پوچھا کہ کیا میرے بارے میں کوئی آیتیں نازل ہوئی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا کہ یا تو یہ پیغام خود آپ پہنچائیے یا اور کوئی شخص جو آپ میں سے ہو۔ اس سند میں ضعف ہے۔ اور اس سے یہ مراد بھی نہیں کہ حضرت

ابوبکر رضؓ اسی وقت لوٹ آئے نہیں بلکہ آپ نے اپنی سرداری میں وہ حج کرایا حج سے فارغ ہو کر پھر واپس آئے جیسے کہ اور روایتوں میں صراحتًا مروی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضؓ سے جب حضورؐ نے اس پیغام رسانی کا ذکر کیا تو حضرت علی رضؓ نے عذر پیش کیا کہ میں عمر کے لحاظ سے اور تقریر کے لحاظ سے اپنے میں کمی پاتا ہوں آپ نے فرمایا لیکن ضرورت اس کی ہے کہ اسے یا تو میں آپ پہنچاؤں یا تو پہنچائے حضرت علی رضؓ نے کہا اگر یہی ہے تو لیجئے میں جاتا ہوں آپ نے فرمایا جاؤ اللہ تیری زبان کو ثابت رکھے اور تیرے دل کو ہدایت دے۔ پھر اپنا ہاتھ ان کے منہ پر رکھا۔ لوگوں نے حضرت علی رضؓ سے پوچھا کہ حج کے موقعہ پر حضرت ابوبکر رضؓ کے ساتھ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بات پہنچانے بھیجا تھا؟ آپ نے اوپر والی چاروں باتیں بیان فرمائیں۔ مسند وغیرہ میں یہ روایت کئی طرق سے آئی ہے اس میں لفظ یہ ہیں کہ جن سے معاہدہ ہے وہ جس مدت تک ہے اسی تک رہیگا۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ سے لوگوں نے کہا کہ آپ حج میں حضرت صدیق اکبر کو بھیج چکے ہیں کاش کہ یہ پیغام بھی انہیں پہنچا دیتے آپ نے فرمایا اُسے تو کوئی میرے گھر والا ہی پہنچائیگا۔ اس میں ہے کہ حضرت علی رضؓ حضورؐ کی عضبا نامی اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے انھیں راستے میں دیکھ کر حضرت صدیق نے پوچھا کہ سردار ہو یا ماتحت؟ فرمایا نہیں میں تو ماتحت ہوں۔ وہاں جا کر آپ نے تو حج کا انتظام کیا اور عید والے دن حضرت علی رضؓ نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ احکام پہنچائے۔ پھر یہ دونوں آپ کے پاس آ گئے پس مشرکین میں سے جن سے عام عہد تھا ان کے لئے تو چار ماہ کی مدت ہو گئی باقی جس سے جتنا عہد تھا وہ بدستور رہا۔ اور روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور مجھے انکے پاس چالیس آیتیں سورہ براٗت کی دیکر بھیجا تھا آپ نے عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن لوگوں کو خطبہ دیا۔ پھر حضرت علی رضؓ سے فرمایا اٹھئے اور سرکار رسالتمآب کا پیغام لوگوں کو سنا دیجئے پس حضرت علی رضؓ نے کھڑے ہو کر ان چالیس آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ پھر لوٹ کر منیٰ میں آ کر جمرہ پر کنکریاں پھینکیں اونٹ نحر کیا سر منڈوایا پھر مجھے معلوم ہوا کہ سب حاجی اس خطبے کے وقت موجود نہ تھے اسلئے میں نے ڈیروں میں اور خیموں میں اور پڑاؤ میں جا جا کر منادی شروع کر دی میرا خیال ہے کہ شاید اسی وجہ سے لوگوں کو یہ گمان ہو گیا یہ دسویں تاریخ کا ذکر ہے حالانکہ اصل پیغام نویں کو عرفہ کے دن پہنچا دیا گیا تھا۔ ابو اسحاق کہتے ہیں میں نے ابو جحیفہ سے پوچھا کہ حج اکبر کا کونسا دن ہے؟ آپ نے فرمایا عرفے کا دن۔ میں نے کہا یہ آپ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں یا صحابہ سے سنا ہوا۔ فرمایا سب کچھ یہی ہے۔ عطار بھی یہی فرماتے ہیں حضرت عمر رضؓ بھی یہی فرما کر فرماتے ہیں پس اس دن کوئی روزہ نہ رکھے۔ راوی کہتا ہے میں نے اپنے باپ کے بعد حج کیا مدینے پہنچا اور پوچھا کہ یہاں آج کل سب سے افضل کون ہیں؟ لوگوں نے کہا حضرت سعید بن مسیب ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے مدینے والوں سے پوچھا کہ یہاں آج کل سب سے افضل کون ہیں؟ تو انھوں نے آپ کا نام لیا تو میں آپ کے پاس آیا ہوں یہ فرمائیے کہ عرفہ کے دن کے روزے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا لو میں تمہیں اپنے سے ایک سو درجے بہتر شخص کو بتاؤں وہ عمر و بن عمر ہیں وہ اس روزے سے منع فرماتے تھے اور اسی دن کو حج اکبر فرماتے تھے (ابن ابی حاتم وغیرہ) اور بھی بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے کہ حج اکبر سے مراد عرفے کا دن ہے ایک مرسل حدیث میں بھی ہے کہ آپ نے اپنے عرفے کے خطبے میں فرمایا یہی حج اکبر کا دن ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بقرہ عید کا دن ہے۔ حضرت علی رضؓ یہی فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضؓ بقرہ عید والے دن اپنے سفید خچر پر سوار جا رہے تھے جو ایک شخص آ کر

لگام تھام لی اور یہی پوچھا آپ نے فرمایا حج اکبر کا دن آج ہی کا دن ہے لگام چھوڑ دے۔ عبداللہ بن اوفیٰ کا قول بھی یہی ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اپنے عید کے خطبے میں فرمایا آج ہی کا دن یوم الاضحیٰ ہے آج ہی کا دن یوم النحر ہے آج ہی کا دن حج اکبر کا دن ہے۔ ابن عباس سے بھی یہی مروی ہے اور بھی بہت سے لوگ اسی طرف گئے ہیں کہ حج اکبر بقرہ عید کا دن ہے۔ امام ابن جریر کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالے سے پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے منادی کرنے والوں کو منیٰ میں عید کے دن بھیجا تھا۔ ابن جریر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جمروں کے پاس دسویں تاریخ ذی الحجہ کو ٹھہرے اور فرمایا یہی دن حج اکبر کا دن ہے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ کی اونٹنی سرخ رنگ تھی آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ جانتے بھی ہو آج کیا دن ہے؟ لوگوں نے کہا قربانی کا دن ہے آپ نے فرمایا سچ ہے یہی دن حج اکبر کا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ اونٹنی پر سوار تھے لوگ اس کی نکیل تھامے ہوئے تھے۔ آپ نے صحابہ سے پوچھا کہ یہ کونسا دن ہے جانتے ہو؟ ہم اس خیال سے خاموش ہو گئے کہ شاید آپ اسکا کوئی اور ہی نام بتلائیں آپ نے فرمایا کیا یہ حج اکبر کا دن نہیں؟ اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ کے سوال پر جواب دیا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ عید کے بعد کا دن ہے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں حج کے سب دنوں کا یہی نام ہے۔ سفیان بھی یہی کہتے ہیں کہ جیسے یوم جمل یوم صفین ان لڑائیوں کے تمام دنوں کا نام ہے ایسے ہی یہ بھی ہے۔ حسن بصریؒ سے جب یہ سوال ہوا تو آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا حاصل یہ تو اس سال تھا جس سال حج کے امیر حضرت ابوبکر صدیق تھے رضی اللہ عنہ۔ ابن سیرین اسی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں یہ وہ دن تھا جس میں رسول اللہ کا اور عام لوگوں کا حج ہوا۔

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

بجز ان مشرکوں کے جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے

ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ

اور انھوں نے ذرا سا بھی نقصان تمہیں نہیں پہنچایا نہ کسی کی تمہارے خلاف

أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ

مدد کی ہے تو تم بھی ان کے معاہدے کی مدت ان کے ساتھ

مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ④

پوری کرو، اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے

پہلے جو حدیثیں بیان ہو چکی ہیں ان کا اور اس آیت کا مضمون ایک ہی ہے اس سے صاف ہو گیا کہ جن سے مطلقاً عہد وپیمان ہوئے تھے انہیں تو چار ماہ کی مہلت دی گئی کہ اس میں وہ اپنا جو چاہیں کر لیں اور جن سے کسی مدت تک عہد وپیمان ہو چکے ہیں وہ سب عہد ثابت ہیں بشرطیکہ وہ لوگ معاہدے کی شرائط پر قائم رہیں نہ مسلمانوں کو خود کوئی ایذا پہنچائیں نہ ان کے دشمنوں کی کمک اور امداد کریں اللہ تعالیٰ وعدوں کے پورے لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔

فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا

پس حرمت والے مہینوں کے گذرتے ہی مشرکوں کو

الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَ

جہاں پاؤ قتل کرو انھیں

خُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ

گرفتار کرو ان کا محاصرہ کر لو اور ان کی تاک میں

كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ

ہر گھاٹی میں جا بیٹھو، ہاں اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں

وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ

اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو، یقیناً

اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ⑤

اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حرمت والے مہینوں سے مراد یہاں وہ چار مہینے ہیں جنکا ذکر آیت مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ الخ میں ہے پس ان کے حق میں آخری حرمت والا مہینہ محرم الحرام کا ہے ابن عباسؓ اور

ضحاک سے بھی یہی مروی ہے لیکن اس میں ذرا تامل ہے بلکہ مراد اس سے یہاں وہ چار مہینے ہیں جن میں مشرکین کو پناہ ملی تھی کہ ان کے بعد تم سے لڑائی ہے چنانچہ خود اسی سورت میں اس کا بیان اور آیت میں آرہا ہے۔ فرماتا ہے ان چار ماہ کے بعد مشرکوں سے جنگ کرو انہیں قتل کرو انہیں گرفتار کرو جہاں بھی پالو پس یہ عام ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ خاص ہے حرم میں لڑائی نہیں ہو سکتی۔ جیسے فرمان ہے وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الخ یعنی مسجد حرام کے پاس انسے نہ لڑو جب تک کہ وہ اپنی طرف سے لڑائی کی ابتدا نہ کریں۔ اگر یہ وہاں تم سے لڑیں تو پھر تمہیں بھی ان سے لڑائی کرنے کی اجازت ہے چاہو قتل کرو چاہو قید کر لو ان کے قلعوں کا محاصرہ کرو ان کیلئے ہر گھاٹی میں بیٹھکر تاک لگاؤ انہیں زد پر لا کر مارو۔ یعنی یہی نہیں کہ ملجائیں تو جھڑپ ہو جائے خود چڑھ کر جاؤ۔ انکی راہیں بند کر دو اور انھیں مجبور کر دو کہ یا تو اسلام لائیں یا لڑیں۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر وہ توبہ کر لیں پابند نماز ہو جائیں زکوۃ دینے لگیں تو بیشک ان کی راہیں کھول دو ان پر سے تنگیاں اٹھا لو زکوٰۃ کے مانعین سے جہاد کرنے کی اسی جیسی آیتوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے دلیل لی تھی کہ لڑائی اس شرط پر حرام ہے کہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اسلام کے واجبات بجا لائیں۔ اس آیت میں ارکان اسلام کو ترتیب وار بیان فرمایا ہے اعلیٰ پھر ادنی پس شہادت کے بعد سب سے بڑا رکنِ اسلام نماز ہے جو اللہ عزوجل کا حق ہے۔ نماز کے بعد زکوۃ جس کا نفع فقیروں مسکینوں محتاجوں کو پہنچتا ہے اور مخلوق کا زبردست حق جو انسان کے ذمے ہے ادا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو اکثر نماز کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا ذکر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے حکم کیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد جاری رکھو جبتک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ کوئی معبود بجز اللہ کے نہیں ہے اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ ہیں اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں الخ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہیں نمازوں کے قائم کرنے اور زکوۃ کے دینے کا حکم کیا گیا ہے جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی نہیں۔ حضرت عبدالرحمن ابن زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں اللہ تعالٰے ہرگز کسی کی نماز قبول نہیں فرماتا جب تک وہ زکوۃ ادا نہ کرے۔ اللہ تعالٰے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے آپ کی فقہ سب سے بڑھی ہوئی تھی جو آپ نے زکوۃ کے منکروں سے جہاد کیا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے جبتک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ بجز اللہ تعالٰے برحق کے اور کوئی بھی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ ان دونوں باتوں کا اقرار کرلیں ہمارے قبلے کی طرف منہ کرلیں ہمارا ذبیحہ کھانے لگیں ہم جیسی نمازیں پڑھنے لگیں تو ہم پر ان کے خون انکے مال حرام ہیں مگر احکام اسلام حق کے ماتحت۔ انھیں ہر وہ حق حاصل ہے جو اور مسلمانوں کا ہے اور ان کے ذمے ہر وہ چیز ہے جو اور مسلمانوں کے ذمے ہے یہ روایت بخاری شریف میں اور سنن میں بھی ہے سوائے ابن ماجہ کے۔ ابن جریر میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو دنیا سے اس حال میں جائے کہ اللہ تعالٰے اکیلے کی خالص عبادت کرتا ہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ اس حال میں جائے گا کہ خدا اس سے خوش ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں یہی اللہ کا دین ہے اسی کو تمام پیغمبر علیہم السلام لائے تھے اور اپنے رب کی طرف سے اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا تھا اس سے پہلے کہ باتیں پھیل جائیں اور خواہشیں ادھر ادھر لگ جائیں اس کی سچائی کی شہادت خدا کی آخری وحی میں موجود ہے اللہ تعالٰے فرماتا ہے فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ پس توبہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد برحق کے سوا اوروں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں نمازوں اور زکوتوں کے پابند ہو جائیں اور آیت میں ہے کہ ان تینوں کاموں کے بعد وہ تمہارے دینی برادر

ہیں ۔ضحاکؒ فرماتے ہیں یہ تلوار کی آیت ہے اس نے ان تمام عہد وپیمان کو چاک کر دیا جو مشرکوں سے تھے ۔ابن عباس کا قول ہے کہ برأت کے نازل ہونے پر چار مہینے گذر جانے کے بعد کوئی عہد و ذمہ باقی نہیں رہا پہلی شرطیں برابری کے ساتھ توڑ دی گئیں اب اسلام اور جہاد باقی رہ گیا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو چار تلواروں کیساتھ بھیجا ایک تو مشرکین عرب میں فرماتا ہے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو ۔یہ روایت اسی طرح مختصراً ہے ۔میرا خیال ہے کہ دوسری تلوار اہل کتاب میں فرماتا ہے قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ اللہ تبارک وتعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہ لانے والوں اور خدا رسولؐ کے حرام کردہ کو حرام نہ ماننے والوں اور خدا کے سچے دین کو قبول نہ کرنے والوں سے جو اہل کتاب ہیں جہاد کرو تاوقتیکہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا قبول نہ کرلیں ۔تیسری تلوار منافقوں میں فرمان ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ الخ اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو ۔چوتھی تلوار باغیوں میں ارشاد ہے وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا الخ اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کرادو پھر بھی اگر کوئی جماعت دوسری کو دباتی چلی جائے تو ان باغیوں سے تم لڑو جبتک کہ وہ پلٹ کر خدا کے حکم کی ماتحتی میں نہ آجائیں ضحاک اور سدی کا قول ہے کہ یہ آیت تلوار آیت فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً سے منسوخ ہے یعنی بطور احسان کے یا فدیہ لیکر کافر قیدیوں کو چھوڑ دو ۔قتادہ اس کے برعکس کہتے ہیں کہ پچھلی آیت پہلی آیت سے منسوخ ہے ؞ ؞

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ

اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے

فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ

تو تو اسے پناہ دیدیا کر یہاں تک کہ کلام اللہ شریف سن لے پھر اسے اپنی

مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۶ ع

جائے امن تک پہنچا دے ۔یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے علم ہیں ؞

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ جن کافروں سے آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے اگر کوئی آپ سے امن طلب کرے تو آپ اس کی خواہش پوری کر دیں اسے امن دیں یہانتک کہ وہ قرآن کریم سن لے آپ کی باتیں سن لے دین کی تعلیم معلوم کرلے حجتِ خداوندی پوری ہو جائے پھر اپنی امن میں ہی اُسے اس کے وطن پہنچا دو بے خوفی کے ساتھ یہ اپنے امن کی جگہ پہنچ جائے ممکن ہے کہ سوچ سمجھ کر حق کو قبول کرلے ۔یہ اس لئے کہ یہ بے علم لوگ ہیں انھیں دینی معلومات بہم پہنچاؤ خدا کی دعوت اس کے بندوں کے کانوں تک پہنچا دو ۔مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جو تیرے پاس دینی باتیں سننے کیلئے آئے خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو وہ امن میں ہے یہانتک کہ کلام خدا سنے پھر جہاں سے آیا ہے وہاں با امن پہنچ جائے اسی لئے حضورؐ اُسے جو دین سمجھنے کیلئے آئے اُسے جو پیغام لیکر آئے امن دیدیا کرتے تھے حدیبیہ والے سال یہی ہوا قریش کے جتنے قاصد آئے یہاں انھیں کوئی خطرہ نہ تھا ۔عروہ بن مسعود مکرز بن حفص سہیل بن عمرو وغیرہ وغیرہ یکے بعد دیگرے آتے رہے ۔یہاں آن کر انھیں وہ شان نظر آئی جو قیصر و کسریٰ کے دربار میں بھی نہ تھی یہی انھوں نے اپنی قوم سے کہا پس یہ چیز بھی بہت سے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن گئی مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کا قاصد جب حضورؐ کی بارگاہ میں پہنچا آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم مسیلمہ کی رسالت کے قائل ہو اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اگر قاصدوں کا قتل میرے نزدیک ناجائز نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا آخر یہ شخص حضرت ابن مسعود کو فہ میں امارت کے زمانے میں قتل کر دیا گیا اسے ابن النواحہ کہا جاتا تھا جب آپکو معلوم ہوا کہ یہ مسیلمہ کا ماننے والا ہے تو آپ نے اُسے بلوایا اور فرمایا اب تو قاصد نہیں ہے اب تیری گردن مارنے میں کوئی امر مانع نہیں اسے قتل کر دیا گیا اللہ کی لعنت اوپر ہو

الغرض دار الحرب سے جو قاصد آئے یا تاجر آئے یا صلح کا طالب آئے یا آپس میں اصلاح کے ارادے سے آئے یا جزیہ لیکر حاضر ہو امام یا نائب امام نے اُسے امن و امان دیدیا ہو تو جب تک وہ دار الاسلام میں رہے جبتک اپنے وطن میں نہ پہنچ جائے اسے قتل کرنا حرام ہے۔ علماء کہتے ہیں ایسے شخص کو دار الاسلام میں سال بھر تک نہ رہنے دیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ وہ چار ماہ تک یہاں ٹھہر سکتا ہے پھر چار ماہ سے زیادہ اور سال بھر کے اندر کے دو قول امام شافعی وغیرہ علماء کے ہیں رحمہم اللہ تعالےٰ ÷÷÷

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ

مشرکوں کا عہد خدا اور اس کے رسول کے نزدیک

وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ

کیسے رہ سکتا ہے مگر جن سے تم نے عہد و پیمان

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا

مسجد حرام کے پاس کیا ہے۔ جب تک وہ لوگ تم سے

لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

معاہدہ نبھائیں تم بھی ان سے وفاداری کرو، اللہ تعالےٰ احتیاط رکھنے

الْمُتَّقِيْنَ ⑦

والوں سے محبت رکھتا ہے،

اوپر والے حکم کی حکمت بیان ہو رہی کہ چار ماہ کی مہلت دینے پر لڑائی کی اجازت دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے شرک و کفر کو چھوڑنیوالے اور اپنے عہد و پیمان پر قائم رہنے والے ہی نہیں ہاں صلح حدیبیہ جبتک ان کی طرف سے نہ ٹوٹے تم بھی نہ توڑنا یہ صلح دس سال کے لئے ہوئی تھی، ماہ ذی القعدہ ۶ھ سے حضورؐ نے اس معاہدہ کو نبھایا یہاں تک کہ قریشیوں کی طرف سے معاہدہ توڑا گیا ان کے حلیف بنو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف خزاعہ پر چڑھائی کی بلکہ حرم میں بھی انھیں قتل کیا اس بنا پر رمضان شریف ۸ھ میں حضورؐ نے ان پر چڑھائی کی رب العالمین نے مکہ آپ کے ہاتھوں فتح کرا دیا اور انھیں آپکے بس میں کر دیا۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔ لیکن آپ نے باوجود غلبہ اور قدرت کے ان میں سے جنہوں نے اسلام قبول کیا سب کو آزاد کر دیا انہی لوگوں کو طلقا کہتے ہیں یہ تقریباً دو ہزار تھے جو کفر پر بھی باقی رہے اور ادھر ادھر ہو گئے رحمۃ للعالمین نے سب کو عام پناہ دیدی اور انھیں مکہ شریف میں آنے اور یہاں اپنے مکانوں میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی کہ چار ماہ تک وہ جہاں چاہیں جا آسکتے ہیں انہی میں صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ تھے پھر خدا نے ان کی رہبری کی اور انھیں اسلام نصیب فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اپنے ہر اندازے کے کرنے میں اور ہر کام کے کرنے میں تعریفوں والا ہی ہے ÷ ÷ ÷

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ

ان کے وعدوں کا کیا اعتبار ان کا اگر تم پر غلبہ ہو جائے تو نہ تو یہ قرابت داری کا خیال

اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ

کریں نہ عہد و پیمان کا، اپنی زبانوں سے تو تمہیں پرچا رہے ہیں لیکن

تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑧

دل نہیں مانتے، ان میں سے اکثر تو فاسق ہیں

اللہ تعالیٰ کافروں کے مکر و فریب اور ان کی دلی عداوت سے مسلمانوں کو آگاہ کرتا ہے تاکہ وہ ان کی دوستی اپنے دل میں نہ رکھیں نہ ان کے قول و قرار پر مطمئن رہیں ان کا کفر و شرک انھیں وعدوں کی پابندی پر رہنے نہیں دیتا۔ یہ تو وقت کے منتظر ہیں ان کا بس چلے تو یہ تو تمہیں کچے چبا ڈالیں نہ قرابت داری کو دیکھیں نہ وعدوں کی پاس داری کریں ان سے جو ہو سکے وہ تکلیف تم پر توڑیں اور خوش ہوں۔ الّ کے معنے قرابت داری کے ابن عباسؓ سے بھی مروی ہیں اور حضرت حسان کے شعر میں بھی ہیں۔ اور معنی کئے گئے ہیں کہ وہ اپنے غلبہ کے وقت اللہ کا بھی لحاظ نہ کرینگے نہ کسی اور کا۔ یہی لفظ الّ ایل بن کر جبرئیل میکائیل و اسرافیل میں آیا ہے یعنی اس کا معنے اللہ ہے لیکن پہلا قول ہی ظاہر اور مشہور ہے اور اکثر مفسرین کا بھی یہی قول ہے مجاہد کہتے ہیں مراد عہد ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ مراد قسم ہے ÷ ÷

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا

انھوں نے خدا کی آیتوں کو بہت کم قیمت پر بیچ دیں اور اس کی

عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا

راہ سے الگ گئے، بہت برا ہے جو

يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا

کر رہے ہیں۔ یہ تو کسی مسلمان کے حق میں کسی رشتہ داری کا

وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝

عہد کا مطلق لحاظ نہیں کرتے، یہ ہیں ہی حد سے گذرنے والے،

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا

اب بھی اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ

الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَ

دیتے رہیں، تو تمہارے دینی بھائی ہیں

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

ہم تو جاننے والوں کیلئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرما رہے ہیں

مشرکوں کی مذمت کے ساتھ ہی مسلمانوں کو ترغیب جہاد دیکھا رہی ہے کہ ان کافروں نے دنیائے خسیس کو آخرت نفیس کے بدلے پسند کر لیا ہے خود راہ خدا سے رک کر مومنوں کو بھی ایمان سے روک رہے ہیں ان کے اعمال بہت ہی بدتر ہیں یہ تو مومنوں کو نقصان پہنچانے کے ہی درپے ہیں۔ انھیں رشتہ داری کا خیال نہ معاہدے کا پاس۔ یہ تو حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ ہاں اب بھی سچی توبہ اور نماز و زکوٰۃ کی پابندی انھیں تمہارا بنا سکتی ہے۔ چنانچہ بزار کی حدیث میں ہے جو دنیا کو اس حال میں چھوڑے کہ اللہ کی عبادتیں خلوص کے ساتھ کر رہا ہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا ہو نماز و زکوٰۃ کا پابند ہو تو اللہ اس سے خوش ہو کر ملیگا یہی اللہ کا وہ دین ہے جسے انبیاء علیہم السلام لاتے رہے اور اسی کی تبلیغ خدا کی طرف سے وہ کرتے رہے اس سے پہلے کہ باتیں پھیل جائیں اور خواہشیں بڑھ جائیں اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے کہ اگر وہ توبہ کرلیں یعنی بتوں کو اور بت پرستی کو چھوڑ دیں

اور نمازی اور زکوتی بن جائیں تو تم ان کے راستے چھوڑ دو اور آیت میں ہے کہ پھر تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں، امام بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال سے تو مرفوع حدیث وہیں پر ختم ہے کہ خدا اس سے رضامند ہو کر ملیگا اس کے بعد کا کلام راوی حدیث ربیع بن انس رحمۃ اللہ کا ہے واللہ تعالٰے اعلم ۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ

اگر یہ لوگ عہد و پیمان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں

وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ

اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان سرداران کفر سے بھڑ جاؤ

اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝

ان کی قسمیں کوئی چیز نہیں ممکن ہے کہ اسطرح وہ بھی باز آجائیں،

اگر یہ مشرک اپنی قسموں کو توڑ کر بدعہدہ خلافی اور عہد شکنی کریں اور تمہارے دین پر اعتراض کرنے لگیں تو تم ان کفر کی سرداروں کو توڑ مروڑ دو۔ اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے۔ دین میں عیب جوئی کرے اسکا ذکر اہانت کے ساتھ کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ ان کی قسمیں محض بے اعتبار ہیں۔ یہی طریقہ ان کے کفر و عناد سے روکنے کا ہے۔ ابو جہل عتبہ شیبہ امیہ وغیرہ یہ سب سرداران کفر تھے ایک خارجی نے حضرت سعد بن وقاص کو کہا کہ یہ کفر کے پیشواؤں میں سے ایک ہے آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے میں تو ان میں سے ہوں جنھوں نے کفر کے پیشواؤں کو قتل کیا تھا۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں اس آیت والے اس کے بعد قتل نہیں کئے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آیت عام ہے گو سبب نزول کے اعتبار سے اس سے مراد مشرکین قریش ہیں لیکن حکماً یہ انھیں اور سب کو شامل ہے واللہ اعلم۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کیطرف لشکر بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تمہیں ان میں کچھ لوگ ایسے ملیں گے جن کی چندھیا

سنڈی ہوئی ہوگی تو تم اسی شیطانی بیٹھک پر تلوار مار کر انھیں پر لے پار کرنا واللہ ان میں کے ایک کا قتل اور ستر لوگوں کے قتل سے مجھے زیادہ پسند ہے اس لئے کہ فرمان خدا ہے کفر کے اماموں کو قتل کرو (ابن ابی حاتم)۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا

تم ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے جو اپنی قسموں کو ....

بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ

توڑتے اور پیغمبر کو جلا وطن کرنے کی فکر میں رہیں اور خود ہی اول بار تم سے

مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ

چھیڑ کریں ، کیا تم ان سے ڈرتے ہو ، اللہ ہی زیادہ مستحق ہے کہ تم

تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

اسکا ڈر رکھو بشرطیکہ تم ایماندار ہو ،

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ

ان سے تم جنگ کرو اللہ تعالےٰ انھیں تمہارے ہاتھوں عذاب کریگا

يُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ

انھیں ذلیل و رسوا کریگا تمہیں ان پر مدد دیگا اور مسلمانوں

صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ

کے کلیجے ٹھنڈے کرے گا ، اور ان کے دل کا

غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ

غم و غصہ دور کر دیگا ، اور جس کی طرف چاہے گا رحمت سے توجہ

يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

فرمائیگا ، اللہ جانتا بوجھتا حکمت والا ہے

مسلمانوں کو پوری طرح جہاد پر آمادہ کرنے کیلئے فرما رہا ہے کہ یہ عہد شکن قسمیں توڑنے والے کفار وہی ہیں جنہوں نے رسول ؐ کو جلا وطن کرنے کی پوری طرح ٹھان لی تھی چاہتے تھے کہ قید کرلیں یا قتل کر ڈالیں یا دیس نکالا دیدیں ان کے مکر سے خدا کا مکر کہیں بہتر تھا - صرف ایمان کی بنا پر دشمنی کر کے پیغمبر کو اور مومنوں کو وطن سے خارج کرتے تھے بھڑ بھڑا کر اٹھ کھڑے ہو جاتے تھے کہ تجھے مکہ شریف سے نکال دیں - برائی کی ابتدا بھی انہی کی طرف سے ہے بدر کے دن لشکر لیکر نکلے معلوم ہو چکا کہ قافلہ بچکر چلا گیا ہے لیکن تاہم غرور و فخر سے خدائی لشکر کو شکست دینے کے ارادے سے مسلمانوں سے بھڑ گئے جیسے کہ پورا واقعہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے - انھوں نے عہد شکنی کی اور اپنے حلیفوں کے ساتھ ملکر رسول ؐ کے حلیفوں سے جنگ کی بنو بکر کی خزاعہ کے خلاف مدد کی اس خلاف وعدہ کی وجہ سے حضور ؐ نے ان پر لشکر کشی کی ان کی خوب سرکوبی کی اور مکہ فتح کرلیا فالحمد للہ ٭ فرماتا ہے کہ تم ان نجس لوگوں سے خوف کھاتے ہو - اگر تم مومن ہو تو تمہارے دل میں بجز خدا کے کسی کا خوف نہ ہونا چاہیئے وہی اس لائق ہے کہ اس سے ایماندار ڈرتے رہیں اور آیت میں ہے ان سے نہ ڈرو صرف مجھ سے ہی ڈرتے رہو میرا غلبہ میری سلطنت میری سزا میری قدرت میری ملکیت بیشک اس قابل ہے کہ ہر وقت ہر دل میری ہیبت سے لرزتا رہے تمام کام میرے ہاتھ میں ہیں جو چاہوں کر سکتا ہوں اور کر گذرتا ہوں - میری منشا بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا ٭ مسلمانوں پر جہاد کی فرضیت کا راز بیان ہو رہا ہے کہ خدا قادر تھا جو عذاب چاہتا ان پر بھیجدیتا لیکن اس کی منشا یہ ہے کہ تمہارے ہاتھوں انھیں سزا دے انکی بربادی تم آپ کرو تمہارے دل کی خوب بھڑاس نکلجائے اور تمہیں راحت و آرام شادمانی و کامرانی حاصل ہو ، یہ بات کچھ انہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ تمام مومنوں کیلئے بھی ہے خصوصاً خزاعہ کا قبیلہ جن پر خلاف عہد قریش اپنے حلیفوں میں ملکر چڑھ دوڑے ان کے دل اسی وقت ٹھنڈے ہونگے ان کے غبار اسی وقت دھلینگے جب مسلمانوں کے ہاتھوں کفار پٹے ہوں - ابن عساکر میں ہے کہ جب حضرت عائشہ رضؓ غضبناک ہو جاتیں تو آپ ؐ ان کی ناک پکڑ لیتے اور فرماتے اے عویش یہ دعا کرو اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْ ذَنْبِيْ وَاَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِيْ وَاَجِرْنِيْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ ! اے اللہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پروردگار میرے گناہ

بخش اور میرے دل کا غصہ دور کر اور مجھے گمراہ کن فتنوں سے بچالے۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہے توبہ قبول فرمالے وہ اپنے بندوں کی تمام تر مصلحتوں سے خوب آگاہ ہے اپنے تمام کاموں میں اپنے شرعی احکام میں اپنے تمام حکموں میں حکمت والا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے وہ عادل وحاکم ہے ظلم سے پاک ہے ایک ذرے برابر بھلائی برائی ضائع نہیں کرتا بلکہ اس کا بدلہ دنیا اور آخرت میں دیتا ہے ⁂

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ
کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اب تک اللہ نے
الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا
تم میں سے انھیں ممتاز نہیں کیا جو مجاہد ہیں اور جو اللہ کے اور اسکے
مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا
رسول کے اور مومنوں کے سوا کسی کو
الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ
دلی دوست نہیں بناتے، اللہ خوب خبردار ہے
بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ ع
ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو

یہ ناممکن ہے کہ امتحان بغیر مسلمان بھی چھوڑ دیئے جائیں سچے جھوٹے کو ظاہر کر دینا ضروری ہے، ولیجہ کے معنی بھیدی اور دخل دینے والے کے ہیں پس سچے وہ ہیں جو جہاد میں آگے بڑھ کر حصہ لیں اور ظاہر باطن میں خدا رسول کی خیر خواہی اور حمایت کریں ایک قسم کا بیان دوسری قسم کو ظاہر کر دیتا تھا اس لئے دوسری قسم کے لوگوں کا بیان چھوڑ دیا ایسی عبارتیں شاعروں کے شعروں میں بھی ہیں۔ اور جگہ قرآن کریم میں ہے کہ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس کے کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش ہوگی ہی نہیں حالانکہ اگلے مومنوں کی بھی ہم نے آزمائش کی یاد رکھو خدا سچے جھوٹوں کو ضرور الگ کر دیگا اور آیت میں اسی مضمون کو أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ الخ کے لفظوں سے بیان فرمایا ہے اور آیت میں ہے مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ الخ اللہ ایسا نہیں کہ تم مومنوں کو تمہاری حالت پر ہی چھوڑ دے اور امتحان کر کے یہ نہ معلوم کر لے کہ خبیث کون ہے اور طیب کون ہے؟ پس جہاد کے مشروع کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کھرے کھوٹے کی تمیز ہو جاتی ہے۔ گو اللہ تعالےٰ ہر چیز سے واقف ہے ہو گا وہ بھی اسے معلوم ہے اور جو نہیں ہوا وہ جب ہو گا تب کس طرح ہو گا یہ بھی وہ جانتا ہے چیز کے ہونے سے پہلے ہی اسے اس کا علم حاصل ہے اور ہر چیز کی ہر حالت سے وہ واقف ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ دنیا پر بھی کھرا کھوٹا سچا جھوٹا ظاہر کر دے اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے نہ اس کی قضا وقدر وارادے کو کوئی بدل سکتا ہے ⁂

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ
ناممکن ہے کہ مشرک خدا کی مسجدوں کی آبادی کریں وہ
اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۚ
خود اپنے کفر کے آپ ہی گواہ ہیں،
ع ۲ / ۸
أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ
ان کے اعمال غارت واکارت ہیں، اور وہ دائمی طور
هُمْ خَالِدُونَ ﴿١٧﴾ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ
پر جہنمی ہیں، خدائی مسجدوں کی رونق وآبادی تو
اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ
ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں
أَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ
نمازوں کے پابند ہوں زکوٰۃ دیتے ہوں اللہ کے
يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۖ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ
سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، یہی لوگ یقیناً
يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾
راہ یافتہ ہیں،

یعنی خدا کے ساتھ شرک کرنے والوں کو خدا کی مسجدوں کی آبادی کرنے والے بننا لائق ہی نہیں یہ مشرک ہیں خانۂ خدا سے انھیں کیا تعلق؟ مَسَاجِدَ کو مَسْجِدَ بھی پڑھا ہے پس مراد مسجد حرام ہے جو روئے زمین کی مسجدوں سے اشرف ہے جو اول دن سے صرف خدا کی عبادت کیلئے بنائی گئی ہے جس کی بنیادیں خلیل خدا نے رکھی تھیں۔ اور یہ لوگ مشرک ہیں حال وقال دونوں اعتبار سے تم نصرانی سے پوچھو وہ صاف کہیگا میں نصرانی ہوں یہود سے پوچھو وہ اپنی یہودیت کا اقرار کرینگے صابی سے پوچھو وہ بھی اپنا صابی ہونا اپنی زبان سے کہیگا مشرک بھی اپنے مشرک ہونے کے اقراری ہیں ان کے اس شرک کی وجہ سے ان کے اعمال اکارت ہو چکے ہیں اور وہ ہمیشہ کے لئے ناری ہیں یہ تو مسجد حرام سے اوروں کو روکتے ہی ہیں یہ گو کہیں لیکن دراصل خدا کے اولیاء نہیں۔ اولیاء اللہ تو وہ ہیں جو متقی ہوں لیکن اکثر لوگ علم سے کورے اور خالی ہوتے ہیں ﴿ ہاں خانہ خدا کی آبادی مومنوں کے ہاتھوں ہوتی ہے۔ پس جس کے ہاتھ سے مسجدوں کی آبادی ہو اس کے ایمان کا قرآن گواہ ہے۔ مسند میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم کسی کو مسجد میں آنے جانے کی عادت والا دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور حدیث میں ہے مسجدوں کے آباد کرنیوالے اللہ والے ہیں اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مسجد والوں پر نظریں ڈالکر اپنے عذاب پوری قوم پر سے ہٹا لیتا ہے اور حدیث میں ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کے آباد کرنے والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈالکر اپنے عذاب ہٹا لیتا ہوں۔ ابن عساکر میں ہے کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی ادھر ادھر کی بکری کو پکڑ لیجاتا ہے پس تم پھوٹ اور اختلاف سے بچو جماعت کو اور عام کو اور مسجدوں کو لازم پکڑے رہو اصحاب رسول کا بیان ہے کہ مسجدیں اس زمین پر خدا کا گھر ہیں جو یہاں آئے اللہ پر حق ہے کہ اس کی عزت کرے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جو نماز کی اذان سن کر پھر بھی مسجد میں آکر باجماعت نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی وہ اللہ رسول کا نافرمان ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مسجدوں کی آبادی کرنے والے اللہ کے اور قیامت کے ماننے والے ہی ہوتے ہیں ﴿ پھر فرمایا یہ نمازی ہوتے ہیں بدنی عبادت نماز کے پابند ہوتے ہیں اور مالی عبادت زکوٰۃ کے بھی ادا کرنے والے ہوتے ہیں ان کی بھلائی اپنے لئے بھی ہوتی ہے اور پھر عام مخلوق کیلئے بھی ہوتی ہے ان کے دل اللہ کے سوا اور کسی سے ڈرتے نہیں یہی راہ یافتہ لوگ ہیں۔ موحد ایمان دار قرآن حدیث کے ماتحت پانچوں نمازوں کے پابند صرف اللہ کا خوف کھانے والے اس کے سوا دوسرے کی بندگی نہ کرنے والے ہی راہ یافتہ اور کامیاب اور مقصد ور ہیں یہ یاد رہے کہ بقول حضرت ابن عباس قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ عَسٰی ہے وہاں یقین کے معنے میں ہے امید کے معنے میں نہیں مثلاً فرمان ہے عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۝ تو مقام محمود میں پہنچانا یعنی حضورؐ کا شافع محشر بننا یقینی چیز ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں عسٰی کلام اللہ میں حق و یقین کیلئے آتا ہے ﴿ ﴿

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ
کیا تم نے حاجیوں کو پانی دینا اور مسجد حرام کی خدمت

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ
کرنا اس کے برابر کر دیا ہے جو اللہ پہ آخرت کے

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
دن پر ایمان لائے اور راہ خدا میں جہاد کرے،

لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
یہ اللہ کے نزدیک برابری کے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٩ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

کو راہ نہیں دکھاتا ، جو لوگ ایمان لائے

هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ہجرت کی راہِ خدا میں اپنے مال اور اپنی جان سے

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً

جہاد کیا وہ اللہ کے ہاں بہت

عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝٢٠

بڑے مرتبے والے ہیں اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں ،

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ

انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور رضامندی کی

وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝٢١

اور جنتوں کی ان کیلئے وہاں دوامی نعمت ہے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ

وہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ، اللہ کے پاس یقیناً بہت

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝٢٢

بڑے ثواب ہیں ،

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کافروں کا قول تھا کہ بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کے پانی پلانے کی سعادت بہتر ہے ایمان و جہاد سے ہم چونکہ یہ دونوں خدمتیں انجام دے رہے ہیں اس لئے ہم سے بہتر کوئی نہیں۔ اللہ نے انکا فخر و غرور اور حق سے تکبر اور منہ پھیرنا بیان فرمایا کہ میری آیتوں کی تمہارے سامنے تلاوت ہوتے ہوئے تم اس سے بے پرواہی سے منہ موڑ کر اپنی کتھا میں مشغول رہتے ہو، پس تمہارا گمان بیجا تمہارا عزر و غلط تمہارا فخر نامناسب ہے یوں بھی خدا کے ساتھ کا ایمان اور اس کی راہ کا جہاد بڑی چیز ہے لیکن تمہارے مقابلے میں تو وہ اور بھی بڑی چیز ہے کیونکہ تمہاری تو کوئی نیکی بھی ہو اسے شرک کا گھن کھا جاتا ہے پس فرماتا ہے کہ یہ دونوں گروہ برابر کے بھی نہیں یہ تو اپنے تئیں آبادی کرنے والا کہتے تھے خدا نے ان کا نام ظالم رکھا خدا نے خدا کی ان کی خدمت بیکار کر دی، کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی قید کے زمانے میں کہا تھا کہ تم اگر اسلام و جہاد میں تھے تو ہم بھی خانۂ خدا کی خدمت اور حاجیوں کو آرام پہنچانے میں تھے اس پر یہ آیت اتری کہ شرک کے وقت کی نیکی بیکار ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان پر جب لے دے شروع کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہم مسجد حرام کے متولی تھے ہم غلاموں کو آزاد کرتے تھے ہم بیت اللہ کو غلاف چڑھاتے تھے ہم حاجیوں کو پانی پلاتے تھے اس پر یہ آیت اتری، مروی ہے کہ یہ گفتگو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ہوئی تھی۔ مروی ہے کہ طلحہ بن شیبہ عباس بن عبدالمطلب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیٹھے بیٹھے اپنی اپنی بزرگیاں بیان کرنے لگے، عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں بیت اللہ کا کنجی بردار ہوں میں اگر چاہوں وہاں رات گذار سکتا ہوں۔

عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں زمزم کا پانی پلانے والا ہوں اور اس کا نگہبان ہوں اگر چاہوں مسجد میں ساری رات رہ سکتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ تم دونوں صاحب کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے لوگوں سے چھ ماہ پہلے قبلہ کیطرف نماز پڑھی ہے میں مجاہد ہوں اس پر یہ آیت اتری۔ عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا ڈر ظاہر کیا کہ کہیں میں چاہ زمزم کے پانی کے عہدے سے نہ ہٹا دیا جاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم اپنے اس منصب پر قائم رہو تمہارے لئے اس میں بھلائی ہے اس آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث وارد ہوئی ہے جس کا ذکر بھی یہاں ضروری ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا اسلام کے بعد اگر میں کوئی عمل نہ کروں تو مجھے پرواہ نہیں بجز اس کے کہ میں حاجیوں کو پانی پلاؤں، دوسرے نے اسی طرح مسجد حرام کی آبادی کو کہا تیسرے نے اسی طرح راہِ خدا کے جہاد کو کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں ڈانٹا دیا اور فرمایا ممبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوازیں بلند نہ کرو یہ واقعہ جمعہ کے دن کا ہے جمعہ کے بعد ہم سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ

وقف لازم

نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے وعدہ کیا تھا کہ نماز جمعہ کے بعد میں آپ جا کر حضورؐ سے یہ بات دریافت کرلوں گا الخ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ

اے مسلمانو دوست نہ بناؤ اپنے باپوں کو

وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

اور اپنے بھائیوں کو اگر وہ کفر کو اسلام سے زیادہ

عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ

عزیز رکھیں تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۳ قُلْ اِنْ كَانَ

وہ پورا گنہگار ظالم ہے، کہدے کہ اگر تمہارے

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ

باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں

وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ

اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور

تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ

وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں

تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں خدا سے اور اس کے رسول سے

وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ

اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم خدا کے حکم کے

اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

عذاب کے آنیکا انتظار کرو، اللہ تعالٰے فاسقوں کو

الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۴

ہدایت نہیں کرتا،

اللہ تعالٰے کافروں سے ترک موالات کا حکم دیتا ہے انکی دوستیوں سے روکتا ہے گو وہ ماں باپ ہوں بہن بھائی ہوں بشرطیکہ وہ کفر کو اسلام پر پسند کریں، اور آیت میں ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ اللہ پر اور قیامت پر ایمان لانے والوں کو تو ہرگز خدا رسولؐ کے دشمنوں سے دوستیاں کرنے والا نہیں پائے گا گو وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا رشتے دار ہوں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی خاص روح سے ان کی تائید فرمائی ہے انہیں نہروں والی جنت میں پہنچائیگا، بیہقی میں ہے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالٰے عنہ کے باپ نے بدر والے دن ان کے سامنے اپنے بتوں کی تعریفیں شروع کیں آپ نے اسے ہر چند روکنا چاہا لیکن وہ بڑھتا ہی چلا گیا باپ بیٹوں میں جنگ شروع ہوگئی آپ نے اپنے باپ کو قتل کردیا اس پر آیت لَا تَجِدُ الخ نازل ہوئی؛ پھر ایسا کرنے والوں کو ڈراتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر یہ رشتے اور اپنے حاصل کئے ہوئے مال اور مندے ہو جانے کی دہشت کی تجارتیں اور پسندیدہ مکانات اگر تمہیں اللہ رسولؐ سے اور جہاد سے بھی زیادہ مرغوب ہیں تو تمہیں خدا کے عذابوں کے برداشت کیلئے تیار رہنا چاہیئے، ایسے بدکاروں کو اللہ بھی راستہ نہیں دکھاتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ جا رہے تھے حضرت عمرؓ کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا، حضرت عمرؓ کہنے لگے یا رسول اللہؐ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں بجز میری اپنی جان کے، حضورؐ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ رکھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم اب آپ کی محبت مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ ہے آپ نے فرمایا اب اے عمر (تو مومن ہوگیا) (بخاری شریف) صحیح حدیث میں آپ کا فرمان ثابت ہے کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ سے اولاد سے اور دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں، مسند امام احمد اور ابوداؤد میں ہے آپ فرماتے ہیں جب تم عین کی خرید

و فروخت کرنے لگو گے اور گائے بیل کی دُمیں تھام لو گے اور
جہاد چھوڑ دو گے اللہ تعالیٰ تم پر ذلت ڈال دیگا وہ دور نہ
ہوگی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ
یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی ہے اور
حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ
حنین کی لڑائی والے دن بھی جبکہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہونے لگا تھا لیکن
عَنْكُمْ شَيْـــًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ
فائدہ نہ دیا بلکہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر
بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾
تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے۔
ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ
پھر اللہ نے اپنی طرف کی تسکین اپنے نبی پر اور
وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا
مومنوں پر اتاری اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں
وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ
اور کافروں کو پوری سزا دی۔ ان کفار کا یہی
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ
بدلہ تھا۔ پھر اس کے بعد بھی جس پر چاہے اللہ تعالیٰ
ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ
اپنی رحمت کی توجہ فرمائیگا، اللہ ہی
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾
بخشش و مہربانی کرنیوالا،

مجاہدؒ کہتے ہیں براۃ کی یہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنا بہت بڑا احسان مومنوں پر ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے نبی م کے ساتھیوں کی آپ امداد فرمائی انھیں دشمنوں پر غالب کر دیا اور ایک جگہ نہیں ہر جگہ اس کی مدد شامل حال رہی اسی وجہ سے فتح و ظفر نے کبھی ہم رکابی نہ چھوڑی ۔ یہ صرف تائیدِ خداوندی تھی نہ کہ مال، اسباب اور ہتھیار کی فراوانی اور نہ تعداد کی زیادتی۔ یاد کرلو حنین والے دن ذرا تمہیں اپنی تعداد کی کثرت پر ناز ہو گیا تھا تو کیا حال ہوا، پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے۔ معدودے چند ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہر گئے اسی وقت خدا کی مدد نازل ہوئی اس نے دلوں میں تسکین ڈالدی یہ اس لئے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ مدد اسی خدا کی طرف سے ہے اس کی مدد سے چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے بڑے بڑے گروہ کے منہ پھیر دیئے ہیں اللہ کی امداد صابروں کے ساتھ ہوتی ہے یہ واقعہ ہم عنقریب تفصیل وار بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ، مسند کی حدیث میں ہے بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین چھوٹا لشکر چار سو کا ہے اور بہترین بڑا لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کی تعداد تو اپنی کمی کے باعث کبھی مغلوب نہیں ہو سکتی، یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں یہ روایت سوائے ایک راوی کے باقی سب راویوں نے مرسلاً بیان کی ہے ابن ماجہ اور بیہقی میں بھی یہ روایت اسی طرح مروی ہے واللہ اعلم سنہ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ماہ شوال میں جنگ حنین ہوئی تھی۔ جب حضورؐ فتح مکہ سے فارغ ہوئے اور ابتدائی امور سب انجام دے چکے اور عموماً مکی حضرات مسلمان ہو چکے اور انھیں آپ آزاد بھی کر چکے تو آپ کو خبر ملی کہ قبیلہ ہوازن جمع ہوا ہے اور آپ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے ان کا سردار مالک بن عوف نصری ہے۔ ثقیف کا سارا قبیلہ ان کے ساتھ ہے اسی طرح بنو جشم بنو سعد بن بکر بھی ہیں اور بنو ہلال کے بھی کچھ لوگ ہیں اور کچھ لوگ بنو عمرو ابن عامر کے اور عون بن عامر کے بھی ہیں یہ سب لوگ مع اپنی عورتوں اور بچوں اور گھریلو مال کے میدان میں نکل کھڑے ہوئے ہیں، یہانتک کہ اپنی بکریوں اور اونٹوں کو بھی انہوں نے ساتھ رکھا ہے تو آپ اپنے اس لشکر کو لیکر جو آپ کے ساتھ مہاجرین اور انصار وغیرہ کا تھا ان کے مقابلہ کیلئے چلے تقریباً دو ہزار نو مسلم مکی بھی آپ کے ساتھ ہو لئے مکہ اور

طائف کے درمیان کی وادی میں دونوں لشکر مل گئے اس جگہ کا نام حنین تھا صبح سویرے منہ اندھیرے قبیلۂ ہوازن جو قبیلۂ ہوازن جو کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے انھوں نے بے خبری میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا بے پناہ تیر باری کرتے ہوئے آگے بڑھے اور تلواریں چلانی شروع کر دیں یہاں مسلمانوں میں دفعتاً ابتری پھیل گئی اور یہ منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف بڑھے آپ اسوقت سفید خچر پر سوار تھے حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ آپ کے جانور کی دائیں جانب سے نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب بائیں طرف سے نکیل پکڑے ہوئے تھے جانور کی تیزی کو یہ لوگ روک رہے تھے آپ باآواز بلند اپنے تئیں پہچنوا رہے تھے مسلمانوں کو واپسی کا حکم فرما رہے تھے اور ندا کرتے جاتے تھے کہ اللہ کے بندو کہاں چلے میری طرف آؤ میں اللہ کا سچا رسولؐ ہوں میں نبیؐ ہوں جھوٹا نہیں ہوں میں اولاد عبدالمطلب میں سے ہوں آپ کے ساتھ اسوقت صرف اسّی یا سو کے قریب صحابہؓ رہ گئے تھے حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عباس حضرت علی حضرت فضل بن عباس حضرت ابو سفیان بن حارث حضرت ایمن بن ام ایمن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ کے ساتھ ہی تھے۔ پھر آپ نے اپنے چچا حضرت عباس رضؓ کو جو بہت بلند آواز والے تھے حکم دیا کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والے میرے صحابیوں کو آواز دو کہ وہ نہ بھاگیں پس آپ نے یہ کہکر کہ اے ببول کے درخت تلے بیعت کرنے والو اے سورۂ بقرہ کے حاملو! پس یہ آواز ان کے کانوں میں پہنچی تھی کہ انہوں نے ہر طرف سے لبیک لبیک کہنا شروع کیا اور آواز کی جانب لپک پڑے اور اسی وقت لوٹ کر آپ کے آس پاس آکر کھڑے ہوگئے یہانتک کہ اگر کسی کا اونٹ اڑ گیا تو اُس نے اپنی زرہ پہن لی اونٹ پر سے کود گیا اور پیدل سرکار نبوت میں حاضر ہو گیا۔ جب کچھ جماعت آپ کے اردگرد جمع ہوگئی

آپ نے خدا سے دعا مانگنی شروع کی کہ بار الہا جو وعدہ تیرا میرے ساتھ ہے اسے پورا فرما پھر آپ نے زمین سے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور اُسے کافروں کی طرف پھینکی جس سے ان کی آنکھیں اور ان کا منہ بھر گیا وہ لڑائی کے قابل نہ رہے ادھر مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا ان کے قدم اکھڑ گئے بھاگ نکلے مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور مسلمانوں کی باقی فوج حضورؐ کے پاس پہنچے اتنی دیر میں تو انھوں نے ان کفار کو قید کرکے حضورؐ کے سامنے ڈھیر کر دیا، مسند احمد میں ہے حضرت ابو عبدالرحمن فہری جن کا نام یزید بن اسید ہے یا یزید بن انیس ہے اور کرز بھی کہا گیا ہے فرماتے ہیں کہ میں اس معرکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا دن سخت گرمی والا تھا دوپہر کو ہم درختوں کے سایہ کے تلے ٹھہر گئے۔ سورج ڈھلنے کے بعد میں نے اپنے ہتھیار لگا لئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے میں پہنچا سلام کے بعد میں نے کہا حضورؐ ہوائیں ٹھنڈی ہوگئی ہیں آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے بلال! اس وقت بلال رضؓ ایک درخت کے سائے میں تھے۔ حضورؐ کی آواز سنتے ہی پرندے کی طرح گویا اڑ کر لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَاَنَا فِدَاءُكَ کہتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا میری سواری کسو اسی وقت انھوں نے زین نکالی جس کے دونوں پلے کھجور کی رسی کے تھے جس میں کوئی فخر و غرور کی چیز نہ تھی جب کس چکے تو حضورؐ سوار ہوئے ہم نے صف بندی کر لی شام اور رات اسی طرح گذری پھر دونوں لشکروں کی مدبھیڑ ہوگئی تو مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے جیسے قرآن نے ذکر فرمایا ہے حضورؐ نے آواز دی کہ اے اللہ کے بندو میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں اے مہاجرین میں بندۂ خدا اور رسولؐ خدا ہوں پھر اپنے گھوڑے سے اتر پڑے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور یہ فرما کر کہ ان کے چہرے بگڑ جائیں کافروں کی طرف پھینکدی اسی سے اللہ نے انھیں شکست دیدی، ان مشرکوں کا بیان ہے کہ

ہم میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں اور منہ میں یہ مٹی نہ آئی ہو اسی وقت ہمیں ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا زمین و آسمان کے درمیان لوہا کسی لوہے کے طشت پر بج رہا ہے۔
ایک روایت میں ہے کہ بھاگے ہوئے مسلمان جب ایک سو آپ کے پاس واپس پہنچ گئے آپ نے اسی وقت حملے کا حکم دیدیا اول تو منادی انصار کی تھی پھر خزرج ہی پر رہ گئی یہ قبیلہ لڑائی کے وقت بڑا ہی صابر تھا آپ نے اپنی سواری پر سے میدان جنگ کا نظارہ دیکھا اور فرمایا اب لڑائی گرما گرمی سے ہو رہی ہے۔ اس میں ہے کہ اللہ نے جس کافر کو چاہا قتل کرا دیا جسے چاہا قید کرا دیا۔ اور ان کے مال اور اولادیں اپنے نبی ؐ کو فئے میں دلا دیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے کسی نے کہا کہ اے ابو عمارہ کیا تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے حنین والے دن بھاگ نکلے تھے؟ آپنے فرمایا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم پیچھے نہ ہٹا تھا بات یہ ہے کہ قبیلۂ ہوازن کے لوگ تیر اندازی کے فن کے استاد تھے خدا کے فضل سے ہم نے انھیں پہلے ہی حملے میں شکست دیدی لیکن جب لوگ مال غنیمت پر جھک پڑے انھوں نے موقعہ دیکھکر بھرپور قادر اندازی کے ساتھ تیروں کی بارش برسائی تو یہاں بھاگڑ مچ گئی، سبحان اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شجاعت اور پوری بہادری کا یہ موقع تھا۔ لشکر بھاگ نکلا ہے اس وقت آپ کسی تیز سواری پر نہیں جو بھاگنے دوڑنے میں کام آئے بلکہ خچر پر سوار ہیں اور مشرکوں کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اپنے تئیں چھپاتے نہیں بلکہ اپنا نام اپنی زبان سے پکار پکار بتلا رہے ہیں کہ نہ پہچاننے والے بھی پہچان لیں۔ خیال فرمایئے کہ کس قدر ذات واحد پر آپ کا توکل ہے اور کتنا کامل یقین آپ کو اللہ کی مدد پر ہے، جانتے ہیں کہ اللہ تعالٰی امر رسالت کو پورا کرکے ہی رہیگا اور آپ کے دین کو دنیا کے اور دینوں پر غالب کرکے ہی رہے گا فصلوات اللہ وسلامہ علیہ ابدًا ابدًا۔

اب اللہ تعالٰی اپنے نبی ؐ پر اور مسلمانوں کے اوپر سکینت نازل فرماتا ہے اور اپنے فرشتوں کا لشکر بھیجتا ہے جنہیں کوئی نہ دیکھتا تھا ایک مشرک کا بیان ہے کہ حنین والے دن جب ہم مسلمانوں سے لڑنے لگے ایک بکری کا دودھ نکالا جائے اتنی دیر بھی ہم نے انہیں اپنے سامنے جمنے نہیں دیا فوراً بھاگ کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کا تعاقب شروع کیا یہانتک کہ ہمیں ایک صاحب سفید خچر پر سوار نظر پڑے ہم نے دیکھا کہ خوبصورت نورانی سفید چہرے والے کچھ لوگ ان کے اردگرد ہیں ان کی زبان سے نکلا کہ تمہارے چہرے بگڑ جائیں واپس لوٹ جاؤ بس یہ کہنا تھا کہ ہمیں شکست ہو گئی یہانتک کہ مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے حضرت ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں میں بھی اس لشکر میں تھا آپ کے ساتھ صرف اسی مہاجر و انصار رہ گئے تھے ہم نے پیٹھ نہیں دکھائی تھی ہم پر اللہ نے اطمینان و سکون نازل فرما دیا تھا۔ حضور ؐ اپنے سفید خچر پر سوار دشمنوں کی طرف بڑھ رہے تھے جانور نے ٹھوکر کھائی آپ زین پر سے نیچے کی طرف جھک گئے میں نے آواز دی کہ حضور ؐ اونچے ہو جایئے اللہ آپ کو اونچا ہی رکھے آپ نے فرمایا ایک مٹھی مٹی کی تو بھر دو میں نے بھر دی آپ نے کافروں کی طرف پھینکی جس سے ان کی آنکھیں بھر گئیں پھر فرمایا مہاجر و انصار کہاں ہیں میں نے کہا یہیں ہیں فرمایا انہیں آواز دو میرا آواز دینا تھا کہ وہ تلواریں تولے ہوئے لپک لپک کر آ گئے اب تو مشرکین کی کچھ نہ چلی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ حنین کے دن جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا ہے اور آپ تنہا رہ گئے ہیں تو مجھے بدر والے دن اپنے باپ اور چچا کا مارا جانا یاد آ گیا کہ وہ علی ؓ اور حمزہ ؓ کے ہاتھوں مارے گئے ہیں میں نے اپنے جی میں کہا کہ ان کے انتقام لینے کا اس سے اچھا موقعہ اور کونسا ملیگا؟ آؤ پیغمبر کو قتل کر دوں اس ارادے سے میں آپ کی دائیں جانب سے بڑھا لیکن وہاں میں نے عباس بن عبدالمطلب کو

پایا سفید چاندی جیسی زرہ پہنے مستعد کھڑے ہیں میں نے سوچا کہ چچا ہیں اپنے بھتیجے کی پوری حمایت کرینگے چلو بائیں جانب سے جاکر اپنا کام کردوں ادھر سے آیا تو دیکھا کہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کھڑے ہیں میں نے کہا ان کے بھی چچا کے لڑکے بھائی ہیں اپنے بھائی کی ضرور حمایت کرینگے پھر میں کاوا کاٹ کر پیچھے کی طرف آیا آپ کے قریب پہنچ گیا اب یہی باقی رہ گیا تھا کہ تلوار سوت کر وار کر دوں کہ میں نے دیکھا ایک آگ کا کوڑا بجلی کی طرح چمک کر مجھ پر پڑا چاہتا ہے میں نے آنکھیں بند کرلیں اور پچھلے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹا اسی وقت حضورؐ نے میری جانب التفات اور فرمایا شیبہ میرے پاس آ خدایا اس کا شیطان کو دور کردے اب میں نے آنکھ کھولکر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو واللہ آپ مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب تھے آپ نے فرمایا شیبہ جا کافروں سے لڑ۔ شیبہ کا بیان ہے کہ اس جنگ میں آنحضرتؐ کے ساتھیوں میں میں بھی تھا لیکن میں اسلام کی وجہ سے یا اسلام کی معرفت کی بنا پر نہیں نکلا تھا بلکہ میں نے کہا واہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہوازن قریش پر غالب آجائیں ؟ میں آپ کے پاس ہی کھڑا ہوا تھا جو میں نے ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھکر کہا کہ یارسول اللہ میں تو ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ رہا ہوں آپ نے فرمایا شیبہ وہ تو سوا کافروں کے کسی کو نظر نہیں آتے۔ پھر آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر دعا کی کہ خدایا شیبہ کو ہدایت کر پھر دوبارہ سہ بارہ یہی کیا اور یہی کہا واللہ آپ کا ہاتھ ہٹنے سے پہلے ہی ساری دنیا سے زیادہ محبت آپ کی میں اپنے دل میں پانے لگا الخ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس غزوے میں آپ کے ہمرکاب تھا میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آسمان سے اتر رہی ہے چیونٹیوں کی طرح اس نے میدان گھیر لیا اور اسی وقت مشرکوں کے قدم اکھڑ گئے واللہ ہمیں کوئی شک نہیں کہ وہ آسمانی مدد تھی۔ یزید بن عامر سوائی اپنے کفر کے زمانے میں جنگ حنین میں کافروں کے ساتھ تھا بعد میں یہ مسلمان ہوگئے تھے ان سے جب دریافت کیا جاتا کہ اس موقعہ پر تمہارے دلوں کا رعب و خوف سے کیا حال تھا؟ تو وہ طشت میں کنکریاں رکھکر بجاکر کہتے بس یہی آواز ہمیں ہمارے دل سے آرہی تھی بے طرح کلیجہ اچھل رہا تھا اور دل دہل رہا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے۔ مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں الغرض کفار کو خدا نے یہ سزا دی اور یہ ان کے کفر کا بدلہ تھا ❊ باقی ہوازن پر خدا نے مہربانی انہیں توبہ نصیب ہوئی مسلمان ہوکر خدمت مخدوم میں حاضر ہوئے اس وقت آپ فتح مندی کے ساتھ لوٹتے ہوئے مکہ شریف کے قریب جعرانہ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ جنگ کو بیس دن کے قریب گذر چکے تھے اسی لئے آپ نے فرمایا کہ اب تم دو چیزوں میں سے ایک پسند کرلو یا تو قیدی یا مال؟ انھوں نے قیدیوں کا واپس لینا پسند کیا ان قیدیوں کی چھوٹوں بڑوں کی مرد عورت کی بالغ نابالغ کی تعداد چھ ہزار کی تھی آپ نے یہ سب انھیں لوٹا دیئے ان کا مال بطور غنیمت کے مسلمانوں میں تقسیم ہوا، اور نومسلم جو مکہ کے آزاد کردہ تھے انھیں بھی آپ نے اس مال میں سے دیا کہ ان کے دل اسلام کی طرف پورے مائل ہوجائیں ان میں سے ایک ایک کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ مالک بن عوف نصری کو بھی آپ نے سو اونٹ دیئے اور اُسی کو اس کی قوم کا سردار بنا دیا۔ جیسے کہ وہ تھا اسی کی تعریف میں اس نے اپنے مشہور قصیدے میں کہا ہے کہ میں نے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ کسی اور دیکھا نہ سنا دینے میں اور بخشش و عطا کرنے میں اور قصوروں سے درگذر کرنے میں دنیا میں آپ کا ثانی نہیں آپ کل قیامت کے دن ہونے والے تمام امور سے مطلع فرماتے رہتے ہیں یہی نہیں شجاعت اور بہادری میں بھی آپ بے مثل ہیں میدان جنگ میں گرجتے ہوئے شیر کی طرح آپ دشمنوں کی طرف بڑھتے ہیں ❊ ❊

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ
اے ایمان والو مشرک بالکل ہی
نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ
ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے
بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً
پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں، اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے
فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ
تو خدا تمہیں دولت مند کر دیگا اپنے فضل سے اگر چاہے،
إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِينَ
اللہ علم و حکمت والا ہے، لڑو ان لوگوں سے جو
لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ
اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے
وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
جو حرام نہیں جانتے اسے جسے اللہ نے اور اسکے رسول نے حرام کیا
وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ
نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا
جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ ذلیل و خوار
الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٢٩﴾
ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں،

اللہ تعالٰے احکم الحاکمین اپنے پاک دین والے پاکیزگی اور طہارت والے مسلمان بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ وہ دین کی رو سے نجس مشرکوں کو بیت اللہ شریف کے پاس نہ آنے دیں یہ آیت ۹ھ ہجری میں نازل ہوئی اسی سال آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ مجمع حج میں اعلان کر دو کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی ننگا شخص بیت اللہ کا طواف نہ کرے اس شرعی حکم کو اللہ تعالٰے قادر و قیوم نے یوں ہی پورا کیا کہ نہ وہاں مشرکوں کو داخلہ نصیب ہوا نہ کسی نے اس کے بعد عریانی کی حالت میں خدا کے گھر کا طواف کیا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رض غلام اور ذمی شخص کو مستثنے بتاتے ہیں۔ مسند کی حدیث میں فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ہماری اس مسجد میں اس سال کے بعد سوائے معاہدہ والے اور تمہارے غلاموں کے اور کوئی کافر نہ آئے۔ لیکن اس مرفوع سے زیادہ صحیح سند والی موقوف روایت ہے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمان جاری کر دیا تھا کہ یہود و نصرانی کو مسلمانوں کی مسجدوں میں نہ آنے دو اس منع کرنے میں آپ اس آیت کی ماتحتی میں تھے۔ حضرت عطا فرماتے ہیں، کہ حرم سارا اس حکم میں مثل مسجد حرام کے ہے۔ یہ آیت مشرکوں کی نجاست پر بھی دلیل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے مومن نجس نہیں ہوتا۔ باقی رہی یہ بات کہ مشرکوں کا بدن اور ذات بھی نجس ہے یا نہیں، پس جمہور کا قول تو یہ ہے کہ نجس نہیں اس لئے کہ اللہ تعالٰے نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کیا ہے۔ بعض ظاہر یہ کہتے ہیں کہ مشرکوں کے بدن بھی ناپاک ہیں۔ حسن فرماتے ہیں جو ان سے مصافحہ کرے وہ ہاتھ دھو ڈالے (اس حکم پر بعض لوگوں نے کہا کہ پھر تو ہماری تجارت کا مندا ہو جائے گا ہمارے بازار بے رونق ہو جائیں گے اور بہت سے فائدے جاتے رہیں گے اسکے جواب میں اللہ تعالٰے غنی و حمید فرماتا ہے کہ تم اس بات سے نہ ڈرو اللہ تمہیں اور بہت سی صورتوں سے دلا دیگا تمہیں اہل کتاب سے جزیہ دلائیگا اور تمہیں غنی کر دیگا تمہاری مصلحتوں کو تم سے زیادہ تمہارا رب جانتا ہے اسکا حکم اس کی ممانعت کسی نہ کسی حکمت سے ہی ہوتی ہے)، یہ تجارت اتنے فائدے کی نہیں جتنا فائدہ وہ تمہیں جزیے سے دے گا، ان اہل کتاب سے جو خدا کے اور اسکے رسول کے اور قیامت کے منکر ہیں جو کسی کے نبی کے صحیح معنے میں

پورے متبع نہیں بلکہ اپنی خواہشوں کے اور اپنے بڑوں کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اگر انہیں اپنے نبیؐ پر اپنی شریعت پر پورا ایمان ہوتا تو وہ ہمارے اس نبیؐ پر بھی ضرور ایمان لاتے ان کی بشارت تو ہر نبی دیتا رہا ان کی اتباع کا حکم ہر نبی نے دیا لیکن باوجود اس کے وہ اس اشرف الرسل کے انکاری ہیں پس اگلے نبیوں کی شرع سے بھی دراصل انہیں کوئی سروکار بھی نہیں اسی وجہ سے ان نبیوں کا زبانی اقرار ان کے لئے بے سود ہے کیونکہ یہ سید الانبیا افضل الرسل خاتم النبیین اکمل المرسلین سے کفر کرتے ہیں اس لئے ان سے بھی جہاد کرو ٭ ٭ ان سے جہاد کے حکم کی یہ پہلی آیت ہے اس وقت تک آس پاس کے مشرکین سے جنگ ہو چکی تھی ان میں کے اکثر توحید کے جھنڈے کے تلے آ چکے تھے جزیرۃ العرب میں اسلام نے جگہ کر لی تھی اب یہود و نصاریٰ کی خبر لینے اور انھیں راہ حق دکھانے کا حکم ہوا ۹ھ میں یہ حکم اترا اور آپ نے رومیوں سے جہاد کی تیاری کی لوگوں کو اپنے ارادے سے مطلع کیا مدینے کے ارد گرد کے عربوں کو آمادہ کیا اور تقریباً تیس ہزار کا لشکر لیکر روم کا رخ کیا بجز منافقین کے یہاں کوئی نہ رکا سوائے بعض کے۔ موسم سخت گرم تھا پھلوں کا وقت تھا روم سے جہاد کیلئے شام کے ملک کا دور دراز کا کٹھن سفر تھا تبوک تک تشریف لے گئے وہاں تقریباً بیس روز قیام فرمایا پھر اللہ سے استخارہ کر کے واپس لوٹے حالت کی تنگی اور لوگوں کی ضعیفی کی وجہ سے۔ جیسے کہ عنقریب اس کا واقعہ انشاء اللہ تعالےٰ بیان ہوگا۔ اسی آیت سے استدلال کر کے بعض نے فرمایا ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب اور ان جیسوں سے ہی لیا جائے جیسے مجوس ہیں چنانچہ ہجر کے مجوسیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے جزیہ لیا تھا۔ امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے اور مشہور مذہب امام احمد کا بھی یہی ہے امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں سب عجمیوں سے لیا جائے خواہ وہ اہل کتاب ہوں خواہ مشرک ہوں۔ ہاں عرب میں سے صرف اہل کتاب سے ہی لیا جائے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جزیے کا لینا تمام کفار سے جائز ہے خواہ وہ کتابی ہوں یا مجوسی ہوں یا بت پرست وغیرہ ہوں۔ ان مذاہب کے دلائل وغیرہ کے بسط کی یہ جگہ نہیں واللہ اعلم۔ پس فرماتا ہے کہ جبتک وہ ذلت و خواری کیساتھ اپنے ہاتھوں جزیہ نہ دیں انہیں نہ چھوڑو پس اہل ذمہ کو مسلمانوں پر عزت و توقیر دینی اور انہیں اوج و ترقی دینی جائز نہیں صحیح مسلم میں ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہود و نصاریٰ سے سلام کی ابتدا نہ کرو اور جب ان میں سے کوئی راستے میں مل جائے تو اسے تنگی کی طرف مجبور کر دو۔ یہی وجہ تھی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان سے ایسی ہی شرطیں کی تھیں عبدالرحمن بن غنم اشعری کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ سے عہدنامہ لکھکر حضرت عمرؓ کو دیا تھا کہ اہل شام کے فلاں فلاں شہری لوگوں کی طرف سے یہ معاہدہ ہے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہ جب آپ کے لشکر ہم پر آئے ہم نے آپ سے اپنی جان مال اور اہل و عیال کیلئے امن طلب کی ہم ان شرطوں پر وہ امن حاصل کرتے ہیں کہ ہم اپنے ان شہروں میں اور ان کے آس پاس کوئی دیر اور کوئی گرجا گھر اور کوئی خانقاہ نیا نہیں بنائیں گے اور نہ ایسے کسی خرابی والے مکان کی اصلاح کرینگے اور جو مٹ چکے ہیں انھیں درست نہیں کرینگے ان میں اگر کوئی مسلمان مسافر اترنا چاہے تو روکیں گے نہیں خواہ دن ہو خواہ رات ہو ہم ان کے دروازے رہگذر اور مسافروں کے لئے کشادہ رکھیں گے اور جو مسلمان آئے ہم اس کی تین دن تک مہمانداری کرینگے ہم اپنے ان مکانوں یا رہائشی مکانوں وغیرہ میں کہیں کسی جاسوس کو نہ چھپائیں گے مسلمانوں سے کوئی دھوکہ فریب نہیں کریں گے اپنی اولاد کو قرآن نہ سکھائیں گے شرک کا اظہار نہ کریں گے نہ کسی کو شرک کی طرف بلائیں گے ہم میں سے کوئی اگر اسلام قبول کرنا چاہے ہم اسے ہرگز نہ روکینگے مسلمانوں کی توقیر و عزت کرینگے ہماری جگہ اگر وہ بیٹھنا چاہیں

توہم اٹھ کر انھیں جگہ دیدینگے ہم مسلمانوں سے کسی چیز میں برابری نہ کرینگے نہ لباس میں نہ جوتی میں نہ مانگ نکالنے میں ہم ان کی زبان نہیں بولینگے۔ ان کی کنیتیں نہیں رکھیں گے زین والے گھوڑے پر سواریاں نہ کرینگے تلواریں نہ لٹکائیں گے نہ اپنے ساتھ رکھیں گے۔ انگوٹھیوں پر عربی نقش نہیں کرائیں گے شراب فروشی نہیں کرینگے اپنے سروں کے اگلے بالوں کو ترشوادیں گے اور جہاں کہیں ہوں گے زنار ضرور ڈالے رہیں گے صلیب کا نشان اپنے گرجوں پر ظاہر نہیں کریں گے اپنی مذہبی کتابیں مسلمانوں کی گذرگاہوں اور بازاروں میں ظاہر نہیں کرینگے گرجوں میں ناقوس بلند آوازسے نہیں بجائیں گے نہ مسلمانوں کی موجودگی میں باآواز بلند اپنی مذہبی کتابیں پڑھیں گے نہ اپنے مذہبی شعار کو راستوں پر کرینگے نہ اپنے مردوں پر اونچی آواز سے ہائے وائے کرینگے نہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے راستوں میں آگ لیکر جائیں گے مسلمانوں کے حصے میں آئے ہوئے غلام ہم نہ لیں گے مسلمانوں کی خیرخواہی ضرور کرتے رہیں گے ان کے گھروں میں انھیں جھانکیں گے نہیں۔ جب یہ عہد نامہ حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے ایک شرط اور بھی اس میں بڑھوائی کہ ہم کسی مسلمان کو ہرگز مارینگے نہیں یہ تمام شرطیں ہمیں قبول و منظور ہیں اور ہمارے سب ہم مذہب لوگوں کو بھی انہی شرائط پر ہمیں امن ملی ہے اگر ان میں سے کسی ایک شرط کی بھی ہم خلاف ورزی کریں تو ہم سے آپ کا ذمہ الگ ہوجائیگا اور جو کچھ آپ اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے کرتے ہیں ان تمام کے مستحق ہم بھی ہوجائیں گے ⁂ ⁂ ⁂

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ

یہود کہتے ہیں عزیز خدا کا بیٹا ہے نصرانی

النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ

کہتے ہیں مسیح خدا کا بیٹا ہے، یہ قول صرف

قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِــــُٔوْنَ قَوْلَ

ان کے منہ کی بات ہے، اگلے منکروں کی بات کی

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ

یہ بھی ریس کرنے لگے، انہیں خدا غارت کرے،

اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۳۰ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ

کیسے پلٹائے جاتے ہیں، ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر

وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ

اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا بنایا ہے اور

الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا

مریم کے بیٹے مسیح کو، حالانکہ انھیں صرف ایک

اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰــهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ

اللہ ہی کی عبادت کا حکم کیا گیا تھا، جس کے سوا

اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳۱

کوئی معبود نہیں، وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے،

ان آیتوں میں بھی جناب باری عزوجل مؤمنوں کو مشرکوں کافروں سے یہودیوں نصرانیوں سے جہاد کرنے کی رغبت دلاتا ہے فرماتا ہے دیکھو وہ شان خدا میں کیسی گستاخیاں کرتے ہیں یہود عزیر کو خدا کا بیٹا بتلاتے ہیں اللہ اس سے پاک اور برتر و بلند ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ ان لوگوں کو حضرت عزیر کی نسبت جو یہ وہم ہوا اس کا قصہ یہ ہے کہ جب عمالقہ بنی اسرائیل پر غالب آگئے ان کے علماء کو قتل کر دیا ان کے رئیسوں کو قید کرلیا۔ عزیر علیہ السلام علم کے اٹھ جانیسے اور علماء کے قتل ہوجانیسے اور بنی اسرائیل کی تباہی سے سخت رنجیدہ ہوئے اب جو رونا شروع کیا تو آنکھوں سے آنسو ہی نہ تھمتے تھے روتے روتے پلکیں بھی جھڑ گئیں ایک دن اسی طرح روتے ہوئے ایک میدان سے گذر ہوا دیکھا کہ ایک عورت ایک قبر کے پاس بیٹھی رورہی ہے اور کہہ رہی ہے ہائے اب میرے کھانے کا کیا ہوگا میرے کپڑوں کا کیا ہوگا؟ آپ اس کے پاس ٹھہر گئے اور اس سے فرمایا اس

شخص سے پہلے تجھے کون کھلاتا تھا اور کون پہناتا تھا اس نے کہا اللہ تعالے۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالے تو اب بھی زندہ باقی ہے اس پر تو کبھی موت آنے کی ہی نہیں۔ یہ سُن کر اس عورت نے کہا اے عزیر پھر تم یہ تو بتلاؤ کہ بنی اسرائیل سے پہلے علماء کو کون علم سکھاتا تھا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس نے کہا آپ یہ رونا دھونا لیکر کیوں بیٹھے ہیں۔ آپ کی سمجھ میں آگیا کہ یہ جناب باری سبحانہٗ و تعالے کی طرف سے آپ کو تنبیہ ہے پھر آپ سے فرمایا گیا کہ فلاں نہر پر جاکر غسل کرو وہیں دو رکعت نماز ادا کرو وہاں تمہیں ایک شخص ملیں گے وہ جو کچھ کھلائیں وہ کھالو چنانچہ آپ وہیں تشریف لے گئے نہاکر نماز ادا کی دیکھا کہ ایک شخص ہیں کہہ رہے ہیں منہ کھولو آپ نے منہ کھولدیا تو انھوں نے تین مرتبہ کوئی چیز آپ کے منہ میں بڑی ساری ڈالی اسی وقت اللہ تبارک و تعالےٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا آپ توراۃ کے سب سے بڑے عالم بن گئے۔ بنی اسرائیل میں گئے ان سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس توراۃ لایا ہوں انھوں نے کہا آپ ہم سب کے نزدیک سچے ہیں آپ نے اپنی انگلی کے ساتھ قلم کو لپیٹ لیا اور اسی انگلی سے بیک وقت پوری توراۃ لکھ ڈالی ادھر لوگ لڑائی سے لوٹے ان میں ان کے علماء بھی واپس آئے تو انھیں عزیر علیہ السلام کی اس بات کا علم ہوا یہ گئے اور پہاڑوں اور غاروں میں توراۃ شریف کے جو نسخے چھپا آئے تھے وہ نکال لائے اور ان نسخوں سے حضرت عزیر علیہ السلام کے لکھے ہوئے نسخے کا مقابلہ کیا تو بالکل صحیح پایا اس پر بعض جاہلوں کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈالدیا کہ آپ اللہ کے بیٹے ہیں، حضرت مسیح ؑ کو نصرانی خدا کا بیٹا کہتے تھے ان کا واقعہ تو ظاہر ہے۔ پس ان دونوں گروہ کی غلط بیانی قرآن بیان فرما رہا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ ان کی صرف زبانی باتیں ہیں جو محض بے دلیل ہیں جس طرح ان سے پہلے کے لوگ کفر و ضلالت میں تھے یہ بھی انہی کے مرید و مقلد ہیں اللہ انہیں

لعنت کرے حق سے کیسے بھٹک گئے۔ مسند احمد ترمذی اور ابن جریر میں ہے کہ جب عدی بن حاتم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پہنچا تو شام کی طرف بھاگ نکلا جاہلیت میں ہی یہ نصرانی بن گیا تھا یہاں اس کی بہن اور اسکی جماعت قید ہوگئی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور احسان اسکی بہن کو آزاد کردیا اور رقم بھی دی یہ سیدھی اپنے بھائی کے پاس گئیں اور انھیں اسلام کی رغبت دلائی اور سمجھایا کہ تم رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس چلے جاؤ چنانچہ یہ مدینہ شریف آگئے تھے اپنی قوم طے کے سردار تھے ان کے باپ کی سخاوت دنیا بھر میں مشہور تھی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچائی آپ خود ان کے پاس آئے اس وقت عدی کی گردن میں چاندی کی صلیب لٹک رہی تھی حضور ؐ کی زبان مبارک سے اسی آیت اِتَّخَذُوْا کی تلاوت ہورہی تھی تو انھوں نے کہا کہ یہود و نصاری نے اپنے علما اور درویشوں کی عبادت نہیں کی آپ نے فرمایا ہاں سنو ان کے کئے ہوئے حرام کو حرام سمجھنے لگے اور جسے ان کے علماء اور درویش حلال بتلادیں اسے حلال سمجھنے لگے یہی ان کی عبادت تھی پھر آپ نے فرمایا عدی کیا تم اس سے منکر ہو کہ اللہ سب سے بڑا ہے کیا تمہارے خیال میں خدا سے بڑا اور کوئی ہے کیا تم اس سے انکاری ہو کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ سے کے سوا کوئی نہیں؟ کیا تمہارے نزدیک اس کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق ہے؟ پھر آپ نے فرمایا انھیں اسلام کی دعوت دی انھوں نے مان لی اور خدا کی توحید اور حضور ؐ کی رسالت کی گواہی ادا کی آپ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور فرمایا یہود پر غضب خدا اترا ہے اور نصرانی گمراہ ہوگئے ہیں، حضرت حذیفہ بن یمان ؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ سے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح مروی ہے کہ اس سے مراد حلال و حرام کے مسائل میں علماء اور ائمہ کی محض باتوں کی تقلید ہے۔ سدی فرماتے ہیں انھوں نے بزرگوں

کی ماننی شروع کردی اور خدا کی کتاب کو ایک طرف ہٹا دی، اسی لئے اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے کہ انھیں حکم تو صرف یہ تھا کہ اللہ کے سوا اور کی عبادت نہ کریں وہی جسے حرام کردے حرام ہے اور وہ جسے حلال فرمادے حلال ہے اسی کے فرمان شریعت ہیں، اسی کے احکام بجالانے کے لائق ہیں اسی کی ذات عبادت کی مستحق ہے وہ شرک سے اور شریک سے پاک ہے اس جیسا اس کا شریک اس کا نظیر اس کا مددگار اس کی ضد کا کوئی نہیں وہ اولاد سے پاک ہے نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار ۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ
ان کی چاہت ہے کہ نور خدا

بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ
اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالٰے انکاری ہے مگر اسی بات کا کہ اپنا

نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾ هُوَ
نور پورا کرے گو کافر ناخوش ہوں، اسی نے

الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى
اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچے دین کے

وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ
ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پہ غالب

كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾
کردے، اگرچہ مشرک برا مانیں،

فرماتا ہے کہ ہر قسم کے کفار کا ارادہ اور چاہت یہی ہے کہ نور خدا بجھا دیں ہدایت خداوندی اور دین حق کو مٹا دیں تو خیال کرلو کہ اگر کوئی شخص اپنے منہ کی پھونک سے آفتاب یا مہتاب کی روشنی بجھانی چاہے تو کیا یہ ہوسکتا ہے؟ اسیطرح یہ لوگ بھی نورِ خدا کے بجھانے کی چاہت میں اپنی امکانی کوشش کرلیں آخر عاجز ہوکر رہ جائیں گے ضروری بات ہے اور خدا کا فیصلہ ہے کہ دین حق تعلیم رسولؐ کا یوں بالا ہوگا تم مٹانا چاہتے ہو اللہ تعالٰے بلند کرنا چاہتا ہے ظاہر ہے کہ خدا کی چاہت تمہاری چاہت پر غالب رہیگی تم گو ناخوش رہو لیکن آفتاب ہدایت بیچ آسمان میں پہنچکر ہی رہیگا۔ عربی لغت میں کافر کہتے ہیں کسی چیز کے چھپا لینے والے کو اسی اعتبار سے رات کو بھی کافر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے، کسان کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ دانے زمین میں چھپا دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے يُعْجِبُ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ۔ اسی خدا نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پس حضورؐ کی سچی خبریں اور صحیح ایمان اور نفع والا علم یہ ہدایت ہے اور عمدہ اعمال جو دنیا آخرت میں نفع دیں یہ دین حق ہے۔ یہ تمام اور مذاہب عالم پر چھا کر رہیگا آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے میرے لئے زمین کی مشرق و مغرب لپیٹ دی گئی میری امت کا ملک ان تمام جگہوں تک پہنچیگا۔ فرماتے ہیں تمہارے ہاتھوں پر مشرق و مغرب فتح ہوگا تمہارے سردار جہنمی ہیں۔ بجز انکے جو متقی پرہیزگار اور امانت دار ہوں۔ فرماتے ہیں یہ دین تمام اس جگہ پر پہنچے گا جہاں پر دن رات پہنچیں کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہیگا جہاں اللہ عزوجل اسلام کو نہ پہنچا دے۔ عزیزوں کو عزیز کریگا۔ اور ذلیلوں کو ذلیل کریگا اسلام کو عزت دینے والوں کو عزت ملے گی اور کفر کو ذلت نصیب ہوگی، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو یہ بات خود اپنے گھر میں بھی دیکھ لی جو مسلمان ہوا اسے خیر و برکت عزت و شرافت ملی اور جو کافر رہا اسے ذلت و نکبت نفرت و لعنت نصیب ہوئی پستی اور حقارت دیکھی اور کمینہ پن کے ساتھ جزیہ دینا پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روئے زمین پر کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جس میں اللہ تبارک و تعالٰے کلمۂ اسلام کو داخل نہ کردے وہ عزت والوں کو عزت دے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کریگا جنہیں عزت دینی چاہے گا انھیں اسلام نصیب کرے گا اور جنہیں ذلیل کرنا ہوگا وہ اسے مانیں گے نہیں لیکن اس

النصف

کی ماتحتی میں انھیں آنا پڑے گا۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں میرے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مجھ سے فرمایا اسلام قبول کرتا کہ سلامتی ملے میں نے کہا میں تو ایک دین کو مانتا ہوں آپ نے فرمایا تیرے دین کا تجھ سے زیادہ مجھے علم ہے میں نے کہا سچ آپ نے فرمایا بالکل سچ۔ کیا تو رکوسیہ میں سے نہیں ہے؟ کیا تو اپنی قوم سے ٹیکس وصول نہیں کرتا؟ میں نے کہا ہاں یہ تو سچ ہے آپ نے فرمایا تیرے دین میں یہ تیرے لئے حلال نہیں پس یہ سنتے ہی میں تو جھک گیا آپ نے فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ تجھے اسلام سے کونسی چیز روکتی ہے سن صرف اسی ایک بات نے تجھے روک ہے کہ مسلمان بالکل ضعیف اور کمزور اور ناتوان ہیں تمام عرب انھیں گھیرے ہوئے ہیں یہ پنپ نہیں سکتے لیکن سن حیرہ کا تجھے کچھ علم ہے؟ میں نے کہا دیکھا تو نہیں لیکن سنا تو ضرور ہے آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امر دین کو پورا فرمائے گا یہانتک کہ ایک سانڈنی سوار حیرہ سے چل کر بغیر کسی کی امن کے مکہ معظمہ پہنچے گا اور بیت اللہ شریف کا طواف کرے گا۔ واللہ تم کسرے کے خزانے فتح کر دگے میں نے کہا کسری بن ہرمز کے۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں کسریٰ بن ہرمز کے تم میں مال کی اس قدر کثرت ہو پڑیگی کہ کوئی لینے والا نہ ملیگا۔ اس حدیث کو بیان کرتے وقت حضرت عدی رضہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پورا ہوا یہ دیکھو آج حیرہ سے سواریاں چلتی ہیں بیخوف وخطر بغیر کسی کی پناہ کے بیت اللہ پہنچ کر طواف کرتی ہیں۔ صادق ومصدوق کی دوسری پیشینگوئی بھی پوری ہوئی کسریٰ کے خزانے فتح ہوئے میں خود اس فوج میں تھا جس نے ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور کسریٰ کے مخفی خزانے اپنے قبضے میں کئے۔ واللہ مجھے یقین ہے کہ صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری پیشین گوئی بھی قطعاً پوری ہو کر ہی رہے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دن رات کا دور ختم نہ ہوگا جبتک کہ پھر لات وعزیٰ کی عبادت نہ ہونے لگے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا رسول اللہ آیت هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الخ کے نازل ہونے کے بعد سے میرا خیال تو آجتک یہی رہا کہ یہ پوری بات ہے آپ نے فرمایا ہاں پوری ہوگئی اور مکمل ہی رہے گی جب تک خدائے پاک کو منظور ہو پھر اللہ تعالیٰ رب العالمین ایک پاک ہوا بھیجے گا جو ہر اس شخص کو بھی فوت کرلے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ پھر وہی لوگ باقی رہجاویں گے جن میں کوئی خیر وخوبی نہ ہوگی۔ پس وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف پھر سے لوٹ جائیں گے ؎

الحمد للہ۔ تفسیر ابن کثیر عربی کی چوتھی جلد یہاں پر ختم ہوئی، اب پانچویں جلد کا ترجمہ شروع ہوگا انشاءاللہ تعالےٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ
اے ایمان والو اکثر علماء اور
الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ
عابد لوگوں کا مال ناحق
النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ
کھا جاتے ہیں اور راہ خدا
سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ
سے روک دیتے ہیں، اور جو لوگ سونے چاندی کا
وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
خزانہ کرتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ
انہیں دردناک عذابوں کی خبر پہنچا دے، جس دن اس خزانے
عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ
کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور
وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا
پہلو اور کمریں داغی جائیں گی، یہ ہے جسے
كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ
تم اپنے لئے خزانہ بنا رہے تھے پس اپنے
تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾
خزانوں کا مزہ چکھو

یہودیوں کے علماء کو احبار اور نصرانی کے عابدوں کو رہبان کہتے ہیں۔ آیت لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ الخ میں یہود کے علماء کو احبار کہا گیا ہے۔ نصرانیوں کے عابدوں کو رہبان اور ان کے علماء کو قسیس اس آیت میں کہا گیا ہے ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا۔ مقصود آیت کا لوگوں کو برے علما گمراہ صوفیوں اور عابدوں سے ہوشیار کرنا اور ڈرانا ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارے علماء میں سے وہی بگڑتے ہیں جن میں کچھ نہ کچھ شائبہ یہودیت کا ہوتا ہے اور صوفیوں اور عابدوں میں سے ہم مسلمانوں میں وہی بگڑتے ہیں جن میں نصرانیت کا شائبہ ہوتا ہے صحیح حدیث شریف میں ہے کہ تم یقینا اپنے سے پہلوں کی روش پر چل پڑو گے ایسی پوری مشابہت ہے کہ ذرا بھی فرق نہ رہے لوگوں نے پوچھا کیا یہود نصاریٰ کی روش پر، آپ نے فرمایا ہاں انہی کی۔ اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کی روش پر؟ آپ نے فرمایا اور کون لوگ ہیں، پس ان کے اقوال افعال کی مشابہت سے بہت ہی بچنا چاہئے۔ یہ اس لئے کہ یہ منصب و ریاست حاصل کرنا اور اس وجاہت سے لوگوں کے مال مارنا چاہتے ہیں (احبار یہود کو زمانۂ جاہلیت میں بڑا ہی رسوخ حاصل تھا ان کے تحفے ہدیے اخراج چراغی مقرر تھی جو بے مانگے انہیں پہنچ جاتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد اسی طمع نے انہیں قبول اسلام سے روکا) لیکن حق کے مقابلے کی وجہ سے اس طرف سے بھی کورے رہے اور آخرت سے بھی گئے گذرے، ذلت و حقارت ان پر برس پڑی اور غضب خدا میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو گئے۔ یہ حرام کھانی جماعت خود حق سے رک کر اوروں کے بھی درپے ہوتی تھی حق کو باطل سے خلط ملط کر کے لوگوں کو بھی راہ حق سے روک دیتے تھے۔ جاہلوں میں بیٹھ کر گپ ہانکتے کہ ہم لوگوں کو راہ حق کی طرف بلاتے ہیں حالانکہ یہ صریح دھوکہ ہے وہ تو جہنم کی طرف بلانے والے ہیں قیامت کے دن یہ بے یار و مددگار چھوڑ دیئے جائیں گے۔ عالموں کا صوفیوں کا یعنی واعظوں اور عابدوں کا ذکر کر کے اب امیروں دولت مندوں اور رئیسوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جیسے یہ دونوں طبقے اپنے اندر بدترین لوگوں کو بھی رکھتے ہیں ایسے ہی اس تیسرے طبقے میں بھی شریر النفس لوگ ہوتے ہیں عموماً انہی تین طبقے کے لوگوں کا عوام پر اثر ہوتا ہے جھنڈ کے جھنڈ عامیوں کے ان کے ساتھ بلکہ ان کے پیچھے ہوتے ہیں پس ان کا بگڑنا گویا مذہبی دنیا کا ستیاناس ہوتا ہے جیسے کہ

حضرت ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ؎
وَهَلْ أَفْسَدَ الدِّيْنَ إِلَّا الْمُلُوْكُ ✲ وَأَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا
یعنی دین واعظوں عالموں صوفیوں اور درویشوں کے پلید طبقے سے ہی بگڑتا ہے کنز اصطلاح شرع میں اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ نہ ادا کی جاتی ہو۔ حضرت ابن عمر رضہ سے یہی مروی ہے بلکہ آپ فرماتے ہیں جس مال کی زکوٰۃ دیدی جاتی ہو وہ اگر ساتویں زمین تلے بھی ہو تو وہ کنز نہیں اور جس کی زکوٰۃ نہ دیجاتی ہو وہ گو زمین پر ظاہر پھیلا پڑا ہو کنز ہے، حضرت ابن عباس رضہ حضرت جابر رضہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی موقوفاً اور مرفوعاً یہی مروی ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ بھی یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں بے زکوٰۃ کے مال سے اس مالدار کو داغا جائیگا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضہ سے مروی ہے کہ یہ حکم زکوٰۃ کے اترنے سے پہلے تھا زکوٰۃ کا حکم نازل فرما کر اللہ نے اُسے مال کی طہارت بنادی۔ خلیفۂ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور عراک بن مالکؒ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اُسے قول خدا خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ الخ نے منسوخ کر دیا ہے۔ حضرت ابو امامہ رضہ فرماتے ہیں کہ تلواروں کا زیور بھی کنز یعنی خزانہ ہے۔ یاد رکھو میں تمہیں وہی سناتا ہوں جو میں نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار ہزار اور اس سے کم تو نفقہ ہے اور اس سے زیادہ کنز ہے لیکن یہ قول غریب ہے۔ مال کی کثرت کی مذمت اور کمی کی مدحت میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں بطور نمونے کے ہم بھی یہاں ان میں سے چند نقل کرتے ہیں، مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے چاندی والوں کیلئے ہلاکت ہے تین مرتبہ آپ کا یہی فرمان سن کر صحابہ پر شاق گذرا اور انھوں نے سوال کیا کہ پھر ہم کس قسم کا مال رکھیں۔ حضرت عمر رضہ نے حضورؐ سے یہ حالت بیان کرکے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل اور دین کے کاموں مدد دینے والی بیوی۔

مسند احمد میں ہے کہ سونے چاندی کی مذمت کی یہ آیت جب اتری اور صحابہ رضہ نے آپس میں چرچا کیا تو حضرت عمر نے کہا لو میں حضورؐ سے دریافت کر آتا ہوں اپنی سواری تیز کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے الخ اور روایت میں ہے کہ صحابہ رضہ نے کہا پھر ہم اپنی اولادوں کیلئے کیا چھوڑ جائیں اس میں ہے کہ حضرت عمر رضہ کے پیچھے ہی پیچھے حضرت ثوبان رضہ بھی تھے آپ نے حضرت عمر رضہ کے سوال پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی لئے مقرر فرمائی ہے کہ بعد کا مال پاک ہو جائے میراث کا مقرر کرنا بتلا رہا ہے کہ جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حضرت عمر رضہ یہ سنکر مارے خوشی کے تکبیریں کہنے لگے، آپ نے فرمایا لو اور سنو میں تمہیں بہترین خزانہ اور بتلاؤں نیک عورت کہ جب اسکا خاوند اس کی طرف نظر ڈالے تو وہ اُسے خوش کر دے۔ اور جب حکم دے فوراً بجا لائے اور جب موجود نہ ہو حفاظت کرے۔ حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے ایک منزل میں اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں مجھے بُرا معلوم ہوا آپ نے افسوس ظاہر کیا اور فرمایا میں نے تو اسلام کے بعد سے ابتک ایسی بے احتیاطی کی بات کبھی نہیں کہی تھی اب تم اُسے بھول جاؤ اور ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھ لو رسول اللہ صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تم ان کلمات کو بکثرت کہا کرو۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ وَالْعَزِيْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ وَأَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَأَسْئَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَأَسْئَلُكَ قَلْبًا سَلِيْمًا وَأَسْئَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَأَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ یعنی یا اللہ میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور بھلائیوں کی پختگی اور تیری نعمتوں کا شکریہ اور تیری عبادتوں کی اچھائی اللہ

سلامتی والا دل اور سچی زبان اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے وہ اور تیرے علم میں جو بُرائی ہے اس کی پناہ اور جن کی برائیوں کو تو جانتا ہے ان سے استغفار طلب کرتا ہوں میں مانتا ہوں کہ تو تمام غیب کا جاننے والا ہے۔ آیت میں بیان ہے کہ خدا کی راہ میں اپنے مال کو نہ خرچ کرنے والے اور اُسے سینت سینت کر رکھنے والے دردناک عذابوں سے مطلع ہو جائیں ؛ ؛ قیامت کے دن اسی مال کو خوب تپا کر گرم آگ جیسا کر کے اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور کمر داغی جائے گی اور بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ان سے فرمایا جائے گا کہ لو اپنی جمع جتھا کا مزہ چکھو۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ جہنمی گرم پانی کا تریڑا ان کے سروں پہ بہاؤ اور ان سے کہو کہ عذاب کا لطف اٹھاؤ تم تو بڑے ذی عزت اور بزرگ سمجھے جاتے رہے۔ یہ ہے بدلہ اس کا۔ ثابت ہوا کہ جو شخص جس چیز کو محبوب بنا کر اللہ کی اطاعت سے اُسے مقدم کریگا اسی کے ساتھ اسے عذاب ہوگا۔ ان مالداروں نے مال کی محبت میں اللہ کے فرمان کو بھلا دیا تھا آج اسی مال سے انھیں سزا دی جا رہی ہے جیسے کہ ابو لہب کھلم کھلا حضور ؐ کی دشمنی کرتا تھا اور اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی قیامت کے دن آگ کے اور بھڑکانے کے لئے وہ اپنے گلے میں رسی ڈال کر لکڑیاں لا لا کر اُسے سلگائیگی اور اس میں وہ جلتا رہے گا۔ یہ مال جو یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں یہی مال قیامت کے دن سب سے زیادہ مضر ثابت ہوں گے اسی کو گرم کر کے اس سے داغ دیئے جائیں گے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسے مالداروں کے جسم اتنے لمبے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ایک دینار و درہم اس پر آجائے پھر کل مال آگ جیسا بنا کر علیحدہ علیحدہ کر کے سارے جسم پر پھیلا دیا جائے گا یہ نہیں کہ ایک کے بعد ایک داغ لگے۔ بلکہ ایک ساتھ سب کے سب۔ مرفوعاً بھی یہ روایت آئی تو ہے

لیکن اس کی سند صحیح نہیں واللہ اعلم۔ حضرت طاؤس ؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مال ایک اژدہا بن کر اس کے پیچھے لگیگا جو عضو سامنے آجائے گا اسی کو چبا جائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو اپنے بعد خزانہ چھوڑ جائے اس کا وہ خزانہ قیامت کے دن زہریلا اژدہا بن کر جس کی آنکھوں پر نقطے ہوں گے اس کے پیچھے لگیگا یہ بھاگتا ہوا پوچھے گا کہ تو کون ہے، وہ کہے گا تیرا جمع کردہ اور مرنے کے بعد چھوڑا ہوا خزانہ۔ آخر اسے پکڑ لے گا اور اس کا ہاتھ چبا جائے گا پھر باقی جسم بھی۔ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے اس کا مال قیامت کے دن آگ کی تختیوں جیسا بنا دیا جائے گا اور اس سے اس کی پیشانی پہلو اور کمر داغی جائے گی۔ پچاس ہزار سال تک لوگو نکے فیصلے ہو جانے تک تو اس کا یہی حال رہے گا پھر اسے اس کی منزل کی راہ دکھا دی جائے گی جنت کی طرف یا جہنم کی طرف الخ امام بخاری اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ زید بن وہب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملے اور دریافت کیا کہ تم یہاں کیسے آگئے ہو، آپ نے فرمایا ہم شام میں تھے وہاں میں نے آیت وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الخ کی تلاوت کی تو حضرت معاویہ رض نے فرمایا یہ آیت ہم مسلمانوں کے بارے میں نہیں یہ تو اہل کتاب کے بارے میں ہے، میں نے کہا ہمارے اور ان کے سب کے حق میں ہے، اس میں میرا ان کا اختلاف ہو گیا انھوں نے میری شکایت کا خط دربار عثمانی میں لکھا خلافت کا فرمان میرے نام آیا کہ تم یہاں چلے آؤ میں جب مدینے پہنچا تو دیکھا کہ چہ طرف سے مجھے لوگوں نے گھیر لیا اس طرح بھیڑ لگ گئی کہ گویا انہوں نے اس سے پہلے مجھے دیکھا ہی نہ تھا۔ غرض میں مدینے میں ٹھہرا لیکن لوگوں کی آمد و رفت سے تنگ آگیا۔ آخر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ تم مدینے کے قریب ہی کسی صحرا میں چلے جاؤ میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی

لیکن یہ کہدیا کہ واللہ جو میں کہتا تھا اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ کا یہ خیال تھا کہ بال بچوں کے کھلانے کے بعد جو بچے اسے جمع کر رکھنا مطلقاً حرام ہے۔ اسی کا آپ فتویٰ دیتے تھے اور اسی بات کو لوگوں میں پھیلاتے تھے اور لوگوں کو بھی اسپر آمادہ کرتے تھے اسی کا حکم دیتے تھے اور اس کے مخالف لوگوں پر بڑا ہی تشدد کرتے تھے۔ حضرت معاویہ رضؓ نے آپ کو روکنا چاہا کہ کہیں لوگوں میں عام ضرر نہ پھیل جائے یہ نہ مانے تو آپ نے خلافت سے شکایت کی امیر المؤمنین نے انہیں بلاکر ربذہ میں تنہا رہنے کا حکم دیا آپ وہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی رحلت فرما گئے۔ حضرت معاویہ رضؓ نے بطور امتحان ایک مرتبہ ان کے پاس ایک ہزار اشرفیاں بھجوائیں آپ نے شام سے پہلے ہی پہلے سب ادھر ادھر راہ للہ خرچ کر ڈالیں۔ شام کو وہی صاحب جو انھیں صبح کو ایک ہزار اشرفیاں دے گئے تھے وہ آئے اور کہا مجھ سے غلطی ہوگئی امیر معاویہ نے وہ اشرفیاں اور صاحب کیلئے بھجوائی تھی میں نے غلطی سے آپ کو دیدیں وہ واپس کیجئے آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے میرے پاس تو اب ان میں سے ایک پائی بھی نہیں اچھا جب میرا مال آجائے گا تو میں آپ کو آپ کی اشرفیاں واپس کر دوں گا، ابن عباسؓ بھی اس آیت کے حکم کو عام بتلاتے ہیں۔ سدی فرماتے ہیں یہ آیت اہل قبلہ کے بارے میں ہے۔ احنف بن قیسؒ فرماتے ہیں میں مدینے میں آیا دیکھا کہ ایک جماعت قریشیوں کی محفل لگائے بیٹھی ہے میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا کہ ایک صاحب تشریف لائے میلے کچیلے موٹے جھوٹے کپڑے پہنے ہوئے بہت خستہ حالت میں اور آکر کھڑے ہو کر فرمانے لگے روپیہ پیسہ جمع کرنے والے اس سے خبردار رہیں کہ قیامت کے دن جہنم کے انگارے ان کی چھاتی کی بٹنی پر رکھے جائیں گے جو کھوے کی ہڈی کے پار ہو جائینگے پھر پیچھے کی طرف سے آگے کو سوراخ کرتے اور جلاتے ہوئے نکل جائیں گے لوگ سب

سر نیچا کئے بیٹھے رہے کوئی بھی کچھ نہ بولا وہ بھی مڑ کر چلدیئے اور ایک ستون سے لگ کر بیٹھ گئے میں ان کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ میرے خیال میں تو ان لوگوں کو آپ کی بات بری لگی آپ نے فرمایا یہ کچھ نہیں جانتے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے پاس اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ تین دن گذرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا رہے ہاں اگر قرض کی ادائیگی کیلئے میں کچھ رکھ لوں تو اور بات ہے۔ غالباً اسی حدیث نے حضرت ابوذر رضؓ کا یہ مذہب کر دیا تھا جو آپ نے اوپر پڑھا واللہ اعلم۔ ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضؓ کو ان کا حصہ ملا آپ کی لونڈی نے اسی وقت ضروریات فراہم کرنا شروع کیا۔ سامان کی خرید کے بعد سات بچ رہے حکم دیا کہ اس کے فلوس لے لو تو حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے آپ اپنے پاس رہنے دیجئے تاکہ بوقت ضرورت کام نکل جائے یا کوئی مہمان آجائے تو کوئی کام نہ اٹکے آپ نے فرمایا نہیں مجھ سے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا ہے کہ جو سونا چاندی سربند کر کے رکھی جائے وہ رکھنے والے کیلئے آگ کا انگارا ہے جب تک کہ اسے راہ للہ نہ دیدے۔ ابن عساکر میں ہے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے فقیر بن کر مل غنی بن کر نہ مل۔ انھوں نے پوچھا یہ کس طرح؟ فرمایا سائل کو رد نہ کر جو ملے اسے چھپا نہ رکھ انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکے گا آپ نے فرمایا یہی ہے ورنہ آگ ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ اہل صفہ میں سے ایک صاحب کا انتقال ہوا دو دینار یا دو درہم ان کے بچے ہوئے نکلے آپ نے فرمایا آگ کے دو داغ ہیں تم لوگ اپنے ساتھی کے جنازے کی نماز پڑھ لو۔ اور روایت میں ہے کہ ایک اہل صفہ کے انتقال کے بعد ان کے تہمد کی آنٹی میں سے ایک

دینار نکلا آپ نے فرمایا ایک داغ آگ کا پھر دوسرے کا انتقال
ہوا اُن کے پاس سے دو دینار برآمد ہوئے آپ نے فرمایا دو
داغ آگ کے۔ فرماتے ہیں جو لوگ سرخ و سفید یعنی سونا
چاندی چھوڑ کر مرے ایک ایک قیراط کے بدلے ایک ایک
تختی آگ کی بنائی جائے گی اور اس کے قدم سے لیکر ٹھوڑی
تک اس کے جسم میں اس آگ سے داغ کئے جائیں گے۔
آپ کا فرمان ہے کہ جس نے دینار سے دینار اور درہم سے درہم
ملا کر جمع کر کے رکھ چھوڑا اس کی کھال کشادہ کر کے پیشانی
اور کروٹ اور کمر پر اس کے داغ کئے جائیں گے اور کہا
جائے گا یہ ہے جسے تم اپنی جانوں کے لئے خزانہ بناتے رہے
اب اس کا بدلہ چکھو اس کا راوی سعف کذاب و متروک
ہے ٭ ٭ ٭ ٭

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ
مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں

شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
بارہ کی ہے اسی دن سے کہ آسمان و

وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ
زمین کو اس نے پیدا کیا ہے ان میں سے چار حرمت و ادب کے ہیں یہی

الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ
درست دین ہے، تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر

اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً
ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو

كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں، جان رکھو کہ

اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۶
خدائے تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے،

مسند احمد میں ہے کہ رسول مقبول صادق و مصدوق حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے اپنے
حج کے خطبے میں ارشاد فرمایا کہ زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلیت
پر آگیا ہے سال کے بارہ مہینے ہوا کرتے ہیں جن میں سے چار
حرمت و ادب والے ہیں۔ تین تو پے در پے ذوالقعدہ ذوالحجہ
اور محرم اور چوتھا رجب جو مضر کے ہاں ہے جو جمادی الاخریٰ
اور شعبان کے درمیان میں ہے پھر پوچھا یہ کونسا دن ہے؟
ہم نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول کو ہی پورا علم ہے، آپ نے
سکوت فرمایا ہم سمجھے کہ شاید آپ اس دن کا کوئی اور ہی نام
رکھیں گے پھر پوچھا کیا یہ یوم النحر یعنے قربانی کی عید کا دن نہیں؟
ہم نے کہا ہاں پھر پوچھا یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ
جانے اور اس کا رسول آپ نے پھر سکوت فرمایا یہانتک
کہ ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ اس مہینے کا نام اور ہی رکھیں
آپ نے فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے ہم نے کہا ہاں۔ پھر آپنے
پوچھا یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ
خوب جاننے والے ہیں۔ آپ پھر خاموش ہو رہے اور ہمیں
پھر خیال آنے لگا کہ شاید آپ اس کا کوئی اور ہی نام رکھیں
گے پھر فرمایا کیا یہ بلدہ (مکہ) نہیں ہے۔ ہم نے کہا بیشک
آپ نے فرمایا یاد رکھو تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری
عزتیں تم میں آپس میں ایسی ہی حرمت والی ہیں جیسی حرمت
و عزت تمہارے اس دن کی تمہارے اس مہینہ میں تمہارے
اس شہر میں تم ابھی ابھی اپنے رب سے ملاقات کرو گے اور
وہ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیگا سنو میرے بعد
گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن زدنی کرنے لگو بتلاؤ
کیا میں نے تبلیغ کر دی، سنو تم میں سے جو موجود ہیں انھیں
چاہیئے کہ جو موجود نہیں ان تک پہنچا دیں۔ بہت ممکن ہے کہ
جسے وہ پہنچائے وہ ان بعض سے بھی زیادہ نگہداشت رکھنے
والا ہو اور روایت میں ہے کہ وسط ایام تشریق میں منیٰ میں
حجۃ الوداع کے خطبے کے موقعہ کا یہ ذکر ہے۔ ابو حرہ رقاشی
کے چچا جو صحابی ہیں کہتے ہیں کہ اس خطبے کے وقت میں حضورؐ
کی ناقہ کی نکیل تھامے ہوئے تھا اور لوگوں کی بھیڑ کو روکے
ہوئے تھا۔ آپ کے پہلے جملے کا یہ مطلب ہے کہ جو کمی بیشی

تقدیم تاخیر مہینوں کی جاہلیت کے زمانے کے مشرک کیا کرتے تھے وہ الٹ پلٹ کر اس وقت ٹھیک ہو گئی ہے جو مہینہ آج ہے وہی درحقیقت بھی ہے۔ جیسے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ یہ شہر ابتدا مخلوق سے باحرمت و باعزت ہے وہ آج بھی حرمت والا ہے اور قیامت تک حرمت والا ہی رہے گا پس عربوں میں جو یہ رواج پڑ گیا تھا کہ ان کے اکثر حج ذی الحجہ کے مہینے میں نہیں ہوتے تھے اب کی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقعہ پر یہ بات نہ تھی بلکہ حج اپنے ٹھیک مہینے پر تھا۔ بعض لوگ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ کا حج ذوالقعدہ میں ہوا لیکن یہ غور طلب قول ہے جیسے کہ ہم مع ثبوت بیان کریںگے آیت اِنَّمَا النَّسِیٓءُ الخ کی تفسیر میں اس قول سے بھی زیادہ غرابت والا ایک قول بعض سلف کا یہ بھی ہے کہ اس سال یہود نصاریٰ مسلمان سب کے حج کا دن اتفاق سے ایک ہی تھا یعنی عید الضحٰے کا دن ÷ ÷

"فصل" شیخ علم الدین سخاوی نے اپنی کتاب المشہور فی اسمار الایام والشہور میں لکھا ہے کہ مُحرم کے مہینے کو محرم اس کی تعظیم کی وجہ سے کہتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو اس نام کی وجہ اس کی حرمت کی تاکید ہے اس لئے کہ عرب جاہلیت اسے بدل ڈالتے تھے کبھی حلال کر ڈالتے کبھی حرام کر ڈالتے اس کی جمع محرمات محارم محاریم ہے۔ صَفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عموماً ان کے گھر خالی رہتے تھے کیونکہ یہ لڑائی بھڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے جب مکان خالی ہو جائے تو عرب کہتے ہیں صَفِرَ المَکَانُ اس کی جمع اصفار ہے جیسے جمل کی جمع اجمال ہے۔ رَبیع الاول کے نام کا سبب یہ ہے کہ اس مہینہ میں ان کی اقامت ہو جاتی ہے ارتباع کہتے ہیں اقامت کو اس کی جمع اربعا ہے جیسے نصیب کی جمع انصبا۔ اور اس کی جمع اَرْبِعَۃٌ ہے جیسے رغیف کی جمع ارغفہ ہے۔ رَبیع الآخر کے مہینے کا نام رکھنا بھی اسی وجہ سے ہے، گویا یہ اقامت کا دوسرا مہینہ ہے۔ جمادی الاولیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں پانی جم جاتا تھا ان کے حساب میں مہینے گردش نہیں کرتے تھے یعنی ٹھیک ہر موسم پر ہی ہر مہینہ آتا تھا لیکن یہ بات کچھ جچتی نہیں اس لئے کہ جب ان مہینوں کا حساب چاند پر ہے تو ظاہر ہے کہ موسمی حالت ہر ماہ پر ہر سال یکساں نہیں رہیگی ہاں یہ ممکن ہے کہ اس مہینے کا نام جس سال رکھا گیا ہو اس سال یہ مہینہ کڑکڑاتے ہوئے جاڑے میں آیا ہو اور پانی میں جمود ہو گیا ہو۔ چنانچہ ایک شاعر نے یہی کہا ہے کہ جمادی کی سخت اندھیری راتیں جن میں کتا بھی بمشکل ایک آدھ مرتبہ ہی بھونک لیتا ہے اس کی جمع جمادیات جیسے حباریٰ اور حباریات۔ یہ مذکر مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ جمادی الاولیٰ اور جمادی الآخرہ کہا جاتا ہے جمادی الاخریٰ کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے گویا یہ پانی کے جم جانے کا دوسرا مہینہ ہے۔ رجَب یہ ماخوذ ہے ترجیب سے ترجیب کہتے ہیں تعظیم کو چونکہ یہ مہینہ عظمت و عزت والا ہے اس لئے اُسے رجب کہتے ہیں اس کی جمع ارجاب رجاب اور رجبات ہے۔ شعبان کا نام شعبان اس لئے ہے کہ اس میں عرب لوگ لوٹ مار کے لئے ادھر ادھر متفرق ہو جاتے تھے تشعب کے معنٰی ہیں جدا جدا ہونا پس اس مہینے کا بھی یہی نام رکھدیا گیا اس کی جمع شعابین شعبانات آتی ہے۔ رمضان کو رمضان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اونٹنیوں کے پاؤں بوجہ شدت گرما کے جلنے لگتے ہیں رَمَضَتِ الْفِصَالُ اس وقت کہتے ہیں جب اونٹنیوں کے بچے سخت پیاسے ہوں اس کی جمع رمضانات اور رماضین اور رامضہ آتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے یہ محض غلط اور ناقابل التفات قول ہے میں کہتا ہوں اس بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے لیکن ہے وہ ضعیف میں نے کتاب الصیام کے شروع میں اس کا بیان کر دیا ہے۔ شوال ماخوذ ہے شَالَتِ الْاِبِلُ سے یہ مہینہ اونٹوں کی مستیوں کا مہینہ تھا یہ دُمیں اٹھا دیا

کرتے تھے اس لئے اس مہینہ کا یہی نام ہو گیا اس کی جمع شواویل شواول شوالات آتی ہے۔ ذوالقعدہ یا ذوالقعدہ کا نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں عرب لوگ بیٹھ جایا کرتے تھے نہ لڑائی کے لئے نکلتے نہ اور سفر کیلئے، اس کی جمع ذوات القعدہ ہے۔ ذوالحجہ کو ذوالحجہ بھی کہہ سکتے ہیں چونکہ اسی ماہ میں حج ہوتا تھا اس لئے اس کا یہ نام مقرر ہو گیا اس کی جمع ذوات الحجہ آتی ہے، یہ تو تھی وجہ ان مہینوں کے ناموں کی ❊ ❊ اب ہفتے کے سات دنوں کے نام اور ان ناموں کی جمع سنئے۔ اتوار کے دن کو یوم الاحد کہتے ہیں اس کی جمع اُحاد وحاد اور وحود آتی ہے۔ پیر کے دن کو اثنین کہتے ہیں اس کی جمع اثانین آتی ہے۔ منگل کو ثلاثاء کہتے ہیں یہ مذکر بھی بولا جاتا ہے اور مؤنث بھی اس کی جمع ثلاثاوات اور اثالث آتی ہے۔ بدھ کے دن کو اربعاء کہتے ہیں جمع اربعاوات اور ارابیع آتی ہے۔ جمعرات کو خمیس کہتے ہیں جمع اس کی اخمسہ اخامس آتی ہے۔ جمعہ کو جُمُعہ اور جُمْعہ کہتے ہیں اس کی جمع جُمَع اور جُمَاعَات آتی ہے ❊ ❊ سنیچر یعنی ہفتے کے دن کو سبت کہتے ہیں سبت کے معنے ہیں قطع کے چونکہ گنتی ہفتہ کے دنوں کی یہیں پر ختم ہو جاتی ہے اس لئے اُسے سبت کہتے ہیں۔ قدیم عربوں میں ہفتے کے دن کے نام یہ تھے اول رہون جبار دبار مونث۔ عرد بہ شیار۔ قدیم خالص عربوں کے اشعار میں بھی دنوں کے نام پائے جاتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان بارہ ماہ میں چار حرمت والے ہیں، جاہلیت کے عرب بھی انہیں حرمت والے مانتے تھے لیکن بسل نامی ایک گروہ اپنے تشدد کی بنا پر آٹھ مہینوں کو حرمت والا خیال کرتے تھے، حضورؐ کے فرمان میں رجب کو قبیلہ مضر کی طرف اضافت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس مہینے کو وہ رجب کا مہینہ شمار کرتے تھے دراصل وہی رجب کا مہینہ عنداللہ بھی تھا جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہے، قبیلہ ربیعہ کے نزدیک رجب شعبان اور شوال کے درمیان کے مہینے کا یعنی رمضان کا نام تھا پس حضورؐ نے کھول دیا کہ حرمت والا رجب مضر کا ہے نہ کہ ربیعہ کا۔ ان چار ذی حرمت مہینوں میں سے تین پے درپے اس مصلحت سے ہیں کہ حاجی ذوالقعد کے مہینے میں نکلے تو اس وقت تک لڑائیاں مارپیٹ جنگ وجدال قتل وقتال بند ہو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوں پھر ذی الحجہ میں احکام حج کی ادائیگی امن وامان عمدگی اور شان سے ہو جائے پھر ماہ محرم کی حرمت میں واپس گھر پہنچ جائے درمیانہ سال میں رجب کو حرمت والا بنانے کی غرض یہ ہے کہ زائرین اپنے طواف بیت اللہ کے شوق کو عمرے کی صورت میں ادا کرلیں گو دور دراز والے ہوں وہ بھی مہینہ بھر میں آمد و رفت کرلیں یہی اللہ کا سیدھا اور سچا دین ہے، پس خدا کے فرمان کے مطابق تم ان پاک مہینوں کی حرمت کرو، ان میں خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچو اس لئے کہ اس میں گناہوں کی بُرائی اور بڑھ جاتی ہے، جیسے کہ حرم شریف کا گناہ اور جگہ کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے فرمان خدا ہے کہ جو حرم میں الحاد کا ارادہ ظلم سے کرے ہم اُسے دردناک عذاب کرینگے اسی طرح سے ان محترم مہینوں کا گناہ اور دن کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے اسی لئے حضرت امام شافعیؒ اور علماء کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک ان مہینوں کے قتل کی دیت بھی سخت ہے اسی طرح حرم کے اندر کے قتل کی اور ذی محرم رشتہ دار کے قتل کی بھی، ابن عباس فرماتے ہیں فیہنّ سے مراد سال بھر کے کل مہینے ہیں۔ پس ان کل مہینوں میں گناہوں سے بچو خصوصاً ان چار مہینوں میں کہ یہ حرمت والے ہیں ان کی بڑی عزت ہے ان میں گناہ سزا کے اعتبار سے اور نیکیاں اجر وثواب کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہیں،،

حضرت قتادہؒ کا قول ہے کہ ان حرمت والے مہینوں میں گناہ کی سزا اور بوجھ بڑھ جاتا ہے گو ظلم ہر حال میں بُری چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جس امر کو چاہے بڑھا دے،

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بھی پسند فرمایا فرشتوں میں انسانوں میں اپنے رسولؐ چن لئے اسی طرح کلام میں سے اپنے ذکر کو پسند فرمالیا اور زمین میں سے مسجدوں کو پسند فرمایا اور مہینوں میں سے رمضان شریف کو اور ان چاروں مہینوں کو پسند فرمالیا اور دنوں میں سے جمعہ کے دن کو اور راتوں میں سے لیلۃ القدر کو پس تمہیں ان چیزوں کی عظمت کا لحاظ رکھنا چاہیئے جنہیں خدا نے عظمت دی ہے، امور کی تعظیم اتنی کرنی عقلمند اور فہیم لوگوں کے نزدیک ضروری ہے جتنی تعظیم ان کی اللہ تعالیٰ سبحانہٗ نے بتلائی ہو، ان کی حرمت کا ادب نہ کرنا حرام ہے ان میں جو کام حرام ہیں انہیں حلال نہ کرلو جو حلال ہیں انہیں حرام نہ بنالو جیسے کہ اہل شرک کرتے تھے یہ ان کے کفر میں زیادتی کی بات تھی۔ پھر فرمایا کہ تم سب کے سب کافروں سے جہاد کرتے رہو جیسے کہ وہ سب کے سب تم سے برسر جنگ ہیں، حرمت والے ان چار مہینوں میں جنگ کی ابتدا کرنی منسوخ یا محکم ہونے کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں پہلا تو یہ کہ یہ منسوخ ہے یہی قول زیادہ مشہور ہے اس آیت کے الفاظ پر غور کیجئے کہ پہلے تو فرمان ہوا کہ ان مہینوں میں ظلم نہ کرو پھر مشرکوں سے جنگ کرنے کو فرمایا ظاہری الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے حرمت کے مہینے بھی اس میں آگئے اگر یہ مہینے اس سے الگ ہوتے تو ان کے گذر جانے کی قید ساتھ ہی بیان ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ ماہِ ذوالقعدہ میں کیا تھا جو حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جیسے کہ صحیحین میں ہے کہ آپ ہوازن قبیلے کی طرف ماہ شوال میں چلے جب ان کو ہزیمت ہوئی اور ان میں کے بچے ہوئے بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہوئے تو آپ وہاں گئے اور چالیس دن تک محاصرہ رکھا پھر بغیر فتح کئے ہوئے وہاں سے واپس لوٹ آئے پس ثابت ہے کہ آپ نے حرمت والے مہینے میں محاصرہ کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ابتدا کرنی حرام ہے اور ان مہینوں کی حرمت کا حکم منسوخ نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ شعائر خداوندی کو اور حرمت والے مہینوں کو حلال نہ کرلیا کرو، اور فرمان ہے حرمت والے مہینے حرمت والے مہینوں کے بدلے ہیں اور حرمتیں قصاص ہیں پس جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی ان سے ویسی ہی زیادتی کا بدلہ لے لو الخ اور فرمان ہے فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ الخ حرمت والے مہینوں کے گذر جانے کے بعد مشرکوں سے جہاد کرو، یہ پہلے بیان گذر چکا ہے کہ یہ چار مہینے ہیں ہر سال میں۔ نہ کہ تسیر کے مہینے جو کہ دو قولوں میں سے ایک قول ہے پھر فرمایا کہ تم سب مسلمان ان سے اسی طرح لڑو جیسے کہ وہ تم سے سب کے سب لڑتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اپنے پہلے سے جداگانہ نہ ہو اور ہو سکتا ہے کہ یہ حکم بالکل نیا اور الگ ہو مسلمانوں کو رغبت دلانے اور انہیں جہاد پر آمادہ کرنے کیلئے تو فرماتا ہے کہ جیسے تم سے جنگ کرنے کیلئے وہ بھڑ بھڑا کر جمع ہو کر چو طرف سے ابل پڑتے ہیں تم بھی اپنے سب کلمہ گو یونکو لیکر ان سے مقابلہ کرو، یہ بھی ممکن ہے کہ اس جملے میں مسلمانوں کو حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کی رخصت دی ہو جبکہ حملہ ان کی طرف سے ہو، جیسے آیت اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ میں ہے اور جیسے آیت وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ الخ میں بیان ہے کہ ان سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو جبتک کہ وہ وہاں لڑائی نہ کریں ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو الخ، یہی جواب حرمت والے مہینے میں حضورؐ کے طائف کے محاصرے کا ہے کہ دراصل یہ لڑائی تتمہ تھی ہوازن کی اور ان کے ثقفی حلیفوں کی لڑائی کا انہوں نے ہی لڑائی کی ابتدا کی تھی ادھر ادھر سے آپ کے مخالفین کو جمع کر کے لڑائی کی دعوت دی تھی پس حضورؐ ان کی طرف بڑھے یہ بڑھنا بھی حرمت والے مہینے میں نہ تھا یہاں شکست اٹھا کر یہ لوگ طائف میں بھاگ چھپے

اور وہاں قلعہ بند ہو گئے آپ اس مرکز کو خالی کرانے کیلئے اور آگے بڑھے ۔ انھوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا مسلمانوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا ادھر محاصرہ جاری رہا منجنیق وغیرہ سے چالیس دن تک ان کو گھیرے رہے الغرض اس جنگ کی ابتدا حرمت والے مہینے میں نہیں تھی لیکن جنگ نے طول کھینچا حرمت والا مہینہ بھی آ گیا جب چند دن گذر گئے آپ نے محاصرہ ہٹا لیا پس جنگ کا جاری رکھنا اور چیز ہے اور جنگ کی ابتدا اور چیز ہے اس کی بہت سی نظیریں ہیں واللہ اعلم - اب اس میں جو حدیثیں ہیں ہم انہیں وارد کرتے ہیں ہم انھیں سیرت میں بھی بیان کر چکے ہیں واللہ اعلم ❊ ❊ ❊

إِنَّمَا النَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ

مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا بھی کفر کی زیادتی ہے اس سے وہ لوگ

بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَّ

گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں جو کافر ہیں ایک سال تو اسی حلال کر لیتے ہیں اور

يُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوا عِدَّةَ مَا

ایک سال اسی کو حرمت والا کر لیتے ہیں کہ خدا نے جو حرمت رکھی ہے اسکے

حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ

شمار میں تو موافقت کر لیں پھر اسے حلال بنا لیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے

زُيِّنَ لَهُمْ سُوٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ

انھیں ان کے برے کام بھلے دکھا دیئے گئے ہیں ، قوم کفار کی

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِينَ ﴿۳۷﴾ ع

خدا رہنمائی نہیں فرماتا ،

ع ۵ ۱۱

مشرکوں کے کفر کی زیادتی بیان ہو رہی ہے کہ وہ کس طرح اپنی فاسد رائے کو اور اپنی ناپاک خواہش کو شریعت خداوندی میں داخل کر کے خدا کے دین کے احکام الٹ پلٹ کر دیتے تھے - حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لیتے تھے ، تین مہینے کی حرمت کو تو ٹھیک رکھا پھر چوتھے مہینے کی حرمت کو اس طرح بدلدیا کہ محرم کو صفر کے مہینے میں کر دیا اور محرم کی حرمت نہ کی - تاکہ بظاہر سال کے چار مہینے کی حرمت بھی پوری ہو جائے اور اصلی حرمت کے محرم مہینے میں لوٹ مار قتل وغارت بھی ہو جائے ، اور اس پر اپنے قصیدوں میں ڈینگی لیتے تھے اور فخریہ اپنا یہ فعل اُچھالتے تھے ان کا ایک سردار تھا جنادہ بن عمرو ابن امیہ کنانی یہ ہر سال حج کو آتا اس کی کنیت ابو ثمامہ تھی یہ منادی کر دیتا کہ نہ تو ابو ثمامہ کے مقابلے میں کوئی آواز اٹھا سکتا ہے نہ اس کی بات میں کوئی عیب جوئی کر سکتا ہے ، سنو پہلے سال کا صفر مہینہ حلال ہے اور دوسرے سال کا حرام ، پس ایک سال کے محرم کی حرمت نہ رکھتے دوسرے سال کے محرم کی حرمت منا لیتے - ان کی اسی زیادتی کفر کا بیان اس آیت میں ہے یہ شخص اپنے گدھے پر سوار آتا اور جس سال یہ محرم کو حرمت والا بنا دیتا لوگ اس کی حرمت کرتے اور جس سال وہ کہدیتا کہ محرم کو ہم نے ہٹا کر صفر میں اور صفر کو آگے بڑھا کر محرم میں کر دیا ہے اس سال عرب میں اس ماہ محرم کی حرمت کوئی نہ کرتا ، ایک قول یہ بھی ہے کہ بنی کنانہ کے اس شخص کو علمس کہا جاتا تھا یہ منادی کر دیتا کہ اس سال محرم کی حرمت نہ منائی جائے اگلے سال محرم اور صفر دونوں کی حرمت رہے گی پس اس کے قول پر جاہلیت کے زمانے میں عمل کر لیا جاتا ، اور اب حرمت کے اصلی مہینے میں جس میں ایک انسان اپنے باپ کے قاتل کو پا کر بھی اس کی طرف نگاہ بھر کر نہیں دیکھتا تھا اب آزادی سے آپس میں خانہ جنگیاں لوٹ مار ہوتی ، لیکن یہ قول کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ گنتی میں وہ موافقت کرتے تھے اور اس میں گنتی کی موافقت بھی نہیں ہوتی بلکہ ایک سال میں تین مہینے رہ جاتے ہیں اور دوسرے سال میں پانچ ماہ ہو جاتے ہیں ، ایک قول یہ بھی ہے کہ خدا کی طرف سے تو حج فرض تھا ذی الحجہ کے مہینے میں لیکن مشرک ذی الحجہ کا نام محرم رکھ لیتے پھر برابر گنتے جاتے اور اس حساب سے جو ذی الحجہ آتا اس میں حج ادا کرتے پھر محرم کے نام سے خاموشی برت لیتے اسکا ذکر ہی نہ کرتے پھر لوٹ کر صفر نام رکھدیتے پھر رجب کو

جمادی الاخرہ پھر شعبان کو رمضان اور رمضان کو شوال پھر ذوالقعدہ کو شوال ذی الحجہ کو ذی القعدہ اور محرم کو ذی الحجہ کہتے اور اس میں حج کرتے، پھر اسکا اعادہ کرتے اور دو سال تک ہر ایک مہینے میں برابر حج کرتے۔ جس سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا، اس سال مشرکوں کی اس گنتی کے مطابق دوسرے برس کا ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقعہ پر ٹھیک ذوالحجہ کا مہینہ تھا اور اسی کی طرف آپ نے اپنے خطبے میں اشارہ فرمایا اور ارشاد ہوا کہ زمانہ الٹ پلٹ کر اسی ہیئت پر آگیا ہے جس ہیئت پر اس وقت تھا جب زمین و آسمان اللہ تعالےٰ نے رچائے لیکن یہ قول بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔ اس وجہ سے کہ اگر ذیقعدہ میں حضرت ابوبکر رضہ کا حج ہوا تو یہ حج کیسے صحیح ہوسکتا ہے، حالانکہ خدائے تعالےٰ کا فرمان ہے وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ الخ یعنی خدا اور اس کے رسول کی طرف سے آج کے حج اکبر کے دن مشرکوں سے علیحدگی اور بیزاری کا اعلان ہے، اسی کی منادی حضرت صدیق رضہ کے حج میں ہی کی گئی پس اگر یہ حج ذی الحجہ کے مہینے میں نہ ہوتا تو اللہ تعالےٰ اس دن کو حج کا دن نہ فرماتا اور صرف مہینوں کی تقدیم تاخیر کو جس کا بیان اس آیت میں ہے ثابت کرنے کے اس تکلف کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ تو اس کے بغیر بھی ممکن ہے۔ کیونکہ مشرکین ایک سال تو محرم الحرام کے مہینے کو حلال کر لیتے اور اس کے عوض ماہ صفر کو حرمت والا کر لیتے سال کے باقی مہینے اپنی جگہ رہتے۔ پھر دوسرے سال محرم کو حرام سمجھتے اور اس کی حرمت و عزت باقی رکھتے تاکہ سال کے چار حرمت والے مہینے جو خدا کی طرف سے مقرر تھے ان کی گنتی میں موافقت کرلیں پس کبھی تو حرمت والے تینوں مہینے جو پے در پے ہیں ان میں سے آخری ماہ محرم کی حرمت رکھتے کبھی اسے صفر کی طرف مؤخر کر دیتے رہا حضور ؐ کا فرمان کہ زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلی حالت پر آگیا ہے یعنی

اس وقت جو مہینہ ان کے نزدیک ہے وہی مہینہ صحیح گنتی میں بھی ہے اس کا پورا بیان ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں واللہ اعلم ابن ابی حاتم میں ہے کہ عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے مسلمان آپ کے پاس جمع ہوگئے آپ نے اللہ تعالےٰ کی پوری حمد وثنا بیان فرما کر فرمایا کہ مہینوں کی تاخیر شیطان کی طرف سے کفر کی زیادتی تھی کہ کافر بہکیں، وہ ایک سال محرم کو حرمت والا کرتے اور صفر کو حلت والا پھر محرم کو حلت والا کر لیتے یہی ان کی وہ تقدیم تاخیر ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے، امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب السیرت میں اس پر بہت اچھا کلام کیا ہے جو بے حد مفید اور عمدہ ہے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کام کو سب سے پہلے کرنیوالا علمس حذیفہ بن عبید تھا، پھر قسیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ ابن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان، پھر اس کا عباد پھر اس کا لڑکا قلع پھر اس کا لڑکا امیہ پھر اس کا عوف پھر اس کا لڑکا ابو ثمامہ جنادہ اسی کے زمانہ میں اشاعت اسلام ہوئی عرب لوگ حج سے فارغ ہو کر اس کے پاس جمع ہوتے یہ کھڑا ہو کر انھیں لکچر دیتا اور رجب ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کی حرمت بیان کرتا اور ایک سال تو محرم کو حلال کر دیتا اور محرم صفر کو بنا دیتا اور ایک سال محرم کو ہی حرمت والا کہہ دیتا کہ خدا کی حرمت کے مہینوں کی گنتی کے موافق ہو جائے اور خدا کا حرام حلال بھی ہو جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ

اے ایمان والو نہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا

لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ

ہے کہ چلو راہ خدا میں کوچ کرو تو تم زمین

اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ

پکڑ لیتے ہو، کیا تم آخرت کے عوض دنیا

الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ
دنیا کی زندگانی پر ہی ریجھ گئے ہو، سنو زندگانی دنیا تو آخرت
الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا
کے مقابلے میں کچھ یونہی سی ہے ، اگر تم نے
تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ
کوچ نہ کیا تو تمہیں اللہ تعالےٰ دردناک سزا دے گا ، اور
يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ
تمہارے سوا اور لوگوں کو بدل لائیگا تم اللہ کو کوئی نقصان
شَيْـًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٣٩
نہیں پہنچا سکتے ، اللہ ہر چیز پر قادر ہے ،

ایک طرف تو گرمی سخت پڑ رہی تھی دوسری طرف پھل پک گئے تھے اور درختوں کے سایے بڑھ گئے تھے ، ایسے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دور دراز کے سفر کیلئے تیار ہو لئے غزوۂ تبوک میں اپنے ساتھ چلنے کو سب سے فرمادیا کچھ لوگ جو رہ گئے تھے انہیں جو تنبیہ کی گئی ان آیتوں کا شروع اس آیت سے ہے کہ جب تمہیں خدا کی راہ کے جہاد کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم کیوں زمین میں دھنسنے لگتے ہو ، کیا دنیا کی ان فانی چیزوں پر ریجھ کر آخرت کی باقی نعمتوں کو بھلا بیٹھے ہو! سنو دنیا کی تو آخرت کے مقابلے میں کوئی ہستی ہی نہیں حضور ؐ نے اپنی کلمے کی انگلی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اس انگلی کو کوئی سمندر میں ڈبو کر نکالے اس پر جتنا پانی سمندر کے مقابلے میں جتنا یہی مقابلہ دنیا کا آخرت سے ہے ، حضرت ابو ہریرہ ؓ سے کسی نے پوچھا کہ میں نے سُنا ہے آپ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ایک نیکی کے بدلے ایک لاکھ کا ثواب دیتا ہے آپ نے فرمایا بلکہ میں نے دو لاکھ کا فرمان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے پھر آپ نے اس آیت کے اسی جملے کی تلاوت کرکے فرمایا کہ دنیا جو گذر گئی اور جو باقی ہے وہ سب آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے ۔ مروی ہے کہ عبدالعزیز بن مروان نے اپنے انتقال کے وقت اپنا کفن منگوایا اُسے دیکھ کر فرمایا بس میرا تو دنیا سے یہی حصہ تھا میں اتنی دنیا لے کر جا رہا ہوں پھر پیٹھ موڑ کر رو کر کہنے لگے ہائے دنیا تیرا بہت بھی کم ہے اور تیرا کم تو بہت ہی چھوٹا ہے افسوس ہم تو دھوکے میں ہی رہے ؞ پھر ترک جہاد پر اللہ تعالےٰ ڈانٹتا ہے کہ سخت دردناک عذاب ہوں گے ، ایک قبیلے کو حضور ؐ نے جہاد کے لئے بلوایا وہ نہ اٹھے اللہ تعالےٰ نے اُن سے بارش روک لی ، پھر فرماتا ہے کہ اپنے دل میں پھولنا نہیں کہ ہم رسول ؐ کے مددگار ہیں اگر تم درست نہ رہے تو خدا تمہیں برباد کرکے اپنے رسول ؐ کے ساتھی اوروں کو کردیگا جو تم جیسے نہ ہوں گے ، تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ۔ یہ نہیں کہ تم نہ جاؤ تو مجاہدین جہاد کرہی نہ سکیں ، اللہ میں سب قدرتیں ہیں وہ تمہارے بغیر بھی اپنے دشمنوں پر اپنے غلاموں کو غالب کرسکتا ہے ۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا اور آیت مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ الخ یہ سب آیتیں آیت وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَاۗفَّةً الخ سے منسوخ ہیں لیکن امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تردید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ نہیں بلکہ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے نکلنے کو فرمائیں وہ فرمان سنتے ہی اٹھ کھڑے ہو جائیں فی الواقع یہ توجیہ بہت عمدہ ہے واللہ اعلم ؞ ؞

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ
اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے اس کی مدد اس وقت کی تھی
اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ
جبکہ اسے کافروں نے دیس سے نکال دیا تھا دو میں سے دوسرا
اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ
جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا
لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ
کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے ، پس جناب باری نے

سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ

اپنی طرف کی تسکین اسپر نازل فرما کر ان لشکروں سے اسکی مدد کی جنہیں

تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا

تم نے دیکھا بھی نہیں، اس نے کافروں کی بات پست

السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ

کردی، بلند و عزیز تو خدا کا کلمہ ہی ہے

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○

اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

تم اگر میرے رسولؐ کی امداد و تائید چھوڑ دو تو میں کسی کا محتاج نہیں ہوں، میں آپ اس کا ناصر مؤید کافی اور حافظ ہوں، یاد کرلو ہجرت والے سال جبکہ کافروں نے آپ کے قتل یا قید یا دیس نکالے کی سازش کی تھی اور آپ اپنے سچے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق و صدیق کے ساتھ تن تنہا مکہ شریف سے نکل بھاگے تھے کون اس کا مددگار تھا، تین دن مارے خوف کے اس ڈر سے غار میں گذارے کہ ڈھونڈھنے والے مایوس ہوکر واپس چلے جائیں تو یہاں سے نکلکر مدینہ شریف کا راستہ لیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لحہ بہ لحہ گھبرا رہے تھے کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے ایسا نہ ہوکہ وہ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو کوئی ایذا پہنچائے، حضورؐ ان کی تسکین فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ابوبکر ان دو کی نسبت تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالےٰ ہے، مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوبکر بن ابو قحافہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غار میں کہا کہ اگر ان کافروں میں سے کسی نے اپنے قدموں کو بھی دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا آپ نے فرمایا تو ان دو کو کیا سمجھتا ہے جن کا تیسرا خود خدا ہے الغرض اس موقعہ پر بھی جناب باری سبحانہ و تعالےٰ نے آپ کی مدد فرمائی بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ پر اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی، ابن عباس رضؓ وغیرہ کی تفسیر یہی ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو مطمئن اور سکون و تسکین والے تھے ہی۔ لیکن اس خاص حال میں تسکین کا ازسرنو بھیجنا کچھ اس کے خلاف نہیں، اسی لئے اسی کے ساتھ فرمایا کہ اپنے غائبانہ لشکر اتار کر اس کی مدد فرمائی یعنی بذریعہ فرشتوں کے اللہ تعالےٰ نے کلمۂ کفر دبا دیا اور اپنے کلمے کا بول بالا کیا شرک کو پست کیا اور توحید کو اونچا کیا، حضورؐ سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی بہادری کیلئے دوسرا حمیت قومی کیلئے تیسرا لوگوں کو خوش کرنے کے لئے لڑ رہا ہے تو ان میں سے راہ خدا کا مجاہد کون ہے، آپ نے فرمایا جو کلمۂ خدا کو بلند و بالا کرنے کی نیت سے لڑے وہ راہ خدا کا مجاہد ہے، اللہ تعالےٰ انتقام لینے پر غالب ہے، جس کی مدد کرنا چاہے کرتا ہے نہ اس کے سامنے کوئی پڑ سکے نہ اس کے ارادے کو کوئی بدل سکے، کون ہے جو اس کے سامنے لب ہلا سکے یا آنکھ ملا سکے، اس کے سب اقوال افعال حکمت و مصلحت بھلائی اور خوبی سے پُر ہیں، تعالےٰ شانہ و جدہ مجدہ ؞ ؞ ؞

(۴۱) انْفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوا

نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہو تو بھی اور بھاری بھرکم ہو تو بھی راہ..

بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ

اپنی مال و جان سے جہاد کرو،

ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ○

یہی تمہارے لئے بہتری ہے اگر تم میں علم ہو، ، ،

کہتے ہیں کہ سورۂ براۃ میں یہی آیت پہلے اتری ہے اس میں ہے کہ غزوۂ تبوک کیلئے تمام مسلمانوں کو ہمراہ بادی اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کھڑے ہونا چاہئے اہل کتاب کے کافر رومیوں سے جہاد کیلئے تمام مؤمنوں کو چلنا چاہئے خواہ جی مانے یا نہ مانے خواہ آسانی نظر آئے یا بھاری پڑے ذکر ہو رہا تھا کہ کوئی بڑھاپے کا کوئی بیماری کا عذر کر دے گا تو یہ آیت اتری بوڑھے جوان سب کو پیغمبر کا ساتھ دینے کا عام حکم ہوا کسی کا کوئی عذر نہ چلا حضرت ابو طلحہؓ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی اور اس حکم کی تعمیل میں سرزمین شام میں چلے گئے اور نصرانیوں

سے جہاد کرتے ہی رہے یہانتک کہ جان بخش کو جان سونپی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر آئے تو فرمانے لگے ہمارے رب نے تو میرے خیال سے بوڑھے جوان سب کو جہاد کے لئے چلنے کی دعوت دی ہے میرے پیارے بچو میرا سامان تیار کرو۔ میں ملک شام کے جہاد میں شرکت کیلئے ضرور جاؤں گا بچوں نے کہا اباجی حضورؐ کی حیات تک آپ نے حضورؐ کی ماتحتی میں جہاد کیا۔ خلافت صدیقی میں آپ مجاہدین کیساتھ رہے۔ خلافت فاروقی کے آپ کے مجاہد مشہور ہیں اب آپ کی عمر جہاد کی نہیں رہی آپ گھر پر آرام کیجئے ہم لوگ آپ کی طرف سے میدان جہاد میں نکلتے ہیں اور اپنی تلواروں کے جوہر دکھاتے ہیں۔ لیکن آپ نہ مانے اور اسی وقت گھر سے روانہ ہو گئے سمندر پار جانے کیلئے کشتی لی اور چلے ہنوز منزل مقصود سے کئی دن کی راہ پر تھے جو بیچ سمندر میں روح پرور خدا کو روح سونپ دی۔ نو دن تک کشتی چلتی رہی لیکن کوئی جزیرہ یا ٹاپو نظر نہ آیا کہ وہاں آپ کو دفنایا جاتا۔ نو دن کے بعد خشکی پر اترے اور آپ کو سپرد لحد کیا اب تک نعش مبارک جوں کی توں تھی رضی اللہ تعالے عنہ وارضاہ۔ اور بھی بہت سے بزرگوں سے خفافا و ثقالا کی تفسیر جوان اور بوڑھے مروی ہے۔ الغرض جوان ہوں بوڑھے ہوں امیر ہوں فارغ ہوں مشغول ہوں خوشحال ہوں یا تنگ دل ہوں بھاری ہوں یا ہلکے ہوں حاجت مند ہوں کاریگر ہوں آسانی والے ہوں سختی والے ہوں پیشہ ور ہوں یا تجارتی ہوں قوی ہوں یا کمزور جس حالت میں بھی ہوں یا بلا عذر کھڑے ہو جائیں اور راہِ خدا کے جہاد کیلئے چل پڑیں۔ اس مسئلے کی تفصیل کے طور پر امام ابوعمرو اوزاعی کا قول ہے کہ جب اندرون روم پر حملہ ہو تو مسلمان ہلکے پھلکے اور سوار چلیں، اور جب ان بندرگاہوں کے کناروں پر حملہ ہو تو ہلکے بوجھل سوار پیدل ہر طرح نکل کھڑے ہو جائیں۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ آیت فَلَوْلَا نَفَرَ الخ

سے یہ حکم منسوخ ہے، اس پر ہم پوری روشنی ڈالیں گے انشاءاللہ تعالےٰ۔ مروی ہے کہ ایک بھاری بدن کے بڑے شخص نے ٦
آپ سے اپنا حال ظاہر کر کے اجازت چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور یہ آیت اتری، لیکن یہ حکم صحابہ رضہ پر سخت گذرا پھر جناب باری نے اسے آیت لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ الخ سے منسوخ کر دیا یعنی ضعیفوں بیماروں تنگ دست فقیروں پر جبکہ ان کے پاس خرچ تک نہ ہو اگر وہ دین خدا اور شرع مصطفےٰ کے حامی اور طرفدار اور خیر خواہ ہوں تو میدان جنگ میں نہ جانے پر کوئی حرج نہیں حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول غزوے سے لیکر پوری عمر تک سوائے ایک سال کے ہر غزوے میں موجود رہے اور فرماتے رہے کہ خفیف و ثقیل دونوں کو نکلنے کا حکم ہے اور انسان کی حالت ان دو حالتوں سے سوا نہیں ہوتی، حضرت ابوراشد حرانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مقداد بن اسود سوار سرکار رسالت مآب کو حمص میں دیکھا کہ بڈی اتر گئی ہے پھر بھی ہودج میں سوار ہو کر جہاد کو جا رہے تو میں نے کہا اب تو شریعت آپ کو معذور سمجھتی ہے پھر آپ یہ تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں، آپ نے فرمایا سنو سورۃ البعوث یعنی سورۂ برأت ہمارے سامنے اتری ہے جس میں حکم ہے کہ ہلکے بھاری سب جہاد کو جاؤ، حضرت حیان بن زید شرعبی کہتے ہیں کہ صفوان بن عمرو والی حمص کے ساتھ جراجمہ کیجانب جہاد کے لئے چلے میں نے دمشق کے ایک بزرگ عمر رسیدہ کو دیکھا کہ حملہ کرنیوالوں کے ساتھ اپنے اونٹ پر سوار وہ بھی آ رہے ہیں ان کی بھویں ان کی آنکھوں پر پڑ رہی ہیں شیخ فانی ہو چکے ہیں میں نے پاس جا کر کہا چچا صاحب آپ تو اب اللہ تعالےٰ کے نزدیک بھی معذور ہیں یہ سنکر آپ نے اپنی آنکھوں پر سے بھوئیں ہٹا لیں اور فرمایا بھتیجے سنو اللہ تعالےٰ نے ہلکا اور بھاری ہونے کی دونوں صورتوں میں ہم سے جہاد میں نکلنے کی طلب کی ہے سنو جس سے اللہ تعالےٰ کی محبت ہوتی ہے اسکی آزمائش بھی ہوتی ہے پھر اس پر بعد از ثابت قدمی خدا کی

رحمت برستی ہے ، سنو خدا کی آزمائش شکر و صبر و ذکر اللہ اور توحید
خالص سے ہوتی ہے ، جہاد کے حکم کے بعد مالک زمین و زمان
اپنی راہ میں اپنے رسول کی مرضی میں مال و جان کے خرچ کا حکم
دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ دنیا آخرت کی بھلائی اسی میں ہے ،،
دنیوی نفع تو یہ ہے کہ یونہی سا خرچ ہوگا اور بہت سی غنیمت
ملے گی ، آخرت کا نفع یہ ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی نیکی نہیں ،
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰے کے ذمے دو
باتوں میں سے ایک ضروری ہے وہ مجاہد کو یا تو شہید کر کے
جنت کا مالک بنا دیتا ہے یا اُسے سلامتی اور غنیمت کیساتھ
واپس لوٹاتا ہے ، خود خداوند عالم کا فرمان عالی شان ہے کہ
تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے باوجودیکہ تم اس سے گِھن کھا رہے
ہو لیکن بہت ممکن ہے کہ تمہاری نہ چاہی ہوئی چیز ہی دراصل
تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تمہاری چاہت کی چیز
فی الواقع تمہارے حق میں بیحد مضر ہو سنو تم تو بالکل نادان
ہو اور اللہ تعالٰے پورا پورا دانا بینا ہے ، حضورؐ نے ایک
شخص سے فرمایا مسلمان ہو جا اس نے کہا جی تو چاہتا نہیں
آپ نے فرمایا گو نہ چاہے (مسند احمد) ٭ ٭ ٭

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا
اگر جلد وصول ہو نیوالا مال اسباب ہوتا اور ہلکا سا سفر ہوتا تو یہ ضرور

لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ
تیرے پیچھے ہو لیتے لیکن ان پر تو دوری اور درازی کی مشکل

الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ
پڑ گئی ، اب تو یہ اللہ کی قسمیں کھانے لگے کہ اگر ہم میں

اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ
قوت و طاقت ہوتی تو ہم یقیناً آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے ، یہ اپنی

اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ
جانوں کو خود ہلاکت میں ڈال رہے ہیں ، ان کے جھوٹا ہونیکا سچا

لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾
علم خدا کو ہے ،

جو لوگ غزوۂ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے اور اس کے
بعد حضورؐ کے پاس آ آ کر اپنے جھوٹے جھوٹے بناوٹی عذر
پیش کرنے لگے تھے ، انہیں اس آیت میں ڈانٹا جا رہا ہے کہ
دراصل انھیں کوئی معذوری نہ تھی اگر کوئی آسان غنیمت اور
قریب کا سفر ہوتا تو تو یہ لالچی ساتھ ہو لیتے لیکن شام تک کے
لمبے سفر نے ان کے گھٹنے توڑ دیئے اس مشقت کے خیال نے
ان کے ایمان جھوجھرے کر دیئے ، اب یہ آ آ کر جھوٹی قسمیں کھا
کھا کر خدا کے رسول کو دھوکے دے رہے ہیں کہ اگر کوئی عذر
نہ ہوتا تو بھلا ہم شرف ہم رکابی چھوڑنے والے تھے ، ہم تو جان
دول سے آپ کے قدموں میں حاضر ہو جاتے اللہ تعالٰی فرماتا
ہے ان کے جھوٹ کا مجھے علم ہے انھوں نے تو اپنے تئیں غارت
کر دیا ٭ ٭ ٭

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى
اللہ تجھے معاف فرما دے ، تو نے انہیں کیوں اجازت دیدی ؟ بغیر اس کے

يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ
کہ تیرے سامنے سچے لوگ کھل جائیں اور تو جھوٹے لوگوں کو بھی

الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
جان لے ، اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان و یقین رکھنے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
والے تو مالی اور جانی جہاد سے رک رہنے کی کبھی بھی تجھ سے اجازت طلب نہیں

وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا
کریں گے ، اللہ تعالٰے پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے ، یہ اجازت

يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
تو تجھ سے وہی طلب کرتے ہیں جنہیں نہ اللہ پر ایمان ہے نہ

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ
آخرت کے دن کا یقین ہے جن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے

رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾
شک میں ہی سرگرداں ہیں ،

سبحان اللہ اللہ کی اپنے محبوب سے کیسی پیار بھری باتیں ہو رہی ہیں

سخت بات کے سنانے سے پہلے ہی معافی کا اعلان سنایا جا رہا ہے
اس کے بعد رخصت دینے کا عہد بھی سورۂ نور میں سونپ دیا جاتا ہے
اور ارشاد عالی ہوتا ہے فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ
فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ الخ یعنی ان میں سے کوئی اگر آپ سے
اپنے کسی کام اور شغل کی وجہ سے اجازت چاہے تو آپ جسے چاہیں
اجازت دے سکتے ہیں، یہ آیت ان کے بارے میں اتری ہے
جن لوگوں نے آپس میں طے کر لیا تھا کہ حضورؐ سے اجازت طلبی
تو کریں اگر اجازت ہو جائے تو اور اچھا اور اگر اجازت نہ بھی
دیں تاہم ہم اس غزوے میں جائیں گے تو نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ اگر انھیں اجازت نہ ملتی تو اتنا فائدہ ضرور ہوتا کہ
سچے عذر والے اور جھوٹے بہانے بنانے والے کھل جاتے،
نیک و بد میں ظاہری تمیز ہو جاتی، اطاعت گذار تو حاضر
ہو جاتے نافرمان باوجود اجازت نہ ملنے کے بھی نہ نکلتے کیونکہ
انھوں نے تو طے کر لیا تھا کہ حضورؐ ہاں کہیں یا نا کہیں ہم تو
جہاد میں جانے کے نہیں۔ اسی لئے جناب باری نے اس
کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ سچے ایمان دار
لوگ راہِ خدا کے جہاد سے رکنے کی اجازت تجھ سے طلب
کریں وہ تو جہاد کو موجب قربتِ خدا مان کر اپنی جان و مال
کے فدا کرنے کے آرزومند رہتے ہیں اللہ بھی اس متقی جماعت
سے بخوبی آگاہ ہے ٭ یہ بلا عذرِ شرعی بہانے بنا کر جہاد سے رک
جانے کی اجازت طلب کرنے والے تو بے ایمان لوگ ہیں
جنہیں دار آخرت کی جزا کی کوئی امید ہی نہیں ان کے دل آج
تک تیری شریعت سے شک و شبہ میں ہی ہیں یہ حیران و پریشان
ہیں ایک قدم ان کا آگے بڑھتا ہے تو دوسرا پیچھے ہٹتا ہے
انھیں ثابت قدمی اور استقلال نہیں یہ ہلاک ہونے والے
ہیں یہ نہ ادھر ہیں نہ ادھر یہ خدا کے گمراہ کئے ہوئے ہیں تو ان
کے سنوارنے کا کوئی رستہ نہ پائے گا ٭ ٭ ٭

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً
اگر ان کا ارادہ جہاد کیلئے نکلنے کا ہوتا تو وہ اس سفر کیلئے سامان کی تیاری

وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ
لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا پس انھیں حرکت سے ہی روک
قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا
کہدیا گیا کہ تم تو بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے ہی رہو، اگر یہ تم میں مل کر
فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا
نکلتے بھی تو تمہارے لئے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے بلکہ تمہارے
خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ
درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے، ان کے
سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾
ماننے والے خود تم میں موجود ہیں، اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے،

یہ جو عذر کرتے ہیں ان کے غلط ہونے کی ایک ظاہری دلیل یہ بھی
ہے کہ اگر ان کا ارادہ ہوتا تو کم از کم سامان سفر تو تیار کر لیتے لیکن
یہ تو اعلان اور حکم کے بعد بھی دنوں گذرنے پر بھی ہاتھ پہ ہاتھ
دھرے بیٹھے رہے ایک تنکا بھی ادھر ۔۔۔ ادھر نہ کیا بات یہ
ہے کہ خدا کو ان کا تمہارے ساتھ نکلنا پسند ہی نہ تھا اس لئے
انھیں پیچھے ہٹا دیا۔ اور قدرتی طور پر ان سے کہدیا گیا کہ تم تو
بیٹھنے والوں کا ہی ساتھ دو، ان کے ساتھ کو ناپسند رکھنے
کی وجہ یہ تھی کہ یہ پورے نامراد اعلیٰ درجے کے بزدل بڑے ہی
ڈرپوک ہیں اگر یہ تمہارے ساتھ ہوتے تو پتہ کھڑکا اور بندہ
سرکا کی مثل کو اصل کر دکھاتے اور ان کے ساتھ ہی تم میں بھی
فساد برپا ہو جاتا، یہ ادھر کی ادھر ادھر کی ادھر لگا بجھا کر بات
کا بتنگڑ بنا کر آپس میں پھوٹ اور عداوت ڈلوا دیتے اور کوئی
نیا فتنہ کھڑا کر کے تمہیں آپس میں ہی الجھا دیتے، ان کے ماننے
والے ان کے ہم خیال ان کی پالیسی کو اچھی نظر سے دیکھنے والے
خود تم میں بھی موجود ہیں وہ اپنے بھولے پن سے ان کی شرارت
انگیزیوں سے بے خبر رہتے ہیں جس کا نتیجہ مومنوں کے حق
میں نہایت برا نکلتا ہے آپس میں شر و فساد پھیل جاتا ہے
، مجاہد وغیرہ کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے گویندے
ان کی سی آئی ڈی اور جاسوس بھی تم میں لگے ہوئے ہیں جو تمہاری

إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا

آتے ہیں اور برے دل سے

وَهُمْ كَارِهُونَ ﴿٥٤﴾

ہی خرچ کرتے ہیں،

مسلمانوں کے جہاد میں دو ہی انجام ہوتے ہیں اور دونوں ہر طرح اچھے ہیں اگر شہادت ملی تو جنت اپنی ہے اور اگر فتح ملی تو غنیمت واجر ہے، پس اے منافقو تم جو ہماری بابت انتظار کر رہے ہو وہ انہی دو اچھائیوں میں سے ایک کا ہے۔ اور ہم جس بات کا انتظار تمہارے بارے میں کر رہے ہیں وہ دو برائیوں میں سے ایک کا ہے یعنی یا تو یہ کہ عذاب خدا براہ راست تم پر آجائے یا ہمارے ہاتھوں تم پر خدائی مار پڑے کہ قتل و قید ہو جاؤ، اچھا اب تم اپنی جگہ اور ہم اپنی جگہ منتظر ہیں دیکھیں پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے، تمہارے خرچ کرنے کا خدا بھوکا نہیں تم خوشی سے دو تو اور ناراضگی سے دو تو وہ تو قبول فرمانے کا نہیں اس لئے کہ تم فاسق لوگ ہو، تمہاری خرچ کی عدم قبولیت کا باعث تمہارا کفر ہے اور اعمال کی قبولیت کی شرط کفر کا نہ ہونا بلکہ ایمان کا ہونا ہے ساتھ ہی کسی عمل میں تمہارا نیک قصد اور سچی ہمت نہیں نماز کو آتے ہو تو بھی ہارے دل سے گرتے پڑتے مرتے بچھڑتے سست اور کاہل ہو کر دیکھا دیکھی مجمع میں دو چار روپے بھی دیتے ہو تو مرے جی سے دل کی تنگی سے، صادق و مصدوق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ نہیں تھکتا جب تک تم تھک جاؤ اللہ پاک ہے وہ پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے متقیوں کے اعمال قبول ہوتے ہیں تم فاسق ہو تمہارے اعمال قبولیت سے گرے ہوئے ہیں ٭ ٭ ٭

فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ ۚ

تو ان کے مال و اولاد سے تعجب میں نہ پڑ،

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ

اللہ کی چاہت یہی ہے کہ اس سے انہیں دنیا کی زندگی میں

الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿٥٥﴾

ہی سزا دے اور ان کے کفر ہی کی حالت میں انکی جانیں نکل جائیں،

ان کے مال و اولاد کو للچائی ہوئی نگاہوں سے نہ دیکھ، انکی دنیا کی اس ہیرا پھیری کی کوئی حقیقت نہ گن یہ ان کے حق میں کوئی بھلی چیز نہیں یہ تو ان کے لئے دنیوی سزا بھی ہے کہ نہ اس میں سے زکوٰۃ نکلے نہ خدا کے نام خیرات ہو، قتادہ کہتے ہیں یہاں مطلب مقدم مؤخر ہے یعنی تجھے ان کے مال و اولاد اچھے نہ لگنے چاہئیں خدا کا ارادہ اس سے انھیں اس حیات دنیا میں ہی سزا دینے کا ہے، پہلا قول حضرت حسن بصری کا ہے وہی اچھا اور قوی ہے امام ابن جریر رحمہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ اس میں یہ ایسے پھنسے رہینگے کہ مرتے دم تک راہ ہدایت نصیب نہیں ہونے کی، یوں ہی بتدریج پکڑ لئے جائیں گے اور انھیں پتہ بھی نہ چلیگا یہی حشمت و وجاہت مال و دولت جہنم کی آگ بن جائیگا

وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا

یہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ یہ تمہاری جماعت کے لوگ ہیں حالانکہ

هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴿٥٦﴾ لَوْ

وہ دراصل تمہارے نہیں بات صرف اتنی ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں، اگر

يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا

یہ کوئی بچاؤ کی جگہ یا کوئی غار یا کوئی بھی سر گھسانے کی جگہ پا لیں

لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿٥٧﴾

تو ابھی اس طرف لگام توڑ کر اسلئے بھاگ چھوٹیں،

ان کی تھڑ دلی ان کی غیر مستقل مزاجی ان کی سراسیمگی اور پریشانی گھبراہٹ اور بے اطمینانی کا یہ حال ہے کہ تمہارے پاس آکر تمہارے دل میں گھر کرنے کیلئے اور تمہارے ہاتھوں سے بچنے کیلئے بڑی لمبی چوڑی زبردست قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ ہم تمہارے ہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ حقیقت اسکے برخلاف ہے یہ صرف خوف و ڈر ہے جو ان کے پیٹ میں درد پیدا کر رہا ہے، اگر آج انھیں اپنے بچاؤ کے لئے کوئی

قلعہ مل جائے اگر آج یہ کوئی محفوظ غار دیکھ لیں یا کسی اچھی سُرنگ کا پتہ انھیں چل جائے تو یہ تو سارے کے سارے دم بھر میں اس طرف اڑن چھو ہو جائیں تیرے پاس ان میں سے ایک بھی نظر نہ آئے کیونکہ انہیں تجھ سے کوئی محبت یا انس تو نہیں ہے یہ تو ضرورت مجبوری اور خوف کی بنا پر تمہاری چاپلوسی کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جوں جوں اسلام ترقی کر رہا ہے یہ بجھتے چلے جا رہے ہیں مومنوں کی ہر خوشی سے یہ جلتے تڑپتے ہیں ان کی ترقی انھیں ایک آنکھ نہیں بھاتی، موقعہ مل جائے تو آج بھاگ چھوٹیں ❁ ❁ ❁

وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ

ان میں وہ بھی ہیں جو خیراتی مال کی تقسیم کے بارے میں تجھ پر عیب

اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا

انھیں اس میں سے ملجائے تو تو خوش ہیں اور اگر اس میں سے

مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ

ملا تو فوراً ہی بگڑ کھڑے ہوئے، اگر یہ لوگ

رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَ

خدا رسول کے دیئے ہوئے پر خوش رہتے اور

قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ

کہدیتے کہ الاسہمیں کافی ہے اللہ ہمیں اپنے فضل سے

فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ

دے گا اور اس کا رسول بھی ہم تو اللہ کی ذات سے ہی

رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

توقع رکھنے والے ہیں،

بعض منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگاتے کہ آپ مالِ زکوٰۃ کی صحیح تقسیم نہیں کرتے وغیرہ، اور اس سے ان کا ارادہ سوائے اپنے نفع کے حصول کے اور کچھ نہ تھا انھیں کچھ مل جائے تو راضی راضی ہیں اور یہ رہ جائیں تو بس ان کے نتھنے پھولے ہوئے ہیں، حضورؐ نے مالِ زکوٰۃ جب ادھر ادھر تقسیم کر دیا تو انصار میں سے کسی نے ہانک لگائی کہ یہ عدل نہیں اس پر یہ آیت اتری، اور روایت میں ہے کہ ایک نو مسلم صحرائی حضورؐ کو سونا چاندی بانٹتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر اللہ نے تجھے عدل کا حکم دیا ہے تو تو تو عدل نہیں کرتا، آپ نے فرمایا تو تباہ ہو اگر میں بھی عادل نہیں تو زمین پر کون عادل ہو گا؟ پھر آپ نے فرمایا اس سے اور اس جیسوں سے بچو میری امت میں اس جیسے لوگ ہوں گے قرآن پڑھینگے لیکن حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ جب نکلیں انھیں قتل کر ڈالو پھر نکلیں پھر مار ڈالو پھر جب ظاہر ہوں پھر گردنیں ماردو آپ فرماتے ہیں قسم خدا کی نہ میں تمہیں دوں نہ تم سے روکوں میں تو ایک خازن ہوں، جنگ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت ذوالخویصرہ ہرقوص نامی ایک شخص نے حضورؐ پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا تو عدل نہیں کرتا انصاف سے کام کر آپ نے فرمایا اگر میں بھی عدل نہ کروں تو تو پھر تیری بربادی کہیں نہیں جاسکتی۔ جب اس نے پیٹھ پھرائی تو آپ نے فرمایا اس کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جن کی نمازوں کے مقابلے میں تم میں ایک کو اپنے روزے حقیر معلوم ہوں گے لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے تمہیں جہاں بھی وہ مل جائیں ان کے قتل میں کمی نہ کرو آسمان تلے ان مقتولوں سے بدتر مقتول اور کوئی نہیں الخ، پھر ارشاد ہے کہ انھیں رسولؐ کے ہاتھوں جو کچھ بھی اللہ نے دلوا دیا تھا اگر یہ اس پر قناعت کرتے صبر و شکر کرتے اور کہتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے وہ اپنے فضل سے اپنے رسول کے ہاتھوں ہمیں
ع ۱۷ ۱۳ اور بھی دلوائے گا، ہماری امیدیں ذاتِ الٰہی سے وابستہ ہیں تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا، پس اس میں خدا کی تعلیم ہے کہ خدائے تعالےٰ جو دے اس پر انسان کو صبر و شکر چاہیئے توکل ذات واحد پر رکھے اسی کو کافی وافی سمجھو رغبت اور توجہ اور لالچ اور امید اور توقع اس کی ذات پاک سے رکھو، رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی اطاعت میں سرِ مو فرق نہ کرے اور خدائے تعالےٰ سے توفیق طلب کرے کہ جو احکام

ہوں انھیں بجالانے اور جو منع کام ہوں انھیں چھوڑ دینے اور جو خبریں ہوں انھیں مان لینے اور صحیح اطاعت کرنے کی وہ رہبری فرمائے ٭ ٭ ٭

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَ
صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کیلئے اور

الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ
ان کے وصول کرنے والوں کیلئے اور ان کیلئے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں

فِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کیلئے اور راہ خدا میں

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَ
اور راہرو مسافروں کیلئے، فرض ہے اللہ کی طرف سے

اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝
اللہ علم و حکمت والا ہے ۔

اوپر کی آیت میں ان جاہل منافقوں کا ذکر تھا، جو ذات رسولؐ پر تقسیم صدقات میں اعتراض کر بیٹھتے تھے، اب یہاں اس آیت میں بیان فرمادیا کہ تقسیم زکوٰۃ پیغمبر کی مرضی پر موقوف نہیں بلکہ ہمارے بتلائے ہوئے مصارف میں ہی لگتی ہے، ہم نے آپ اس کی تقسیم کردی ہے کسی اور کے سپرد نہیں کی، ابوداؤد میں ہے زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے سرکار نبوت میں حاضر ہوکر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ایک شخص نے آن کر آپ سے سوال کیا کہ مجھے صدقے میں سے کچھ دلوایئے آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے نبی غیر نبی کسی کے حکم پر تقسیم زکوٰۃ کے بارے میں راضی نہیں ہوا یہانتک کہ خود اس نے تقسیم کردی ہے آٹھ مصرف مقرر کردیئے ہیں اگر تو ان میں سے کسی میں ہے تو میں تجھے دے سکتا ہوں، امام شافعیؒ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے مال کی تقسیم ان آٹھوں قسم کے تمام لوگوں پر کرنی واجب ہے اور امام مالکؒ وغیرہ کا قول ہے کہ واجب نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک کو ہی دیدینا کافی ہے گو اور قسم کے لوگ بھی ہوں، عام اہل علم کا قول بھی یہی ہے آیت میں بیان مصرف ہے نہ کہ ان سب کو دینے کے وجوب کا ذکر۔ ان اقوال کی دلیلوں اور مناظروں کی جگہ یہ کتاب نہیں واللہ اعلم ٭ ٭ فقیروں کو سب سے پہلے اس لئے بیان فرمایا کہ ان کی حاجت بہت سخت ہے۔ گو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسکین فقیر سے بھی بُرے حال والا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے ہاتھ تلے مال نہ ہو اسی کو فقیر نہیں کہتے بلکہ فقیر وہ بھی ہے جو محتاج ہو گرا پڑا ہو گو کچھ کھاتا پیتا کماتا بھی ہو، ابن عُلیہؒ کہتے ہیں اس روایت میں اخلق کا لفظ ہے، اخلق کہتے ہیں ہمارے نزدیک تجارت کو لیکن جمہور اس کے برخلاف ہیں، اور بہت سے حضرات فرماتے ہیں فقیر وہ ہے جو سوال سے بچنے والا ہو، اور مسکین وہ ہے جو سائل ہو لوگوں کے پیچھے لگنے والا اور گھروں اور گلیوں میں گھومنے والا، قتادہ کہتے ہیں فقیر وہ ہے جو بیماری والا ہو اور مسکین وہ ہے جو صحیح سالم جسم والا ہو، ابراہیم کہتے ہیں مراد اس سے مہاجر فقراء ہیں، سفیان ثوری کہتے ہیں یعنی دیہاتیوں کو اس میں سے کچھ بھی نہ ملے، عکرمہ کہتے ہیں مسلمان فقراء کو مساکین نہ کہو مسکین تو صرف اہل کتاب کے لوگ ہیں، اب وہ حدیثیں سنئے جو ان آٹھ قسموں کے متعلق ہیں، فقراء، حضور فرماتے ہیں صدقہ مالدار پر اور تندرست توانا پر حلال نہیں، دو شخصوں نے حضورؐ سے صدقے کا مال مانگا آپ نے بغور نیچے سے اوپر تک انھیں ہٹا کٹا قوی تندرست دیکھکر فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں دیدوں لیکن امیر شخص کا اور قوی طاقت ور کماؤ شخص کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ مساکین، حضورؐ فرماتے ہیں مسکین یہی گھوم گھوم کر ایک لقمہ دو لقمے ایک کھجور دو کھجور لیکر ٹل جانے والے ہی نہیں، لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ پھر مساکین کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا جو بے پرواہی کی برابر نہ پائے نہ اپنی ایسی حالت رکھے کہ کوئی دیکھ کر پہچان لے اور کچھ دیدے نہ کسی سے خود کوئی سوال کرے، صدقہ وصول کرنے والے یہ تحصیل دار ہیں انھیں اجرت اسی مال سے ملے گی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار جن پر صدقہ حرام ہے

اس عہدے پر نہیں آسکتے، عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث اور فضل بن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ درخواست لیکر گئے کہ ہمیں صدقہ اگھانے کا عامل بنا دیجئے آپ نے جواب دیا کہ محمدؐ اور آل محمدؐ پر صدقہ حرام ہے یہ تو لوگوں کا میل کچیل ہے، جنؔ کے دل پر چائے جاتے ہیں، ، ان کی کئی قسمیں ہیں بعضوں کو تو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اسلامؔ قبول کرلیں جیسے کہ حضورؐ نے صفوان بن امیہ کو غنیمت حنین کا مال دیا تھا حالانکہ وہ اس وقت کفر کی حالت میں حضورؐ کے ساتھ نکلا تھا اس کا اپنا بیان ہے کہ آپ کی اس داد و دہش نے میرے دل میں آپ کی سب سے زیادہ محبت پیدا کر دی حالانکہ پہلے سب سے بڑا دشمن آپ کا میں ہی تھا، بعضوں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ ان کا اسلام مضبوط ہو جائے اور انکا دل اسلام پر لگ جائے، جیسے کہ حضورؐ نے حُنین والے دن مکہ کے آزادکردہ لوگوں کے سرداروں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ میں ایک کو دیتا ہوں دوسرے کو جو اس سے زیادہ میرا محبوب ہے نہیں دیتا اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ اوندھے منہ جہنم میں گر پڑے، ایک مرتبہ حضرت علی رضؓ نے یمن سے کچا سونا مٹی سمیت آپ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے صرف چار شخصوں میں ہی تقسیم فرمایا، اقرع بن حابس عیینہ ابن بدر علقمہ بن علاثہ اور زید خیر اور فرمایا میں ان کی دلجوئی کے لئے انھیں دے رہا ہوں، بعض کو اسلئے بھی دیا جاتا ہے کہ اس جیسے اور لوگ بھی اسلام قبول کرلیں، بعض کو اسلئے دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے آس پاس والوں سے صدقہ پہنچائے یا آس پاس کے دشمنوں کی نگہداشت رکھے اور انھیں سلامیوں پر حملہ کرنے کا موقعہ نہ دے ان سب کی تفصیل کی جگہ احکام و فروع کی کتابیں ہیں نہ کہ یہ تفسیر واللہ اعلم، حضرت عمرؓ اور عامر شعبی اور ایک جماعت کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اب یہ مصرف باقی نہیں رہا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کو عزت دیدی ہے مسلمان ملکوں کے مالک

بن گئے ہیں اور بہت سے بندگان خدا ان کے ماتحت ہیں، لیکن اور بزرگوں کا قول ہے کہ اب بھی مولفۃ قلوب کو زکوٰۃ دینی جائز ہے، فتح مکہ اور فتح ہوازن کے بعد بھی حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ان لوگوں کو مال دیا۔ دوسرے یہ کہ اب بھی ایسی ضرورتیں پیش آجایا کرتی ہیں۔ آزادگی گردن کے بارے میں بہت سے بزرگ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے وہ غلام ہیں جنہوں نے رقم مقرر کرکے اپنے مالکوں سے اپنی آزادگی کی شرط کرلی ہے انھیں مال زکوٰۃ سے رقم دیجائے کہ وہ ادا کرکے آزاد ہو جائیں، اور بزرگ فرماتے ہیں کہ وہ غلام جس نے یہ شرط نہ لکھوائی ہو اُسے بھی مال زکوٰۃ سے خرید کر آزاد کرنے میں کوئی ڈر خوف نہیں، غرض مکاتب غلام اور محض غلام دونوں کی آزادگی زکوٰۃ کا ایک مصرف ہے حدیثوں میں بھی اس کی بہت کچھ فضیلت وارد ہوئی ہے یہاں تک کہ فرمایا ہے کہ آزادکردہ غلام کے ہر ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر عضو جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے یہاں تک کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ بھی، اس لئے کہ ہر نیکی کی جزا اسی جیسی ہوتی ہے قرآن فرماتا ہے تمہیں وہی جزا دیجائے گی جو تم نے کیا ہوگا، حدیث میں ہے تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ کے ذمے حق ہے وہ غازی جو راہ خدا میں جہاد کرتا ہو وہ مکاتب غلام اور قرضدار جو ادائگی کی نیت رکھتا ہو وہ نکاح کرنے والا جسکا ارادہ بدکاری سے محفوظ رہنے کا ہو کسی نے حضورؐ سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کردے آپ نے فرمایا نسمہ آزاد کرا اور گردن خلاصی کر اس نے کہا کیا یہ دونوں ایک ہی چیز نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں نسمہ کی آزادگی تو یہ ہے کہ تو اکیلا ہی کسی غلام کو آزاد کردے اور گردن خلاصی یہ ہے کہ تو بھی اسمیں جو تجھ سے ہو سکے مدد کرے۔ قرضدار ان کی بھی کئی قسمیں ہیں ایک شخص دوسرے کا بوجھ اپنے اوپر لے لے کسی کے قرض کا آپ ضامن بن جائے پھر اس کا مال اُٹھ جائے یا وہ خود قرضدار بن جائے یا کسی نے برائی پر قرض اٹھایا ہو اور

اب وہ تو بہ کرلے پس انہیں مالِ زکوٰۃ دیا جائے گا کہ یہ قرض ادا کر دیں، اس مسئلے کی اصل قبیصہ بن مخارق ہلالی کی یہ روایت ہے کہ میں نے دوسرے کا حوالہ اپنی طرف لیا تھا پھر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تم ٹھہرو ہمارے پاس مالِ صدقہ آئے گا تو ہم اس میں سے تمہیں دیں گے پھر فرمایا قبیصہ سُن تین قسم کے لوگوں کو ہی سوال حلال ہے ایک تو وہ ضامن پڑے پس اس رقم کے پورا ہونے تک اُسے سوال جائز ہے پھر سوال نہ کرے، دوسرا وہ جسکا مال کسی آفت ناگہانی سے ضائع ہو جائے اُسے بھی سوال کرنا درست ہے یہاں تک کہ پیٹ بھرائی ہو جائے، تیسرا وہ شخص جس پر فاقہ گذرنے لگے اور اس کی قوم کے تین ذی ہوش لوگ اس کی شہادت کیلئے کھڑے ہو جائیں کہ ہاں بے شک فلاں شخص پر فاقے گذرنے لگے ہیں اسے بھی مانگ لینا جائز ہے تاوقتیکہ اس کا سہارا ہو جائے اور سامان زندگی مہیا ہو جائے، ان کے سوا اوروں کو سوال کرنا حرام ہے اگر وہ مانگ کر کچھ لیکر کھائیں گے تو حرام کھائیں گے (مسلم شریف)، ایک شخص نے زمانۂ نبوی میں ایک باغ خریدا قدرتِ خدا سے آسمانی آفت سے باغ کا پھل مارا گیا اس سے وہ بہت قرضدار ہو گیا حضورؐ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ تمہیں جو ملے لے لو اس کے سوا تمہارے لئے اور کچھ نہیں (مسلم) آپ فرماتے ہیں کہ ایک قرضدار کو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن بلا کر اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ تو نے قرض کیوں لیا اور کیوں رقم ضائع کر دی؟ جس سے لوگوں کے حقوق برباد ہوئے وہ جواب دے گا کہ خدایا تجھے خوب علم ہے میں نے نہ اس رقم کو کھائی نہ پی نہ اڑائی بلکہ میرے ہاں سے مثلاً چوری ہو گئی یا آگ لگ گئی یا کوئی اور آفت آگئی اللہ تعالےٰ فرمائے گا میرا بندہ سچا ہے آج تیرے قرض کے ادا کرنے کا سب سے زیادہ مستحق میں ہی ہوں، پھر اللہ تعالےٰ کوئی چیز منگوا کر اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دے گا جس سے نیکیاں برائیوں سے بڑھ جائیں گی اور اللہ تبارک وتعالےٰ اُسے اپنے فضل ورحمت سے جنت میں لے جائے گا (مسند احمد)، راہِ خدا، میں وہ مجاہدین غازی داخل ہیں جن کا دفتر میں کوئی حق نہیں ہوتا، حج بھی راہِ خدا میں داخل ہے، مسافر، جو سفر میں بے سروسامان رہ گیا ہو اُسے بھی مالِ زکوٰۃ سے اتنی رقم دیجائے جس سے وہ اپنے شہر پہنچ سکے، گو وہ اپنے ہاں مالدار ہی ہو، یہی حکم انکا بھی ہے جو اپنے شہر سے سفر کو جانے کا قصد رکھتے ہوں لیکن مال نہ ہو تو اُسے بھی سفر خرچ مالِ زکوٰۃ سے دینا جائز ہے جو اُسے آمد رفت کے لئے کافی ہو، آیت کے اس لفظ کی دلیل کے علاوہ ابو داؤد وغیرہ کی یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ حضورؐ نے فرمایا مالدار پر زکوٰۃ حرام ہے بجز پانچ قسم کے مالداروں کے ایک تو وہ جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو دوسرا وہ جو مال زکوٰۃ کی کسی چیز کو اپنے مال سے خرید لے تیسرا قرض دار چوتھا راہ خدا کا غازی مجاہد، پانچواں وہ جسے کوئی مسکین بطور تحفے کے اپنی کوئی چیز جو زکوٰۃ میں اُسے ملی ہو دے، اور روایت میں ہے زکوٰۃ مالدار کے لئے حلال نہیں مگر فی سبیل اللہ جو ہو اور جو مسافرت میں ہو اور جسے اس کا کوئی مسکین پڑوسی بطور تحفے ہدیے کے دے یا اپنے ہاں بلالے۔ زکوٰۃ کے ان آٹھوں مصارف کو بیان فرما کر پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے فرض ہے یعنی مقدر ہے اللہ کی تقدیر اس کی تقسیم اور اس کے فرض کرنے سے، اللہ تعالےٰ ظاہر باطن کا عالم ہے اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے، وہ اپنے قول فعل شریعت اور حکم میں حکمت والا ہے بجز اس کے کوئی بھی لائق عبادت نہیں نہ اس کے سوا کوئی کسی کا پالنے والا ہے ٭٭

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ
ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور

يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ
کہتے ہیں ہلکے کان کا ہے، تو کہدے کہ وہ کان تمہاری بھلے کیلئے ہے

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ
وہ خدا پر ایمان رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور رحم
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ
تم سے جو اہل ایمان ہیں یہ ان کیلئے رحمت ہے، رسول اللہ کو جو لوگ
رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾
ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دکھ کی مار ہے،

منافقوں کی ایک جماعت بڑی موذی ہے اپنی باتوں سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچاتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ نبی تو کانوں کا بڑا ہی کچا ہے جس سے جو سنا مان لیا، جب ہم اس کے پاس جائیں گے اور قسمیں کھائیں گے وہ ہماری بات بھی باور کرلے گا اللہ تبارک وتعالے فرماتا ہے کہ وہ بہتر کانوں والا اچھی سننے والا ہے وہ صادق وکاذب کو خوب جانتا ہے وہ اللہ کی باتیں مانتا ہے اور باایمان لوگوں کی سچائی بھی جانتا ہے وہ مومنوں کیلئے رحمت ہے اور بے ایمانوں کے لئے خدا کی حجت ہے رسول کے ستانے والوں کے لئے دکھ کی مار ہے ؞؞

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ
محض تمہیں خوش کرنے کیلئے تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جاتے ہیں،
وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ
حالانکہ اگر یہ ایماندار ہوتے تو اللہ اور اسکا رسول رضامند کرنے کے
كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ
زیادہ مستحق تھے، کیا یہ نہیں جانتے کہ جو بھی
يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ
اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے اسکیلئے یقیناً دوزخ کی
جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾
آگ ہے جسمیں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے، یہ تو بڑی زبردست رسوائی،

واقعہ یہ ہوا تھا کہ منافقوں میں سے ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ہمارے سردار اور رئیس بڑے ہی عقلمند دانا اور تجربہ کار ہیں اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتیں حق ہوتیں تو یہ کیا ایسے بیوقوف تھے کہ انھیں نہ مانتے، یہ بات ایک سچے مسلمان صحابی نے سُن لی اور اس نے کہا واللہ حضورؐ کی سب باتیں بالکل سچ ہیں اور ان نہ ماننے والوں کی بیوقوفی اور کودن پنے میں کوئی شک نہیں، جب یہ صحابی دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ بیان کیا آپ نے اس شخص کو بلوا بھیجا لیکن وہ سخت قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں نے تو یہ بات کہی ہی نہیں یہ تو مجھ پر تہمت باندھتا ہے اس صحابی نے دعا کی کہ پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر دکھا اس پر یہ آیت شریف نازل ہوئی ؞ کیا ان کو یہ بات معلوم نہیں کہ خدا اور رسولؐ کے مخالف ابدی جہنمی ہیں ذلت ورسوائی عذاب دوزخ بھگتنے والے ہیں اس سے بڑھ کر شومی طالع اس سے زیادہ رسوائی اس سے بڑھ کر شقاوت اور کیا ہوگی ؞؞

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ
منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی
سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ
سورت نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انھیں بتلا دے،
قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ
کہدے کہ تم مذاق اڑاتے رہو، یقیناً اللہ تعالے اسے ظاہر کرنیوالا ہے
مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾
جس سے تم ڈر دبک رہے ہو،

آپس میں بیٹھ کر باتیں تو گانٹھ لیتے لیکن پھر خوف زدہ رہتے کہ کہیں خدا کی طرف سے مسلمانوں کو بذریعہ وحی کہیں خبر نہ ہوجائے اور آیت میں ہے تیرے سامنے آکر وہ وہ دعائیں دیتے ہیں جو اللہ نے نہیں دیں پھر اپنے جی میں اکڑتے ہیں کہ ہماری اس قول پر اللہ ہمیں کوئی سزا کیوں نہیں کرتا، ان کے لئے جہنم کی کافی سزا موجود ہے جو بدترین جگہ ہے، یہاں فرماتا ہے دینی باتوں مسلمانوں کی حالتوں پر دل کھول کر مذاق اڑالو اللہ بھی وہ کھول دیگا جو تمہارے دلوں میں ہے۔۔۔ یاد رکھو ایک دن رسوا اور فضیحت ہو کر رہوگے، چنانچہ فرمان ہے کہ یہ بیمار دل لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے دلوں کی بدیاں

ظاہر ہی نہ ہوں گی، ہم تو انہیں اس قدر فضیحت کرینگے، اور ایسی نشانیاں تیرے سامنے رکھدینگے کہ تو ان کے لب ولہجہ سے ہی انھیں پہچان لے الخ اس سورت کا نام ہی سورۃ الفاضحہ ہے اس لئے کہ اسنے منافقوں کی قلعی کھولدی ؀

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا
اگر تو ان سے پوچھے تو صاف کہدینگے کہ ہم تو یونہی آپس میں
نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ
ہنس بول رہے تھے، تو کہدے کہ اللہ اس کی آیتیں
وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶۵ لَا
اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کیلئے رہ گئے ہیں، تم
تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ
بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے،
اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ
اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگذر بھی کرلیں تو کچھ لوگوں
طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۶۶ ع ۱۴
کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے،

ایک منافق کہہ رہا تھا کہ ہمارا یہ قرآن خواں لوگ بڑے پیٹو بڑے لباڑ اور بڑے بودے اور بزدل ہیں حضورؐ کے پاس جب اس کا ذکر ہوا تو یہ عذر پیش کرتا ہوا آیا کہ یا رسول اللہؐ ہم تو یونہی وقت گذاری کیلئے ہنس بول رہے تھے آپ نے فرمایا ہاں تمہاری ہنسی کیلئے اللہ رسول اور قرآن ہی رہ گیا ہے یاد رکھو اگر کسی کو ہم معاف کر دینگے تو کسی کو سخت سزا بھی کرینگے، اسوقت حضورؐ اپنی اونٹنی پر سوار جارہے تھے یہ منافق آپ کی تلوار پر ہاتھ رکھے پتھروں سے ٹھوکریں کھاتا ہوا یہ کہتا ہوا ساتھ ساتھ جا رہا تھا آپ اسکی طرف دیکھتے بھی نہ تھے، جس مسلمان نے اس کا یہ قول سنا تھا اُس نے اُسی وقت اُسے جواب بھی دیا تھا کہ تو بکتا ہے جھوٹا ہے تو منافق ہے یہ واقعہ جنگ تبوک کے موقعہ کا ہے مسجد میں اس نے یہ ذکر کیا تھا سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ تبوک جاتے ہوئے حضورؐ کے ساتھ منافقوں کا ایک گروہ بھی تھا جن میں ودیعہ بن ثابت اور مخشی بن حمیر وغیرہ تھے یہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ نصرانیوں کی لڑائی کو عربوں کی آپس کی لڑائی جیسی سمجھنا سخت خطرناک غلطی ہے اچھا ہے اُنہیں وہاں پٹنے دو پھر ہم بھی یہاں ان کی درگت بنائینگے اس پر ان کے دوسرے سردار مخشی نے کہا بھئی ان باتوں کو چھوڑ دو ورنہ یہ ذکر پھر قرآن میں آئے گا، کوڑے کھا لینا ہمارے نزدیک تو اس رسوائی سے بہتر ہے، آگے آگے یہ لوگ یہ تذکرے کرتے جا ہی رہے تھے کہ حضورؐ نے حضرت عمارؓ سے فرمایا جانا ذرا دیکھنا یہ لوگ جل گئے ان سے پوچھو تو کہ یہ کیا ذکر کر رہے تھے، اگر یہ انکار کریں تو تو کہنا کہ تم یہ یہ باتیں کر رہے تھے حضرت عمارؓ نے جاکر ان سے یہ کہا یہ حضورؐ کے پاس آئے اور عذر معذرت کرنے لگے کہ حضور ہنسی ہنسی میں ہمارے منہ سے ایسی بات نکل گئی ودیعہ نے تو یہ کہا لیکن مخشی بن حمیر نے کہا یا رسول اللہ آپ میرا اور میرے باپ کا نام ملاحظہ فرمائے پس اس وجہ سے یہ لغو حرکت اور حماقت مجھ سے سرزد ہوئی معاف فرمایا جاؤں، پس اس سے جناب باری نے درگذر فرمالیا اور اس آیت میں اسی سے درگذر فرمانے کا ذکر بھی ہوا ہے اس کے بعد اس نے اپنا نام بدل لیا عبدالرحمٰن نام رکھا سچا مسلمان بن گیا اور اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ خدایا مجھے اپنی راہ میں شہید کر تا کہ یہ دھبہ دھل جائے چنانچہ یمامہ والے دن یہ بزرگ شہید کر دیئے گئے اور ان کی نعش بھی نہ ملی رضی اللہ عنہ وارضاہ، ان منافقوں نے بطور طعنہ زنی کے کہا تھا کہ لیجئے کیا آنکھیں پھٹ گئی ہیں اب یہ چلے ہیں کہ رومیوں کے قلعے اور ان کے محلات فتح کریں بھلا اس عقلمندی اور دور بینی کو تو دیکھئے جب حضورؐ کو اللہ تعالےٰ نے ان کی ان باتوں پر مطلع کر دیا تو یہ صاف منکر ہو گئے اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی ہم تو آپس میں ہنسی کھیل کر رہے تھے،

ہاں اُن میں سے ایک شخص تھا جسے انشاء اللہ اللہ تعالیٰ نے
معاف فرما دیا ہوگا یہ کہا کرتا تھا کہ خدایا میں تیرے پاک
کلام کی ایک آیت سنتا ہوں جس میں میرے گناہ کا ذکر ہے
جب بھی سنتا ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور
میرا دل کپکپانے لگتا ہے، پروردگار تو میری توبہ قبول فرما
اور مجھے اپنی راہ میں شہید کر اور اس طرح کہ نہ کوئی مجھے غسل
دے نہ کفن دے نہ دفن کرے یہی ہوا جنگ یمامہ میں یہ
شہداء کے ساتھ شہید ہوئے تمام شہداء کی لاشیں مل
گئیں لیکن ان کی نعش کا پتہ ہی نہ چلا، جناب باری کی طرف سے
اور منافقوں کو جواب ملا کہ اب بہانے نہ بناؤ تم گو زبانی
ایماندار بنے تھے لیکن اب اسی زبان سے تم کافر ہو گئے
یہ قول کفر کا کلمہ ہے کہ تم نے اللہ رسول اور قرآن کی ہنسی
اڑائی، ہم اگر کسی سے درگذر بھی کر جائیں لیکن تم سب سے
یہ معاملہ نہیں ہونے کا تمہارے اس جرم اور اس بدترین
خطا اور اس مقولۂ کفر کی سخت ترین سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ
تمام منافق مرد و عورت آپس میں　ایک ہی

بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ
ہیں، یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلی باتوں

عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ
سے روکتے ہیں اور اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
یہ اللہ کو بھول گئے اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا، بیشک منافق ہی

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ
فاسق و بدکردار ہیں، اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ
عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ
جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہی انھیں کافی ہے ان پر اللہ کی پھٹکار

اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾
ہے، اور ان ہی کے لئے دائمی عذاب ہے،

منافقوں کی خصلتیں مومنوں کے بالکل برخلاف ہوتی ہیں،
مؤمن بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے
ہیں منافق برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلائیوں سے منع کرتے
ہیں، مومن سخی ہوتے ہیں، منافق بخیل ہوتے ہیں، مومن
ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں، منافق یادِ خدا بھلائے رہتے
ہیں، اسی کے بدلے اللہ بھی ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے
جیسے کسی کو کوئی بھول گیا ہو، قیامت کے دن یہی ان سے
کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں ٹھیک اسی طرح بھلا دیں گے
جیسے تم اس دن کی ملاقات کو بھلائے ہوئے تھے منافق راہِ حق
سے دور ہو گئے ہیں گمراہی کی چکر دار بھول بھلیاں میں پھنس
گئے ہیں، ان منافقوں اور کافروں کی ان بداعمالیوں کی
سزا ان کے لئے خدائے تعالیٰ جہنم کو مقرر فرما چکا ہے جہاں
وہ ابد الآباد تک رہیں گے وہاں کا عذاب انھیں بس
ہوگا، انھیں رب رحیم اپنی رحمت سے دور کر چکا ہے اور ان
کے لئے اس نے دائمی اور دیرپا عذاب رکھے ہیں ÷

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ
مثل ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے تم سے وہ زیادہ قوت

قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا
والے تھے اور زیادہ مال و اولاد والے تھے، پس وہ اپنا دینی حصہ

بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ
برت گئے پھر تم نے بھی اپنا حصہ برت لیا

كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
جیسے تم سے پہلے کے لوگ اپنے حصے سے فائدہ مند ہوئے

بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ
تھے اور تم نے بھی اسی طرح مذاقانہ بحث کی جیسے کہ انھوں نے کی

أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا
ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں
وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٦٩﴾
غارت ہوئے، یہی لوگ نقصان پانے والے ہیں،

ان لوگوں کو بھی اگلے لوگوں کی طرح کے عذاب پہنچے، خلاق سے مراد یہاں دین ہے، جیسے اگلے لوگ جھوٹ اور باطل میں کودتے پھاندتے رہے، ایسے ہی ان لوگوں نے بھی کیا، ان کے یہ فاسد اعمال اکارت گئے نہ دنیا میں سودمند ہوئے نہ آخرت میں ثواب دلانے والے ہوئے یہی صریح نقصان ہے کہ عمل کیا اور ثواب نہ ملا، ابن عباس فرماتے ہیں جیسے آج کی رات کل کی رات سے مشابہ ہوتی ہے اسی طرح اس امت میں بھی یہودیوں کی مشابہت آگئی میرا تو خیال ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم ان کی پیروی کروگے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ جانور کے سوراخ میں داخل ہوا ہے تو تم بھی اس میں گھسوگے، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اپنے سے پہلے کے لوگوں کے طریقوں کی تابعداری کروگے بالکل بالشت بہ بالشت اور ذراع بہ ذراع اور ہاتھ بہ ہاتھ، یہاں تک کہ وہ اگر کسی گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو یقیناً تم بھی گھسوگے لوگوں نے پوچھا اس سے مراد آپ کی کون لوگ ہیں، کیا اہل کتاب، آپ نے فرمایا اور کون، اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابوہریرہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو قرآن کے ان لفظوں کو پڑھ لو كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ الخ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں خلاق سے مراد دین ہے اور تم نے بھی اسی طرح کا خوض کیا جس طرح کا انھوں نے لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کی طرح؟ آپ نے فرمایا اور لوگ ہیں ہی کون، اس حدیث کے شاہد صحیح حدیثوں میں بھی ہیں ٭ ٭ ٭

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ
کیا انھیں اپنے پہلے کے لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں قوم
نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَ
نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور
أَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ ۚ
اہل مدین اور اہل مؤتفکات،
أَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا
ان کے پاس ان کے پیغمبر دلیلیں لے کر پہنچے، اللہ
كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا
ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ انھوں نے
أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٧٠﴾
خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا،

ان بدکردار منافقوں کو وعظ سنایا جا رہا ہے کہ اپنے سے پہلے کے اپنے جیسوں کے حالات پر عبرت کی نظر ڈالو، دیکھو کہ نبیوں کی تکذیب کیا پھل لائی؟ قوم نوح کا غرق ہونا سوائے مسلمانوں کے کسی کا نہ بچنا یاد کرو، عادیوں کا ہود علیہ السلام کے نہ ماننے کی وجہ سے ہوا کے جھونکوں سے تباہ ہونا یاد کرو ثمودیوں کا حضرت صالح علیہ السلام کے جھٹلانے اور خدا کی نشانی اونٹنی کے کاٹ ڈالنے سے ایک جگر دوز کڑاکے کی آواز سے تباہ و برباد ہونا یاد کرو، ابراہیم علیہ السلام کا دشمنوں کے ہاتھوں سے بچ جانا اور ان کے دشمنوں کا غارت ہونا نمرود بن کنعان بن کوش جیسے بادشاہ کا مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہونا نہ بھولو وہ سب لعنت کے مارے بے نشان کر دیئے گئے قوم شعیب اپنی بدکرداریوں اور کفر کے بدلے زلزلے سے اور سائبان والے دن کے عذاب سے تہ و بالا کر دی گئی، جو مدین کی رہنے والی تھی، قوم لوط جن کی بستیاں الٹی پڑی ہیں مدین اور سدوم وغیرہ اللہ نے انھیں بھی اپنے نبی لوط کے نہ ماننے اور اپنی بدفعلی نہ چھوڑنے کے باعث ایک ایک کو پیوند زمین

کردیا، ان کے پاس ہمارے رسول ہماری کتاب اور کھلے معجزے اور صاف دلیلیں لے کر پہنچے لیکن انہوں نے ایک مان کر نہ دی، بالآخر اپنے ظلم سے آپ برباد ہوئے، اللہ تعالیٰ نے تو حق واضح کردیا کتاب اتار دی رسول بھیجدیئے حجت ختم کردی لیکن یہ رسولوں کے مقابلے پر آمادہ ہوئے کتاب خدا کی تعمیل سے بھاگے حق کی مخالفت کی پس لعنت خدا اتری اور انھیں خاک سیاہ کرگئی ٭ ٭ ٭

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ

مومن مرد و عورت آپس میں ایک دوسروں کے

اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

مدد و معاون اور دوست ہیں یہ بھلائیاں سکھاتے ہیں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

اور برائیوں سے روکتے ہیں نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ

زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی مانتے

رَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ

رہتے ہیں ، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالےٰ بہت جلد رحم فرمائیگا

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

بیشک اللہ تعالےٰ عزت وغلبے والا حکمت و درستکاری والا ہے

منافقوں کی بدخصلتیں بیان فرما کر مسلمانوں کی نیک صفتیں بیان فرما رہا ہے کہ یہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ، ایک دوسرے کا دست و بازو بنے رہتے ہیں، صحیح حدیث میں ہے کہ مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے آپ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھا بھی دیا، اور صحیح حدیث میں ہے کہ مومن اپنی دوستیوں اور سلوکوں میں مثل ایک جسم کے ہیں کہ ایک حصے کو بھی اگر تکلیف ہو تو تمام جسم بیماری اور بیداری میں مبتلا ہوجاتا ہے یہ پاک نفس لوگ اوروں کی تربیت سے

بھی غافل نہیں رہتے، سب کو بھلائیاں سکھاتے ہیں اچھی باتیں بتلاتے ہیں برے کاموں سے بری باتوں سے امکان بھر روکتے ہیں، حکم خدا بھی یہی ہے، فرماتا ہے تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہئے جو بھلائیوں کا حکم کرے برائیوں سے منع کرے الخ یہ نمازی ہوتے ہیں، ساتھ ہی زکوٰۃ بھی دیتے ہیں تاکہ ایک طرف اللہ کی عبادت ہو دوسری جانب مخلوق کی دل جوئی ہو، اللہ رسول کی اطاعت ہی ان کا دلچسپ مشغلہ ہے جو حکم ملا بجا لائے جس سے روکا رک گئے، یہی لوگ ہیں جو رحم خداوندی کے مستحق ہیں، یہی صفتیں ہیں جن سے خدا کی رحمت ان کی طرف لپکتی ہے اللہ عزیز ہے وہ اپنے فرمانبرداروں کی خود بھی عزت کرتا ہے اور انہیں ذی عزت بنا دیتا ہے، دراصل عزت اللہ ہی کے لئے ہے اور اس نے اپنے رسولوں اور اپنے ایماندار غلاموں کو بھی عزت دے رکھی ہے اس کی حکمت ہے کہ ان میں یہ صفتیں رکھیں اور منافقوں میں وہ خصلتیں رکھیں اس کی حکمت کی تہ کو کون پہنچ سکتا ہے، جو چاہے کرے وہ برکتوں والا اور بلندیوں والا ہے ٭ ٭ ٭

وقف لازم

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

ان ایماندار مردوں عورتوں سے اللہ نے ان جنتوں کا

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

وعدہ فرمایا ہے جنکے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ

وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات

جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ

کا جو ان ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں، اور اللہ کی رضامندی سب سے

اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع ۹ ۶ ۱۵

بڑی چیز ہے ، یہی زبردست کامیابی ہے ،

مومنوں کی ان نیکیوں پر جو اجر و ثواب انھیں ملیگا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ابدی نعمتیں ہمیشگی کی راحتیں باقی رہنے

والی جنتیں جہاں قدم قدم پر خوشگوار پانی کے چشمے ابل رہے ہیں جہاں بلند و بالا خوبصورت مزین صاف ستھرے آرائش و زیبائش والے محلات اور مکانات ہیں، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں دو جنتیں تو صرف سونے کی ہیں ان کے برتن اور جو کچھ بھی وہاں ہے سب سونے ہی سونے کا ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں برتن بھی اور کل چیزیں بھی ان میں اور دیدار خداوندی میں کوئی حجاب بجز اس کبریائی کی چادر کے نہیں جو اللہ جل و علا کے چہرے پر ہے یہ جنت عدن میں ہوں گے اور حدیث میں ہے کہ مومن کیلئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا ایک ہی موتی کا بنا ہوا اس کا طول ساٹھ میل کا ہوگا مومن کی بیویاں وہیں ہوں گی جن کے پاس یہ آتا جاتا رہے گا لیکن ایک دوسری کو دکھائی نہ دیں گی، آپ کا فرمان ہے کہ جو اللہ رسول ص پر ایمان لائے نماز قائم رکھے رمضان کے روزے رکھے اللہ پر حق ہے کہ اُسے جنت میں لے جائے اس نے ہجرت کی ہو یا اپنے وطن میں ہی رہا ہو لوگوں نے کہا پھر ہم اوروں سے بھی یہ حدیث بیان کر دیں، آپ نے فرمایا جنت میں ایک سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے اپنی راہ کے مجاہدوں کے لئے بنائے ہیں ہر دو درجوں میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں، پس جب بھی تم اللہ تعالےٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو وہ سب سے اونچی اور سب سے بہتر جنت ہے جنتوں کی سب نہریں وہیں سے نکلتی ہیں اس کی چھت رحمان کا عرش ہے فرماتے ہیں اہل جنت جنتی بالاخانوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے چمکتے دمکتے ستاروں کو دیکھتے ہو، یہ بھی معلوم رہے کہ تمام جنتوں میں خاص ایک اعلیٰ مقام ہے جسکا نام وسیلہ ہے کیونکہ وہ عرش سے بالکل ہی قریب ہے یہ جگہ ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی، آپ فرماتے جب تم مجھ پر درود پڑھو تو اللہ سے میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو۔ پوچھا گیا وسیلہ کیا ہے، فرمایا

جنت کا وہ اعلیٰ درجہ جو ایک ہی شخص کو ملیگا اور مجھے اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں، آپ فرماتے ہیں مؤذن کی اذان کا جواب دو جیسے کلمات وہ کہتا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود پڑھو جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالےٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو وہ جنت کی ایک منزل ہے جو تمام مخلوق خدا میں سے ایک ہی شخص کو ملے گی مجھے امید ہے کہ وہ مجھے ہی عنایت ہوگی جو شخص میرے لئے خدا سے اس وسیلے کی طلب کرے اس کے لئے میری شفاعت بروز قیامت حلال ہو گئی، فرماتے ہیں میرے لئے اللہ سے وسیلہ طلب کرو دنیا میں جو بھی میرے لئے وسیلے کی دعا کرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا، صحابہ رض نے ایک دن آپ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ص ہمیں جنت کی باتیں سنایئے اس کی بنا کس چیز کی ہے، فرمایا سونے چاندی کی اینٹوں کی اس کا گارہ خالص مشک ہے اس کے کنکر لؤلؤ اور یاقوت ہے اس کی مٹی زعفران ہے اس میں جو جائیگا وہ نعمتوں میں ہوگا جو کبھی خالی نہ ہوں وہ ہمیشہ کی زندگی پائیگا جس کے بعد موت کا کھٹکا بھی نہیں نہ اس کے کپڑے خراب ہوں نہ اس کی جوانی ڈھلے، فرماتے ہیں جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کا اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے اور باہر کا اندر سے ایک اعرابی نے پوچھا حضورؐ یہ بالاخانے کن کے لئے ہیں، آپ نے فرمایا جو اچھا کلام کرے کھانا کھلائے روزے رکھے اور راتوں کو لوگوں کے سونے کے وقت تہجد کی نماز ادا کرے، فرماتے ہیں کوئی ہے جو جنت کا شائق اور اس کے لئے محنت کرنے والا ہو، واللہ جنت کی کوئی چہار دیواری محدود کرنے والی نہیں وہ تو ایک چمکتا ہوا بقعۂ نور ہے اور مہکتا ہوا گلستان ہے اور بلند و بالا پاکیزہ محلات ہیں اور جاری و ساری لہریں مارنے والی نہریں ہیں اور گدرائے ہوئے اور پکے میووں کے گچھے ہیں اور خوش جمال خوبصورت

پاک سیرت حوریں ہیں اور بیش قیمت رنگیں ریشمی جوڑے ہیں مقام ہے ہمیشگی کا گھر ہے سلامتی کا میوے ہیں لدے پھدے سبزہ ہے پھیلا ہوا کشادگی اور راحت ہے امن اور چین ہے نعمت اور رحمت ہے عالیشان خوش منظر کوشک اور حویلیاں ہیں، یہ سنکر لوگ بول اٹھے کہ حضورؐ ہم سب اس جنت کے مشتاق اور اس کے حاصل کرنے کے کوشاں ہیں آپ نے فرمایا انشاء اللہ کہو پس لوگوں نے انشاء اللہ کہا، پھر فرماتا ہے ان تمام نعمتوں سے اعلیٰ اور بالا نعمت اللہ کی رضامندی ہے، فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ عز وجل جنّتیوں کو پکارے گا کہ اے اہل جنت! وہ کہیں گے لبّیک ربنا وسعدیک والخیر فی یدیک، پوچھے گا کہو تم خوش ہوگئے، وہ جواب دینگے کہ خوش کیوں نہ ہوتے تو نے اے پروردگار ہمیں وہ دیا جو مخلوق میں سے کسی کو نہ ملا ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا لو میں تمہیں اس سے بہت ہی افضل و اعلیٰ چیز عطا فرماتا ہوں وہ کہیں گے خدایا اس سے بہتر چیز اور کیا ہوسکتی ہے، اللہ تعالےٰ فرمائے گا سنو میں نے اپنی رضامندی تمہیں عطا فرمائی آج کے بعد میں کبھی بھی تم سے ناخوش نہ ہوؤں گا حضورؐ فرماتے ہیں جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے اللہ عزّ وجلّ فرمائے گا کچھ اور چاہیئے تو دوں وہ کہیں گے خدایا جو تو نے ہمیں عطا فرما رکھا ہے اس سے بہتر تو کوئی اور چیز ہو ہی نہیں سکتی، اللہ فرمائے گا وہ میری رضامندی ہے جو سب سے بہتر ہے، امام حافظ ضیا مقدسی نے صفت جنت میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے اس میں اس حدیث کو شرط صحیح پر بتلایا ہے واللہ اعلم ٭ ٭ ٭ ٭

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ

اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد جاری رکھ

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَ

اور ان پر سختی کرتا رہ، ان کی اصلی جگہ دوزخ ہے، جو

بِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا

نہایت بدترین جگہ ہے، یہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انھوں

قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ

نے نہیں کہا، حالانکہ یقیناً کفر کا کلمہ ان کی زبان سے نکل چکا ہے اور

كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا

یہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور انھوں نے اس کام کا قصد

لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ

بھی کیا جو پورا نہ کر سکے یہ صرف اسی بات کا انتقام لے رہے ہیں کہ انھیں

اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ

اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسولؐ نے دولتمند کر دیا، اگر

يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا

یہ اب بھی توبہ کر لیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے، اور اگر منہ موڑے رہیں

يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي

تو اللہ تعالےٰ انھیں دنیا اور آخرت میں دردناک

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي

عذاب کرے گا، اور زمین بھر میں ان کا

الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۷۴﴾

کوئی حمایتی اور مددگار نہ کھڑا ہوگا،

کافروں منافقوں سے جہاد کا اور ان پر سختی کا حکم ہوا، مومنوں سے جھک کر ملنے کا حکم ہوا۔ کافروں کی اصلی جگہ جہنم مقرر فرما دی، پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ حضورؐ کو اللہ تعالےٰ نے چار تلواروں کے ساتھ مبعوث فرمایا ایک تلوار تو مشرکوں میں فرماتا ہے فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حرمت والے مہینوں کے گذرتے ہی مشرکوں کی خوب خبر لو، دوسری تلوار اہل کتاب کے کفار میں فرماتا ہے قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ الخ یعنی جو اللہ پر قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے خدا رسولؐ کے حرام کئے ہوئے کو حرام نہیں مانتے، دین حق کو قبول نہیں کرتے ان اہل کتاب سے جہاد کرو جب تک کہ وہ

ذلت کے ساتھ جھک کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دینا منظور نہ کرلیں، تیسری تلوار منافقین میں۔ ارشاد ہوتا ہے جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ، کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو چوتھی تلوار باغیوں میں فرمان ہے فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ، باغیوں سے لڑو جب تک کہ پلٹ کر وہ اللہ کے احکام کی حکم برداری کی طرف نہ آجائیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منافق جب اپنا نفاق ظاہر کرنے لگیں تو ان سے تلوار سے جہاد کرنا چاہیئے، امام ابن جریر رح کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ہاتھ سے نہ ہوسکے تو ان کے منہ پر ڈانٹ ڈپٹ سے، ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ نے کافروں سے تو تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور منافقوں کے ساتھ زبانی جہاد کو فرمایا ہے اور یہ کہ ان پر نرمی نہ کی جائے، مجاہدؒ کا بھی تقریباً یہی قول ہے، ان پر حدّ شرعی کا جاری کرنا بھی ان سے جہاد کرنا ہے، مقصود یہ ہے کہ کبھی تلوار بھی ان کے خلاف اٹھانی پڑے گی ورنہ جب تک کام چلے زبان بس ہے، جیسا موقعہ ہو کرلے، قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ انھوں نے ایسی کوئی بات زبان سے نہیں نکالی، حالانکہ درحقیقت کفر کا بول بول چکے ہیں اور اپنے ظاہری اسلام کے بعد کھلا کفر کرچکے ہیں، یہ آیت عبداللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے، ایک جہنی اور ایک انصاری میں لڑائی ہوگئی، جہنی شخص انصاری پر چھا گیا تو اس منافق نے انصار کو اس کی مدد پر ابھارا اور یہ کہنے لگا واللہ ہماری اور اس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تو وہی مثال ہے کہ "اپنے کتے کو موٹا تازہ کرکہ وہ تجھ ہی کاٹے"، واللہ اگر ہم اب کی مرتبہ مدینے واپس گئے تو ہم ذی عزت لوگ ان تمام کمینے لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کرینگے، ایک مسلمان نے جاکر حضورؐ سے یہ گفتگو دہرادی۔ آپ نے اسے بلوا کر اس سے سوال کیا تو یہ قسم کھا کر انکار کر گیا پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، حضرت انسؓ

فرماتے ہیں کہ میری قوم کے جو لوگ حرّہ کی جنگ میں کام آئے ان پر مجھے بڑا ہی رنج وصدمہ ہو رہا تھا اس کی خبر حضرت زید ابن ارقم رضؓ کو پہنچی تو آپ نے مجھے خط میں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے آپ دعا کرتے تھے کہ خدایا انصار کو اور انصار کے لڑکوں کو بخشدے، نیچے کے راوی ابن الفضل کو اس میں شک ہے کہ آپ نے اپنی اس دعا میں ان کے پوتوں کے لئے نام بھی لیا یا نہیں؟ پس حضرت انسؓ نے موجودہ لوگوں میں سے کسی سے حضرت زید کی نسبت سوال کیا تو اس نے کہا یہی زید وہ ہیں جن کے کانوں کی سُنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود خدائے علیم نے دی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضورؐ تو خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک منافق نے کہا اگر یہ سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی زیادہ احمق ہیں، حضرت زیدؓ نے کہا واللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سچے اور بیشک تو اپنی حماقت میں گدھے سے بھی بڑھا ہوا ہے، پھر آپ نے یہ بات حضورؐ کے گوش گذار کی، لیکن وہ منافق پلٹ گیا اور صاف انکار کر گیا اور کہا کہ زید نے جھوٹ بولا اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اتاری اور حضرت زید کی سچائی بیان فرمائی، لیکن مشہور بات یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق کا ہے ممکن ہے راوی کو اس آیت کے ذکر میں وہم ہوگیا ہو اور دوسری آیت کے بدلے اسے بیان کردیا ہو، یہی حدیث بخاری شریف میں ہے لیکن اس جملے تک کہ زید وہ ہیں جن کے کانوں کی سُنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود خدائے علیم نے دی، ممکن ہے کہ بعد کا حصہ موسی بن عقبہ راوی کا اپنا قول ہو، اسی کی ایک روایت میں یہ پچھلا حصہ ابن شہاب کے قول سے مروی ہے واللہ اعلم، مغازی اموی میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے تبوکی واقعہ کے بعد ہے کہ جو منافق موخر چھوڑ دیئے گئے تھے اور جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا ان میں سے بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی تھے ان میں جلاس

بن سوید بن صامت بھی تھا ان کے گھر میں عمیر بن سعد کی والدہ تھیں جو اپنے ساتھ حضرت عمیر کو بھی لے گئی تھیں جب ان منافقوں کے بارے میں قرآنی آیتیں نازل ہوئیں تو جلاس کہنے لگا کہ واللہ اگر یہ شخص اپنے قول میں سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ یوں تو آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور آپکی تکلیف مجھ پر میری تکلیف سے بھی زیادہ شاق ہے لیکن آپ نے اس وقت تو ایسی بات منہ سے نکالی ہے کہ اگر میں اُسے پہنچاؤں تو رسوائی ہے اور نہ پہنچاؤں تو ہلاکت ہے رسوائی یقیناً ہلاکت سے ہلکی چیز ہے یہ کہہ کر یہ بزرگ حاضر حضورؐ ہوئے اور ساری بات آپ کو کہہ سنائی جلاس کو جب یہ پتہ چلا تو اس نے سرکارِ نبوت میں حاضر ہو کر قسمیں کھا کھا کر کہا کہ عمیر جھوٹا ہے میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی ، ، اس پر یہ آیت اتری ، ، مروی ہے کہ اس کے بعد جلاس نے توبہ کر لی اور درست ہو گئے یہ توبہ کی بات بہت ممکن ہے کہ امام محمد بن اسحاق کی اپنی کہی ہوئی ہو حضرت کعب رضؓ کی یہ بات نہیں واللہ اعلم۔ اور روایت میں ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت اپنے سوتیلے بیٹے حضرت مصعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ قبا سے آ رہے تھے دونوں گدھوں پر سوار تھے اس وقت جلاس نے یہ کہا تھا اس پر ان کے صاحبزادے نے فرمایا کہ اے دشمن خدا میں تیری اس بات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کروں گا فرماتے ہیں کہ مجھے تو ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ نازل ہو یا مجھ پر کوئی عذاب الٰہی نہ آ جائے یا اس گناہ میں میں بھی اپنے باپ کا شریک نہ کر دیا جاؤں چنانچہ میں سیدھا حاضر ہوا ، اور تمام بات حضورؐ کو مع اپنے ڈر کے سنا دی الخ

ابن جریر میں ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سائے دار درخت تلے بیٹھے ہوئے فرمانے لگے کہ ابھی تمہارے پاس ایک شخص آئے گا اور تمہیں شیطان دیکھے گا خبردار تم اس سے کلام نہ کرنا اسی وقت ایک انسان کیری آنکھوں والا آیا آپ نے اس سے فرمایا تو اور تیرے ساتھی مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو، وہ اسی وقت گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا سب نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا یہاں تک کہ حضورؐ نے ان سے درگذر فرما لیا ، پھر یہ آیت اتری ، اس میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ انھوں نے وہ قصد کیا جو پورا نہ ہوا مراد اس سے جلاس کا یہ ارادہ ہو کہ اپنے سوتیلے لڑکے کو جس نے حضورؐ کی خدمت میں بات کہہ دی تھی قتل کر دے ، ایک قول ہے کہ عبداللہ بن اُبی نے خود حضورؐ کے قتل کا ارادہ کیا تھا ، ، یہ قول بھی ہے کہ بعض لوگوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اسے سردار بنا دیں گو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم راضی نہ ہوں ، یہ بھی مروی ہے کہ دس سے اوپر اوپر آدمیوں نے غزوۂ تبوک میں راستے میں حضورؐ کو دھوکہ دے کر قتل کرنا چاہا تھا ، چنانچہ حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہیں میں اور حضرت عمار رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے آگے پیچھے تھے ایک چلاتا تھا دوسرا نکیل تھامتا تھا ہم عقبہ میں تھے کہ بارہ شخص منہ پر نقاب ڈالے آئے اور اونٹنی کو گھیر لیا حضورؐ نے انھیں للکارا اور وہ دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے آپ نے ہم سے فرمایا تم نے انھیں پہچانا؟ ہم نے کہا نہیں لیکن ان کی سواریاں ہماری نگاہوں میں ہیں آپ نے فرمایا یہ منافق تھے اور قیامت تک ان کے دل میں نفاق رہے گا، جانتے ہو یہ کس ارادے سے آئے تھے؟ ہم نے کہا نہیں فرمایا اللہ کے رسول کو عقبہ میں پریشان کرنے اور تکلیف پہنچانے کے لئے ہم نے کہا حضورؐ ان کی قوم کے لوگوں سے کہلوا بھیجئے کہ ہر قوم والے اپنی قوم کے جس آدمی کی شرکت اس میں پائیں اس کی گردن اڑا دیں آپ نے فرمایا نہیں ورنہ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں گی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پہلے تو انہی لوگوں کو لے کر اپنے دشمنوں سے لڑے اُن پر

فتح حاصل کرکے پھر اپنے ان ساتھیوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ آپ نے ان کے لئے بددعا کی کہ خدایا ان کے دلوں پر آتشیں پھوڑے پیدا کر دے، اور روایت میں ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی میں حضورؐ نے اعلان کرا دیا کہ میں عقبہ کے راستے سے جاؤں گا، اس راہ کوئی نہ آئے، حضرت حذیفہ رضؓ آپ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے، اور حضرت عمار رضؓ پیچھے سے چلا رہے تھے کہ ایک جماعت اپنی اونٹنیوں پر سوار آگئی حضرت عمار رضؓ نے ان کی سواریوں کو مارنا شروع کیا اور حضرت حذیفہ رضؓ نے حضورؐ کے فرمان سے آپ کی سواری کو نیچے کی طرف چلانی شروع کر دی جب نیچے کا میدان آگیا آپ سواری سے اتر آئے اتنے میں عمار رضؓ بھی واپس پہنچ گئے، آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ لوگ کون تھے پہچانا بھی، حضرت عمار رضؓ نے کہا منہ تو چھپے ہوئے تھے لیکن سواریاں معلوم ہیں پوچھا ان کا ارادہ کیا تھا جانتے ہو؟ جواب دیا کہ نہیں آپ نے فرمایا یہ چاہا تھا کہ شور کرکے ہماری اونٹنی کو بھڑکا دیں اور ہمیں گرا دیں ایک شخص سے حضرت عمار رضؓ نے ان کی تعداد دریافت کی تو اس نے کہا چودہ آپ نے فرمایا اگر تو بھی ان میں تھا تو پندرہ حضورؐ نے ان میں سے تین شخصوں کے نام گنوائے انھوں نے کہا واللہ ہم نے نہ تو منادی کی ندا سنی اور نہ ہمیں اپنے ساتھیوں کے کسی بد ارادے کا علم تھا، حضرت عمار رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ باقی کے بارہ لوگ اللہ رسولؐ سے لڑائی کرنے والے ہیں دنیا میں اور آخرت میں بھی، امام محمد بن اسحاق نے ان میں سے بہت سے لوگوں کے نام بھی گنوائے ہیں واللہ اعلم۔

صحیح مسلم میں ہے کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص کیساتھ حضرت عمار رضؓ کا کچھ تعلق تھا تو اس سے آپ نے قسم دیکر اصحاب عقبہ کی گنتی دریافت کی لوگوں نے بھی اس سے کہا کہ ہاں بتلا دو اس نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ چودہ تھے اگر مجھے بھی شامل کیا جائے تو پندرہ ہوئے ان میں سے بارہ تو دشمن خدا ہی تھے اور تین شخصوں کی اس قسم پر کہ نہ ہم نے منادی کی ندا سنی نہ ہمیں جانے والوں کے ارادے کا علم اس لئے معذور رکھا گیا، گرمی کا موسم تھا پانی بہت کم تھا آپ نے فرما دیا تھا کہ مجھ سے پہلے وہاں کوئی نہ پہنچے لیکن اس پر بھی کچھ لوگ پہنچ گئے تھے آپ نے ان پر لعنت کی، آپ کا فرمان ہے کہ میرے ساتھیوں میں بارہ منافق ہیں جو نہ جنت میں جائیں گے نہ اس کی خوشبو پائیں گے آٹھ کے مونڈھوں پر تو آتشی پھوڑا ہوگا جو سینے تک پہنچے گا اور انہیں ہلاک کر دے گا، اسی باعث حضرت حذیفہ رضؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رازدار کہا جاتا تھا آپ نے صرف انہی کو ان منافقوں کے نام بتلائے تھے واللہ اعلم، طبرانی میں ان کے نام یہ ہیں معتب بن قشیر ودیعہ بن ثابت جد بن عبداللہ بن نبیل بن حارث جو عمرو بن عوف کے قبیلے کا تھا اور حارث بن یزید طائی اور اوس بن قیظی اور حارث بن سوید اور سعد بن زرارہ اور قیس بن فہر اور سوید اور داعس قبیلہ بنو حبلی کے اور قیس ابن عمرو بن سہل اور زید بن لصیت اور سلالہ بن ہمام یہ دونوں قبیلہ بنو قینقاع کے ہیں یہ سب بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اس آیت میں اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اسی بات کا بدلہ لیا ہے کہ انھیں اللہ نے اپنے فضل سے اپنے رسول کے ہاتھوں مالدار بنایا، اگر ان پر خدا کا پورا فضل ہو جاتا تو انھیں ہدایت بھی نصیب ہو جاتی جیسے کہ حضورؐ نے انصار سے فرمایا کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا کہ پھر اللہ نے میری وجہ سے تمہاری رہبری کی تم متفرق تھے اللہ تعالےٰ نے میری وجہ سے تم میں الفت ڈال دی تم فقیر بے نوا تھے اللہ نے میرے سبب سے تمہیں غنی اور مالدار کر دیا۔ ہر ہر سوال کے جواب میں انصار رضی اللہ عنہم فرماتے جاتے تھے کہ

بیشک اللہ کا اور اس کے رسول صلعم کا اس سے زیادہ احسان ہے، الغرض بیان یہ ہے کہ بے وجہ بے قصور یہ لوگ دشمنی اور بے ایمانی پر اتر آئے، جیسے سورۂ بروج میں ہے کہ ان مسلمانوں سے ان کافروں کا انتقام صرف اُن کے ایمان کے باعث تھا، حدیث میں ہے کہ ابن جمیل صرف اس بات کا انتقام لیتا ہے کہ وہ فقیر تھا اللہ نے اسے غنی کر دیا، پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ اب بھی توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر وہ اپنے اسی طریقہ پہ کاربند رہے تو انھیں دنیا میں بھی سخت سزا ہو گی قتل سے بھی اور صدمہ وغم سے بھی اور دوزخ کے ذلیل و پست کرنے والے ناقابل برداشت عذابوں سے بھی دنیا میں کوئی نہ ہو گا جو ان کی طرفداری کرے ان کی مدد کرے انھیں کام آئے ان سے برائی ہٹائے یا نفع پہنچائے بے یار و مددگار رہ جائیں گے،

وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ

ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر

آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ

وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دیگا تو ہم صدقہ خیرات کرینگے

وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا

اور نیک کاروں میں ہو جائیں گے، لیکن جب

آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ

اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا تو یہ اسمیں بخیلی کرنے لگے

وَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ﴿۷۶﴾

اور ٹال مٹول کر کے منہ موڑ لیا،

فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ

اس کی سزا میں اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈالدیا

يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ

خدا سے ملنے کے دنوں تک کیونکہ انھوں نے اللہ سے کئے ہوئے

مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿۷۷﴾

وعدے کا خلاف کیا اور جھوٹ بولتے رہے،

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ

کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا بھید اور

وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ

ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور اللہ تعالےٰ غیب کی تمام

الْغُيُوبِ ﴿۷۸﴾

خبروں سے خبردار ہے،

بیان ہو رہا ہے کہ ان منافقوں میں وہ بھی ہے جس نے عہد کیا کہ اگر مجھے اللہ تعالےٰ مالدار کر دے میں بڑی سخاوت کروں اور نیک بن جاؤں لیکن جب اللہ نے اُسے امیر اور خوشحال بنا دیا اس نے وعدہ شکنی کی اور بخیل بن بیٹھا جس کی سزا میں قدرت نے اس کے دل میں ہمیشہ کے لئے نفاق ڈالدیا، یہ آیت ثعلبہ بن حاطب انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس نے حضور ص سے درخواست کی کہ میرے لئے مالداری کی دعا کیجئے آپ نے فرمایا تھوڑا جس کا شکر ادا ہو اس بہت سے اچھا ہے جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو، اس نے پھر دوبارہ بھی درخواست کی تو آپ نے پھر سمجھایا کہ تو اپنا حال اللہ کے نبی جیسا رکھنا پسند نہیں کرتا؟ واللہ اگر میں چاہتا تو یہ پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلتے، اس نے کہا حضور واللہ میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ مجھے مالدار کر دے تو میں خوب سخاوت کی داد دوں ہر ایک کو اس کا حق ادا کروں آپ نے اس کے لئے مال کی برکت کی دعا کی اسکی بکریوں میں اس طرح زیادتی شروع ہوئی جیسے کیڑے بڑھ رہے ہوں یہانتک کہ مدینہ شریف اس کے جانوروں کے لئے تنگ ہو گیا یہ ایک میدان میں نکل گیا ظہر عصر تو جماعت کے ساتھ ادا کرتا تھا باقی نمازیں جماعت سے نہیں ملتی تھیں جانوروں میں اور برکت ہوئی اسے اور دور جانا پڑا اب سوائے جمعہ کے اور سب جماعتیں اس سے

چھوٹ گئیں، مال اور بڑھتا گیا شدہ شدہ جمعہ کا آنا بھی اسنے چھوڑ دیا آنے جانے والے قافلوں سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان ہوا، ایک مرتبہ حضورؐ نے اس کا حال دریافت کیا لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا آپؐ نے اظہار افسوس کیا ادھر آیت اتری کہ ان کے مال سے صدقہ لے اور صدقے کے احکام بھی بیان ہوئے آپ نے دو شخصوں کو جن میں ایک قبیلۂ جہینہ کا تھا اور دوسرا قبیلۂ سلیم کا انھیں تحصیلدار بنا کر صدقہ لینے کے احکام لکھ کر انھیں پروانہ دے کر بھیجا اور فرمایا کہ ثعلبہ سے اور فلانے بنی سلیم سے صدقہ لے آؤ یہ دونوں ثعلبہ کے پاس پہنچے فرمان پیغمبر دکھایا صدقہ طلب کیا تو وہ کہنے لگا واہ واہ یہ تو جزیے کی بہن ہے یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے) یہ کیا بات ہے اچھا اب تو جاؤ لوٹتے ہوئے آنا، دوسرا شخص سلمی جو تھا اُسے جب معلوم ہوا تو اس نے اپنے بہترین جانور نکالے اور انھیں لے کر خود ہی آگے بڑھا انھوں نے ان جانوروں کو دیکھ کر کہا نہ تو یہ ہمارے لینے کے لائق نہ تجھ پر ان کا دینا واجب اس نے کہا میں تو اپنی خوشی سے ہی بہترین جانور دینا چاہتا ہوں آپ انھیں قبول فرمائیے، بالآخر انھوں نے لے لئے اور دوں سے بھی وصول کیا اور لوٹتے ہوئے پھر ثعلبہ کے پاس آئے اس نے کہا ذرا مجھ وہ پرچہ تو پڑھاؤ جو تمہیں دیا گیا ہے، پڑھ کر کہنے لگا بھئی یہ تو صاف صاف جزیہ ہے کافروں پر جو ٹیکس مقرر کیا جاتا ہے یہ تو بالکل ویسا ہی ہے اچھا تم جاؤ میں سوچ سمجھ لوں، یہ واپس چلے گئے انھیں دیکھتے ہی حضورؐ نے ثعلبہ پر اظہار افسوس کیا اور سلمی شخص کے لئے برکت کی دعا اب انھوں نے بھی ثعلبہ کا اور سلمی کا دونوں کا واقعہ کہہ سنایا، پس اللہ تعالےٰ جل وعلا نے یہ آیت نازل فرمائی، ثعلبہ کے ایک قریبی رشتے دار نے جب یہ سب کچھ سنا تو ثعلبہ سے جا کر کہا آیت بھی پڑھ سنائی یہ حضرت کے پاس آیا اور طلب کیا کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے یہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا آپ نے فرمایا یہ تو سب تیرا ہی کیا دھرا ہے میں نے تو تجھے کہا تھا لیکن تو نہ مانا یہ واپس اپنی جگہ چلا آیا حضورؐ نے انتقال تک اس کی کوئی چیز قبول نہ فرمائی، پھر یہ خلافت صدیقی میں آیا اور کہنے لگا میری جو عزت حضورؐ کے پاس تھی وہ اور میرا جو مرتبہ انصار میں ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں آپ میرا صدقہ قبول فرمائے آپ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا تو میں کون ہوں غرض آپ نے بھی انکار کر دیا، جب آپ کا بھی انتقال ہو گیا اور امیر المؤمنین حضرت عمرؓ مسلمانوں کے والی ہوئے تو پھر یہ آیا اور کہا کہ امیر المؤمنین آپ میرا صدقہ قبول فرمایئے آپ نے جواب دیا کہ جب حضورؐ نے قبول نہیں فرمایا خلیفۂ اول نے قبول نہیں فرمایا تو اب میں کیسے قبول کر سکتا ہوں، چنانچہ آپ نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا، پھر خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ ازلی منافق پھر آیا اور لگا منت سماجت کرنے لیکن آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود حضورؐ نے اور آپ کے دونوں خلیفہ نے تیرا صدقہ مقبول نہیں فرمایا تو میں کیسے قبول کر لوں چنانچہ قبول نہیں کیا اسی اثنا میں یہ شخص ہلاک ہو گیا، الغرض پہلے تو وعدے کئے تھے سخاوت کے اور وہ بھی قسمیں کھا کھا کر، پھر پھر گیا اور سخاوت کے عوض بخیلی کر گیا

اور وعدہ شکنی کرلی ؛ اس جھوٹ اور عہد شکنی کے بدلے
اس کے دل میں نفاق پیوست ہوگیا جو اس وقت سے
اس کی پوری زندگی تک اس کے ساتھ ہی رہا، حدیث
میں بھی ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے
جھوٹ بولے جب وعدہ کرے خلاف کرے جب امانت
سونپی جائے خیانت کرے کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ
چھپے کھلے کا دل کے ارادوں اور سینے کے بھیدوں
کا عالم ہے وہ پہلے سے ہی جانتا تھا کہ یہ خالی زبانی
بکواس ہے کہ مالدار ہو جائیں تو یوں خیراتیں کریں یوں
شکر گذاری کریں یوں نیکیاں کریں ۔ لیکن دلوں پر نظریں
رکھنے والا خدا خوب جانتا ہے کہ یہ مال میں مست ہو جائینگے
اور دولت پاکر خرمستیاں ناشکری اور بخل کرنے
لگیں گے وہ ہر حاضر غائب کا جاننے والا ہے وہ ہر
چھپے کھلے کا عالم ہے ظاہر باطن سب اس پر روشن
ہے ٭٭٭٭٭

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ
جو لوگ اُن مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَ
خیراتیں کرتے ہیں اور

الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا
ان لوگوں پر بھی جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری

جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ
کے اور کچھ میسر ہی نہیں یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں،

سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ
اللہ بھی ان سے تمسخر کرتا ہے انہی کے لئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾
دکھ کی مار ہے،

یہ بھی منافقوں کی ایک بدخصلت ہے کہ ان کی زبان
سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا نہ سخی نہ بخیل یہ عیب جو بدگو

لوگ برے ہیں اگر کوئی شخص بڑی رقم للہ دے تو
یہ اُسے ریاکار کہنے لگتے ہیں اور اگر کوئی مسکین اپنی
مالی کمزوری کی بنا پر تھوڑا بہت دے تو یہ ناک
بھوں چڑھا کر کہتے ہیں لو ان کی اس حقیر چیز کا بھی خدا
بھوکا تھا، چنانچہ جب صدقات دینے کی آیت اتری
ہے تو صحابہ رض اپنے اپنے صدقات لئے ہوئے حاضر
ہوتے ہیں ایک صاحب نے دل کھول کر بہت بڑی
رقم دی اُسے تو اُن منافقوں نے ریاکار کا خطاب
دیا اور ایک صاحب بیچارے مسکین آدمی تھے صرف
ایک صاع اناج لائے تھے انھیں کہا کہ اس کے اس
صدقے کی خدا کو کیا ضرورت پڑی تھی ؟ اس کا بیان
اس آیت میں ہے ایک مرتبہ آپ نے بقیع میں فرمایا
کہ جو صدقہ دے گا میں اس کی بابت قیامت کے دن
خدا کے سامنے گواہی دوں گا اس وقت ایک صحابی
نے اپنے عمامے میں سے کچھ دینا چاہا لیکن پھر لپیٹ
لیا اتنے میں ایک صاحب جو سیاہ رنگ اور چھوٹے
قد تھے ایک اونٹنی لے کر آگے بڑھے جس سے زیادہ
اچھی اونٹنی بقیع بھر میں نہ تھی کہنے لگے یا رسول اللہ صلعم یہ
اللہ کے نام پر خیرات ہے آپ نے فرمایا بہت اچھا
اس نے کہا لیجئے سنبھال لیجئے اس پر کسی نے کہا کہ اس
سے تو اونٹنی ہی اچھی ہے آپ نے سن لیا اور فرمایا تو
جھوٹا ہے یہ تجھ سے اور اس سے تین گنا اچھا ہے افسوس
سینکڑوں اونٹ رکھنے والے تجھ جیسوں پر افسوس
تین مرتبہ یہی فرمایا پھر فرمایا مگر وہ جو اپنے مال کو اس
طرح اس طرح کرے اور لپیں بھر بھر کر آپ نے اپنے
ہاتھوں سے دائیں بائیں اشارہ کیا، یعنی راہ للہ ہر
نیک کام میں خرچ کرے ، پھر فرمایا انھوں نے فلاح
پالی جو کم مال والے ہوں اور زیادہ عبادت والے
ہوں ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رض چالیس اوقیہ

چاندی لائے اور ایک غریب انصاری ایک صاع اناج لائے منافقوں نے ایک کو ریاکار بتلایا دوسرے کے صدقے کو حقیر بتلایا، ایک مرتبہ آپ کے حکم سے لوگوں نے مال خیرات دینا اور جمع کرنا شروع کیا ایک صاحب ایک صاع کھجوریں لے آئے اور کہنے لگے حضورؐ میرے پاس کھجوروں کے دو صاع تھے ایک میں نے اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے روک لیا اور ایک لے آیا آپ نے اُسے بھی جمع شدہ مال میں ڈال دینے کو فرمایا اس پر منافق بکواس کرنے لگے کہ خدا اور رسولؐ کو اس سے بے نیازی ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا میرے پاس ایک سو اوقیہ سونا ہے میں سب کو صدقہ کرتا ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا ہوش میں بھی ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں ہوش میں ہوں فرمایا پھر کیا کر رہا ہے آپ نے فرمایا سنو میرے پاس آٹھ ہزار ہیں جن میں سے چار ہزار تو میں خدا کو قرض دے رہا ہوں اور چار ہزار اپنے لئے رکھ لیتا ہوں حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالےٰ تجھے برکت دے جو تو نے رکھ لیا ہے اور جو تو نے خرچ کر دیا ہے منافق ان پر باتیں بنانے لگے کہ پھول گئے اپنی سخاوت دکھانے کے لئے لوگوں میں اتنی بڑی رقم دیدی، پس اللہ تبارک وتعالےٰ نے یہ آیت اتار کر بڑی رقم اور چھوٹی رقم والوں کی سچائی اور ان منافقوں کا موذی پن ظاہر کر دیا، بنو عجلان کے عاصم بن عدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی اس وقت بڑی رقم خیرات کی تھی ایک سو وسق کھجوریں دی تھیں منافقوں نے اُسے ریاکاری پر محمول کیا تھا، اپنی محنت مزدوری کی تھوڑی سی خیرات دینے والے ابو عقیل تھے یہ قبیلۂ بنو انیف کے شخص تھے ان کی ایک صاع خیرات پر منافقوں نے ہنسی اور ہجو کی تھی، اور روایت میں ہے کہ یہ چندہ حضورؐ نے مجاہدین کی ایک جماعت کو جہاد پر روانہ کرنے کے لئے کیا تھا اس میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن نے دو ہزار دیئے تھے اور دو ہزار رکھے تھے، دوسرے بزرگ نے رات بھر کی محنت میں دو صاع کھجوریں حاصل کر کے ایک صاع رکھ لیں اور ایک صاع دیدیں، یہ حضرت ابو عقیل رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے رات بھر اپنی پیٹھ پر بوجھ ڈھوتے رہے تھے، ان کا نام حباب تھا،، اور قول ہے کہ عبدالرحمٰن بن ثعلبہ تھا، پس منافقوں کے اس تمسخر کی سزا میں خدا نے بھی ان سے یہی بدلہ لیا، ان منافقوں کے لئے اُخروی المناک عذاب ہیں، اور ان کے اعمال کا ان عملوں جیسا ہی بُرا بدلہ ہے ٭ ٭ ٭

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ
ان کے لئے تو استغفار کر یا نہ کر،
اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً
اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کرے
فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ
تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا، یہ اس لئے کہ
بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ
انھوں نے اللہ سے اور اس کے رسول سے کفر کیا ہے،
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۧ
ایسے فاسق لوگوں کو خدائے کریم ہدایت نہیں دیتا،

فرماتا ہے کہ یہ منافق اس قابل نہیں کہ تو اے نبی ان کے لئے خدا سے بخشش طلب کرے ایک بار نہیں اگر تو ستّر مرتبہ بھی بخشش ان کے لئے چاہے تو خدا انہیں نہیں بخشیگا، جو ستّر کا ذکر ہے اس سے مراد صرف زیادتی ہے وہ ستّر سے کم ہو یا بہت زیادہ ہو،، بعض نے کہا ہے کہ مراد اس سے ستّر کا ہی عدد ہے چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تو ان کے لئے ستّر بار

سے بھی زیادہ استغفار کروں گا کہ خدا انھیں بخشدے، پس
خدائے تعالےٰ نے اور آیت میں فرمادیا کہ ان کے لئے
تیرا استغفار کرنا نہ کرنے کے برابر ہے، عبداللہ بن اُبی
منافق کا بیٹا حاضرِ حضورؐ ہو کر عرض کرتا ہے کہ میرا باپ نزع
کی حالت میں ہے میری چاہت ہے کہ آپ اس کے پاس
تشریف لے چلیں اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھائیں
آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا حباب آپ
نے فرمایا تیرا نام عبداللہ ہے حباب تو شیطان کا نام
ہے اب آپ ان کے ساتھ ہوئے ان کے باپ کو اپنا
کرتہ اپنے پسینے والا پہنایا اس کی جنازے کی نماز پڑھائی
آپ سے کہا بھی گیا کہ آپ اس کے جنازے پر نماز پڑھ
رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ستّر مرتبہ
کے استغفار سے بھی نہ بخشنے کو فرمایا ہے تو میں ستّر
بار پھر ستّر بار پھر ستّر بار استغفار کروں گا،

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ

پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ

خلاف اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہیں یہ راہ خدا میں اپنے مال

يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

اور اپنی جانوں سے جہاد کرنا

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا

ناپسند رکھتے ہیں انھوں نے کہہ دیا کہ اس گرمی میں

فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ

مت نکلو، تو کہدے کہ دوزخ کی آگ بہت ہی سخت

حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا

گرم ہے، کاش کے وہ سمجھتے ہوتے، پس انھیں بہت کم

قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ

ہنسنا چاہئے اور بہت زیادہ روئیں، بدلے میں

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

اس کے جو یہ کیا کرتے تھے،

جو لوگ غزوۂ تبوک میں حضورؐ کے ساتھ نہیں گئے تھے
اور گھروں میں ہی بیٹھنے پر اکڑ رہے تھے جنھیں راہِ خدا
میں مال و جان سے جہاد کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا جنہوں
نے ایک دوسرے کے کان بھرے تھے کہ اس گرمی
میں کہاں نکلو گے؟ ایک طرف پھل پکے ہوئے ہیں سائے
بڑھے ہوئے ہیں دوسری جانب لُو کے لوکے چل رہے
ہیں، پس اللہ تعالےٰ ان سے فرماتا ہے کہ جہنم کی آگ
جس کی طرف تم اپنی اس بدکرداری سے جا رہے ہو وہ
اس گرمی سے زیادہ بڑھی ہوئی حرارت اپنے اندر رکھتی
ہے یہ آگ تو اس آگ کا ستّرواں حصہ ہے جیسے
کہ صحیحین کی حدیث میں ہے، اور روایت میں ہے کہ
تمہاری یہ آگ آتشِ دوزخ کے ستّر اجزاء میں سے
ایک جزء ہے پھر بھی یہ سمندر کے پانی میں دو دفعہ بجھائی
ہوئی ہے ورنہ تم اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکتے،
حضورؐ فرماتے ہیں ایک ہزار سال تک آتشِ دوزخ
دھونکی گئی تو سُرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی
گئی تو سفید ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک دھونکی گئی تو
سیاہ ہو گئی پس وہ اندھیری رات جیسی سخت سیاہ ہے
ایک بار آپ نے آیت وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ
کی تلاوت کی اور فرمایا ایک ہزار سال تک جلائے جانے
سے وہ سفید پڑ گئی پھر ایک ہزار سال تک بھڑکانے
سے سُرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک دھوں کے
جانے سے سیاہ ہو گئی پس وہ سیاہ رات جیسی ہے
اس کے شعلوں میں بھی چمک نہیں، ایک حدیث میں
ہے کہ اگر دوزخ کی آگ کی ایک چنگاری مشرق میں ہو
تو اس کی حرارت مغرب تک پہنچ جائے، ابو یعلےٰ کی
ایک غریب روایت میں ہے کہ اگر اس مسجد میں ایک لاکھ

بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمی ہوں اور کوئی جہنمی یہاں آکر سانس لے تو اس کی گرمی سے مسجد اور مسجد والے سب جل جائیں اور حدیث میں ہے کہ سب سے ہلکے عذاب والا دوزخ میں وہ ہوگا جس کے دونوں پاؤں میں دو جوتیاں آگ کی تسمے سمیت ہوں گی جس سے اس کی کھوپڑی کھدبدا رہی ہوگی اور وہ سمجھ رہا ہوگا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اسی کو ہو رہا ہے حالانکہ دراصل سب سے ہلکا عذاب اسی کا ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال اتار دیتی ہے، اور آیتوں میں ہے اُن کے سروں پر کھولتا ہوا گرم پانی بہایا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کی تمام چیزیں اور ان کی کھالیں جھلس جائیں گی پھر لوہے کے ہتوڑوں سے ان کے سر کچلے جائیں گے وہ جب وہاں سے نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھو، اور آیت میں ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا انھیں ہم بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دینگے ان کی کھالیں جھلستی جائیں گی اور ہم ادر ادر بدلتے جائیں گے کہ وہ خوب عذاب چکھیں، اس آیت میں بھی فرمایا ہے کہ اگر انھیں سمجھ ہوتی تو یہ جان لیتے کہ جہنم کی آگ کی گرمی اور تیزی بہت زیادہ ہے، تو یقیناً یہ باوجود موسمی گرمی کے رسول اللہ صلعم کے ساتھ جہاد میں خوشی خوشی نکلتے اور اپنے جان و مال کو راہِ خدا میں فدا کرنے پر تل جاتے، عرب کا شاعر کہتا ہے کہ تو نے اپنی عمر سردی گرمی سے بچنے کی کوشش میں گذار دی حالانکہ تجھے لائق تھا کہ خدا کی نافرمانیوں سے بچ تاکہ جہنم کی آگ سے بچ جائے، اب اللہ تبارک و تعالےٰ ان بدباطن منافقوں کو ڈرا رہا ہے کہ تھوڑی سی زندگی میں یہاں تو جتنا چاہیں ہنس لیں، لیکن اُس آنے والی بڑی زندگی میں ان کے لئے رونا ہی رونا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لوگو روؤ اور رونا نہ آئے تو زبردستی روؤ جہنمی روئیں گے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر نہروں جیسے گڑھے پڑ جائیں گے آخر آنسو ختم ہو جائیں گے اب آنکھیں خون برسانے لگینگی ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو اور خون بہا ہوگا کہ اگر کوئی اس میں کشتیاں چلانی چاہے تو چلا سکتا ہے، اور حدیث میں ہے کہ جہنمی جہنم میں روئیں گے اور خوب روتے رہیں گے آنسو ختم ہونے کے بعد پیپ نکلنا شروع ہوگا اس وقت دوزخ کے داروغے ان سے کہیں گے کہ اے بدبخت رحم کی جگہ تو تم کبھی بھی نہ روئے اب یہاں کا رونا دھونا لاحاصل ہے، اب یہ اونچی آوازوں سے چلا چلا کر جنتیوں سے فریاد کریں گے کہ تم لوگ ہمارے ہو رشتے کنبے کے ہو سنو ہم قبروں سے پیاسے اٹھے تھے پھر میدان محشر میں بھی پیاسے ہی رہے اور آج تک یہاں بھی پیاسے ہی ہیں ہم پر رحم کرو کچھ پانی ہمارے حلق میں چھوا دو یا جو روزی اللہ نے تمہیں دی ہے اس میں سے ہی تھوڑا بہت ہمیں دے دو چالیس سال تک کتّوں کی طرح چیختے رہیں گے چالیس سال کے بعد انھیں جواب ملے گا کہ تم یوں ہی دھتکارے ہوئے بھوکے پیاسے ہی ان سڑیل اور اٹل سخت عذابوں میں پڑے رہو اب یہ تمام بھلائیوں سے مایوس ہو جائیں گے ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ

پس اگر اللہ تعالےٰ تجھے ان کی کسی جماعت کی طرف لوٹا کر واپس

فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ

لے آئے پھر یہ تجھ سے میدان جنگ میں نکلنے کی اجازت طلب

لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ

کرتو کہہ دے — ساتھ — ہرگز چل — نہیں — سکتے

تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِیْتُمْ

اور نہ میرے ساتھ تم دشمنوں سے لڑائی کر سکتے ہو، تم نے پہلی مرتبہ

بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا

ہی بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا پس تم پیچھے رہ جانے والوں

مَعَ الْخٰلِفِیْنَ ﴿۸۳﴾

میں ہی بیٹھے رہو،

فرمان ہے کہ جب اللہ تعالےٰ تجھے سلامتی کے ساتھ اس غزوے سے واپس مدینے پہنچا دے اور ان میں سے کوئی جماعت تجھ سے کسی اور غزوے میں تیرے ساتھ چلنے کی درخواست کرے تو بطور ان کو سزا دینے کے تو صاف کہدینا کہ نہ تو تم میرے ساتھ والوں میں میرے ساتھ چل سکتے ہو نہ تم میری ہمراہی میں دشمنوں سے جنگ کر سکتے ہو، تم جب موقعہ پر دغا دے گئے اور پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہے تو اب تیاری کے کیا معنے؟ پس یہ آیت مثل آیت وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ الخ کے ہے بدی کا بُرا بدلہ بدی کے بعد ملتا ہے جیسے کہ نیکی کی جزا بھی نیکی کے بعد ملتی ہے، عمرۂ حدیبیہ کے وقت قرآن نے فرمایا تھا سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ الخ یعنی یہ پیچھے رہ جانے والے لوگ تم سے جب تم غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے کہ ہمیں اجازت دو ہم بھی تمہارے ساتھ ہولیں الخ یہاں فرمایا کہ ان سے کہدینا کہ بیٹھ رہنے والوں میں ہی تم بھی رہو، جو عورتوں کی طرح گھروں میں گھسے رہتے ہیں ❊ ❊ ❊ ❊

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا

ان میں سے کوئی مر جائے تو تو اس کے جنازے کی ہرگز نماز نہ

وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ

اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا، یہ اللہ اور اس کے رسول کے

وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

منکر ہو گئے اور مرتے دم تک بدکار بے اطاعت رہے،

حکم ہوتا ہے کہ اے نبی تم منافقوں سے بالکل بے تعلق ہو جاؤ، ان میں سے کوئی مر جائے تو تم نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھو نہ اس کی قبر پر جا کر اس کے لئے دعائے استغفار کرو، اس لئے کہ یہ کفر و فسق پر زندہ رہے اور اسی پر مرے یہ حکم تو عام ہے گو اس کا شانِ نزول خاص عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں ہے جو منافقوں کا رئیس اور امام تھا، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اس کے مرنے پر اس کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور درخواست کی کہ میرے باپ کے کفن کے لئے آپ خاص اپنا پہنا ہوا کرتا عنایت فرمائیے آپ نے دے دیا۔ پھر کہا کہ آپ خود اس کے جنازے کی نماز پڑھائیے، آپ نے یہ درخواست بھی منظور فرمالی اور نماز پڑھانے کے ارادے سے اٹھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آپ کا دامن تھام لیا اور عرض کی کہ حضورؐ آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے، ؟ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اس سے منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا سنو اللہ تعالےٰ نے مجھے اختیار دیا ہے فرمایا ہے تو ان کے لئے استغفار کر یا نہ کر اگر تو ان کیلئے ستر مرتبہ بھی استغفار کریگا تو بھی اللہ تعالیٰ انھیں نہ بخشیگا تو میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کروں گا، حضرت عمر رضہ فرمانے لگے یا رسول اللہ یہ منافق تھا لیکن تاہم حضورؐ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی، اس پر یہ آیت اتری، اور روایت میں ہے کہ اس نماز میں صحابہ رضہ بھی آپ کی اقتدا میں تھے اور روایت میں ہے حضرت عمر رضہ فرماتے ہیں کہ جب آپ اس کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تو میں صف میں سے نکل کر آپ کے سامنے آ کھڑا ہو گیا اور کہا کہ کیا آپ اس

دشمن خدا عبداللہ بن ابی کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے حالانکہ فلاں دن اس نے یوں کہا اور فلاں دن یوں کہا، اس کی وہ تمام باتیں دہرائیں، حضورؐ مسکراتے ہوئے سب سنتے رہے آخر میں فرمایا عمرؓ مجھے چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ نے استغفار کا مجھے اختیار دیا ہے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار ان کے گناہ معاف کرا سکتا ہے تو میں یقیناً ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، چنانچہ آپ نے نماز بھی پڑھائی جنازے کے ساتھ بھی چلے دفن میں بھی موجود رہے، اس کے بعد مجھے اپنی اس گستاخی پر بہت ہی افسوس ہونے لگا کہ خدا اور رسولِ خدا خوب علم والے ہیں میں نے ایسی اور اس قدر جرأت کیوں کی، کچھ ہی دیر ہوئی ہوگی جو یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں، اس کے بعد آخر دم تک نہ تو حضورؐ نے کسی منافق کے جنازے کی نماز پڑھی نہ اس کی قبر پر آکر دعا کی، اور روایت میں ہے کہ اس کے صاحبزادے رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر آپ تشریف نہ لائے تو ہمیشہ کے لئے یہ بات ہم پر رہ جائیگی جب آپ تشریف لائے تو اسے قبر میں اتار دیا تھا آپ نے فرمایا اس سے پہلے مجھے کیوں نہ لائے چنانچہ وہ قبر سے نکالا گیا آپ نے اس کے سارے جسم پر تھتکار کر دم کیا اور اسے اپنا کرتہ پہنایا، اور روایت میں ہے کہ وہ خود یہ وصیت کر کے مرا تھا کہ اس کے جنازے کی نماز خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھائیں، اس کے لڑکے نے آکر حضورؐ کو اس کی آرزو اور اس آخری وصیت کی بھی خبر کی تھی، اور یہ بھی کہا تھا کہ اس کی وصیت یہ بھی ہے کہ اُسے آپ کے پیراہن میں کفنایا جائے، آپ اس کے جنازے کی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے جو حضرت جبرئیل ؑ یہ آیتیں لے کر اترے، اور روایت میں ہے کہ جبرئیلؑ نے

آپ کا دامن تان کر نماز کے ارادے کے وقت یہ آیت سنائی، لیکن یہ روایت ضعیف ہے، اور روایت میں ہے اس نے اپنی بیماری کے زمانے میں حضورؐ کو بلایا آپ تشریف لے گئے، اور جا کر فرمایا کہ یہودیوں کی محبت نے تجھے تباہ کر دیا اس نے کہا یا رسول اللہؐ یہ وقت ڈانٹ ڈپٹ کا نہیں بلکہ میری خواہش ہے کہ آپ میرے لئے دعا استغفار کریں میں مرجاؤں تو مجھے اپنے پیرہن میں کفنائیں الخ بعض سلف سے مروی ہے کہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت عباس رضؓ آئے تو ان کے جسم پر کسی کا کپڑا ٹھیک نہیں آیا آخر اس کا کرتا لیا وہ ٹھیک آ گیا یہ بھی لمبا پورا چوڑی چکلی ہڈی کا آدمی تھا پس اس کے بدلے میں آپ نے اسے اس کے کفن کے لئے اپنا کرتا عطا فرمایا، اس آیت کے اترنے کے بعد نہ تو کسی منافق کے جنازے کی نماز آپ نے پڑھی، نہ کسی کے لئے استغفار کیا، مسند احمد میں ہے کہ جب آپؐ کو کسی جنازے کی طرف بلایا جاتا تو آپ پوچھ لیتے اگر لوگوں سے اس کی بھلائیاں معلوم ہوتیں تو تو آپ جا کر اس کے جنازے کی نماز پڑھاتے اور اگر کوئی ایسی ویسی بات کان میں پڑتی تو صاف انکار کر دیتے، حضرت عمر رضؓ کا طریقہ آپ کے بعد یہ رہا کہ جس کے جنازے کی نماز حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ پڑھتے اس کے جنازے کی نماز آپ بھی پڑھتے جس کی حضرت حذیفہؓ نہ پڑھتے تو آپ بھی نہ پڑھتے اس لئے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حضورؐ نے منافقوں کے نام گنوا دیئے تھے اور صرف انہی کو یہ نام معلوم تھے اسی بنا پر انھیں رازدار رسولؐ کہا جاتا تھا، بلکہ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت عمر رضؓ ایک شخص کے جنازے کی نماز کے لئے کھڑے ہونے لگے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے چٹکی لیکر انھیں روک دیا، جنازے کی نماز اور استغفار ان

دونوں چیزوں سے منافقوں کے بارے میں مسلمانوں کو
روک دینا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ مسلمانوں کی بارے
میں ان دونوں چیزوں کی پوری تاکید ہے، ان میں مردوں
کے لئے بھی پورا نفع ہے اور زندوں کے لئے بھی
کامل اجر و ثواب ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے
آپ فرماتے ہیں جو جنازے میں جائے اور نماز پڑھی
جانے تک ساتھ رہے اُسے ایک قیراط ثواب ملتا
ہے اور جو دفن تک ساتھ رہے اُسے دو قیراط ملتے
ہیں، پوچھا گیا کہ قیراط کیا ہے، فرمایا سب سے چھوٹا
قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے، اسی طرح یہ بھی حضورؐ
کی عادت مبارک تھی کہ میت کے دفن سے فارغ
ہو کر وہیں اس کی قبر کے پاس ٹھہر کر حکم فرماتے کہ اپنے
ساتھی کے لئے استغفار کرو اس کے لئے ثابت
قدمی کی دعا کرو اس سے اس وقت سوال و جواب
ہو رہا ہے۔ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ
ان کے مال و اولاد سے کچھ بھی تعجب نہ کرنا
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا
اللہ کی چاہت یہی ہے کہ انھیں ان چیزوں سے
فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ
دنیوی سزا دے اور یہ اپنی جانیں نکلنے تک
هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾
کافر ہی رہیں،

اسی مضمون کی آیۃ کریمہ گذر چکی ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر
بھی بحمد اللہ لکھدی گئی ہے جسکے دوہرانے کی ضرورت نہیں

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا
جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان
بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ
لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو

اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ
تو ان میں سے دولت مندوں کا ایک طبقہ تیرے پاس آکر یہ کہکر
قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾
رخصت لے لیتا ہے کہ ہمیں تو بیٹھے رہنے والوں میں ہی چھوڑ دیجئے،
رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ
یہ تو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر ریجھ گئے اور
طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾
ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی اب وہ کچھ سمجھ عقل نہیں رکھتے،

ان لوگوں کی برائی بیان ہو رہی ہے جو وسعت طاقت
قوت ہوتے ہوئے جہاد کے لئے نہیں نکلتے جی چرا
جاتے ہیں اور حکم خدا سُن کر پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ آکر اپنے رک رہنے کی اجازت
چاہتے ہیں، ان کی بے حمیتی تو دیکھو کہ یہ عورتوں جیسے
ہو گئے لشکر چلے گئے یہ نامرد زنانے عورتوں کی طرح
پیچھے رہ گئے، بوقت جنگ بزدل ڈرپوک اور گھروں
میں گھسے رہنے والے اور بوقت امن بڑھ بڑھ کر
باتیں بنانے والے، یہ بھونکنے والے کتوں اور گرجنے
والے بادلوں کی طرح ڈھول کے پول ہیں، چنانچہ اور
جگہ خود قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ خوف کے وقت
ایسی آنکھیں پھیرنے لگتے ہیں جیسے کوئی مر رہا ہو اور
جہاں وہ موقع گذر گیا کہ اب لگے چرب زبانی کرنے
اور لمبے چوڑے دعوے کرنے اور باتیں بنانے، امن
کے وقت تو مسلمانوں میں فساد پھیلانے لگتے ہیں اور
وہ بلند بانگ بہادری کے ڈھول پیٹتے ہیں کہ کچھ ٹھیک
نہیں لیکن لڑائی کے وقت عورتوں کی طرح چوڑیاں
پہن کر پردہ نشین بن جاتے ہیں بل اور سوراخ ڈھونڈ
ڈھونڈ کر اپنے تئیں چھپاتے پھرتے ہیں ایمان دار تو
سورت اترنے اور خدا کے حکم ہونے کا انتظار کرتے
ہیں لیکن بیمار دلوں والے جہاں سورت اتری اور

جہاد کا حکم سنا کر آنکھیں بند کر لیں دیدے پھیر لئے ان پر افسوس ہے اور ان کیلئے تباہی خیز مصیبت ہے، اگر یہ اطاعت گذار ہوتے اگر ان کی زبان سے اچھی بات نکلتی انکے ارادے اچھے ہوتے یہ خدا کی باتوں کی تصدیق کرتے تو یہی چیز انکے حق میں بہتر تھی لیکن انکے دلوں پر تو انکی بداعمالیوں سے مہر لگ چکی ہے اب تو ان میں اس بات کی صلاحیت بھی نہیں رہی کہ اپنے نفع نقصان کو ہی سمجھ لیں ٭ ٭ ٭

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
لیکن خود رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان دار اپنے مالوں
جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَ
اور جانوں سے جہاد کرتے رہتے ہیں ،
اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ
یہی لوگ خوبیوں والے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل
الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ
کرنے والے ہیں ، انہی کیلئے اللہ نے وہ جنتیں تیاری کی ہیں
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ
جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ۧ
یہی بہت بڑی کامیابی ہے ،

منافقوں کی مذمت ان کی اخروی درگت بیان فرما کر اب مؤمنوں کی مدحت اور ان کی اخروی راحت بیان ہو رہی ہے ، یہ جہاد کے لئے کمر باندھے رہتے ہیں یہ جان و مال راہ خدا میں فدا کرتے رہتے ہیں ، انہی کے حصے میں بھلائیاں اور خوبیاں ہیں یہی فلاح پانے والے لوگ ہیں ، انہی کے لئے جنت الفردوس ہے اور انہی کے لئے بلند درجے ہیں یہی مقصد حاصل کرنے والے یہی کامیابی کو پہنچ جانے والے لوگ ہیں ٭

وَجَاۗءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ
بادیہ نشینوں میں سے عذر والے لوگ حاضر ہوئے کہ انہیں
لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا
رخصت دیدی جائے اور وہ بیٹھ رہے جنہوں نے خدا سے اور
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ
اس کے رسول سے جھوٹی باتیں بنائی تھیں ، اب تو ان میں جتنے کفار
كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾
ہیں انہیں دکھ دینے والی مار پہنچ کر رہے گی ،

یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہو سکتے تھے مدینہ کے ارد گرد کے یہ لوگ آ آ کر اپنی کمزوری ضعیفی بے طاقتی بیان کر کے اللہ کے رسول ﷺ سے اجازت لیتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ انہیں واقعی معذور سمجھیں تو اجازت دے دیں ، یہ بنو غفار کے قبیلے کے لوگ تھے ، ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قرأت میں وَجَاۗءَ الْمُعْذِرُوْنَ ہے یعنی اہل عذر لوگ ، یہی معنی مطلب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملے کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے یہ نہ آئے نہ اپنا رک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضور ﷺ سے رک رہنے کی اجازت چاہی ، بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ عذر پیش کرنے والے بھی دراصل عذر والے نہ تھے اسی لئے ان کے عذر مقبول نہ ہوئے لیکن پہلا قول پہلا ہی ہے وہی زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم ، اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ، دوسری وجہ یہ ہے کہ عذاب کا وعدہ بھی ان سے ہوا جو بیٹھے ہی رہے ٭ ٭ ٭ ٭

لَيْسَ عَلَي الضُّعَفَاۗءِ وَلَا عَلَي
ناتوان ضعیفوں پر اور بیماروں پر اور ان پر
الْمَرْضٰى وَلَا عَلَي الَّذِيْنَ لَا
جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ بھی نہیں

يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا
کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ خدا اور اس کے

نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى
رسول کی خیر خواہی کرتے رہیں، ایسے نیک

الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ
کاروں پر الزام کی کوئی راہ نہیں، اللہ تعالےٰ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ
بڑی مغفرت و رحمت والا ہے، ہاں ان پر بھی کوئی حرج نہیں

اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ
جو تیرے پاس آتے ہیں کہ تو انھیں سواری مہیا کردے تو تو جواب

اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ
تمہاری سواری کے لئے کچھ بھی نہیں پاتا تو وہ رنج و غم سے

اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا
اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ

اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا
انھیں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی میسر نہیں، بیشک

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ
ان لوگوں پر تو راہ الزام ہے اور انہی پر ہے جو باوجود دولتمند

وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا
ہونے کے تجھ سے اجازت طلب کرتے ہیں جو خانہ نشین عورتوں

مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى
کا ساتھ دینے پر خوش ہیں جن کے دلوں پر مہر خداوندی

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾
لگ چکی ہے جس سے وہ محض بے علم ہو گئے ہیں

اس آیت میں ان شرعی عذروں کا بیان ہو رہا ہے جن کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص جہاد میں نہ جائے تو اس پر شرعی حرج نہیں پس ان سببوں میں سے ایک قسم تو وہ ہے جو لازم ہوتی ہے کسی حالت میں انسان سے الگ نہیں ہوتی جیسے پیدائشی کمزوری یا اندھاپن یا لنگڑاپن کوئی لولا لنگڑا اپاہج بیمار یا بالکل ہی ناطاقت ہو، دوسری قسم کے وہ عذر ہوتے ہیں جو کبھی ہیں اور کبھی نہیں اتفاقیہ اسباب ہیں مثلاً کوئی بیمار ہو گیا ہے یا بالکل فقیر ہو گیا ہے سامانِ سفر سامان جہاد مہیا نہیں کر سکتا وغیرہ پس یہ لوگ شرکتِ جہاد نہ کر سکیں تو ان پر شرعاً کوئی مواخذہ گناہ یا عار نہیں، لیکن انھیں اپنے دل میں صلاحیت اور خلوص رکھنا چاہیئے مسلمانوں کے دین خدا کے خیر خواہ بنے رہیں اوروں کو جہاد پر آمادہ کریں بیٹھے بیٹھے جو خدمت مجاہدین کی انجام دے سکتے ہوں دیتے رہیں، ایسے نیک کاروں پر کوئی وجہ الزام نہیں، اللہ بخشنے والا مہربان ہے حواریوں نے عیسیٰؑ نبی اللہ سے پوچھا کہ ہمیں بتلایئے خدا کا خیرخواہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو اللہ کے حق کو لوگوں کے حق پر مقدم کرے اور جب ایک کام دین کا اور ایک دنیا کا آجائے تو دینی کام کی اہمیت کا پورا لحاظ رکھے پھر فارغ ہو کر دنیوی کام کو انجام دے ایک مرتبہ قحط سالی کے موقعہ پر لوگ نماز استسقاء کے لئے میدان میں نکلے ان میں حضرت بلال بن سعد بھی تھے آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا اے حاضرین کیا تم یہ مانتے ہو کہ تم سب خدا کے گنہگار بندے ہو سب نے پورا اقرار کیا، اب آپ نے دعا شروع کی کہ پروردگار ہم نے تیرے کلام میں سُنا ہے کہ نیک کاروں پر کوئی راہ نہیں، ہم اپنی برائیوں کے اقراری ہیں پس تو ہمیں معاف فرما ہم پر رحم فرما، ہم پر اپنی رحمت سے بارشیں برسا اب آپ نے ہاتھ اٹھائے اور آپ کے ساتھ ہی اور سب نے رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اسی وقت جھوم جھوم کر رحمت کی بدلیاں برسنے لگیں، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے

کہ میں حضورؐ کا منشی تھا سورۂ برأت جب اتر رہی تھی میں اُسے بھی لکھ رہا تھا میرے کان میں قلم اُڑسا ہوا تھا جہاد کی آیتیں اتر رہی تھیں حضورؐ منتظر تھے کہ دیکھیں اب کیا حکم نازل ہوتا ہے، جو ایک نابینا صحابی آئے اور کہنے لگے حضورؐ میں جہاد کے احکام اس اندھاپے میں کیسے بجا لا سکتا ہوں، اسی وقت یہ آیت اتری، پھر ان کا بیان ہوتا ہے جو جہاد کی شرکت کے لئے تڑپتے ہیں مگر قدرتی اسباب سے مجبور ہو کر بادلِ ناخواستہ رُک جاتے ہیں، جہاد کا حکم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہوا مجاہدین کا لشکر جمع ہونا شروع ہوا تو ایک جماعت آئی جن میں حضرت عبداللہ بن مغفل ابن مقرن مزنی وغیرہ تھے انہوں نے کہا کہ حضورؐ ہمارے پاس سواریاں نہیں آپ ہماری سواریوں کا انتظام کر دیں تاکہ ہم بھی راہِ خدا میں جہاد کرنے کا اور آپکی ہمرکابی کا شرف حاصل کریں، آپ نے جواب دیا کہ واللہ میرے پاس تو ایک بھی سواری نہیں، یہ ناامید ہو کر روتے پیٹتے غمزدہ اور رنجیدہ ہو کر لوٹے ان پر اس سے زیادہ بھاری بوجھ کوئی نہ تھا کہ یہ اسوقت ہمرکابی کی اور جہاد کی سعادت سے محروم رہ گئے اور عورتوں کی طرح انھیں یہ مدت گھروں میں گذارنی پڑیگی نہ ان کے پاس خود ہی کچھ ہے نہ کہیں سے کچھ ملتا ہے پس جناب باری نے یہ آیت نازل فرما کر ان کی تسکین کر دی، یہ آیت قبیلۂ مزینہ کی شاخ بنی مقرن کے بارے میں اتری ہے، محمد بن کعبؒ کا بیان ہے کہ یہ سات آدمی تھے بنی عمرو کے، سالم بن عوف بنی واقف کے، حرمی ابن عمرو بنی مازن کے عبدالرحمٰن بن کعب بن معلی کے، فضل اللہ بنی سلمہ کے، عمروؓ بن عثمہ، اور عبداللہؓ بن عمرو مزنی، اور بنو حارثہ کے علیہؓ بن زید، بعض روایتوں میں کچھ ناموں میں ہیر پھیر بھی ہے، انہی نیک نیت بزرگوں کے بارے میں اللہ کے رسول رسولوں کے سرتاج صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واہل بیتہ وسلم کا فرمان ہے کہ اے میرے مجاہد ساتھیو تم نے مدینے میں جو لوگ اپنے پیچھے چھوڑے ہیں ان میں وہ بھی ہیں کہ تم جو خرچ کرتے ہو جس میدان میں چلتے ہو جو جہاد کرتے ہو سب میں وہ بھی ثواب کے شریک ہیں، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی، اور روایت میں ہے کہ یہ سنکر صحابہؓ نے کہا وہ باوجود اپنے گھروں میں رہنے کے ثواب میں ہمارے شریک ہیں، آپ نے فرمایا ہاں اس لئے کہ وہ معذور ہیں عذر کے باعث رُکے ہیں، اور روایت میں ہے انھیں بیماروں نے روک لیا ہے، پھر ان لوگوں کا بیان فرمایا جنھیں نے الواقع کوئی عذر نہیں مال دار ہٹے کٹے ہیں لیکن پھر بھی سرکار نبوت میں آکر بہانے تراش تراش کر جہاد میں ساتھ نہیں دیتے، عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھ جاتے ہیں زمین پکڑ لیتے ہیں فرمایا اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر مُہر خداوندی لگ چکی ہے، اب وہ اپنے بھلے بُرے کے علم سے بھی کورے ہو گئے ہیں

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

بحمداللہ! تفسیر ابن کثیر اردو کا دسواں پارہ مکمل ہوا۔

ناشر
نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب۔ آرام باغ فریر روڈ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر ابن کثیر اردو پارہ ۱۱

فہرست اہم مضامین

نور محمد، اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب۔ آرام باغ فریر روڈ کراچی

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ

یہ لوگ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے۔

قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ

آپ کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے اللہ تعالیٰ

نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ

ہم کو تمہاری خبر دے چکے ہیں اور آئندہ بھی اللہ اور اس کا رسول تمہاری کارگزاری

وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ

دیکھ لیں گے پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا

وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾

جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ

ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے جب تم ان کے پاس واپس

لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ

جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو سو تم ان کو انکی حالت پر چھوڑ دو۔ وہ لوگ بالکل

رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

گندے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے ان کاموں کے بدلے جو کچھ وہ کیا کرتے

يَكْسِبُوْنَ ۞ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ

تھے۔ یہ اس لئے قسمیں کھا دیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر

فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ

تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں

الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۞

سے راضی نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین سے متعلق یہ معلوم کرا دیا ہے کہ جب تم مدینہ واپس ہو گے تو تمہارے سامنے اپنے عذرات پیش کریں گے۔ لیکن تم اُن سے کہدو کہ عذراتِ باطلہ پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہم تمہاری بات کو کبھی سچ نہ مانیں گے اللہ پاک نے ہمیں تمہارے احوال معلوم کرا دیئے ہیں عنقریب اللہ پاک تمہارے اعمال دنیا میں لوگوں کے سامنے ظاہر فرما دے گا اور تمھیں تمہارے اچھے بُرے سارے اعمال کی خبر دیدے گا اور پھر اپنے اعمال کا نتیجہ بھی دیکھنا پڑے گا۔ پھر ان سے متعلق مزید خبر دی گئی کہ، وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کریں گے تاکہ تم ان سے درگزر کر جاؤ اور چشم پوشی کر لو۔ یہ اُس وقت ہوگا جب تم مدینہ واپس ہو جاؤ گے۔ لیکن تم ہرگز ان کی تصدیق نہ کرنا اور ان سے اظہارِ حقارت کے لئے اعراض کر جاؤ۔ ان میں نفس کی گندگی ہے، ان کے باطن اور ان کے اعتقادات نجس ہیں۔ آخرت میں اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ ان کے اعمال کا یعنی خطا کاریوں کا صحیح بدلہ ہے۔ اور یہ بھی بتلا دیا کہ اگر تم ان سے ان کی قسمیں کھانے کے سبب راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں سے راضی نہ ہوگا جو خدا کی طاعت اور رسول کی فرماں برداری سے باہر ہو گئے ہیں۔ وہ لوگ فاسق ہیں اور فسق کے لغوی معنی باہر نکلنے کے ہیں، کہتے ہیں الفارۃ فُوَیْسِقَۃ یعنی چوہا خرابیاں اور فساد پیدا کرنے کے لئے ہی اپنے بل سے نکلتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے فَسَقَتِ الرُّطَبَۃ یعنی ڈالیوں سے کھجور کے خوشے نکل آئے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی

اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى

چاہیئے کہ اُن کو اُن احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر

رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞ وَمِنَ

نازل فرمائے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔ اور ان دیہاتیوں

الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ

میں سے بعض بعض ایسا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اس کو جرمانہ سمجھتا ہے اور تم

يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ

مسلمانوں کیواسطے گردش کا منتظر رہتا ہے، بُرا وقت ان ہی پر پڑنے والا

السَّوْءِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۹۸ وَمِنَ

ہے۔ اور اللہ سنتے ہیں جانتے ہیں۔ اور بعضے اہل

الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان

الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ

رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول

وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ۭ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۭ

کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں یاد رکھو کہ ان کا یہ خرچ کرنا بیشک ان کے لئے موجب قربت ہے

سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۹۹

والے بڑی رحمت والے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ اعراب میں کفار بھی ہوتے ہیں اور مومنین بھی۔ اور ان کا کفر اور ان کا نفاق دوسروں کی بہ نسبت بہت عظیم اور شدید ہوتا ہے اور وہ اسی بات کے سزاوار ہیں کہ اللہ پاک نے اپنے رسول پر جو حدود و احکام نازل فرمائے ہیں ان سے بے خبر رہیں، جیسے کہ اعمش نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی بدوی زید بن صوحان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہے تھے اور جنگ نہاوند میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ اعرابی ان سے کہنے لگا کہ تمھاری باتیں تو بڑی پیاری ہیں اور تم بڑے اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن یہ تمھارا کٹا ہوا ہاتھ مجھے تمھارے بارے میں شک پیدا کرتا ہے۔ تو زید نے کہا کہ میرے کٹے ہوئے ہاتھ سے تمھیں شک کیوں ہوتا ہے یہ تو بایاں ہاتھ ہے، تو اعرابی نے کہا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ چوری میں بایاں ہاتھ کاٹتے ہیں کہ دہنا ہاتھ۔ تو زید بن صوحان بول اٹھے کہ اللہ نے سچ

فرمایا تھا کہ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ۔ یعنی یہ کفار اعراب اسی کے سزاوار ہیں کہ حدود اللہ سے ناواقف رہیں۔)

امام احمدؒ نے بالاسناد ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو صحرا نشین ہوا وہ گویا جلاوطن ہے اور جو شکار کے پیچھے دوڑا دوڑا پھرتا ہے بڑا ہی بے سمجھ ہے اور جس نے کسی بادشاہ کی ہمنشینی اختیار کی، وہ فتنہ سے دوچار ہوگیا۔ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی میں بھی سفیان ثوریؒ سے یہ حدیث مروی ہے۔ ترمذیؒ نے اسے حسن غریب بتایا ہے۔ ثوریؒ سے روایت کے سوا اور کسی سے روایت کا ہمیں علم نہیں (بدویوں میں چونکہ بدمزاجی اُجڈپن اور بدتمیزی ہوتی ہے اس لئے اللہ نے ان میں سے اپنا رسول نہیں پیدا کیا۔ بعثت نبوت ہمیشہ شہری اور مہذب لوگوں میں ہوا کی ہے۔ جیساکہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى۔ یعنی ہم نے تم سے پہلے بھی جتنے رسولوں کو انسانوں کی طرف بھیجا وہ سب شہری اور متمدن تھے۔)

۱۲ ع ۱۰ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے اپنا ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا تو اس وقت تک اس کا دل خوش نہ ہوا جب تک کہ اس سے کئی گنا زیادہ آپ نے اس کے پاس نہ بھیج دیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اب میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ قرشی، ثقفی، انصاری اور دوسی کے سوا اور کسی کا ہدیہ قبول نہ کروں گا۔ کیونکہ یہ لوگ متمدن شہری ہیں مکہ، طائف، مدینہ اور یمن میں رہتے ہیں۔ اخلاق میں یہ بدوؤں سے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اعرابی اُجڈ بہت ہوتے ہیں۔

اعرابی بچوں کو چومنے کے بارے میں حدیث

حدیث مسلم بالاسناد عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ چند بدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے، کیا تم اپنے بچوں کو چومتے ہو؟ تو صحابہؓ نے کہا، ہاں۔ تو انھوں نے کہا لیکن خدا کی قسم ہم نہیں چومتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، اگر اللہ نے تمھارے دلوں سے محبت اور رحمت کو نکال دیا ہے، تو کیا میں اس کا ذمّہ دار ہوں؟ اور اللہ خوب واقف ہے ان لوگوں سے جو اس بات کے مستحق ہیں کہ انھیں علم اور ایمان کی توفیق دی جائے اور اپنے بندوں میں علم، جہل۔ ایمان۔ کفر اور نفاق کی تقسیم بڑی دانشوری سے کی ہے۔ وہ اپنی حکمت اور علم کی بنا پر جو کچھ کرتا ہے کون اس پر حرف گیری کر سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ انھیں میں ایسے تھڑدلے بھی ہیں کہ خدا کی راہ میں اگر وہ کچھ خرچ کرتے ہیں تو اُس کو تاوان اور خسارہ سمجھ بیٹھتے ہیں اور تم پر حوادث و آفات کے منتظر رہتے ہیں۔ لیکن یہ حوادث انھیں پر منعکس ہوں گے اور گھوم پھر کر انھیں پر نازل ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کی پکار کو سننے والا ہے اور اِس بات کو جانتا ہے کہ خذلان و نامرادی کا کون مستحق ہے اور نصر و کامیابی کا کون سزاوار ہے۔

اور اعراب کی ایک اور قسم ممدوح ہے یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں اگر کچھ خرچ کرتے ہیں تو اُس کو اللہ کے پاس قربت و پسندیدگی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے سبب اپنے لئے رسولؐ کی دُعائے خیر حاصل ہو۔ ہاں یقیناً یہ انفاق ان کے لئے قربتِ خداوندی کا سبب ہوگا اور اللہ پاک ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ

وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ

اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ اُن سب سے

رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ

راضی ہوا، اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ

لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ جن میں ہمیشہ

اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ میں اُن مہاجرین اور انصار اور تابعین سے راضی ہوں جنھوں نے میری رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کی ہے اور میری خوشنودی اس طرح ثابت ہے کہ میں نے ان کے لئے جنات نعیم تیار کر رکھے ہیں۔ شعبی کہتے ہیں کہ مہاجرین و انصار میں سے سابقین و اوّلین وہ ہیں جنھوں نے جنگِ حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کا شرف حاصل کیا ہے اور شعبی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری اور سعید بن المسیب اور محمد بن سیرین اور حسن اور قتادہ نے کہا، یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبلتین کی طرف نماز پڑھی۔

محمد بن کعب القرظی کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اور وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ تو عمر رضہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور پوچھا کہ کس نے تمھیں یہ پڑھایا ہے؟ تو کہنے لگا کہ اُبی بن کعبؓ نے! تو کہنے لگے اچھا چلو میں تمھیں اُبیؓ کے پاس لے چلتا ہوں تاکہ پوچھ لوں۔ اور جب حضرت اُبیؓ کے پاس پہنچے تو پوچھا، کیا تم نے اِس آیت کو اس طرح پڑھنا بتایا ہے؟ تو اُبی بن کعبؓ نے کہا ہاں۔ تو پوچھا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِسی طرح سُنا ہے؟ کہا، ہاں! تو عمر رضہ کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم نے وہ اعلیٰ و ارفع درجہ پالیا ہے کہ ہمارے بعد کوئی دوسرا یہ منزلت حاصل نہیں کر سکتا۔ تو اُبی کہنے لگے اِس آیت کی

تصدیق سورۂ جمعہ کے اوّل میں بھی ہے۔ یعنی وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ اور سورۂ حشر میں بھی ہے وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ الی آخرہ۔ اور سورۂ انفال میں بھی ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ۔ ابن جریرؒ نے اس کی روایت کی ہے اور کہا کہ حسن بصری وَالْاَنْصَارُ کے لفظ کو پیش سے پڑھتے تھے۔ اور السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ پر عطف قرار دیتے تھے۔ گویا عبارت یوں ہوئی کہ مہاجرین میں سے سابقین اوّلین اور انصار اور ان کے تابعین سے خدا راضی ہے۔ افسوس کیا کمبختی ہے اُن لوگوں کی جو ان صحابہ رضؓ سے بغض رکھتے ہیں انھیں گالیاں دیتے ہیں یا بعض صحابہ رضؓ کو سبّ و شتم کرتے ہیں۔ خصوصًا وہ صحابی جو تمام صحابہ کا سردار ہے پیغمبرؐ کا جانشین ہے رسولؐ کے بعد اسی کا درجہ ہے، جس کو افضل صحابہؓ کا درجہ حاصل ہے یعنی حضرت صدّیق اکبر اور خلیفۂ اعظم ابوبکر بن قحافہ رضی اللہ عنہ۔ یہ رافضیوں کا نامُراد فرقہ افضل صحابہ رضؓ سے دشمنی رکھتا ہے اُنھیں گالی گلوج کرتا ہے۔ ایسی حرکت سے خدا کی پناہ۔ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کی عقلیں اوندھی ہو گئی ہیں اُن کے قلوب اُلٹ گئے ہیں۔ اگر وہ کمبخت ان لوگوں کو گالیاں دیں جن سے کہ خدا راضی ہو چکا ہے اور قرآن میں اپنی رضامندی کی انھیں سند دے دی، تو پھر کس مُنہ سے وہ قرآن پر ایمان لانے کا دعوٰی کرتے ہیں اب قرآن پر ایمان ہی کہاں رہا۔ اور اہلِ سنّت ان لوگوں کی قدر کرتے ہیں اور ان سے راضی ہیں جن سے کہ اللہ راضی ہے اور یہ اہلِ سنّت بُرا بھلا کہتے ہیں تو ان کو جنھیں خود خدا نے اور رسولؐ نے بُرا کہا ہے اور ان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جن کو اللہ دوست رکھتا ہے۔ اور ان کے مخالف ہیں کہ خدا خود جن کا مخالف ہے۔ یہ اتباعِ ہدایت کرتے ہیں، بدعتی نہیں ہیں۔ نبیؐ کی اقتدا کرتے ہیں اور مذہب و اعتقادات میں نئے نئے شاخسانے نہیں نکالتے۔ فلاح پانے والے اور مومن بندوں کی جماعت یہی ہے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ

اور کچھ تمھارے گرد و پیش والوں میں ... اور کچھ مدینے والوں

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫

میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حدِ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں

لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ

آپ ان کو نہیں جانتے۔ ان کو ہم جانتے ہیں ہم ان کو دُہری سزا دیں گے پھر

ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾

وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے

اللہ پاک اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے رہا ہے کہ عرب کے قبائل میں جو مدینہ کے اطراف رہتے ہیں بعض منافق ہیں اور خود مدینہ کے رہنے والے بعض مسلمان بھی درحقیقت منافق ہیں کہ اپنے نفاق کو لئے چل رہے ہیں اور منافقت سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے، شیطان مرید و مارد۔ اور تمرد فلاں علی اللہ یعنی فلاں نے خدا کی نافرمانی اور سرکشی کی۔ خدا کا قول لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ خدا کے اس قول وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ کے منافی اور متضاد نہیں ہے یعنی تم انھیں نہیں پہچانتے، ہم انھیں خوب جانتے ہیں اور یہ قول کہ اگر ہم چاہیں تو ہم تمھیں تبلادیں گے کہ وہ کیسے ہیں تو پھر تم انھیں جان جاؤ گے ان کی صورت دیکھتے ہی اور انھیں پہچان لوگے اُن کی کج مج باتوں ہی سے۔ یہ دونوں آیتیں آپس میں ضد نہیں، اس لئے کہ یہ اس قسم کی چیز ہے کہ اس کے ذریعہ ان کی صفات کی نشاندہی کی گئی ہے تاکہ وہ پہچان لئے جا سکیں یہ بات نہیں کہ تم تمام ہی منافقین کو علی التعیین جانتے ہو۔ آپ اہلِ مدینہ میں سے صرف ان بعض اہلِ نفاق کو

جانتے تھے جو رات دن ملتے جلتے رہتے تھے اور جنھیں آپ صبح و شام دیکھتے تھے۔ صحیح طور پر اس کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام احمدؒ نے بالاسناد جبیر ابن مطعم رضؓ سے روایت کی ہے کہ جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ مکہ میں ہمیں کوئی اجر نہیں ملا تو آپ نے فرمایا کہ اے جبیر تم لوگوں کا اجر تمھیں ضرور دیا جائے گا خواہ تم لوگ کے نہیں لومڑی کے بھٹ ہی میں کیوں نہ ہو۔ پھر آپ نے میری طرف سر جھکا کر رازدارانہ طور پر فرمایا کہ میرے اصحاب میں بعض منافق بھی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بعض منافقین ایسی کج مج باتیں بولتے رہتے ہیں جن میں کوئی صداقت نہیں ہوتی۔ چنانچہ یہ بھی ایک اِسی قسم کا کلام تھا جس کو جبیر بن مطعم نے سُنا تھا۔ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا کی تفسیر میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ کو یہ بات معلوم کرا دی تھی کہ چودہ یا پندرہ متشخص اصحاب ایسے ہیں جو در حقیقت منافق ہیں اور یہ تخصیص اس بات کی مقتضی نہیں کہ آپ ان تمام کے نام جانتے تھے اور ان کے تشخص و عینیت سے واقف تھے۔ واللہُ اعلم۔

حافظ ابن عساکر ترجمہ ابوعمر البیروتی میں بالاسناد روایت کرتے ہوئے کہا کہ ایک آدمی جس کا نام حرملہ تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ ایمان تو یہاں ہے اور اشارہ کیا اپنی زبان کی طرف۔ اور نفاق یہاں ہوتا ہے اور اشارہ اپنے ہاتھ سے کیا اپنے قلب کی طرف اور خدا کا نام بھی لیا تو کچھ یونہی سا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خدا! تو اس کی زبان کو ذاکر بنا دے اور قلب شاکر بنا دے اور اس کو میری محبت عطا فرما اور مجھ سے محبت کرنے والوں کی محبت عطا فرما اور اس کے سارے اُمور خیر کی طرف پھیر دے۔ اب اس کی ساری منافقت دُور ہو گئی اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! میرے اکثر ساتھی مُنافقین ہیں اور میں اُن سب کا سردار تھا، کیا اُن سب کو میں آپ کے پاس پکڑ کر نہ لاؤں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جو آپ ہی میرے پاس آ جائے گا تو ہم اس کے لئے خدا سے مغفرت چاہیں گے اور جو نفاق پر اصرار کئے رہے گا۔ اللہ اس کو دیکھ لے گا۔ تم کسی کا راز فاش نہ کرو۔ ایسی ہی روایت ابو احمد الحاکم نے بھی کی ہے۔ اس آیت کے بارے میں قتادہؒ نے کہا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا جو بے تکلف لوگوں کے بارے میں اپنا یہ علم و یقین ظاہر کرتے رہتے ہیں کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی ہے۔ اور اگر خود ان سے پوچھا جائے کہ تم بتاؤ کون ہو جنتی کہ دوزخی؟ تو کہتے ہیں میں نہیں جانتا۔ حالانکہ آدمی اپنی نسبت تو زیادہ بہتر طریقے سے جان سکتا ہے بہ نسبت دوسروں کے بارے میں جانتا ہے کہ دوزخی ہیں یا جنتی، وہ تو ایسی بات کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں جس کا دعویٰ تو انبیاءؑ نے بھی نہیں کیا۔

نبی اللہ نوح علیہ السلام نے کہا تھا کہ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ یعنی میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اور نبی اللہ شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ۔ اللہ تعالےٰ کے پاس تمھارے لئے خیر ہے اگر تم مومنین ہو، اور میں تم پر کوئی نگرانِ کار و ذمہ دار تو نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ یعنی تم ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

ابن عباس رضؓ سے اِس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے فلاں فلاں لوگو تم مسجد سے چلے جاؤ کہ تم منافق لوگ ہو۔ چنانچہ بڑی رسوائی کے ساتھ وہ مسجد میں سے نکالے گئے۔ وہ مسجد سے نکل

رہے تھے اور عمر رضؓ مسجد کی طرف آرہے تھے۔ تو عمر رضؓ یہ سمجھ کر کہ لوگ پلٹ رہے تو شاید نمازِ جمعہ ہو چکی ہے شرما گئے اور شرم کے مارے اُن لوگوں سے اپنے کو چھپانے لگے اور یہ لوگ بھی اپنے کو عمر رضؓ سے چھپانے لگے، یہ سمجھ کر کہ عمر رضؓ کو بھی ہمارے اِس نفاق کا علم ہو گیا ہو گا غرض جب عمر رضؓ مسجد میں آئے تو معلوم ہوا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی اور ایک مسلمان نے انھیں اطلاع دی اور کہا، اے عمر رضؓ! خوش ہو جاؤ کہ آج منافقین کو اللہ نے رُسوا کر دیا ہے۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ یہ مسجد سے نکالا جانا عذاب اوّل ہے اور عذابِ ثانی عذاب قبر ہو گا۔

ثوری رحؒ نے بھی بالاسناد یہی کہا ہے۔ مجاہد رحؒ نے قولہ تعالے سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ کے بارے میں کہا ہے کہ اِس سے مُراد قتل اور قید ہے اور ایک دوسری روایت میں بھوک اور عذابِ قبر سے تعبیر کی گئی ہے۔ پھر وہ عذابِ عظیم کی طرف رد کئے جائیں گے۔ ابن جریجؒ کا قول ہے کہ عذاب دنیا اور عذاب قبر مُراد ہے۔ پھر وہ عذابِ عظیم یعنی عذابِ دوزخ میں مُبتلا کئے جائیں گے۔ حسن بصریؒ نے کہا ہے دنیا کا اور قبر کا عذاب مُراد ہے۔ عبد الرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ دنیا کا عذاب اموال اور اولاد کے فتنہ کا عذاب ہے۔ پھر اللہ کا یہ قول پڑھ کر سُنایا۔ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا یعنی ان کافروں کے اموال اور اولاد تم کو حسد میں مبتلا نہ کر دیں اللہ کا منشاء یہ ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ دنیا کی زندگی ہی میں اللہ انھیں عذاب میں مبتلا کر دے کیونکہ یہ مصائب ان کے لئے عذاب ہیں لیکن مومنین کے لئے باعثِ اجر ہیں اور آخرت کے عذاب سے مُراد دوزخ کا عذاب ہے۔ محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ پہلے عذاب سے تو مُراد وہ عذاب ہے جو اسلام کے پھیل جانے سے انھیں پہنچا ہے اور بے انتہا رنج و افسوس جو اُن پر طاری ہوا ہے۔ دوسرا عذاب قبر کا عذاب ہے اور عذابِ عظیم وہ ہے جو آخرت میں انھیں ملے گا، اور ہمیشہ ہمیشہ کا ملے گا۔

سعید نے قتادہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ رضؓ کے کان میں کہا کہ بارہ منافقین ہیں ان میں سے چھ کو دبیلہ کافی ہے یہ نارِ جہنم کا ایک شعلہ ہے جو اُن کے کاندھے پر لگے گا تو سینے تک جا پہنچے گا یعنی پیٹ کے درد، اندرونی بیماریوں اور دمبلوں سے مریں گے اور باقی چھ اپنی موت سے مَر جائیں گے۔

سعید نے ہم سے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کوئی مَرتا اور وہ ان کی نظر میں مشتبہ ہوتا تو حُذیفہ کی طرف دیکھتے۔ اگر وہ اس میت کی نمازِ جنازہ پڑھتے تو خود بھی پڑھتے، یہ یقین کر کے کہ یہ میّت اُن بارہ منافقین میں سے نہیں ہے اور حذیفہ اگر نہ پڑھتے تو پھر خود بھی نہ پڑھتے۔ معلوم ہوا ہے کہ عمر رضؓ نے حذیفہ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ خدا کی قسم بتا دو کہ میں ان بارہ میں سے تو نہیں ہوں۔ تو حذیفہ نے کہا کہ تم نہیں ہو، لیکن تمھارے سوا میں کسی اور کی ذمہ داری نہیں لیتا۔

وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا

اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے جنھوں نے ملے جُلے عمل کئے

عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ

تھے کچھ بھلے اور کچھ بُرے — اللہ سے امید ہے کہ ان پر

أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

توجہ فرمائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے

رَّحِيمٌ ۝ ۱۰۲

بڑی رحمت فرمانے والے ہیں

جب اللہ تعالیٰ ان منافقین کا حال بیان کر چکا، جو مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے سے رُک

گئے تھے۔ اور شرکتِ جنگ سے بے رغبتی، تکذیب اور شک کا مظاہرہ کرتے تھے تو پھر ان گنہگاروں کا ذکر شروع کرتا ہے جو جہاد میں شریک ہونے سے باز رہے تھے، صرف سستی اور آرام طلبی کے سبب حالانکہ انھیں تصدیقِ حق اور ایمان حاصل تھا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ، ان منافقین کے سوا اور دوسرے لوگ جو جہاد سے رُک رہے انھوں نے اپنے قصور کا اعتراف و اقرار کر لیا۔ لیکن یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے دوسرے اعمالِ صالحہ بھی ہیں، اور ان اعمالِ صالحہ کے ساتھ اپنی بعض تقصیرات جیسے جہاد سے باز رہنا بھی انھوں نے شامل کر دیا ہے لیکن ان کی اِس تقصیر کو اللہ پاک نے معاف فرما دیا ہے۔ اور ان منافقین کی تقصیر کو وہ معاف نہیں کرے گا، اور ان کے کوئی اعمالِ صالحہ ہیں بھی نہیں۔ یہ آیت اگرچہ چند معیّن اشخاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن سارے مخلص خطاکاروں اور گنہگاروں پر بھی عام ہے اور مجاہدؒ کا قول ہے کہ یہ ابولبابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب کہ انھوں نے بنی قریظہ سے کہا تھا کہ یہ ذبح کی جگہ ہے اور ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ابن عبّاس رضؓ کا قول ہے کہ اٰخَرُوْنَ سے مُراد ابولبابہ اور ان کے اصحاب کی جماعت ہے جو غزوۂ تبوک میں شرکتِ جہاد سے پہلوتہی کئے ہوئے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ ابولبابہ کے ساتھ پانچ آدمی اور تھے، یا سات تھے، یا نو تھے۔ اور جب رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو ان لوگوں نے اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا اور قسم کھا لی تھی کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہم کو نہ کھولیں، ہم نہ کھولے جائیں۔ اور جب آیت اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کھول دیا اور ان کا جنگ سے کوتاہی کا قصور معاف کر دیا۔ بخاریؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کی رات دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے ایک ایسے شہر تک لے آئے جو چاندی اور سونے کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا وہاں ہمیں بعض ایسے آدمی دکھائی دیئے کہ اُن کا آدھا حصۂ جسم تو نہایت ہی خوش منظر تھا اور دوسرا آدھا حصۂ جسم نہایت ہی بدصورت کہ دیکھنے کو جی نہ چاہے۔ میرے ان ساتھیوں نے ان سے کہا کہ تم اِس نہر میں غوطہ لگاؤ! وہ غوطہ لگا کر جب باہر نکلے تو ان کا یہ عیب جاتا رہا اور ان کے اجسام سب کے سب حسین دکھائی دیتے تھے۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ "یہ جنّتِ عدن ہے اور یہی تمھاری منزل ہے" اور کہا کہ وہ لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت سا تھا، اور آدھا جسم نہایت بدصورت سا۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اعمالِ نیک کے ساتھ اعمالِ بد بھی مِلا رکھے تھے اور خدا کی حدود سے تجاوز کر گئے تھے۔ اِس آیت کی تفسیر میں بخاریؒ نے مختصراً اسی طرح روایت کی ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ
آپ اُن کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ اُن کو پاک

تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ
صاف کر دیں گے اور اُن کے لئے دُعا کیجئے، بلا شبہ آپ کی دُعا ان کے لئے

سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۰۳ اَلَمْ
مُوجبِ اطمینان ہے۔ اور اللہ تعالےٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔ کیا ان کو یہ

يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ
خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا

عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ
ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی

هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝۱۰۴
توبہ قبول کرنے میں اور رحمت کرنے میں کامل ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے

کہ ان کے اموال سے زکوٰۃ وصول کرلیا کرو، یہ مالِ زکوٰۃ ان کو پاک اور مزکّٰی بنائے گا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اَمْوَالِهِمْ کی ضمیر ان لوگوں کی طرف پھیری ہے جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا تھا اور اچھے اور بُرے دونوں قسم کے اعمال کئے تھے۔ لیکن درحقیقت یہ حکم خاص نہیں بلکہ عام ہے اسی لئے قبائلِ عرب میں سے بعض مانعینِ زکوٰۃ نے یہ اعتقاد کرلیا تھا کہ امام کو زکوٰۃ لینے کا حق نہیں، اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص تھی اور اسی لئے قولہ تعالےٰ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً سے انھوں نے دلیل لی ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رض اور تمام صحابہ رض نے اُن کی تاویل اور فہمِ فاسد کی تردید کردی اور اُن سے جنگ کی تب کہیں انھوں نے خلیفۂ وقت کو زکوٰۃ ادا کی، جیساکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا کرتے تھے۔ حتّیٰ کہ حضرت صدّیق رض نے فرمایا تھا کہ "اگر وہ اونٹنی کا ایک بچہ یا رسّی کا ایک ٹکڑا بھی مالِ زکوٰۃ کا روک لیں گے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے، تو منعِ زکوٰۃ پر میں اُن سے قتال کروں گا۔"

قولہ تعالیٰ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ یعنی ان کے لئے دعا کرو اور طلبِ مغفرت کرو جیساکہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی ہے کہ جب کسی کے پاس سے زکوٰۃ کا مال آتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ حکمِ خداوندی اس کے لئے دُعا کرتے تھے چنانچہ جب میرے باپ نے مالِ زکوٰۃ پیش کیا تو حضرت نے فرمایا "اے اللہ! آلِ ابی اوفیٰ پر رحم فرما۔" ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے اور میرے زوج کے لئے دُعا فرمائیے۔ تو کہا کہ خدا تیرے اور تیرے زوج پر رحم وکرم فرمائے۔

قولہ تعالےٰ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ تمہاری دُعا اُن کے لئے سکونِ قلب کا سبب ہے بعض نے صَلٰوۃ کو جمع قرار دے کر صلوات پڑھا ہے اور دوسروں نے واحد قرار دے کر اِنَّ صَلٰوتَكَ پڑھا ہے۔ ابن عباس رض نے کہا ہے کہ سکون کے معنی رحمت کے ہیں اور قتادہ نے کہا ہے اس کے معنی ہیں وقار۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ یعنی اے نبی! اللہ تمہاری دعاؤں کو سننے والا ہے اور علیم ہے کہ کون تمہاری دُعا کا مستحق ہے۔

امام احمدؒ کہتے ہیں کہ وکیع نے بالاسناد روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لئے دعا فرماتے تھے تو وہ اس کے اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں قبول ہوجاتی تھی۔ پھر ابونعیم سے بالاسناد مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کسی آدمی اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں ضرور قبول ہوجاتی تھی۔ اور اللہ کا قول اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ۔ یعنی کیا انھیں اس کا علم نہیں کہ اللہ تعالےٰ بندوں کی نیکیوں کو لیتا اور توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ اس سے مقصد توبہ اور صدقہ پر لوگوں کو اُبھارنا ہے کیونکہ یہی دونوں چیزیں گناہوں کو انسان سے چھڑا دیتی ہیں اور معاصی کو ملیامیٹ کردیتی ہیں اور اللہ تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ جو اس کے پاس توبہ پیش کرے وہ بندے کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور جو کسبِ حلال کا ایک ٹکڑا بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کو اپنے سیدھے ہاتھ سے لے لیتا ہے پھر وہ صدقہ دینے والے کے لئے اس صدقہ کی پرورش کرتا جاتا ہے اور اس کو چھوٹے سے بڑا بناتا ہے حتّیٰ کہ صدقہ کا وہ ایک کھجور کوہِ اُحد کے مانند ہوجاتا ہے جیساکہ اسی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور جیساکہ وکیع نے بھی بالاسناد ابوہریرہ رض سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صدقے کو قبول فرماتا ہے اور اس کو اپنے سیدھے ہاتھ میں لیتا ہے اور اس کو نشو ونمو دیتا ہے جیساکہ تم اپنے گھوڑے کے بچے کو پال کر بڑا کرتے ہو، یہاں تک کہ صدقہ کا ایک لقمہ بھی اُحد کا پہاڑ بنجاتا ہے۔ اس کی تصدیق کتاب اللہ عزّوجل سے بھی ہوتی ہے کہ "کیا انھیں علم نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور زکوٰۃ وصدقات

کو لے لیتا ہے اور قولہ تعالےٰ یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ یعنی اللہ تعالےٰ سُود کے منافع کو برباد کر دیتا ہے اور صدقات کو اضعافاً مضاعفۃً بڑھاتا رہتا ہے۔ ثوری نے بالاسناد ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ صدقہ کا مال سائل کے ہاتھ میں پڑنے سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں پڑتا ہے۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ آیت پڑھی اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں بہ ضمن تاریخ عبداللہ بن الشاعر السکسی (جو دمشقی تھے لیکن اصل وطن حمص تھا اور فقہا میں سے تھے) بیان کیا ہے کہ معاویہؓ کے زمانہ میں لوگوں نے جہاد کیا جن کے سردار عبدالرحمٰن ابن خالد ابن ولید تھے۔ تو ایک مسلمان نے مالِ غنیمت میں سے سَو دینار رُومی غبن کر لئے اور جب لشکر واپس ہو گیا اور لوگ گھروں کو چلے گئے تو اس کو ندامت نے آگھیرا۔ اس نے یہ دینار امیرِ لشکر کے پاس پہنچائے، اس نے ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ وہ سب لوگ تو اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے جن میں یہ تقسیم کیا جا سکتا تھا۔ اب میں تو اس کو لے نہیں سکتا اب تم قیامت کے روز اس کو خدا کے سامنے پیش کر دینا۔ آپ یہ آدمی صحابہؓ میں سے ہر ایک سے پوچھتا رہا لیکن سب یہی کہتے رہے۔ پھر وہ دمشق آیا اور معاویہؓ کو قبول کرنے کے لئے کہا۔ لیکن وہ بھی انکار کر گئے۔ وہ وہاں سے اپنی حالت پر روتا ہوا نکلا اور عبداللہ بن الشاعر السکسی کے پاس سے گزرا۔ اس نے پوچھا، کیوں روتا ہے؟ اس نے سارا واقعہ کہہ سُنایا کہ کوئی امیر بھی ان کو نہیں لیتا۔ تو عبداللہ نے کہا کیا تم میری بات سنوگے اس نے کہا ضرور، تو کہا تم معاویہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ پانچواں حصہ جو بیت المال کا حق ہے لے لو۔ چنانچہ بیس دینار ان کے حوالے کر دو اور باقی اسّی دینار ان لشکریوں کی طرف سے خیرات کر دو جو اُن کے حقدار ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ ان کے ناموں اور مقامات وغیرہ سے بھی واقف ہے وہ انھیں اس کا ثواب پہنچا دے گا۔ تو اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔ تو معاویہؓ نے کہا کہ اگر میں نے اس کو ایسا فتوٰی دیا ہوتا تو مجھے یہ بات اپنی تمام مملکت سے زیادہ محبوب تھی۔ اس نے بہت اچھی تدبیر بتائی ہے۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ
کہدے کہ تم عمل کئے جاؤ تمہارے عمل اللہ آپ دیکھ لے گا اور

رَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ
اس کا رسول اور ایماندار۔ اور ضرور تم کو ایسے کے

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
پاس جانا ہے جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے سو وہ تم کو تمہارا

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ۱۰۵
سب کیا ہوا بتلا دے گا۔

مجاہد کا قول ہے کہ یہ مخالفین امر اللہ کے لئے خدا کی طرف سے وعید ہے کہ ان کے اعمال خدائے تبارک و تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین میں بھی ان کے اعمال ظاہر کئے جائیں گے اور قیامت کے روز یہ ہونا ضرور ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ۔ یعنی بروز قیامت تمہارے اعمال پیش ہوں گے اور کوئی ڈھکی چھپی بات بھی پوشیدہ نہ رہ سکے گی۔ اور فرمایا اللہ پاک نے یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ یعنی دلوں کے چھُپے ہوئے بھید ظاہر ہو جائیں گے۔ اور فرمایا وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ یعنی دلوں میں جو کچھ ہے وہ ظاہر ہو جائے گا اور دنیا کے لوگ اس سے واقف ہو جائیں گے جیسا کہ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ حسن ابن موسیٰ نے باسناد مرفوعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی سخت پتھر کے اندر بھی سما جائے جس میں نہ کوئی سوراخ باقی رہے نہ دروازہ اور اس کے اندر بھی چھپ کر کوئی عمل کرے تو اللہ تعالیٰ

اس کو بھی لوگوں پر ایسا ظاہر کر دے گا گویا یہ ان کے سامنے ہوا ہے۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ زندوں کے اعمال ان اموات پر پیش کئے جاتے ہیں جو اُن کے عزیز و اقارب ہیں یا ان کے قبائل ہیں اور جو اس وقت عالمِ برزخ میں ہیں۔ جیسا کہ ابو داؤد الطیالسی نے کہا ہے۔

صلت بن دینار نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے اعمال تمھارے مُردہ اقرباء اور عشائر پر ان کی قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں، اگر اعمالِ خیر ہوتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر بد ہوں تو دُعا کرتے ہیں کہ اے خدا تو اپنی طاعت کی انھیں توفیق عطا فرما۔ امام احمدؒ کہتے ہیں کہ عبد الرزاق نے ہمیں خبر دی کہ سفیان نے ایک شخص کو کہتے سُنا کہ حضرت فرماتے تھے کہ تمھارے اعمال تمھارے مُردہ اقارب و عشائر پر پیش کئے جاتے ہیں اگر وہ اچھے عمل ہوں تو وہ مُردے خوش ہو جاتے ہیں، اور اچھے نہ ہوں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو انھیں موت نہ دے جب تک تو انھیں بھی ایسی ہدایت نہ دے جیسی تو نے ہمیں دی تھی۔

بخاریؒ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب کسی مسلمان کا عملِ نیک تمھیں پسندِ خاطر ہو تو کہو کئے جاؤ۔ اللہ تمھارے عمل کو دیکھ رہا ہے اور اس کا رسول اور مومنین بھی اس سے واقف ہو رہے ہیں اسی قسم کی ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ امام احمدؒ نے کہا کہ بالاسناد انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کے اچھے عمل کو دیکھ کر خوش نہ ہو جاؤ، انتظار کرو کہ اس کا خاتمہ بھی اس عملِ نیک پر ہوتا ہے یا نہیں۔ اِس لئے کہ عامل ایک زمانۂ طویل تک نیک عمل کرتا رہتا ہے اور وہ اس نیک عمل پر مر جائے تو جنت میں داخل ہو جائے لیکن ناگہاں اس کے حالات بدل جاتے ہیں اور وہ بُرے اعمال کرنے لگتا ہے۔ اور ایک بندہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک زمانے تک بُرے اعمال کرتا رہتا ہے کہ اگر اسی پر مر جائے تو دوزخ میں چلا جائے، لیکن یکایک کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور وہ نیک عمل کرنے لگتا ہے اللہ جب اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو موت سے پہلے اس کو نیکی کی توفیق دے دیتا ہے اور وہ نیکی پر مرتا ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ یہ کیسے ہوتا ہے؟ تو فرمایا کہ قبضِ رُوح کے وقت وہ عملِ صالح کے ساتھ ہوتا ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ

اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کا حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دے گا یا

وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰۶

اُن کی توبہ قبول کرلے گا، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے۔

ابن عباسؓ اور مجاہدؒ اور عکرمہ اور ضحاکؒ وغیرہ نے کہا کہ یہ تین شخص تھے کہ جن کی توبہ کی قبولیت پیچھے پڑ گئی تھی اور وہ مرارہ بن الربیع اور کعب بن مالک اور ہلال ابن امیہ تھے، اور غزوۂ تبوک میں یہ بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ رہے تھے جنھوں نے جنگ میں شرکت نہیں کی تھی بہ سبب سستی اور آرام طلبی کے اور اس سبب سے کہ اُن کے باغات میں پھل پکنے کا موسم تھا کاشت تیار کھڑی تھی، سایہ اور بہار کی لطف انگیزی کا زمانہ تھا۔ یہ کوتاہی از جنگ شک اور منافقت کی بنا پر نہیں تھی، چنانچہ ان میں چند لوگ ایسے تھے جنھوں نے اپنے کو ستونوں سے باندھ رکھا تھا جیسے کہ ابو البابہ اور ان کے ساتھی۔ دوسرے چند لوگوں نے ایسا نہ کیا اور یہ مذکورہ بالا تین اشخاص تھے ابو البابہ اور ان کے ساتھیوں کی توبہ تو اِن لوگوں سے پہلے ہی قبول ہو چکی تھی۔ اور زیر ذکر لوگوں کی توبہ کی قبولیت تعویق میں پڑ گئی تھی، حتّٰی کہ یہ آیت نازل ہوئی اور وہ ہے لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الخ۔ اور۔ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ الخ یعنی اللہ

نے نبی اور مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کرلی (آخر آیت تک)۔ اور ان تین شخصوں کی توبہ بھی قبول کرلی جو جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے حتیٰ کہ اتنی وسیع دنیا بھی ان پر تنگ ہوگئی تھی اور کہیں انھیں پناہ نہ مل سکتی تھی۔ جیسا کہ حدیث کعب بن مالک میں اس کا بیان آنے والا ہے اور قول تعالیٰ اما یعذبھم و اما یتوب علیھم یعنی وہ تحت عفوِ خداوندی ہیں اگر وہ چاہے تو ان سے ایسا برتاؤ کرے اور اگر چاہے تو ویسا۔ لیکن اللہ کی رحمت تو اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے اور اللہ تو مستحقِ عقوبت کو جانتا ہے کہ کون عفو کا مستحق ہے اور وہ اپنے افعال و اقوال میں حکیم ہے اُس کے سوا کوئی خدا اور کوئی رب نہیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا

اور بعضے ایسے ہیں جنھوں نے ان اغراض کیلئے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچاویں اور کفر کی باتیں

وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا

کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا

لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ

سامان کریں جو اس کے قبل سے خدا اور رسول کا مخالف ہے۔

وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ

اور قسمیں کھا جاویں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور

يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ

اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ اس میں کبھی کھڑے

اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ

نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اوّل دن سے تقوے پر رکھی

اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ

گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اُس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے

رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ

آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب

يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝۱۰۸

پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اِن آیاتِ کریمہ کا سببِ نزول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ میں قبیلۂ خزرج کا ایک آدمی رہتا تھا جس کا نام تھا ابو عامر راہب۔ یہ ایامِ جاہلیت میں نصرانی ہوگیا تھا اور اہلِ کتاب کا علم حاصل کرچکا تھا۔ یہ ایامِ جاہلیت میں ایک عبادت گزار شخص تھا اپنے قبیلہ میں اس کو بڑی بزرگی حاصل تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینے تشریف لائے اور مسلمانوں کا آپ کے پاس اجتماع ہونے لگا اور اسلام کا بول بالا ہوگیا اور بدر کی لڑائی میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب رکھا تو ابو عامر پر یہ بات بہت شاق گزری اور کھلم کھلا عداوت ظاہر کرنے لگا اور مدینہ سے بھاگ کر کفارِ مکہ اور مشرکینِ قریش سے جا ملا اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے پر مائل کرتا تھا۔ اب عرب کے سارے قبیلے اکٹھے ہوگئے، اور جنگِ اُحد کے لئے پیش قدمی کی۔ نتیجہ میں مسلمانوں کو جو ضرر پہنچا اللہ عزّ وجل نے اس جنگ میں مسلمانوں کا امتحان لیا دنیا نہ سہی لیکن عاقبت تو متقین ہی کے لئے ہے۔ اس فاسق نے دونوں طرف کی صفوں کے درمیان کئی گڑھے کھود رکھے تھے ان میں سے ایک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑے آپ کو مضرّت پہنچی۔ آپ کا چہرہ زخمی ہوگیا نیچے کی طرف سے سامنے کے چار دانت آپ کے ٹوٹ گئے۔ سر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی ہوگیا ابو عامر نے شروع جنگ میں اپنی قوم انصار کی طرف بڑھ کر انھیں مخاطب کیا اور انھیں اپنی مدد اور اپنی موافقت کی دعوت دی۔ جب انصار نے ابو عامر کی یہ حرکت دیکھی، تو کہنے لگے کہ اے فاسق، اے عدو اللہ خدا تجھے برباد کرے اور اس کو گالیاں دیں اس کی عزت ریزی کی۔ اب وہ یہ کہتا ہوا واپس ہوگیا کہ میرے بعد میری قوم تو اور بگڑ گئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے فرار ہونے سے پہلے اُس کو دعوتِ اسلام دی تھی اور قرآن کی وحی اُسے سُنائی تھی، لیکن اسلام لانے سے اس نے انکار کیا اور سرکشی اختیار کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے بد دعا دی کہ کمبخت جلا وطنی اور پردیس کی موت مرے۔ چنانچہ یہ بد دُعا اُس پر کارگر ہوئی اور یہ بات اس طرح وقوع پذیر ہوئی کہ لوگ جب جنگِ اُحد سے فارغ ہوئے اور اس نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نوا اور بول بالا ہو رہا ہے۔ اسلام بڑھتا چلا جا رہا ہے تو وہ ملک روم ہرقل کے پاس گیا اس سے نبی علیہ السلام کے برخلاف مدد مانگی۔ اس نے وعدہ کیا اس نے اپنی امیدیں کامیاب ہوتی دیکھیں تو ہرقل کے پاس ٹھہر گیا اور اپنی قوم انصار میں سے ان لوگوں کو کہ بھیجا جو اہلِ نفاق تھے کہ لشکر لے کر آ رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب جنگ ہوگی، ان پر غالب آ جاؤں گا اور انھیں اپنی اسلام سے پہلے کی سابقہ حالت پر آنا پڑے گا اور ان اہلِ نفاق کو حکم بھیجا کہ اس کے لئے پناہ کی جگہ بنائے رکھو اور میرے احکام اور مراسلے جو لے کر آیا کریں ان کے لئے قیامگاہ اور مامن بنائے رکھو تاکہ اس کے بعد جب وہ خود آئے تو اس کے لئے کمینگاہ کا کام دے۔ چنانچہ ان منافقین نے مسجدِ قبا کے قریب ہی ایک اور مسجد بنا ڈالی، اس کی تعمیر کر دی اس کو پختہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک سے نکلنے سے پہلے اِس کام سے فارغ بھی ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ درخواست لے کر آئے کہ آپ ہمارے پاس آئیے ہماری مسجد میں نماز پڑھیے تاکہ اِس بات کی سند ہو سکے کہ یہ مسجد اپنی جگہ قابلِ استقرار اور قابلِ اثبات ہے۔ اور آپ کے سامنے یہ بیان کیا کہ ضعیفوں اور کمزوروں کی خاطر یہ مسجد بنائی گئی ہے اور سردی کی راتوں میں جو بیمار لوگ دُور کی مسجد میں نہیں جا سکتے، ان کے لئے آسانی کی غرض ہے لیکن اللہ

تعالےٰ تو اپنے نبیؐ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بچانا چاہتا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو اس وقت سفر درپیش ہے جب ہم واپس ہوں گے اور خدا نے چاہا تو دیکھا جائے گا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف واپس ہوئے اور مدینے تک مسافت جب ایک دن یا اِس سے کچھ کم رہ گئی تو جبرئیل علیہ السلام مسجدِ ضرار کی خبر لئے ہوئے آپہنچے اور منافقین کے اِس راز کو ظاہر کر دیا، کہ مسجدِ قبا کے قریب ایک اور مسجد بنانے سے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا کرنے کا مقصد ان کا فردوں اور منافقوں نے پیشِ نظر رکھا ہے۔ وہ مسجدِ قبا ہے جس کی بُنیاد اوّل روز سے تقویٰ پر اُٹھائی گئی ہے۔ اِس علم کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی چند لوگوں کو اِس مسجدِ ضرار کی طرف بھیج دیا کہ اس کو منہدم کر دیا جائے جیسا کہ علی بن ابی طلحہ نے اِس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضؓ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ انصار کے لوگ تھے جنھوں نے ایک مسجد بنائی تھی اور ابو عامر نے ان سے کہا کہ تم ایک مسجد بناؤ اور جس قدر بھی تم سے ممکن ہو اُس میں ہتھیار اور سامانِ جنگ چھپائے رکھو اور اس کو اپنی پناہ اور کمینگاہ بنائے رہو کیونکہ میں قیصر ملک روم کی طرف جا رہا ہوں، روم سے لشکر لے کر آؤں گا اور محمد اور ان کے اصحاب کو مدینہ سے نکال دوں گا۔ چنانچہ یہ منافقین جب مسجدِ ضرار بنا کر فارغ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہم یہ دلی خواہش رکھتے ہیں کہ ایک بار آپ اس مسجد میں آکر نماز پڑھ لیں اور اس میں ہمارے لئے برکت کی دُعا کریں تو اللہ عزّ و جل نے یہ وحی نازل فرما دی کہ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا الی قولہ الظَّالِمِينَ۔ یعنی ہرگز اس میں نماز نہ پڑھنا یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد اوّل یوم سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے زیادہ حقدار ہے اِس بات کی کہ تم اسی میں نماز پڑھو، اس میں ایسے پاکیزہ

لوگ ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ پاک دل رہیں اور اللہ تعالےٰ ایسے ہی پاکیزہ دلوں کو پسند کرتا ہے۔ سعید بن جبیرؓ نے بھی بالاسناد یہی روایت کی ہے اور محمد بن اسحاق نے بھی بالاسناد یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہوتے اور مقامِ ذی آروان میں فروکش ہوتے۔ مدینہ یہاں سے چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے۔ اب مسجدِ ضرار والے آپ کے پاس آتے اور آپ تبوک کی طرف جانے کی تیاری میں معروف تھے اور کہا یا رسول اللہؐ ہم نے بیماروں، حاجتمندوں اور بارش اور سردی کی راتوں میں آنے والی جماعتِ مسلمین کی خاطر ایک مسجد بنائی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس میں تشریف لائیں اور ہمیں اس میں نماز پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو سفر درپیش ہے اور میں بہت معروف ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ اگر ہم واپس آئے تو انشاء اللہ تعالےٰ ہم تمھارے پاس آئیں گے، اور تمھیں نماز پڑھائیں گے۔ چنانچہ جب آپ ذی آروان میں اُترے تو اس مسجدِ ضرار کی خبر اللہ کی طرف سے آپ کو مل گئی۔ آپ نے بنی سالم کے بھائی مالک بن دخشم کو بلایا اور معن بن عدی یا اس کے بھائی عاصم بن عدی، غرض ان دونوں کو بلایا اور فرمایا کہ تم دونوں اِن ظالموں کی مسجد کی طرف جاؤ اور اُس کو منہدم کر دو اور جلا ڈالو۔ یہ دونوں فوراً گئے اور بنی سالم بن عوف کے پاس آئے۔ یہ مالک بن الدخشم کے قبیلہ کے لوگ تھے۔ اب مالک نے معن سے کہا، ٹھہرو میں اپنے لوگوں میں سے کسی کے پاس سے آگ لے آتا ہوں۔ اب مالک اپنے لوگوں میں آئے۔ درخت کی ایک بڑی سی لکڑی لی اُس کو سُلگایا اور فوراً نکل کھڑے ہوئے۔ اب یہ دونوں مسجد پہنچے۔ مسجد میں یہ کفّار موجود تھے، اِن دونوں نے مسجد کو جلا دیا اور اُس کو گرا دیا۔ لوگ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور قرآن کی یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا الخ یہ لوگ جنھوں نے یہ مسجد بنائی بارہ افراد تھے خذام بن خالد۔ اسی کے گھر سے مسجدِ شقاق کی راہ نکلتی ہے۔ اور ثعلبہ بن حاطب، بنی امیہ کے خادم، اور معتب بن قشیر اور ابو حبیبہ بن الازعر، اور عباد بن حنیف، اور حارثہ بن عامر، اور اس کے دونوں بیٹے مجمع اور زید، اور نبتل الحارث، اور مخرج اور بجاد بن عمران، اور ودیعہ بن ثابت، اور ابو البابہ کے قبیلہ کے خادم۔ وہ لوگ جنھوں نے اس کو بنایا وہ قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو نیک ارادے سے اس کی بنا ڈالی ہے۔ ہمارے پیشِ نظر تو صرف لوگوں کی خیر خواہی تھی۔ لیکن اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں یعنی جو انھوں نے قصد کیا اور نیت کر رکھی ہے، اس میں جھوٹے ہیں۔ محض اس مقصد سے مسجد بنائی ہے کہ مسجدِ قبا کو ضرر پہنچائیں اور کفر کی اشاعت کریں مسلمانوں میں تفریق ڈال دیں، خدا سے اور خدا کے رسول سے لڑنے کی خاطر کمینگاہ بنائے رکھیں، جہاں ان کے مشورے اور کونسل ہوا کرے، وہ شخص ہے ابو عامر وہ فاسق جن کو راہب سمجھا جاتا ہے۔ خدا اس پر لعنت کرے۔ وقولہ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں نماز پڑھنے سے ممانعت فرما دی۔ نماز نہ پڑھنے میں ان کی تابع ان کی امّت بھی ہے چنانچہ مسلمانوں کو بھی تاکید ہے کہ کبھی اس میں نماز نہ پڑھیں۔ پھر مسجدِ قبا میں نماز پڑھنے پر اُبھارا مسجدِ قبا کی بُنیاد شروع ہی سے تقویٰ پر ڈالی گئی ہے۔ تقویٰ طاعت اللہ اور طاعتِ رسول کو کہتے ہیں یہاں مسلمان مل بیٹھتے ہیں دینی مشورے کرتے ہیں اور یہ اسلام اور اہلِ اسلام کی پناہ کی جگہ ہے اور اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ۔ اور سیاقِ عبارت مسجدِ قبا سے متعلق ہے۔ اسی لئے حدیثِ صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدِ قبا میں نماز پڑھنا ایک عمرہ کے ثواب

کے برابر ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ قبا کی طرف سوار ہوکر بھی آتے تھے اور پیادہ بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُسے بنایا تو آپ کی سب سے پہلے تشریف آوری بنی عمرو بن عوف کے پاس تھی اور جہتِ قبلہ جبریل ؑ نے معیّن کی تھی۔ فاللہ اعلم

ابو داؤدؒ نے بالاسناد ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت اہلِ قبا کے بارے میں نازل ہوئی ہے فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ پانی سے طہارت کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی تعریف میں یہ آیت اُتری ہے ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ جب متذکرہ بالا آیت اُتری تو آپ عویم بن سعدہ کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ تمھاری وہ کونسی طہارت ہے کہ اللہ نے تمھارے لئے جس کی تعریف کی ہے تو عرض کی یا رسول اللہ ؐ ہم میں سے جب کوئی مرد یا عورت حاجت سے فارغ ہوتے ہیں تو پانی سے اپنے اندام نہانی کو اچھی طرح دھو لیتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں یہی بات ہے۔

امام احمدؒ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ قبا میں تشریف لائے اور کہا کہ نماز کے لئے تمھاری طہارت کی، اللہ پاک نے بڑے اچھے الفاظ میں تعریف کی ہے۔ سو وہ تمھاری کونسی طہارت ہے تو کہا کہ یا رسول اللہ ؐ ہم کو تو اس کے سوا کوئی علم نہیں کہ یہود ہمارے پڑوسی ہیں اور وہ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد پانی سے دھوتے ہیں چنانچہ ہم نے بھی یہی دتیرہ اختیار کر رکھا ہے۔

ابن خزیمہ نے اپنی کتابِ حدیث میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عویم بن ساعدہ سے پوچھا کہ تمھاری کس طہارت کی تعریف اللہ پاک نے کی ہے تو کہا کہ ہم طہارت کرنے میں پانی استعمال کرتے ہیں۔ ابن جریر نے کہا کہ آیت فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ جو اُتری ہے وہ حاجت کے بعد پانی سے دھونے والوں کی شان میں ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ (بالاسناد) روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ قبا میں آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری طہارت کی بہت اچھی تعریف کی ہے، وہ کیا ہے؟ تو کہا یا رسول اللہ ؐ ہم نے تو آیت میں پانی سے طہارت کے احکام پائے ہیں (اس میں ایک راوی عبداللہ بن سلام تھے جو اہلِ توریت تھے) حدیثِ صحیح میں وارد ہے کہ مدینے کے اندر جو مسجدِ نبوی ہے یہی وہ مسجد ہے جس کے لئے کہا گیا کہ تقویٰ پر اس کی بُنیاد اٹھی ہوئی ہے۔ اور یہ صحیح بات ہے اِس آیت اور اس آیت میں کوئی منافات نہیں کیونکہ جب قبا کی تاسیس اوّل یوم سے بر بنائے تقویٰ ہے تو بدرجۂ اولیٰ مسجدِ نبوی کو یہ خصوصیت حاصل ہونی چاہئے اسی لئے امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مُسند میں بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجدِ تقویٰ کا اساس رکھتی ہے وہ میری یہ مسجد ہے۔

امام احمدؒ نے پھر (بالاسناد) روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو آدمیوں نے اِس بارے میں اختلاف کیا کہ اس خصوصیت والی مسجد کونسی ہے؟ تو ایک نے کہا کہ وہ مسجدِ نبوی ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ مسجدِ قبا ہے یہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے تحقیق کی تو آپ نے فرمایا کہ اس سے یہی میری مسجد مُراد ہے۔

امام احمدؒ نے پھر (بالاسناد) روایت کی کہ، دو آدمی اس خصوصیت والی مسجد کے بارے میں مختلف الرائے تھے ایک مسجدِ قبا کو اور دوسرا مسجدِ نبوی کو بتا رہا تھا تو حضرت ؐ نے فرمایا کہ مسجدِ تقویٰ یہ میری مسجد ہے۔

پھر اس کے بعد کئی حدیثیں اِسی مضمون کی وارد ہیں، چنانچہ حمید الخراط المدنی نے ابوسلمہ سے پوچھا کہ تم نے اپنے باپ سے مسجد تقویٰ کے بارے میں کیا سُنا؟ تو کہا کہ میں آں حضرت ؐ کے پاس آیا اور پوچھا یا نبی اللہ! مسجدِ تقویٰ کونسی ہے، تو آپ نے مٹھی بھر کنکریاں زمین سے اُٹھائیں اور انھیں زمین پر

مار کر کہا کہ وہ یہی مسجد ہے۔ اس وقت آپ مسجد کے صحن میں اپنی بیوی کے ایک کمرے میں تشریف فرما تھے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ اس کو مسلم نے بالاسناد حمید الخراط سے روایت کیا ہے کہ خلف اور سلف کی ایک جماعت اسی بات کی قائل ہے کہ وہ مسجدِ نبوی ہے اور عمر بن الخطاب رضؓ اور عبد اللہ ابن عمر رضؓ سے بھی یہی روایت ہے اور لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ والی آیت پاک اس بات کی دلیل ہے کہ مساجدِ قدیمہ میں جن کی اوّل بنیاد عبادتِ خداوندی پر اُٹھائی گئی ہے نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اور اس استحباب کی بھی دلیل ہے کہ جماعتِ صالحین اور عباد عاملین کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور وضو باقاعدہ طور پر مکمل کیا جائے اور نماز میں میلے یا گندے کپڑوں سے بالکل پاک رہیں۔

امام احمدؒ نے (بالاسناد) روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ رُوم پڑھی، پڑھنے میں آپ کو کچھ شک سا ہو گیا، آپ جب واپس ہوئے تو فرمایا قرآن پڑھنے میں کچھ گڑبڑ ہو جاتی ہے دیکھو تم میں بعض لوگ ایسے ہیں جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں لیکن وضو اچھی طرح نہیں کرتے پس جو ہمارے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے اس کو چاہئے کہ وضو کامل کیا کرے وضو میں کوئی خرابی نہ کرنے پائے۔

ذوالکلاع سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے یہ ہدایت فرمائی تھی، یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حُسنِ طہارت قیام فی العبادت میں آسانی پیدا کرتا ہے اور عبادت کی تتمیم و تکمیل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ابو العالیہ نے قول پاک وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ کے بارے میں کہا کہ پانی سے طہارت کرنا تو بیشک بہت اچھی بات ہے لیکن جن کی طہارت کی خدائے تعالےٰ تعریف فرما رہا ہے وہ گناہوں سے اپنے کو پاک رکھنے والے لوگ ہیں۔ اعمش کہتے ہیں کہ اس طہارت سے مراد گناہوں سے توبہ اور شرک سے پاکیزگی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ رسول (ع ۱۳ / ۱۱ / ۲)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ قباء سے کہا کہ اللہ نے جو تمہاری طہارت کی تعریف کی ہے وہ کیسی طہارت ہے تو کہا کہ ہم پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ حافظ ابو بکر بزاز نے بالاسناد ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہلِ قباء کے بارے میں اتری ہے۔ اور جب آپ نے ان سے سوال کیا تھا تو کہا تھا کہ ہم پہلے ڈھیلے لیتے ہیں پھر پانی سے دھوتے ہیں۔ اس کو بزاز نے روایت کیا ہے۔ اس کو صرف محمد بن عبد العزیز نے اور ان سے ان کے بیٹے نے روایت کی ہے میں نے یہاں یہ تصریح اس لئے کر دی کہ یہ چیز اگرچہ فقہاء میں مشہور ہے لیکن اکثر محدثین متاخرین اس کو معروف تسلیم نہیں کرتے۔ واللہ اعلم۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَہٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰہِ

پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور خدا کی

وَرِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَہٗ

خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھاٹی کے

عَلٰی شَفَا جُرُفٍ ھَارٍ فَانْھَارَ بِہٖ فِیْ نَارِ

کنارے پر جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی ہو پھر وہ اس کو لے کر آتشِ دوزخ

جَھَنَّمَ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾

میں گر پڑے، اور اللہ تو ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا۔

لَا یَزَالُ بُنْیَانُھُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَۃً فِیْ

اُن کی یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں

قُلُوْبِھِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُھُمْ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ

کھٹکتی رہے گی ہاں مگر ان کے دل ہی اگر فنا ہو جاویں تو خیر، اور اللہ تعالیٰ بڑے علم

حَکِیْمٌ ﴿۱۱۰﴾

والے بڑی حکمت والے ہیں

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے مسجد کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی پر رکھی ہے اور وہ لوگ جنھوں نے مسجدِ

ضرار اور مسجدِ کفر بنائی اور مومنین میں تفریق ڈال دی اور خدا سے اور خدا کے رسولؐ سے لڑنے کے لئے اس کو جائے پناہ قرار دیا، کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے تو اس مسجدِ ضرار کی بنیاد گویا ایک گڑھے کے ڈھلتے ہوئے کنارے پر رکھی جو اسے جہنم کی آگ میں لے گری۔ اور حدود سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں فرماتا ہے۔ یعنی مفسدین کے عمل کو اصلاح پذیر نہیں بناتا۔ جابر بن عبد اللہ رضؓ کہتے ہیں کہ مسجدِ ضرار کو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ کے حسب فرمان جب اس میں آگ لگادی گئی تو اس میں دھواں نکل رہا تھا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے ایک جگہ گڑھا کھودا تو اس میں سے دھواں نکلتا ہوا پایا۔ قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ خلف بن یاسین کوفی کہتے ہیں کہ میں نے منافقین کی اس مسجد کو دیکھا کہ جس کا ذکر اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا ہے یہ دیکھا کہ اس میں ایک سوراخ ہے جس میں سے دھواں نکل رہا ہے اور آج کے روز وہ جگہ گندگی پھینکنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ ابن جریرؒ نے اس کو روایت کیا۔ اور قولہ تعالیٰ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ یعنی اُن کی بنائی یہ عمارت تو ہمیشہ ان کے دلوں میں تو شک و شبہ کی باعث ہی رہے گی اور اس عملِ شنیع کا اقدام کرنے کی وجہ سے ان کے دلوں میں نفاق کا بیج بوتی رہے گی، جیسا کہ گوسالہ پرستوں کے دل میں گوسالہ کی محبت پڑی ہوئی تھی۔ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ البتہ اس صورت میں ان منافقین کی بیخ کنی ہو سکتی ہے جب کہ اس مسجد ہی کو ختم کر کے اُن کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ اللہ اپنے بندوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے اور خیر و شر کا بدلہ دینے میں بڑا حکیم ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور اُن کے مالوں کو اس بات کے

وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ

عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا

ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں، اس پر سچا

عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ

وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں،

وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا

اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع

بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ

پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ۔ اور یہ بڑی

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

کامیابی ہے۔

اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ اس نے اپنے مومن بندوں کی جانوں اور مالوں کے بدلے میں جن کو انہوں نے خدا کی راہ میں خرچ کر دیا ہے جنت کا معاوضہ دے رہا ہے اور یہ معاوضہ معاوضہ نہیں بلکہ اس کا فضل و کرم و احسان ہے کیونکہ بندوں کی قدرت میں جو کچھ تھا وہ انہوں نے کیا اب اپنے مطیع بندوں کے لئے خدائے پاک بھی کوئی معاوضہ قرار دے تو جنت ہی کا قرار دے گا۔ اسی لئے حسن بصریؒ اور قتادہؒ نے کہا ہے کہ جب اللہ نے ان سے بیع و شریٰ کیا تو ان کی خدمت کی بڑی ہی زبردست قیمت دی ہے۔ اور شمر بن عطیہ نے کہا ہے کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کی گردن میں خدا کا عہد و پیمان نہ ہو، جس پر کہ اس کی موت آئی ہوئی ہو اور اس کا پابند ہوتے ہوئے اس نے جان دی ہو۔ پھر مذکورہ بالا آیت تلاوت کی اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جو خدا کی راہ میں جہاد کی خاطر نکل کھڑا ہوا گویا اُس نے اللہ سے سودا کر لیا اور اللہ نے اس کے ساتھ یہ عقد قبول کر لیا اور اس کو پورا کر دیا۔

محمد بن کعب القرظی وغیرہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لیلۃ العقبہ میں بیعت کے وقت

کہا کہ یا رسول اللہ! آپ خدا کے لئے اور خود اپنے لئے بھی جو شرط چاہیں ہم سے منوا سکتے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ "خدا سے متعلق تو میں تم پر یہ شرط قرار دیتا ہوں کہ اس کے سچے بندے بنے رہو۔ اس کی عبادت کیا کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ گردانو۔ اور اپنے سے متعلق تم پر یہ شرط قرار دیتا ہوں کہ جن باتوں سے تم اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو بچاتے ہو، میرے بھی اسی طرح خیر خواہ بنے رہو" تو پوچھا پھر ہمیں کیا ملے گا؟ تو حضرت نے فرمایا کہ، اس کا عوض ہے جنّت۔ تو پوچھنے والوں نے کہا کہ یہ بڑے فائدے کا سودا ہے۔ نہ ہم عہد شکنی کریں گے نہ ہم سے عہد شکنی ہوگی۔ تو یہ آیت اتری إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ اور قولہ تعالےٰ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ۔ یعنی وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، پس قتل بھی کرتے ہیں اور قتل بھی ہوتے ہیں۔ دونوں باتیں برابر کے ثواب والی ہیں چاہے وہ قتل کرکے غازی بنیں یا شہید ہوں، ہر صورت میں جنت ان کے لئے واجب ہے۔ اسی لئے صحیحین میں آیا ہے کہ جو خدا کی راہ میں نکلا اور اس نکلنے سے اس کی غرض سوائے اس کے اور کچھ نہ ہو کہ میری راہ میں جہاد کرے یا میرے رسولوں کی تصدیق کرے حتیٰ کہ اُسے موت آجائے، تو خدا اس بات کا ذمّہ دار ہے کہ اس کو جنّت میں داخل کرے، اور اگر نہ مرے تو خدا کے ذمّہ ہے کہ جہاں سے وہ چلا ہے، اُسے وہاں پہنچائے اور اجر مالِ غنیمت کے ساتھ بامُراد پہنچائے۔ وقولہ تعالےٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ یہ اپنے وعدہ کی تاکید کے طور پر ہے۔ اور یہ بتلایا جارہا ہے کہ اس نے اپنی ذاتِ پاک پر اس چیز کو فرض کرلیا ہے۔ اور اپنے رسولوں پر اس وعدہ کی وحی بھی بھیج دی ہے جو موسیٰؑ پر اُتری ہوئی توریت میں درج ہے اور عیسیٰؑ کی انجیل میں بھی ہے اور نبیؐ پر اُترے ہوئے قرآن میں بھی لکھا ہوا ہے صلوٰت اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ وقولہ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو پُورا کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے کیونکہ وہ خلافِ عہد کبھی نہیں کرتا۔ جیسا کہ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے کہ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا اور وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا اور اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ خدا سے تم نے جو سودا کیا ہے اُس پر خوش ہوجاؤ اور یہ کامیابی بڑی زبردست کامیابی ہے۔ بشرطیکہ تم نے بھی اپنا عہد پورا کرلیا ہو۔

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ
وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ

السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ
رکھنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک

الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ
باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بُری باتوں سے

الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ وَ
باز رکھنے والے اور اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے، اور

بَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾
ایسے مومنین کو آپ خوشخبری سُنا دیجئے۔

یہ آیتِ پاک ان مومنین کی تعریف میں ہے کہ اللہ نے جن کی جانیں اور جن کے مال ان کے ان صفاتِ جمیلہ کے بدلے میں خرید لئے ہیں۔ وہ تمام گناہوں اور سارے فواحش سے باز رہتے ہیں اور اپنے رب کی عبادت پر قائم ہیں۔ اپنے اقوال وافعال پر بڑی کڑی نظر رکھتے ہیں۔ اقوال میں خاص ترین چیز تو خدا کی حمد ہے۔ اسی لئے فرمایا الْحَامِدُونَ اور افعال واعمال کی رُو سے افضل اعمال صیام ہیں۔ صیام کہتے ہیں کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کو، اور سیاحت سے بھی روزہ مُراد ہے۔ اسی لئے فرمایا السَّائِحُونَ جیسے کہ اللہ تعالےٰ کے قول سَائِحَاتٍ میں ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

تعریف فرمائی گئی۔ اور اس "سائحات" سے مُراد "صائمات" ہے۔ اسی طرح رکوع و سجود سے نماز مراد ہے۔ چنانچہ کہا گیا الرّٰکعُون السّٰجِدُوْنَ۔ وہ عبادتیں کرکے نہ اپنا ہی فائدہ دیکھتے ہیں بلکہ اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی ان کو رُشد و ہدایت کرکے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا ہوکر فائدہ پہنچاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کونسا کام کرنا سزاوار ہے اور کون سے کاموں سے ترک واجب ہے۔ اور علماً اور عملاً دونوں طرح حلال و حرام کے بارے میں خدا کی حُدود کی حفاظت پیشِ نظر رہتی ہے۔ چنانچہ وہ بذاتِ خود عبادتِ حق اور خیر خواہیِ خلق دونوں طرح کی عبادت کے عَلَم بردار ہوتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا پروردگار نے کہ مومنین کو خوشخبری دے دو کیونکہ ایمان اِن دونوں باتوں کے اجتماع کا نام ہے اور پوری طرح کی سعادت تو اسی کو حاصل ہے۔ جو اِن دونوں باتوں سے متصف ہو۔

سیاحت سے صیام مُراد ہے

سفیان ثوریؒ بیان کرتے ہیں کہ سَآئِحُوْنَ کے معنی صَآئِمُوْنَ ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ پاک نے قرآن میں جہاں کہیں سیاحت کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں صیام ہی مُراد ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اِس اُمت کی سیاحت ہے رمضان کے روزے رکھنا۔ مجاہد، سعید، عطا، عبدالرحمٰن، ضحاک اور سفیان بن عیینہ سب یہی خیال رکھتے ہیں کہ سائحین سے مُراد روزہ دار ہیں۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ سائحون سے رمضان کے روزہ دار مُراد ہیں ابوعمرو العبدی بھی یہی کہتے ہیں ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی وارد ہے۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ سَآئِحُوْنَ روزہ دار لوگوں کو کہتے ہیں۔ یہ حدیث موقوف زیادہ صحیح ہے۔ عُبید بن عمیر کہتے ہیں کہ سوال کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "صائمین" کو کہتے ہیں یہ حدیث مرسل ہے اور جید ہے اور اصح الاقوال ہے۔ اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ سیاحت سے جہاد مُراد ہے۔ ابوداؤد نے اپنی کتاب سنت میں ابوامامہ کی حدیث بیان کی کہ یا رسول اللہ مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے تو آپؐ نے فرمایا کہ میری اُمت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ عمارۃ بن غزیہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاحت کا ذکر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے جہاد فی سبیل اللہ کو اور بلندیوں پر تکبیر بولتے ہوئے چلنے کو سیاحت بنایا ہے عکرمہ کا خیال ہے کہ اس سے علم کے طالبین مُراد ہیں اور عبدالرحمٰن بن زید نے کہا ہے کہ مہاجرین مُراد ہیں یہ دونوں باتیں ابن ابی حاتم سے مروی ہیں۔ یہ ذہن نشین رہے کہ یہاں سیاحت سے مُراد وہ مفہوم نہیں ہے جو بعض عابد و راہب قسم کے لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ اس سے مجرد سفر اطرافِ عالم میں مُراد ہے اور وہ لوگ مُراد ہیں جو پہاڑوں اور غاروں اور جنگلوں میں پھرتے رہتے ہیں اور بستی سے بھاگتے رہتے ہیں اس لئے کہ ایسا کرنا مشروع نہیں ہے۔ ہاں جب فتنہ کا زمانہ ہو اور دین میں تزلزل واقع ہو جائے تو یہ حدیث صحیح بخاری میں ابوسعید خدری رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جب کہ کسی کا بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی، جن کو وہ پہاڑیوں میں اور بارش گاہوں میں ہانکے لئے پھرتا ہوگا اور فتنوں سے بچنے کے لئے اپنے دین کو لئے بھاگتا ہوگا اَلْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ سے مُراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے والے لوگ مُراد ہیں۔ اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ فرائضِ الٰہی کو انجام دینے والے اور احکامِ خداوندی پر قائم رہنے والے لوگ مُراد ہیں۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا

پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مُشرکین کے لئے مغفرت

لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ

کی دُعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے

مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۱۳ وَمَا

کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں - اور ابراہیمؑ

كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ

کا اپنے باپ کے لئے دُعائے مغفرت مانگنا وہ صرف وعدہ کے

مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ

سبب سے تھا جو انھوں نے اس سے وعدہ کرلیا تھا۔ پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ

اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ

وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اُس سے محض بے تعلق ہو گئے، واقعی ابراہیمؑ بڑے

لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝۱۱۴

رحیم المزاج حلیم الطبع تھے۔

مُسند امام احمد میں ابن مسیب سے روایت ہے کہ ابوطالب جب بسترِ مرگ پر تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اُن کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ابوطالب سے فرمایا کہ اے چچا آپ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہدیجئے میں اِسی ایک جملہ کی آڑ لے کر خدا کے پاس آپ کی بخشش کے لئے حجّت پیش کروں گا۔ تو ابوجہل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ نے کہا کہ اے ابوطالب کیا تم مِلّتِ عبدالمطلب سے رُوگردانی کروگے؟ تو ابوطالب نے کہا کہ میں واقعی مِلّتِ عبدالمطلب پر جان دوں گا۔ تو نبی صلعم نے فرمایا کہ میں اُس وقت تک آپ کی مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک کہ خدا مجھے منع نہ کردے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ (تا آخر) یعنی نبی اور ایمان داروں کو یہ لائق ہی نہیں کہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں۔ تا آخر

اور یہ آیت بھی اسی سے متعلق نازل ہوئی اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ الخ یعنی تم جس کو دوست رکھتے ہو اس کو ہدایت نہیں کرسکتے اللہ جس کو چاہے ہدایت کرے۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے مشرک والدین کے لئے مغفرت کی دُعا کررہا ہے تو میں نے اُس سے کہا کہ مشرکوں کے لئے تم استغفار کررہے ہو۔ تو اُس نے کہا کہ کیا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے لئے استغفار نہیں کیا تھا؟ میں نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ چنانچہ مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔

لِاَبِيْهِ کے بعد لَمَّا مَاتَ (یعنی جب ابراہیمؑ کے باپ مرگئے) کے الفاظ بھی کہے، لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ الفاظ سفیان نے خود کہے یا اسرائیل نے یا خود حدیث میں یہ الفاظ شامل تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ثابت ہے کہ یہ الفاظ مجاہد نے کہے۔

مُسند امام احمد میں ہے کہ بریدہ نے روایت کی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور سفر میں تھے کہ ایک جگہ اُترے اور ہم تقریباً ایک ہزار سوار تھے۔ آپ نے یہاں دو رکعتیں پڑھیں، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ عمر بن خطابؓ آپ کے پاس آئے اور کہا یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کیوں رورہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے درخواست کی تھی کہ میری ماں کے لئے استغفار کی مجھے اجازت دے لیکن اللہ تعالےٰ نے اجازت نہیں دی۔ تو آگ کے خوف سے، ماں پر میرا دل بڑا دُکھا اور میری آنکھیں اشک آلود ہو گئیں میں نے قبل ازیں تم کو تین باتوں سے منع کیا تھا۔ زیارتِ قبور سے۔ لیکن اب قبور کی زیارت کرسکتے ہو صرف اس غرض سے کہ گورستان جانے سے تمھیں اپنی موت یاد آجائے اور تم نیکیوں کی طرف مائل ہونے لگو۔ میں نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ اُٹھا رکھنے پر منع کیا تھا، اب چاہے جتنا کھاؤ اور جتنا ذخیرہ کر رکھو۔ اور برتنوں سے پینے کے بارے میں میری ممانعت تھی، اب چاہے جس برتن سے پیو لیکن کوئی نشہ والی چیز نہ پینا۔ بریدہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکے کی طرف آنے لگے تو راہ میں ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور قبر کو خطاب فرمانے لگے پھر روتے ہوئے اُٹھ کھڑے

ہوئے، تو ہم نے کہا یا رسول اللہؐ ہم نے آپ کی مصروفیت دیکھی ہے تو آپ فرمانے لگے کہ میں نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت اللہ سے طلب کی تھی تو مجھے اجازت مل گئی۔ پھر میں نے استغفار والدہ کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہیں ملی۔ آپ اسی روز اتنا روئے کہ کبھی اتنا نہیں روئے تھے۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی صلعم گورستان کی طرف نکل کھڑے ہوئے، ہم بھی آپ کے پیچھے ہو لئے آپ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر بہت دیر تک مناجات میں رہے پھر آپ رونے لگے۔ آپ کو دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ اب عمر بن خطابؓ آپ کی طرف گئے۔ آپ نے عمرؓ کو اور ہمیں بلایا اور پوچھا تم کیوں روئے؟ ہم نے کہا کہ آپ کا رونا دیکھ کر ہمیں بھی رونا آگیا۔ کہنے لگے کہ قبر جہاں میں بیٹھا تھا یہ آمنہ کی قبر ہے۔ میں نے اس قبر کی زیارت کی اجازت خدا سے چاہی تھی تو مجھے اجازت دے دی گئی۔ اس حدیث کو ایک دوسری طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔ پھر حدیث ابن مسعودؓ بھی تقریباً یونہی ہے لیکن اس میں اور یہ بھی ہے کہ میں نے آمنہ کے لئے دُعا کی اجازت خدا سے مانگی تھی لیکن اجازت نہیں ملی اور مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی، یعنی مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا چنانچہ اپنے باپ کے لئے ایک اولاد کا دل جیسے دُکھ سکتا ہے میرا بھی دل دُکھا۔ میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو! یہ چیز آخرت کو یاد دلائے گی۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے اور عمرہ کی نیت باندھی اور جب عسفان کی گھاٹی سے اُترے تو اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ تم لوگ عقبہ میں آرام سے بیٹھو میں ابھی واپس آتا ہوں۔ آپ گئے اور اپنی ماں کی قبر کے پاس ٹھہرے اور ربّ سے بڑی دیر تک مناجات کی، پھر آپ رونے لگے اور بہت روئے۔ آپ کو دیکھ کر اور لوگ بھی رونے لگے اور کہا یہاں رسولِ خدا کو کس چیز نے رُلایا، کیا ایسی کوئی نئی بات تو امت میں نہیں پیدا ہوگئی جس کو آپ سہار نہیں سکتے تھے۔ آپ یہ دیکھ کر اُن کی طرف آئے اور کہا تم کیوں روتے ہو؟ کہا یا رسول اللہؐ آپ کو روتا دیکھ کر ہم بھی رو پڑے ہیں۔ ہم نے خیال کیا کہ امت میں کوئی نیا حادثہ تو نہیں ہوگیا جس کو آپ برداشت نہیں کرسکے۔ فرمایا۔ نہیں، ایک معمولی سی بات تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ میں ماں کی قبر کے پاس ٹھہرا تھا اور قیامت کے روز اللہ تعالےٰ سے ان کی شفاعت کے لئے اجازت چاہی تھی۔ سو اللہ نے اجازت دینے سے انکار کردیا۔ مجھ پر بہت رقت طاری ہوئی کیونکہ وہ میری ماں تھیں پھر جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ "ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا صرف اس بنا پر تھا کہ باپ سے انھوں نے وعدہ کر رکھا تھا کہ دُعا کروں گا لیکن جب حکمِ خداوندی کے ذریعہ معلوم ہوگیا کہ وہ دشمنِ خدا ہے تو پھر دست برداری اختیار کی۔ پس اے نبیؐ! آپ بھی اپنی ماں سے ابراہیمؑ کی طرح دست بردار ہو جاؤ۔" وہ میری ماں تھیں میرا دل کیسے نہ کڑھتا۔ میں نے خدا سے دُعا کی تھی کہ میری امت سے چار چیزوں کا بوجھ اُٹھالے، تو اللہ تعالےٰ نے دو عذاب اُٹھالئے اور دو عذاب باقی رکھے۔ میں نے دُعا کی تھی کہ آسمان سے سنگ باری میری امت پر نہ ہو جیسے دوسری اُمتوں پر ہوئی ہے اور عذاب کے طور پر زمین میں وہ نہ دھنسا دیئے جائیں اور ان کا طبقہ اُلٹ نہ جائے اور یہ کہ ان میں پھوٹ اور گروہ بندی اور فرقہ واریت نہ ہو اور ان میں آپس میں جنگ نہ ہو۔ تو اللہ پاک نے آسمان سے سنگ باری اور غرق فی الارض سے متعلق دعا تو قبول فرمالی، اور قتال اور پھوٹ سے متعلق دُعا قبول نہیں کی۔ آپ راستہ کاٹ کر اپنی ماں کی قبر کی طرف گئے تھے، کیونکہ آمنہ ایک ٹیلے تلے مدفون تھیں یہ حدیث غریب ہے اور اس کا سیاق عجیب ہے اور اس سے بھی زیادہ عجیب اور قابلِ انکار بات تو وہ روایت ہے، جو خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحق میں بسندِ مجہول بیان کی ہے اور حضرت عائشہؓ سے اسناد جوڑی ہے

یہ کہانی یوں بیان کی ہے کہ اللہ نے حضرت کی ماں آمنہ کو زندہ کیا تھا، زندہ ہو کر وہ ایمان لے آئیں، پھر مر گئیں۔ سہیلی نے بھی الروض میں مجہولین کی ایک جماعت سے سند لیتے ہوئے کہا کہ، اللہ تعالےٰ نے حضرتؐ کی ماں اور باپ کو زندہ کر دیا تھا اور وہ ایمان لے آئے تھے۔ حافظ بن دحیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔ قرآن اور اجماع دونوں اس کو رَد کرتے ہیں، اللہ تعالےٰ نے خود قرآن میں فرمایا ہے وَ الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ نہ وہ لوگ بخشے جائیں گے جو کفر کی حالت میں مر گئے۔ ابو عبد اللہ قرطبی کہتے ہیں کہ اِس حدیث کے مقتضی پر غور کرو، اور ابو عبد اللہ نے بڑا تیر مار کر یہ استدلال پیش کیا ہے کہ یہ حیاتِ جدید بالکل اِس طرح ہو سکتی ہے جیسے عصر کا وقت گزر جانے پر حضرتؐ کے معجزہ سے سورج پھر ڈوبنے کے بعد نکل آیا اور آپ نے نمازِ عصر پڑھ لی تھی۔ اِس استدلال کے ذریعہ ابن دحیہ کی تردید کی ہے۔ طحاوی کہتے ہیں کہ شمس والی حدیث ثابت ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ حضرتؐ کے والدین کا زندہ ہو جانا نہ عقلاً ممتنع ہے اور نہ شرعاً اور میں نے تو سُنا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے چچا ابو طالب کو بھی زندہ کیا تھا اور وہ ایمان لے آئے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سب صحتِ حدیث پر موقوف ہے اگر حدیث صحیح ہے تو کوئی مانع نہیں اور حدیث ہی صحیح نہ ہو تو کوئی جھگڑا ہی نہیں۔ واللہ اعلم۔

عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ماں کے لئے استغفار کا ارادہ کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے روک دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار کیا تھا تو وَمَا كَانَ اِسْتِغْفَارُ والی آیت اُتری۔

ابن عباسؓ سے اِس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ لوگ اپنے اموات کے لئے استغفار کرتے تھے، تو استغفارِ ابراہیم والی آیت نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ لوگ اِس ناجائز استغفار سے باز آ گئے لیکن مسلمان اپنے زندہ مشرکین کے لئے دُعائے مغفرت کرنے سے نہیں روکے گئے ہیں۔

قتادہ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ نبی صلعم کے بعض اصحاب نے کہا۔ یا نبی اللہ! ہمارے آباء و اجداد بڑے نیک لوگ تھے۔ پڑوس کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کرتے تھے، صلۂ رحمی کے عادی تھے۔ قیدیوں کو چھڑا دیتے اور لوگوں کو تاوان اَدا کرنے کے لئے رقمیں دیتے، کیا ہم ان مردوں کے لئے استغفار نہ کریں؟ تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں، خدا کی قسم میں بھی ابراہیمؑ کی طرح اپنے باپ کے لئے استغفار کروں گا۔ چنانچہ فوراً یہ آیت اُتری کہ، نبی اور مسلمانوں کو امواتِ مشرکین کے لئے دُعا کرنا جائز نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ابراہیمؑ کی طرف سے صفائی پیش فرماتا ہے کہ، ابراہیمؑ کا استغفار تو محض وعدہ کی وجہ سے تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے چند کلمات مجھ پر اِلقاء فرمائے ہیں جو میرے کانوں میں گونج رہے ہیں اور میرے دل میں قرار پذیر ہیں۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ بحالتِ شرک مَرنے والے کے لئے مغفرت طلب نہ کروں اور جس نے اپنی ضرورت سے فالتو مال صدقہ کر دیا وہ اس کے لئے بڑی خیر کا سبب ہے اور جس نے روک رکھا وہ اس کے لئے شر کا سبب ہوگا اور حسبِ ضرورت کھانے اور خرچ کرنے پر اللہ کا کوئی اعتراض نہیں۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی مرگیا اُس کا بیٹا مسلمان تھا وہ اس کے کفن دفن کے لئے آیا تک نہیں، ابن عباسؓ کو علم ہوا تو کہا کہ بیٹے کو سزاوار تھا کہ باپ کا جاکر کفن دفن کرتا اور زندہ رہنے تک اس کی خیر و فلاح کے لئے دُعا کرتا اور مَر جانے پر اُس کو اس کے حوالے کر دیتا۔ اور اس کے لئے دُعا نہ کرتا۔ اس کی صحت کی شہادت اس روایت سے ملتی ہے جو علی رضؓ سے مروی ہے کہ جب ابو طالب مر گئے تو میں نے کہا یا رسول اللہؐ آپ کے گمراہ چچا مر گئے ہیں تو آپ نے فرمایا، جاؤ انھیں دفنا دو اور کچھ نہ کرنا میرے پاس آ جانا۔ پھر پوری حدیث بیان کی اور روایت کی نبی صلعم کے

سامنے سے جب ابو طالب کا جنازہ گزرا، تو آپ نے فرمایا کہ چچا! میں نے تو صلۂ رحمی کا حق ادا کر دیا۔ اور عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں کسی اہلِ قبلہ کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے نہ رکوں گا۔ خواہ وہ ناجائز حمل والی کوئی حبشن ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ صلوٰۃ جنازہ دعا ہے اور مشرکین کے سوا کسی کے لئے دعا کرنے سے خدا نے نہیں روکا ہے۔

ابن جریر سے روایت ہے کہ ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ اللہ اس آدمی پر رحم کرے جو ابوہریرہؓ اور اس کی ماں کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ میں نے کہا، اور باپ کے لئے تو ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا نہیں میرا باپ مشرک مر گیا تھا اور قولہ تعالیٰ فَلَمَّا تَبَيَّنَ کے بارے میں ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ابراہیم باپ کے مرنے تک استغفار کی دعا کرتے رہے اور مر جانے کے بعد جب معلوم ہوا کہ وہ عدو اللہ تھا تو دست برداری اختیار کر لی۔ اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ قیامت کے روز ابراہیم جب باپ سے ملیں گے تو اُن سے دست بردار رہیں گے۔ باپ بدحواس اور پریشان ہوگا اور کہے گا کہ اے ابراہیم میں نے تیری نہیں سُنی لیکن آج تیرا خلاف نہ کروں گا۔ تو ابراہیمؑ کہیں گے، اے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا ہے کہ قیامت کے روز مجھے رُسوا نہ کرے گا پس آج کے روز اس رُسوائی سے بڑھ کر اور کونسی رُسوائی ہو سکتی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ تم پیچھے پلٹ کر تو دیکھو، دیکھتے ہیں کہ ایک نیم جان جانور لتھڑا پڑا ہے اور ایک بجو کی شکل میں مسخ شدہ ہے جس کی ٹانگیں کھینچ کر دوزخ کی طرف لیجایا جا رہا ہے۔

قولہ تعالیٰ اِنَّ اِبْرَاهِيمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيمٌ۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ "اوّاہ" کے معنی ہیں بہت دعا و زاری کرنے والا۔ ابن الہاد سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ "اوّاہ" کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا بہت تضرع کرنے والا۔ ابن مسعود رضؓ نے اس کے معنی رحیم بتائے۔ قتادہ وغیرہ نے رحیم بعباد اللہ کہا۔ ابن عباسؓ اس کے معنی مومن بتاتے ہیں۔ علی ابن ابوطلحہ مومن توّاب کہتے ہیں۔

عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ ذوالبجادین نامی، ایک شخص کے بارے میں حضرتؐ نے فرمایا کہ یہ اَوَّاہ ہے۔ جہاں کہیں قرآن میں اللہ کا نام آجاتا تو یہ شخص دُعا کا ایک نعرہ بلند کرتا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صبح کے وقت تسبیح کی جو پابندی کرتا ہے اس کو اَوَّاہ کہتے ہیں۔ ابو ایوب کہتے ہیں کہ اَوَّاہٌ وہ ہے جو اپنے خطایا کو یاد کر کے استغفار کرتا ہے۔ مسلم بن بیان کہتے ہیں کہ ایک آدمی کثرت سے ذکر و تسبیح کرتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو "اواہ" کہا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دفن کرنے کے بعد کہا خدا تجھ پر رحم کرے تو ایک مرد اَوَّاہ تھا۔ حضرتؐ کی مراد تھی کہ قرآن کی بہت تلاوت کرنے والا تھا۔ ایک شخص کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے بوقت دُعا آہ آہ کرتا تھا۔ حضرتؐ کے سامنے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا وہ "اوّاہ" ہے۔ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ ایک رات میں باہر نکلا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی شخص کو چراغ ساتھ لئے دفن کر رہے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اس کو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ سب سے اچھا قول تو یہ ہے کہ اس کے معنی دُعا کے ہیں اور یہ سیاق کے مناسب بھی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جب ذکر کیا کہ ابراہیم کا استغفار بر بنائے وعدہ تھا اور ابراہیم کثیر الدعا تھے، ناروا برتاؤ کرنے والے کے ساتھ حلیم تھے اور اسی لئے تو باپ کی اذیّت پہنچانے کے باوجود اس کے لئے استغفار کرتے تھے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يَا اِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا۔ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا۔ یعنی اے ابراہیم کیا تو میرے خداؤں سے اعراض کرتا ہے۔ دیکھ اگر تو باز نہ آئے گا تو میں پتھر سے تجھے مار دوں گا مجھ سے باز رہ۔

تو ابراہیمؑ نے کہا۔ سلام علیک جاتا ہوں لیکن آپ کے لئے اپنے خدا سے ضرور دُعا کرتا رہوں گا وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ غرض یہ کہ باپ کی ایذا رسانی پر بھی ابراہیم نے حلم اختیار کیا۔ باپ کے لئے دُعا اور استغفار کی، چنانچہ اللہ تعالےٰ نے حلیم کا خطاب دیا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ

اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کئے پیچھے گمراہ کر دے

حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ

جب تک ان کو ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلا دے جن سے وہ بچتے رہیں بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ۱۱۵ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

خوب جانتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

اور زمین میں وُہی جِلاتا اور مارتا ہے، اور تمہارا اللہ کے سوا

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ ۱۱۶

نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے۔

اللہ تعالےٰ اپنے نفسِ کریمہ اور حکمتِ عادلہ سے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ جب تک خدا کسی قوم کی طرف پیغمبر بھیج کر حجت ختم نہیں کرلیتا ہے اس کو گمراہی کے لئے چھوڑ نہیں دیتا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ، اہلِ ثمود کو ہم نے ہدایت دی۔ مجاہد قولہٖ تعالیٰ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ کے بارے میں کہا کہ اللہ عزوجل کا بیان مومنین سے مشرکین کے لئے ترکِ استغفار کے بارے میں خاص ہے اور ویسے مومنین کے لئے خدا کی طاعت اور معصیت کا فعل عام ہے یعنی تم اپنی مرضی کے مختار ہو، اپنی مرضی سے طاعت اختیار کرو یا معصیت اختیار کرو چھوڑنا چاہتے ہو تو چھوڑ دو لیکن ترکِ استغفار کا بیان عمومی نہیں بلکہ خصوصی ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر تم اپنے اموات مشرکین کے لئے استغفار کرو تو کیا ضرور ہے کہ اللہ تمھیں گمراہ قرار دے جب کہ اس نے تم کو ذاتی حد تک ہدایت کی توفیق دے دی اور خدا اور رسول پر ایمان لانے کی عزت بخشی حتیٰ کہ تم کو منہیات سے روک دیا اور تم اس سے باز رہے لیکن قبل اس کے کہ وہ ان منہیات کی کراہت اور ممانعت بیان فرمائے اور ان منہیات کی طرف جُھک پڑو، وہ کیوں تم پر ضلال و گمراہی کا حکم لگائے اِس لئے کہ طاعت و معصیت تو امر و نہی سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن جو ایمان ہی نہ لایا ہو اور نہ وہ باز رہا ہو تو اس کو حکم کی انجام دہی سے متعلق مطیع اور ممنوع کے ارتکاب سے عاصی کہہ ہی نہیں سکتے۔ اللہ کا یہ قول کہ وہ مالک الملک ہے زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے یہ اللہ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے مشرکین اور کفار سے قتال کی تحریض ہے اور یہ کہ انھیں اللہ کی مدد کا بھروسہ رکھنا چاہیے اور خدا کے دشمنوں سے ڈرنا نہیں چاہیے کیونکہ انھوں نے خدا کو چھوڑ دیا تو پھر ان کا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔

حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کیا تم وہ سنتے ہو جو میں سُنتا ہوں تو لوگوں نے کہا کہ ہم تو کچھ نہیں سُن رہے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آسمان کا چرچرانا سُن رہا ہوں اور وہ بوجھ کیوں نہ دبے اور کیوں نہ چرچرائے آسمان میں بالشت بھر جگہ بھی تو ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ یا قیام میں موجود نہ ہو۔ کعب الاحبار کہتے ہیں کہ سُوئی کی نوک برابر بھی کوئی جگہ زمین میں ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ تسبیحِ خدا میں مصروف نہ ہو اور آسمان کے فرشتے ذرّاتِ زمین سے زیادہ تعداد میں ہیں اور عرش کے حامل فرشتوں کے ٹخنے سے ساق تک کی مسافت ایک سو برس کی مسافت ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ

اللہ تعالےٰ نے پیغمبرؐ کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین

وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ

اور انصار کے حال پر بھی جنھوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبرؐ کا ساتھ دیا

مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ

بعد اس کے کہ اُن میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا،

ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٧﴾

پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔

مجاہد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت غزوۂ تبوک سے متعلق ہے۔ یعنی لوگ جب غزوۂ تبوک کے لئے نکلے تو بڑی سخت گرمی تھی، سال قحط زدہ تھا پانی اور زادِ راہ کی سخت تنگی تھی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ جنگِ تبوک کے لئے جب چل کھڑے ہوئے تو بڑی سخت گرمی تھی اللہ ہی جانتا ہے کہ کیسی سخت مصیبتیں مجاہدین کو پہنچیں، حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ ایک کھجور کے دو ٹکڑے کرکے دو آدمیوں میں بانٹ دیا جاتا تھا۔ کھجور دست بدست بڑھائی جاتی، ایک اس کو تھوڑا چوستا پھر پانی پی لیتا پھر دوسرا چوستا اور پانی پی کر تسلی حاصل کر لیتا۔ پھر اللہ نے ان کی سُن لی، غزوہ سے وہ واپس ہوئے۔ عبد اللہ بن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضؓ سے تنگدستی کی کیفیت پوچھی گئی تو کہا کہ ہم جنگِ تبوک کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ سخت موسمِ گرما تھا۔ ہم نے ایک جگہ قیام کیا وہاں ایسی زبردست تشنگی سے ہمیں سابقہ پڑا کہ ہم نے گمان کر لیا کہ ہمارا دم ہی نکل جائے گا۔ اگر کوئی آدمی پانی کی تلاش میں جاتا تو وہ یقین کر لیتا کہ واپس ہونے سے پہلے اس کو موت آجائے گی۔ لوگ اونٹوں کو ذبح کرتے ان کے معدوں میں ایک مقام پر بچے ہوئے پانی کا ذخیرہ جمع رہتا تھا، اس کو نکال لیتے اور پی لیتے اور بچا ہوا کچھ حصہ اپنے جگر پر لگا لیتے۔ تو ابوبکر صدیق رضؓ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا کو قبولیت کا شرف بخشا ہے ہمارے لئے دُعا فرمایئے! حضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تم ایسا چاہتے ہو؟ صدیق رضؓ نے کہا، ہاں۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھائے ابھی دُعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ بادل چھا گئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد پانی تھم گیا۔ لوگوں نے اپنے برتن بھر لئے اب ہم لشکر کے پڑاؤ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ چھاؤنی سے آگے کہیں پانی نہیں برسا ہے۔

ابن جریر قولہ تعالیٰ لَقَدْ تَابَ اللَّهُ (الخ) کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس آیت میں عسرۃ سے مراد نفقہ زادِ راہ اور پانی کی تنگی مُراد ہے۔ من بعد ما کاد (الخ) یعنی اِس کے بعد کہ اُن کے دل بدگمان اور شک سے ٹیڑھے ہونے لگے تھے، حق سے ہٹنے لگے تھے۔ جو مشقّت اور شدّت و مصیبت کہ اِس سفر میں پڑی اس سے لوگوں کے دل دینِ رسول اللہ سے شک میں پڑ گئے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے اُن پر رحم کیا اور اپنی طرف رُجوع ہونے کی توفیق بخشی اور اثبات علی الدین کی عزت عطا فرمائی۔ وہ تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

وَّعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا

اور تین شخصوں کے حال پر بھی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ

زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان

عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ

سے تنگ آگئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ خدا سے کہیں پناہ نہیں

مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا

ہو سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رُجوع کیا جائے پھر ان کے حال پر توجہ

ع ۸ ۱۴ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١١٨﴾ يَا أَيُّهَا

فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی رجوع رہا کریں بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم والے ہیں۔ اے

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ

ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور سچوں کے

الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾

ساتھ رہو۔

ابن کعبؓ سے مروی ہے کہ غزوۂ تبوک میں اپنے شریک نہ ہونے

کی داستان اور حضرت کا ساتھ نہ دینے کا واقعہ کعب بن مالک رض یوں بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک کے سوا اور کسی جنگ میں حضرت کی معیت سے محروم نہیں رہا۔ البتہ جنگِ بدر میں بھی میں شرکت سے عاری تھا۔ لیکن ان شرکت نہ کرنے والوں پر کوئی عتاب نہیں ہوا تھا۔ بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قریش کے ایک قافلہ کی خاطر مدینے سے باہر نکلے تھے۔ وہاں حسب منشاءِ خداوندی خدا کے دشمنوں سے تصادم ہوگیا کوئی قرار داد بھی نہیں تھی۔ میں لیلۃ العقبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جب کہ اسلام پر ہم نے پیمان باندھا تھا اور میرے لئے تو لیلۃ العقبہ میں حضوری غزوۂ بدر کی حضوری سے بھی کہیں زیادہ پسند تھی اگرچہ بدر کی شہرت اور آوازہ لوگوں میں بہت زیادہ ہے۔ اب غزوۂ تبوک میں حضرت کے ساتھ شرکت سے محروم رہنے کا میرا واقعہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں میں شرکتِ تبوک سے پیچھے رہ گیا اس وقت میں انتہائی خوش حالی اور مالداری میں تھا۔ اِس سے پہلے دو سواریاں میرے پاس کبھی نہیں ہوئی تھیں اور اِس جنگ میں تو دو سواریاں بھی رکھ سکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو عام طور پر اس خبر کو پھیلنے نہ دیتے۔ جب یہ جنگ ہوئی ہے تو بڑی سخت گرمی کا زمانہ تھا دُور دراز اور جنگلوں کا سفر درپیش تھا اور کثیر التعداد دشمن سے سامنا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امور میں مسلمانو کو آزاد رکھا تھا کہ جس طرح چاہیں دشمن کے مقابلے کی تیاری کرلیں اور اپنا ارادہ مسلمانوں پر ظاہر فرما دیا تھا اور مسلمان آں حضرت کے ساتھ اِس کثیر تعداد میں تھے کہ درجِ رجسٹر نہ ہو سکتے تھے۔ کعب کہتے ہیں کہ بہت کم ایسے لوگ ہوں گے کہ جن کی غیر حاضری کا حضرت کو علم ہو سکے گا بلکہ گمان تھا کہ کثرتِ لشکر کی وجہ سے غائب رہنے والے کا حضرت کو علم بھی نہ ہو سکے گا۔ جب تک کہ خدا ہی کی طرف سے بذریعہ وحی علم نہ ہو جائے۔ یہ لڑائی جس وقت سرزد ہوئی تھی وہ زمانہ پھلوں کے پکنے کا تھا

سایہ گستری، بار آوری اور خنکی کا موسم تھا۔ ایسے زمانہ میں میری طبیعت آرام طلبی اور راحت گیری کی طرف بہت مائل ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ میں صبح اُٹھ کر تیاری جہاد کے لئے باہر نکلتا لیکن خالی واپس ہوتا اور تیاری اور اسبابِ سفر کی خریداری وغیرہ کچھ نہ کرتا، دل بہلا لیتا کہ جب میں چاہوں گا دم بھر میں تیاری کرلوں گا۔ دن گزرتے چلے گئے، لوگوں نے تیاریاں مکمل کرلیں حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ دیگر مسلمان چل کھڑے ہوئے جہاد کے لئے روانہ ہوگئے۔ میں نے دل میں کہا کہ ایک دو دن بعد تیاری کرکے میں بھی مل جاؤں گا اس عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر بہت دُور جاچکا۔ میں تیاری کے لئے باہر نکلا لیکن پھر بغیر تیاری کے واپس آگیا۔ حتیٰ کہ ہر روز یہی ہوتا رہا دن نکل گئے۔ لشکر جنگ کرنے لگا۔ اب میں نے کوچ کا ارادہ کرلیا کہ جلدی سے پہنچ کر شامل ہو جاؤں، کاش اب بھی کوچ کر جاتا، لیکن آخر کار یہ بھی نہ ہوسکا۔ اب حضرت ؐ کے تشریف لے جانے کے بعد جب کبھی میں بازار میں نکلتا تو مجھے یہ دیکھ کر بڑا دُکھ ہوتا کہ جو مسلمان نظر آتا ہے اُس پر یا تو نفاق کی پھٹکار نظر آتی ہے یا ایسے مسلمان دکھائی دیتے ہیں جو واقعی خدا کی طرف سے معذور اور لنگڑے لُولے تھے۔ جب حضرت ؐ تبوک پہنچ چکے تو مجھے یاد فرمایا اور پوچھا کعب بن مالک کیا کر رہا ہے؟ تو بنی سلمہ کے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خوش عیشی اور آرام طلبی نے مدینے ہی میں روک لیا ہے۔ تو معاذ بن جبل نے کہا تم نے غلط خیال قائم کیا۔ یا رسول اللہ ؐ! اُسے تو بھلائی اور نیکی کے سوا کچھ نہیں آتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن کر خاموش ہو رہے اور جب رسول اللہ ؐ تبوک سے واپس تشریف لانے لگے تو میں سخت پریشان تھا کہ اب کیا کروں۔ میں غلط حیلے سوچنے لگا تاکہ آپ کے عتاب سے

محفوظ رہ سکوں چنانچہ ہر ایک سے رائے لینے لگا اور جب معلوم ہوا کہ حضرت تشریف لا چکے ہیں تو اب غلط سوچ بچار سے میں دست بردار ہوگیا۔ اب میں نے اچھی طرح معلوم کرلیا کہ میں کسی حیلے بھی نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ میں نے سچ سچ کہنے کا ارادہ کرلیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آئے تو سب سے پہلے مسجد گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی پھر لوگوں کے ساتھ مجلس کی۔ اب جنگ میں شریک نہ رہنے والے آ آ کر عذر و معذرت کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے، ایسے لوگوں کی تعداد اَسّی سے کچھ اوپر تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحکم ظاہر ان کی بات قبول کئے جا رہے تھے اور ان کی کوتاہیوں کے لئے طلب مغفرت کر رہے تھے لیکن ان کے دلوں کے بھیدوں کو خدا کے حوالے کر رہے تھے۔ میری باری آئی۔ میں نے آکر سلام عرض کیا۔ آپ نے غضب آگیں تبسم فرمایا۔ پھر مجھ سے کہا یہاں آؤ! میں سامنے جا بیٹھا۔ مجھ سے فرمایا تم کیوں رُک رہے کیا تم نے تیاری جہاد میں خریداری نہیں کرلی تھی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلعم اگر میں اس وقت آپ کے سوا کسی اور سے بولتا تو ایسے معقول عذرات پیش کرسکتا کہ ان کو قبول کرتے بنتی کیونکہ مجھے بحث و تکرار و معذرت کرنا خوب آتا ہے لیکن خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اس وقت تو جھوٹی بات بنا کر میں آپ کو راضی بنا لوں گا۔ لیکن جلد تر ہی اللہ آپ کو مجھ سے ناراض بنا دے گا اور اگر میں نے سچ سچ کہہ دیا تو حُسنِ عاقبت کی مجھے خدا کی طرف سے امید ہوسکتی ہے۔ اے نبی صلعم! خدا کی قسم میں کوئی معقول عذر نہیں رکھتا تھا میرے پاس عدم شرکتِ جنگ کا درحقیقت کوئی حیلہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا ہاں یہ سچ تو کہتا ہے۔ اچھا تو اب چلے جاؤ اور انتظار کرو کہ اللہ تمہارے بارے میں کیا حکم فرماتا ہے۔ چنانچہ میں چلا گیا۔ بنی سلمہ کے لوگ بھی میرے ساتھ اُٹھے اور ساتھ ہو لئے اور کہنے لگے خدا کی قسم ہم نے تمھیں پہلے کبھی کوئی خطا کرتے نہیں دیکھا ہے۔ دوسرے لوگوں نے جیسے عذرات پیش کر دیئے تم نے حضورؐ کے سامنے کچھ بھی عذر نہیں کیا ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کے لئے جیسے استغفار کیا تھا تمہارے لئے بھی حضرت کا یہ استغفار کافی ہوتا۔ غرض یہ کہ لوگوں نے اِس بات پر اِس قدر زور دیا کہ میں نے ایک بار یہ ارادہ کرہی لیا تھا کہ پھر واپس جاؤں اور کوئی عذر تراش دوں لیکن میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ میری طرح کیا کسی اور کی بھی صورتِ حال ہے؟ کہا ہاں تمھاری طرح اور دو آدمی ہیں کہ سچ سچ کہہ دیا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ کہا گیا مرارہ بن الربیع العامریؓ اور ہلال بن امیۃ الواقفی۔ کہا گیا کہ یہ دونوں مرد صالح ہیں۔ بدر میں شریک تھے اب میرے سامنے اُن کا نقشِ قدم تھا اِس لئے میں دوبارہ حضرت کے پاس نہ گیا اب معلوم ہوا کہ حضرتؐ نے ہم تینوں سے سلام کلام کرنے سے لوگوں کو ممانعت کردی ہے اور لوگوں نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا ہے اور ہم سے ایسے بدل گئے ہیں کہ زمین پہ رہنا مجھے بوجھ معلوم ہونے لگا۔ ہم پر اِس ترکِ تعلّقات کے پچاس دن گزر گئے۔ ان دونوں نے تو مُنہ چھپا کر خانہ نشینی ہی اختیار کرلی روتے بیٹھے رہے، میں ذرا سخت مزاج تھا تو برداشت تھی۔ جا کر جماعت کے ساتھ برابر نماز پڑھتا تھا بازاروں میں گھومتا تھا لیکن مجھ سے کوئی بولتا نہ تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا، حضرت تشریف فرما رہتے میں سلام کرتا اور دیکھتا کہ جوابِ سلام کے لئے حضرت کے ہونٹ ہلتے ہیں کہ نہیں۔ پھر آپ کے آپ کے قریب ہی نماز پڑھ لیتا۔ کنکھیوں سے آپ کو دیکھتا میں نماز پڑھنے لگتا تو آپ مجھے دیکھتے، میں آپ کی طرف متوجہ ہو جاتا تو نظر پھیر لیتے۔ جب اِس بائیکاٹ کی مدت لمبی ہی ہوتی گئی تو میں ابوقتادہ کے گھر کی دیوار پھاند کر ان کے یہاں گیا وہ میرے چچا زاد بھائی تھے میں انھیں بہت چاہتا تھا سلام کیا تو بخدا انھوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابوقتادہ! تمھیں خدا کی قسم کیا تم نہیں جانتے کہ میں خدا کو اور رسولِ خدا کو دوست رکھتا ہوں۔ وہ سُن کر خاموش

ہوگئے۔ میں نے خدا کی قسم دے کر بات کی۔ پھر کچھ نہ بولے میں نے پھر قسم دی، کچھ بھی نہ کہا لیکن انجان پن سے بولے خدا کو اور رسولِ خدا کو علم ہے۔ میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا پھر دیوار پھاند کر واپس ہوگیا۔

ایک دن میں بازارِ مدینہ میں گھوم رہا تھا کہ شام کا ایک قبطی جو مدینہ کے بازار میں کھانے کی کچھ چیزیں بیچ رہا تھا لوگوں سے کہنے لگا کہ کعب بن مالک کا کوئی پتہ دے۔ دو لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا وہ میرے پاس آیا اور شاہ غسان کا ایک مکتوب میرے حوالے کیا۔ میں چونکہ پڑھا لکھا تھا۔ پڑھا تو لکھا تھا کہ

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمھارے آقا نے تم پر سختی کی ہے۔ اللہ نے تمھیں کوئی معمولی آدمی تو نہیں بنایا ہے تم کوئی گرے پڑے نہیں ہو۔ تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمھیں نوازیں گے"

میں نے یہ پڑھ کر کہا۔ پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی۔ یہ تو نئی مصیبت آپڑی۔ میں نے اِس منشور کو آگ میں جھونک دیا اور جب پچاس میں سے چالیس دن گزر گئے تو حضرت کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا حضرت نے حکم دیا ہے کہ اپنی عورت سے بچھڑے رہو۔ میں نے پوچھا کیا حکم ہے کہ طلاق دیدوں؟ کہا نہیں صرف الگ رہو، قربت نہ کرنا اور کہا کہ دوسرے دونوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی عورت سے کہہ دیا کہ میکے چلی جاؤ حتیٰ کہ خدا کا کوئی اور حکم پہنچے۔ ہلال بن امیہؓ کی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی یا رسولُ اللہؐ ہلال ایک شیخ ضعیف ہے اس کی خدمت کے لئے کوئی آدمی نہیں اگر میں اُن کی خدمت میں لگی رہوں تو تو آپ نامنظور تو نہ کریں گے۔ حضرت نے فرمایا اچھا لیکن وہ تم سے قربت نہ کرے۔ کہنے لگی اُس غریب کو تو ہلنا ٹُلنا مشکل ہوگیا ہے۔ آپ کی ناراضی کے دن سے آج تک لگاتار روتا رہتا ہے۔ میرے گھر والوں میں سے ایک نے کہا تم بھی رسول اللہؐ سے اپنی عورت سے خدمت لینے کی اجازت حاصل کر لو جیسے کہ ہلال کو اجازت مل گئی۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں اِس بات کی حضرت صلعم سے درخواست نہ کروں گا نہ معلوم حضرت کیا فرمائیں میں تو جوان آدمی ہوں مجھے کسی سے خدمت لینے کی ضرورت نہیں اَب ہم نے اَور دس دن گزارے اور لوگوں کے اِس قطع تعلق کو پچاس دن گزر گئے پچاسویں دن کی صبح اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ کر میں اِس حال میں بیٹھا ہوا تھا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا ہے یعنی میری جان مجھ پر بھاری معلوم ہو رہی تھی یہ وسیع دنیا مجھے تنگ محسوس ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑی پر سے ایک پکارنے والے کی آواز میرے کان میں پڑی کہ وہ بلند آواز میں چیخ رہا تھا کہ "اے کعب بن مالکؓ! خوش ہو جا" میں یہ سنتے ہی سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ نے اب میری توبہ قبول کرلی، مصیبت کا زمانہ گزر گیا۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع سُنا دی کہ اللہ نے اِن تینوں کی توبہ قبول کرلی ہے۔ لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لئے دوڑے اُن دونوں کے پاس بھی گئے اور میرے پاس بھی ایک سوار تیز گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا لیکن پہاڑ پر چڑھ کر آواز دینے والا زیادہ کامیاب رہا کہ جلد تر مجھے خبر مل گئی، کیونکہ گھوڑے کی رفتار سے آواز کی رفتار تیز تر ہوتی ہے۔ چنانچہ جب وہ شخص مجھ سے ملا جس کی آواز میں نے سُنی تھی تو اُس خوشخبری دینے کے صلے میں اپنے کپڑے اُتار کر میں نے اُسے پہنا دیئے۔ بخدا میرے پاس اس وقت دوسرا جوڑا نہیں تھا۔ میں نے اپنے لئے مستعار کپڑے لیکر پہن لئے۔ میں حضرتؐ کے پاس جانے کے ارادے سے نکلا۔ لوگ مجھ سے راہ میں جوق در جوق ملتے اور مجھے مبارک باد دیتے جاتے۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی طلحہ بن عبداللہ دَوڑ پڑے، مجھ سے مصافحہ کرکے مبارکباد دی۔ مہاجرین میں سے کسی نے اُن کے سوا یہ اقدام نہیں کیا تھا۔ کعبؓ نے طلحہ کے اِس خلوص کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ میں نے آکر رسول اللہؐ کو سلام کیا۔ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا۔ کہنے لگے خوش ہو جاؤ جب سے تم پیدا ہوئے ایسی خوشی کا دن تم پر نہ آیا ہوگا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟ فرمانے لگے خدا کی طرف سے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہو جاتے تو آپ کا چہرہ چمک اُٹھتا تھا گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور آپ کی خوشنودی آپ کے چہرہ ہی سے ظاہر ہو جاتی۔ میں نے حضرتؐ سے عرض کی یا رسول اللہؐ میری قبولیتِ توبہ کی یہ برکت ہونی چاہئے کہ میں اپنا سارا مال و متاع خدا اور رسول خدا کی راہ میں لُٹا دوں حضرت نے فرمایا ایسا نہیں کچھ رکھو اور کچھ صدقہ کر دو یہی بہتر صورت ہے۔ میں نے کہا کہ خیبر سے جو حصّہ مجھے ملا تھا وہ میں اپنے لئے رکھ لیتا ہوں، یا رسول اللہ سچائی کی برکتوں کے سبب اللہ نے مجھے نجات بخشی، خدا کی قسم میں نے جب سے کہ حضرتؐ سے راست گوئی کا ذکر کیا پھر کبھی جھوٹ نہیں بولا، خدا سے دعا ہے کہ وہ آئندہ بھی کبھی مجھ سے جھوٹ نہ بلوائے۔

قولہ تعالےٰ لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ (الی آخرہ) کے بارے میں کعبؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے خدا کی اِس سے بڑی نعمت مجھ پر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس نے مجھے حضرت کے سامنے سچ سچ کہدینے کی توفیق بخشی ورنہ میں بھی ایسا ہی ہلاک ہو جاتا جیسا کہ حضرت کے سامنے دوسرے جھوٹ موٹ بولنے والے آخرت کی زندگی کے لحاظ سے تباہ ہوگئے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ الخ یعنی جب تم ان کی طرف واپس ہوئے تو قسمیں کھا کھا کر یہ لوگ تم سے بولتے ہیں تاکہ تم اُن سے اعراض کر جاؤ، ہاں اعراض کر جاؤ ان کے دل ناپاک ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے کیونکہ انھوں نے کیا ہی ایسا۔ قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی بنالیں۔ اگر تم ان سے دھوکا کھا کر راضی بھی ہوگئے تو کیا ہوا اللہ تو اِن بدکاروں سے راضی نہ ہوگا۔

یہ آیت پڑھنے کے بعد کعبؓ کہتے ہیں کہ ہم تینوں لوگوں کا فیصلہ ان لوگوں سے پیچھے ڈال دیا گیا تھا جن لوگوں نے کہ جھوٹی قسمیں کھالی تھیں اور حضرت کو بظاہر ان کی ان کی بیعت قبول کرلینی پڑی تھی اور ان کے لئے استغفار بھی کیا تھا لیکن ہمارا فیصلہ حضرت نے روک دیا تھا حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَعَلَی الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا۔ یہ ہمیں پیچھے ڈال دینا اس سے مراد ہمارا فیصلہ پیچھے ڈال دینا ہے نہ یہ کہ ہم شرکتِ جنگ سے پیچھے ڈال دئے گئے تھے۔ یہی حدیث صحیح اور ثابت ہے اور متفق علیہ ہے۔ بخاری اور مسلم نے بھی حدیث زہری سے اسی طرح روایت کی ہے۔ یہ حدیث باحسن وجوہ اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر کر رہی ہے۔ سلف میں سے تقریباً سب نے اِسی طرح تفسیر کی ہے چنانچہ جابر بن عبد اللہ رضؓ کا بھی اِس آیت سے متعلق یہی قول ہے کہ یہ کعب بن مالکؓ اور ہلالؓ ابن امیہ اور مرارہؓ بن ربیع ہیں۔ یہ سب انصاری تھے۔ اور یہی کہا ہے مجاہدؒ اور ضحاکؒ اور قتادہ اور سدی وغیرہ نے۔ سب نے مرارہ بن ربیعہ کہا ہے اور مسلم میں بھی ابن ربیعہ ہی لکھا ہے۔ لیکن بعض نسخوں میں ربیع بن مرارہ۔ صحیحین میں مرارہ بن ربیعہ لکھا ہے اور روایت بھی یہی ہے اور وہ جو کہا گیا ہے کہ دوسرے دونوں بدر میں شریک تھے یہ زہری کی غلطی سمجھی گئی ہے اِس لئے کہ اِن تینوں میں سے کوئی بھی شریکِ غزوۂ بدر نہ تھا۔ واللہ اعلم۔

جب اللہ تعالےٰ نے ان تینوں کی کشائش کا ذکر فرمایا جس میں انھوں نے مسلمانوں کے بائیکاٹ کے پچاس

دن گزارے تھے اور ان کی جانیں اور ان کی دنیا ان پر تنگ ہوگئی تھی۔ باہر آنا جانا تک ان کا ترک کیا گیا تھا۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ کیا کریں، سوا اس کے کہ صبر کریں اور اپنی ذلّت و اشتکانت پر راضی رہیں۔ لیکن حضرت کے سامنے سچ بولنے کے سبب اور کوئی عذر پیش نہ کرنے کے سبب اللہ نے ان پر کشائش فرمائی اور کچھ عرصہ تک انھیں مُبتلائے عذاب رکھنے کے بعد ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اسی لئے فرمایا: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ یعنی اے ایمان والو سچ کو لازم قرار دے لو تو مہالک مصائب سے بچ جاؤ گے۔ ابن مسعود رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت ؐ نے فرمایا کہ فقط سچ بولا کرو کیونکہ سچ نیکی ہے اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے۔ جو آدمی سچ بولتا رہتا ہے وہ خدا کے دفتر میں سچا لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ سے بالکل دُور رہو۔ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور دوزخ میں پہنچاتا ہے۔ آدمی جب جھوٹ ہی جھوٹ بولتا رہتا ہے تو خدا کے دفتر میں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث صحیحین میں درج ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ جھوٹ نہ سنجیدگی کے طور پر بول سکتے ہیں نہ دل لگی کے طور پر۔ چاہتے ہو تو پڑھو يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔ پھر کہا کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ کوئی بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ مع الصّادقین سے مُراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر رضؓ مُراد ہیں۔ حسن بصری رحؒ کہتے ہیں کہ تم صادقین کے ساتھ ہونا چاہتے ہو تو دنیا سے زہد اختیار کرو اور لوگوں سے میل میل جول کم کرو۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ

مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد

مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ

و پیش میں رہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ

اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ۚ

دیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں،

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا

یہ اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی

نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا

پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفّار کے لئے

يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا

موجبِ غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو

يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ

کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام

بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ

لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر

أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾

ضائع نہیں کرتے۔

غزوۂ تبوک میں اہلِ مدینہ کے جو عرب قبائل شرکتِ جہاد سے باز رہے تھے اور جو مشقّتِ جنگ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھی اس میں ہمدردی اور اشتراکِ عمل کے بجائے آرام طلبی اختیار کی تھی ان پر اللہ پاک عتاب فرماتا ہے کہ انھوں نے اجر سے اپنے کو محروم کر دیا۔ انھوں نے نہ پیاس کی تکلیف اُٹھائی نہ رنج و تعب پہنچا نہ بھوک سے سابقہ پڑا اور نہ اس موقف میں میں آئے کہ کافروں کو خوف زدہ کر دیں اور نہ کافروں پر غلبہ اور ظفر کا شرف حاصل کیا۔ لیکن جنھوں نے یہ سختیاں جھیلیں وہ اپنے ارادے اور عملِ ذاتی کی بنا پر تھیں فطری اور جبری نہیں تھیں اِس لئے اللہ ایسے نیکوکاروں کے اجر کو کبھی ضائع نہ ہونے دے گا۔ جیساکہ فرمایا إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا۔

وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً

اور جو کچھ چھوٹا بڑا انھوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان

وَلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ
ان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام لکھا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ
اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾
اُن کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ یہ غازی لوگ خدا کی راہ میں چھوٹا بڑا خرچ بھی کرتے ہیں اور کفار سے جنگ کے لئے جنگل کا تھوڑا سا راستہ بھی طے کرتے ہیں تو اس کا اجر انھیں ضرور ملتا ہے۔ یہاں اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ فرمایا گیا اور گزشتہ آیت میں کتب لهم به۔ اس بہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ نفقہ یا یہ مشی الی الاعداء ان کا اپنا ذاتی فعل ہے اسی لئے آیت آیت شریفہ میں مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ فرمایا گیا اور آیت سابقہ میں راہِ خدا کے اندر بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیف یہ من جانب اللہ تھی۔ اس لئے نہ بہ لایا گیا نہ عمل کو ان کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس آیتِ کریمہ سے حظِ وافر اور نصیبِ عظیم حاصل کیا کیونکہ اس غزوۂ تبوک میں انھوں نے لشکر کو اپنے نفقاتِ جلیلہ اور اموالِ جزیلہ عنایت کئے ہیں۔ ابن حباب السلمی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس جیشِ عسرت کی مدد کرنے کے لئے قوم کو اُبھارا، تو حضرت عثمان رضؓ نے کہا کہ میرے ذمہ سَو اونٹ مع پالان کجاوے اور پائے بندوں کے۔ حضرتؐ نے دوبارہ قوم سے چندہ مانگا، تو عثمان رضؓ نے کہا اور سَو اونٹ مع پالان و کجاوے وغیرہ کے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سے ایک سیڑھی اُتر کر پھر فرمایا کہ، اے لوگو! اور مدد کی ضرورت ہے۔ تو عثمان رضؓ نے کہا اور سَو اونٹ مع ساز وسامان کے۔ تو میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپؐ خوشی سے اپنے ہاتھ کو یوں ہلا رہے ہیں (عبد الصمد آخری راوی نے یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ ہلائے) اور حضرتؐ نے فرمایا کہ اب عثمان پر کوئی آنچ نہیں چاہے جو عمل کرے۔ پھر عثمان رضی اللہ حضرت کے پاس ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی لے آئے کہ جیشِ عسرت کی اس سے تیاری فرمائیے اور نبیؐ کی گود میں یہ رقم ڈالدی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اشرفیوں کو حرکت دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ آج سے عثمان کو اس کا کوئی عمل ضرر نہیں پہنچائے گا یہی ایک عمل اس کی نجات کے لئے کافی ہے اور آپ خوشی سے بار بار اس رقم کو ہلاتے تھے۔ قتادہ نے قولہ تعالیٰ وَلَا يَقْطَعُوْنَ کے بارے میں کہا ہے کہ راہِ خدا میں سفر کرتے ہوئے لوگ جتنا دُور ہوتے جاتے ہیں اتنے ہی اللہ کی قربت میں بڑھتے جاتے ہیں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ط
اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔
فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ
سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت
لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ
جایا کرے تاکہ باقیماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو
اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
جب کہ وہ ان کے پاس آویں ڈراویں تاکہ وہ احتیاط رکھیں۔

ع ۱۵ / ۴

اِس آیت میں اِس بات کا ذکر ہے کہ غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوچ کرنے کا جب لوگوں نے ارادہ کیا، تو سلف کی ایک جماعت کا یہ خیال ہوا کہ رسولؐ جب جنگ کے لئے نکلیں تو ہر مسلمان پر کوچ کرنا واجب ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا یعنی ہلکے اور لدے ہوئے نکل پڑو۔ اور یہ بھی اللہ نے فرمایا کہ اہلِ مدینہ کو کوئی حق نہیں کہ جہاد میں رسول اللہؐ کے پیچھے رہ جائیں (آخر تک) اور حضرتؐ نے فرمایا کہ اس آیت کے ذریعہ اُوپر والی آیت منسوخ ہوگئی ہے اور کہا

جاتا ہے کہ تمام قبائل کے سفر کرنے یا کسی قبیلہ میں سے بعض کے سفر کرنے سے جب کہ سب نہ نکلیں، مُرادِ خداوندی یہ ہے کہ سفر پر نہ جاکر نبیؐ کے ساتھ رہنے والے ہر اُترنے والی وحی کو لکھ لیں اور یاد رکھ لیں اور جنگ کرکے واپس آنے والے لوگوں کو احکامِ خداوندی بتائیں اور سفر سے واپس آنے والے یہ بتائیں کہ دشمن کے ساتھ کیسی گزری اور کفّار کے کیا حالات ہیں۔ اب اِس معینہ سفر میں دو باتیں جمع ہوگئیں۔ ایک سفر معینہ ان لوگوں کا جو جہاد پر جا رہے ہیں دوسرا ان لوگوں کا قیام جو تفقہ کی غرض سے حضرت کے پاس ٹھہر گئے ہیں۔ اس لئے کہ یہ فرضِ کفایہ ہیں چند لوگ نہ کریں تو چند لوگوں کا ضروری اور فرض ہے۔ ابن عبّاسؓ نے بتایا ہے کہ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ، کی آیت میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ مومنین کو نہیں چاہیے کہ سب کے سب نبیؐ کے پاس سے چلے جائیں اور نبیؐ کو تنہا چھوڑ دیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ جائیں تاکہ باقی حضرتؐ کے پاس دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب واپس لوٹیں تو اپنی قوم کے پاس جاکر انھیں آگاہ کریں اور خدا سے ڈرائیں اور جب تک حضرت اجازتِ سفر نہ دیں، نہ جائیں۔ اور ان جماعتوں کے غیاب کے زمانہ میں جو قرآن اُترا ہے ان کو حضرتؐ کے پاس رہ جانے والے لوگ واقف کرا دیں اور کہیں کہ اللہ نے نبی پر یہ قرآن نازل کیا تھا۔ ہم نے سیکھ لیا اب تم سفر سے واپس آئے ہو تم بھی سیکھ لو اور پھر اب کے دوسری جماعتیں بھیجی جائیں لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ تاکہ وہ اپنا بچاؤ کر سکیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت اصحابِ نبی میں سے ان لوگوں کے بارے میں اُتری ہے جو سیکھ کر اپنے دیہات میں چلے گئے وہاں لوگوں سے مفادات حاصل ہوئے، راحت و آرام ملا۔ مال بھی کمایا اور لوگوں میں تبلیغِ دین بھی کی۔ لیکن لوگ اُن سے کہنے لگے کہ تم نے نبیؐ اور صحابؓ کا ساتھ چھوڑ دیا ہمارے پاس آگئے نبی صلعم کی صحبت سے ہٹ گئے۔ تو وہ اپنے دلوں میں کوفت محسوس کرنے لگے وہ سب دیہات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اسی چیز کی صفائی میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ کیا حرج ہے اگر ایک جماعت چل کھڑی ہو ترقّہ بھی حاصل کرے نبیؐ کے ساتھ رہ کر استماعِ حدیث و وحی بھی کرے اور دیہات میں جاکر لوگوں کو خدا سے ڈرائے بھی، کیا عجب کہ ان کی ہدایت ہو جائے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس موقع پر اُتری ہے جب کہ حضرت نے لشکرکشی کے لئے فوج بھیجی تھی اللہ نے انھیں اس بات کے لئے مامور رکھا کہ نبیؐ کے ساتھ لڑیں لیکن دوسری جماعت رسولؐ کے ساتھ رہے تاکہ دین میں تفقّہ حاصل کرے اور ایک دوسری جماعت اپنے قبیلہ خاندان میں دیہات کی طرف چلی جائے، اور اللہ کے عذاب سے انھیں ڈرائے۔ جو عذاب کہ ان سے پہلے کی قوموں پر نازل ہوا تھا۔ ضحاکؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بذاتِ خود جنگ کے لئے نکلیں تو اہلِ عذر کے سوا کسی کو اجازت نہیں کہ پیچھے رہ جائے۔ اور اگر آپ بذاتِ خود نہ جائیں بلکہ لشکر بھیج دیں تو اب آپ کی اجازت کے بغیر کوئی لشکر میں شریک نہیں ہو سکتا۔ جب کوئی حضرتؐ کے بھیجے ہوئے لشکر کے ساتھ چلا جائے اور اس کے غیاب میں جو وحی اُتری ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس کے پس ماندہ لوگوں کو سُنا دیا ہو تو جب یہ سریّہ سے لشکر واپس آجائے تو یہ ٹھہرے ہوئے انھیں سُنا دیں کہ تمھارے جانے کے بعد یہ یہ وحی اُتری ہے اور اُنھیں بھی دین میں تفقّہ پیدا کرا دیں۔ سب کے سب نہ چلے جانے کا حکم اِس صورت میں ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر بھیج دیا ہو اور خود قیام فرما ہوں۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً والی آیت جہاد کے بارے میں نہیں ہے بلکہ جب رسول اللہ صلعم نے قبیلۂ مضر پر

قحط کی بددعا فرمائی اور سب قحط زدہ ہو گئے تو سب مدینے آکر قیام کرنے لگے اور جھوٹ موٹ اپنے کو مسلمان بتانے لگے۔ اصحابِ رسول اللہ پر اُن کی مہمان داری بار ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے ذریعہ وحی رسول کو آگاہ فرمادیا کہ یہ درحقیقت مسلمان نہیں ہیں۔ تو حضرت نے انھیں اپنے اپنے قبائل میں واپس کردیا اور دوبارہ ایسا کرنے کے بارے میں تحذیر فرمادی۔ چنانچہ فرمایا وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ الیٰ آخرہ۔ اس آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عرب کے ہر قبیلے سے لوگ جوق در جوق حضرت صلعم کے پاس آنے لگے، یہ لوگ آپ سے اُمورِ دین پوچھتے، تفقہ حاصل کرنا چاہتے اور حضرت نبی صلعم سے پوچھتے کہ ہمیں کیا خدمت انجام دینے کا حکم ہوتا ہے اور کہتے کہ ہم اپنے قبائل میں جائیں تو کیا کریں۔ تو آں حضرت صلعم انھیں طاعت اللہ اور طاعت رسول کی تلقین کرتے اور کہتے کہ اپنے لوگوں میں جاکر صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو پھیلاؤ، وہ اپنی قوم میں آکر صاف کہہ دیتے کہ اگر اسلام لاتے ہو تو ہم تمھارے ساتھ ہیں ورنہ نہیں اور انھیں خدا سے ڈراتے حتیٰ کہ ایسا مدایت یافتہ شخص اپنے کافر ماں باپ سے بھی قطع تعلق کرلیتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو آگاہ کرتے خدا سے ڈراتے اور وہ لوگ جب اپنے لوگوں میں واپس جاتے تو انھیں دینِ اسلام کی طرف بلاتے، نارِ دوزخ سے ڈراتے اور جنت کی بشارتیں دیتے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اُتری تو منافقین کہنے لگے کہ اب تو وہ دیہاتی مسلمان ہلاک ہوگئے جو حضرت کے ساتھ جہاد کے لئے نہیں نکلے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے حالانکہ وہ لوگ تو اصحابِ نبی میں سے وہ لوگ تھے جو اپنی قوم کو دین سکھانے کے لئے گئے ہوئے تھے اور عدم شرکتِ جنگ کا سبب یہ مقصد بنا ہوا تھا چنانچہ اللہ نے بیان فرمادیا کہ یہی لوگ جنگ کے لئے کیوں جائیں بعض لوگ دوسروں کو دین سکھانے کے لئے رہ کیوں نہ جائیں اور یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ الخ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ اس آیت کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ جو جنگ کے لئے گئے ہیں جب اپنے لوگوں میں واپس آئیں تو جنگ کے نتیجہ میں انھوں نے کفار پر جو اپنا غلبہ دیکھا اور اسلام کی شان دار فتح دیکھی ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کریں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم
اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمھارے آس پاس
مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا
ہیں اور ان کو تمھارے اندر سختی پانا چاہئے۔ اور یہ یقین
أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝١٢٣
رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا ہے کہ کافروں سے لڑو تو پہلے ان لوگوں سے لڑو جو مرکزِ اسلام سے قریب رہیں اسی لئے حضرت صلعم نے مشرکین سے جنگ شروع کی تو جزیرۃ العرب سے ابتدا کی، یہاں سے فارغ ہوکر مکے، مدینے، طائف یمن، یمامہ، ہجر، خیبر، حضرموت، غرض یہ کہ جزیرۃ العرب کے اور دوسرے اقالیم کو پہلے فتح کرلیا اور مسلمان بنالیا۔ اور عرب کے قبائل دینِ اسلام میں جوق در جوق شامل ہونے لگے۔ تو اب اہلِ کتاب سے جنگیں شروع ہونے لگیں اور روم سے جنگ کا ارادہ ہوگیا۔ یہ لوگ جزیرۂ عرب سے قریب رہنے والے ہیں اور اس بات کی ضرورت ہے کہ دعوتِ اسلام کی سب سے پہلے انہی سے ابتدا ہو، اور اس لئے بھی کہ وہ اہلِ کتاب ہیں لیکن تبوک تک پہنچ کر آگے نہ بڑھے واپس ہوگئے، کیونکہ لوگوں میں تنگ حالی، قحط، ناسازگاریِ حالات تھی یہ ۹ھ کا واقعہ ہے ۱۰ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع

کی مصروفیت رکھتے تھے اور حجۃ الوداع سے اکیاسی دن بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔ آپ کے بعد آپ کے قائم بالامر آپ کے وزیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے۔ اس انقلاب ناگزیر کے وقت دین میں ایک تزلزل سا آگیا تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے صدیق رضؓ کے ذریعہ دین کو پھر استقامت عطا فرمائی۔ آپ نے دین کو مضبوط کر دیا، اس کے دعاوی ثابت ہوگئے اور مرتد لوگوں کو پھر دین کی طرف واپس لے آئے جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا ان کو زکوٰۃ ادا کرنا پڑا۔ اور جو مسائلِ دین سے ناواقف ہوگئے تھے ان کو واقف کر دیا گیا اور رسولؐ سے متعلق جو فرائض تھے ان کی تکمیل کی۔ پھر اسلامی لشکر کو روم کی طرف بھیجا جو صلیب پرست تھے اور اہلِ فارس کی طرف بھی جو آتش پرست تھے اللہ تعالےٰ نے آپ کی برکت سے ان ممالک پر فتح بخشی اور کسریٰ، قیصر اور ان کے مذہبوں کو ذلت نصیب ہوئی اور ان دونوں ملکوں نے جو خزانے جمع کر رکھے تھے ان کو خدا کی راہ میں خرچ کیا جیسا کہ رسول اللہؐ نے اس سے پہلے خبر دے دی تھی۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کی تکمیل آپ کے وصی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے ہاتھوں ہوئی۔ پھر صدیق رضؓ کے جانشین عمر بن خطاب رضؓ نے تکمیل کی۔ عمر رضؓ کے ذریعہ ان کفار ملحدین کو بڑی ذلت پہنچی۔ عمر رضؓ نے منافقین اور سرکشوں کا قلع قمع کیا اور ان کی ساری سلطنتوں پر شرقاً غرباً غالب آگئے اور قریب و بعید تمام ملکوں کے خزائن و اموال مرکزِ اسلام میں کھنچ آئے اور یہ ساری دولت حسب احکامِ شرع مستحق لوگوں میں اور واجبی امور میں صرف کی گئی۔ حضرت عمر رضؓ زندہ رہے تو نیک نام رہے اور مر گئے تو شہید مرے۔ اب مہاجرین و انصار نے بالاتفاق امیر المومنین عثمان بن عفان رضؓ کو خلیفہ بنایا۔ عثمان رضؓ کے زمانہ میں اسلام کو بڑی زینت و نیک نامی حاصل

رہی اور تمام دنیا میں انسانوں پر حجتِ اسلام غالب آگئی۔ انھیں کے زمانے میں مشرق و مغرب سب جگہ اسلام کا بول بالا ہوگیا۔ کلمۃ اللہ کا رعب ہر جگہ کے انسانوں پر چھا گیا اور ملتِ حنیفیہ نے اعداءِ خدا پر غلبہ کامل حاصل کر لیا۔ کبھی کسی قوم پر مسلط ہوتے اور کبھی کسی اور پر، یا ایسی قوم پر جو ان کافروں اور سرکشوں سے جوڑ توڑ رکھتی ہے۔ یہ خدا کے اس فرمان کے تحت تھا کہ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ اور وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً یعنی کافروں سے قتال میں نہایت سختی برتا کرو۔ اس لئے کہ مومن کامل وہ ہے جو اپنوں پر شفیق ہو اور کافروں پر سخت گیر ہو۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ سَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ الخ اور قولہ تعالےٰ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاۤءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۤءُ بَيْنَهُمْ اور قولہ تعالےٰ يَآ اَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خندہ جبیں بھی ہوں اور قتال کرنے والا بھی ہوں۔ یعنی دوستوں کے لئے خوش مزاج اور دشمنوں کے ساتھ جنگجو۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ کافروں سے قتال کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور یقین رکھو کہ اگر تم خدا سے ڈرے اور اس کی اطاعت کی تو خدا ہر وقت تمھارے ساتھ ہے۔ یہ چیز قرونِ ثلثہ میں جو اس امت کا بہترین زمانہ گزرا ہے غایت استقامت میں تھی اور یہ زمانہ قیامِ طاعتِ خداوندی کا زمانہ تھا۔ مسلمان ہمیشہ کافروں پر غالب رہے ہمیشہ فتوحات ہوتی رہیں، دشمن ہمیشہ خسارہ اور ذلت میں رہے اور جب بادشاہوں کے درمیان فتنے اور اختلافات بڑھ گئے تو دشمنوں نے اطراف و بلاد پر نظریں ڈالنا شروع کر دیں۔ اسلامی ممالک کی طرف بڑھنے لگے اور ملوک اعداء ایک دوسرے کے ساتھ گٹھ جوڑ کرنے لگے۔ پھر ایک دوسرے

کی مدد سے اسلامی ممالک کے حدود پر چڑھ دوڑے اور مسلمانو کے بہت سے ملکوں پر قبضہ کر لیا۔ لیکن جس کسی اسلامی بادشاہ نے احکام الٰہی کی اطاعت کی، خدا پر بھروسہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے ضرور فتوحات عنایت فرمائیں اور کھوئے ہوئے ممالک دوبارہ حاصل کئے جا سکے۔ خدا سے امید ہے کہ پھر وہ مسلمانوں کو غلبہ دے گا اور ساری دنیا میں توحید کا کلمہ بلند ہوگا۔ اللہ تو فیاض اور کریم ہے۔

وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ

أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِۦٓ إِيمَٰنًا ۚ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ

اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں ترقی دی سو جو لوگ ایماندار

ءَامَنُوا۟ فَزَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝١٢٤

ہیں اس سورت نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں

وَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ

اور جن کے دلوں میں آزار ہے اس سورت نے اُن میں ان کی گندگی کے ساتھ

رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا۟ وَهُمْ

اور گندگی بڑھا دی اور وہ حالتِ کفر

كَٰفِرُونَ ۝١٢٥

ہی میں مر گئے۔

یہ آیتیں اتریں تو منافقین چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ اس سورت نے بھلا ان مسلمانوں کے اندر کونسا مزید ایمان اور مزید خوبی پیدا کر دی۔ تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہاں یہ مزید ایمان مسلمانوں کے اندر یقیناً پیدا ہوا ہے اور وہ اس سے خوش بھی ہیں۔ یہ آیت ان بزرگ ترین دلائل میں سے ہے کہ ایمان کم بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ اکثر علماءِ خلف و سلف کا مذہب ہے۔ بلکہ اکثر کا یہ قول ہے کہ اس اعتقاد پر اجماعِ امت ہے اور اول شرح بخاری میں اس مسئلہ پر مبسوط اور طویل بحث ہو چکی ہے۔ لیکن جن کے دلوں میں مرض ہے ان میں تو اس آیت سے اور شک ہی کے اندر اضافہ ہوتا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ الخ یعنی قرآن تو مومنوں کے دلوں کو شفا بخشتا ہے۔ اور قولہ تعالیٰ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هُدًى وَشِفَآءٌ ۖ وَٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍۭ بَعِيدٍ۔ یعنی ایمانداروں کے لئے قرآن ہدایت اور شفا ہے۔ کافروں کے کان تو قرآن کی طرف سے بہرے ہیں، ان آنکھیں اندھی ہیں گویا کہ وہ بہت ہی دور سے پکارے جا رہے ہیں کہ سن ہی نہیں سکتے یہ کتنی بڑی بدبختی کی بات ہے کہ جو چیز دلوں کی ہدایت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ ان کی ضلالت و ہلاکت کا سبب بن جائے، جیسے کہ بیمار کو اچھی غذا بھی دی جائے تو نقصان ہی پہنچتا ہے۔

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِى كُلِّ

اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار دو بار کسی

عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ

نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں پھر بھی باز نہیں آتے

وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝١٢٦ وَإِذَا مَآ

اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں۔ اور جب کوئی سورت

أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ

نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں

هَلْ يَرَىٰكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ ٱنصَرَفُوا۟ ۚ

کہ تم کو کوئی دیکھتا تو نہیں پھر چل دیتے ہیں۔

صَرَفَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا

خدا تعالیٰ نے ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ محض ۳

يَفْقَهُونَ ۝١٢٧ — ۳ بے سمجھ لوگ ہیں۔

یہ منافقین کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ وہ سال بھر میں ایک بار یا دو بار فتنوں میں مُبتلا کئے جا رہے ہیں پھر بھی اپنے سابقہ گناہوں سے باز نہیں آتے اور اس سلسلہ میں آئندہ جو اُن پر گزرنے والا ہے اس سے اندیشہ نہیں کرتے مجاہد کہتے ہیں کہ منافقین بھوک اور قحط کے فتنوں میں مبتلا کئے جاتے تھے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ جنگ کی آفت ان کے سر پر پڑتی تھی۔ صحابہ رضؓ کہتے ہیں کہ ہم ہر سال کوئی نہ کوئی جھوٹی افواہیں سنتے ہی رہتے جس سے اکثر لوگ بھٹک جاتے تھے۔ انس رضؓ سے مروی ہے کہ سختی کا زمانہ بڑھتا جا رہا ہے تنگدلی اور کوتاہ حوصلگی زیادہ ہو رہی ہے ہر سال گزشتہ سال سے بدتر آتا جا رہا ہے۔ مندرجہ بالا آیت منافقین کے بارے میں ہے کہ جب کوئی سورت نبی صلعم پر نازل کی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ کوئی تمہیں دیکھتا تو نہیں تھا۔ پھر وہ حق سے رُوگرداں ہو جاتے ہیں دنیا میں اِن منافقین کا یہ حال ہے کہ نہ حق بات کے سامنے آتے ہیں نہ اس کو سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ خدا ہے:۔
فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ الخ۔ و قولہ تعالیٰ فَمَا لِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ الخ۔ یعنی ان لوگوں کو کیا ہوا کہ حق بات سے اعراض کرتے ہیں گویا کہ وہ وحشی جانور ہیں کہ شیروں سے بھاگتے ہیں سیدھے اور بائیں کھسک جاتے ہیں۔ حق سے باطل کی طرف جھک جاتے ہیں۔ اللہ نے اُن کے قلوب کو پھیر دیا ہے کہ، نہ اللہ کے خطاب کو سمجھتے ہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ
تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو
عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ ۱۲۸ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ
ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں پھر اگر رُوگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ
لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں، میں نے اسی پر
۱۲ ع ۷ ۵ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۱۲۹
بھروسہ کر لیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مومنین پر اپنا احسان ظاہر فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے تمہارے ہی جنس سے ایک رسول بھیجا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے دُعا مانگی تھی کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اور لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ الخ اور لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ جعفر رضؓ بن ابی طالب نے نجاشی سے اور مغیرہ رضؓ نے سفیر کسریٰ سے کہا تھا کہ اللہ نے ہم میں ہماری ہی قوم کا ایک رسول بھیجا ہے جس کے نسب سے ہم واقف ہیں، جس کی صفات جانتے ہیں، جس کے اُٹھنے بیٹھنے آنے جانے صدق و امانت سب ہی باتوں سے آشنا ہیں، زمانۂ جاہلیت سے بھی جس کے خاندان پر کوئی دھبہ نہیں۔ حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ میرا سارا نسب بر بناء نکاح رہا کہیں کسی سفاح کا شائبہ نہیں۔ آدم کے زمانے سے اب تک میرے آبا و اجداد میں کوئی بغیر نکاح نہیں پیدا ہوا۔ قولہ تعالیٰ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔ یعنی امت پر کوئی تکلیف اس کے لئے بہت ہی شاق ہے حدیث میں ہے کہ بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ۔ یعنی آسان دین لے کر آیا ہوا ہوں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ یہ شریعت نہایت آسان اور سہل ہے۔ اللہ نے بہت آسان کر کے بھیجا ہے انھیں بڑی تمنا رہتی ہے کہ تم ہدایت پا جاؤ اور دنیوی اور اُخروی نفع اندوزی کر سکو۔ صحابہ کہتے تھے کہ حضرت صلعم نے ہمیں اس قدر معلوماتِ عامہ دی ہیں کہ فرض کرو، کوئی پرندہ بھی جو آسمان پر اُڑتا ہے اس کے بارے میں بھی معلومات بخشیں۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ جنت سے

قریب کرنے والی اور دوزخ سے دور کرنے والی کوئی ذرا سی بات بھی ایسی باقی نہ رہی ہو میں نے تمھیں نہ بتا دی ہو۔ حضرت کا فرمان ہے کہ اللہ پاک نے ہر حرام اور ناجائز چیز کے متعلق مکمل طور پر تمھیں سمجھا دیا ہے، اگر تم اس کے بیان کردہ محرمات سے دور نہ رہو گے تو میں تمھیں بتلا دیتا ہوں کہ دوزخ کے شعلوں میں ایسے گرو گے جیسے پروانہ شمع پر گرتا ہے۔

ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو فرشتے آئے جب کہ آپ سو رہے تھے ایک پائینتی بیٹھ گیا اور ایک سرہانے۔ پائینتی والے فرشتے نے سرہانے والے سے کہا کہ ان کی اور ان کی امت کی کوئی مطابق حال مثال بیان کرو۔ تو وہ کہتا ہے کہ آپ کی مثال امت کے ساتھ ایسی ہے جیسے لوگ سفر کرتے ہوئے ایک لق و دق جنگل میں پہنچ گئے ہوں۔ زادِ راہ توشہ وغیرہ کچھ باقی نہ رہا ہو، نہ آگے سفر جاری رکھ سکتے ہیں نہ ہی واپس ہونے کی کوئی صورت ہے۔ ایسے میں ایک مرد خوش پوش ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا میں تمھیں یہاں سے نکال کر ایسے باغوں میں لے چلوں جو سرسبز و شاداب ہوں، نہریں اور حوض ہوں، کیا میرے ساتھ چلو گے؟ وہ بڑی خوشی سے راضی ہو جاتے ہیں، وہ انھیں لے چلتا ہے وہ انھیں سرسبز و شاداب باغ میں لے آتا ہے وہ خوب میوے کھاتے ہیں پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور خوب پھلتے پھولتے ہیں پھر ان سے کہتا ہے کیا میں نے تمھارے ساتھ خیر خواہی کا حق ادا نہیں کیا اور کیا تمھیں ایسے سرسبز و شاداب جگہ پر نہیں پہنچایا اب سنو آگے اور باغات ایسے ہیں جو اس سے بھی زیادہ پُر بہار ہیں اس سے بھی کہیں زیادہ شاداب حوض ہیں۔ آؤ تمھیں اب وہاں لے چلوں۔ تو بعض نے کہا تم نے پہلے بھی سچ کہا تھا اور اب بھی سچ کہہ رہے ہو ہم ضرور تمھارے ساتھ ہیں اور بعض نے کہا ہم تو یہیں اچھے ہیں، ہمیں یہی بس ہے آگے

کے تمتعات کی ضرورت نہیں۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کے پیچھے ہی دیوانے ہو گئے ہیں عاقبت کی خبر نہیں لیتے۔ حالانکہ یہاں سے کہیں زیادہ وہاں خوش عیشیاں ہیں۔

ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے مالی مدد مانگی۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ خونبہا ادا کرنے کے لئے مدد چاہی تھی آپ نے اس کو کچھ دیا اور فرمایا۔ لو میں نے تمھارا کام نکال دیا اور تمھارے ساتھ سلوک کیا۔ اس نے کہا نہیں کوئی احسان نہیں کیا۔ یہ سن کر بعض صحابہ غضبناک ہو گئے اور اس پر دست درازی کا ارادہ کیا تو حضرت نے اشارہ سے انھیں منع کر دیا۔ حضرت اٹھ کر اپنے ٹھکانے پر گئے اور اعرابی کو بلا بھیجا۔ اور کہا تم نے مانگا اور میں نے دیا اور خیر تم نے جو کہا سو کہا، اچھا یہ اور بھی لو۔ اور پھر پوچھا۔ اب بھی میرا سلوک تمھارے ساتھ اچھا رہا یا نہیں۔ اعرابی نے کہا ہاں اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ حضرت صلعم نے فرمایا میرے صحاب تمھاری طرف سے برگشتہ بنے ہوئے ہیں اب تم ان کے سامنے جاؤ تو اس وقت تم نے جو مجھ سے کہا تھا، ان کے سامنے بھی تصدیق کر دو تاکہ ان کے دل کی گرفت نکل جائے۔ کہا اچھا، پس جب اعرابی آیا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اس نے آکر سوال کیا تھا، میں نے دیا لیکن اس نے جو کہا تھا تم جانتے ہو، میں نے اسے بلا کر اور دیا ہے اب وہ راضی ہے۔ کیوں اے بدوی! یہ بات ٹھیک ہے؟ بدوی نے کہا ہاں خدا آپ کو جزا دے۔

حضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میری اور بدوی کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی اونٹنی ہو وہ بھڑک گئی، لوگ اس کے پیچھے دوڑے، اونٹنی اور بھی متوحش ہو گئی۔ تو اونٹنی والے نے کہا تم اس کو مطیع کرنے کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو، میں اس کے انداز سے خوب واقف ہوں میں اس کو نرم کر لوں گا۔ پھر اس نے گھاس لی اور اسے بتایا وہ آگئی اس کو گھاس کھلا کر

پکڑ لیا اور اس پر پالان ڈال دیا اگر اس کے بدتمیزی کی بات کرنے پر میں بھی تمہاری طرح ناراض ہو جاتا تو وہ دوزخی بن جاتا لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قولہ تعالٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ چنانچہ اس آیتِ کریمہ میں بھی یہی حکم ہوتا ہے کہ جو شریعتِ عظیمہ کہ تم لائے ہو اگر یہ لوگ اس سے پیٹھ پھیریں تو کہہ دو کہ مجھے اللہ کافی ہے میں تم پر نہیں اس پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ خدا ہر شے کا مالک اور خالق ہے وہ ربِّ عرشِ عظیم ہے اس کا عرشِ عظیم سقفِ مخلوقات ہے۔ زمین و آسمان کی ساری مخلوق اس کے عرش تلے ہے ساری مخلوق اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اس کا علم ہر شے پر محیط ہے اُبی بن کعب کہتے ہیں کہ قرآن کی آخری آیت لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ والی آیت ہے اور یہ کہ قرآن کی تمام آیتیں اور سورتیں خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں قرآنِ مرتبہ کی صورت میں جمع کی گئیں۔ لوگ لکھتے جاتے تھے اور اُبی ابن کعب لکھواتے جاتے تھے۔ جب سورۂ براۃ کی اس آیت پر پہنچے ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ۔ تو یہ گمان کیا گیا کہ یہ قرآن کی آخری آیت ہے تو اُبی بن کعب نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مجھے یہ دو آیتیں بھی سنائی تھیں لَقَدْ جَآءَکُمْ آخر سورت تک۔ اور کہا کہ یہ قرآن کی آخری آیت ہے اور اسی پر ختم ہے جس سے ابتدا ہوئی تھی۔ یعنی اس خدا کے نام پر جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں اسی سے متعلق اللہ تعالٰی کا قول ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حارث بن خزیمہ نے یہ دو آیتیں پیش کی تھیں جو آخر سورۂ برأت کی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس وحی کی شہادت اور کون دیں گے؟ حارث نے کہا یہ تو مجھے علم نہیں کہ اور کون اس کو جانتا ہے لیکن خدا کی قسم میں نے خود اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور اس کو خوب یاد رکھا ہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ کم از کم تین آیتیں ہوتیں تو میں اس کو ایک علیحدہ سورت قرار دے دیتا۔ تم اسے قرآن میں کہیں رکھ دو۔ چنانچہ اس کو سورۂ برأت کے آخر میں رکھ دیا گیا۔ یہ بات آگے گزر چکی ہے کہ عمر بن خطاب ہی نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا تھا کہ قرآن کی ساری آیتوں کو تلاش کر کے ایک جگہ جمع کر لینا نہایت ہی قرینِ مصلحت ہے چنانچہ حضرت صدیق نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جمعِ قرآن کا حکم دیا۔ وہ قرآن کو جمع اور ترتیب کرتے جاتے تھے اور عمر بھی وہاں موجود ہوتے۔ حدیثِ صحیح میں ہے کہ زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورۂ برأت کا آخری حصہ میں نے خزیمہ بن ثابت یا ابی خزیمہ کے پاس دیکھا اور یہ بھی ہم نے بیان کر دیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا جیسا کہ خزیمہ بن ثابت نے کہا تھا۔ واللہ اعلم۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو صبح شام سات بار پڑھ لیا کرے حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ تو اللہ تعالٰی اس کے سارے کام بنا دے گا اور جو ارادہ کر رہا ہو اس کو پورا کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ صدق دل سے پڑھا ہو یا نہیں۔ لیکن اس جملہ کی زیادتی غریب ہے ایک مرفوع روایت میں بھی اسی طرح مذکور ہے لیکن یہ بھی ناقابلِ تسلیم ہے۔ واللہ اعلم۔

سورۂ برأت کی تفسیر ختم ہو گئی۔ وللہ الحمد والمنۃ

تفسیر سورۂ یونس علیہ السلام مکیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝

یہ پُر حکمت کتاب کی آیتیں ہیں۔

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى

کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص

رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ

کے پاس وحی بھیجدی کہ سب آدمیوں کو ڈرائیے اور جو ایمان لے آئے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ

اُن کو یہ خوشخبری سُنا یئے کہ ان کے رب کے پاس اُن کو پورا

عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا

مرتبہ ملے گا۔ کافر کہنے لگے کہ یہ شخص تو بلاشبہ

لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝

صریح جادُوگر ہے۔

حروفِ مقطعات جو سورتوں کے آغاز میں ہوا کرتے ہیں ان پر کلام پہلے گزر چکا ہے اور سورۂ بقرہ کے اوائل میں اس پر سیر حاصل تبصرہ ہو چکا ہے۔ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ (الرٰ) سے انا اللّٰہ اری مراد ہے یعنی میں خدا ہوں، اور سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ ضحاکؒ وغیرہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ یہ قرآن محکم و مبین کی آیتیں ہیں۔ مجاہدؒ کا بھی یہی قول ہے حسنؒ کہتے ہیں کہ کتاب سے مراد توراۃ و زبور ہیں۔ قتادہؒ کا خیال ہے کہ کتاب سے مراد وہ تمام الہامی کتابیں ہیں جو قرآن سے قبل تھیں۔ لیکن یہ خیال لایعنی سا ہے۔ قولہ تعالیٰ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا۔ کفار جو تعجب کرتے ہیں اس پر اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس میں تعجب کی کونسی بات ہے کہ پیغمبر من جنسِ بشر ہوں، جیسا کہ اللہ پاک نے قرونِ ماضیہ کے کفار کا قول نقل فرمایا ہے کہ اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا یعنی کیا کوئی بشر ہمیں ہدایت کرے گا؟ یہاں کافروں کی مراد ہودؑ و صالحؑ سے تھی۔ ہودؑ و صالحؑ کہتے ہیں، اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ اگر تمھیں میں سے کسی پر وحی بھیجی گئی اور اُسے پیغامبر بنا یا گیا۔ چنانچہ کفارِ قریش سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ محمدؐ نے تو سارے خداؤں کا ایک خدا بنا دیا۔ اور یہ بڑی ہی عجیب بات ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو عربوں نے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ اللہ کی شان تو اس سے بڑی ہے کہ محمد جیسے شخص کو رسول بنا کر بھیجے تو اللہ نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ قَدَمَ صِدْقٍ سے مُراد یہ ہے کہ پہلے ہی بیان پر تصدیق کرنا اور سعادت حاصل کر لینا ہے اور اپنے اعمال کا اجرِ حسن پانا ہے۔ یہ بالکل خدا کے اِس قول کے مشابہ ہے کہ لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا یعنی تاکہ انھیں جنگ اور عذابِ سخت سے ڈرائے۔ قَدَمَ صِدْقٍ کے بارے میں مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ مُراد ہیں۔ جیسے صلوٰۃ، صوم، صدقہ، تسبیح اور شفاعتِ پیغمبر۔ قتادہؒ سلفِ صدق مُراد لیتے ہیں ابن جریرؒ نے مجاہدؒ کی ہمخیالی کرتے ہوئے اعمالِ صالحہ مُراد لی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے لَهٗ قَدَمُ صِدْقٍ فِي الْاِسْلَامِ۔ حسان رضؓ کا شعر ہے ؎

لنا القدم العليا اليك وخلفنا

لاولنا في طاعة الله تابع

"ہمارے اعمال اور ہمارے طور طریق تمھارے ساتھ سچے ہیں اور طاعتِ خداوندی کے بارے میں ہمارے اخلاف اپنے اسلاف کے تابع ہیں"

خدا فرماتا ہے کہ اس کے باوجود کہ ہم نے انھیں میں سے ایک شخص کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا پھر بھی یہ کافر کہتے ہیں کہ تو کھلا جادُوگر ہے۔ یہ کافر بالکل جھوٹے ہیں

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

بلاشبہ تمھارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو

وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی

چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر

عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ

قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے کوئی سفارش کرنے والا

اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ

نہیں بدوں اس کی اجازت کے ایسا اللہ تمھارا رب ہے

فَاعْبُدُوْہُ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ۳

سو تم اس کی عبادت کرو کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے

ارشاد باری ہے کہ اللہ تمام عالم کا پروردگار ہے اس نے زمینوں اور آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔ کہا گیا ہے کہ یہ دن ہمارے دنوں کے جیسے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہزار سال کا ایک دن تھا جس کا بیان آگے آئے گا پھر وہ عرشِ عظیم پر متمکن ہو گیا اور عرش سب مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے۔ وہ سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے یا یہ کہ وہ بھی خدا کا ایک نور ہے۔ خدا سارے خلائق کا مدبر سرپرست اور کفیل ہے۔ اس کی نگہداشت سے زمین یا آسمانوں کا ایک ذرہ بھی بچا چھوٹا نہیں۔ ایک توجہ اس کو دوسری طرف کی توجہ سے نہیں روک سکتی اس کے لئے کوئی بات بھی غلط طور پر باقی نہیں رہ سکتی۔ پہاڑوں، سمندروں آبادیوں اور جنگلوں کہیں بھی کوئی بڑی تدبیر چھوٹی طرف دھیان سے اس کو نہیں روک سکتی کوئی جاندار بھی دنیا میں ایسا نہیں جس کا رزق خدا کے ذمہ نہ ہو ایک چیز بھی حرکت کرتی ہے ایک پتہ بھی گرتا ہے تو وہ اس کا علم رکھتا ہے زمین کی تاریکیوں میں کوئی ذرہ ایسا نہیں اور نہ کوئی تر و خشک ایسا ہے جو اس کی لوحِ محفوظ یعنی کتابِ علم میں نہ ہو۔ جس وقت یہ آیت اتری اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کہ مسلمانوں کو ایک بڑا قافلہ آتا دکھائی دیا معلوم ہو رہا تھا کہ بدوی لوگ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا تم کون لوگ ہو تو کہا ہم جن ہیں اس آیت کے سبب ہم شہر سے نکل پڑے ہیں اور قولہ تعالیٰ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ یعنی کوئی اس کی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا۔ یہ قول خدا کے اس قول کے مطابق ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ اور ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ الخ۔ یعنی ان لوگوں نے عبادت کے لئے خدا ہی کی ذات کو خاص کر لیا ہے اور اے مشرکو! تم عبادت میں اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو بھی شریک کر لیتے ہو حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ پیدا کرنے والا خدا ایک ہی ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہو سکتی خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم ان سے پوچھو کہ تمھیں کس نے پیدا کیا ہے تو اعتراف کر لیں گے کہ اللہ نے۔ اور اگر پوچھو کہ یہ عرشِ عظیم اور ساتوں آسمانوں کا خدا کون ہے تو فوراً بول اٹھیں گے کہ اللہ ہے۔ تو ان سے پوچھو کہ پھر اس خدا سے ڈرتے کیوں نہیں ہو اور شرک کیوں کرتے ہو؟

اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا اِنَّہٗ

تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اللہ نے سچا وعدہ کر رکھا ہے۔ بیشک وہی

یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ لِیَجْزِیَ

پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا تاکہ ایسے لوگوں

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ

کو جو کہ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے انصاف کے ساتھ جزا دے

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَہُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا،

وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ ۴

اور دردناک عذاب ہوگا ان کے کفر کی وجہ سے۔

اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ قیامت کے روز مخلوق کا رجوع اسی کی طرف ہوگا ہر متنفس جس کو اسی نے پیدا کیا ہے ضرور

پھر اس کی طرف لوٹایا بھی جائے گا۔ کیونکہ جیسے پہلے پیدا کیا تھا دوبارہ بھی اسی کو پیدا کر سکتا ہے اور نیک اعمال کی جزا عدل کے ساتھ دے گا کم نہ کرے گا۔ اور کافروں کو اُن کے کفر کے سبب قیامت میں مختلف عذاب دیئے جائیں گے جیسے بادِ سموم اور آبِ حمیم کے اور اسی نوعیت کے اور بھی یہ جہنم جسے یہ کافر جھٹلا رہے ہیں اسی میں رات دن اس کا بسیرا ہوگا اور گرم پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پانی پینے کو ملے گا۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ

وہ اللہ ایسا ہی جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی

نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ

بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی

السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا

گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں

بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ⑤

پیدا کیں وہ یہ دلائل ان لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ

بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ نے جو کچھ آسمانوں

اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ

اور زمین میں پیدا کیا ہے اُن سب میں اُن

لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ⑥

لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو (خدا کا) ڈر مانتے ہیں

اللہ پاک اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ قدرت پر اور عظمتِ سلطنت پر دلالت کرنے والی کیسی کیسی نشانیاں پیدا کیں۔ جرمِ شمس سے نکلنے والی شعاعوں کو اس نے تمہارے لئے ضیا بنایا اور قمر کی روشنی کو تمہارے لئے نور بنایا۔ روشنیٔ شمس الگ قسم کی ہے اور روشنیٔ قمر الگ نوعیت کی ہے روشنی ایک ہی ہے پھر بھی دونوں میں بڑا فرق ہے کہ ایک روشنی دوسری سے میل نہیں کھاتی۔ دن میں سورج کی بادشاہت ہے تو رات میں چاند کی۔ اجرامِ سماوی دونوں، لیکن سورج کے منازل نہیں مقرر کئے اور چاند کے منازل مقرر کئے پہلی تاریخ چاند نکلتا ہے تو بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے پھر اس کی روشنی بھی بڑھتی جاتی اور جرم بھی بڑھتا ہے حتیٰ کہ کامل ہو جاتا ہے گول دائرہ بن جاتا ہے اس کے بعد پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور پورے ایک مہینے بعد پھر اپنی حالتِ اوّل پر آ جاتا ہے۔ جیساکہ فرمایا اللہ پاک نے وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ۔ الخ قمر کے لئے ہم نے گھٹاؤ اور بڑھاؤ کے منازل قرار دیئے ہیں کہ وہ گھٹ گھٹ کر پرانی سوکھی ٹہنی کے مانند ہو جاتا ہے نہ تو سورج چاند کو جا پکڑتا ہے اور نہ رات ہی دن سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے ضابطہ اور قانون کی رُو سے اپنے اپنے مدار پر گھوم رہے ہیں اور قولہ تعالیٰ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا۔ شمس اور قمر کا اپنا اپنا حساب ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ شمس کے ذریعہ دن پہچانے جاتے ہیں اور قمر کی گردش سے مہینوں اور سالوں کا حساب لگتا ہے۔ اللہ نے ان کو عبث نہیں پیدا کیا ہے بلکہ خلقِ عالم میں ایک حکمتِ عظیمہ پنہاں ہے اور اس کی قدرت پر حجتِ بالغہ ہے۔ جیساکہ فرمایا وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا الخ یعنی ہم نے آسمان و زمین و ما فیہا کو باطل طور پر نہیں پیدا کیا یہ کافروں کا گمان ہے۔ کافروں پر دوزخ کی ہلاکت ہے اور قولہ تعالیٰ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ الخ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم عبث پیدا کر دیا، عبث پیدا ہو کر تم عبث مر گئے اور پھر ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ اللہ کی ذات بلند و بالا ہے وہ خدائے واحد ربِّ عرشِ کریم ہے

آیات کا مطلب ہے کہ ہم حجت و دلائل کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ سمجھنے والے سمجھ جائیں۔ اختلافِ لیل و نہار کا مطلب یہ ہے کہ دن جاتا ہے تو رات آتی ہے اور رات جاتی ہے تو دن آتا ہے۔ ایک دوسرے پر غالب آکر قرار پذیر نہیں ہو جاتا۔ جیساکہ قولِ باری ہے یُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا۔ رات دن پر چھا جاتی ہے اور دن رات پر چھا جاتا ہے مگر کیا مجال کہ سورج چاند سے جا ٹکر کھائے۔ قولہ تعالےٰ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا۔ صبح کو پو پھٹتی ہے اور رات سکون سے گزرتی ہے۔ خدا نے آسمان و زمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے وہ اِس بات کی نشانیاں ہیں کہ اس کی قدرت کتنی عظیم ہے۔ جیساکہ قولِ خداوندی ہے وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ زمین و آسمان میں خدا کی کتنی ہی نشانیاں بکھری پڑی ہیں قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ الخ غور کرو کہ آسمان و زمین میں کیا کچھ نشانیاں نہیں ہیں اور کافروں کو متنبہ کرنے والے کیا کیا دلائل نہیں۔ نیز اللہ تعالےٰ نے فرمایا کیا وہ آسمان و زمین میں ادھر ادھر اپنے آگے اور پیچھے نظر نہیں ڈالتے یہ نشانیاں عقل والوں کے لئے ہیں اور خدا کے عقاب و عذاب سے بچنے والوں کے لئے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ

جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر

الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ

راضی ہو گئے ہیں اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے

آيَاتِنَا غَافِلُونَ ﴿٧﴾ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ

بالکل غافل ہیں۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانا اُن کے اعمال

بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨﴾

کی وجہ سے دوزخ ہے۔

جو اشقیاء کہ قیامت کے دن اللہ سے ملنے کا انکار کرتے ہیں اور ملاقاتِ خداوندی کا ذرا بھی یقین نہیں صرف حیاتِ دنیاوی کے طالب ہیں اور اسی دنیا سے ان کے نفوس خوش ہیں۔ اِس آیت میں انھیں سے متعلق خبر دی گئی ہے حسن کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ان کافروں نے حیاتِ دنیوی کو نہ تو زینت دی نہ اس کو مرتفع کیا اور پھر اس حیات سے راضی بھی ہو گئے وہ خدا کی آیات کونیہ سے بڑے ہی غافل ہیں۔ ذرا بھی اپنی زیست پر غور و تدبر نہیں کرتے قیامت کے روز ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ ٹھیک بدلہ ہے ان کے اعمالِ دنیاوی کا کیونکہ خدا اور رسولِ خدا اور یومِ آخرت سے انھوں نے جو انکار کیا اور جو معاصی اور جرائم کہ انھوں نے کئے ان کا اقتضاء یہی تھا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے اُن کا رب اُن کو بوجہ

رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ

ان کے مومن ہونے کے ان کے مقصد تک پہنچا دے گا ان کے نیچے نہریں جاری

فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٩﴾ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ

ہوں گی چین کے باغوں میں۔ اُن کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان

اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۚ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ

اللہ اور اُن کا باہمی سلام یہ ہوگا السلام علیکم۔ اور ان کی اخیر بات

أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾ ع

یہ ہوگی الحمد للہ رب العالمین۔

یہاں ان سعادت مندوں کی خبر دی جارہی ہے جو ایمان لائے اور پیغمبروں کی تصدیق کی، فرماں برداریاں کیں نیک عمل کئے اور یہ وعدہ کیا گیا کہ ان کے نیک اعمال کی بنا پر انھیں ہدایت بخشی جائے۔ یہاں بِإِيمَانِهِمْ کا (ب) سببیہ ہو سکتا ہے یعنی دنیا میں ان کے ایمان لانے

کے سبب قیامت کے روز صراطِ مستقیم پر اللہ تعالےٰ انھیں سیدھا قائم رکھے گا حتیٰ کہ وہ اس کو طے کر لیں گے اور جنت تک جا پہنچیں گے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ (ب) استعانت کا ہو جیسے کہ مجاہد نے کہا ہے کہ ان کے ساتھ ایک نور ہوگا جس کی مدد سے وہ راستہ چلیں گے۔ اور ابن جریر کا قول ہے کہ ان کے اعمال ایک اچھے مجسم اور ہوائے خوشبودار کی شکل میں ہوں گے اور جب قبر سے اُٹھیں گے تو یہ مجسمات حسنہ ان کے آگے آگے چلیں گے اور انھیں ہر طرح کے خیر کی خوش خبری دیتے رہیں گے اور جب وہ نیکوکار پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم تمھارے اعمالِ صالحہ ہیں اب وہ اس کے سامنے نور بنکر چلتے رہیں گے اور جنت تک اُسے لا چھوڑیں گے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے کہا ہے کہ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ اور کافر کے اعمال نہایت بدصورت مورتی کی شکل میں ہوں گے اور نہایت بدبُودار ہوا کا جسم اختیار کریں گے۔ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ چمٹے رہیں گے اور دوزخ میں لا گرائیں گے۔ قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ واللہ اعلم

اہلِ جنت کا یہ حال ہوگا کہ ان کا خطاب سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ہوگا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ جب ان کے پاس سے کوئی پرندہ اُڑتا گزرے گا جس کی خواہش انھیں پیدا ہوگی تو مذکورہ بالا کلمہ زبان پر لائیں گے ہی ان کا بلاوا ہوگا تو ایک فرشتہ ان کے مرغوبات لے کر حاضر ہو جائے گا سلام کرے گا وہ جواب سلام دیں گے چنانچہ فرمایا تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ۔ وہ جب کھا چکیں گے تو اللہ کا شکر اور حمد کیا کریں گے۔ اسی لئے کہا کہ آخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ مقاتل ابن حیان کہتے ہیں کہ جب اہلِ جنت کوئی کھانے کی چیز منگوانا چاہیں گے تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے، تو اس کے پاس دس ہزار خادم سونے کے خوان لئے حاضر ہو جائیں گے کہ ہر خوان میں ایک تازہ تازہ کھانا ہوگا۔ وہ ہر ایک میں سے کچھ نہ کچھ کھائے گا۔ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کوئی چیز مانگے گا تو سُبْحَانَكَ کہے گا۔ اور یہ آیت تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ والی آیت کے مشابہ ہے۔ اور قولہ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيمًا إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا۔ وغیرہ یہ سب اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ رب پاک ہمیشہ ہمیشہ محمود ہے اور ہمیشہ کا معبود ہے اِسی لئے ابتدائے خلق میں بھی اس نے اپنی ذات کی حمد فرمائی اور استمرارِ حال میں بھی۔ ابتدائے قرآن میں بھی اور ابتدائے تنزیل میں بھی۔ جیساکہ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ الخ جس کی شرح احوال بہت طویل و بسیط ہے۔ وہ اوّل و آخر محمود ہے خواہ دنیا ہو کہ دین ہو اسی لئے حدیث میں ہے کہ اہلِ جنّت کو تسبیح و تحمید سکھائی گئی ہے جیساکہ نفس کی خواہشات بھی انھیں دی گئی ہیں۔ اور جیسے جیسے اللہ کی نعمتیں اُن پر بڑھتی جائیں گی یہ تحمید و تسبیح بھی مستزاد ہوتی جائے گی نہ اس کو اختتام ہوگا نہ انقضاء۔ خدا کے سوا کوئی اور خدا اور پالنہار نہیں ہے۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کے لئے

بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۖ فَنَذَرُ الَّذِينَ

جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ کبھی کا ہو چکا ہوتا۔ سو ہم ان لوگوں کو جن کو ہمارے پاس

لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۱﴾

آنے کا کھٹکا نہیں ہے ان کے حال پر چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر اپنے لطف و حلم کی خبر دے رہا ہے کہ انسان اگر اپنی تنگدلی اور غصہ کے سبب اپنی جان اور مال اور اولاد کو کوستا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بددعا قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ بددعا کچھ دلی ارادے سے نہیں کی گئی ہے۔ یہ خدا کی عین رحمت و کرم کا اقتضاء تھا۔ لیکن وہ دعا قبول کر لیتا ہے اگر وہ اپنے

نفسوں اور مال و اولاد کے لئے کریں اور اسی لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انھیں مصیبت پہنچانے میں بھی ایسی ہی جلدی کرے جیسے کہ انسان اپنی خیر کے لئے جلدی کرتا ہے تو اس کے لئے تو نہ آتی موت آجائے۔ لیکن انسان کے لئے یہ ہرگز زیبا نہیں کہ بار بار ایسا کہنے لگے اور بد دعائیں دینے کی عادت ہی ڈال لے۔ جیسے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ اپنے کو کوس نہ لیا کرو اور نہ اپنی اولاد اور اموال کو بد دعائیں دو۔ کیونکہ کوئی کوئی گھڑی قبولیت دعا کی ہوتی ہے اگر اس وقت بد دعا زبان سے نکل گئی تو کارگر ہی ہو کر رہے گی۔ مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ بد دعا انسان کا قول ہے جو بوقت غضب اپنے یا اپنے اموال و اولاد کے لئے کرتا ہے ایسی صورت میں چاہئے کہ آدمی فوراً یہ کہہ لے اللھم لا تبارك فيه یعنی اے خدا اس بات میں برکت نہ دے، ورنہ اس کی بات قبول ہو جائے گی تو اس کا تو ناس ہی ہو جائے گا۔

آیت دونوں ہم معنی ہیں کیونکہ جب اس کو سختی پہنچتی ہے تو بے تاب اور بے صبر ہو جاتا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے مصیبتوں کے یا دن ہٹ جانے کی دعائیں مانگنے لگتا ہے اور جب اللہ اس کو پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات دیتا ہے تو وہ اب اعراض کر جاتا ہے، پہلو تہی کرتا ہے جیسے کبھی اس پر مصیبت آئی ہی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ اس شیوہ کی مذمت فرماتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ بات تو گنہگاروں اور بدکاروں ہی کو زیب دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنھیں ہدایت و توفیق عطا فرمائی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسا کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے جو کچھ منجانب اللہ اس پر سرزد ہوتا ہے اس کے لئے خیر ہی بنجاتا ہے۔ مضرت پہنچی اور اس نے صبر کیا تو اجر ملا۔ راحت و مسرت پہنچی اور شکر کیا تو اجر ملا۔ یہ نوازش تو صرف مومن ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی

اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ

بیٹھے بھی کھڑے بھی۔ پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے

ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ

ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آجاتا ہے کہ گویا جو تکلیف اس کو پہنچی اس کے ہٹانے کے لئے

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

تھی کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال ان کو اسی طرح مستحسن معلوم ہوتے ہیں

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ

اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے جب کہ انھوں نے ظلم کیا حالانکہ

وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا

ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے اور وہ ایسے کب تھے کہ ایمان

لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾

لے آتے۔ ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِ

پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تاکہ

هِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔

اس آیت کے ذریعہ اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ جب انسان کو کسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ۔ یعنی مصیبت پڑتی ہے تو بڑی لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔ سابقہ آیت اور یہ

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ سابقہ رسل جب ان کافروں کے پاس بیّن دلائل اور واضح براہین لے کر آئے تھے

اور اُنھوں نے تکذیب کی تھی تو کیسے ہلاک کر دیئے گئے تھے
پھر اللہ پاک نے ان کے بعد اس قوم کو پیدا کیا ہے
اور ان کے پاس اپنا ایک رسول بھیجا ہے اور دیکھنا چاہتا
ہے کہ یہ بھی اپنے رسول وقت کی بات سنتے ہیں یا نہیں
حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا بڑی شیریں اور بڑی سرسبز
ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تم کو سابقہ قوم کا جانشین
بنایا ہے تاکہ دیکھے کہ تم کیسا عمل کرتے ہو، چاہئے کہ دنیا
کی ناجائز خواہشات سے الگ تھلگ ہی رہو اور بڑی بات
یہ ہے کہ عورتوں سے بہت محتاط رہو کیونکہ پہلا فتنہ جو بنی
اسرائیل پر آیا وہ عورتوں کا فتنہ تھا۔

ایک دفعہ عوف بن مالکؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے اپنا
خواب بیان کیا کہ گویا ایک رسی آسمان سے لٹکی ہوئی ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھینچ لیا۔ پھر وہ
آسمان سے متعلق ہو گئی تو ابوبکرؓ نے کھینچ لیا۔ پھر
لوگ منبر کے اطراف اس کو ناپنے لگے اور عمرؓ کے ناپ میں
وہ منبر سے تین ہاتھ لمبی نکل آئی۔ وہاں عمرؓ بھی تھے۔ عمرؓ
نے سنکر کہا دور کرے تمھارا خواب چھوڑ دیجئے، کہاں کا
خواب اور ہمیں اس سے کیا واسطہ؟ لیکن جب عمر خلیفہ
ہوئے تو عوف سے کہنے لگے، عوف! تم اپنا خواب تو سناؤ
عوف نے کہا، اب خواب کی کیا پڑی ہے تم نے تو مجھے اس
کے سنانے پر جھڑک دیا تھا۔ عمرؓ نے کہا خدا تمھارا بھلا کرے
میں ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ تم نفس صدیق خلیفۂ رسول
کی خبر مرگ سناؤ۔ پھر عوف نے خواب بیان کیا۔ حتیٰ کہ جب
یہاں پہنچے کہ لوگ منبر تک تین تین ہاتھ سے ناپنے لگے۔ تو
عمرؓ نے کہا کہ ایک تو ان میں سے خلیفہ تھا یعنی ابوبکر
اور دوسرا وہ جو خدا کے معاملہ میں کسی کی ملامت ذرا بھی
کی پروا نہیں کرتا اور تیسرے ہاتھ پر اختتام کا مطلب یہ
ہے کہ وہ شہید ہوگا۔ عمرؓ نے کہا، قولہ تعالیٰ ثُمَّ
جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ
تَعْمَلُوْنَ۔ اب ہم تم کو خلیفہ بناتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تم
کیسا عمل کرتے ہو۔ چنانچہ اے عمر اب تو خلیفہ بنا ہے اور کرتے
وقت سوچ کہ کیا کر رہا ہے۔ لومۃ لائم سے نہ ڈرنے کا ذکر
جو عمرؓ نے کیا وہ احکام خداوندی کے بارے میں تھا اور لفظ
شہید سے حضرت عمرؓ کی مراد یہ تھی کہ میرے لئے شہادت
مقدر ہے اور اس وقت ہے کہ سارے لوگ میرے
فرماں بردار ہوں گے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ
اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف
الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ
صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے یوں کہتے ہیں کہ اس کے
غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ
سوا کوئی دوسرا قرآن لائیے یا اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں
اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ
ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کردوں بس میں تو اسی کا اتباع
اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ
کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعے سے پہنچا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی
عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿15﴾ قُلْ
کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ آپ یوں
لَّوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ
کہہ دیجئے کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تم کو وہ پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ
اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ڮ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ
تم کو اس کی اطلاع دیتا کیونکہ اس سے پہلے بھی تو ایک بڑے حصۂ عمر تک تم
قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿16﴾
میں رہ چکا ہوں، پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔

مشرکین قریش میں سے جو سرکش کافر تھے اور جو ہرات

سے انکار اور اعراض کرتے تھے ان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ کی کتاب انھیں سُناتے ہیں اور دلائلِ واضحہ پیش کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس قرآن کے سوا کوئی دوسرا قرآن لاؤ جو دوسرے ڈھنگ سے لکھا ہوا ہو۔ اب اللہ پاک اپنے نبی سے ارشاد فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ بھلا مجھے کیا حق ہے کہ میں اپنی طرف سے قرآن کو بدل دوں۔ میں تو صرف ایک بندۂ مامور ہوں اور خدا کا پیام پہنچانے والا ایک قاصد ہوں یہ جو کچھ میں نے تمھیں پیش کیا ہے یہ خدا ہی کی مشیت اور ارادہ سے ہوا ہے۔ میں تو وہی کہتا ہوں جو مجھ پر وحی اُترتی ہے اگر میں خدا کی نافرمانی کروں تو مجھے عذابِ قیامت کا سخت خوف ہے۔ اور اس بات کی دلیل کہ یہ میری طرف سے بنائی ہوئی باتیں نہیں ہیں یہ ہے کہ اگر میں بنا سکتا تو تم بھی بنا سکتے حالانکہ تم بھی اس کے بنانے سے عاجز ہو، تو پھر میں کیسے عاجز نہ ہوتا۔ ظاہر ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کا کلام نہیں ہو سکتا اور پھر یہ کہ تم میری صداقت اور امانت کو اس وقت سے جانتے ہو جب سے کہ میں تمھاری قوم میں پیدا ہوا ہوں اور اَب بھی میری صداقت کو جانتے ہو جب کہ میں تمھاری طرف مبعوث ہو کر آیا ہوں۔ تم میری صداقت و ایمان داری پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکتے ہو۔ اِس لئے اللہ پاک نے فرمایا کہ کہہ دو کہ میں نے تو ایک لمبی زندگی تمھارے ساتھ گزاری ہے ایسے کیا تم کو اِتنی بھی سمجھ نہیں کہ حق اور باطل کو الگ الگ کر سکو۔ اِسی لئے جب ہرقل شاہِ رُوم نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں سے نئے نبی کے حالات دریافت کئے اور ابوسفیان سے پوچھا کہ کیا کبھی اس کا جھوٹ تم پر ثابت ہو چکا ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا۔ نہیں۔ ابوسفیان تو اس زمانے میں کافروں کے سردار اور مشرکین کے قائد تھے لیکن باوجود اس کے حق بات کا انھیں اعتراف کرنا پڑا۔ جادُو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے۔ تو ہرقل نے اُن سے کہا کہ جس شخص نے کبھی انسانوں سے معاملہ میں جھُوٹ نہ کہا ہو وہ خدا کے معاملے میں کیسے جھوٹ کہے گا؟ اور جعفر بن ابی طالب نے نجاشی ملکِ روم سے کہا تھا کہ اللہ نے ہمارے پاس ایک رسول بھیجا ہے جس کی ذاتی سچائی اور نسب کی خوبی اور امانت سے ہم خوب واقف ہیں اور نبوت سے پہلے آپ کا قیام ہمارے ساتھ چالیس[۴۰] برس تک رہا ہے۔ سعید بن المسیبؓ ۴۳ برس تک کہتے ہیں، اور صحیح تر قول اوّل ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

سو اُس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا

اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلاوے، یقیناً ایسے مجرموں

الْمُجْرِمُوْنَ ۝۱۷

کو اصلا فلاح نہ ہوگی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اُس سے بڑھ کر ظالم اور سرکش کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر بہتان باندھتا ہے، خدا کے بارے میں جھوٹی باتیں بناتا ہے اور جھوٹ موٹ یہ دعویٰ کر بیٹھتا ہے کہ وہ خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ اِس سے بڑھ کر کوئی مجرم اور گنہگار نہیں ہو سکتا۔ یہ بات تو کسی غبی اور بُدھو آدمی سے بھی چھُپی ڈھنکی نہیں تو دانشمندوں اور انبیا سے کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ جو نبوت کا دعوےٰ کرے خواہ وہ جھوٹا ہو یا سچا ہو، اللہ تعالےٰ اس کی نیکوکاری اور بدکاری پر دلائل قائم کر دیتا ہے جو اظہر من الشمس ہوتے ہیں۔ چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیلمہ کذّاب دونوں کو جس نے دیکھا ہے وہ دونوں کا فرق بالکل اِس طرح پہچان سکتا ہے، جیسے کوئی دن چڑھے کی روشنی اور آدھی رات کی تاریکی میں فرق کر لیتا ہے۔ اب دونوں کی خصلتوں، افعال اور کلام کا موازنہ کرو تو صاف طور پر

بصیرت ہو جائے گی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں کس قدر صداقت ہے اور مسیلمہ کذاب اور سجاح اور اسود عنسی میں کس قدر کذب و بے ایمانی ہے۔

عبد اللہ بن سلام کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے تشریف لاتے تو لوگ آپ کے آنے پر بڑے خوش تھے۔ خوش ہونے والوں میں میں بھی تھا۔ میں نے پہلی بار آپ کو دیکھا تو دل نے گواہی دی کہ حاشا وکلا یہ نورانی چہرہ تو کسی جھوٹے شخص کا ہو ہی نہیں سکتا۔ میں نے آپ کی زبان سے سب سے پہلے جو بات سنی وہ یہ کہ

"اے لوگو! آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرو، اس کی فلاح کی خدا سے دعا مانگو، غریبوں اور بھوکوں کا پیٹ بھرو، رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کرو، راتوں میں نماز پڑھو جب کہ سب لوگ سوئے ہوئے ہوں، تم بلا کھٹکے جنت میں جا پہنچو گے۔"

ضمام ابن ثعلبہ اپنی قوم بنی سعد بن بکر کی طرف سے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ سے کہا کہ اچھا بتایئے کہ یہ آسمان کس نے اس قدر بلند بنایا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے۔ پھر کہا۔ یہ پہاڑ کس نے زمین کے اندر نصب کر دیئے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے۔ پھر پوچھا یہ زمین کس نے بچھا دی ہے؟ فرمایا، اللہ نے۔ پھر کہا کہ قسم ہے تمھیں اسی کی جس نے یہ اونچا آسمان بنایا۔ یہ بڑے بڑے پہاڑ زمین میں گاڑے اور اتنی بڑی وسیع زمین کو پھیلا رکھا ہے کیا اسی نے تم کو سب انسانوں کی طرف رسول قرار دے کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں اسی خدا کی قسم کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے۔ پھر آپ سے صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج اور صیام کے بارے میں ہر ایک سے متعلق قسمیں دے دے کر پوچھا اور آپ اسی خدا کی قسمیں کھا کھا کر جواب دے رہے تھے۔ تو اس نے کہا، پھر تو تم سچے ہو اور جس ذات خداوندی نے تمھیں سچا نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں ان ارکان اربعہ پر نہ زیادہ کروں گا نہ کم، صحیح طور پر عمل کروں گا چنانچہ اس قدر تفصیل اس کے لئے کافی ہوگی۔ اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لے آیا، کیونکہ اس نے شواہد اور دلائل پا لئے تھے۔ حسان بن ثابت کہتے ہیں ؎

لولم تکن فیہ اٰیات مبینۃ

کانت بدایھیۃ تنبیك بالخبر

یعنی، دلائل اگر آپ کے پاس نہ بھی ہوتے۔ تو آپ کے چہرہ کی پاکیزگی، سادگی اور معصومیت خود آپ کی صداقت وحقانیت کی دلیل تھی۔

لیکن مسیلمہ کو صاحبان بصیرت میں سے جس کسی نے دیکھا وہ اس کے رکیک اقوال، رذیلانہ گفتگو، غیر فصیح کلام اور افعال قبیحہ اور اس کے جھوٹے اور ادعائی قرآن کو دیکھ کر جو اس کو دوزخ میں لے جا کر چھوڑے گا، یہ نتیجہ نکال لے گا کہ وہ کیسا جھوٹا مدعی نبوت تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ۔ الی آخرہ۔ اور مسیلمہ کے قول یا ضفدع بنت ضفدعین۔ نقی کم تنقین۔ لا الماء تکدرین و لا الشارب تمنعین۔ اے مینڈکوں کی اولاد مینڈک ٹرّ ٹرّ کتنا ٹرّاتی ہے، تیرے ٹرانے سے نہ پانی گدلا ہوگا نہ پینے والے باز رہیں گے؛ اور ایک اس ظالم کی وحی ہے کہ: لقد انعم اللہ علی الحبلی۔ اذ اخرج منھا نسمۃ تسعی من بین صفاق وحشی۔ اللہ نے بڑا ہی احسان کیا ہے، حاملہ عورت پر کہ ایک زندہ روح کو اس کی جھلی اور آنتوں کے اندر سے نکال باہر کیا۔ اور الفیل و ما الفیل وما ادراك ما الفیل لہ ذنب قصیر وخرطوم طویل۔ ہاتھی۔ ہاتھی یعنی کیا۔ کیا تم سمجھے کہ ہاتھی کیسا ہوتا ہے اس کی دم چھوٹی ہوتی ہے اور سونڈ لمبی ہوتی ہے۔ اور و العاجنات عجنا والخابزات خبزا واللاقمات لقما اھالۃ وسمنا ان قریشا قوم یعتدون۔ قسم ہے آٹا گوندھنے والیوں کی، روٹی پکانے والیوں کی۔ سالن اور

گھی ہیں لقمے چُور چُور کر کھانے والیوں کی کہ قریش بڑی ہی ظالم قوم ہے؟ اب حضرتؐ کی وحی پاک اور اس کاذب کی خرافات و ہذیانات دونوں پر غور کرو کہ بچے بھی اُس کے کلام کا مذاق اُڑائیں گے۔ اِسی لئے اللہ نے اس کو ذلیل کر دیا۔ اور یوم حدیقہ میں اس کو ہلاک کر دیا۔ اس کی جماعت پراگندہ ہوگئی، اس کے ساتھیوں پر لعنت برسی۔ حضرت صدیق رضؓ کے پاس اس کے لوگ توبہ کرتے ہوئے آئے اور دین اللہ میں داخل ہونے لگے تو خلیفۂ رسول صدیق اکبر نے ان سے کہا کہ مسیلمہ کا کوئی قرآن تو سُناؤ، تو انھوں نے معافی مانگی۔ حضرت صدیق رضؓ نے اصرار کیا اور کہا ضرور سُنانا ہوگا تاکہ اور لوگ بھی سُنیں اور انھیں ہدایت و علم والی جو وحی پہنچی ہے اس کی افضلیت و اہمیت کو بعد از موازنہ پہچان سکیں۔ چنانچہ ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے، وہ سُنایا۔ صدیق رضؓ نے ان سے کہا: کمبختو! تمھاری عقلیں کدھر گئی تھیں خدا کی قسم یہ تو کسی بیوقوف کی زبان سے بھی نہ نکلے گا۔

کہتے ہیں کہ عمرو بن العاص مسیلمہ کے پاس آئے زمانۂ جاہلیت میں وہ اس کے دوست تھے۔ اب تک عمرو بن العاص اسلام لائے ہوئے نہیں تھے۔ تو ان سے مسیلمہ نے کہا کہ اے عمرو! تمھارے آدمی پر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آج کل کیا وحی اتری ہے تو ابن العاص نے کہا کہ میں نے ان کے اصحاب کو ایک بڑی ہی زبردست سورت لیکن نہایت مختصر پڑھتے سُنا ہے، پوچھا وہ کیا؟ عمرو نے کہا: وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ الخ مسیلمہ نے تھوڑی دیر سوچا اور کہنے لگا مجھ پر بھی ایک ایسی ہی وحی اُتری ہے۔ عمرو نے پوچھا وہ کیا ہے تو کہا: یاوبر، یاوبر انما انت اذنان وصدر وسائرک حقر ونقر۔ اے وبر اے وبر (جانور) تیرے تو دو کان اور اُبھرا ہوا سینہ ہی نمایاں دکھائی دیتے ہیں باقی تمام جسم تو ہیچ پوچ ہے۔ پھر کہنے لگا۔ کیوں عمرو! وحی کیسی رہی؟ تو عمرو بن العاص نے کہا۔ خدا کی قسم تم آپ جانتے ہو کہ مجھے تمھاری وحی کے کذب کا یقین ہے۔ جب ایک مشرک کا یہ حال ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور مسیلمہ کا کذب اُس پر بھی مخفی نہیں، تو صاحبانِ بصیرت پر یہ بات کب پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ اِسی لئے اللہ پاک فرماتا ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ الخ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر وحی اُترتی ہے حالانکہ اس پر وحی نہیں اُترتی ہے یا یہ کہتا ہے کہ پیغمبر کی طرح میں بھی پیغمبر ہوں۔ اور ایسا ہی وہ شخص بھی بڑا جھوٹا ہے جو پیغمبروں کی پیش کی ہوئی وحی کو جھٹلا دے جس پر کہ خدا کی دلیلیں قائم ہو چکی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ وہ بڑا ہی کمبخت اور ظالم ہے جس نے نبی کو قتل کیا یا کسی نبی نے اس کو قتل کر دیا ہو۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ

اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں،

وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا

اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ

آپ کہدیجئے کہ کیا تم خدا کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا کو معلوم

فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ

نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ پاک اور برتر

تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝١٨ وَمَا كَانَ النَّاسُ

ہے اُن لوگوں کے شرک سے۔ اور تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے

اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

تھے پھر انھوں نے اختلاف پیدا کر لیا۔ اور اگر ایک بات نہ ہوتی

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ

جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں

يَخْتَلِفُونَ ۝ ۱۹

اُن کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہوتا۔

اللہ تعالیٰ سرزنش کرتا ہے ان مشرکوں کو جو خدا کو چھوڑ کر ان جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتا ہے جو نہ خدا کے پاس سفارش کر سکتے ہیں (جیسا کہ ان مشرکین کا خیال ہے)، نہ مضرت پہنچا سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ وہ جو چاہتے ہیں کر سکتے ہیں اور اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ یعنی کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو چیز نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں ہے۔ پھر شرک اور کفر سے اپنی ذاتِ کریمہ کو منزہ فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ شرک لوگوں میں پیدا ہو گیا۔ اس کا وجود نہیں تھا پھر ہو گیا۔ سب لوگ دین واحد پر تھے اور وہ ابتدا ہی سے اسلام تھا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ آدمؑ اور نوحؑ کے درمیان دس قرن گزرے یہ سب لوگ آدمؑ کے سچے دین پر تھے۔ پھر لوگوں میں اختلاف ہو گیا اور اصنام اور اوثان کی لوگ عبادت کرنے لگے۔ تو اللہ نے اپنے رسول دلائل و براہین کے ساتھ بھیجے۔ جس نے خدا کی دلیل کو چھوڑ دیا وہ ہلاک ہو گیا اور جس نے دلیل کو لے لیا وہ سلامت بچ گیا۔ وقولہٖ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اللہ تعالےٰ کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک کہ پیغمبروں کو بھیج کر اس پر دلیل و حجت نہ قائم کر دے۔ اللہ تعالیٰ تو مخلوق کو ایک وقت مقررہ تک زندہ رکھتا، پھر مار دیتا ہے اور جس بارے میں وہ آپس میں اختلافات رکھتے تھے قیامت کے روز اس کا فیصلہ کر دے گا۔ مومنین کامیاب رہیں گے اور کافر ذلیل رہیں گے۔

وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا

فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ

سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف خدا کو ہے سو تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے

مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ۝ ۲۰ ع

ساتھ منتظر ہوں۔

ع ۲

یہ جھوٹے کافر کہتے ہیں کہ محمد کو بھی دلیلِ نبوت ایسی کیوں نہ ملی، جیسے ثمود کو ناقہ ملی یا یہ کہ کوہِ صفا سونا کیوں نہیں بن گیا، یا مکے کے پہاڑ مکے سے ہٹ کر اس کی جگہ باغ اور نہریں کیوں نہیں بن گئیں۔ جب خدا قادر ہے تو ایسا ہونا چاہئے تھا۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ خدا اپنے افعال میں بڑا ہی قادر ہے اور حکیم ہے جیسا کہ فرمایا: تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ الخ باری تعالےٰ کی ذاتِ مبارک اگر چاہے تو تمھارے لئے اس سے بھی اچھے باغات پیدا کر دے جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں اور اس کے اندر محل ہوں۔ لیکن انھوں نے تو قیامت کا انکار کر دیا ہے اور قیامت کا انکار کرنے والے کے لئے تو ہم نے دوزخ کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مخلوق کے بارے میں میرا اصول یہ ہے کہ وہ جو معجزہ مانگتے ہیں میں دیتا ہوں، اب وہ معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے تو بہتر ورنہ جلد تر ان پر عذاب نازل کر دیتا ہوں پھر قیامت تک کی مہلت نہیں دیتا۔ اسی لئے جب اللہ پاک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا کہ ان دو باتوں میں سے ایک اختیار کر لو کہ میں ان کے حسب الطلب معجزہ دوں، وہ ایمان لائے فبہا ورنہ عذاب فوری دیدیئے جائیں گے۔ اور دوسری بات یہ کہ میں انھیں مرتے دم تک مہلت دوں کہ اصلاح پذیر ہو جائیں۔ تو حضرتؐ نے امت کے بارے میں دوسری بات کو اختیار فرمایا جیسا کہ بیسیوں بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم ان کافروں کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ پاک نبی صلعم سے فرماتا

ہے کہ یہ کہہ دو کہ ہر چیز خدا کے اختیار میں ہے امور کے عواقب اور نتائج کو وہی جانتا ہے۔ اگر تم اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر ایمان نہیں لانا چاہتے ہو تو میرے اور اپنے بارے میں خدا کے حکم کا انتظار کرو۔ حالانکہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ایسے معجزات بھی دیکھے جو ان کے مطلوبہ معجزات سے کہیں بڑھے چڑھے تھے یعنی حضرتؐ نے ان کی آنکھوں کے سامنے چودھویں کے چاند کو انگلی سے اشارہ کر دیا اور اس کے ۲ ٹکڑے ہو گئے ایک پہاڑ کے اس طرف اور ایک اس طرف ہو گیا۔ یہ تو زمین پر سرزد ہونے والے معجزات سے بھی بڑا معجزہ تھا۔ اور مسئول اور غیر مسئول ہر نشانی سے افضل تھا. اب بھی اگر خدا کے علم میں ہوتا کہ یہ کوئی بھی معجزہ طلب رشد و ہدایت کے جذبہ کے تحت طلب کر رہے ہیں، تو خدا ضرور قبول کر لیتا لیکن وہ عناد و تعنت کے طور پر طلب کر رہے تھے، اس لئے ان کی درخواست رد کر دی گئی تھی۔ خدا کو علم تھا کہ اب بھی وہ ایمان نہ لائیں گے جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْہِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الخ ان پر خدا کی دلیل متحقق ہو چکی ہے خواہ کیسی ہی نشانی کیوں نہ پیش کی جائے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ وقولہ تعالیٰ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَہُمُ الْمَوْتٰی الخ اگر ہم ان کے پاس فرشتے بھی لا کھڑے کر دیں اور مردے بھی ان سے بات کرنے لگیں اور ہر چیز ان کے پاس جمع کر دی جائے ہر معجزہ بتا دیا جائے تو بھی یہ کبھی ایمان نہ لائیں گے کیونکہ ان کا مقصد صرف مکابرہ کرنا اور ضد کرنا ہے جیسے کہ فرمایا: وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْہِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ اور وَاِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ الخ اور وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ الخ اگر ہم ان پر آسمانوں کا دروازہ بھی کھول دیں اور وہ آسمان کا ایک ٹکڑا گرتا ہوا بھی دیکھ لیں اور ان پر کوئی ایسی کتاب آسمانی بھی نازل کی جائے جو کاغذوں کا دفتر ہو جس کو وہ اپنے ہاتھوں سے بھی چھو سکتے ہوں پھر بھی یہ کافر یہی کہیں گے کہ ارے یہ تو

کھلا جادو ہے۔ پھر ان کے مطالبات قبول کرنے سے حاصل ہی کیا۔ اس لئے کہ ان کے مطالبات تو بر بنائے عناد و تعنت ہیں اسی لئے فرمایا کہ میں انتظار کرتا ہوں تم بھی انتظار کرو۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ

اور جب ہم لوگوں کو بعد اس کے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ

مَسَّتْہُمْ اِذَا لَہُمْ مَّكْرٌ فِیْٓ اٰیَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰہُ

چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے میں شرارت کرنے لگتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ

اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا یَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ (21)

اس شرارت کی سزا بہت جلد دیگا۔ بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں

ھُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓی اِذَا

وہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں

كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَجَرَیْنَ بِہِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ

ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعے لیکر چلتی ہیں

وَّفَرِحُوْا بِہَا جَاۗءَتْہَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ

اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں ان پر ایک جھونکا ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف

جَاۗءَہُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا

سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے)

اَنَّہُمْ اُحِیْطَ بِہِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ

آگھرے سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے

الدِّیْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ ھٰذِہٖ لَنَكُوْنَنَّ

ہیں اگر آپ ہم کو اس سے بچا لیں تو ہم ضرور حق

مِنَ الشّٰكِرِیْنَ (22) فَلَمَّآ اَنْجٰىہُمْ اِذَا ھُمْ

شناس بن جاویں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیتا ہے تو فوراً ہی

یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ۭ یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ

وہ زمین میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو یہ تمہاری

اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ

سرکشی تمہارے لئے وبال ہونے والی ہے، دنیوی زندگی میں حظ

الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا

اٹھا و ہے ہو پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٢٣

تم کو جتلا دیں گے۔

باری تعالےٰ فرماتا ہے کہ مصیبتوں کا مزہ چکھنے کے بعد جب انسان کو ہماری رحمتوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ جیسے مفلسی کے بعد خوشحالی قحط کے بعد کاشت میں بہترین پیداوار اور بارش وغیرہ، تو وہ تمسخر اور تکذیب کے درپے ہو جاتے ہیں اور جب انسان کو مصیبتیں آگھیرتی ہیں تو وہ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے دُعاؤں کی بھرمار شروع کر دیتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی وہ برسات کی رات تھی، پھر آپ فرمانے لگے۔ کیا تم جانتے ہو کہ آج کی رات خدا تعالےٰ نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ رضؓ نے عرض کیا، خدا اور خدا کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو فرمایا کہ خدا ارشاد فرماتا ہے کہ آج میرے مومن بندے بھی صبح اُٹھے اور کافر بندے بھی، لیکن جس نے یہ کہا کہ یہ بارش خدا کے فضل اور رحمت کے سبب ہے تو وہ مجھ پر ایمان لایا ہوا ہے اور ستاروں کے اثرات کا منکر ہے اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ بارش نچھتروں کے سبب ہوتی ہے تو وہ مجھ سے تو کفر کر رہا ہے اور نچھتروں پر ایمان لا رہا ہے۔ کہہ دو! اے پیغمبرؐ میری حکمتِ عملی بڑی کارگر ہوتی ہے ایسے مجرم گمان کرتے ہیں کہ ہم کو کوئی عذاب کفر کی بنا پر نہیں دیا گیا لیکن درحقیقت ان کے ساتھ ڈھیل روا رکھی گئی ہے۔ اور جب وہ اپنی انتہائی غفلت میں ہو جائیں گے تو ایک دَم سے دھر لئے جائیں گے۔ ہمارے فرشتے ان کے اعمال لکھ رہے ہیں۔ پھر وہ عالم الغیب کے پاس پیش کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ ہر بڑے اور چھوٹے گناہ کی سزا پاتے ہیں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ برّی اور بحری سفر کے لئے اس نے تمہارے لئے آسانیاں پیدا کر دیں اور پانی کے اندر بھی اس نے تمہیں اپنی پناہ اور حفاظت میں لے لیا اور جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو۔ ہوائیں اُن کشتیوں کو چلانے لگتی ہیں تو ان کی نرم رفتاری یا سُرعتِ سیر پر خوش ہوتے ہو، عین خوشی کے عالم میں ان کشتیوں کو تیز و تند آندھی آ گھیرتی ہے اور ہر طرف سے موجیں لپٹ پڑتی ہیں تو تمہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اَب تو ہلاک ہوگئے اب زار زار خدا سے دُعائیں مانگنے لگتے ہو، اس وقت تم کو نہ کوئی صنم یاد آتا ہے نہ کوئی اور بُت، لات و ہبل۔ بلکہ ہمیں کو مخاطب کر لیتے ہو۔ پس سمندر کے اندر جب خدا تم کو صحیح سلامت کنارے پر پہنچا دیتا ہے تو پھر ہم سے رُوگرداں ہو جاتے ہو۔ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ یہاں کہا گیا کہ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا الخ یعنی بڑے مخلص ہو کر پکارنے لگتے ہیں کہ اگر تو ہم کو اِس مصیبت سے نجات دیدے تو ہم بڑے شکر گزار بن جائیں گے۔ اور جب وہ اُن کو نجات دیدیتا ہے تو ملک میں وہ ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں۔ گویا کبھی ان پر مصیبت آئی ہی نہ تھی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ وغیرہ۔ اے لوگو! تمہاری بغاوت کا وبال تمہیں پر پڑے گا خوب یاد رکھو کسی اور کو اس کا ضرر نہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ بغاوت از خدا اور قطع صلۂ رحمی یہ دو ایسے گناہ ہیں کہ آخرت میں عذاب تو ہوگا ہی، لیکن دنیا میں بھی جلد تر اس کی سزا مل جاتی ہے۔ اس دنیائے ناپائدار کی زندگی میں تمہارے لئے چند روزہ متاع ہے پھر تمہاری بازگشت ہماری طرف ہے اور جب ہماری طرف لَوٹ آؤ گے تو ہم تمہارے سب اعمال تم کو سمجھا دیں گے، اور اس کی پوری پوری جزا دیں گے جس کو اچھی جزا ملی ہو تو وہ تو خدا کا شکر ادا کرے اور جس کو سزا ملی ہو وہ اپنے نفس پر ملامت کرے۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ

بس دنیوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا

السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ

پھر اُس سے زمین کی نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں،

النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ

خوب گنجان ہو کر نکلے۔ یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا

الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّیَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَاۤ

پورا حصہ لے چکی اور اُس کی خوب زیبائش ہوگئی اور اُس کے مالکوں نے

اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا

سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے تو دن میں یا رات میں اس پر ہماری

اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ

طرف سے کوئی حادثہ آپڑا سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل وہ

بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ

موجود ہی نہ تھی۔ ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں

یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ اللّٰهُ یَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ

کے لئے جو سوچتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ دار البقاء کی طرف تم کو بلاتا ہے

وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۵﴾

اور جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔

دنیا کی ظاہری زینت سرسبزی و شادابی، پھر اس کے جلدی ہی زوال پذیر ہو جانے کی مثال اللہ پاک مدد و تیدیو سے دے رہا ہے جن کو آسمان سے پانی برسا کر اللہ نے زمین سے نکالا۔ جن کو انسان کھاتے ہیں، جیسے اناج غلّہ، مختلف انواع و اصناف کے پھل پھلاری جو نہ صرف انسان کی غذا بلکہ مویشی بھی ان کے ڈنٹھل اور ٹھنڈ کھاتے ہیں اور جب زمین کی یہ زینتِ فانیہ بہار پر ہوتی ہے اور مختلف اشکال و الوان کی سبزیاں کمال سرسبزی پر آتی ہیں تو زمیندار و کاشتکار گمان کرتے ہیں کہ اب کھیت کاٹ لیں گے میوہ اُتار لیں گے کہ یکایک بجلی یا آندھی ایسی آپڑتی ہے کہ درختوں کے سارے پتے سوکھ جاتے ہیں جل جاتے ہیں پھل پھول تلف ہو جاتے ہیں اور اس سرسبزی و شادابی کے بعد وہ ایک سوکھا سا ڈھیر بن جاتے ہیں گویا کہ کبھی یہ سرسبز تھے ہی نہیں اور کبھی یہ نعمت زمیندار کو دی ہی نہیں گئی تھی۔ اِسی لئے حدیث میں ہے کہ، اہلِ دنیا کو نعمتیں دی جاتی ہیں پھر اُسے آگ میں جھونکا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ کبھی تم کو راحت ملی بھی تھی تو وہ کہتا ہے کہ، ہرگز نہیں۔ ایک اور شخص ہوتا ہے جو دنیا میں بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھایا ہوا ہوتا ہے۔ پھر وہ جنت میں بھیجا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ کیا کبھی تمھیں کسی قسم کی تکلیف پہنچی تھی؟ تو کہتا ہے کبھی نہیں۔ اللہ پاک ان ہلاک ہونے والوں کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ایسے ویران ہو گئے گویا کبھی بسے ہی نہیں تھے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ۔ یعنی ہم اسی طرح بات کو کھول کھول کر دلائل و حجت کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ لوگ اِس بات کی عبرت حاصل کریں کہ دنیا بڑی تیزی سے زوال پذیر ہے دنیا پر قادر ہونے کے باوجود وہ ان کے ساتھ دغا کرتی ہے جو اس کی طرف بڑھتا ہے اس سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بھاگتا ہے اُس کے پیروں پر آگرتی ہے۔ اللہ پاک نے دنیا کی مثال نباتاتِ ارضی سے سورۂ کہف کی دوسری آیتوں میں بھی دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ الخ حیاتِ دنیوی کی مثال بارانِ نازل شدہ کے مانند ہے جو نباتات سے پہلے تو آملا سرسبز ہو چکنے کے بعد پھر ایک وقت ایسا آیا کہ وہ نباتات سوکھا سا گھاس بن کر رہ گئے جس کو ہوائیں اِدھر اُدھر لے اُڑتی ہیں۔ اللہ تو ہر شے پر قادر ہے۔ سورۂ زمر اور حدید میں ایسا ہی بیان کیا گیا ہے۔ خلیفہ مروان ابن حکم منبر پر یہ پڑھتے ہوئے دیکھے گئے کہ زمین جب شاداب ہوگئی اور کاشتکار سمجھے کہ اب فصل کاٹ لیں گے، لیکن ساری کھیتی برباد ہو جاتی ہے اور یہ ساری ہلاکت ان کے گناہوں اور بغاوت کے سبب ہوتی ہے۔

اور قولہ تعالےٰ وَ اللّٰهُ یَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ

جب اللہ پاک دنیا کی سُرعتِ زوال اور جنّت کی ترغیب کا ذکر کر چکا تو اب جنت کی طرف بُلاتا ہے اور جنّت کو دارُ السّلام کہتا ہے یعنی وہ ہر آفت و نقصان و نکبت سے پناہ کی جگہ ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ تمھاری آنکھیں تو بظاہر سوتی رہیں لیکن دل تمھارا جاگتا رہے اور کان تمھارے سُنتے رہیں، چنانچہ میری آنکھیں تو سچ مُچ سو ہی گئیں لیکن دل ہوشیار تھا۔ کان کُھلے تھے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ایک دَولت مند نے ایک گھر بنایا، لوگوں کی دعوت کی، بُلاوے بھیجے تو جس نے دعوت قبول کی وہ تو آیا جی بھر کے کھایا، بُلانے والا بھی خوش ہوا۔ اور جس نے دعوت قبول نہ کی، نہ وہ آیا نہ کچھ کھا سکا اور نہ دعوت دینے والا خوش ہوا۔ اللہ ہی وہ داعی ہے اور وہ گھر اسلام ہے، اور دسترخوان جنّت ہے اور پیغامبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے سوتے میں دیکھا کہ جبریلؑ میرے سر کے پاس ہیں اور میکائیل میرے پاؤں کے پاس، اور ایک اپنے دوسرے ساتھی سے کہہ رہا ہے کہ اِس سونے والے پر کوئی مثال منطبق کرو تو دوسرے نے کہا اے سونے والے تیرے کان سُنتے ہیں تیرا دل جاگتا ہے۔ تیری اور تیری امّت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ نے کوئی گھر بنایا ہو اور اس میں بڑا سا کمرہ اور اس میں خوان چُن دیا گیا پھر قاصد کو بھیج کر لوگوں کو کھانے کے لئے بلایا گیا۔ کوئی آیا اور کوئی نہیں آیا۔ چنانچہ وہ بادشاہ تو اللہ ہے اور گھر اسلام ہے اور کمرہ جنت ہے اور تم یا محمدؐ وہ قاصد ہو جو آیا تھا وہ داخلِ اسلام ہوا تھا اور جو داخلِ اسلام ہوا وہ داخلِ جنّت ہوا اور داخلِ جنّت شخص دعوت سے فیضیاب رہا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جب سورج نکلتا ہے تو اُس کی دونوں طرف فرشتے ہوتے ہیں اور آواز دیتے ہیں جنّ و انس کے سوا سب اُس کو سُنتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے لوگو! خدا کی طرف آؤ۔ کم ملے اور کافی ہو جائے تو وہ اچھا ہے اُس زیادہ سے جو خدا سے غافل کر دے۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ

جن لوگوں نے نیکی کی ہے اُن کے واسطے خوبی ہے اور مزید برآں بھی اور ان کے

وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ

چہروں پر نہ کدورت چھاوے گی اور نہ ذلت۔ یہ لوگ جنّت میں رہنے والے ہیں

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٢٦

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس نے نیک عمل کئے اس کو آخرت میں اچھی جزا ملے گی کیونکہ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے بلکہ کچھ اور زیادہ بھی ہے یعنی کم سے کم دس گونہ حتّٰی کہ سات سو گونہ زیادہ بلکہ اس سے بھی کچھ اور بڑھ کر۔ جو اللہ کے دیگر عطیات پر مشتمل ہے جیسے جنّت میں حور و قصور اور خدا کی خوشنودی اور ایسا ایسا سرورِ قلب جو اس سے اب تک مخفی ہی ہے۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر یہ خدائے برتر کے روئے پاک کا دیدار یہ سارے لطف و کرم سے بڑھ کر کرم ہوگا کہ وہ اپنے عمل کے سبب اس کے مستحق نہیں ہونگے بلکہ محض اس کے فضل و رحمت کی بنا پر۔ صُہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے یہ آیت زِيَادَةٌ والی تلاوت فرمائی کہ جب جنّتی اور دوزخی اپنے اپنے ٹھکانے میں چلے جائیں گے تو ایک منادی پُکارے گا کہ اے اہلِ جنت تم سے خدا کا وعدہ ہے وہ پورا کرنا چاہتا ہے تو وہ کہیں گے، اب اور کونسا وعدہ ؟ ترازو میں ہمارے وزن ثقیل بنے، ہمارے چہرے روشن کر دیئے گئے، ہمیں دوزخ سے نجات بخشی گئی تو یکایک ان پر سے پردہ اُٹھا دیا جائے گا اور ان کی نظر خدا پر پڑ جائے گی۔ خدا کی قسم اس سے بڑی اور کوئی عطا جنتیوں کے لئے نہ ہوگی یہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی تسکین کے لئے

سب سے بڑی چیز ہوگی۔ غرض مختلف حدیثوں میں ہے کہ زِیَادَۃٌ سے مُراد رویتِ باری تعالےٰ ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ لَا یَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ یعنی عرصۂ حشر میں ان کے چہرے بے رونق نہ رہیں گے نہ پھٹکار ہوگی نہ سیاہی جیساکہ کافروں کے چہرے سیاہ غبار آلود ہوں گے، پھٹکار برستی ہوگی۔ اور نہ جنتیوں کو ظاہراً و باطناً کسی قسم کی ذلت نصیب ہوگی۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ الخ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اُس دن کے شر سے بچالے گا اور ان کے چہرے سُرخرُو اور اُن کے دل مسرور رہیں گے۔ اللہ پاک اپنے فضل و رحمت سے ہمیں ایسے ہی لوگوں میں سے اٹھائے آمین۔

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ

اور جن لوگوں نے بدکام کئے ان کی بدی کی سزا اس کے برابر

بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

ملے گی۔ اور اُن کو ذلت چھالے گی ان کو اللہ سے کوئی نہ بچا سکے گا

مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا

گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ

مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ

دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ٢٧

اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

جب اللہ تعالےٰ نے ان نیکبختوں سے متعلق خبر دے دی کہ ان کی نیکیوں کی جزا دُگنی چوگنی ہوتی چلی جائے گی تو اب بدبخت گنہگاروں اور مشرکوں کا حال بیان فرماتا ہے کہ ان کے ساتھ عدل کیا جائے گا کہ ان کے گناہوں کی سزا دُگنی چوگنی نہیں ہوگی بلکہ برابر سرابر ہوگی۔ ان پر ان کے گناہوں کی ذلت چھائی ہوئی رہے گی۔ فرماتا ہے کہ جب وہ پیش ہوں گے تو تم ان کو شرمندہ اور ذلیل دیکھوگے۔ اور یہ نہ سمجھنا کہ خدا ان ظالموں کے اعمال سے غافل ہے۔ قیامت کے دن تک کے لئے ان کے عذاب میں تاخیر کر دی گئی ہے۔ ان کو اللہ سے بچانے اور سفارش کرنے والا کوئی نہیں۔ اُس دن انسان کہے گا کہ بھاگ ہی کہاں سکتے ہیں۔ وہ ہرگز نہیں چھوڑے جائیں گے خدا کے سامنے انھیں آنا پڑے گا ان کے چہرے اس قدر کالے رہیں گے گویا تاریک رات کی چادر اُن کے چہروں پر چڑھا دی گئی ہے۔ اُس دن بعض چہرے تو روشن ہوں گے اور بعض سیاہ۔ اور جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا۔ ارے کیا ایمان لا چکنے کے بعد بھی تم نے کفر کیا تھا۔ لو اب اپنے کفر کا مزہ چکھو۔ اور جن کے چہرے روشن رہیں گے وہ خدا کی رحمت میں رہیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بعض کے چہرے روشن اور ہنستے ہوئے خوش خوش ہوں گے اور بعض کے چہروں پر اُداسی اور تاریکی رہے گی۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

اور وہ دن بھی قابلِ ذکر ہے جس روز ہم اُن سب کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ

اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا

تم اور تمھارے شریک اپنی جگہ ٹھہرو پھر ہم ان کا آپس میں

بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا

پھوٹ ڈالیں گے اور ان کے وہ شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں

تَعْبُدُوْنَ ۝ ٢٨ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنَنَا

کرتے تھے۔ سو ہمارے تمہارے درمیان خدا کافی گواہ

وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ ٢٩

ہے کہ ہم کو تمھاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ وَ

اس مقام پر ہر شخص اپنے اگلے کئے ہوئے کاموں کا امتحان کرلے گا اور

رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

یہ لوگ اللہ کی طرف جو اُن کا مالکِ حقیقی ہے لوٹائے جائیں گے اور جو کچھ معبود تراش

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٣٠﴾

رکھے تھے سب اُن سے غائب ہو جاویں گے۔

قولِ باری تعالیٰ ہے کہ جنّ و انس نیک و بَد سب ہی کو ہم قیامت کے روز لا حاضر کریں گے کوئی بھی نہیں چھوڑا جائے گا اور مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمھارے شرکاء اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور مومنین سے الگ تھلگ رہو جس روز قیامت کا دن ہوگا یہ دونوں قسم کے لوگ الگ الگ رہیں گے۔ یہ اُس وقت ہوگا جب کہ تبارک و تعالیٰ فصلِ مقدمات کا ارادہ فرمائے گا اور اِسی لئے کہا گیا کہ مومنین اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ جلد تر فصلِ مقدمات فرمائے اور ہمیں اس انتظار کی گھڑی سے نجات بخشے۔ حضرت نے فرمایا کہ قیامت کے روز ہم لوگ دوسرے سب لوگوں سے اونچی جگہ پر ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا کہ اے مشرکو! تم اور تمھارے شرکاء جن کی تم عبادت کرنے لگے تھے سب اپنی اپنی جگہ الگ الگ رہو۔ ان متقدمین شرکاء نے اِس بات سے انکار کر دیا کہ وہ ان سے اپنی عبادت لیتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کہ جن بزرگوں کی یہ پیروی کرتے تھے اور اِسی بنا پر انھیں شریکِ خدا سمجھ کر شرکاء بنا لیا تھا اب یہی شرکاء — اُن سے بیزاری ظاہر کریں گے۔ قولہ تعالیٰ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہوگا جو ایسے شرکاء کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے اور اس کی دُعا کو سُن ہی نہیں سکتے۔ اور جب لوگ قیامت میں اُٹھائے جائیں گے تو وہ خود اپنی پرستش کرنے والوں کے دشمن ہوں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تو ان کی پرستش کا کوئی علم نہیں، تم ہماری عبادت کرتے ہوگے لیکن ہم جانتے تک نہیں اور اس کا گواہ خدا ہے۔ ہم نے تو تمھیں کبھی کہا ہی نہیں تھا کہ ہماری پرستش کرو۔ اس طرح مشرکین کا مُنہ بند کر دیا گیا ہے کہ جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ کسی کام آسکتے ہیں۔ انھیں تم نے کیوں پُوجا تھا۔ ان کی نہ تو یہ مرضی تھی نہ ارادہ تھا۔ تم نے حَیّ اور قیّوم، بصیر اور سمیع کی عبادت چھوڑ دی جو ہر بات کا عالم اور قادر ہے جس نے اپنے رسول اور اپنی کتابیں صرف اِس غرض سے بھیجی ہیں کہ محض اسی کی پرستش کی جائے۔ جیسے کہ فرمایا کہ ہر قوم کے اندر ہمارا رسول ہماری عبادت کی ترغیب دینے اور باطل کی پرستش چُھڑانے آیا ہے۔ اَب جس نے ہدایت پائی سو پائی اور جو گمراہ ہوگیا سو گمراہ ہوگیا۔ تم سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہی وحی تھی کہ خدا صرف میں ہوں، صرف میری ہی عبادت کرائی جائے، چنانچہ ہم اپنے رسولوں سے پوچھیں گے کہ کیا تم نے ہمارے سوا کسی اور کی پرستش کرنے کا حکم دیا تھا۔ مشرکوں کی بہت سی قسمیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے اور اُن کے اقوال و احوال بیان کر کے اُن کی تردید کی ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز موقف حساب میں ہر شخص کی آزمائش ہوگی اور اچھا بُرا جو بھی عمل کیا ہے سامنے لایا جائے گا، اس روز سارے بھید ظاہر ہو جائیں گے اور انسان کو اپنے اگلے پچھلے سارے گناہ ظاہر کر دینے پڑیں گے۔ قیامت کے روز ان کا اعمالنامہ سامنے لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ پڑھ لو اپنا اعمالنامہ اِس وقت تم اپنا آپ احتساب کرنے کے لئے کافی ہو آزمائش ہوگی، ترجمہ تھا هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ میں تَبْلُوْا کا۔ لیکن بعض لوگوں نے اِس کو تَتْلُوْا پڑھا ہے جس کے معنی پڑھنا کے ہیں۔ پھر اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "اچھا یا بُرا جو کام وہ کریں گے اسی کا نتیجہ بھگتیں گے" جیسے کہ حدیث میں ہے کہ ہر امت اپنے معبود کے پیچھے رہے گی۔ آفتاب پرست آفتاب کے پیچھے

ع ۱۰ / ۸

اور قمر پرست قمر کے پیچھے، اور بُت پرست بُت کے پیچھے۔ قولہ تعالیٰ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وہ اپنے مولا خدا کی طرف پھیر دیئے جائیں گے۔ وہ کیا سب ہی امور خدا کی طرف پھیرے جائیں گے چنانچہ وہ فیصلہ کرکے جنتیوں کو جنّت میں اور دوزخیوں کو دوزخ کی طرف بھیجے گا۔ اب ان گمراہوں نے اپنی طرف سے جو جھوٹ موٹ معبود بنا رکھے تھے، سب ہوا کی طرح اڑ جائیں گے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ

آپ کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے

يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ

جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو جاندار کو بیجان

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ

سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو

يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا

تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے سو ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ۔ تو ان سے کہیئے کہ پھر کیوں

تَتَّقُوْنَ ۝ ۳۱ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا

نہیں پرہیز کرتے۔ سو یہ ہے اللہ تو جو تمہارا ربِ حقیقی ہے پھر حق کے بعد اور کیا

بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ښ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ ۳۲

رہ گیا بجز گمراہی کے، پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَي الَّذِيْنَ

اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات کہ یہ ایمان نہ لاویں گے تمام متمرّد

فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ۳۳

لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے۔

مشرکین پر اللہ تعالیٰ حجت پیش کرتا ہے کہ خدا کی وحدانیت اور ربوبیت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ یعنی اے نبیؐ! پوچھو کہ وہ کون ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے اور اپنی قدرت سے زمین کو شگاف دیتا ہے جس کے اندر سے دانے انگور، نیشکر، زیتون، خرما، گھنے گھنے باغ اور خوشنما میوے پیدا کرتا ہے۔ کیا اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہو سکتا ہے تو انھیں ماننا پڑے گا کہ یہ خدا ہی کے کام ہیں۔ اگر وہ اپنا رزق روک لے تو کون ہے کہ کھول دے۔ اور جس نے کہ یہ قوتِ سامعہ اور قوتِ باصرہ دی ہے کہ اگر چاہے تو سلب کرلے۔ تم خود کہہ دو کہ یہ سماعت و بصارت اور ساری انسانی قوتیں اللہ ہی نے پیدا کی ہیں۔ کیا تم اس کو ناراض کرکے پسند کروگے کہ وہ تمہاری بصارت و سماعت چھین لے جو اپنی قدرتِ عظیمہ سے میّت سے زندہ کو پیدا کرتا ہے اور زندہ سے میّت کو نکالتا ہے۔ اور اس آیت کے بارے میں اختلافِ رائے پہلے گزر چکا ہے اور اس آیت کا مفہوم سب پر عام اور حاوی ہے اور کون ساری کائنات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اس کی صوابدید اور مرضی سے۔ سب کو وہ پناہ دیتا ہے اس کے برخلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ سب پر متصرّف اور حاکم ہے اس کے حکم کے بعد کسی کا حکم کوئی چیز نہیں۔ وہ جس کو چاہے پوچھے لیکن اس کو کون پوچھ سکتا ہے۔ آسمان وزمین کی ساری مخلوقات اسی کی دست نگر ہیں۔ ہر وقت اس کی نرالی شان ہے۔ آسمان وزمین کی ساری بادشاہت اسی کی ہے۔ ملائکہ، انس و جان سب اس کے محتاج ہیں اس کے غلام ہیں۔ سب کا جواب ان کے پاس یہی ہے کہ خدا ہی میں یہ ساری قدرت ہے۔ کفار و مشرکین اِن ساری باتوں کو جانتے ہیں اور معترف بھی ہیں۔ پھر تم ان سے پوچھو کہ اچھا پھر اس سے ڈرتے کیوں نہیں ہو، اپنی خودسری اور جہالت سے اس کو چھوڑ کر کسی اور کی پرستش کیوں کرتے ہو۔ سچا خدا تو یہی خدا ہے جس کا تم کو آپ اعتراف ہے۔ پھر تو افراد بالعبادۃ کا مستحق وہی ہوا۔ حق بات کو سمجھ لینے کے بعد پھر یہ گمراہی کیسی۔ ہر معبود اس کے سوا باطل ہے۔ تم عبادتِ حق چھوڑ کر عبادتِ ماسوا کی طرف کدھر بھٹکے جا رہے ہو۔ ان

سارے دلائل کے بعد خدا کی بات ثابت و متحقق ہو چکی۔ یعنی جس طرح ان مشرکین نے کفر کیا اور کفر پر قائم رہے۔ اسی طرح انھوں نے اس بات کا اعتراف بھی کر لیا ہے کہ وہی پاک پروردگار خالق و رازق ہے ساری کائنات میں اکیلا متصرف ہے اسی نے اپنے پیغمبروں کو توحید دے کر بھیجا۔ یہ مسلم ہے کہ یہ اشقیا دوزخی ہیں۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ

آپ یوں کہیے کہ کیا تمھارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی پیدا کرے

ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ قُلِ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ

پھر دوبارہ بھی پیدا کرے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی

يُعِيدُهُ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ۝٣٤ قُلْ هَلْ مِنْ

دوبارہ بھی پیدا کرے گا سو پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔ آپ کہیے کہ تمھارے شرکاء

شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ ۚ قُلِ

میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو۔ آپ کہہ دیجیے کہ

اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ ۗ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى

اللہ ہی امر حق کا راستہ بتلاتا ہے۔ تو پھر آیا جو شخص امر حق کا راستہ

الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا

بتلاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو بے بتلائے خود ہی

أَنْ يُهْدَىٰ ۖ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝٣٥

راستہ نہ سوجھے۔ تو تم کو کیا ہو گیا تم کیسی تجویزیں کرتے ہو۔

وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ

اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں۔ یقیناً بے اصل خیالات

لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ

امر حق میں ذرا بھی مفید نہیں۔ یہ جو کچھ کر رہے ہیں

بِمَا يَفْعَلُونَ ۝٣٦

یقیناً اللہ کو سب خبر ہے۔

مشرکین نے جو اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو ملا دیا اور اصنام و اوثان کو پوجنے لگے اُن کے اس دعوے کا ابطال کیا جا رہا ہے کہ اے نبی ؐ ان سے پوچھو کہ کیا تمھارے قرار دادہ شرکاء میں کوئی ہے جس نے ان آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہو پھر اس میں جو مخلوقات ہیں انھیں وجود میں لایا ہو یا اجرامِ سماوی کو اپنی جگہ سے ہٹائے یا انھیں بدل دے یا انھیں فنا کر کے پھر از سرِ نو دوسری مخلوق پیدا کر سکے کہہ دو کہ تم کسی کو نہیں پیش کر سکو گے یہ تو خدا ہی کے کام ہیں پھر تم طریقِ راست کو چھوڑ کر باطل کی طرف کیوں جھکے پڑتے ہو۔ کیا کوئی ہے کہ حق کی طرف رہنمائی کر سکے ایسی رہنمائی تو خدا ہی کر سکتا ہے اس بات کو تم خود جانتے ہو کہ تمھارے شرکاء ایک بھی گمراہ کو راستی پر نہیں لا سکتے۔ اللہ پاک ہی ایسے حیران و گمراہ کی ہدایت کرتا ہے اور گمراہی سے رُشد کی طرف انسانوں کے دل پھیر سکتا ہے۔ کوئی بندہ جو حق کی طرف پھرنے والے کی اتباع کرے اور بصیرتِ تامہ رکھے یہ اچھا، یا وہ جو کچھ بھی ہدایت نہیں کر سکتا بلکہ اپنے اندھے پن کے سبب اس بات کا محتاج ہے کہ اسی کا ہاتھ پکڑ کر کوئی لے چلے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ، اے بابا! تم اندھے بہرے معبود کی پرستش کیوں کرتے ہو جو کچھ بھی تمھارے کام کا نہیں۔ اور اپنی قوم سے بھی فرمایا تھا کہ تم لوگ اپنی ہی بنائی ہوئی چیزوں کی آپ عبادت کرتے ہو حالانکہ تم کو اور تمھارے معبودوں کو سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے تمھاری رائے کیسی غلط ہے، تمھاری عقلیں جاتی رہیں تم نے اللہ کو اور اللہ کی مخلوق دونوں کو برابر برابر کیسے بنا دیا۔ اس کو بھی مانتے ہو اُس کو بھی مانتے ہو۔ پھر خدا سے ہٹ کر شرکاء کی طرف جھک پڑتے ہو۔ ربِّ جلیل ہی کو عبادت کے لئے تم نے خاص کیوں نہ کر لیا کہ اس کی عبادت کر کے گمراہیوں سے نکل آتے۔ اور دُعائیں خاص کر خدا ہی سے کیوں نہیں مانگتے۔ یہ لوگ کسی دلیل کو کام میں نہیں لاتے بلکہ اس اصنام پرستی کی بنیاد کسی یقین کے بجائے گمان

اور وہم پر اٹھی ہوئی ہے۔ مگر اس سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ اللہ پاک ان کے ہر فعل کو خوب جانتا ہے۔ یہ ان کافروں کے لئے تہدید اور وعید شدید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ عنقریب ان کی ان حماقتوں کی انھیں سزا مل جائے گی۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ

اور یہ قرآن افترا کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو

اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ

بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس کے قبل ہو چکی ہیں

تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ

اور احکام ضروریہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے اس میں کوئی بات شک کی نہیں رب العالمین کی

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ

طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو افترا کر لیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو ان کو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

بلا لو اگر تم سچے ہو۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ

بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز ان کو اس کا

تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اخیر نتیجہ نہیں ملا۔ جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اسی طرح انھوں نے بھی جھٹلایا تھا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَ

سو دیکھ لیجئے ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔ اور

مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ

ان میں سے بعضے ایسے ہیں جو اس پر ایمان لے آویں گے اور بعضے ایسے ہیں کہ اس پر ایمان

بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾

نہ لاویں گے۔ اور آپ کا رب مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔

اس میں اعجازِ قرآن پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ کوئی بشر بھی اس کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس جیسا قرآن پیش کر سکے، نہیں بلکہ اس پر بھی قادر نہیں کہ اس کی ایک سورت جیسی ہی کوئی سورت بنا لائے یہ اس کے دعوئِ فصاحت و بلاغت کی بنا پر ہے۔ قرآن کا اختصار، اس کی شیرینی اور دنیا اور آخرت کے لئے نفع دینے والی معنیٔ کثیرہ پر مشتمل ہونا، ان چیزوں کو کوئی دوسری کتاب پیش نہیں کر سکتی کیونکہ یہ خدا کی طرف سے آئی ہوئی کتاب ہے۔ وہ خدا جو اپنی ذات وصفات اور اپنے افعال و اقوال میں واحد و یکتا ہے مخلوق کا کلام اس کے کلام کے ساتھ مشابہت کیونکر پیدا کر سکتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس جیسی تحریر خدا کے سوا کسی اور کی ہو ہی نہیں سکتی۔ بشر کا کلام ذرا بھی اس سے میل نہیں کھا سکتا اور پھر یہ کہ قرآن وہی کہتا ہے جو سابقہ کتب سماوی کہتی ہیں۔ البتہ سابقہ الہامی کتابوں میں جو تحریف و تبدیل ہوئی ہے اس کو اُجاگر کر دیا گیا ہے اور احکام حلال و حرام کو کافی اور شافی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ خدائے رب العلمین کی طرف سے اس کے ہونے میں ذرا شُبہ نہیں کیا جا سکتا اس میں گزشتہ زمانے کی خبریں بھی ہیں اور آئندہ زمانے کی پیشین گوئیاں بھی ہیں۔ ماضی اور مستقبل سب باتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور لوگوں کو اس راستہ پر چلایا گیا ہے جو بالکل صحیح اور پسندیدۂ خدا ہو سکتا ہے اور اگر تم کو اس کے منجانب اللہ ہونے میں ذرا بھی شک ہو اور یہ غلط خیال تمھارے دلنشین ہو کہ محمد نے اُسے آپ بنا لیا ہے تو محمد بھی تو تمھارے ہی جیسے بشر ہیں اگر وہ ایسا قرآن بنا سکتے ہیں تو تم میں سے قابل ترین کوئی آدمی کیوں نہیں بنا سکتا؟ چنانچہ اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے اس جیسی بس ایک ہی سورت پیش کرو جو قرآن جیسی بلاغت اور اختصار و معنویت رکھتا ہو۔ محمدؐ تو اکیلے تھے اب تم دنیا بھر کے انسان اور جنات سبھی مل کر کوشش کر دیکھو۔ اس طرح خدائے تعالیٰ گویا انھیں

چیلنج کرتا ہے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ یہ محمدؐ کا اپنا تصنیف کردہ ہے تو آؤ اِس چیلنج کو قبول کرو۔ تنہا نہیں بلکہ سیکڑوں ہزاروں مِل کر۔ اس کے بعد ایک دوسرا اس سے بھی زبردست دعویٰ ہے کہ، یہ سُن رکھو کہ تم کبھی اِس پر قادر نہ ہو سکو گے یہ بات بھی ہم ابھی سے کہے دیتے ہیں کہ تمام جنّ و انس بھی اگر جمع ہو جائیں کہ ایسا ہی کوئی قرآن بنا سکیں تو ہرگز نہیں بنا سکتے خواہ اپنے لئے کتنے ہی مددگار کیوں نہ بنا لیں۔ پھر اس دعوے کو دَس سورتوں تک بھی محدود کر کے کہا گیا جس کا ذکر اوّل سورۂ ہود میں ہے کہ کیا وہ کہتے ہیں کہ محمدؐ نے اِس کو بنا لیا ہے۔ اچھا تو تم پھر اس جیسی دسؔ ہی سورتیں تم بنا کر لے آؤ۔ پُورا قرآن نہ سہی اتنا ہی سہی۔ خدا کو تم نے چھوڑ دیا تو دوسرے سب کی تم مدد لے سکتے ہو۔ سچے ہو تو سامنے کیوں نہیں آتے۔ پھر اس سے بھی نیچے اتر کر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اس کو محمدؐ نے بنا لیا ہے تو زیادہ نہیں ایک ہی سورت پیش کر دو۔ سورۂ بقرہ (جو مدینے میں نازل ہوئی تھی) اس میں بھی یہی ایک سورت ہی کا چیلنج ہے اور یہ بتلا دیا گیا ہے کہ تم کو ایسا کرنے پر قدرت نہیں ہے تو سُنو! اگر تم نے ایسی آیتیں پیش نہ کیں اور پیش کر بھی کہاں سکتے ہو تو پھر عذابِ دوزخ سے بچو۔ حالانکہ فصاحت تو عرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور ان کا خاص کمال سمجھا جاتا تھا۔ ان کے اشعار اور وہ قصائد جو کعبے کے دروازے پر آویزاں کر دیئے گئے تھے، ان کے کمال بلاغت کا ثبوت ہیں۔ لیکن اللہ نے جو قرآن پیش کر دیا کوئی اس کی فصاحت و بلاغت کو چھو بھی نہ سکا۔ چنانچہ اس کی بلاغت اور حلاوت و اختصار اور افادہ و کمال کو دیکھ کر جو ایمان لے آیا وہ لے آیا۔ کیونکہ انہی فصحاء و بلغاء میں ایسے نکتہ رس اور صاحبِ فہم بھی تھے جنھوں نے قرآن کی بلاغت کا لوہا مان لیا اور سر جھکا دیا معترف ہو گئے کہ یہ ہو سکتا ہے تو خدا ہی کا کلام ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے جادوگر جو اپنی ساحری میں یکتائے زمانہ تھے بول اُٹھے کہ موسیٰؑ کا یہ مظاہرۂ عصا سحر سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، یہ تائیدِ ربّانی ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ اس لئے کہ یقیناً موسیٰ خدا کے پیغمبر ہیں کیونکہ کوئی صاحبِ فن ہی کسی فن کے کمال کو سمجھ سکتا ہے اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ایسے زمانے میں پیدا ہوئے تھے جب کہ طب نے کمال درجہ کی ترقی حاصل کر لی تھی اور مریضوں کے علاج میں ماہرینِ طب اپنا کمال دکھا رہے تھے۔ ایسے وقت میں مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو حضرت عیسیٰؑ کا چنگا کر دینا، بلکہ خدا کا نام لے کر مُردوں کو بھی زندہ کر دینا ایسی چیزیں ہیں جن کے آگے کسی علاج و دوا کی کچھ نہیں چل سکتی۔ چنانچہ سمجھنے والے سمجھ گئے کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، ہر نبی کو ایسے معجزے دیئے گئے ہیں جن کو دیکھ کر بشر ایمان لے آسکیں اور مجھے بھی جو قرآن دیا گیا ہے اس سے متعلق میں بھی امید کرتا ہوں کہ اکثر و بیشتر اس کی صداقت کو مان لیں گے بلکہ ان میں سے بعض نے جو قرآن کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے تکذیب کرنا شروع کر دی۔ لیکن اس کی کوئی دلیل نہ لا سکے اور یہ ان کی جہالت اور حماقت کی وجہ سے تھا۔ اِسی قسم کی تکذیب اپنے پیغمبروں کی سابقہ قوموں نے بھی کی تھی تو اب ذرا تم نظر دوڑاؤ کہ ان جھٹلانے والوں کا کیسا بُرا حشر ہوا جو محض عناد اور ضد کی بنا پر تکذیب کر رہے تھے۔ تو اَب اے قریش کے انکار کرنے والو! ان کا حشر دیکھ کر عبرت پکڑو چنانچہ اس زمانے میں بھی بعض لوگ تو ایمان لے آئے اور قرآن سے مستفیض ہوئے اور بعض جو ایمان نہیں لائے وہ کفر کی موت مر گئے۔ ان لوگوں کو خدا خوب جانتا ہے جو مستحق ہدایت ہیں، ان ہی کو ہدایت بھی کرتا ہے۔ اور جو مستحق ضلالت ہیں ان کو بھٹکنے دیتا ہے۔ اس عمل میں وہ عادل ہے ظالم نہیں۔

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ

اور اگر آپ کو جھٹلاتے رہیں تو یہ کہہ دیجئے کہ میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو

اَنْتُمْ بَرِيْٓــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا

ملے گا تم میرے کئے ہوئے کے جوابدہ نہیں ہو، اور میں تمہارے کئے ہوئے

تَعْمَلُوْنَ ۝٤١ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ

کا جوابدہ نہیں ہوں۔ اور ان میں بعض ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگا لگا بیٹھتے ہیں

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝٤٢

کیا آپ بہروں کو سناتے ہیں گو اُن کو سمجھ بھی نہ ہو۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي

اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ پھر کیا آپ اندھوں کو راستہ

الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝٤٣ اِنَّ اللّٰهَ

دکھلانا چاہتے ہیں گو اُن کو بصیرت بھی نہ ہو۔ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ

لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَـيْــــًٔـا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ

لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو

يَظْلِمُوْنَ ۝٤٤

تباہ کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہو رہا ہے کہ اگر یہ مشرک تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم بھی ان سے اور ان کے اعمال سے اپنی بیزاری ظاہر کرو اور صاف کہہ دو کہ میرا عمل میرے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے۔ میں تو تمہارے معبودوں کو نہ مانوں گا۔ ابراہیم خلیل اللہ نے بھی اپنی قوم سے یہی کہا تھا کہ میں تم سے اور تمہارے ان جھوٹے معبودوں سے بری ہوں۔ قریش ہی میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو تمہارے کلامِ حسن اور قرآنِ عظیم کو سنتے ہیں اور جو بہتا شیرہ ہوسکتے ہیں اور یہی بہت کافی تھا لیکن پھر بھی وہ راہِ راست پر نہ آئے۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں، کیونکہ تم بہروں کو سنانے پر قادر نہیں ہو، اور نہ تم کو آپ یہ قدرت ہے کہ تم ان کی ہدایت کرو۔ جب تک کہ خدا کی مرضی بھی شامل نہ ہو۔

اور اُن ہی میں ایسے بھی ہیں کہ جو تمہاری طرف گہری نظر سے دیکھتے ہیں۔ تمہارے پاکیزہ اخلاق اور حُسنِ صورت اور تمہارے دلائلِ نبوت (جس سے اہلِ بصیرت ہی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں) اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی قرآن کی ہدایت سے کچھ فیضیاب نہیں ہوتے۔ جیسے کہ اہلِ علم اور اہلِ بصیرت مستفید ہو جاتے ہیں اور ایسے مومن لوگ تم کو دیکھتے ہیں تو دیدۂ وقار سے دیکھتے ہیں۔ اور کفار نظر ڈالتے ہیں تو چشمِ احتقار سے ڈالتے ہیں۔ وہ تمھیں دیکھتے ہیں تو ہنسی اُڑاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔ ایک سنتا ہے اور ہدایت پاتا ہے اور دوسرا بھی سُنتا ہے اور دیکھتا ہے لیکن اندھا اور بہرا بنا رہتا ہے آنکھیں کھلی ہیں پھر بھی اندھے ہیں۔ کان رکھتے ہوئے بہرے ہیں۔ دل ہے مگر مُردہ۔ ایک نے فائدہ اُٹھایا دوسرے نے نقصان۔ باری تعالیٰ کی ذات پاک مختار و متصرف ہے وہ سب سے بازپرس کرے لیکن اس سے بازپُرس کون کر سکتا ہے۔ وہ تو ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کر لیتے ہیں۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ، اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنے کو اپنے پر حرام قرار دیا ہے تم پر بھی حرام قرار دیتا ہوں۔ چنانچہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو تمہارے اعمال میری نظر میں ہیں۔ میں ہر قسم کے عمل کی پوری پوری جزا دیتا ہوں۔ جس کو اچھی جزا ملی وہ خدا کا شکر کرے اور جس کو سزا ملی اس کو چاہیئے کہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُھُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا

اور ان کو وہ دن یاد دلائیے جس میں اللہ ان کو اس کیفیت سے جمع کرے گا کہ گویا وہ دنیا میں دن

سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَھُمْ

کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَ

واقعی خسارے میں پڑے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور

مَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿٤٥﴾

وہ ہدایت پانے والے نہ تھے۔

یاد دلایا جا رہا ہے کہ قیامت قائم ہوگی اور لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر عرصۂ حشر میں جمع ہو جائیں گے اور جب وہ دن آپہنچے گا تو وہ سمجھیں گے کہ دنیا میں دن کا بعض حصہ ہی گزرا آئے ہیں یعنی شام نہیں تو صبح رہے تھے اور صبح نہیں تو شام گزاری تھی۔ جس روز صور پھونکا جائے گا تو مجرمین جوق درجوق پریشان حال نکل آئیں گے چپکے چپکے باتیں کر رہے ہوں گے کہ بس دس روز ہمارا قیام رہا ہوگا ان میں کے ممتاز اور تیز حافظہ لوگ کہیں گے، ارے کہاں کے دس روز، ایک ہی دن تو دنیا میں گزارا۔ گنہگار طبقہ تو قسمیں کھا کھا کر کہے گا کہ گھنٹے بھر سے زیادہ کب رہے۔ یہ سب دلیل ہے اس بات کی کہ دار لآخرت میں دنیا کی زندگی کیسی حقیر اور قصیر ہے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ دنیا میں کتنے سال گزارے؟ تو کہیں گے ایک دن یا اس سے بھی کم۔ چنانچہ یادداشت رکھنے والوں سے پوچھ لیا جائے۔ کہا جائے گا کہ کاش تمھیں علم ہوتا کہ، دنیا کی زندگی کتنی تھوڑی ہوتی ہے وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ ماں باپ بچوں کو اور بچے ماں باپ کو، اہلِ قرابت اپنے رشتہ داروں کو لیکن ہر ایک اپنی اپنی مصیبت یا اپنی اپنی راحت میں مصروف و مشغول رہے گا۔ جب صور پھونکا جائے گا تو پھر حسب نسب کچھ نہیں، کوئی عزیز اپنے عزیز کو نہیں پوچھے گا۔ جن لوگوں نے خدا سے ملاقات کی تکذیب کی تھی وہ بڑے گھاٹے میں رہیں گے افسوس ہے ان جھٹلانے والوں پر کہ قیامت کے دن انھوں نے اپنی ذات اور اپنے متعلقین کو ہلاکت میں ڈال دیا، اس سے بڑا خسارہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اپنے ساتھیوں کے سامنے حسرت و ندامت اٹھانی پڑے، اور الگ رہنا پڑے۔

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ

اور جس کا اُن سے ہم وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا اگر ہم آپ کو دکھلا دیں

نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ

یا ہم آپ کو وفات دیدیں سو ہمارے پاس تو ان کو آنا ہی ہے پھر اللہ تعالیٰ اُن کے سب افعال

عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٤٦﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ

کی اطلاع رکھتا ہی ہے۔ اور ہر امت کے لئے ایک حکم پہنچانے والا ہے

فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ

سو جب اُن کا وہ رسول آچکتا ہے اُن کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾

اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔

اپنے نبی صلعم سے خطاب ہوتا ہے کہ اگر ہم تمھارے حینِ حیات ان سے انتقام لیں تاکہ تمھارے دل کو تسکین ملے یا تمھاری ہی زندگی ختم ہو جائے۔ بہر صورت ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے اگر تم نہ بھی رہو تو تمھارے بعد ان کے افعال کا خدا گواہ بن جائے گا۔

حضرتؐ نے فرمایا کہ گزشتہ رات میری اگلی اور پچھلی ساری امت میرے سامنے پیش کی گئی؛ تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہؐ اگلی امت تو خیر لیکن پچھلی امت جو آنے والی ہے اور ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی ہے، وہ کیسے پیش کی گئی؟ تو فرمایا کہ ان کی ایک خاکی صورت سامنے لائی گئی اور میں ان میں سے ہر ایک کو اس سے بھی بہتر طور پر پہچان رہا تھا جیسے کہ تم اپنے کسی ساتھی کو پہچان لیتے ہو۔ ہر امت کے لئے ایک ایک رسول ہوتا ہے، جب ان کے پاس ان کا رسول آجاتا ہے تو اُن کے درمیان ایک منصفانہ فیصلہ ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ، زمین خدا کے نور سے چمک اٹھتی ہے چنانچہ ہر امت اپنے پیغمبر کی موجودگی میں خدا کے سامنے پیش ہوتی ہے۔ ان کا اچھا یا بُرا نامۂ اعمال ساتھ ہوتا ہے جو بحیثیت ان کے گواہ کے ہوتا ہے۔ نیز ملائکہ بھی گواہ ہوتے ہیں جنھیں اُن پر

نگران کار مقرر کر دیا تھا۔ یکے بعد دیگرے ہر امّت پیش ہوتی رہے گی اور یہ امّت اگرچہ آخری امّت ہے لیکن قیامت کے روز یہ اوّلین امّت بن جائے گی۔ جس کا فیصلہ اللہ پاک سب سے پہلے فرمائے گا۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت ؐ نے فرمایا۔ کہ ہم اگرچہ سب کے بعد ہیں لیکن قیامت میں سب کے پہلے ہوں گے اور ساری مخلوق سے پہلے ہمارا حساب کتاب ہو جائے گا اِس امّت نے یہ شرف اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے حاصل کیا ہے۔ آپؐ پر قیامت تک درود و سلام ہو۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔

قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات خاص کے لئے تو کسی نفع کا اور کسی ضرر کا اختیار

مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ

رکھتا ہی نہیں مگر جتنا خدا کو منظور ہو۔ ہر اُمّت کے لئے ایک معین وقت ہے جب ان کا وہ معین

أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا

وقت آپہنچتا ہے تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ

يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٤٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ

آگے سرک سکتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب

عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ

رات کو آپڑے یا دن کو تو عذاب میں کون چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ

الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٠﴾ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنتُم بِهِ ۚ

اس کو جلدی مانگ رہے ہیں۔ کیا پھر جب وہ آہی پڑے گا اس کی تصدیق کرو گے۔

آلْآنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ

ہاں اب مانا حالانکہ تم اس کی جلدی مچایا کرتے تھے۔ پھر

قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ

ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو۔

هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٢﴾

تم کو تو تمہارے کئے کا بدلہ ملا ہے

ارشاد ہوتا ہے کہ یہ مشرکین عذاب میں جلدی کرتے ہیں، اور وقتِ عذاب آنے سے پہلے عذاب مانگتے ہیں۔ اس میں ان کی کوئی بھلائی نہیں۔ کافر تو جلدی کرتے ہیں لیکن مومن اس سے ڈرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ واقعۃً عذاب ضرور آئے گا اگرچہ اس کا وقت معیّن معلوم نہ ہو۔ اِسی لئے اللہ پاک نبی ؐ کو جواب سکھا رہا ہے کہ کہدو کہ میں اپنے نفس کے لئے نہ مضرت کا مالک ہوں نہ منفعت کا، میں صرف اتنا ہی کہتا ہوں جو مجھے بتا دیا گیا ہے اور اگر میں کچھ حاصل کرنا چاہتا ہوں تو اس پر قادر نہیں جب تک کہ اللہ پاک خود مجھے آگاہ نہ فرمادے میں تو اس کا بندہ اور تمھارے لئے اس کا قاصد ہوں میں نے تمھیں خبر دیدی ہے کہ قیامت ضرور ہوگی، لیکن اس کا وقت مجھے نہیں بتلایا گیا۔ ہر قوم کے لئے ایک مقررہ مدّت ہوتی ہے اور جب وہ مدّت منقضی ہو جائے تو ایک ساعت کی بھی نہ اس میں تقدیم ہوگی نہ تاخیر۔ جیسا کہ فرمایا: وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا جب کسی کا وقت آجاتا ہے تو ذرّہ بھر کی بھی تاخیر نہیں ہو سکتی۔ کافروں پر خدا کا عذاب ناگہاں آجائے گا۔ اگر دن اور رات میں کسی بھی وقت یکایک آجائے تو بتاؤ کیا کرو گے؟ اِس لئے جلدی کیوں کرتے ہو، جب کہ آہی جائے گا تو کیا اس وقت ایمان لاؤ گے، وہ ایمان کا وقت کب رہے گا۔ اس وقت کہا جائے گا کہ تو جس عذاب کی جلدی کرتے تھے۔ اُس وقت کہیں گے اے خدا! ہم نے دیکھ لیا ہم نے سُن لیا۔ عذاب سے سابقہ پڑنے پر بول اُٹھیں گے کہ ہم اب اکیلے خدا کو مانتے ہیں اور دیگر تمام معبودوں سے اعراض کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت کا ایمان کوئی ایمان نہیں، اللہ کی عادت تو اپنے بندوں میں یونہی چلی ہوئی ہے۔ ان ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب دائمی عذاب چکھو۔ اِس طرح انھیں خوب ڈانٹ بتائی جائے گی جس عذابِ جہنم کا وہ انکار کرتے تھے اس عذاب میں انھیں دھکے دے دے کر جھونکا جائے گا۔ تم جادو کہتے تھے، تو کیا

یہ جادو ہے۔ نہیں بلکہ تم خود اندھے ہو۔ اب خواہ صبر کرو کرنہ کرو، اپنے اعمالِ بد کا بدلہ ضرور پاؤ گے۔

وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِي وَرَبِّي

اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی امر ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم ہے

إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٥٣﴾ وَ

رب کی کہ وہ واقعی امر ہے اور تم کسی طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اور

لَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ

اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس سونا اتنا ہو کہ ساری زمین میں بھر جاوے تب بھی اس

لَافْتَدَتْ بِهِ ۗ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا

کو دے کر اپنی جان بچانے لگے۔ اور جب عذاب دیکھیں گے تو پشیمانی کو

رَأَوُا الْعَذَابَ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

پوشیدہ رکھیں گے، اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٥٤﴾

اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

تم سے یہ لوگ پوچھ رہے ہیں کہ مٹی ہو جانے کے بعد یہ قبروں سے اُٹھنا کیا سچ ہے تو کہدو کہ ہاں خدا کی قسم سچ ہے، تمہارا مٹی ہو جانا اور پھر ہمارا تم کو بحالتِ اول لے آنا ہمارے لئے آسان ہے ہم اس میں عاجز نہیں۔ خدا تو جب کسی چیز کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو صرف یہ کہدیتا ہے کہ ہو جا۔ پس وہ چیز وجود پذیر ہو جاتی ہے ایسی قسمیہ آیت قرآن میں صرف دو ہی جگہ اور بیان ہوئی ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا ہے کہ جو معاد کا انکار کرتے ہیں ان سے قسم کھا کر بیان کرو۔ سورۂ سبا میں ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ قیامت نہ ہوگی۔ کہہ دو کہ خدا کی قسم ہوگی۔ اور سورۂ تغابن میں ہے کہ کافر سمجھتے ہیں کہ پھر زندہ نہیں ہوں گے کہ خدا کی قسم زندہ ہوں گے اور تمھارے اعمال تم کو بتائے جائیں گے، اور یہ بات خدا پر کچھ دشوار تھوڑی ہے۔ جب قیامت قائم ہوگی تو یہ کافر چاہیں گے کہ زمین بھر سونا دیکر عذاب سے چھٹکارا پائیں، لیکن نہ ہو سکے گا اور جب عذاب کو دیکھ پائیں گے تو ایک خاموش ندامت سے دوچار رہیں گے۔ لیکن جو کچھ بھی ان سے برتاؤ ہوگا انصاف کے ساتھ ہوگا ذرا بھی زیادتی نہ ہوگی۔

أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ

یاد رکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اللہ ہی کی ملک ہیں۔

أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ

یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن بہت سے آدمی

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ

یقین ہی نہیں رکھتے۔ وہی جان ڈالتا ہے وہی جان نکالتا ہے اور تم

تُرْجَعُونَ ﴿٥٦﴾

سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے۔

وہ آسمانوں و زمینوں کا مالک ہے اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ وہ زندہ کرتا ہے وہ مارتا ہے، بازگشت اسی کی طرف ہے۔ وہ اس بات پر قادر ہے کہ سمندروں میدانوں، اطرافِ عالم سے ان کے ذراتِ خاک کو پھر جمع کرے اور پھر زندہ جسم بنا دے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت

رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَ

ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفا ہے۔ اور

هُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ قُلْ

رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔ آپ کہدیجئے کہ

بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا

بس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیئے۔

هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾

وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں۔

قرآن عظیم جو دیا گیا ہے اُس پر احسان جتایا جاتا ہے کہ اے لوگو! یہ پند و نصیحت کا ایک دفتر ہے جو تمھارے خدا کی طرف سے ہے اور تمھارے دلوں کے لئے شفا ہے یعنی شک و شُبہ کو اور دلوں کی گندگی اور ناپاکی کو دُور کرنے والا ہے اس سے خدا کی ہدایت و رحمت حاصل ہوگی مگر صرف انھیں کو جو خدا پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کو ہم نے مومنین کے لئے شِفا اور رحمت بنا کر اُتارا ہے لیکن گنہگاروں کے لئے یہ نقصان اور خسارہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ کہہ دو کہ یہ قرآن خدا کا فضل اور رحمت ہے اس کو لے کر خوش ہو جاؤ۔ اور دُنیا کے فانی کے تمتّعات جو تم حاصل کرتے ہو اُن سب میں بہترین چیز یہ قرآن ہے۔

ع ۶ ۱۱

(جب عراق کا خراج حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمر اُسے دیکھنے کے لئے نکل آئے اُن کا خادم بھی اُن کے ساتھ تھا۔ حضرت عمر خراج میں آئے ہوئے اونٹوں کو گننے لگے لیکن کہاں تک گنتے۔ گنتے گنتے تھک گئے تو کہنے لگے خدا کا شکر ہے۔ ان کا خادم کہنے لگا کہ خدا کی قسم یہ بھی خدا کا فضل اور رحمت ہے۔ تو حضرت عمر نے کہا۔ ایسا نہیں اللہ تعالیٰ نے بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ کہہ کر قرآن اور اس سے استفادہ مُراد لیا ہے اِس لئے اِس کو فضل و رحمۃ نہیں بلکہ مِمَّا یَجْمَعُوْنَ سمجھنا چاہئے کیونکہ ہمارا جمع کردہ ہے۔ فضل و رحمت کی تو بہت بڑی شان ہے۔)

اور دیکھا قرآن ع

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ

آپ کہئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا

رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ

تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا آپ پوچھئے کہ کیا

اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ وَ

تم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا اللہ تعالیٰ پر افترا ہی کرتے ہو۔ اور

مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

جو لوگ اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں ان کا قیامت کی

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى

نسبت کیا گمان ہے؟ واقعی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل

النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

ہے لیکن اکثر آدمی بے قدر ہیں۔

مشرکوں نے بعض جانوروں کو بحائر، سوائب، وصائل نام دے کر کسی کو اپنے پر حلال اور کسی کو حرام قرار دے لیا تھا۔ اِس کی تردید فرمائی جا رہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ کھیتوں میں سے جو نکلتا ہے اور مویشی جو پیدا ہوتے ہیں وہ اس میں سے خدا کا ایک خاص حصہ قرار دیتے ہیں۔ (ابو الاحوص روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور صورت اور لباس کی حیثیت سے میں بدحال سا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تمھارے پاس کچھ مال و دولت ہے کہ نہیں؟ میں نے کہا کہ خدا کا دیا سب کچھ موجود ہے۔ اونٹ، گھوڑوں، بکروں کے گلّے ہیں۔ لونڈی غلام ہیں۔ تو آپ نے فرمایا پھر تم پر خدا کے آثارِ نعمت ظاہر کیوں نہیں ہیں) پھر فرمایا، تمھارے اونٹوں کے بچے ہوتے ہیں وہ ہر عضو سے تندرست ہوتے ہیں لیکن تم اُسترہ لے کر اُٹھتے ہو ان کے کان کاٹ دیتے ہو، کہتے ہو کہ یہ بحائر ہیں، ان کی کھال چیر دیتے ہو کہتے ہو کہ اب یہ صرم ہیں۔ اپنے پر بھی حرام کر لیتے ہو اور اپنے اہل پر بھی۔ کیا ایسا نہیں ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ اب آپ نے فرمایا کہ سنو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمھیں دیا ہے وہ ہمیشہ کے لئے حلال ہے حرام ہو نہیں سکتا۔ اللہ کا ہاتھ تمھارے ہاتھ سے قوی تر ہے اور اللہ کا چاقو تمھارے چاقو سے زیادہ تیز ہے اللہ پاک ان لوگوں سے اپنی سخت ناراضی کا اظہار فرماتا ہے جو اس کے حلال کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں یا حرام کو اپنے لئے حلال بنا لیتے ہیں اور یہ صرف اپنی ذاتی رائے اور خواہش کی بنا پر

جس کی کوئی دلیل نہیں۔ پھر اُن کو یوم قیامت کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا پر افترا کرتے ہیں آخر وہ سمجھتے کیا ہیں کہ قیامت کے روز ہم ان سے کیا برتاؤ کریں گے وقولہ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اس کے ترک میں گویا دنیا ہی میں انھیں عقوبت دے کر ان کا معالجہ مقصود ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اِس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ اللہ بڑا صاحبِ فضل ہے لوگوں پر کہ دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں انسانوں کے لئے پیدا کر دیں جن سے مسرّت اور اُن کی منفعت ہے اور ایسی چیزیں انسان کے لئے حرام فرما دیں جن میں سراسر مضرّت تھی۔ یا تو بہ حیثیت دین یا بہ حیثیت دنیا۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ یعنی خدا کے انعامات کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں اور اپنے نفسوں پر تنگی کر لیتے ہیں یعنی اپنی طرف سے کسی کو حلال اور کسی کو حرام قرار دے لیتے ہیں مشرکین نے اِس چیز کو اپنے اندر بہت شائع کر رکھا ہے اور اپنا مسلک ہی ایسا بنا لیا ہے۔ اور اہلِ کتاب میں اگرچہ یہ بات نہیں تھی لیکن انھوں نے بھی یہ بدعت پیدا کر لی ہے موسیٰ بن صباح سے قولہ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ کے بارے میں مروی ہے کہ قیامت کے دن تین قسم کے خدا پرست پیش کئے جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ ان میں سے ایک قسم سے دریافت فرمائے گا کہ تم نے کس خیال سے اعمالِ نیک اختیار کئے تھے تو وہ کہیں گے کہ یارب تو نے جنت پیدا کی، جنت میں باغ، پھل، اشجار، انہار، حور و قصور اور اہلِ طاعت کے لئے ہر قسم کی نعمتیں مہیّا کیں، اسی کو حاصل کرنے کے لئے میں نے رات رات بھر جاگ کر عبادت کی، دن دن بھر روزے رکھے۔ تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ تو نے جنّت کی خاطر جب یہ عمل کئے تو جا جنّت ہی تیرا ٹھکانہ ہے۔ لیکن یہ تیرے عمل کا بدلہ نہیں۔ میں تجھے دوزخ سے نجات دیتا ہوں، یہ میرا افضل ہے اور میں تجھے جنّت میں داخل کرتا ہوں

اور یہ میرا افضل ہے۔ چنانچہ ایسے لوگ جنّت میں جا داخل ہوں گے۔ پھر دوسری نوع کے لوگ بُلائے جائیں گے۔ خدا اُن سے بھی یہی پوچھے گا تو وہ کہیں گے۔ یارب! تو نے دوزخ پیدا کی، دوزخ میں طوق و زنجیر رکھے، بادِ سموم اور آبِ محموم اس میں پیدا کئے۔ اہلِ معصیت کے لئے سارے ہی عذاب اس میں مہیّا کئے۔ چنانچہ میں رات رات بھر جاگ کر عبادت کرتا رہا، دوزخ کے خوف سے دن دن بھر بھوکا پیاسا رہ کر روزے رکھے۔ تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ تو نے دوزخ سے ڈر کر نیک اعمال کئے ہیں تو لے میں نے تجھے دوزخ سے نجات بخشی اور پھر میرا یہ مزید فضل ہے کہ دوزخ سے نجات دینے کے بعد تجھے جنت بھی دے دیتا ہوں چنانچہ وہ جنّت میں جا داخل ہو گا۔ اب تیسری نوع کے لوگ لا حاضر کئے جائیں گے اور جب اللہ پوچھے گا تو وہ بتائیں گے کہ یارب ہم نے تو تیرے شوق اور تیری محبت کے لئے تیری عبادت کی۔ رات بھر بھی عبادت کی اور دن بھر بھی روزے رکھے، صرف تیرے اشتیاقِ ملاقات اور تیری رضامندی کے لئے۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ جب میرے شوقِ لقا میں تم نے ایسا کیا ہے تو اللہ تعالےٰ ان کے سامنے جلوہ افروز ہو جائے گا اور فرمائے گا لو مجھے دیکھو، مجھ پر نظر ڈالو کہ تم کو سب سے بڑی دولت ملی ہے۔ پھر فرمائے گا کہ میں اپنے فضل سے تمھیں دوزخ سے بھی نجات دیتا ہوں اور جنّت سے بھی تمھیں سرفراز کرتا ہوں۔ میرے ملائک تیرے پاس حاضر رہیں گے اور میں بذاتِ خود تجھ پر اپنی سلامتی نازل فرماتا رہوں گا۔ چنانچہ ایسے لوگ جنت میں بھی جا داخل ہوں گے۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِن

اور آپ کسی حال میں ہوں اور منجملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے

قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا

ہوں اور تم جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے

عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ

جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو اور آپ کے رب سے

عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ

کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں

وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ

اور نہ آسمان میں اور کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے اور

لَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ٦١

نہ کوئی چیز بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی جا رہی ہے کہ خدا تمھاری اُمت اور جمیع خلائق کے سارے احوال سے ہر لحظہ اور ہر ساعت واقف ہے۔ ذرہ بھر چیز بھی زمین اور اور آسمانوں کے اندر خواہ کتنی ہی حقیر و صغیر کیوں نہ ہو کتاب مبین میں یعنی علم الٰہی میں موجود ہے۔ اس کی نگہداشت سے باہر نہیں ہو سکتی۔ غیب کی معلومات اسی کے پاس ہیں۔ بر ہو کہ بحر غیب کی بات اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ایک پتہ بھی ٹوٹ کر گرتا ہے تو اسے معلوم ہے۔ اندھیرے میں کہیں کوئی ذرہ بھی پڑا رہتا ہے اور کوئی چیز تر ہو کہ خشک، اچھی ہو کہ بُری سب کا اس کو علم ہے۔ اشجار و جمادات و حیوانات کی ہر حرکت کو جانتا ہے۔ زمین پر جتنے جاندار ہیں، ہوا میں جتنے پرندے اُڑتے ہیں یہ بھی سب تمھاری طرح گروہ گروہ ہیں۔ ہر جاندار کی غذا کا ضامن اللہ تعالےٰ ہے۔ جب ان اشیاء کی حرکات کا بھی اس کو علم ہے تو انسان مکلف اور مامور بالعبادۃ کے حرکات و اعمال کا علم اس کو کیسے نہ ہوگا۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ تم اسی عزیز رحیم پر بھروسہ رکھو۔ جو تم اگر نماز میں کھڑے بھی ہو تو دیکھ رہا ہے، سجدہ بھی کر رہے ہو تو دیکھ رہا ہے اور اسی لئے فرمایا کہ خواہ تم کسی مشغلے میں ہو۔ قرآن پڑھ رہے ہو یا اور کوئی عمل کر رہے ہو، ہم دیکھ رہے ہیں اور سُن رہے ہیں۔ چنانچہ جب جبرئیل علیہ السلام نے احسان کے معنی حضرت ﷺ سے پوچھے تو فرمایا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ تم خدا کی اس طرح عبادت کرو گویا خدا کو دیکھ کر عبادت کر رہے ہو اور اگر یہ نہیں تو کم از کم اس طرح کہ تم اس کے سامنے ہو اور وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ

هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ ٦٢ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا

مغموم ہوتے ہیں۔ وہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز

يَتَّقُوْنَ ۝ ٦٣ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے دُنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت

وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ

میں بھی خوش خبری ہے۔ اللہ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا۔

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ٦٤

یہ بڑی کامیابی ہے۔

ارشاد باری ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد پرہیزگاری بھی اختیار کرتے ہیں چنانچہ جو پرہیزگار ہے خدا کا ولی ہے احوالِ آخرت سے اگر انھیں سابقہ پڑے گا تو ان کو کوئی خوف دامن گیر نہ ہوگا۔ اور نہ دنیا میں انھیں کوئی حزن و غم گھیرے گا۔ عبداللہ بن مسعود رض اور ابن عباس رض کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت ذکر و فکرِ خداوندی میں دیکھے جاتے ہیں۔ ابن عباس رض سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو فرمایا کہ وہ لوگ کہ جب دیکھو یادِ خدا میں مصروف (ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے بندوں میں ایسے بھی بندے ہیں کہ انبیاء و شہداء بھی ان پر رشک کرتے ہیں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں ہم بھی اُن سے محبت رکھیں گے۔ فرمایا۔

انبیاء کے لئے بھی قابلِ رشک لوگ وہ ہیں کہ نہ مال کا کوئی تعلق نہ نسب کا لگاؤ مگر صرف اللہ کے لئے ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔ ان کے چہرے نُورانی ہیں وہ نور کے منبروں پر ہیں۔ لوگ جہاں خوف سے تھرا جائیں۔ وہاں ان پر ذرا بھی آثارِ خوف نہیں۔ لوگوں پر رنج وغم طاری ہے اور اُن کو رنج سے کوئی واسطہ نہیں) ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ مختلف قبائل سے اور چاروں طرف سے جمع ہوں گے اور ان میں کوئی رشتہ داری نہ ہوگی لیکن وہ محض اللہ کی خاطر آپس میں ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہوں گے اور خلوص و محبت ہوگی۔ قیامت کے روز اللہ ان کے لئے نور کے منبر قائم کرے گا جس پر وہ بیٹھے ہوں گے۔ لوگ قیامت میں پریشان پھر رہے ہوں گے لیکن وہ مطمئن۔ اللہ کے اولیاء یہی لوگ ہیں۔ ابوالدرداؓ سے کسی نے آنحضرتؐ کی وضاحت لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ کے بارے میں پوچھی۔ تو کہا کہ بشارت سے رؤیائے صالحہ مُراد ہیں جن کو کوئی مسلم دیکھتا ہے، یا دوسروں کو اس سے متعلق خواب دکھایا جاتا ہے۔ ابوالدرداؓ نے کہا کہ تم نے مجھ سے یہ سوال کیا اور اس سے پہلے صرف ایک وقت ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ یہ سچے خواب جو کوئی دیکھے یا اس کے حق میں کوئی دوسرا دیکھے تو یہ دنیا کی زندگی میں بھی اُس کے لئے خوشخبری ہے اور آخرت میں جنت کی بشارت ہے۔ عبادہ بن صامت سے بھی حضرت نے یہی فرمایا تھا کہ تم سے پہلے مجھ سے کسی نے یہ سوال نہیں کیا تھا۔ بُشرٰی سے رؤیائے صالحہ مراد ہیں۔ ابن صامت نے رسول اللہؐ سے پوچھا تھا کہ، اس آیت میں آخرت کی بشارت تو جنت ہے لیکن دنیا کی بشارت سے کیا مُراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ سچے خواب جس کو کوئی دیکھے یا اس کے حق میں کسی کو دکھائے جائیں اور یہ سچے خواب بھی نبوت کے ستر یا چوالیس اجزا میں سے ایک جزو ہیں۔ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ کوئی انسان اچھے عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی ستائش کرتے ہیں تو گویا یہ مومن کے لئے دُنیا ہی میں جنت کی بشارت ہے۔ اور یہ انچاس[٤٩] اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ہے پس جو اچھے خواب دیکھے تو وہ لوگوں کے سامنے بیان کر دیا کرے۔ اور جو بُرے خواب دیکھے تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ وہ انہیں خوفزدہ کرنے کے لئے ایسا کرتا ہے۔ تو چاہیئے کہ تین دفعہ بائیں طرف تھوک دے اور خدا کی تکبیر پڑھ لے، اور کسی سے بیان نہ کرے۔ ایک دوسری جگہ چھیالیس[٤٦] اجزائے نبوت میں سے ایک قرار دیا ہے۔ ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ رؤیائے حسنہ اللہ تعالیٰ کی بشارت ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ مومن کے مرنے کے وقت ملائکہ اس کو جنت اور مغفرت کی خوش خبری دیتے ہیں۔ قولہ تعالےٰ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا الخ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے پھر مرتے دم تک اس پر قائم بھی رہے تو اس پر فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو نہ غمگین ہو، تم کو اس جنت کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، دنیا اور آخرت میں ہم تمھارے والی ہیں۔ تم جو چاہتے ہو تم کو مل گیا یہ خدائے رحیم کی طرف سے تمھیں تحفہ ہے۔ حدیث براء میں ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت ہوتا ہے تو روشن چہرے والے اور سفید لباس والے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پاک رُوح راحت و ریحان کی طرف چل۔ خدا تجھ سے ناراض نہیں۔ تو یہ رُوح اس کے مُنہ سے اس طرح نکل پڑے گی جیسے مشک کے مُنہ سے پانی نکل پڑتا ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ قیامت کی دہشت ان کو گھبرانہ دے گی فرشتے ان سے کہیں گے کہ یہ وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا۔ اس دن مومنین کے سامنے نور چل رہا ہوگا سامنے بھی اور سیدھی طرف بھی۔ آج تمھیں بشارت ہے جنت

کی جس کے نیچے ہمیشہ بہنے والی نہریں چل رہی ہیں۔ یہ بڑی زبردست کامیابی ہے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ

اور آپ کو اُن کی باتیں غم میں نہ ڈالیں تمام تر غلبہ خدا ہی کے لئے ہے

هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝٦٥ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ

وہ سُنتا جانتا ہے۔ یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں

فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ

اور جتنے زمین میں ہیں یہ سب اللہ ہی کے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر

الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ ۚ

دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں،

إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا

محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض قیاسی باتیں

يَخْرُصُونَ ۝٦٦ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ

کر رہے ہیں۔ وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم

لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

اُس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے اس میں دلائل

لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝٦٧

ہیں اُن لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں۔

اللہ پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے کہ مشرکین کا یہ قول تم کو رنجیدہ نہ کرے۔ تم ان پر غالب آنے کے لئے اللہ سے مدد مانگو اسی پر بھروسہ کرو ہر طرح کی عزت اور غلبہ خدا اور خدا کے رسول اور مومنین کے لئے ہے۔ وہ اپنے بندوں کی باتوں کو سنتا ہے ان کے احوال کو جانتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لئے ہے۔ مشرکین جو اصنام کی عبادت کرتے ہیں وہ اصنام نہ ضرر پر قادر ہیں نہ نفع پر، نہ ان مشرکین کے پاس کوئی معقول دلیل ہے۔ وہ تو جھوٹ اور اٹکل اور قیاس آرائیوں کی پیروی کر رہے ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے رات بنائی تاکہ دن بھر کی تکان سے سکون و راحت حاصل کریں اور دن کو حصولِ معاش کی خاطر روشن بنایا۔ وہ دن میں سفر کرتے ہیں اور روشنی کے اندر ان کے دیگر مصالح ہیں ان دلائل کو سُنکر عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے اِن آیتوں میں نشانیاں ہیں اور وہ عظمتِ خالق پر دلیل لاتے ہیں۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ الْغَنِيُّ ۖ

وہ کہتے ہیں کہ اللہ نعوذ باللہ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ وہ تو کسی کا محتاج نہیں

لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنْ

اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تمہارے

عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِهَٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى

پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔ کیا اللہ کے ذمہ ایسی بات

اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝٦٨ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ

لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ

يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝٦٩

اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ

یہ دنیا میں تھوڑا سا عیش ہے پھر ہمارے پاس ان کو آنا ہے پھر

نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا

ہم ان کو ان کے کفر کے بدلے سزائے سخت

يَكْفُرُونَ ۝٧٠ ع

چکھا دیں گے۔

اس میں تردید ہے ان لوگوں کی جو اس کے قائل ہیں کہ، نعوذ باللہ خدا کے بھی کوئی لڑکا ہے۔ وہ تو پاک خدا ہے وہ اولاد کو کیا ہر چیز سے بے نیاز ہے اور ہر موجود چیز اس کے کرم کی محتاج ہے۔ زمین اور آسمان اور ما فیہما سب

ع ۱۲

اسی کا ہے۔ پھر وہ اپنے مملوک اور اپنے عبد ہی کو اپنا بیٹا بھلا کیسے بنالے گا۔ اے مومنو! تمھارے پاس تو یہ دلیل ہے لیکن ان کے پاس اپنے کذب و بہتان کی کوئی دلیل نہیں۔ ارے تم جانتے کچھ بھی نہیں اور دعوای کر بیٹھتے ہو۔ یہ مشرکین کو زبردست تنبیہ ہے۔ یہ کافر کہتے ہیں کہ خدا کو بھی ایک بیٹا پیدا ہوا ہے یہ ایسی زبردست گستاخی ہے کہ اس کو سُنکر آسمان پھٹ پڑے، زمین شق ہو جائے۔ پہاڑ گر پڑیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ خدا کو بھلا یہ کہاں سزاوا ہے کہ اس کے بھی کوئی بیٹا ہو۔ زمین و آسمان کی ہر چیز تو خدا کی ممنون اور اسی کی عبد ہے۔ سب اس کے شمار میں ہیں وہ ان کی گنتی جانتا ہے ہر ایک قیامت کے روز انفرادی طور پر اس کے پاس حاضر ہو گا۔ پھر اِن بہتان لگانے والے کافروں کو اللہ پاک دھمکی دیتا ہے کہ یہ دین اور دنیا میں کہیں بھی فلاح نہ پائیں گے۔ لیکن دنیا میں انھیں جو کچھ مل رہا ہے وہ اُن کے لئے عذاب کا پیش خیمہ ہے اور ان کے لئے ڈھیل ہے تاکہ چند روز اور وہ دنیا کی متاعِ قلیل سے مستفید ہو جائیں پھر تو انھیں زبردست عذاب سے منصادم ہونا ہی پڑے گا یہ دنیا تو ان کے لئے چند روزہ زندگی کی راحت ہے۔ پھر ہماری طرف لوٹنا ہو گا ہی۔ وہاں ہم انھیں عذاب شدید کا مزہ چکھائیں گے۔ یہ اُن کے کذب و افترا اور کفر کے سبب سے ہو گا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ

اور آپ اُن کو نوح کا قصہ پڑھ کر سنایئے جب کہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم

اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ

اگر تم کو میرا رہنا اور احکام خداوندی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ

تو میرا تو خدا ہی پر بھروسہ ہے تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکا

وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً

کے پختہ کر لو پھر تمھاری وہ تدبیر تمھاری گھٹن کا باعث نہ ہونا چاہئے

ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ فَاِنْ

پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔ پھر بھی اگر تم

تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ

اعراض ہی کئے جاؤ تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا میرا معاوضہ تو

اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

صرف اللہ ہی کے ذمّہ ہے۔ اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں اطاعت

الْمُسْلِمِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ

کرنے والوں میں سے رہوں۔ سو وہ لوگ ان کو جھٹلاتے رہے پس ہم نے ان کو اور جو

مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰۗىِٕفَ وَاَغْرَقْنَا

اُن کے ساتھ کشتی میں تھے اُن کو نجات دی اور ان کو آباد کیا اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

جھٹلایا تھا اُن کو غرق کر دیا۔ سو دیکھنا چاہئے کیسا انجام ہوا اُن

عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝۷۳

لوگوں کا جو ڈرائے جا چکے تھے۔

اے نبی صلعم! کفارِ مکّہ کو جنھوں نے تمھیں جھٹلایا ہے، اور تمھاری مخالفت کی ہے، نوح ؑ کے اور نوح کی قوم کے واقعات سُنا دو۔ جس نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی تو اللہ نے کس طرح ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسری قوم کو کس طرح غرق آب کر دیا۔ تاکہ متقدمین کے افسوسناک نتیجہ کو دیکھ کر یہ ہوشیار ہو جائیں کہ کہیں انھیں بھی ہلاکت سے سامنا نہ ہو۔ وہ واقعات یہ ہیں کہ نوح ؑ نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اگر ایسا ہی تم کو میرا تمھارے درمیان ٹھہرنا اور تمھیں راہِ راست پر لانے کے لئے نصیحتیں کرنا گراں گزرتا ہے تو خیر مجھے بھی پروا نہیں میرا بھروسہ تو خدا پر ہے۔ تمھیں گراں گزرے یا نہ گزرے میں تو تبلیغ سے باز نہیں آ سکتا۔ اچھا تم اور تمھارے شرکاء یعنی اصنام و اوثان جن کی تم خدا کی بجائے پرستش کرتے ہو، سب یک دل ہو جاؤ اور اپنی کوششوں میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھو اور ہر طرح سے اپنے کو مضبوط بنا لو۔ اگر تم کو یہی

گمان ہے کہ تم حق پر ہو تو میرے بارے میں اپنا فیصلہ نافذ کر دو اور مجھے ایک گھنٹے بھر کی مہلت نہ دو۔ جس قدر کر سکتے ہو کر گزرو۔ مجھے نہ تمھاری پرواہ ہے نہ تم سے خوف ہے کیونکہ جانتا ہوں کہ تمھارے قیاس کی بنیاد تو کچھ ہے ہی نہیں۔

ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے ایسا ہی کہا تھا کہ میں بھی خدا کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم خدا کو چھوڑ کر بتوں کو جو شریک خدائی بنا لیتے ہو۔ میں اس ذہنیت سے بالکل بری ہوں اب چاہو تو تم سب میرے خلاف سازش کر لو اور مجھے دم بھر کی بھی مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ تو خدا پر ہے جو تمھارا بھی ہے اور میرا بھی۔ اب اگر تم نے تکذیب کی اور پیٹھ پھیر لی تو کیا مجھے تم سے کچھ ملنا تھا کہ جس کے ضائع ہونے کا افسوس ہو۔ میں جو تمھاری خیر خواہی کر رہا ہوں اس پر کچھ تم سے اجرت تو نہیں مانگ رہا۔ مجھے تو اجر دینے والا خدا ہے۔ مجھے تاکید ہے کہ سب سے پہلے میں ایمان لاؤں اور مجھ پر فرض ہے کہ اسلام کے احکام کی تعمیل کروں کیونکہ تمام انبیاء کا دین اسلام ہی تھا۔ چاہے وہ ابتدائی ہوں یا آخری، طریقۂ کار اور مشرب جدا ہو جاتے تو ہو جاتے کچھ مضائقہ نہیں۔ توحید کی تعلیم تو ایک ہی رہے گی۔ قول باری تعالے ہے کہ ہم نے ہر ایک کے لئے ایک ایک شریعت، الگ الگ قانون اور جدا جدا راستہ بنایا ہے۔ یہ نوح ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے ایمان لاؤں۔

ابراہیم خلیل اللہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جب ان کے رب نے ان سے کہا کہ ایمان لاؤ تو فوراً بول اُٹھے کہ میں ایمان لایا۔ ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں پوتوں اسمٰعیل اور یعقوب کو بھی نصیحت کر رکھی تھی کہ اے میرے بیٹو! اللہ تم نے تمھارے لئے دین اسلام کو انتخا کیا ہے اِس لئے اسلام کو اختیار کر رکھو، قبل اس کے کہ تمھیں موت آجائے۔

یوسف علیہ السلام نے بھی کہا تھا کہ "اے خدا تو نے مجھے بادشاہت عطا فرمائی اور بات کی، توجیہ و تاویل کی تعلیم دی زمین اور آسمان کو پیدا کرنے والا تو ہی ہے۔ دنیا اور آخرت میں میرا والی ہے۔ میں مروں تو اسلام پر قائم رہ کر مروں اور مجھے صالحین کے گروہ میں شامل رکھ۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے لوگو! اگر تم مسلمان ہو تو خدا ہی پر بھروسہ رکھو اور اسی پر ایمان لاؤ۔ موسیٰؑ کے زمانے کے جادوگروں نے کہا تھا کہ یا رب ہم کو ثابت قدم رکھ اور اسلام کی موت دے۔ بلقیس نے کہا تھا کہ الٰہی میں حدود سے آگے بڑھ گئی تھی۔ میں اسلام لائی ہوں اور اسلام کا دین اختیار کرتی ہوں۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ ہم نے جو تورات نازل کی ہے وہ سراسر ہدایت اور نور ہے۔ مسلمانوں پر نبی اسی کے ذریعہ حکم قائم کرتے ہیں اور ارشاد باری ہے کہ حوارئین عیسیٰ کی طرف ہم نے القاء کیا تھا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور اے خدا تو ہی گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

خاتم الرسل سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نماز اور میری عبادت میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ میں اسی کے حکم کا مامور ہوں اور پہلے میں ہی اسلام لاتا ہوں چنانچہ حضرتؐ نے فرمایا کہ ہم انبیاءؑ کے گروہ گویا علاتی بھائی ہیں کہ باپ سب کا ایک ہے اور مائیں جدا جدا۔ یعنی دین ہم سب کا ایک ہے اور وہ خدائے واحد کی عبادت ہے۔ چاہے سب کی شریعتیں الگ الگ ہوں۔ پھر فرماتا ہے۔ ہم نے نوحؑ کو اور ان کے دین پر چلنے والوں کو کشتی میں بٹھا کر نجات دے دی اور ان کو زمین پر بحیثیت خلیفہ قرار دیا۔ اور جنھوں نے ہماری باتوں کو جھٹلا دیا تھا ان کو غرق کر دیا۔ دیکھو اُن بدنصیبوں

کا کیسا بُرا حشر ہوا (اے محمد) دیکھو ہم نے مومنین کو کیسی نجات دی اور نہ ماننے والوں کو کیسا ہلاک کر دیا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ

پھر نوح کے بعد ہم نے اور رسولوں کو اُن کی قوموں کی طرف بھیجا۔ سو وہ ان کے پاس

بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ

معجزات لے کر آئے پس جس چیز کو انھوں نے اوّل میں جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اس

مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ (۷۴)

کو مان لیتے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے نوح کے بعد دوسرے رسولوں کو بھی اُن کی اپنی قوموں کی طرف بیّنات و دلائل اور معجزے دے کر بھیجا۔ لیکن جس طرح تکذیب کر چکے تھے اسی پر قائم رہے اور سابقہ رسولوں کی تکذیب کے گنہگار تو تھے ہی اب اِن رسولوں پر بھی ایمان نہ لائے۔ جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہم ان کے دلوں اور نگاہوں سے سمجھنے اور دیکھنے کی صلاحیت ہی نکال دیتے ہیں اور ان سرکشوں کے دلوں پر مُہر لگا دیتے ہیں۔ یعنی جیسا کہ سابقہ اُمّتوں نے پیغمبر کی تکذیب کی تھی۔ تو ہم نے ان کے دلوں پر مُہر کر دی تھی اِسی طرح ان گمراہوں کی پیروی کرنے والوں کے دلوں پر بھی مُہر کر دی چنانچہ جب تک وہ دردناک عذاب سے دوچار نہ ہوں گے یقین نہ کریں گے۔ مطلب یہ کہ تکذیبِ رُسُل کرنے والی اُمّتوں کو اللہ نے ہلاک کر دیا اور جو رسولوں پر ایمان لائے انھیں نجات عطا فرمائی۔ یہ نوح ؑ کے بعد کے لوگوں کا ذکر ہے ورنہ آدم علیہ السلام کے زمانے کے بعد کے لوگ تو اسلام پر قائم تھے۔ لیکن بعد میں ان کے اندر عبادتِ اصنام کا چلن جڑ پکڑ گیا۔ اسی لئے اللہ نے ان کی طرف نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ اسی لئے تو قیامت کے روز مومنین نوح علیہ السلام کو کہیں گے کہ آپ پہلے پیغمبر ہیں جو دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آدم ؑ اور نوح ؑ کے درمیان دس صدیاں گزری تھیں یہ سب مذہب اسلام پر قائم تھے۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے کہ نوح ؑ کے بعد کتنے ہی زمانے ہم نے ختم کر دیئے۔ آیتِ مذکورہ بالا کے ذریعہ مشرکینِ عرب کو ڈرایا گیا ہے جو خاتم الرسل کی تکذیب کر رہے تھے۔ جب کہ سابقہ پیغمبروں کو جھٹلانے پر عذاب و نکال کا اللہ نے اِس قدر ذکر کیا ہے تو قریش کو تکذیب رسول پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ تو ان سے بھی بڑے گناہ کے مُرتکب ہو رہے ہیں کہ یہ تو خاتم الانبیاء ہیں آپ پھر نہ کوئی نبی آئے گا نہ انھیں ہدایت کا کوئی دوسرا موقع ملے گا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى

پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ

اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات دے کر بھیجا سو انھوں نے تکبر کیا

كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمُ

اور وہ لوگ جرائم کے خوگر تھے۔　پھر جب ان کو ہمارے پاس سے (۷۵)

الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ

صحیح دلیل پہنچی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے۔

قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ

موسیٰ ؑ نے فرمایا کیا تم اس صحیح دلیل کی نسبت جب کہ وہ تمھارے پاس پہنچی ایسی بات کہتے ہو،

اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝ (۷۶)

کیا یہ جادو ہے۔　حالانکہ جادوگر کامیاب نہیں ہوا کرتے۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اُس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے

اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ

اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے اور تم دونوں کو دُنیا میں ریاست مل جائے

وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ ۝

اور ہم تم دونوں کو کبھی نہ مانیں گے۔

پھر ان رسولوں کے بعد ہم نے فرعون اور اس کی جماعت کی طرف موسیٰ اور ہارون کو بھیجا اور اپنی نشانیاں اور دلائل و براہین بھی ساتھ دیئے۔ لیکن اتباعِ حق اور انقیاد طاعت سے اس مجرم قوم نے انکار کردیا۔ اور جب ان کے پاس ہماری طرف سے امرِ حق آپہنچا تو بلا تامل کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ گویا کہ انھوں نے اپنی سرکشی پر قسم ہی کھا رکھی تھی۔ حالانکہ انھیں یقین تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں فی الواقع جھوٹ اور بہتان ہے، جیسا کہ خود اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ انکار تو کر رہے ہیں لیکن ان کے دل خود یقین رکھتے ہیں کہ یہ ہمارا ظلم اور سرکشی ہے۔ غرض موسیٰؑ نے تردیداً کہا کہ حق بات تمھارے سامنے آتی ہے تو کہہ اٹھتے ہو کہ یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر تو کبھی خیر و فلاح کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ وہ منکرین کہتے ہیں کہ اے موسیٰ کیا تم اسی لئے ہمارے پاس آتے ہو کہ ہمارے باپ دادا کے دین سے ہمیں پھیر دو اور پھر ساری عظمت و ریاست غلبۂ وسطوت سب تمھارے اور تمھارے بھائی ہارون کے لئے ہو جائے ہم تو کبھی تم کو ماننے والے نہیں۔

اللہ پاک نے اپنی کتابِ عزیز میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ کو متعدد بار ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ عجیب تر قصہ ہے فرعون پہلے ہی سے موسیٰؑ سے پُر حذر رہتا تھا۔ لیکن قدرت کے کھیل دیکھو کہ جس سے فرعون اتنا خوفزدہ تھا، اللہ پاک نے اسی کو فرعون کے پاس پالا پوسا اور شہزادوں کی طرح آپ اس کے گھر پرورش پاتے رہے، پھر ایک انقلاب آیا اور ایک ایسا سبب پیدا ہوگیا کہ آپ فرعون کے پاس سے نکل کھڑے ہوئے اور اللہ نے نبوت و رسالت اور کلام بالمشافہ سے آپ کو سرفراز فرمایا۔ پھر اسی فرعون کی طرف بھیجا کہ جاؤ، اُسے دعوتِ اسلام دو کہ وہ ہماری طرف رجوع کرے اور بے دینی کے بجائے ہمارے دین پر چلے حالانکہ جو عظمت و سطوت کہ فرعون کو حاصل تھی سو تھی۔ چنانچہ آپ خدا کا پیغام لے کر آتے ہیں اور آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام کے سوا اور کوئی آپ کا مددگار نہیں۔ لیکن فرعون نے سرکشی کی غرور کیا۔ اس میں حمیتِ بیجا پیدا ہوگئی، اس کا نفسِ خبیثہ جاگ اٹھا وہ موسیٰؑ سے روگرداں ہوگیا اور وہ دعویٰ کر بیٹھا جس کا اُس کو کوئی حق نہ تھا۔ بغاوت و سرکشی کی، بنی اسرائیل کے مومنین کی اہانت کی۔ ایسے نازک موقف پر بھی فرعون کی دست بُرد سے موسیٰ اور ہارون محفوظ رہتے ہیں، اللہ ان کو اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے اور یکے بعد دیگرے موسیٰؑ کے ساتھ مجادلہ اور نوک جھونک ہوتی رہتی ہے۔ اور موسیٰؑ ایسی ایسی نشانیاں اور معجزات پیش کرتے ہیں کہ عقلیں حیران رہ جاتی ہیں اور ماننا پڑتا ہے کہ خدا کی طرف سے تائید یافتہ کے سوا اور کوئی ایسے دلائل نہیں پیش کر سکتا۔ ایک نشانی سے بڑھ کر دوسری نشانی پیش کی جاتی۔ لیکن فرعون اور اس کی جماعت بھی قسم کھا بیٹھی تھی کہ نہ مانیں گے حتیٰ کہ جب عذاب آیا تو ایسا آیا کہ کوئی اس کو رد ہی نہ کر سکتا تھا چنانچہ ایک دن وہ سب غرق کر دیئے گئے اور اس ظالم قوم کا استیصال ہوگیا۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ۝ ۷۹ فَلَمَّا

اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو حاضر کرو۔ سو جب

جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ

وہ آئے موسیٰ نے اُن سے فرمایا کہ ڈالو جو کچھ تم کو

مُلْقُونَ ۝ ۸۰ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ

ڈالنا ہے۔ سو جب انھوں نے ڈالا تو موسیٰ نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم

بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ

لائے ہو جادو ہے، یقینی بات ہے کہ اللہ اس کو ابھی درہم برہم کئے دیتا ہے اللہ تو

لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ

ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا - اور اللہ تو دلیلِ صحیح کو

اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾

اپنے وعدوں کے موافق ثابت کر دیتا ہے گو مجرم لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں

اللہ پاک نے جادُوگروں اور حضرت موسیٰ ؑ کے قصے کا ذکر سورۂ اعراف میں فرمایا ہے اور وہاں اس قصہ پر روشنی ڈالی جا چکی ہے اور اس سورت اور سورۂ طٰہٰ اور سورۂ شعراء میں بھی ذکر ہے کہ فرعون نے ارادہ کیا کہ موسیٰ کے حقِ مبین کا معارضہ اپنے جادوگروں کے خرافات اور شعبدوں سے کرے، لیکن اس کی آنتیں اُسی کے گلے پڑیں۔ وہ مقصد میں ناکام رہ گیا اور محفلِ عام میں براہین الٰہیہ غالب آ گئے اور سب جادُوگر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم تو ربّ العالمین پر ایمان لے آئے جو موسیٰ ؑ اور ہارون کا ربّ ہے فرعون کا تو گمان تھا کہ وہ جادوگروں سے مدد لے کر خدا کے رسول پر غالب آئے گا۔ لیکن ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا اور مستوجبِ دوزخ ہو گیا۔ فرعون نے حکم دیا تھا کہ ہر گوشۂ ملک سے ساحر جمع کئے جائیں۔ اِن ساحروں سے موسیٰ ؑ نے کہا۔ اپنا عمل کرو جو کرنا چاہتے ہو اور یہ اس لئے کہا کہ فرعون نے ان سے وعدہ کر رکھا تھا کہ غالب آ جاؤ گے تو تم لوگ میرے مقرب بنو گے اور تمھیں بڑا انعام و اکرام دیا جائے گا۔ ساحروں نے کہا کہ موسیٰ تم پہلے اپنا کرتب دکھاؤ گے کہ ہم پہلے دکھائیں۔ موسیٰ نے کہا تمھیں پہل کرو، اِس غرض سے کہا تاکہ لوگ دیکھ سکیں کہ جادُوگر کیا چیز پیش کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد حق سامنے آئے اور باطل کی سرکوبی کرے۔ جب جادُوگروں نے اپنی رسّیاں ڈال دیں اور لوگوں کی آنکھوں پر جادُو چلا دیا۔ رسّیاں سانپ بن گئیں لوگ خوفزدہ ہو گئے۔ بڑا زبردست جادُو پیش کیا۔ موسیٰ بھی خوفزدہ ہو گئے۔ ہم نے کہا کہ موسیٰ ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے

اپنے ہاتھ کا عصا بھی میدان میں پھینک دو! وہ بھی اژدہا بن کر اُن کے سانپوں کو نگل جائے گا۔ ساحروں کا یہ کرتب جادُو کا کھیل ہے اور جادوگر تو کسی صورت کامیاب نہیں ہو سکتا ایسے میں موسیٰ نے ان سے کہا کہ یہ تمھارا کھیل تو جادو کا کھیل ہے اللہ تعالےٰ اِسے باطل کر کے رہے گا۔ مفسدین کے عمل کامیاب نہیں ہو سکتے اللہ حق کو ثابت کر کے رہے گا۔ خواہ گنہگاروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ (ابنِ ابی سلیم سے روایت ہے کہ یہ آیتیں بحکم خدا سحر سے شفا کا کام دیں گی اِس آیت کو پڑھ کر پانی پر پھونکو پھر مسحور کے سر پر انڈیل دو۔ یہ سورۂ یونس کی آیت ہے۔ وہ یہ ہے فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى الی آخرہ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ۔ دوسری آیت ہے فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ الخ اور اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى۔)

ع۱۴

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ

پس موسیٰ ؑ پر اُن کی قوم میں سے صرف تھوڑے قلیل آدمی ایمان لائے وہ

عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ

بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں

يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ

اُن کو تکلیف پہنچائے۔ اور واقع میں فرعون اس ملک میں زور رکھتا تھا

وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

اور یہ بھی بات تھی کہ وہ حد سے باہر ہو جاتا تھا۔

اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ موسیٰ ؑ نے آیات بیّنات جو پیش کیں تو فرعون کی قوم اور اُس کے ذرّیات میں سے بہت ہی تھوڑے ایمان لائے۔ ایمان لانے والے نوجوانوں اور اس کے افرادِ قوم کو یہ خوف تھا کہ جبراً وہ پھر حالتِ کفر پر لوٹا دیئے جائیں گے کیونکہ فرعون بڑا عیار، سرکش تھا، اس کی شوکت و دبدبہ بہت بڑا ہوا تھا۔ اس کی قوم اس سے بہت ڈرتی تھی۔ غیر بنی اسرائیل میں سے صرف فرعون

کی عورت اور آلِ فرعون سے ایک اور شخص، پھر فرعون کا خازن اور اس کی بیوی، بس یہی قلیل جماعت تھی جو ایمان لے آئی تھی۔ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سے موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل مُراد ہے مجاہد کہتے ہیں کہ ذُرِّيَّةٌ سے ان لوگوں کی اولاد مُراد ہے جن کی طرف موسیٰؑ بھیجے گئے تھے اور جو بہت عرصے پہلے اس اولاد کو چھوڑ کر مر گئے تھے۔ ابن جریر ذُرِّيَّةٌ کے بارے میں مجاہد کا قول پسند کرتے ہیں کہ وہ قوم فرعون سے نہیں بلکہ بنی اسرائیل سے تھے کیونکہ ضمیر جب کبھی راجع ہوتی ہے تو قریبیہ کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اور یہاں قریب تر موسیٰ کا لفظ ہے نہ کہ فرعون کا۔ اور یہ غور طلب بات ہے اِس لئے کہ ذُرِّيَّةٌ سے مُراد نوجوان لوگ ہیں اور وہ بنی اسرائیل میں سے تھے اور مشہور ہے کہ بنی اسرائیل تو سب موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے اور انھیں بشارت دی جا چکی تھی۔ اور وہ موسیٰؑ کے صفات سے خوب واقف ہو چکے تھے اور انھیں بشارت کتب مقدسہ سے مل چکی تھی کہ اللہ تعالےٰ اُنھیں فرعون کی قید سے نجات دے گا اور فرعون پر غالب بنائے گا۔ اور اسی لئے جب فرعون کو یہ بات معلوم ہوئی تو بہت محتاط رہنے لگا اور جب موسیٰ مبلغ ہو کر فرعون کے پاس آئے تو فرعون بنی اسرائیل کو بہت تکلیفیں پہنچانے لگا۔ اب وہ کہنے لگے کہ موسےٰ! تمھارے آنے سے پہلے بھی ہم ستائے جا رہے تھے اور تمھارے آنے کے بعد بھی ستائے جا رہے ہیں۔ موسیٰؑ نے کہا ذرا صبر کرو خدا قریب تر عرصے میں تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور اس کا جانشین تمھیں بنا دے گا اور دیکھے گا کہ اب تم خود کیسا عمل کرتے ہو۔ اور جب یہ بات ہے تو ذُرِّيَّةٌ سے پھر قوم موسیٰ یعنی بنی اسرائیل کے سوا اور کیا مُراد ہو سکتی ہے۔ بنی اسرائیل کو فرعون اور پھر اپنی جماعت سے خوف تھا کہ وہ پھر انھیں کافر بنا لیں گے۔ اور بنی اسرائیل میں قارون کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس سے وہ ڈرتے،

کیونکہ قارون موسیٰؑ کی قوم میں سے تھا۔ لیکن باغی تھا فرعون سے ملا ہوا تھا۔ یہاں مَلَا۟ئِهِمْ کی ضمیر بنی اسرائیل کی طرف گئی ہے۔ لیکن جو یہ کہتے ہیں کہ یہ ضمیر فرعون اور عمائدِ فرعون کی طرف جاتی ہے کیونکہ اس کے عمائد بھی اس کے متبعین میں سے تھے۔ یا یہ کہ فرعون سے پہلے آل کا لفظ محذوف سمجھا جائے، اس لئے جمع کی ضمیر ہے اور مضاف کی جگہ مضاف الیہ رکھ دیا گیا ہے۔ یعنی آل کی جگہ فرعون رکھ دیا گیا ہے، سو یہ بعید از قیاس بات ہے۔ اگرچہ ابن جریر نے یہ دونوں باتیں لکھی ہیں۔ یہ سب بیان اس پر دلالت کرتا ہے کہ بنی اسرائیل میں سب مومن تھے۔

وَقَالَ مُوسَىٰ يَا قَوْمِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ

اور موسیٰ نے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان

بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ ﴿۸۴﴾

رکھتے ہو تو اسی پر توکل کرو اگر تم اطاعت کرنے والے ہو

فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ج رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً

انھوں نے عرض کیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان

لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ

ظالموں کا تختۂ مشق نہ بنا۔ اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان

الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۸۶﴾

کافر لوگوں سے نجات دے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم اللہ پر ایمان ہی رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کر بیٹھو، اللہ بھروسہ کرنے والوں کا کفیل ہو جاتا ہے۔ اور اکثر دفعہ عبادت اور توکل کو ملا کر کہا گیا ہے فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ۔ قُلْ هُوَ الرَّحْمَٰنُ آمَنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا وغیرہ اور اللہ تعالےٰ نے مومنین کو حکم دیا ہے کہ ہر نماز میں متعدد بار کہو کہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔ چنانچہ بنی اسرائیل حکم بجا لائے اور کہا کہ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ - ہم تو اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اے خدا ہم کو ان ظالموں کا زیرِ مشقِ ستم نہ بنا۔ ہم پر انھیں کامیاب نہ کر۔ ورنہ وہ یہ گمان کریں گے کہ ہمیں حق پر ہیں اور یہ بنی اسرائیل باطل پر ہیں چنانچہ اور زیادہ ہم پر ستم توڑیں گے۔ آلِ فرعون کے ہاتھوں ہمیں عذاب نہ دے اور نہ اپنے عذاب میں مُبتلا کر ورنہ فرعون کی قوم کہے گی کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے "تو مبتلائے عذاب نہ ہوتے" اور ہم اُن پر غالب نہ آتے" اور ہمیں اپنی رحمت اور احسان سے اے خدا اِس کافر قوم سے نجات بخش! یہ کافر ہیں اور ہم مومن ہیں اور تجھی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ

اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کے لئے

لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ

مصر میں گھر برقرار رکھو اور تم سب اپنے انھیں گھروں کو نماز پڑھنے

قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾

کی جگہ قرار دے لو اور نماز کے پابند رہو۔ اور آپ مسلمانوں کو بشارت دیدیں۔

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دینے کے سبب کو بیان کرتا ہے کہ موسیٰ اور ہارون کو ہم نے حکم دیا کہ تم اپنی قوم کو لے کر مصر میں جا بسو۔ وَاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ابن عباس رض کہتے ہیں کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ تم اپنے گھروں ہی کو مسجدیں بنالو اور ابراہیم کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل خوفزدہ تھے اس لئے حکم دیا گیا کہ گھروں ہی میں نماز پڑھا کرو اور اِس حکم کی حیثیت بالکل ایسی ہے کہ جب فرعون اور قومِ فرعون کی طرف سے گرفت بہت بڑھ گئی تو کثرتِ صلوٰۃ کا حکم دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب کسی وقت بہت گھبرا اُٹھتے تو نماز سے مدد حاصل کرتے اسی لئے اِس آیت میں ہے کہ گھروں ہی کو مسجدیں سمجھ کر نمازیں پڑھنے لگو اور مومنین کو ثواب اور نصرتِ قریب کی بشارت دو۔ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم فرعونیوں کے سامنے کھلے بندوں نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ تو اللہ نے حکم دیا کہ اچھا گھروں ہی میں پڑھ لو۔ مجاہد کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو فرعون سے خوف تھا کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے تو قتل کر دیئے جائیں گے۔ اس لئے کہا گیا کہ اچھا چُھپ کر گھروں میں پڑھ لو، اور گھروں کو آمنے سامنے بنائے رکھو۔

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ

اور موسیٰ نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! آپ نے فرعون کو اور اس کے

مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

سرداروں کو سامانِ تجمل اور طرح طرح کے مال دُنیوی زندگی میں لئے ہمارے رب اسی

رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى

واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے گمراہ کریں۔ اے ہمارے رب ان کے مالوں کو

اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا

نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو سخت کر دیجئے سو یہ ایمان نہ لانے پائیں

حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ

یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم

اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ

دونوں کی دُعا قبول کرلی گئی سو تم مُستقیم رہو اور اُن لوگوں کی

سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

راہ نہ چلنا جن کو عِلم نہیں۔

اللہ پاک خبر دے رہا ہے کہ جب فرعون اور اُس کی جماعت نے قبولِ حق سے انکار کیا اور اپنی گمراہی و کفر پر قائم رہے۔ ظلم و سرکشی اختیار کی۔ تو موسیٰ ؑ نے خدا سے کہا کہ

یارب تو نے فرعون اور اس کے لوگوں کو زینتِ دنیا اور اموالِ کثیر اس دنیا میں دے رکھا ہے۔ اس سے تو وہ اور بھٹک جائیں گے یا دوسروں کو بھٹکانے لگیں گے۔ لِیَضِلُّوْا فتح یا کے ساتھ یہ معنی ہوئے کہ تو نے انھیں یہ نعمتیں دیں حالانکہ تو جانتا ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے یہ تو اُن پر سرفرازی ہوئی۔ دوسرا قول ہے لِیُضِلُّوْا ضم یا کے ساتھ۔ یعنی تیرے عطیات کے سبب لوگ یہ خیال کریں گے کہ تیری ان پر جو سرفرازیاں ہیں وہ گویا اس بات کا ثبوت ہیں کہ تو انھیں دوست رکھتا ہے۔ جب ہی تو اُنھیں خوش حال رکھا، یہ گویا سبیل ہوئی اِس بات کی کہ ان کی وجہ سے لوگ بھٹکے۔ اس لئے اے خدا اُن کے اموال کو ہلاک کر دے۔ ضحاک اور ابو العالیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ، چنانچہ اللہ نے ان کے اموال کو پتھر بنا دیا۔ وہ پتھر ویسے ہی منقوش بنے ہوئے قلب ماہیت پا گئے جس کیفیت میں کہ وہ اموال اپنی اصلی حالت میں تھے قتادہ کہتے ہیں کہ ہمارے علم میں آیا ہے کہ اُن کے اناج نے بھی پتھر کی شکل اختیار کر لی تھی اور شکر وغیرہ بھی پتھر کے ذرات کی شکل میں آگئی تھی۔ محمد بن کعب نے عمر بن عبد العزیز کے سامنے سورۃ یونس پڑھی اور جب اِس آیت پر پہنچے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ تو عمر نے کہا اے ابوحمزہ طمس کا کیا مطلب ہے؟ تو ابوحمزہ نے کہا کہ ان کے مال و متاع پتھر بن گئے تھے۔ تو عمر بن عبد العزیز نے اپنے غلام سے کہا کہ، وہ تھیلی لے آ۔ جب وہ تھیلی لے آیا تو اُس میں چنے اور انڈے رکھے ہوئے تھے جو پتھر بنے ہوئے تھے۔ وقولہ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ یعنی اے اللہ اُن کے دلوں پر مُہر لگا دے کہ عذابِ الیم دیکھنے تک ایمان ہی نہ لائیں۔ یہ دُعا موسیٰؑ نے غضب میں آکر فرعون اور قومِ فرعون کے حق میں کی تھی۔ جن کے بارے میں موسیٰؑ کو یقین ہو چکا تھا کہ اَب ان میں اصلاح کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور اب کسی خیر کی اُن سے اُمید ہی باقی نہیں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے کہا تھا کہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا الخ اے خدا! ان کافروں میں سے کسی باشندے کو نہ چھوڑ، اگر تو ان کو زندہ چھوڑے گا تو یہ تیرے دوسرے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور ان کے جتنی بھی اولاد ہوگی سب کافر ہی کافر پیدا ہوگی۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دُعا قبول کر لی اور ان کے بھائی ہارون نے اس پر آمین کہی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم دونوں کی دُعا قبول کی جاتی ہے اور آلِ فرعون ہلاک کئے جاتے ہیں اس آیت سے اِس بات پر دلیل لائی جاتی ہے کہ اگر مقتدی امام کی قرأتِ فاتحہ پر آمین کہے تو یہ مقتدی کے بھی خود قرآن پڑھنے کے بمنزلہ ہے اسی لئے موسیٰؑ نے دعا کی تھی اور ہارون نے آمین کہی تھی فَاسْتَقِيْمَا جیسے کہ تمھاری دُعا قبول کر لی گئی ہے اب تم بھی اسی طرح میرے حکم پر مستقیم رہو اور میرے احکام نافذ کرو، استقامت اسی کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اِس دعا کے چالیس سال بعد فرعون ہلاک ہوگیا اور بعض کہتے ہیں کہ چالیس دن بعد۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ
اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون

فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓى اِذَآ
مع اپنے لشکر کے ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے چلا، یہاں تک کہ جب

اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
ڈوبنے لگا تو کہنے لگا میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز اس کے کہ جس پر

الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا
بنی اسرائیل ایمان لاتے ہیں کوئی معبود نہیں اور میں

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اٰۗلْــٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ
مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں۔ جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے اور پہلے سے

قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ
سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا۔ سو آج

نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ

ہم تیری لاش کو نجات دیں گے تاکہ تو اُن کے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں۔ اور

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری عبرتوں سے غافل ہیں

اللہ پاک فرعون اور لشکر فرعون کے غرق ہونے کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل جب موسیٰؑ کے ساتھ مصر سے نکلے اور وہ چھ لاکھ سپاہی تھے۔ فرعون کی ایمان لائی ہوئی ذریت کو چھوڑ کر۔ بنی اسرائیل نے فرعون کی قوم والے قبطیوں سے کثیر تعداد میں زیور قرض مانگ لئے تھے۔ اور لے کر نکل گئے چنانچہ فرعون کا غصہ اور بھی تیز ہوگیا۔ چنانچہ اس نے اپنے کارندوں کو اپنے ہر ملک سے لشکر جمع کرنے کو بھیجا اور ایک لشکرِ عظیم لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں چل پڑا اور خدا کا منشا ہی یہی تھا چنانچہ اس کے ملک میں جتنے بھی صاحبانِ ثروت و دولت تھے کوئی شرکت سے باز نہ رہا سب ہی فرعون کے ساتھ ہوگئے صبح صبح کے وقت ان لوگوں نے بنی اسرائیل کو پالیا فریقین نے جب ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو اصحاب موسیٰ پکار اُٹھے کہ " اے موسیٰ! اب تو ہم دھر لئے گئے" اور یہ اُس وقت کی بات تھی جب کہ بنی اسرائیل دریا کے کنارے آپہنچے تھے اور فرعونی ابھی پیچھے تھے۔ صورت اس کے سوا کوئی باقی نہیں رہی تھی کہ فریقین میں تصادم ہو جائے۔ موسیٰؑ سے لوگ بار بار پوچھنے لگے کہ اب کیا ہوگا، فرعونیوں سے کیسے بچیں گے آگے دریا پیچھے دشمن۔ موسیٰؑ کہتے تھے کہ مجھے تو یہی حکم ہے کہ دریا میں راستہ پیدا کروں، ہم کبھی نہیں پکڑے جائیں گے میرا رب میرا قائد ہے۔ جب انتہائی مایوسی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے یاس کو امید سے بدل دیا اور حکم فرمایا کہ دریا پر اپنا عصا مارو۔ موسیٰؑ نے عصا مارا ۔ دریا پھٹ پڑا۔ پانی کا ہر ٹکڑا ایک بلند پہاڑ تھا۔ دریا میں بارہ راستے بن گئے اور ہر گروہ کے لئے ایک ایک راستہ بن گیا۔ دریا کے اندر کی گیلی زمین کو خشک ہواؤں نے فوراً سکھا دیا اور راستہ گزرگاہ کے

قابل ہوگیا۔ دریائی راستے سوکھ گئے۔ اب نہ گرفتار ہونے کا خوف تھا اور نہ کسی بات کا ڈر کہ ڈوب جائیں گے۔ پانی کی دیواروں کے اندر دریچے سے بن گئے تھے۔ تاکہ ہر راستے والے اپنے ساتھیوں کو ان دریچوں کے ذریعہ دیکھ سکیں اور مطمئن ہو سکیں کہ دوسرے ہلاک نہیں ہوگئے ہیں۔ اب بنی اسرائیل نے دریا کو طے کرلیا، جب آخری اسرائیلی بھی دریا پار ہوگیا تو فرعون کا لشکر دریا کے اِس پار کنارے پہنچ چکا تھا۔ اِس لشکر میں ایک لاکھ سوار تو صرف سیاہ گھوڑوں والے تھے۔ دوسرے رنگ کے گھوڑے اس کے سوا تھے اس سے لشکرِ فرعون کی کثرت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ فرعون نے جب یہ ہیبت ناک منظر دیکھا تو ڈر گیا اور واپس ہونے کا ارادہ کرلیا۔ لیکن افسوس کہ اب نجات کا موقع جاچکا تھا۔ تقدیر نافذ ہو چکی تھی، موسیٰؑ کی دعا نے قبولیت حاصل کرلی تھی، جبریلؑ ایک گھوڑی پر سوار تھے، فرعون کے گھوڑے کے پاس سے گزرے۔ گھوڑی کو دیکھ کر گھوڑا ہنہنا اٹھا جبریلؑ نے اپنی گھوڑی دریا میں ڈال دی۔ گھوڑا بھی دریا میں کود پڑا، فرعون اس کو نہ تھام سکا۔ مجبوراً دریا میں ہوگیا لیکن اس کو اپنی بہادری ثابت کرنے کے لئے اپنے ساتھی اُمرا کو للکارا کہ بنی اسرائیل ہم سے زیادہ دریا کے اندر داخل ہونے کے حقدار نہیں، سب دریا میں کود پڑو راستہ بنا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کا لشکر دریا کے اندر سما گیا۔ میکائیل سب کے پیچھے تھے اور اس کے لشکر کو ہانک کر آگے بڑھا رہے تھے چنانچہ ایک بھی پیچھے نہ رہا۔ جب سب داخلِ دریا ہوگئے اور بنو اسرائیل سب دریا پار ہوگئے تو اللہ پاک نے دریا کو آپس میں جوڑ دیا۔ اب کوئی فرعونی بھی نہ بچ سکا۔ موجیں بلند ہو رہی تھیں اور پست ہو رہی تھیں جزر و مد پیدا ہوگیا تھا فرعون پر سکراتِ موت طاری تھی۔ اب وہ کہہ اٹھا کہ ہاں بنی اسرائیل کے خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں، میں ایمان لاتا ہوں۔ لیکن افسوس کہ وہ اُس وقت ایمان لایا،

جب کہ ایمان لانا کچھ بھی مفید نہ تھا۔ قولِ باری ہے کہ، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو بول اُٹھے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور کفر و شرک سے باز آئے۔ لیکن ہمارا عذاب دیکھ چکنے کے بعد ایمان نفع بخش نہیں۔ اللہ کی یہی سنّت ہے۔ کافر لوگ خسارے میں رہیں گے۔ اسی لئے اللہ پاک نے فرعون کے جواب میں کہا کہ اب ایمان لاتا ہے اور اب تک نا فرمان اور کافر بنا ہوا تھا اور فتنے مچا رہا تھا۔ اور لوگوں کو گمراہ کر رہا تھا۔ وہ لوگ دوزخ میں لیجانے کے لئے دوسروں کے امام بنے ہوئے تھے۔ اب ان کی ہرگز مدد نہیں کی جائیگی۔

اللہ نے فرعون کی یہ بات کہ اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمائی۔ یہ اُن غیب کی باتوں میں سے تھی جس کی خبر صرف حضرت ؐ ہی کو ہو سکی۔ اسی لئے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، جب فرعون نے ایمان کا کلمہ زبان سے نکالا۔ تو جبریلؑ مجھ سے بیان کرتے ہیں کہ اے نبی اللہ میں نے دریا کا کیچڑ لے کر فرعون کے مُنہ میں ٹھونس دیا کہ اِس بنا پر دریائے رحمت کو جوش نہ آجائے۔

قولہ تعالےٰ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَۃً ط اب ہم تیری رُوح کو نہیں تیرے جسم کو محفوظ کرتے ہیں تاکہ بعد والوں کے لئے وہ عبرت بن جائے۔

ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ بعض بنی اسرائیل نے فرعون کی موت کے بارے میں شک کیا تھا۔ تو اللہ تعالےٰ نے دریا کو حکم دیا کہ فرعون کے جسدِ بے رُوح کو جس پر لباس بھی موجود ہے زمین کے ایک ٹیلہ پر پھینک دے تاکہ لوگوں کو فرعون کی موت کا حقیقی ثبوت مِل جائے۔ بدن یعنی جسم بلا رُوح اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ۔ یعنی اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ ہلاکت یومِ عاشورہ میں ہوئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے آئے تو ان دنوں یہود عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ پوچھا کہ اس دن کیوں روزہ رکھتے ہو تو یہود نے کہا اس دن موسیٰؑ فرعون پر غالب آئے تھے، تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اے میرے لوگو! تم اس روز روزہ رکھنے کے یہود سے زیادہ مستحق ہو اس لئے عاشورہ کا روزہ رکھا کرو۔

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا اور ہم نے ان کو

رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَهُمُ

نفیس چیزیں کھانے کو دیں۔ سو انھوں نے اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے

الْعِلْمُ ط اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

پاس علم پہنچ گیا۔ یقینی بات ہے کہ آپ کا رب اُن کے درمیان قیامت کے دن اُن اُمور میں

فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝۹۳

فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

اللہ پاک بنی اسرائیل پر اپنی دینی اور دُنیوی نعمتوں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو رہنے کے لئے اچھی جگہ دی یعنی بلادِ مصر و شام جو بیت المقدس کے قریب ہیں اللہ تعالےٰ نے جب فرعون کو ہلاک کر دیا تو حکومتِ موسوی بلادِ مصر پر قابض و متصرف ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس قوم کو وارث بنا دیا جو مشرق و مغرب ہر جگہ کمزور تھی ہم نے انھیں برکت دی۔ اور بنی اسرائیل سے تمھارے رب کا وعدہ پورا ہوا کیونکہ انھوں نے صبر کیا تھا اور فرعون کی قوم نے جو کچھ محلات تیار کی تھیں سب تہس نہس کر دی گئیں۔ ہم نے انھیں باغوں اور چشموں سے نکال باہر کیا۔ خزائن اُن سے چھین لئے اور اُن سب کا وارث بنو اسرائیل کو بنا دیا۔ انھوں نے بے شمار باغات و چشمے چھوڑے تھے لیکن بنی اسرائیل موسیٰؑ سے ہمیشہ ہی بلادِ بیت المقدس کا مطالبہ کرتے رہتے تھے جو حضرت خلیل اللہ کا وطن ہے۔ اُن دنوں یروشلم پر قوم عمالقہ کا قبضہ تھا۔ بنو اسرائیل کو ان سے لڑنے کے لئے کہا گیا تو وہ انکار کر بیٹھے تو اللہ پاک نے انھیں دشتِ تیہہ میں گم کر دیا۔ چالیس برس وہاں گزرے اِس

عرصہ میں ہارون اور پھر موسیٰؑ وفات پاگئے۔ اب بنی اسرائیل تیہ سے یوشع بن نون کی معیت میں باہر نکلے اور اللہ نے بیت المقدس ان کے ہاتھوں فتح کرادیا۔ یہ عرصہ تک اُن کے قبضہ میں رہا۔ پھر بخت نصر نے قبضہ کرلیا۔ پھر دوبارہ بنو اسرائیل کا قبضہ ہوا۔ پھر ملوکِ یونان اُس پر متصرّف ہوئے اُن کے احکام طویل مدت تک چلتے رہے۔

اِس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریمؑ کو بھیجا۔ یہود نے حضرت عیسیٰؑ کی دشمنی میں ملوکِ یونان سے ساز باز کی حضرت عیسیٰؑ کی چغلیاں کھائیں اور کہا کہ عیسیٰ رعایا میں فساد و فتنہ پیدا کر رہا ہے۔ ملکِ یونان نے ان کو پکڑ کر سُولی دینا چاہی۔ لیکن مشیتِ باری سے ایک حواری پر عیسیٰؑ کا گمان ہوگیا، اُس کو پکڑ کر سُولی دے دی گئی اور گمان کیا کہ عیسیٰ یہی تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کو اُنھوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انھیں اپنی طرف اُٹھا لیا ہے۔ اللہ عزیز و حکیم ہے۔ پھر مسیح علیہ السلام کے تقریباً تین سو برس بعد ایک یونانی بادشاہ قسطنطین نے دینِ نصرانی قبول کیا۔ لیکن یہ فیلسوف تھا۔ کہتے ہیں کہ دینِ نصاریٰ میں تغیر اور حیلہ کے طور پر شامل ہوگیا تھا تاکہ دینِ عیسیٰ میں فتنہ پردازی کرے۔ نصرانی پادریوں نے اس کے حکم سے شریعت کے نئے نئے قانون وضع کئے، بدعتیں پھیلائیں چھوٹے بڑے کنیسے اور عبادت گاہیں بنائیں۔ ہیاکل و معابد قائم کئے۔ اس زمانے میں دین نصرانیت بہت پھیل گیا اور تغیر و تحریف اس میں ہونے لگیں۔ رہبانیت پیدا ہوگئی سچے دینِ مسیح کی مخالفت ہونے لگی۔ حقیقی دین صرف چند عبادت گزاروں کے اندر ہی باقی رہ گیا۔ اب یہ بھی راہبوں کی شکل میں جنگلوں اور میدانوں میں صومعے بنا کر رہنے لگے۔ نصاریٰ کا قبضہ شام، جزیرہ اور بلاد روم پر ہوگیا۔ اسی بادشاہ نے شہر قسطنطنیہ اور قمامہ بسایا۔ بیت المقدس میں بیت اللحم اور کنائس بنائے۔ حوران کے شہر بسائے جیسے بصریٰ وغیرہ۔ بڑی بڑی محکم عمارتیں بنائیں۔ یہیں سے صلیب پرستی کی ابتدا پڑی۔ مشرقِ بعید تک جا پہنچے، اور وہاں بھی کنیسے بنائے۔ خنزیر کا گوشت حلال کرلیا۔ دین کے فروع اور اصول میں عجیب عجیب بدعتیں پیدا کیں۔ امانتِ حقیرہ کا اُصول وضع کرکے امانتِ کبیرہ کا نام رکھ دیا۔ بادشاہ کے حکم سے نئے نئے قوانینِ شریعت بنالئے اس کی شرح بہت طویل ہے۔ غرض یہ کہ ان بلاد پر ان کا قبضہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانے تک رہا۔ حتّٰی کہ بیت المقدس حضرت عمر بن خطابؓ کے ہاتھوں فتح ہوا للہ الحمد علیٰ ذٰلک۔

ہم نے انھیں پاک پاک چیزیں دی تھیں تاکہ طیب چیزیں کھائیں۔ لیکن معلوماتِ مذہبی کے باوجود وہ اختلاف کرنے لگے حالانکہ اختلاف فی المذہب کی کوئی وجہ ہی نہیں تھی۔ اللہ نے تو سب باتیں بلا التباس صاف صاف بیان کردی تھیں۔ حدیث میں ہے کہ یہود نے اکہتر [71] فرقے بنالئے تھے اور نصاریٰ نے بہتر [72] بنائے اور میری اُمّت تہتر [73] فرقے بنائے گی۔ جن میں سے صرف ایک ناجی ہوگا اور باقی سب ناری۔ حضرتؐ سے پوچھا گیا وہ ایک کون؟ آپ نے فرمایا، جس پر میں اور میرے اصحاب چل رہے ہیں۔ اِسی لئے اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ میں قیامت کے روز ان کے اختلافات کا فیصلہ کردوں گا۔

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْئَلِ

پھر اگر آپ اس کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ ان

الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ

لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلی کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ بے شک آپ کے

جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ

پاس آپکے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے

الْمُمْتَرِينَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ

نہ ہوں اور نہ اُن لوگوں میں ہوں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی

كَذَّبُوا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ

آیتوں کو جھٹلایا کہیں آپ تباہ نہ ہو جاویں۔ چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا ہاں

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ

یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ مگر یونس کی قوم۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رُسوائی

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ

ایمان نہ لاویں گے۔ گو اُن کے پاس تمام دلائل پہنچ جاویں جب تک کے عذاب کو دنیوی زندگی میں اُن پر سے ٹال دیا اور اُن کو

يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

کہ عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں۔ ایک وقتِ خاص تک عیش دیا۔

قتادہ بن عامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نہ میں شک کرتا ہوں نہ مجھے پوچھنے کی ضرورت ہے۔ اس آیت میں امت کو ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ نبی کی صفت کتبِ متقدمہ توریت و انجیل میں موجود تھی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جو لوگ نبی اُمّی کی پیروی کرتے ہیں وہ اس بنا پر کہ آپ کی صفات توریت و انجیل میں مکتوب پاتے ہیں لیکن اس کے باوجود کہ وہ نبی کی صداقت کو اس عمدگی کے ساتھ جانتے ہیں جس طرح اپنے بچوں کو پھر بھی اس صداقت کو چھپاتے ہیں، تحریف و تبدیل انجیل میں کر دیتے ہیں۔ قیام حجت کے باوجود ایمان نہیں لاتے۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ ان پر حق کی حجت قائم ہو چکی ہے لیکن کیسا ہی ثبوت ان کو کیوں نہ ملے، یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں گے۔ لیکن اس وقت ان کا ایمان لانا کچھ نفع بخش نہ ہوگا۔ قوم کے اسی درجہ پر پہنچ جانے کے بعد ہی موسیٰ علیہ السلام نے ان پر بد دعا کی تھی کہ اے خدا ان کے اموال فنا کر دے، اُن کے دلوں پر مُہر لگا دے، عذاب کے بغیر یہ نہ مانیں گے۔ اسی طرح فرمانِ باری ہے کہ اگر ہم ان پر ملائکہ بھی نازل کر دیں اور مُردے بھی ان سے بات کرنے لگیں اور ہر چیز ان کے لئے جمع کر دیں پھر بھی یہ ایمان لانے والے نہیں اور ان میں سے اکثر تو جانتے ہی نہیں ہیں۔

اُمم سابقہ میں سے کوئی بھی اُمّت ساری کی ساری ایمان نہیں لائی جس کی طرف کہ ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے تھے بلکہ تم سے پہلے بھی اے محمدؐ جو رسول آیا، ضرور اس کی تکذیب کی گئی، جیسا کہ قولِ باری ہے کہ افسوس بندوں پر کہ رسول اُن کے پاس آتا ہے تو اس کا مذاق اُڑائے بغیر نہیں رہتے، یا یہی کہتے ہیں کہ یہ تو جادوگر ہے یا یہ کہ مجنون ہے۔ جس قریہ میں بھی ہمارا کوئی نبی پہنچا تو وہاں کے خوش حالوں نے یہی کہا کہ ہم تو اپنے آبا و اجداد کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ " انبیاء میرے سامنے پیش کئے گئے۔ کسی نبی کے ساتھ بڑی بڑی جماعتیں اُمتیوں کی تھیں اور کسی نبی کے ساتھ ایک ہی آدمی تھا اور کسی نبی کے ساتھ دو آدمی اور کسی کے ساتھ تو ایک بھی نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی اُمّت کی کثرت کا ذکر فرمایا۔ پھر اپنی امت کی کثرت کا ذکر جس نے کہ مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا تھا غرض یہ کہ قوم یونسؑ کے سوا کسی ملک کی قوم سب کی سب ایمان نہیں لائی۔ یونسؑ کی قوم اہلِ نینوا تھے ان کا ایمان عذاب دکھائی دینے کے بعد ڈر کی بنا پر تھا۔ عذاب سے ڈرا کر اللہ کا نبی اپنی قوم کے اندر سے باہر نکل گیا تھا۔ اب ان لوگوں کو سخت افسوس ہوا، خدا کی پناہ چاہی، اللہ سے فریاد و زاری کی، اپنے بچوں اور مویشیوں سب کو لے کر خدا کے سامنے

آ کھڑے ہوئے کہ اللہ سے درخواست کی کہ جس عذاب کی نبی نے خبر دی ہے اور پھر ہم سے جُدا ہوگیا ہے اس کو دُور فرما دے اُس وقت اللہ نے ان پر رحم کیا، عذاب جو سامنے آچکا تھا ہٹ گیا۔ جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ قومِ یونس جب ایمان لے آئی تو حیاتِ دنیوی میں اُن پر آیا ہوا عذاب ہم نے ہٹالیا اور جیتے رہنے تک اس عذاب سے ہم نے انھیں بچالیا۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا صرف دنیوی عذاب ہٹایا عذابِ آخرت بھی ہٹ گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف دنیا کا عذاب۔ کیونکہ آیت سے صرف اسی پر روشنی پڑتی ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے کہ ہم نے نبی کو ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا تھا، وہ ایمان لائے چنانچہ میعادِ معیّنہ تک ہم نے انھیں مستفید فرمایا۔ یہاں ایمان کا لفظ مطلق ہے بلا قید ہے اور مطلق ایمان تو عذابِ اُخروی سے نجات دینے والا ہوتا ہے واللہ اعلم۔

"قتادہ نے اِس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عذاب آچکنے کے بعد کوئی قوم ایمان لائے تو نہیں چھوڑا جاتا ہے لیکن جب یونس عؑ نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور لوگ سمجھ گئے کہ اب عذاب سے نجات نہیں تو اُن کے دلوں میں توبہ کے جذبات پیدا ہوئے۔ انھوں نے خراب کپڑے پہن کر اپنے کو بدحال بنالیا۔ مویشیوں کا گروہ اور ان کے بچوں کا گروہ الگ الگ کیا۔ اپنے ساتھ بچوں جانوروں تک کو لے گئے چالیس دن تک فریاد وزاری کی۔ اللہ نے ان کے خلوصِ نیت اور توبہ کی صداقت کو دیکھ کر آ کھڑا ہوا عذاب اُن پر سے ہٹا دیا۔ قومِ یونس ارضِ موصل میں نینویٰ کی رہنے والی تھی۔ ابن مسعود لَوْلَا كَانَتْ کو هَلَّا كَانَتْ پڑھتے ہیں۔ غرض یہ کہ یہ عذاب اُن کے سروں پر اِس طرح منڈلا رہا تھا جیسے تاریک رات میں بادل کے ٹکڑے یہ لوگ اپنے ایک عالم کے پاس گئے کہ ہمیں ایک دُعا لکھ دیجئے کہ جس کی برکت سے عذاب ٹل جائے۔ اس نے یہ دُعا لکھ دی تھی: يَا حَيُّ حِيْنَ لَا حَيَّ يَا حَيُّ مُحْيِيَ الْمَوْتٰى يَا حَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ۔ چنانچہ عذاب ٹل گیا یہ تمام قصہ سورۃ الصّٰفّٰت میں انشاء اللہ بیان ہوگا۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب

كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى

ایمان لے آتے۔ سو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس

يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ

میں وہ ایمان ہی لے آویں۔ حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بدون

تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ

خدا کے حکم کے ممکن نہیں۔ اور اللہ تو بے عقل

عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ○

لوگوں پر گندگی واقع کر دیتا ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے محمدؐ اگر اللہ چاہتا تو سب کے سب ایمان لے آتے۔ لیکن اللہ جو کچھ کرتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے۔ خدا کی مرضی ہوتی تو سب ایک ہی خیال کے ہوتے لیکن لوگ مختلف الرائے ہیں۔ صحیح رائے پر وہ ہیں جن پر اللہ کا رحم ہے اور ان کی فطرت بھی ایسی ہی بنائی ہے۔ خدا کی یہ بات پوری ہو کر رہے گی کہ میں جہنّم کو جنّات اور انسانو سے بھر دوں گا۔ اگر سب کے سب ہدایت یافتہ ہوتے تو ایمان کیا بے معنی سی بات ہو کر نہ رہ جاتا۔ اللہ فرماتا ہے کہ کیا تم مجبور کرکے انھیں مومن بنانا چاہتے ہو، نہ یہ تم پر واجب ہے نہ تمھارے لئے سزاوار ہے اور اللہ جس کو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے ہدایت دے۔ تم اُن پر افسوس کرکے اپنا دل نہ کڑھاؤ۔ اِس خیال کے تحت کہ وہ ایمان نہیں لائے ہیں کیا تم اپنی جان ہلاک کر دوگے۔ تم اپنی طاقت سے کسی کو راستی پر نہیں لاسکتے تمھارا کام تو صرف تبلیغ کر دینا ہے پھر ان کو نمٹنا ہم سے ہے۔ تم فقط ناصح ہو، نصیحت کر دو

سمجھا دو۔ اس کے بعد تم ذمّہ دار نہیں۔ یہ آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ اپنے ارادہ کا آپ فاعل ہے، کوئی ایمان نہیں لا سکتا خدا کی مرضی کے بغیر۔ عقل سے کام نہ لینے والے گمراہ کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ پاک ہدایت کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں عدل پر ہے۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

آپ کہدیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور

وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ

جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ

لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا

نہیں پہنچاتیں۔ سو وہ لوگ صرف ان لوگوں کے سے واقعات کا

مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ

انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

کہ اچھا تو تم انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں

ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ

پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے ہم اسی طرح سب

حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع ۱۰ / ۱۵

ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ ہمارے ذمّہ ہے۔

اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی رہنمائی فرما رہا ہے کہ ساری کائنات میں ہماری جو نشانیاں جیسے آسمان، ستارے، سیارے شمس و قمر، لیل و نہار پھیلی ہوئی ہیں، ان پر نظرِ بصیرت ڈالو کہ رات میں دن اور دن میں رات کیسے داخل ہو جاتی ہے۔ کبھی دن بڑا اور کبھی رات بڑی۔ آسمان کی بلندی اور پھیلاؤ، ستاروں سے اُس کی زیب و زینت، آسمان سے پانی برسنا، زمین کا سوکھ جانے کے بعد پھر زندہ و سرسبز ہو جانا۔ درختوں میں پھل پھول کلیاں پیدا ہونا مختلف نباتات کا اُگنا۔ مختلف نوع کے جانور، اُن کی شکلیں الگ الگ، اُن کے رنگ ان کے افادات سب الگ الگ۔ پہاڑ، چٹیل میدان، جنگل، باغ، آبادیاں اور ویرانے، سمندر کی تہہ کے عجائبات، موجیں، اُن کے مدوجزر، اس کے باوجود سفر کرنے والوں کے لئے سمندر کا مسخر ہو جانا، جہازات چلنا یہ سب خدائے قادر کی نشانیاں ہیں جس کے سوا کوئی دوسرا خدا ہے ہی نہیں۔ لیکن افسوس کہ یہ ساری نشانیاں کافروں کے غور و فکر کا کچھ بھی سبب نہیں بنتیں۔ خدا کی دلیل ثابت ہو چکی ہے۔ ایمان نہیں لاتے ہیں نہ لائیں یہ لوگ تو انہیں عذاب کے دنوں کا انتظار کر رہے ہیں جس سے سابقہ پہلے کی قوموں کو پڑا تھا۔ اے نبی صلعم! کہد و کہ وقت کا انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں اور جب ختمِ انتظار پر عذاب آجائے گا تو پھر ہم اپنے رسولوں کو بچا لیں گے اور ان کی امت کو بھی۔ اور پیغمبروں کا انکار کرنے والوں کو ہلاک کر دیں گے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمّے لے لیا ہے کہ مومنین کو بچا لے۔ جیسے کہ نیکوکاروں پر رحمت اپنے ذمّہ لے لی ہے۔ صحیحین میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ، اللہ کی کتاب لوحِ محفوظ جو عرش پر ہے اس میں مکتوب ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ

آپ کہدیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو تو

دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ

میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر

دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ

عبادت کرتے ہو لیکن ہاں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری

يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

جان قبض کرتا ہے۔ اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا

اور یہ کہ اپنے آپ کو اس دین کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ اور سب طرف سے

تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ

علیحدہ ہو جائیے اور کبھی مشرک مت بننا - اور خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت

دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ

مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے - پھر اگر ایسا کیا

فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِينَ ۝ وَ

تو تم اس حالت میں حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے - اور

إِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ

اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچا دے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے

إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ

والا نہیں ہے - اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا

يُصِيبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ

نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مبذول فرما دیں - اور وہ

الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝١٠٧

بڑی مغفرت بڑی رحمت والے ہیں -

اللہ پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اے نبی! ارشاد ہو کہ میں دینِ حنیف جو لایا ہوں، جس کی وحی مجھ پر اتری ہے اگر اس کی صحت میں بہر حال تمہیں شک ہو تو میں تو تمہارے معبودوں کی کبھی پرستش نہ کروں گا - میں نے خدائے وحدہٗ لاشریک کا بندہ ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے اور جس نے زندگی دی تھی - یقیناً تم سب کو اسی کی طرف جانا ہے - فرض کرو کہ درحقیقت تمہارے معبود حق ہیں تو ان سے کہو کہ مجھے نقصان پہنچائیں - یاد رکھو کہ ان میں مضرت و نفع پہنچانے کی کوئی قدرت نہیں ہے، نفع و ضرر تو خدائے لاشریک کے ہاتھ میں ہے - اے نبی صلعم! کفار سے اعراض کر کے باخلاص تمام خدا کی عبادت میں لگ جاؤ، شرک کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا - اگر مضرت و نقصان کے اندر خدا تمہیں گھیر لے، تو کون اس گھیرے سے تم کو باہر نکال سکتا ہے - نفع و ضرر، خیر و شر تو خدا کی طرف راجع ہے -

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا - عمر بھر خیر کے طالب رہو اور خدا کے نعمات کو پیش رکھو - خدا کی رحمتوں کی ہوائیں جس خوش نصیب کو پہنچ گئیں تو پہنچ گئیں - وہ جس کو چاہے رحمت سے سرفراز فرماتے اور اللہ پاک سے درخواست کرو کہ تمہاری عیب پوشی کرتا رہے اور تمہیں آفاتِ زمانہ اور آفاتِ نفس سے امن میں رکھے، وہ غفور الرحیم ہے، کیسا ہی گناہ کیوں نہ ہو، توبہ کر لو حتیٰ کہ شرک کر کے بھی توبہ کر لو تو وہ قبول کر لے -

قُلْ يٰۤأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے پہنچ چکا ہے -

فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ

سو جو شخص راہِ راست پر آ جاوے گا سو وہ اپنے واسطے راہِ راست پر آوے گا اور جو شخص

ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ أَنَا عَلَيْكُمْ

بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا - اور میں تم پر مسلط

بِوَكِيلٍ ۝١٠٨ وَاتَّبِعْ مَا يُوحٰۤى إِلَيْكَ وَاصْبِرْ

نہیں کیا گیا - اور آپ اس کا اتباع کرتے رہیے جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور صبر

حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِينَ ۝١٠٩

کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دیں گے - اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں اچھے ہیں -

اللہ پاک نبیؐ سے فرماتا ہے کہ لوگوں سے کہہ دو کہ خدا کے پاس سے جو کچھ وحی آئی ہے وہ حق ہے اس میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں - جس نے ہدایت پائی اور اتباع کی اس کا فائدہ آپ اس کو پہنچے گا اور جو ہدایت حاصل نہ کرے اس کا وبال اس کی اپنی جان پر ہے - میں کوئی خدائی فوجدار نہیں کہ زبردستی تم کو مومن بناؤں - میں تو خدا کے عذاب سے صرف ڈرانے والا ہوں، ہدایت دینا اللہ کا کام ہے - اے نبی صلعم! تم آپ وحی کی پیروی کرو خدا کی وحی کو مضبوطی سے پکڑے رہو جو تمہاری مخالفت کر رہے ہیں اس پر صبر کرو - حتیٰ کہ خدا کا حکم فیصل آ جائے - وہ خیر الحاکمین ہے -

تفسیر سورۂ ہود علیہ السلام یہ سورت مکی ہے

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کو کس چیز نے بوڑھا بنا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ سورۂ ہود، واقعہ، عمّ یتساءلون، اور اذا الشمس کورت نے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہود اور اس کی ساتھ والی سورتیں اور سورۂ حاقہ نے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحمت والے ہیں

الٓرٰ تف کِتٰبٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ

الٓرٰ، یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اسکی آیتیں محکم کی گئی ہیں پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک

لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ خَبِیۡرٍ ① اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰہَ ط

حکیم باخبر کی طرف سے۔ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔

اِنَّنِیۡ لَکُمۡ مِّنۡہُ نَذِیۡرٌ وَّ بَشِیۡرٌ ② وَّ اَنِ

میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانیوالا اور بشارت دینے والا ہوں۔ اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ

اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ یُمَتِّعۡکُمۡ

اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم کو وقت مقرر

مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ یُؤۡتِ کُلَّ

تک خوش عیشی دے گا اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو

ذِیۡ فَضۡلٍ فَضۡلَہٗ ط وَ اِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّیۡۤ اَخَافُ

زیادہ ثواب دے گا۔ اور اگر تم لوگ اعراض کرتے رہو تو مجھ کو تمہارے لئے

عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ کَبِیۡرٍ ③ اِلَی اللّٰہِ مَرۡجِعُکُمۡ

ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ تم کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔

وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ④

اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

سورۂ بقرہ میں حروفِ ہجا۔ پر بحث گزر چکی ہے۔ اُس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ اس لئے الٓرٰ پر روشنی نہیں ڈالی جاتی ہے۔ اللہ کی آیتیں محکم ہیں۔ فُصِّلَتۡ کے معنی ہیں کہ صورۃً و معنیً یہ آیتیں کامل ہیں۔ یہ اللہ حکیم و خبیر کی طرف سے نازل شدہ ہیں وہ اقوال میں حکیم ہے اور نتائجِ امور میں خبیر ہے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اس سے پہلے بھی جس کسی رسول کی طرف ہم نے وحی بھیجی تو یہی کہ میں اکیلا خدا ہوں پرستش میری ہی کرو۔ ہم نے ہر قوم میں پیغمبر بھیجا ہے کہ عبادت صرف خدا کی کرو اور بتوں کی پرستش سے بچو۔ میں تمھیں دوزخ سے ڈراتا بھی ہوں اور جنت کی بشارت بھی دیتا ہوں۔

حدیثِ صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھ کر قریش کے قبیلوں کو آواز دی تھوڑی ہی دیر میں یکے بعد دیگرے سب جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے قبیلۂ قریش اگر میں تمھیں خبر دوں کہ صبح ہوتے ہوتے دشمن تم پر حملہ کرنے کے لئے آپہنچنے والا ہے، تو میری بات تم سچ مانو گے کہ نہیں؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا، ہمیں تو کبھی تجربہ نہیں ہوا کہ تم نے کوئی بات جھوٹ موٹ کہدی ہو تو آپ نے فرمایا۔ تو سُنو! میں خدا کے عذابِ شدید سے تمھیں آگاہ کر دیتا ہوں کہ وہ تمھیں آلینے والا ہی ہے، اب بھی خدا سے معافی مانگ لو، توبہ کر لو۔ وہ خدا تمھارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا اور ہر صاحبِ فضل کو اپنے فضل سے بہرہ ور فرمائے گا وہ دنیا میں تمھارے ساتھ اچھا سلوک کرے گا، اور دارِ آخرت میں بھی۔ جو بھی مرد و عورت بشرطیکہ ایمان لے آئے ہم اُسے مرنے کے بعد حیاتِ طیبہ کے ساتھ اٹھائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضؓ سے کہا کہ اگر تم کسی پر کچھ خرچ کرو اور تمھاری نیت خالص لوجہ اللہ ہو تو یقیناً اس کا اجر پاؤ گے۔ حتّٰی کہ جو اپنی عورت کو کھلاتے ہو اس کا بھی اجر تمھیں ملے گا۔ جس نے بُرا عمل کیا اس پر ایک گناہ

لکھ دیا گیا اور جس نے ایک نیکی کی اُس پر دسؓ اجر لکھ دیئے گئے۔ اگر دُنیا میں ایک عملِ بد کی اس کو سزا دی گئی ہو، تو اُس کے دس حسنات اس کے حق میں رہتے ہیں اور اگر دنیا میں اُسے سزا نہ دی گئی ہو تو اس کے دسؓ حسنات میں سے ایک نیکی سوخت ہو جاتی ہے اور اس کے نوؓ حسنات اسی کے حق میں باقی رہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ وہ شخص بڑے خسارے میں رہا کہ اس کی اکائیاں اس کے ہر عشرہ پر غالب آجاتی ہوں۔ اگر تم رُوگردانی کرو گے تو مجھے تم پر عذابِ قیامت کا خوف ہے۔ یہ اُس شخص کے لئے جو اوامرِ الٰہی سے مُنہ پھیرتا ہے رسولوں کی تکذیب کرتا ہے۔ تو یقیناً قیامت کے روز عذاب سے دوچار ہوگا۔ تمھاری بازگشت خدا کی طرف ہے وہ اپنے اولیاء پر احسان کرنے اور اعداء کو سزا دینے پر قادر ہے۔ اور اعادۂ خلق پر قادر ہے۔ یہ زبردست تنبیہ ہے جیسا کہ اس سے پہلے ترغیب دی گئی تھی۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ

یاد رکھو وہ لوگ دُہرا کئے دیتے ہیں اپنے سینوں کو تاکہ اپنی باتیں خدا سے چُھپا سکیں

اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا

یاد رکھو کہ وہ لوگ جس وقت اپنے کپڑے لپیٹتے ہیں وہ اس وقت بھی سب جانتا ہے جو کچھ

يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ

چُھپکے چُھپکے باتیں کرتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر باتیں کرتے ہیں۔ بالیقین وہ دلوں

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑤

کے اندر کی باتیں جانتا ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ لوگ کھلے آسمان کے سامنے بول و براز کرنے اور صحبت کرنے سے بچتے تھے۔ تو اللہ نے یہ آیت اُتاری۔ ابن عباسؓ نے يَثْنُوْنَ کو تَثْنَوْنِي پڑھا ہے تو ابن جعفر نے کہا کہ تَثْنَوْنِي صُدُوْرُهُمْ کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے کہا کہ وہ آدمی جو کہ صحبت کرتے شرم اختیار کرتا ہے یا خلوت کرنے میں بھی اُس کو شرم دامنگیر ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ آیت اُتری۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ لوگ کھلے آسمان کے نیچے خلوت کرنے، اور صحبت کرنے سے شرم کرتے تھے اور اپنے رُخ پھیر لیتے تھے، خصوصاً اُس وقت جب کہ رات کو بستر اوڑھ کر لیٹ جاتے، اور اپنے سر ڈھانک لیتے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ اگر ہم مکان میں رہ کر یا کپڑا اوڑھ کر کسی بُرے کام کا ارتکاب کریں تو خدا سے اپنے گناہ کو چُھپا سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ خبر دیتا ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں سوتے وقت کپڑا اوڑھ لیتے ہیں۔ لیکن کوئی چُھپائے کہ ظاہر کرے، اللہ تعالےٰ واقف رہتا ہے حتیٰ کہ انسان کے دل کی نیت اور ضمیر کے ارادوں اور بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ "سبعہ معلقات" کا مشہور شاعر زہیر کہتا ہے ؎

فلا تکتمن اللہ ما فی قلوبکم | لیخفی ومہما یکتم اللہ یعلم
یؤخر فیوضع فی کتاب فیدخر | لیوم الحساب او یعجل فینقم

تم اپنے دلوں کی مخفی بات کو خدا سے چُھپانے کی کوشش نہ کرو خدا ضرور جان لیتا ہے۔ وہ عمل جمع رہے گا اور نامۂ اعمال میں یومِ قیامت کے لئے محفوظ رہے گا ورنہ جلدی سزا دی گئی تو دنیا ہی میں سزا دے دی جائے گی۔

اس زمانۂ جاہلیت کے شاعر نے بھی وجودِ صانع کا اعتراف کیا ہے اور یہ بھی کہ وہ جزئیات سے بھی واقف ہے، معاد ہے جزا ہے، نامۂ اعمال ہیں، یومِ قیامت ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی مشرک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے چلتے وقت اپنا مُنہ موڑ لیا اور سر ڈھانک لیا تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اُتاری۔ لیکن اِس بات کو خدائے تعالےٰ کی طرف منسوب کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ یعنی اس سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے چُھپنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے بعد ہی آتا ہے اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ الخ ابن عباسؓ نے اَلَآ اِنَّهُمْ تَثْنَوْنِي صُدُوْرُهُمْ پڑھا ہے۔ اس کے معنی بھی قریب قریب وہی ہیں۔

گیارھواں پارہ ختم ہوا۔ الحمد للہ۔

عہدِ رسالت سے امام ابن ماجہؒ کے زمانہ تک کی تاریخ تدوین حدیث

اور سنن ابن ماجہؒ پر تفصیلی نظر

امام ابن ماجہؒ اور علم حدیث

مؤلفہ: مولانا محمد عبد الرشید نعمانی

امام ابن ماجہؒ کا نام و نسب، عہد طالب علمی، ان کے شیوخ، طلب حدیث کیلئے رحلت، عام حالات زندگی، وفات اور ان کی تصانیف کا علمی مقام

ان بلاد اسلامیہ کے حالات اور وہاں کے محدثین کا تذکرہ جہاں سے علم نبوی کے چشمے ابل ابل کر سارے عالم میں رواں ہوئے۔

مقام حدیث، کتابت حدیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے املا، عہد رسالت میں صحابۂ کرامؓ کے نوشتے، عہد صحابہ میں تابعین کے نوشتے، دوسری صدی ہجری کی ان اہم بالشان کتابوں کا ذکر جن کے مصنف اقلیم فقہ واجتہاد کے فرمانروا رہے ہیں، تیسری صدی میں علم حدیث کی ترقی اور اس کے ہر شعبہ کی تکمیل، صحاح ستہ کی تدوین، اور وہ نادر معلومات و فوائد جو بیسیوں ضخیم کتب کی ورق گردانی اور برسہا برس کے عمیق مطالعہ سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔

اس کتاب کے آخر میں ایک جامع اشاریہ (انڈکس) شامل کیا گیا ہے جس سے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ قیمت مجلد آٹھ روپے۔

ناشر:۔ نور محمد، کارخانہ تجارت کتب۔ آرام باغ۔ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر ابنِ کثیر اُردو پارہ ۱۲

اہم مضامین کی فہرست

ملنے کا پتہ } نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب۔ آرام باغ فریر روڈ کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجُزْءُ الثَّانِی عَشَر ۱۲

تفسیر ابن کثیر کا بارھواں پارہ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی
زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ
اللّٰہِ رِزْقُھَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَ
پر ہیں وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو
مُسْتَوْدَعَھَا کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶﴾
جانتا ہے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی۔ سب کچھ واضح کتاب میں

اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات جو چھوٹی، بڑی یا خشکی وتری میں ہیں اُن سب کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ وہی ان کے چلنے پھرنے، آنے جانے اور ٹھہرنے، رہنے سہنے اور جائے موت اور رحم میں رہنے کی جگہ کو جانتا ہے۔ ابن ابی حاتم نے اس جگہ مفسرین کے اقوال ذکر کئے ہیں۔ واللہ اعلم۔ یہ تمام ماجرا اس کتاب میں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ لکھا ہوا ہے۔ اور وہی کتاب اُس کی تفصیل بیان کرتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ الخ میں رُوئے زمین پر چلنے والے جانور اور پرندے جو اپنے پروں سے اُڑتے ہیں، سب کے سب تمہاری جیسی ہی اُمتیں ہیں۔ ہم نے کتاب میں کوئی چیز لکھنے سے نہیں چھوڑی یہ سب کے سب اپنے رب کی طرف اکٹھے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ الخ یعنی غیب کی کنجیاں بھی اُسی کے پاس ہیں۔ اور انہیں اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو کچھ دریا اور جنگل میں ہے اُسے بھی وہی جانتا ہے اور جو پتہ جھڑتا ہے اُس کے علم میں ہے۔ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ اور تر و خشک میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اُس کے علم میں نہ ہو۔

وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین کو پیدا
فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ
کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا
لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِنْ قُلْتَ
تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے اگر تو ان سے کہے
اِنَّکُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ
کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھا کھڑے کئے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر
الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ
جواب دیتے ہیں کہ یہ تو صاف صاف جادو
مُّبِیْنٌ ﴿۷﴾ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْھُمُ الْعَذَابَ
ہی ہے اور اگر ہم ان سے عذاب کو گنی چنی مدت
اِلٰٓی اُمَّۃٍ مَّعْدُوْدَۃٍ لَّیَقُوْلُنَّ مَا یَحْبِسُہٗ
تک پیچھے ڈال دیں تو یہ ضرور پکار اٹھیں گے کہ عذاب کو کس چیز

اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْهِمْ لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ

سنو جس دن وہ ان کے پاس آئیگا پھر ان سے ٹلنے والا نہیں

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

پھر تو جس کی ہنسی اڑا رہے تھے وہ انھیں ہر

یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿ع﴾

الٹ پڑیگا

اللہ تعالی بیان فرماتا ہے کہ اسے ہر چیز پر قدرت ہے آسمان و زمین کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا ہے اس سے پہلے اس کا عرش کریم پانی کے اوپر تھا مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو تمیم تم خوش خبری قبول کرو انھوں نے کہا خوش خبریاں تو آپ نے سنا دیں اب کچھ دلوائیے آپ نے فرمایا اے اہل یمن تم قبول کرو۔ انھوں نے کہا ہاں ہمیں قبول ہے مخلوق کی ابتدا تو ہمیں سنائیے کہ کس طرح ہوئی؟ آپ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تھا اس کا عرش پانی کے اوپر تھا۔ اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔ راوی حدیث حضرت عمران ؓ کہتے ہیں حضور نے اتنا ہی فرمایا تھا جو کسی نے آن کر مجھے خبر دی کہ تیری اونٹنی زانو کھلوا کر بھاگ گئی۔ میں اسے ڈھونڈنے چلا گیا۔ پھر مجھے معلوم نہیں کہ کیا بات ہوئی! یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے ایک روایت میں ہے اللہ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا ایک روایت میں ہے اس کے ساتھ کچھ نہ تھا اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر چیز کا تذکرہ لکھا پھر آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ مسلم کی حدیث میں ہے زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالی نے مخلوقات کی تقدیر لکھی اس کا عرش پانی پر تھا۔ صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر کے موقع پر ایک قدسی حدیث لائے ہیں کہ اے انسان تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھے دونگا اور فرمایا اللہ کا ہاتھ پر ہے۔ دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا خیال تو کرو کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے اب تک کتنا کچھ خرچ کیا ہوگا لیکن تاہم اس کے داہنے ہاتھ میں جو تھا وہ کم نہیں ہوتا اس کا عرش پانی پر تھا اس کے ہاتھ میں میزان ہے جھکاتا ہے اور اونچا کرتا ہے مسند میں ہے ابو رزین لقیط بن عامر بن منتفق عقیلی نے حضور سے سوال کیا کہ مخلوق کی پیدائش کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا عما میں نیچے بھی

ع ۸ ۱ ہوا اور اوپر بھی ہوا، پھر عرش کو اس کے بعد پیدا کیا یہ روایت ترمذی کتاب التفسیر میں بھی ہے سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ مجاہدؒ کا قول ہے کہ کسی چیز کو پیدا کرے اس سے پہلے عرش خداوندی پانی پر تھا وہب ضمرہ قتادہ ابن جریر وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں اللہ تعالی بتلاتا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے ابتداء مخلوق کس طرح ہوئی ار بیع بن انس کہتے ہیں اس کا عرش پانی پر تھا جب آسمان و زمین کو پیدا کیا تو اس پانی کے دو حصے کر دئے۔ نصف عرش کے نیچے یہی بحر مسجور ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں بوجہ بلندی کے عرش کو عرش کہا جاتا ہے۔ سعد طائی فرماتے ہیں کہ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں اللہ اسی طرح تھا جس طرح اس نے اپنے نفس کریم کا وصف کیا اس لئے کہ کچھ نہ تھا پانی تھا اس پر عرش تھا۔ عرش پر ذو الجلال والاکرام ذو العزت والسلطان ذو الملک والقدرۃ ذو العلم والرحمۃ والنعمۃ تھا جو جو چاہے کر گذرنے والا ہے۔ ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا کہ پانی کس چیز پر تھا۔ آپ نے فرمایا ہوا کی پیٹھ پر۔ پھر فرماتا ہے آسمان و زمین کی پیدائش تمہارے نفع کے لئے ہے اور تم اس لئے ہو کہ اسی ایک خالق کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ یاد رکھو تم بے کار پیدا نہیں کئے گئے۔ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا نہیں کیں۔ یہ گمان تو کافروں کا ہے اور کافروں کے لئے آگ کی ویل ہے اور آیت میں ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا؟ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے؟ اللہ جو سچا

مالک ہے وہی حق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے اور آیت میں ہے انسانوں اور جنوں کو میں نے صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے وہ تمہیں آزما رہا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والے کون ہیں یہ نہیں فرمایا کہ زیادہ عمل والے کون ہیں؟ اس لئے کہ عمل حسن وہ ہوتا ہے جس میں خلوص ہو اور شریعت محمدیہ کی تابعداری ہو۔ ان دونوں باتوں میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو وہ عمل بے کار اور غارت ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی اگر آپ انہیں کہیں کہ تم مرنے کے بعد بھی جینے والے ہو جس خدا نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ حالانکہ قائل بھی ہیں کہ زمین آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ شروع جس پر گراں نہ گذرا اس پر دوبارہ کی پیدائش کیسے گراں گذرے گی؟ یہ تو بہ نسبت اول بار کے بہت ہی آسان ہے۔ فرمان خدا ہے وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ اسی نے پہلی پیدائش شروع میں کی وہی دوبارہ پیدائش کریگا اور یہ تو اس پر نہایت ہی آسان ہے اور آیت میں ہے کہ تم سب کا بنانا اور مار کر جلا دینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسا ایک کا لیکن یہ لوگ اسے نہیں مانتے تھے اور اسے کھلے جادو سے تعبیر کرتے تھے۔ کفر و عناد سے اس قول کو جادو کا اثر خیال کر کے ٹال جاتے۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر ہم عذاب و پکڑ کو ان سے کچھ مقرر مدت تک کے لئے مؤخر کر دیں تو یہ اسے نہ آنے والا جان کر جلدی مچانے لگتے ہیں کہ عذاب ہم سے مؤخر کیوں ہو گئے؟ ان کے دل میں کفر و شرک اس طرح بیٹھ گیا ہے کہ اس سے چھٹکارا ہی نہیں ملتا۔ امت کا لفظ قرآن و حدیث میں کئی ایک معنی میں مستعمل ہے اس سے مراد مدت بھی ہے اس آیت میں اور آیت وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ جو سورہ یوسف میں ہے یہی معنی ہیں امام و مقتدی کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا آیا ہے ملت اور دین کے بارے میں بھی یہ لفظ آتا ہے جیسے مشرکوں کا قول إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ ہے اور جماعت کے معنی میں بھی آتا ہے وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً والی آیت میں اور آیت وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ میں اور آیت وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ میں ان آیتوں میں امت سے مراد کافر مومن سب امتی ہیں جیسے مسلم کی حدیث میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس امت کا جو یہودی نصرانی میرا نام سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے ہاں تابعدار امت وہ ہے جو رسولوں کو مانے جیسے كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ والی آیت میں۔ صحیح حدیث میں ہے میں کہوں گا أُمَّتِي أُمَّتِي۔ اسی طرح امت کا لفظ فرقے اور گروہ کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے آیت وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ میں اور جیسے آیت۔ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ الآیہ میں + + + + +

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ	اگر ہم انسان کو اپنی کسی نعمت کا ذائقہ چکھا کر پھر
نَزَعْنَاهَا مِنْهُ ۚ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ⑨ وَ	اسے اس سے لے لیں، تو وہ بہت ہی نا امید اور بڑا ہی ناشکرا بن جاتا ہے
لَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ	اگر ہم اسے کوئی رحمت پہنچائیں اس سختی کے بعد جو اسے پہنچ چکی تھی
لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۚ	تو وہ کہنے لگتا ہے کہ بس برائیاں مجھ سے جاتی رہیں
إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ⑩ إِلَّا الَّذِينَ	یقیناً وہ بڑا ہی خوش ہو کر فخر کرنے لگتا ہے سوائے ان کے
صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ	جو صبر کرتے ہیں اور نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں انہی
لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ⑪	لوگوں کے لئے بخشش بھی ہے اور بہت بڑا نیک بدلہ بھی

سوائے کامل ایمان والوں کے عموماً لوگوں میں جو برائیاں ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ راحت کے بعد کی سختی پر مایوس اور

محض ناامید ہو جاتے ہیں۔ خدا سے بدگمانی کر کے آئندہ
کے لئے بھلائی کو بھول بیٹھتے ہیں گویا کہ نہ کبھی اس سے پہلے
کوئی آرام اٹھایا تھا نہ اس کے بعد کسی راحت کی توقع ہے۔
یہی حال اس کے برخلاف بھی ہے کہ اگر سختی کے بعد آسانی
ہو گئی تو کہنے لگتے ہیں کہ بس اب برا وقت ٹل گیا اپنی حالت
پر اور اپنے پاس کی چیزوں پر مست و بے فکر ہو جاتے ہیں
دوسروں پر ڈینگی لینے لگتے ہیں۔ اکڑفوں میں بڑھ جاتے ہیں
اور آگے کی سختی سے بالکل نچنت ہو جاتے ہیں۔ ہاں
ایماندار اس بری خصلت سے محفوظ ہوتے ہیں وہ دکھ
درد میں سہار و صبر کرتے ہیں راحت آرام میں خدا کی فرمانبرداری
کرتے ہیں۔ یہ صبر پر مغفرت اور نیکی پر ثواب پاتے ہیں چنانچہ
حدیث شریف میں ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری
جان ہے کہ مومن کو کوئی سختی کوئی مصیبت کوئی دکھ کوئی
غم ایسا نہیں پہنچتا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی
خطائیں معاف نہ فرماتا ہو یہاں تک کہ کانٹا لگنے پر بھی۔
صحیحین کی اور حدیث میں ہے مومن کے لئے خدائے تعالیٰ
کا ہر فیصلہ سراسر بہتر ہی بہتر ہوتا ہے۔ یہ راحت پاکر شکر کرتا ہے
اور بھلائی سمیٹتا ہے تکلیف اٹھا کر صبر کرتا ہے نیکی پاتا ہے
یہ حال مومن کے سوا اور کسی کا نہیں ہوتا۔ اسی کا بیان سورۂ
والعصر میں ہے۔ یعنی عصر کے وقت کی قسم تمام انسان نقصان
میں ہیں۔ سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی
کریں اور ایک دوسرے کو دین حق کی اور صبر کی ہدایت کرتے رہیں
یہی بیان آیت اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا میں ہے۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ
پس شاید کہ تو اس وحی کے کسی حصے کو چھوڑ دینے والا ہے جو تیری طرف نازل
وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا
کی جاتی ہے اور اس سے تیرا دل تنگ ہو رہا ہے۔ صرف ان کی اس بات پر کہ
لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ
کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترا یا اس کے ساتھ کوئی
مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ
فرشتہ ہی آتا۔ سن تو تو صرف ڈرانے والا ہی ہے ہر چیز کا
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿١٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ
ذمے دار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ
افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ
اس قرآن کو اسی نے گھڑ لیا ہے، تو جواب دے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس
مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ
سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور خدا کے سوا جسے چاہو اپنے ساتھ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٣﴾
ملا بھی لو اگر تم سچے ہو۔
فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ
پھر اگر وہ تمہاری اس بات کو قبول نہ کریں تو تم یقین سے جان لو کہ یہ قرآن اللہ
بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ
کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے اور یہ کہ درحقیقت اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٤﴾
پس کیا تم مسلمان ہوتے ہو۔

کافر لوگ جو انکی زبان پر چڑھتے وہی طعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
توڑتے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے سچے پیغمبر کو دلاسا اور تسلی دیتا ہے کہ آپ اس کا کچھ
سستی کریں نہ دل تنگ ہوں یہ تو انکا شیوہ ہے کبھی وہ کہتے اگر یہ رسول ہے
تو کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے؟ بازاروں میں کیوں آتا جاتا
ہے؟ اس کی ہم نوائی میں کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترا؟ اسے
کوئی خزانہ کیوں نہیں دیا گیا اس کے کھانے کو کوئی خاص
باغ کیوں نہیں بنایا گیا۔ مسلمانوں کو طعنہ دیتے کہ تم تو اس
کے پیچھے ہو لئے جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے کہ اے پیغمبر آپ ملول خاطر نہ ہوں آزردہ دل نہ ہوں اپنے
کام سے نہ رکیئے انہیں حق کی پکار سنانے میں کوتاہی نہ کیجئے دن
رات اللہ کی طرف بلاتے رہیے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ان کی دکھ
دہ باتیں آپ کو بری لگتی ہیں آپ توجہ بھی نہ کیجئے ایسا نہ ہو آپ
کوئی بات چھوڑ دیں یا تنگ دل ہو کر بیٹھ جائیں کہ آوازیں کستے

ہیں۔ پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ اپنے سے پہلے کے رسولوں کو دیکھئے
سب جھٹلائے گئے ستائے گئے اور صابر و ثابت قدم رہے۔
یہاں تک کہ مدد خدا آپہنچی ۔ پھر قرآن کا معجزہ بیان فرمایا کہ اس
جیسا قرآن لانا تو کہاں؟ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت
بھی ساری دنیا مل کر بنا نہیں سکتی اس لئے کہ یہ خدا کا کلام ہے
جیسی اس کی ذات مثال سے پاک ویسے ہی اس کی صفتیں
بھی بے مثال ناممکن کہ اس کے کلام جیسا مخلوق کا کلام ہو جائے
اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا پاک اور منزہ ہے۔ معبود
اور رب صرف وہی ہے۔ جب تم سے یہ نہیں ہو سکتا اور
ابتک نہیں ہو سکا تو یقین کر لو کہ تم اس کے بنانے سے عاجز
ہو اور دراصل یہ خدا کا کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل
ہوا ہے۔ اس کا علم اس کے حکم احکام اس کے روک ٹوک
اس میں ہیں اور ساتھ ہی مان لو کہ معبودِ برحق صرف وہی ہے
بس آؤ اسلام کے جھنڈے تلے کھڑے ہو جاؤ +

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَوٰةَ الدُّنْيَا وَ
جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر ریجھا ہوا
زِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ
ہے ہم بھی ایسوں کو ان کے کل اعمال یہیں بھرپور پہنچا دیتے
فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝15 أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے
لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ
آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں
مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝16
نے کیا تھا وہ سب غارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے

ابن عباسؓ فرماتے ہیں ریاکاروں کی نیکیوں کا بدلہ سب کچھ
اسی دنیا میں مل جاتا ہے ذرا سی بھی کمی نہیں ہوتی۔ پس جو شخص
دنیا دکھاوے کے لئے نماز پڑھے یا روزے رکھے یا تہجد گزاری
کرے اس کا اجر اسے دنیا میں ہی مل رہتا ہے۔ آخرت میں
وہ خالی ہاتھ اور محض بے عمل اٹھتا ہے۔ حضرت انسؓ وغیرہ
کا بیان ہے کہ یہ آیت یہود نصاریٰ کے حق میں اتری ہے اور
مجاہد کہتے ہیں ریاکاروں کے بارے میں اتری ہے۔ الغرض
جس کا جو قصد ہو اسی کے مطابق اس سے معاملہ ہوتا ہے
دنیا طلبی کے لئے جو اعمال ہوں وہ آخرت میں کارآمد نہیں ہو
سکتے۔ مومن کی نیت اور مقصد چونکہ آخرت طلبی ہی ہوتا ہے
اللہ اسے آخرت میں اس کے اعمال کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے
اور دنیا میں بھی اسے اس کی نیکیاں کام آتی ہیں۔ ایک مرفوع
حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔ قرآن کریم کی آیت ...
مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ الخ میں بھی اسی کا تفصیلی بیان
ہے کہ دنیا طلب لوگوں میں سے جسے ہم جس قدر چاہیں دیدیتے
ہیں۔ پھر اس کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے جہاں وہ ذلیل و خوار ہو کر
داخل ہوتا ہے۔ ہاں جس کی چاہت آخرت کی ہو اور بالکل
اسی کے مطابق اس کا عمل بھی ہو اور ہو بھی وہ ایماندار تو ایسے
لوگوں کی کوشش کی قدردانی کی جاتی ہے۔ انہیں اور انہیں
ہر ایک کو ہم تیرے رب کی عطا سے بڑھاتے رہتے ہیں تیرے
پروردگار کا انعام کسی سے رکا ہوا نہیں۔ تو آپ دیکھ لیں کہ کس
طرح ہم نے ایک کو ایک پر فضیلت بخش رکھی ہے آخرت کیا
باعتبار درجوں کے اور کیا باعتبار فضیلت کے بہت ہی بڑی
اور زبردست چیز ہے اور آیت میں ارشاد ہے مَنْ كَانَ
يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ الخ جس کا ارادہ
آخرت کی کھیتی کا ہو ہم آپ اس میں اس کے لئے برکت عطا
فرماتے ہیں۔ اور جس کا ارادہ دنیا کی کھیتی کا ہو ہم گو اسے اس میں سے
کچھ دیدیں لیکن آخرت میں وہ نانصیب رہ جاتا ہے ++

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ
کیا وہ شخص جو اپنے رب کے پاس کی دلیل پر ہو اور اس کے متصل ہو
شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ
خدا کی طرف کا گواہ ہو اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ کی
إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ
پیشوا اور رحمت۔ یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ

تمام فرقوں میں سے جو بھی اس کا منکر ہوا اسکے آخری وعدہ کی

مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ

جگہ جہنم ہے، پس تو اس میں کسی قسم کے شبہ میں نہ رہ

اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

یقیناً یہ تیرے رب کی جانب سے سراسر برحق ہے یہ تو بات ہی اور ہے کہ اکثر

النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

لوگ ایمان نہ لاتے نہیں ہوتے

ان مومنوں کا وصف بیان ہو رہا ہے جو فطرت پر قائم ہیں جو خدا کی وحدانیت کو بہ دل مانتے ہیں۔ جیسے حکم خداوندی ہے کہ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا الخ اپنا منہ دین حنیف پر قائم کر دے اللہ کی فطرت جس پر اس نے انسانی فطرت رچائی ہے۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے کہ جانوروں کے بچے صحیح سالم پیدا ہوتے ہیں پھر لوگ ان کے کان کاٹ ڈالتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے میں نے اپنے تمام بندوں کو موحد پیدا کئے ہیں لیکن پھر شیطان آکر انھیں ان کے دین سے بہکا دیتا ہے اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے اور انھیں کہتا ہے کہ میرے ساتھ انھیں شریک کریں جن کی کوئی دلیل میں نے نہیں اتاری۔ مسند اور سنن میں ہے کہ ہر بچہ اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی زبان کھلے الخ۔ پس مومن فطرتِ خدا پر ہی باقی رہتا ہے۔ پس ایک تو فطرت اس کی صحیح سالم ہوتی ہے پھر اس کے پاس خدائی شاہد آتا ہے یعنی شریعت خدا بمعرفت پیغمبر کے پہنچی ہے۔ جو شریعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ساتھ ختم ہوئی۔ پس شاہد سے مراد حضرت جبرئیل ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خدا کی رسالت اولاً حضرت جبرئیل لائے اور آپ کے واسطے سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک قول کہا گیا ہے کہ وہ علی ؓ ہیں لیکن وہ قول ضعیف ہے اس کا کوئی قائل ثابت ہی نہیں۔ حق بات پہلی ہی ہے۔ پس مومن کی فطرت خدا کی وحی سے مل جاتی ہے۔ اجمالی طور پر اسے پہلے سے ہی یقین ہوتا ہے پھر شریعت کی تفصیلات کو مان لیتا ہے۔ اس کی فطرت ایک ایک مسئلے کی تصدیق کرتی جاتی ہے۔ پس فطرت سلیم اس کے ساتھ قرآن کی تعلیم جسے حضرت جبرئیل نے خدا کے نبی کو پہنچایا اور آپ نے اپنی امت کو پھر اس سے پہلے کی ایک اور تائید بھی موجودہ کتاب موسیٰ یعنی تورات جسے خدا نے اس زمانے کی امت کے لئے پیشوائی کے قابل بنا کر بھیجی تھی اور جو خدا کی طرف سے رحمت تھی اس پر جن کا پورا ایمان ہے وہ لامحالہ اس نبی اور اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ کیونکہ اوس کتاب نے اس کتاب پر ایمان لانے کی رہنمائی کی ہے۔ پس یہ لوگ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ پھر پورے قرآن کو یا اس کے کسی حصہ کو نہ ماننے والوں کی سزا کا بیان فرمایا کہ دنیا والوں میں سے جو گروہ جو فرقہ اسے نہ مانے خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی کہیں کا ہو کوئی ہو کسی رنگت اور شکل و صورت کا ہو قرآن پہنچا اور نہ مانا وہ جہنمی ہے جیسے رب العالمین نے اپنے نبی کی زبانی اسی قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ کہ میں اس سے تمہیں بھی آگاہ کر رہا ہوں اور انھیں بھی جنہیں یہ پہنچ جائے۔ اور آیت میں ہے قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ لوگوں میں اعلان کر دو کہ اے انسانو میں تم سب کی طرف خدا کا پیغمبر ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس امت میں سے جو بھی مجھے سن لے اور پھر مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں میں جو صحیح حدیث سنتا ہوں اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ضرور پاتا ہوں۔ مندرجہ بالا حدیث سن کر میں اس تلاش میں لگا کہ اس کی تصدیق قرآن کی کس آیت سے ہوتی ہے تو مجھے یہ آیت ملی پس تمام دین والے اس سے مراد ہیں پھر جناب باری

ارشاد فرماتا ہے کہ اس قرآن کے خدا کی طرف سے سراسر حق ہونے میں تجھے کوئی شک وشبہ نہ کرنا چاہیے جیسے ارشاد ہے کہ اس کتاب کے رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور جگہ ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ اکثر لوگ ایمان سے کورے ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے۔ وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ یعنی گو تیری چاہت ہو لیکن یقین کر لے کہ اکثر لوگ مومن نہیں ہوں گے اور آیت میں ہے وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اگر تو دنیا والوں کی اکثریت کی پیروی کریگا تو وہ تجھے راہ خدا سے بھٹکا دیں گے اور آیت میں ہے وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی ان پر ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا اور سوائے مومنوں کی ایک مختصر سی جماعت کے باقی کے سب اسی کے پیچھے لگ گئے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ باندھ
كَذِبًا اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى
لے یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے
رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ
جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے
كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ
اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا خبردار ہو کہ خدا کی لعنت ہے
عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ
ظالموں پر جو راہ خدا سے
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَ
روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کر لیتے ہیں
هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِكَ
یہی لوگ آخرت کے منکر ہیں

لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا
لوگ دنیا میں خدا کو ہرا سکے نہ
كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ
ان کا کوئی حمایتی خدا کے سوا ہوا
يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ مَا كَانُوْا
ان کے لئے عذاب دگنا کیا جائے گا نہ
يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾
سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ دیکھتے ہی تھے
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ
یہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا اور
ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ
جن سے اپنا باندھا ہوا افترا کھو گیا بیشک
اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾
یہی لوگ آخرت میں زیاں کار ہوں گے

جو لوگ خدا کے ذمے بہتان باندھ لیں ان کا انجام اور قیامت کے دن کی ساری مخلوق کے سامنے ان کی رسوائی کا بیان ہو رہا ہے۔ مسند احمد میں ہے صفوان بن محرز کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ اللہ عز وجل مومن کو اپنے سے قریب کریگا یہاں تک کہ اپنا بازو اس پر رکھ دیگا اور اسے لوگوں کی نگاہوں سے چھپا لیگا اور اس سے اسکے گناہوں کا اقرار کرائیگا کہ کیا تجھے اپنا فلاں گناہ یاد ہے؟ اور فلاں بھی؟ اور فلاں بھی۔ یہ اقرار کرتا جائیگا یہاں تک کہ سمجھ لیگا کہ بس اب ہلاک ہوا۔ اس وقت ارحم الراحمین فرمائیگا کہ میرے بندے میں دنیا میں ان پر پردہ ڈالتا رہا سن آج بھی میں انھیں بخشتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کا عمل نامہ اسے دیدیا جائیگا۔ اور کفار اور منافقین پر تو گواہ پیش ہوں گے جو کہیں گے کہ یہی وہ

تھے جو اللہ پر جھوٹ بولتے تھے یاد رہے کہ ان ظالموں پر خدا کی لعنت ہے ٭ (یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے) ٭ یہ لوگ اتباع حق سے اور ہدایت کے راستے سے اور جنّت سے اوروں کو روکتے رہے اور اپنا طریقہ ٹیڑھا ترچھا ہی تلاش کرتے رہے ساتھ ہی قیامت کے اور آخرت کے دن کبھی منکر ہی رہے اسے مان کر ہی نہ دیا ٭ یاد رہے کہ یہ خدا کے ماتحت ہیں وہ ان سے ہر وقت انتقام لینے پر قادر ہے اگر چاہے تو آخرت سے پہلے دنیا میں ہی پکڑ لے لیکن اس کی طرف سے تھوڑی سی ڈھیل انہیں مل گئی ہے - صحیحین میں ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے بالآخر جب پکڑتا ہے تب پھر چھوڑتا ہی نہیں - ان کی سزائیں بڑھتی ہی چلی جائیں گی اس لئے کہ خدا کی ہوئی قوتوں سے انھوں نے کام نہ لیا حق کے سننے سے کانوں کو بہرہ رکھا حق کی تابعداری سے آنکھوں کو اندھی رکھیں - جہنم میں جاتے وقت خود ہی کہیں گے کہ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ٭ یعنی اگر سنتے ہوتے عقل رکھتے ہوتے تو آج دوزخی نہ بنتے یہی فرمان آیت اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ میں ہے کہ کافروں کو راہ خدا سے روکنے والوں کو عذاب پر عذاب بڑھتے چلے جائیں گے - ہر ہر حکم عدولی پر ہر ہر برائی کے کام پر سزا بھگتینگے پس صحیح قول یہی ہے کہ آخرت کی نسبت کے اعتبار سے کفار بھی فروع شرع کے مکلف ہیں یہی ہیں وہ جنھوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور خود اپنے تئیں جہنمی بنایا - جہاں کا عذاب ذرا سی دیر بھی ہلکا نہیں ہونے کا آگ کے شعلے کم ہونے تو کہاں اور تیز تیز ہوتے جائیں گے جنھیں انھوں نے گھڑ لیا تھا یعنی بت اور شریک خدا وغیرہ وہ آج انھیں کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ نظر بھی نہ پڑیں گے بلکہ اور نقصان پہنچائیں گے - وہ تو ان کے دشمن ہو جائیں گے اور اوران کے شرک سے صاف مکر جائیں گے - گویہ انھیں باعث عزت سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ان کے لئے باعث ذلت ہیں - کھلے طور پر اس بات کا قیامت کے دن انکار کر دیں گے کہ ان مشرکوں نے انھیں پوجا ہو - یہی ارشاد خلیل خدا کا اپنی قوم سے تھا کہ ان بتوں سے تمہارے دنیوی تعلقات کو تم وابستہ رکھو لیکن قیامت کے دن ایک دوسرے کا انکار کر جائے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگے گا - اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا - اور کوئی کسی کو کوئی مدد نہ پہنچائیگا یہی مضمون آیت اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا میں ہے یعنی اس وقت پیشوا لوگ اپنے مریدوں سے دست بردار ہو جائیں گے عذاب الٰہی آنکھوں دیکھ لیں گے اور باہمی تعلقات سب منقطع ہو جائیں گے - اسی قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں وہ بھی ان کی ہلاکی اور نقصان کی خبر دیتی ہیں - یقیناً یہی لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے جہنم کے گڑھے جنّت کے درجوں کے بدلے انھوں نے لئے - خدا کی نعمتوں کے بدلے آگ جہنم قبول کی - میٹھے ٹھنڈے خوش گوار جنتی پانی کے بدلے جہنم کا کھولتا ہوا گرم آگ جیسا پانی انھیں ملا - حور عین کے بدلے لہو پیپ اور بلند و بالا محلات کے بدلے دوزخ کے تنگ مقامات انھوں نے لئے - خدائے رحمان کی نزدیکی اور دیدار کے بدلے اس کا غضب اور سزا انھیں ملی بیشک یہاں یہ سخت ٹوٹے میں رہے ٭٭٭

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ
یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے کام بھی نیک کئے اور
اَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ
اپنے پالنے والے کی طرف جھکتے رہے رہی جنت میں جانیوالے
الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (۲۳)
ہیں، جہاں وہ ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں،
مَثَلُ الْفَرِیْقَیْنِ كَالْاَعْمٰى وَ الْاَصَمِّ
ان دونوں فرقوں کی مثال اندھے بہرے
وَ الْبَصِیْرِ وَ السَّمِیْعِ ؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ
اور دیکھتے سنتے جیسی ہے، کیا یہ دونوں مثال

ع ۲

مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

برابر ہیں ؟ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ،

بروں کے ذکر کے بعد اب بھلوں کا بیان ہو رہا ہے ۔ جن کے دل ایمان والے جن کے اعضا فرماں برداری کرنے والے تھے قول و فعل سے فرمانِ خدا بجا لانے والے اور نافرمانیٔ رب سے بچنے والے تھے یہ لوگ جنّت کے وارث ہوں گے ۔ بلند و بالا خانے بچھے بچھائے سجے سجائے تخت جھکے ہوئے خوشوں اور میووں کے درخت ابھرے ابھرے فرش خوبصورت بیویاں قسم قسم کے خوش ذائقہ پھل چاہت کے کھانے لذیذ پینے اور سب سے بڑھکر دیدار خداوندی یہ نعمتیں ہوں گی جو ان کے لئے ہمیشگی لئے ہوئے ہوں گی نہ انہیں موت آئے نہ بڑھاپا نہ بیماری نہ غفلت نہ پاخانہ نہ پیشاب نہ تھوک نہ ناک مشک بو پسینہ آیا اور غذا ہضم ۔ پہلے بیان کردہ کافر شقی لوگ اور یہ مومن متقی لوگ بالکل وہی نسبت رکھتے ہیں جو اندھے بہرے اور بینا ۔ اور سنتے میں ہے کافر دنیا میں حق کو دیکھنے سے اندھے تھے اور آخرت کے دن بھی خیر کی طرف راہ نہیں پائیں گے نہ اسے دیکھیں گے وہ حقانیت کی دلیلوں کے سن نے سے بہرے تھے نفع دینے والی بات سنتے ہی نہ تھے اگر ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو خدائے تعالیٰ انہیں ضرور سناتا ۔ ان کے برخلاف مومن سمجھدار ذکی عاقل عالم دیکھتا بھالتا سوچتا سمجھتا حق و باطل میں تمیز کرتا بھلائی لے لیتا برائی چھوڑ دیتا دلیل اور شبہ میں فرق کر لیتا پس باطل سے بچتا حق کو مانتا . . . بتلائیے یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں ؟ تعجب ہے کہ پھر بھی تم ایسے دو مختلف شخصوں میں فرق نہیں جانتے ۔ ارشاد ہے لَا يَسْتَوِىْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ ۔ دوزخی اور جنّتی برابر نہیں ہوتے جنّتی تو بالکل کامیاب ہیں اور آیت میں ہے اندھا اور دیکھتا برابر نہیں اندھیرا اور اُجالا برابر نہیں ، سایہ اور دھوپ برابر نہیں زندہ اور مردہ برابر نہیں اللہ تو جسے چاہے سنا سکتا ہے تو قبر والوں کو سنا نہیں سکتا تو تو صرف آگاہ کرنے والا ہے ۔ ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور

ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ۔ ہر ہر امت میں ڈرانے والا ہو چکا ہے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّىْ

یقیناً ہم نے نوح کو اسکی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ میں

لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا

تمہیں صاف صاف ہوشیار کر دینے والا ہوں ، کہ تم صرف اللہ ہی

اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ

کی عبادت کرو مجھے تو تم پر دردناک دن کے عذاب کا

يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ

خوف ہے ، اس کی قوم کے کافروں کے سرداروں نے

كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا

جواب دیا کہ ہم تو تجھے اپنے جیسا انسان ہی

مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ

دیکھتے ہیں اور تیرے تابعداروں کو بھی ہم دیکھتے

هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِىَ الرَّاْىِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا

ہیں کہ سوائے کمین موٹی سمجھ والوں کے ، اور کوئی نہیں ہم تو

مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

نہیں دیکھ رہے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھ رہے ہیں ،

سب سے پہلے کافروں کی طرف رسول بنا کر بت پرستی سے روکنے لئے زمین پر حضرت نوح علیہ السلام ہی بھیجے گئے تھے ۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمہیں عذابِ خدا سے ڈرانے آیا ہوں ۔ اگر تم غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑو گے تو عذابوں میں پھنسو گے دیکھو تم صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرتے رہو ۔ اگر تم نے خلاف ورزی کی تو قیامت کے دن دردناک سخت عذابوں کا مجھے تم پر خوف ہے ۔ اس قوم کے کافروں کے رؤسا اور امرا بول اٹھے کہ آپ کوئی فرشتہ تو ہیں نہیں ہم جیسے ہی انسان ہیں پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر ایک ہی کے پاس وحی آئے ۔ اور ہم اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ایسے رذیل لوگ آپ کے حلقے میں شامل ہو گئے ہیں کوئی شریف اور رئیس آپ کا فرماں بردار نہیں ہوا اور یہ لوگ بے سوچے سمجھے بغیر غور و فکر کے آپ کی

مجلس میں آن بیٹھے ہیں اور ہاں میں ہاں ملائے جاتے ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس نئے دین نے تمہیں کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچایا کہ تم خوش حال ہو گئے ہو۔ تمہاری روزیاں بڑھ گئی ہوں یا خلق و مخلق میں تمہیں کوئی برتری ہم پر حاصل ہو گئی ہو۔ بلکہ ہمارے خیال سے تو تم سب جھوٹے ہو نیکی اور صلاحیت اور عبادت پر جو وعدے تم ہمیں دار آخرت کے دے رہو ہمارے نزدیک تو یہ سب بھی جھوٹی باتیں ہیں۔ ان کفار کی بے ڈھنگی کو دیکھئے اگر حق کے قبول کرنے والے نیچے درجے کے لوگ ہوئے تو کیا اس سے شان حق گھٹ گئی؟ حق حق ہی ہے خواہ اس کے ماننے والے بڑے لوگ ہوں خواہ چھوٹے لوگ ہوں۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ حق کی پیروی کرنے والے ہی شریف لوگ ہیں۔ گو وہ مسکین مفلس ہوں اور حق سے روگردانی کرنے والے ہی ذلیل اور رذیل ہیں گو وہ غنی مالدار اور امیر امرا ہوں۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ سچائی کی آواز کو پہلے پہل غریب مسکین لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور امیر کبیر لوگ ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔ فرمان قرآن ہے کہ تجھ سے پہلے جس جس بستی میں ہمارے انبیاء آئے وہاں کے بڑے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو جس دین پر پایا ہے ہم تو انہی کی خوشہ چینی کرتے رہیں گے۔ شاہ روم ہرقل نے جب ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ شریف لوگوں نے اس کی تابعداری کی ہے یا ضعیف لوگوں نے؟ تو اس نے یہی جواب دیا تھا کہ ضعیفوں نے۔ جس پر ہرقل نے کہا تھا کہ رسولوں کے تابعدار یہی لوگ ہوتے ہیں۔ حق کی فوری قبولیت بھی کوئی عیب کی بات نہیں۔ حق کی وضاحت کے بعد رائے فکر کی ضرورت ہی کیا؟ بلکہ ہر عقلمند کا کام یہی ہے کہ حق کے ماننے میں سبقت اور جلدی کرے۔ اس میں تامل کرنا جہالت اور غباوت ہے اللہ کے تمام پیغمبر بہت واضح اور صاف اور کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا اس میں کچھ نہ کچھ جھجک ضرور پائی سوائے ابوبکرؓ کے کہ انہوں نے کوئی تردد و تامل نہ کیا واضح چیز کو دیکھتے ہی فوراً بے جھجک قبول کر لیا۔ ان کا تیسرا اعتراض کہ ہم کوئی برتری تم میں نہیں دیکھتے یہ بھی ان کے اندھاپن کی وجہ سے ہے ان کی اگر آنکھیں اور کان نہ ہوں اور موجود چیز کا انکار کریں تو فی الواقع اس کا نہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ تو نہ حق کو دیکھیں نہ حق کو سنیں بلکہ اپنے شک میں غوطے لگاتے رہتے ہیں۔ اپنی جہالت میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں۔ جھوٹے مفتری خالی ہاتھ رذیل اور نقصانوں والے ہیں + + +

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾

نوح نے کہا میری قوم والو مجھے بتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل پر ہوا اور مجھے اس نے اپنے پاس کی کوئی نعمت عطا (کی) پھر وہ تمہاری نگاہوں میں نہ آئی تو کیا زبردستی میں اسے تمہارے گلے (منڈھ دوں) حالانکہ تم اس سے بیزار ہو،

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ سچی نبوت یقین اور واضح چیز میرے پاس تو میرے رب کی طرف سے آ چکی بہت بڑی رحمت و نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اور وہ تم سے پوشیدہ رہی تم اسے نہ دیکھ سکے۔ نہ تم نے اس کی قدردانی کی نہ اسے پہچانا بلکہ بے سوچے سمجھے تم نے اسے دھکے دیدئے اور اسے جھٹلانے لگ گئے۔ اب بتلاؤ کہ تمہاری اس ناپسندیدگی کی حالت میں میں کیسے یہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں اس کا ماتحت بنا دوں + +

وَيٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ

میری قوم والو میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا ثواب تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے نہ میں ایمان داروں کو اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں انہیں اپنے رب سے ملنا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم

قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝ وَيٰقَوْمِ مَنْ

تم لوگ جہالت کر رہے ہو ، میری قوم کے لوگو اگر میں

يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ

ان مومنوں کو اپنے پاس سے نکال دوں تو خدا کے مقابلہ میں میری مدد

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

کیا تم کچھ بھی غور و فکر نہیں کرتے ۔

آپ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ نصیحت تمہیں کر رہا ہوں جتنی خیر خواہی تمہاری کرتا ہوں اس کی کوئی اجرت تو تم سے نہیں مانگتا ! میری اجرت تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے تم جو مجھ سے کہتے ہو کہ ان غریب مسکین ایمان والوں کو میں دھکے دیدوں مجھ سے تو یہ کبھی نہیں ہونیکا - یہی طلب آنحضرت سے بھی کی گئی تھی - جس کے جواب میں یہ آیت اتری - وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ یعنی صبح شام اپنے رب کے پکارنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ نکال - اور آیت میں ہے وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ اسی طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے آزما لیا اور وہ کہنے لگے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہم سب کو چھوڑ کر فضلِ خدا نازل ہوا - کیا اللہ تعالیٰ شکر گذاروں کو نہیں جانتا ؟ ..

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ

میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں سنو

لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّ

میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں

لَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ

نہ میرا یہ قول ہے کہ جن پر تمہاری نگاہیں ذلت سے پڑ رہی ہیں انہیں

يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ

اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دیگا ہی نہیں ، ان کے دل میں جو ہے اسے اللہ

اَنْفُسِهِمْ ښ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (۳۱)

ہی خوب جانتا ہے ، اگر میں ایسی بات کہوں تو یقیناً میرا شمار ظالموں میں

آپ فرماتے ہیں کہ میں صرف رسول اللہ ہوں - اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت اور توحید کی طرف اس کے فرمان کے مطابق تم سب کو بلاتا ہوں - - اس سے میری مراد تم سے مال سمیٹنا نہیں - ہر بڑے چھوٹے کے لئے میری دعوت عام ہے جو قبول کریگا نجات پائیگا خدا کے خزانوں کے ہیر پھیر کی مجھ میں قدرت نہیں - میں غیب نہیں جانتا ہاں جو بات اللہ مجھے معلوم کرا دے معلوم ہو جاتی ہے - میں فرشتہ ہونے کا دعوے دار نہیں ہوں - بلکہ ایک انسان ہوں جس کی تائید خدا کی طرف سے معجزوں سے ہو رہی ہے جنہیں تم رذیل اور ذلیل سمجھ رہے ہو میں تو اس کا قائل نہیں کہ انہیں خدا کے ہاں ان کی نیکیوں کا بدلہ نہیں ملیگا - ان کے باطن کا حال بھی مجھے معلوم نہیں اللہ ہی کو اس کا علم ہے - اگر ظاہر کی طرح باطن میں بھی ایمان دار ہیں تو انہیں خدا کے ہاں ضرور نیکیاں ملیں گی جو ان کے انجام کی برائی کو کہے اسنے ظلم کیا اور جہالت کی بات کہی + + +

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ

کہنے لگے کہ اے نوح تو ہم سے جھگڑا اور خوب ہی جھگڑا کر

جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ

چکا اب تو جس چیز سے ہمیں دھمکا رہا ہے وہی ہمارے پاس

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (۳۲) قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ

سچوں میں سے ہے ، جواب دیا کہ اسے بھی اللہ ہی

بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَاۗءَ وَمَآ اَنْتُمْ

لائے گا اگر وہ چاہے ہاں تم اسے

بِمُعْجِزِيْنَ ۝ (۳۳) وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ

ہرانے والے نہیں ہو ، تمہیں میری خیر خواہی کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی

اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ

گو میں کتنی ہی تمہاری خیر خواہی کیوں نہ چاہوں بشرطیکہ اللہ کا

يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (۳۴)

ارادہ تمہیں گمراہ کرنیکا ہو وہی تم سب کا پروردگار ہے اور اسی کی طرف

قوم نوح کی عجلت بیان ہو رہی ہے کہ عذاب مانگ بیٹھے کہنے لگے

بس حجتیں تو ہم نے بہت سی سن لیں۔ آخری فیصلہ ہمارا یہ ہے کہ ہم تو تیری تابعداری نہیں کرنے کے اب اگر تو سچا ہے تو دعا کر کے ہم پر عذاب لا دے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ بھی میرے بس کی بات نہیں خدا کے ہاتھ ہے اسے کوئی عاجز کرنے والا نہیں اگر اللہ کا ارادہ ہی تمہاری گمراہی اور بربادی کا ہے تو پھر واقعی میری نصیحت بے سود ہے سب کا مالک اللہ ہی ہے تمام کاموں کی تکمیل اسی کے ہاتھ ہے۔ متصرف حاکم عادل غیر ظالم حکم کا امر کا مالک ابتداً پیدا کرنے والا پھر لوٹانے والا دنیا آخرت کا تنہا مالک وہی ہے ساری مخلوق کو اسی طرف لوٹنا ہے ✦✦

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ

کیا یہ کہتے ہیں کہ اسے خود اسی نے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہو

إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ ﴿٣٥﴾

تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں ان گناہوں سے تو بری ہوں جو تم کر رہے ہو

یہ درمیانی کلام اس قصے کے بیچ میں اس کی تائید اور تقریر کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ کفار تجھ پر اس قرآن کے از خود گھڑ لینے کا الزام لگا رہے ہیں تو جواب دے کہ اگر ایسا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے میں جانتا ہوں کہ خدا کے عذاب کیسے کچھ ہیں؟ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں خدا پر جھوٹ افترا گھڑ لوں؟ ہاں تمہارے گناہوں کے ذمے دار تم آپ ہو ✦✦✦

وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن

نوح کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے

قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ

ان کے سوا اور کوئی اب ایمان لانے گا ہی نہیں پس تو ان کے

بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ

کاموں پر غمگین نہ ہو، اور ایک کشتی ہماری آنکھوں کے

بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي

سامنے اور ہماری وحی سے تیار کر اور ظالموں کے بارے میں

الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾ وَ

مجھ سے کوئی بات چیت نہ کر وہ پانی میں ڈبو دیئے جانے والے ہیں، نوح

يَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ

کی کشتی کی تیاری کی حالت میں اس کی قوم کی جو جماعت اس کے پاس

مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِن

سے گذرتی وہ اسکا مذاق اڑاتی، اسنے کہا اگر تم ہمارا

تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا

مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی تم پر ایک دن ہنسیں گے جیسے

تَسْخَرُونَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن

تم مسخراپن کر رہے ہو۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائیگا کہ کس

يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٩﴾

پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے اور اسپر ہمیشگی کی سزا اتر آئے

ع ۱۱ ۳

قوم نوح ؑ نے جب عذابوں کی جلدی مچائی تو آپ نے خدا سے دعا کی کہ خدایا زمین پر کسی کافر کو رہتا بستا نہ چھوڑ۔ پروردگار میں عاجز آ گیا ہوں تو میری مدد کر اسی وقت وحی آئی کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اور کوئی اب ایمان نہ لائے گا تو ان پر افسوس نہ کر نہ ان کا کوئی ایسا خاص خیال کر ✦ ہمارے دیکھتے ہماری تعلیم کے مطابق ایک کشتی تیار کر اور اب ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر ہم ان کا ڈبو دینا مقرر کر چکے۔ بعض سلف کہتے ہیں حکم ہوا کہ لکڑیاں کاٹ کر سکھا کر تختے بنا لو اس میں ایک سو سال گذر گئے پھر مکمل تیاری میں سو سال اور نکل گئے ایک قول ہے چالیس سال لگے واللہ اعلم۔ امام محمد بن اسحاق توراۃ سے نقل کرتے ہیں کہ ساگ کی لکڑی کی یہ کشتی تیار ہوئی۔ اس کا طول اسی ہاتھ تھا اور عرض پچاس ہاتھ کا تھا۔ اندر باہر سے روغن کیا گیا تھا۔ پانی کاٹنے کے پر پرزے بھی تھے۔ قتادہ کا قول ہے کہ لمبائی تین سو ہاتھ کی تھی۔ ابن عباس ؓ کا فرمان ہے کہ طول بارہ سو ہاتھ کا تھا اور چوڑائی چھ سو ہاتھ کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ طول دو ہزار ہاتھ اور چوڑائی ایک سو ہاتھ کی تھی واللہ اعلم۔ اس کی اندرونی اونچائی تیس ہاتھ کی تھی اس میں تین درجے تھے ہر درجہ دس ہاتھ اونچا تھا سب سے نیچے کے حصے میں چوپائے اور جنگلی جانور تھے۔ درمیان کے حصے میں انسان تھے۔ اوپر کے حصے میں پرندے تھے۔

دروازہ چوڑان میں تھا اوپر سے بالکل بند تھی - ابن جریر نے ایک غریب اثر عبداللہ بن عباسؓ سے ذکر کیا ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم سے درخواست کی کہ اگر آپ بحکم خدا کسی ایسے مردے کو جلاتے جس نے کشتی نوح دیکھی ہو تو ہمیں اس سے معلومات حاصل ہوتیں آپ انہیں لے کر چلے ایک ٹیلے پر پہنچ کر وہاں کی مٹی اٹھائی اور فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ہی علم ہے - آپ نے فرمایا یہ پنڈلی ہے حام بن نوح کی پھر آپ نے اپنی لکڑی اس ٹیلے پر مار کر فرمایا اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو اسی وقت ایک بڈھا سا آدمی اپنے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا - آپ نے اس سے پوچھا کیا تو بڑھاپے میں مرا تھا؟ اس نے کہا نہیں مرا تو تھا جوانی میں لیکن اب دل پر دہشت بیٹھی کہ قیامت قائم ہو گئی اس دہشت نے بوڑھا کر دیا - آپ نے فرمایا کہ اچھا حضرت نوحؑ کی کشتی کی بابت اپنی معلومات بیان کرو - اس نے کہا وہ بارہ سو ہاتھ لمبی اور چھ سو ہاتھ چوڑی تھی - تین درجوں کی تھی ایک میں جانور اور چوپائے تھے دوسرے میں انسان تیسرے میں پرند - جب جانوروں کا گوبر پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی طرف وحی بھیجی کہ ہاتھی کی دم ہلاؤ - آپ کے ہلاتے ہی اس سے خنزیر نر مادہ نکل آئے اور وہ میلا کھانے لگے - چوہوں نے جب اس کے تختے کترنے شروع کئے تو حکم ہوا کہ شیر کی پیشانی پر انگلی لگا - اس سے بلی کا جوڑا نکلا اور چوہوں کی طرف لپکا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو شہروں کے غرق آب ہونے کا علم کیسے ہو گیا؟ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے کوے کو خبر لینے کے لئے بھیجا لیکن وہ ایک لاش پر بیٹھ گیا دیر تک نہ آیا آپ نے اس کے لئے ہمیشہ ڈرتے رہنے کی بددعا کی - اسی لئے وہ گھروں سے مانوس نہیں ہوتا - پھر آپ نے کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ لیکر آیا اور اپنے پنجوں میں خشک مٹی لایا اس سے معلوم ہو گیا کہ شہر ڈوب چکے ہیں - آپ نے اس کی گردن میں خضرہ کا طوق ڈالدیا اور اس کے لئے امن و انس کی دعا کی پس وہ گھروں میں رہتا سہتا ہے - حواریوں نے کہا کہ اے رسول اللہ آپ انہیں ہمارے ہاں لے چلئے کہ ہم میں بیٹھ کر اور بھی باتیں ہمیں سنائیں - آپ نے فرمایا یہ تمہارے ساتھ کیسے آسکتا ہے جبکہ اس کی روزی نہیں پھر فرمایا اللہ کے حکم سے جیسا تھا ویسا ہی ہو جا وہ اسی وقت مٹی ہو گیا + نوح علیہ السلام تو کشتی بنانے میں لگے - اور کافروں کو ایک مذاق ہاتھ لگ گیا - وہ چلتے پھرتے انہیں چھیڑتے اور باتیں بناتے اور طعن کرتے کیونکہ انہیں جھوٹا جانتے تھے اور عذاب کے وعدے پر انہیں یقین نہ تھا - اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام فرماتے اچھا دل خوش کر لو وقت آرہا ہے کہ اس کا پورا بدلہ لے لیا جائے گا + ابھی جان لوگے کہ کون عذاب خدا سے دنیا میں رسوا ہوتا ہے اور کس پر اخروی عذاب آچمٹتا ہے جو کبھی ٹالے نہ ٹلے + + +

حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا
یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور ابلنے لگا ہم نے فرما دیا کہ
احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ
اس کشتی میں ہر قسم کے جوڑے دو دو ہرے سوار کرا لے
وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ
اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی سوائے ان کے جن پر پہلے سے بات پڑ چکی ہے
مَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿٤٠﴾
سب ایمان والوں کو بھی، اس کے ساتھ ایمان لانے والے بہت ہی کم تھے

حسب فرمان خداوندی آسمان سے موسلا دھار لگاتار بارش برسنے لگی اور زمین سے بھی ابلنے لگا اور ساری زمین پانی سے پر ہو گئی - اور جہاں تک منظور خدا تھا پانی بھر گیا اور حضرت نوح کو رب العالمین نے اپنی نگاہوں کے سامنے چلنے والی کشتی پر سوار کر دیا - اور کافروں کو ان کے کیفر کردار کو پہنچا دیا - تنور کے ابلنے سے بقول ابن عباسؓ یہ مطلب ہے کہ روئے زمین سے چشمے چھوٹ پڑے یہاں تک کہ آگ کی جگہ تنور میں سے بھی پانی ابل پڑا یہی قول جمہور سلف و خلف کا ہے حضرت

علیؓ سے مروی ہے کہ تنور صبح کا نکلنا اور فجر کا روشن ہونا ہے یعنی صبح کی روشنی اور فجر کی چمک لیکن زیادہ ظاہر پہلا قول ہے۔ مجاہد اور شعبی کہتے ہیں یہ تنور کوفے میں تھا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے ہند میں ایک نہر ہے۔ قتادہؒ کہتے ہیں جزیرہ میں ایک نہر ہے جسے عین الوردہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ سب اقوال غریب ہیں۔

الغرض ان علامتوں کے ظاہر ہوتے ہی نوح علیہ السلام کو حکم خدا ہوا کہ اپنے ساتھ کشتی میں جاندار مخلوق کی ہر قسم کا ایک ایک جوڑا نر مادہ سوار کرالو۔ کہا گیا ہے کہ غیر جاندار کے لئے بھی یہی حکم تھا جیسے نباتات۔ کہا گیا ہے کہ پرندوں میں سب سے پہلے درہ کشتی میں آیا اور سب سے آخر گدھا سوار ہونے لگا۔ ابلیس اس کی دم میں لٹک گیا جب اس کے دو اگلے پاؤں کشتی میں آگئے اور اس نے اپنا پچھلا دھڑ اٹھانا چاہا تو نہ اٹھ سکا کیونکہ دم پر اس ملعون کا بوجھ تھا حضرت نوحؑ جلدی کر رہے تھے یہ بہتیرا چاہتا تھا مگر پچھلے پاؤں چڑھ نہیں سکتے تھے آخر آپ نے فرمایا آجا گو تیرے ساتھ ابلیس بھی ہو تب وہ چڑھ گیا اور ابلیس بھی اس کے ساتھ ہی آیا۔ بعض سلف کہتے ہیں کہ شیر کو اپنے ساتھ لیجانا مشکل ہو پڑا آخر اسے بخار چڑھ آیا تب اسے سوار کر لیا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت نوح السلام نے جب تمام مویشی اپنی کشتی میں سوار کر لئے تو لوگوں نے کہا کہ شیر کی موجودگی میں یہ مویشی کیسے آرام سے رہ سکیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار ڈال دیا۔ اس سے پہلے زمین پر یہ بیماری نہ تھی۔ پھر لوگوں نے چوہے کی شکایت کی کہ یہ ہمارا کھانا اور دیگر سب چیزیں خراب کر رہے ہیں تو خدا کے حکم سے شیر کی چھینک میں سے ایک بلی نکلی جس سے چوہے دبک کر کونے کھدرے میں بیٹھ رہے حضرت نوحؑ کو حکم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں بٹھا لو مگر ان میں سے جو ایمان نہیں لائے انھیں ساتھ نہ لینا۔ آپ کا لڑکا یام بھی انہی کافروں میں تھا وہ الگ ہو گیا آپ کی بیوی کہ وہ بھی اللہ رسول کی منکر تھی۔ اور تیری قوم کے تمام مسلمانوں کو بھی اپنی ساتھ بٹھا لے لیکن ان مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ ساڑھے نو سو سال کے قیام کی طویل مدت میں آپ پر بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کل اسی آدمی تھے جن میں عورتیں بھی تھیں کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بہتر شخص تھے۔ ایک قول ہے صرف دس شخص تھے۔ ایک قول ہے حضرت نوحؑ تھے اور ان کے تین لڑکے تھے۔ سام۔ حام اور یافث اور چار عورتیں تھیں تین تو ان تینوں کی بیویاں اور چوتھی یام کی بیوی۔ اور کہا گیا ہے کہ خود حضرت نوحؑ کی بیوی۔ لیکن اس میں نظر ہے ظاہر یہ ہے کہ حضرت نوحؑ کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہوئی۔ اس لئے کہ وہ اپنی قوم کے دین پر ہی تھی تو جس طرح لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی اسی طرح یہ بھی واللہ اعلم + + +

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرٖىهَا وَ
نوح نے کہا اس کشتی میں بیٹھ جاؤ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور

مُرْسٰىهَا ۚ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾
ٹھہرنا ہے، یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش اور بڑے رحم والا ہے

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ
وہ کشتی انہیں لے کر موجوں میں پہاڑ کی طرح جا رہی تھی

وَنَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ
نوح نے اپنے لڑکے کو جو ایک کنارے تھا پکار کر کہا

يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ
پیارے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْ اِلٰى
نہ رہ، اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی بڑے

جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ
پہاڑ کی طرف پناہ میں آ جاؤں گا جو مجھے پانی سے بچا لیگا، نوح

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ
نے کہا آج

مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ

اللہ کے امر سے بچانے والا کوئی نہیں صرف وہی بچیں گے جن پر خدا کا رحم ہوا،

بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝٤٣

درمیان موج حائل ہو گئی ، اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا

حضرت نوح جنھیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے ان سے فرمایا کہ آؤ اس میں سوار ہو جاؤ اس کا پانی پر چلنا اللہ کے نام کی برکت سے ہے اور اسی طرح اس کا آخری ٹھیراؤ بھی اسی پاک نام سے ہے۔ ایک قرأت میں مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا بھی ہے یہی اللہ کا آپ کو حکم تھا کہ جب تم اور تمہارے ساتھی ٹھیک طرح بیٹھ جاؤ تو کہنا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ اور یہ بھی دعا کرنا کہ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۝ اسی لئے مستحب ہے کہ تمام کاموں کے شروع میں بسم اللہ کر لی جائے خواہ کشتی پر سوار ہونا ہو۔ خواہ جانور پر سوار ہونا ہو۔ جیسے فرمان باری ہے کہ اسی خدا نے تمہارے لئے تمام جوڑے پیدا کئے ہیں اور کشتیاں اور چوپائے تمہاری سواری کے لئے پیدا کئے ہیں کہ تم ان کی پیٹھ پر سواری لیکر الخ حدیث میں بھی اس کی تائید اور رغبت آئی ہے سورہ زخرف میں اس کا پورا بیان ہوگا انشاء اللہ تعالی۔ طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت کے لئے ڈوبنے سے بچاؤ ان کے اس قول میں ہے کہ سوار ہوتے ہوئے کہہ لیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ پوری آیت بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اس دعا کے آخر میں خدا کا وصف غفور و رحیم اس لئے لائے کہ کافروں کی سزا کے مقابلہ میں مومنوں پر رحمت و شفقت کا اظہار ہو۔ جیسے فرمان ہے تیرا رب جلد سزا کرنے والا اور ساتھ ہی غفور و رحیم بھی ہے اور آیت میں ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِیْدُ الْعِقَابِ یعنی تیرا پروردگار لوگوں کے گناہوں کو بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں رحمت و انتقام کا بیان ملا جلا ہے + پانی روئے زمین پر پھر گیا ہے کسی اونچے سے اونچے پہاڑ کی بلند سے بلند چوٹی بھی دکھائی نہیں دیتی کہ پہاڑوں سے بھی پندرہ ہاتھ اور بقولے اسی میل اوپر کو ہو گیا ہے۔ باوجود اس کے کشتی نوح بحکم خدا برابر صحیح طور پر جا رہی ہے۔ خود خدا اس کا محافظ ہے اور وہ خاص اس کی عنایت و مہربانی ہے۔ جیسے فرمان ہے اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِیَةِ ۝ یعنی پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے آپ تمہیں کشتی میں چڑھا لیا کہ ہم اسے تمہارے لئے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھ لیں اور آیت میں ہے کہ ہم نے تمہیں اس تختوں والی کشتی پر سوار کرا کر اپنی حفاظت سے پار اتارا اور کافروں کو ان کے کفر کا انجام دکھا دیا اور اسے ایک نشان بنا دیا کیا اب بھی کوئی ہے جو عبرت حاصل کرے؟ اس وقت حضرت نوح نے اپنے صاحبزادے کو بلایا یہ آپ کے چوتھے لڑکے تھے اس کا نام یام تھا یہ کافر تھا اسے آپ نے کشتی میں سوار ہونے کے وقت ایمان کی اور اپنے ساتھ بیٹھ جانے کی ہدایت کی تاکہ ڈوبنے سے اور کافروں کے عذاب سے بچ جائے + مگر اس بدنصیب نے جواب دیا کہ نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں پہاڑ پر چڑھ کر طوفان باراں سے بچ جاؤنگا۔ ایک اسرائیلی روایت میں ہے کہ اس نے شیشے کی کشتی بنائی تھی واللہ اعلم + قرآن میں تو یہ ہے کہ اس نے یہ سمجھا کہ یہ طوفان پہاڑوں کی چوٹیوں تک نہیں پہنچنے کا میں جب جا پہنچوں گا تو یہ پانی میرا کیا بگاڑے گا؟ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ آج عذاب الہی سے کہیں پناہ نہیں وہی بچے گا جس پر خدا کا رحم ہو۔ یہاں عاصم بمعنی معصوم ہے جیسے طاعم مطعوم کے معنی میں اور کاسی مکسو کے معنی میں آیا ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی ہیں جو ایک موج آئی اور پسر نوح کو لے ڈوبی ++

وَقِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَیٰسَمَآءُ

فرما دیا گیا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل جا اور اے آسمان بس کر

اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ
تھم جا اسی وقت پانی سکھا دیا گیا اور کام پورا کر دیا گیا
وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا
اور کشتی جودی نامی پہاڑ پر جا لگی اور فرما دیا گیا کہ ناانصافی
لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾
کرنے والے لوگوں پر لعنت نازل ہو جیو۔

روئے زمین کے سب لوگ اس طوفان میں جو درحقیقت غضب الٰہی اور مظلوم پیغمبر کی بددعا کا عذاب تھا غرق ہو گئے، اسوقت اللہ تعالیٰ عزوجل نے زمین کو اس پانی کے نگل لینے کا حکم دیا جو اسکا اگلا ہوا اور آسمان کا برسایا ہوا تھا ساتھ ہی آسمان کو بھی پانی برسانے سے رک جانے کا حکم ہوا پانی گھٹنے لگا اور کام پورا ہو گیا یعنی تمام کافر نابود ہو گئے صرف کشتی والے مومن ہی بچے۔ کشتی بحکم خدا جودی پر رکی۔ مجاہد کہتے ہیں یہ جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے۔ سب پہاڑ ڈبو دیئے گئے تھے اور یہ پہاڑ بوجہ اپنی عاجزی اور تواضع کے غرق ہونے سے بچ رہا تھا یہیں کشتی نوح لنگر انداز ہوئی حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں مہینے بھر تک یہیں لگی رہی اور سب اتر گئے۔ اور کشتی لوگوں کی عبرت کے لئے یہیں ثابت و سالم رکھی رہی یہاں تک کہ اس امت کے اول لوگوں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ حالانکہ اس کے بعد کی بہترین اور مضبوط سینکڑوں کشتیاں بنیں بگڑیں بلکہ راکھ اور خاک ہو گئیں۔ ضحاک فرماتے ہیں جودی نام کا پہاڑ موصل میں ہے۔ بعض کہتے ہیں طور پہاڑ کو ہی جودی بھی کہتے ہیں۔ زربن حبیش کو ابواب کندہ سے داخل ہو کر دائیں طرف کے زاویے میں نماز بکثرت پڑھتے ہوئے دیکھ کر ثوبہ بن سالم نے پوچھا کہ آپ جو جمعہ کے دن برابر یہاں اکثر نماز پڑھا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کشتی نوح یہیں لگی تھی۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بال بچوں سمیت کل اسی آدمی تھے۔ ایک سو پچاس دن تک وہ سب کشتی میں ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کا منہ مکہ شریف کی طرف کر دیا۔ یہاں وہ چالیس دن تک بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ نے جودی کی طرف روانہ کر دیا وہاں وہ ٹھہر گئی حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا کہ وہ خشکی کی خبر لائے وہ ایک مردار کے کھانے میں لگ گیا اور دیر لگا دی آپ نے ایک کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ اور پنجوں میں مٹی لیکر واپس آیا اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ پانی سوکھ گیا ہے اور زمین ظاہر ہو گئی ہے۔ پس آپ جودی کے نیچے اترے اور وہیں ایک بستی کی بنا ڈال دی جسے ثمانین کہتے ہیں ایک دن صبح کو جب لوگ جاگے تو ہر ایک کی زبان بدلی ہوئی تھی۔ اسی زبانیں بولنے لگے جن میں سب سے اعلیٰ اور بہتر عربی زبان تھی۔ ایک کو دوسرے کا کلام سمجھنا محال ہو پڑا۔ نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب زبانیں معلوم کرا دیں آپ ان سب کے درمیان مترجم تھے ایک کا مطلب دوسرے کو سمجھا دیتے تھے حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ کشتی نوح مشرق مغرب کے درمیان چل پھر رہی تھی۔ پھر جودی پر ٹھہر گئی حضرت قتادہؒ وغیرہ فرماتے ہیں رجب کی دسویں تاریخ مسلمان اس میں سوار ہوئے تھے پانچ ماہ تک اسی میں رہے۔ انہیں لیکر کشتی جودی پر مہینے بھر تک ٹھہری رہی۔ آخر محرم کے عاشورے کے دن وہ سب اس میں سے اترے اسی قسم کی ایک مرفوع حدیث بھی ابن جریر میں ہے انہوں نے اس دن روزہ بھی رکھا واللہ اعلم۔ مسند احمد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند یہودیوں کو عاشورے کے دن روزہ رکھے ہوئے دیکھ کر ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تھا۔ اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا تھا۔ اور اسی دن کشتی نوح جودی پر لگی تھی۔ پس ان دونوں پیغمبروں نے شکر خدا کا روزہ اس دن رکھا تھا۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا پھر موسیٰ علیہ السلام کا سب سے زیادہ حق دار میں ہوں۔ اور اس دن کے روزے کا میں زیادہ مستحق ہوں پس آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے

جو آج روزے سے ہو وہ تو اپنا روزہ پورا کرے اور جو ناشتہ کر چکا ہو وہ بھی باقی دن کچھ نہ کھائے۔ یہ روایت اس سند سے تو غریب ہے لیکن اس کے بعض حصے کے شاہد صحیح حدیث میں بھی موجود ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ظالموں کو خسارہ اور ہلاکی رحمت خدا سے دوری ہوئی۔ وہ سب ہلاک ہوئے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ قوم نوح میں سے کسی پر بھی رحم کرنے والا ہوتا تو اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ حضرت نوح اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک ٹھہرے آپ نے ایک درخت بویا تھا۔ جو سو سال تک بڑھتا اور بڑا ہوتا رہا پھر اسے کاٹ کر تختے بنا کر کشتی بنانی شروع کی۔ کافر لوگ مذاق اڑاتے کہ یہ اس خشکی میں کشتی کیسے چلائیں گے۔ آپ جواب دیتے تھے کہ عنقریب اپنی آنکھوں دیکھ لو گے جب آپ بنا چکے اور پانی زمین سے ابلنے اور آسمان سے برسنے لگا اور گلیاں اور راستے پانی سے ڈوبنے لگے تو اس بچے کی ماں جسے اپنے اس بچے سے غایت درجے کی محبت تھی وہ اسے لیکر پہاڑ کی طرف چلی گئی اور جلدی جلدی اس پر چڑھنا شروع کیا تہائی حصے پر چڑھ گئی لیکن جب اس نے دیکھا کہ پانی وہاں بھی پہنچا تو اور اوپر کو چڑھی دو تہائی تک پہنچی جب وہاں بھی پانی پہنچا تو اس نے چوٹی پر جا کر دم لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچ گیا جب گردن گردن پانی چڑھ گیا تو اس نے اپنے بچے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اونچا اٹھا لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچا۔ اور ماں بچہ دونوں غرق ہو گئے پس اگر اس دن کوئی کافر بھی بچنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے کعب احبار اور مجاہد بن جبیر سے بھی اس بچے اور اس کی ماں کا یہی قصہ مروی ہے + + +

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ (۴۵) قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۖ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (۴۶) قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۖ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (۴۷)

نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا کہا کہ میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے۔ اللہ نے فرمایا اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے کے لوگوں میں نہیں ہے اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں تجھے ہرگز اس چیز کو نہ مانگنی چاہیے جس کا تجھے مطلقاً علم ہی نہ ہو میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے اپنا شمار کرانے سے باز رہے۔ نوح کہنے لگا میرے پالنہار میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ مانگوں جس کا مجھے علم ہی نہ ہو اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا تو میں خسارہ پانے والوں میں ہو جاؤں گا۔

یاد رہے کہ یہ دعا حضرت نوح علیہ السلام کی محض اس غرض سے تھی کہ آپ کو صحیح طور پر اپنے ڈوبے ہوئے لڑکے کا حال معلوم ہو جائے کہتے ہیں کہ پروردگار یہ بھی ظاہر ہے کہ میرا لڑکا میری اہل میں سے تھا۔ اور میری اہل کو بچانے کا تیرا وعدہ تھا اور یہ بھی ناممکن کہ تیرا وعدہ غلط ہو۔ پھر یہ میرا بچہ کفار کے ساتھ کیسے غرق کر دیا گیا؟ جواب ملا کہ تیری جس اہل کو نجات دینے کا میرا وعدہ تھا ان میں تیرا یہ بچہ داخل نہ تھا میرا یہ وعدہ ایمانداروں کی نجات کا تھا میں کہہ چکا تھا کہ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ یعنی تیری اہل کو بھی تو کشتی میں چڑھا لے مگر جس پر میری بات بڑھ چکی ہے۔ یہ بوجہ اپنے کفر کے انہی میں سے تھا جو میرے سابق علم میں کفر والے اور ڈوبنے والے مقرر ہو چکے تھے ف یہ بھی یاد رہے کہ جن لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دراصل حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا تھا ہی نہیں کیونکہ آپ کے بطن سے نہ تھا بلکہ بدکاری سے تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ آپ کی بیوی کا اگلے گھر کا لڑکا تھا یہ دونوں قول غلط ہیں بہت سے بزرگوں نے صاف

لفظوں میں اسے غلط کہا ہے بلکہ ابن عباسؓ اور بہت سے سلف
سے منقول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زناکاری نہیں کی پس
یہاں اس فرمان سے کہ وہ تیری اہل میں نہیں یہی مطلب ہے کہ
تیری جس اہل کی نجات کا میرا وعدہ ہے یہ ان میں سے نہیں۔
یہی بات سچ ہے اور یہی قول اصلی ہے اس کے سوا اور طرف
جانا محض غلطی ہے اور ظاہر خطا ہے۔ اللہ کی غیرت اس بات
کو قبول ہی نہیں کرسکتی کہ اپنے کسی نبی کے گھر میں زانیہ عورت
دے۔ خیال فرمائیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جنہوں
نے بہتان بازی کی تھی ان پر خدائے تعالیٰ کس قدر غضبناک
ہوا! اس لڑکے کے اہل میں سے نکل جانے کی وجہ خود قرآن
نے بیان فرمادی ہے کہ اس کے عمل نیک نہ تھے عکرمہ فرماتے
ہیں ایک قرأت اِنَّهٗ عَمِلَ عَمَلًا غَيْرَ صَالِحٍ ہے مسند کی حدیث
میں حضرت اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ پڑھتے سنا ہے اور یَا
عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ الخ پڑھتے سنا ہے
حضرت ابن عباسؓ سے سوال ہوا کہ فَخَانَتٰهُمَا کا کیا مطلب ہے؟
آپ نے فرمایا اس سے مراد زنا نہیں بلکہ حضرت نوحؑ کی بیوی
کی خیانت تو یہ تھی کہ لوگوں سے کہتی تھی یہ مجنون ہے۔ اور حضرت
لوطؑ کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ جو مہمان آپ کے ہاں آتے اپنی
قوم کو خبر کردیتی پھر آپ نے آیت اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ پڑھی حضرت
سعید بن جبیرؒ سے جب حضرت نوحؑ کے لڑکے کے بارے میں
سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ خدا سچا ہے اس نے اسے حضرت
نوحؑ کا لڑکا فرمادیا ہے پس وہ یقیناً حضرت نوحؑ کا ثابت النسب
لڑکا ہی تھا دیکھو خدا فرماتا ہے وَنَادٰی نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ اور یہ بھی یاد رہے
کہ بعض علماء کا قول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زناکاری نہیں
کی۔ ایسا ہی حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے۔ اور یہی ابن جریر کا
پسندیدہ ہے۔ اور فی الواقع ٹھیک اور صحیح بات بھی یہی ہے

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ
فرمادیا گیا اے نوحؑ ہماری طرف کی سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر

عَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ
تجھ پر اور ساتھ کی بہت سی جماعتوں پر اور بہت سی وہ امتیں ہوں گی جنہیں ہم

يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ۴۸
پھر ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا

کشتی ٹھہری اور خدا کا سلام آپ پر اور آپ کے تمام مومن ساتھیوں
پر اور ان کی اولادوں میں سے قیامت تک جو ایمان دار آنے والے ہیں
سب پر نازل ہوا۔ ساتھ ہی کافروں کے دنیوی فائدے سے
مستفید ہونے اور پھر عذابوں میں گرفتار ہونے کا بھی اعلان
ہوا پس یہ آیت قیامت تک کے مومنوں کی سلامتی اور برکت
پر اور کافروں کی سزا پر ہے۔ امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ
جب جناب باری جل شانہ نے طوفان بند کرنے کا ارادہ
فرمالیا تو روئے زمین پر ایک ہوا بھیجدی جس نے پانی کو ساکن
کردیا اور اس کا ابلنا بند ہوگیا ساتھ ہی آسمان کے دروازے
بھی جو اب تک پانی برسا رہے تھے بند کردیئے گئے۔ زمین کو
پانی کے جذب کرلینے کا حکم ہوگیا اسی وقت پانی کم ہونا شروع
ہوگیا۔ اور بقول اہل توراۃ کے ساتویں مہینے کی سترھویں تاریخ کشتی
نوحؑ جودی پر لگی۔ دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں
کھل گئیں۔ اس کے چالیس دن کے بعد کشتی کے روزن پانی کے
اوپر دکھائی دینے لگے پھر آپ نے کوے کو پانی کی تحقیق کرنے
بھیجا لیکن وہ پلٹ کر نہ آیا۔ آپ نے کبوتر کو بھیجا جو واپس آیا
اپنے پاؤں رکھنے کو اسے جگہ نہ ملی آپ نے اپنے ہاتھ پر لیکر اسے
اندر لے لیا پھر سات دن کے بعد اسے دوبارہ بھیجا شام کو وہ
واپس آیا اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ لئے ہوئے تھا اس سے اللہ
کے نبی نے معلوم کرلیا کہ پانی زمین سے کچھ ہی اونچا رہ گیا ہے
پھر سات دن کے بعد بھیجا اب کی مرتبہ وہ نہ لوٹا تو آپ نے سمجھ لیا کہ
زمین بالکل خشک ہوچکی الغرض پورے ایک سال کے بعد
حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کا سرپوش اٹھایا اور آواز آئی
کہ اے نوحؑ ہماری نازل کردہ سلامتی کے ساتھ اب اترو۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا
یہ خبریں غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کی وحی ہم تیری طرف کرتے ہیں ، نہ
كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ڛ
اس سے پہلے نہ تو تو جانتا تھا نہ تیری قوم
فَاصْبِرْ ڜ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٩﴾ ع ۴
پس تو صبر کرتا رہ ، یقین مان کہ انجام کار پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے

قصہ نوحؑ اور اسی قسم کے گذشتہ واقعات وہ ہیں جو تیرے سامنے نہیں ہوئے لیکن بذریعہ وحی کے ہم تجھے ان کی خبر کر رہے ہیں اور تو لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت اس طرح کھول رہا ہے کہ گویا ان کے ہونیکے وقت تو وہیں موجود تھا۔ اس سے پہلے نہ تو تجھے ہی ان کی کوئی خبر تھی نہ تیری قوم میں سے کوئی اور ان کا علم رکھتا تھا۔ کہ کسی کو بھی گمان ہو کہ شاید تو نے اس سے سیکھ لئے ہوں لیں صاف بات ہے کہ یہ وحی خدا سے تجھے معلوم ہوئے اور ٹھیک اسی طرح جس طرح اگلی کتابوں میں موجود ہیں۔ پس اب تجھے ان کے ستانے جھٹلانے پر صبر و سہار کرنی چاہیئے ہم تیری مدد پر ہیں تجھے اور تیرے تابعداروں کو ان پر غلبہ دیں گے انجام کے لحاظ سے تم ہی غالب رہو گے یہی طریقہ اور پیغمبروں کا بھی رہا۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ
عادیوں کی طرف ان کے بھائی ہود کو ہم نے بھیجا اس نے کہا میری قوم والو
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط
اللہ ہی کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں
اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ يٰقَوْمِ لَآ
تم تو صرف بہتان بازی کر رہے ہو ، میرے قوم! میں تم
اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا
سے اس کی کوئی اجرت نہیں چاہتا ، میرا اجر اسی کے ذمے ہے جس
عَلَي الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٥١﴾
نے مجھے پیدا کیا ہے ، تو کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے
وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ
اے میری قوم کے لوگو تم اپنے پالنے والے سے اپنی تقصیروں کی معافی طلب
يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ
تاکہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت
قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٥٢﴾
پر اور طاقت قوت بڑھا دے تم بدستور گنہگار ہو کر روگردانی نہ کرو

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا انہوں نے قوم کو خدا کی توحید کی دعوت دی اور اس کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ سے روکا اور بتلایا کہ جن کو تم پوجتے ہو ان کی پوجا خود تم نے گھڑ لی ہے۔ بلکہ ان کے نام اور وجود تمہارے خیالی ڈھکوسلے ہیں + ان سے کہا کہ میں اپنی اس نصیحت کا کوئی بدلہ اور معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ثواب میرا رب مجھے دے گا جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تم یہ موٹی سی بات بھی عقل میں نہیں لاتے۔ کہ دنیا آخرت کی بھلائی کی تمہیں راہ دکھانیوالا تم سے کوئی اجرت طلب کرنے والا نہیں۔ تم استغفار میں لگ جاؤ گذشتہ گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔ اور توبہ کرو آئندہ کے لئے گناہوں سے رک جاؤ۔ یہ دونوں باتیں جس میں ہو اللہ تعالیٰ اس کی روزی اس پر آسان کرتا ہے۔ اس کا کام اس پر سہل کرتا ہے۔ اس کی شان کی حفاظت کرتا ہے۔ سنو ایسا کرنے سے تم پر بارشیں برابر اور زیادہ برسیں گی اور تمہاری قوت طاقت میں دن دونی رات چوگنی برکتیں ہوں گی۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے نجات دیتا ہے ہر تنگی سے کشادگی عطا فرماتا ہے اور روزی تو ایسی جگہ سے پہنچاتا ہے جو خود اس کے بھی خواب خیال میں بھی نہ ہو : + +

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ
وہ بولے اے ہود تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور
اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٣﴾
اپنے معبودوں کو تیرے کہنے سے چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے کے ہیں
اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا
ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تو ہمارے کسی معبود کے برے جھپٹے میں آگیا ہے

سُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا

ہے — اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی

اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٥٤﴾ مِنْ دُوْنِهٖ

کہ میں تو خدا کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک خدا بنا رہے ہو

فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿٥٥﴾

اچھا تم سب ملکر میرے حق میں بدی کرلو اور مجھے بالکل ہی مہلت بھی نہ دو

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا

میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے

مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ

جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ

یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر

مُّسْتَقِیْمٍ ﴿٥٦﴾

ہے

قوم ہود نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت سن کر جواب دیا کہ آپ جس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں اس کی کوئی دلیل وحجت تو ہمارے پاس آپ لائے نہیں۔ اور یہ ہم کرنے سے رہے کہ آپ ہمیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دو اور ہم چھوڑ دیں نہ ہم آپ کو سچا ماننے والے ہیں نہ آپ پر ایمان لانے والے + بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ چونکہ تو ہمیں ہمارے ان معبودوں کی عبادت سے روک رہا ہے اور انہیں عیب لگاتا ہے اسلئے جھنجھلا کر ان میں سے کسی کی مار تجھ پر پڑی ہے۔ تیری عقل ہٹ گئی ہے یہ سنکر اللہ کے نبی نے فرمایا اگر یہی ہے تو سنو میں نہ صرف تمہیں ہی بلکہ خدا کو بھی گواہ کر کے اعلان کرتا ہوں کہ میں خدا کے سوا جس جس کی عبادت ہو رہی ہے سب سے بری اور بیزار ہوں۔ اب تم ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی بلا لو اور اپنے ان سب جھوٹے معبودوں کو بھی ملا لو۔ اور تم سے جو ہو سکے مجھے نقصان پہنچا دو۔ مجھے کوئی مہلت نہ لینے دو نہ مجھ پر کوئی ترس کھاؤ۔ جو نقصان تمہارے بس میں ہو مجھے پہنچانے میں کمی نہ کرو + میرا توکل ذات خدا پر ہے وہ میرا اور تمہارا سب کا مالک ہے۔ ناممکن کہ اس کی منشا بغیر میرا بگاڑ کوئی بھی کر سکے۔ دنیا بھر کے جاندار اس کے قبضے میں اور اس کی ملکیت میں ہیں۔ کوئی نہیں جو اس کے حکم سے باہر اس کی بادشاہی سے الگ ہو۔ وہ ظالم نہیں جو تمہارے منصوبے پورے ہونے دے وہ صحیح راستے پر ہے۔ بندوں کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ مومن پر وہ اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جو مہربانی ماں باپ کو اولاد پر ہوتی ہے۔ وہ کریم ہے اسکے کرم کی کوئی حد نہیں اسی وجہ سے بعض لوگ بہک جاتے ہیں اور غافل ہو جاتے ہیں۔ حضرت ھود علیہ السلام کے اس فرمان پر دوبارہ غور کیجئے کہ آپ نے عادیوں کے لئے اس قول میں توحید خدا کی بہت سی دلیلیں بیان کر دیں۔ بتلا دیا کہ جب خدا کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا جب اس کے سوا کسی چیز پر کسی کا قبضہ نہیں تو پھر وہی ایک مستحق عبادت ٹھہرا اور جن کی عبادت تم اس کے سوا کر رہے ہو وہ سب باطل ٹھہرے۔ اللہ ان سے پاک ہے۔ ملک تصرف قبضہ اختیار اسی کا ہے۔ سب اسی کی ماتحتی میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں + + + +

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ

پس اگر تم روگردانی کرو تو کرو میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا چکا جو

بِهٖٓ اِلَیْكُمْ ؕ وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا

دیکر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا میرا رب تمہارے قائم مقام اور لوگوں

غَیْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ

کو کر دیگا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے یقیناً

رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿٥٧﴾ وَلَمَّا جَآءَ

میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے جب ہمارا حکم

اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

آ پہنچا ہم نے ہود کو اور اس کے مسلمان ساتھیوں کو

مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ

اپنی خاص رحمت سے نجات عطا فرمائی ۔ اور ہم نے ان سب کو سخت

عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا

عذاب سے بال بال بچا لیا۔ یہ تھے عادی جنہوں نے اپنے رب کی

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا

کا انکار کر دیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ایک

اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٥٩﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ

سرکش مخالف حق کی تابعداری کی ۔ دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت

الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ

لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی ۔ دیکھ لو

عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿٦٠﴾ ع ۵

قوم عاد نے اپنے رب سے کفر کیا ۔ ہود کی قوم کے عادیوں پر لعنت ہو ۔

حضرت ہود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا کام تو میں پورا کر چکا خدا کی رسالت تمہیں پہنچا چکا ۔ اب اگر تم منہ موڑ لو اور نہ مانو تو تمہارا وبال تم پر ہی ہے نہ کہ مجھ پر ۔ خدا میں قدرت ہے کہ وہ تمہاری جگہ انہیں دے جو اسکی توحید کو مانیں اور صرف اسکی عبادت کریں ۔ اسے تمہاری کوئی پرواہ نہیں تمہارا کفر اسے کوئی نقصان نہیں دیگا ۔ بلکہ اسکا وبال تم پر ہی ہے میرا رب بندوں پر شاہد ہے انکے اقوال افعال اسکی نگاہ میں ہیں ۔ آخر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آگیا ۔ خیر و برکت سے خالی عذاب و سزا سے بھری ہوئی آندھیاں ان پر چلنے لگیں ۔ اس وقت حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی جماعت مسلمین خدا کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے نجات پا گئے ۔ سزاؤں سے بچ گئے سخت عذاب ان پر سے ہٹا لئے گئے ۔ یہ تھے عادی جنہوں نے خدا کے ساتھ کفر کیا خدا کے پیغمبروں کی مان کر نہ دی یہ یاد رہے کہ ایک نبی کا نافرمان کل نبیوں کا نافرمان ہے ۔ یہ انہی کی مانتے رہے جو ان میں ضدی اور سرکش تھے خدا کی اور اس کے مومن بندوں کی لعنت ان پر برس پڑی اس دنیا میں بھی انکا ذکر لعنت سے ہونے لگا اور قیامت کے دن بھی میدان محشر میں سب کے سامنے ان پر لعنت خدا ہوگی ۔ اور پکار دیا جائے گا کہ عادی خدا کے منکر ہیں ۔ حضرت سدی کا قول ہے کہ ان کے بعد جتنے نبی آئے ۔ سب ان پر لعنت ہی کرتے آئے ۔ ان کی زبانی خدا کی لعنتیں بھی ان پر ہوتی رہیں + + +

رکوع لازم

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ

ثمودیوں کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا ۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ

تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اسی نے

اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ

تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا

فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ

ہے پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو بیشک

رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿٦١﴾

میرا رب سب کے پاس ہی ہے اور سب کی دعاؤں کا قبول کرنیوالا

حضرت صالح علیہ السلام ثمودیوں کی طرف خدا کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے قوم کو آپ نے خدا کی عبادت کرنے کی اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے رکنے کی نصیحت کی ۔ بتلایا کہ انسان کی ابتدائی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مٹی سے شروع کی ہے تم سب کے باپ باوا آدم علیہ السلام اسی مٹی سے پیدا ہوئے تھے ۔ اسی نے اپنے فضل سے تمہیں زمین پر بسایا ہے کہ اس میں گذران کر رہے ہو ۔ تمہیں اللہ سے استغفار کرنا چاہیے ۔ اس کی طرف جھکے رہنا چاہیے ۔ وہ بہت ہی قریب ہے ۔ اور قبول فرمانے والا ہے + + +

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ

وہ کہنے لگے اے صالح اس سے پہلے تو ہم تجھ سے بہت کچھ امیدیں لگائے

هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا

ہوئے تھے کیا تو ہمیں ان کی عبادتوں سے روک رہا ہے جن کی عبادت ہمارے

وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿٦٢﴾

بڑے کرتے آئے ہمیں تو اس دین میں شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ

اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو! ذرا بتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف

مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ

سے کسی مضبوط دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنے پاس کی رحمت عطا کی

يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا

میں نے اس کی نافرمانی کر لی تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں میری مدد کرے

تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿٦٣﴾

تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو

حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم کے درمیان جو بات چیت ہوئی اس کا بیان ہو رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تو یہ بات زبان سے نکال اس سے پہلے تو ہماری بہت کچھ امیدیں تجھ سے وابستہ تھیں لیکن تو نے ان سب پر پانی پھیر دیا اور لگا ہمیں پرانی روش اور باپ دادوں کی چال سے اور پوجا پاٹ سے ہٹانے۔ ہمیں تو تیری اس نئی رہبری میں بڑا بھاری شک شبہ ہے + آپ نے فرمایا سنو میں اعلیٰ دلیل پر ہوں میرے پاس رب کی نشانی ہے۔ مجھے اپنی سچائی پر دلی اطمینان ہے۔ میرے پاس خدا کی رسالت کی رحمت ہے۔ اب اگر میں تمہیں اس کی دعوت نہ دوں اور خدا کی نافرمانی کروں اور اس کی عبادت کی طرف تمہیں نہ بلاؤں تو کون ہے جو میری مدد کر سکے؟ اور خدا کے عذابوں سے مجھے بچا سکے؟ (میرا ایمان ہے کہ مخلوق مجھے کام نہیں آسکتی تم میرے لئے محض بے سود ہو۔ سوائے میرے نقصان کے تم میرا اور کچھ بڑھا نہیں سکتے) + + +

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا

میری قوم والو! یہ اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے اب تم

تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا

اسے خدا کی زمین میں کھاتی ہوئی چھوڑ دو اور اسے کسی طرح کی ایذا نہ

بِسُوْۗءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾

پہنچاؤ ورنہ فوری عذاب تمہیں پکڑ لے گا

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ

پھر بھی ان لوگوں نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ کر اسے مار ڈالا اس پر صالح نے کہا

ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾

تین دن تک تو [illegible] یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے

فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ

پھر جب ہمارا فرمان آ پہنچا ہم نے صالح کو اور ان پر ایمان لانے والوں

اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ

کو اپنے فضل سے اس سے بھی بچا لیا اور اس دن کی

يَوْمِىِٕذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾

رسوائی سے بھی، یقیناً تیرا پروردگار ہی نہایت توانا اور غالب ہے

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

ظالموں کو بڑے زور کی کڑاکے کی آواز نے آ دبوچا

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾

پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ مردہ پڑے ہوئے رہ گئے

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟

ایسے کہ گویا وہ وہاں کبھی آباد ہی نہ تھے، آگاہ رہو کہ ثمودیوں نے

كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾

اپنے رب سے کفر کیا، سن لو ان ثمودیوں پر پھٹکار ہے

ان تمام آیتوں کی پوری تفسیر اور ثمودیوں کی ہلاکت کے اور اونٹنی کے مفصل واقعات سورۂ اعراف میں بیان ہو چکے ہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں + + +

وَلَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى

ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر پہنچے

قَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ

اور سلام کہا، انہوں نے بھی جواب سلام دیا اور بغیر کسی دیر کے

جَاۗءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ

گائے کے بچے کا بھنا ہوا گوشت لے آیا، اب جو دیکھا کہ ان کے تو ہاتھ

لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ

اسے نہیں لگ رہے تو ان سے اجنبیت پا کر دل ہی دل میں

مِنْهُمْ خِيفَةً ۚ قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا

ان میں سے خوف کرنے لگا۔ انھوں نے کہا ڈر نہیں ہم تو قوم لوط کی طرف

إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ (٧٠) وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ

بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ اس کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی

فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ

وہ ہنس دی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب

إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ (٧١) قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ

کی خوشخبری دی۔ وہ کہنے لگی آہ میرے ہاں بچہ اولاد

وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا ۖ إِنَّ

میں اب بوڑھی بڑھیا اور یہ ہیں میرے خاوند بھی بہت بڑی عمر کے یہ تو

هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ (٧٢) قَالُوا أَتَعْجَبِينَ

یقیناً بہت بڑے تعجب کی چیز ہے۔ فرشتوں نے کہا کیا تو قدرت خدا

مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۖ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ

سے تعجب کر رہی ہے تم پر اے اس گھر کے لوگو اللہ کی رحمت اور اس کی

أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ (٧٣)

برکتیں نازل ہوں بیشک خدا سزاوار حمد و ثنا اور بڑی بزرگیوں والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وہ فرشتے بطور مہمان بشکل انسان آتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کی خوشخبری اور حضرت ابراہیم کے ہاں فرزند ہونے کی بشارت لیکر خدا کی طرف سے آئے ہیں وہ آکر سلام کرتے ہیں۔ آپ ان کے جواب میں سلام کہتے ہیں۔ اس لفظ کو پیش سے کہنے سے علم بیان کے مطابق ثبوت و دوام پایا جاتا ہے سلام کے بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے سامنے مہمان داری پیش کرتے ہیں۔ بچھڑے کا گوشت جسے گرم پتھروں پر سینک لیا گیا تھا لاتے ہیں۔ جب دیکھا کہ نو وارد مہمانوں کے ہاتھ تو بڑھتے ہی نہیں اس وقت ان سے کچھ بدگمان سے ہو گئے۔ اور کچھ دل میں خوف کھانے لگے۔۔

حضرت سدیؒ فرماتے ہیں کہ ہلاکت قوم لوط کے لیے جو فرشتے بھیجے گئے وہ بصورت نوجوان انسان زمین پر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر پر اترے آپ نے انھیں دیکھکر بڑی تکریم کی جلدی جلدی اپنا بچھڑا لیکر اسے گرم پتھروں پر سینک کے لا حاضر کیا۔ اور خود بھی ان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہؑ کھلانے پلانے کے کام کاج میں لگ گئیں۔ ظاہر ہے کہ (فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔ وہ کھانے سے رکے اور کہنے لگے ابراہیم ہم جب تلک کسی کھانے کی قیمت نہ دیدیں کھایا نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا ہاں قیمت دیدیجئے انہوں نے پوچھا کیا قیمت ہے۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھکر کھانا شروع کرنا اور کھا لکر الحمد للہ کہنا یہی اس کی قیمت ہے اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے حضرت میکائیلؑ کی طرف دیکھا اور آپس میں کہا کہ فی الواقع یہ اس قابل ہیں کہ خدائے تعالی انھیں اپنا خلیل بنائے) اب بھی جو انہوں نے کھانا شروع نہ کیا تو آپ کے دل میں طرح طرح کے خیالات گذرنے لگے حضرت سارہؑ نے دیکھا کہ خود حضرت ابراہیم ان کے اکرام میں یعنی ان کے کھلانے کی خدمت میں ہیں تاہم وہ کھانا نہیں دکھاتے تو ان مہمانوں کی اس عجیب حالت پر انھیں بیساختہ ہنسی آگئی۔ حضرت ابراہیم کو خوف زدہ دیکھکر فرشتوں نے کہا آپ خوف نہ کیجئے۔ اب دہشت دور کرنے کے لئے اصلی واقعہ کھول دیا کہ ہم کوئی انسان نہیں فرشتے ہیں۔ قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ انھیں ہلاک کریں۔ حضرت سارہؑ کو قوم لوط کی ہلاکت کی خبر نے خوش کر دیا۔ اسی وقت انھیں ایک دوسری خوش خبری بھی ملی کہ اس ناامیدی کی عمر میں تمہارے ہاں بچہ ہوگا انھیں یہ بھی تعجب تھا کہ جس قوم پر عذاب خدا اتر رہا ہے وہ پوری غفلت میں ہے۔ الغرض فرشتوں نے آپ کو اسحاق نامی بچہ ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر اسحاق کے یہاں یعقوب کے ہونے کی بھی ساتھ ہی خوشخبری سنائی (اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی تو بشارت دی گئی تھی اور ساتھ ہی انکے ہاں بھی اولاد ہونے کی بشارت دی گئی تھی) یہ سنکر حضرت سارہ علیہا السلام نے عورتوں کی عادت کے مطابق اپنے تعجب ظاہر کیا کہ میاں بیوی دونوں کے اس عمر میں

ہوئے بڑھاپے میں اولاد کیسی؟ یہ تو سخت حیرت کی بات ہے + فرشتوں نے کہا کہ امر اللہ میں کیا حیرت؟ تم دونوں کو اس عمر میں ہی خدا بیٹا دے گا۔ گو تم سے آج تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اور تمہارے میاں کی عمر بھی ڈھل چکی ہے لیکن خدا کی قدرت میں کمی نہیں۔ وہ جو چاہے ہو کر رہتا ہے۔ اے نبی کے گھر والو تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں تمہیں اس کی قدرت میں تعجب نہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تعریفوں والا اور بزرگ ہے + + +

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرٰهِيمَ الرَّوْعُ

جب ابراہیم کا ڈر خوف جاتا رہا اور اسے بشارت بھی

وَجَاءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ﴿۷۴﴾

پہنچ چکی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں کہنے سننے لگے۔

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ﴿۷۵﴾

یقیناً ابراہیم بہت تحمل والا نرم دل اور خدا کی جانب جھکنے والا تھا۔

يٰإِبْرٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ

اے ابراہیم اس خیال کو چھوڑ دو۔ تیرے رب کا حکم

أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿۷۶﴾

آپہنچا ہے۔ ان پر نہ لوٹایا جانے والا عذاب ضرور آنے والا ہے۔

مہمانوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کے دل میں جو دہشت سمائی تھی۔ ان کا حال کھل جانے پر وہ دور ہو گئی۔ پھر آپ نے اپنے ہاں لڑکا ہونے کی خوشخبری بھی سن لی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتے قوم لوط کی ہلاکت کے لئے بھیجے گئے ہیں تو آپ فرمانے لگے کہ اگر کسی بستی میں تین سو مومن ہوں کیا پھر بھی وہ بستی ہلاک کی جائے گی؟ حضرت جبرئیل اور ان کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر پوچھا کہ اگر چالیس ہوں؟ جواب ملا پھر بھی نہیں۔ دریافت کیا اگر تیس ہوں؟ کہا گیا پھر بھی نہیں۔ یہاں تک کہ تعداد گھٹاتے گھٹاتے پانچ کی بابت پوچھا فرشتوں نے یہی جواب دیا پھر ایک مومن کی نسبت سوال کیا اور یہی جواب ملا تو آپ نے فرمایا پھر اس بستی کو حضرت لوط علیہ السلام کی موجودگی میں تم کیسے ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا ہمیں وہاں کی حضرت لوطؑ کی موجودگی کا علم ہے اسے اور اس کی اہل کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچا لیں گے۔ اب آپ کو اطمینان ہوا اور خاموش ہو گئے + حضرت ابراہیمؑ بردبار نرم دل اور رجوع رہنے والے تھے۔ اس آیت کی تفسیر پہلے گذر چکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی بہترین صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ حضرت ابراہیم کی اس گفتگو اور سفارش کے جواب میں فرمان باری ہوا کہ اب آپ اس سے چشم پوشی کیجئے۔ قضائے خدا نافذ و جاری ہو گئی اب عذاب آئے گا اور وہ لوٹایا نہ جائے گا

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَ

جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کی

ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ

وجہ سے بہت غمگین ہو گیا اور دل ہی دل میں کڑھنے لگا اور کہنے لگا

عَصِيبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ

بڑی مصیبت کا دن ہے اس کی قوم دوڑتی ہوئی اس کے پاس

إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ

آپہنچی وہ تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں مبتلا

السَّيِّاٰتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي

تھی۔ لوط نے کہا اے قوم کے لوگو یہ ہیں میری بیٹیاں

هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ

جو تمہارے لئے بہت ہی پاکیزہ ہیں اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے

فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ

مہمانوں میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی

رَّشِيدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي

نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ ہمیں تو تیری لڑکیوں

بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ﴿۷۹﴾

کی کوئی حاجت ہی نہیں، تو ہماری اصلی چاہت سے بخوبی واقف ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ فرشتے اپنا بھید بتا کر وہاں سے

چلدئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ان کی زمین میں یا ان کے مکان میں پہنچے۔ اَمرد خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے۔ تاکہ قوم لوط کی پوری آزمائش ہو جائے حضرت لوط ان مہمانوں کو دیکھ کر قوم کی حالت سامنے رکھ کر سٹ پٹا گئے دل ہی دل میں پیچ تاب کھانے لگے کہ اگر انھیں مہمان بناتا ہوں تو ممکن ہے خبر پاکر لوگ چڑھ دوڑیں اور اگر مہمان نہیں رکھتا تو یہ انہی کے ہاتھ پڑ جائیں گے۔ زبان سے بھی نکل گیا کہ آج کا دن بڑا ہیبت ناک دن ہے۔ قوم والے اپنی شرارت سے باز نہیں آئیں گے۔ مجھ میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں کیا ہوگا؛ قتادہؒ فرماتے ہیں حضرت لوطؑ اپنی زمین میں تھے کہ یہ فرشتے بصورت انسان آئے اور ان کے مہمان بنے۔ شرماشرمی انکار تو کر نہ سکے اور انھیں لے کر گھر چلے۔ راستہ میں صرف اس نیت سے کہ یہ اب بھی واپس چلے جائیں ان سے کہا کہ واللہ یہاں کے لوگوں سے زیادہ برے اور خبیث لوگ اور کہیں کے نہیں ہیں۔ کچھ دور جاکر پھر یہی کہا غرض گھر پہنچنے تک چار بار یہی کہا۔ فرشتوں کو خدا کا حکم بھی یہی تھا کہ جب تک ان کا نبی ان کی برائی نہ بیان کرے انھیں ہلاک نہ کرنا۔ سدی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے چل کر دوپہر کو یہ فرشتے نہر سدوم پہنچے وہاں حضرت لوط کی صاحبزادی جو پانی لینے گئی تھیں مل گئیں۔ ان سے انہوں نے پوچھا کہ یہاں ہم کہیں ٹھہر سکتے ہیں۔ اس نے کہا آپ یہیں رکئے میں واپس آکر جواب دوں گی انھیں ڈر لگا کہ اگر قوم والوں کے ہاتھ یہ لگ گئے تو ان کی بڑی بے عزتی ہوگی۔ یہاں آکر والد صاحب سے ذکر کیا کہ شہر کے دروازے پر چند پردیسی نوعمر لوگ ہیں جن جیسے میں نے تو آج تک نہیں دیکھے۔ جاؤ اور انھیں ٹھہراؤ ورنہ قوم والے انھیں ستائیں گے۔ اس بستی کے لوگوں نے حضرت لوطؑ سے کہہ رکھا تھا کہ دیکھو کسی باہر والے کو تم اپنے ہاں ٹھہرایا نہ کرو ہم آپ سب کچھ کرلیا کریں گے۔ آپ نے جب یہ حالت سنی تو جاکر چپکے سے انھیں اپنے گھر لے آئے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ مگر آپ کی بیوی جو قوم سے ملی ہوئی تھی اسی کے ذریعہ بات پھوٹ نکلی ✦ اب کیا تھا دوڑے بھاگے آگئے جیسے دیکھو خوشیاں مناتا جلدی جلدی لپکتا چلا آتا ہے ان کی تو یہ خصلت ہو گئی تھی اس سیاہ کاری کو تو گویا انھوں نے عادت بنالی تھی اس وقت اللہ کے نبی انھیں نصیحت کرنے لگے کہ تم اس بدخصلت کو چھوڑو۔ اپنی خواہشیں عورتوں سے پوری کرو بَنَاتِی یعنی میری لڑکیاں۔ اس لئے فرمایا کہ ہر نبی اپنی امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے کہ اس وقت انھوں نے کہا تھا کہ ہم تو پہلے ہی آپ کو منع کرچکے تھے کہ کسی کو اپنے ہاں نہ ٹھہرایا کرو۔ حضرت لوطؑ نے انھیں سمجھایا اور دنیا آخرت کی بھلائی انھیں سمجھائی اور کہا کہ عورتیں ہی اس بات کے لئے موزوں ہیں ان سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کرنا ہی پاک کام ہے (حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ سمجھا جائے کہ آپ نے اپنی لڑکیوں کی نسبت یہ فرمایا تھا نہیں بلکہ نبی اپنی پوری امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قتادہؒ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ امام ابن جریج فرماتے ہیں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ حضرت لوطؑ نے عورتوں سے بے نکاح ملاپ کرنے کو فرمایا ہو۔ نہیں مطلب آپ کا ان سے نکاح کرلینے کے حکم کا تھا) فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو میرا کہا مانو۔ عورتوں کی طرف رغبت کرو۔ ان سے نکاح کرکے حاجت روائی کرو۔ مردوں کی طرف اس رغبت سے نہ آؤ۔ اور خصوصاً یہ تو میرے مہمان ہیں۔ میری عزت کا خیال کرو کیا تم میں ایک بھی سمجھدار نیک راہ یافتہ بھلا آدمی نہیں؛ اس کے جواب میں ان سرکشوں نے کہا کہ ہمیں عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہیں یہاں بھی بَنَاتِکَ یعنی تیری لڑکیاں کے لفظ سے مراد قوم کی عورتیں ہیں۔ اور تجھے معلوم ہے کہ ہمارا ارادہ کیا ہے؛ یعنی ہمارا ارادہ ان لڑکوں سے ملنے کا ہے۔ پھر جھگڑا اور نصیحت بے سود ہے ✦ ✦ ✦ ✦

قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ

لوطؑ نے کہا کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط

شَدِيدٍ ﴿٨٠﴾ قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ

آسرے کی پناہ میں ہوتا۔ اب فرشتوں نے کہا اے لوط ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں

لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ

ناممکن ہے کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں پس تو اپنے گھر والوں کو لے کر

بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ

کچھ رات رہے نکل کھڑا ہو تم میں سے کسی کو مڑ کر بھی

أَحَدٌ إِلَّا امْرَأَتَكَ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا

دیکھنا نہ چاہیے بجز تیری بیوی کے کہ اسے بھی وہی پہنچنے والا ہے جو

أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ

ان سب کو پہنچے گا، یقیناً ان کے وعدے کا وقت صبح کا ہے۔

أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ﴿٨١﴾

کیا صبح بالکل نزدیک ہی نہیں؟

حضرت لوط علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میری نصیحت ان پر اثر نہیں کرتی تو انہیں دھمکایا کہ اگر مجھ میں قوت طاقت ہوتی یا میرا کنبہ قبیلہ زوردار ہوتا تو میں تمہیں تمہاری اس شرارت کا مزہ چکھا دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا! ہم اللہ کی رحمت ہو حضرت لوط علیہ السلام پر کہ وہ زوردار اور قوم کی پناہ لینا چاہتے تھے مراد اس سے ذات اللہ تعالیٰ عزوجل ہے۔ آپ کے بعد پھر جو پیغمبر بھیجا گیا وہ اپنی قومی ثروت میں ہی بھیجا گیا۔ ان کی اس افسردگی اور کامل ملال اور سخت تنگ دلی کے وقت فرشتوں نے اپنے تئیں ظاہر کر دیا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہم تک یا آپ تک پہنچ ہی نہیں سکتے آپ رات کے آخری حصے میں اپنے اہل و عیال کو لے کر یہاں سے نکل جائیے خود ان سب کے پیچھے رہیے۔ اور سیدھے اپنی راہ چلے جائیے۔ قوم والوں کی آہ و بکا پر ان کے چیخنے چلانے پر تمہیں مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہیے پھر اس اثبات سے حضرت لوط کی بیوی کا استثنا کر لیا کہ وہ اس حکم کی پابندی نہ کر سکیگی۔ وہ عذاب کے وقت کی قوم کی ہائے وائے سن کر مڑ کر دیکھیگی اس لئے کہ خدائی قضا میں اس کا بھی ان کے ساتھ ہلاک ہونا لکھا ہو چکا ہے ایک قرأت میں إِلَّا امْرَأَتُكَ ہے یعنی جن لوگوں کو نیک پہنچی اور نہ دونوں جانب ہیں ان کا بیان ہے۔ آپ کی بیوی بھی یہاں سے نکلنے میں آپ کے ساتھ تھی لیکن عذاب کے نازل ہونے پر قوم کا شور شرابہ سن کر

نہ کر سکی۔ مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور زبان سے نکل گیا کہ ہائے میری قوم۔ اسی وقت آسمان سے ایک پتھر اس پر بھی آیا اور اس کا بھی ڈھیر ہو گیا۔ حضرت لوط کی مزید تشفی کے لئے فرشتوں نے اس خبیث قوم کی ہلاکت کے وقت کی نزدیکی بھی بیان کر دی کہ صبح ہوتے ہی یہ تباہ ہو جائیگی اور صبح اب بالکل قریب ہے۔ یہ بد باطن آپ کا گھر گھیرے ہوئے تھی اور ہر طرف سے لپکتے ہوئے آپہنچے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام دروازے پر کھڑے ہوئے ان لوطیوں کو روک رہے تھے جب کسی طرح وہ نہ ملنے اور حضرت لوط علیہ السلام آزردہ خاطر ہی ہو کر تنگ آگئے۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام گھر میں سے نکلے اور ان کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان لوگوں کے پاس آتے انہیں سمجھاتے کہ دیکھو عذاب خدا نہ خریدو مگر انھوں نے خلیل خدا کی بھی نہ مان کر دی۔ یہاں تک کہ عذابوں کی آنیکا قدرتی وقت آپہنچا۔ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ اس وقت اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ آج کی رات ہم آپ کے مہمان ہیں حضرت جبرئیل کو فرمان خدا ہو چکا تھا کہ جب تک حضرت لوط علیہ السلام تین مرتبہ ان کی بدچلنی کی شہادت نہ دے لیں ان پر عذاب نہ کیا جائے۔ آپ جب انہیں لیکر چلے تو چلتے ہی خبر دی کہ یہاں کے لوگ بڑے بد ہیں۔ یہ برائی ان میں گھسی ہوئی ہے۔ کچھ دور اور جانے کے بعد دوبارہ کہا کہ کیا تمہیں اس بستی کے لوگوں کی برائی کی خبر نہیں؟ میرے علم میں تو روئے زمین پر ان سے زیادہ برے لوگ نہیں۔ آہ میں تمہیں کہاں لیجاؤں؟ میری قوم تو تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ اس وقت حضرت جبرئیل نے فرشتوں سے کہا دیکھو دو مرتبہ یہ کہہ چکے۔ جب انہیں لے کر آپ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رنج و افسوس سے رو دیئے اور کہنے لگے میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ کس بدی میں مبتلا ہیں، روئے زمین پر کوئی بستی اس بستی سے بری نہیں۔ اس وقت حضرت

جبرئیل علیہ السلام نے پھر فرشتوں سے فرمایا دیکھو تین مرتبہ یہ اپنی قوم کی بدچلنی کی شہادت دے چکے یاد رکھنا۔ اب عذاب ثابت ہو چکا۔ گھر میں گئے اور یہاں سے آپ کی بڑھیا بیوی اونچی جگہ پر چڑھ کر کپڑا ہلانے لگی جسے دیکھتے ہی بستی کے بدکار دوڑ پڑے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں میں نے تو ان سے زیادہ خوبصورت اور ان سے زیادہ خوشبو والے لوگ کبھی دیکھے ہی نہیں۔ اب کیا تھا یہ خوشی خوشی منھیاں بند کئے دوڑتے بھاگتے حضرت لوطؑ کے گھر گئے۔ چوطرف سے آپ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپ نے انھیں قسمیں دیں نصیحتیں کیں فرمایا کہ عورتیں بہت ہیں لیکن وہ اپنی شرارت اور اپنے بد ارادے سے باز نہ آئے اسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کے عذاب کی اجازت چاہی خدا کی جانب سے اجازت مل گئی۔ آپ نے اصلی صورت کا پر کھول دیا۔ آپ کے دو پر ہیں جن پر موتیوں کا جڑاؤ ہے۔ آپ کے دانت صاف چمکتے ہوئے ہیں۔ آپ کی پیشانی اونچی اور بڑی ہے۔ مرجان کی طرح کے دانے ہیں جو لولو ہیں اور آپ کے پاؤں سبزی کی طرف ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ہم تو تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ تجھ تک پہنچ نہیں سکتے آپ اس دروازے سے نکل جائیے یہ کہہ کر ان کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے وہ اندھے ہو گئے راستوں تک نہیں پہچان سکتے تھے حضرت لوط علیہ السلام اپنی اہل کو لیکر راتوں رات چلدیئے یہی خدا کا حکم بھی تھا۔ محمد بن کعب قرظی و سدی وغیرہ کا بھی بیان ہے ٭

فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ

پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا ہم نے اس بستی کو زیر و زبر کر دیا اوپر کا حصہ اس پر کنکریلے پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے، نشان دار تھے تیرے رب کی طرف سے،

وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ﴿۸۳﴾

اور وہ ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے،

سورج کے نکلنے کے وقت عذاب خدا ان پر آ گیا۔ ان کی بستی سدوم نامی تہ و بالا ہو گئی۔ عذاب نے اوپر تلے سے ڈھانک لیا۔ آسمان سے پتھر کی مٹی کے ان پر برسنے لگے جو سخت اور وزنی اور بہت بڑے بڑے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے سجین سجیل دونوں ایک ہی ہیں۔ منضود سے مراد پے بہ پے تہ بہ تہ ایک کے بعد ایک کے ہیں ٭ ان پتھروں پر قدرتی طور سے ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے جس کے نام کا پتھر تھا اسی پر گرتا تھا وہ مثل طوق کے تھے جو سرخی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ان شہریوں پر بھی برسے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں گوٹھ میں تھے ان پر بھی وہیں گرے۔ ان میں سے جو جہاں تھا وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہوا کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انھیں سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور مویشیوں سمیت اونچا اٹھا لیا یہانتک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں آپ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر انھیں زمین پر الٹ دیا ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے۔ اکے دکے جو رہ گئے تھے ان کے بھیجے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیئے اور محض بے نام و نشان کر دیئے گئے۔ مذکور ہے کہ ان کی چار بستیاں تھیں ہر بستی میں ایک لاکھ آدمیوں کی آبادی تھی۔ ایک روایت میں ہے تین بستیاں تھیں۔ بڑی بستی کا نام سدوم تھا یہاں کبھی کبھی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آ کر وعظ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے یہ چیزیں کچھ ان سے دور نہ تھیں سنن کی حدیث میں ہے کسی کو اگر تم لواطت کرتا ہوا پاؤ تو اوپر والے نیچے والے دونوں کو قتل کر دو ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ

مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، اس نے کہا

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ وَ

اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم

لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ

ناپ تول میں بھی کمی نہ کرو میں تو تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا

بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۸۴

ہوں اور مجھے تم پر گھیر لانے والے دن کے عذاب کا خوف بھی ہے،

عرب کا ایک قبیلہ جو حجاز و شام کے درمیان معان کے قریب رہتا تھا ان کے شہروں کا نام اور ان کا نام مَدیَن تھا۔ ان کی جانب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے آپ ان میں شریف النسب اور اعلیٰ خاندان کے تھے اور انہی میں سے تھے اسی لئے اَخَاہُم کے لفظ سے بیان کیا یعنی ان کے بھائی۔ آپ نے بھی انبیاء کی عادت اور سنت اور اللہ تعالیٰ کے پہلے اور تاکیدی حکم کے مطابق اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرنے کا حکم دیا ساتھ ہی ناپ تول کی کمی سے روکا کہ کسی کا حق نہ مارو اور خدا کا یہ احسان یاد دلایا کہ اس نے تمہیں فارغ البال اور آسودہ حال کر رکھا ہے۔ اور اپنا ڈر ظاہر کیا کہ اپنی مشرکانہ روش اور ظالمانہ حرکت سے اگر باز نہ آؤ گے تو تمہاری یہ اچھی حالت بدحالی سے بدل جائے گی + + +

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ

اے میری قوم ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری

بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ

پوری کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۸۵

اور زمین میں فساد اور خرابی نہ مچاؤ

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ

اللہ تعالیٰ کا حلال کیا ہوا جو بچ رہے تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۸۶

میں تم پر کچھ نگہبان داروغہ نہیں ہوں

پہلے تو اپنی قوم کو ناپ تول کی کمی سے روکا۔ اب لین دین کے دونوں وقت علانیہ انصاف کے ساتھ پورے پورے ناپ تول کا حکم دیتے ہیں۔ اور زمین میں فساد اور تباہ کاری کرنے کو منع کرتے ہیں۔ ان میں رہزنی اور ڈاکے مارنے کی بد خصلت بھی تھی + لوگوں کے حق مار کر آپ نفع اٹھانے سے خدا کا دیا ہوا نفع بہت بہتر ہے۔ اللہ کی یہ وصیت تمہارے لئے خیریت لئے ہوئے ہے۔ عذاب سے جیسے ہلاکت ہوتی ہے اس کے مقابلے میں رحمت سے بقیت ہوتی ہے۔ ٹھیک تول کر پورا ناپ کر حلال سے جو نفع ملے اسی میں برکت ہوتی ہے۔ خبیث و طیب میں کیا مساوات؟ دیکھو میں تمہیں ہر وقت دیکھ نہیں رہا۔ تمہیں برائیوں کا ترک اور نیکیوں کا فعل اللہ ہی کے لئے کرنا چاہیے نہ کہ دنیا دکھاوے کے لئے + + + +

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ

انہوں نے جواب دیا کہ اے شعیب کیا تیری تلاوت تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ

نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ

ہم اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں

فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ

جو کچھ چاہیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں، تو تو بڑا ہی باوقار اور

الرَّشِيْدُ ۸۷

نیک چلن آدمی ہے،

حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں صلوٰۃ سے مراد یہاں قرأت ہے وہ لوگ ازراہ مذاق کہتے ہیں کہ واہ آپ اچھے رہے کہ آپ کو آپ کی قرأت نے حکم دیا کہ ہم باپ دادوں کی روش چھوڑ کر اپنے پرانے معبودوں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں۔ یہ اور بھی لطف ہے کہ ہم اپنے مال کے بھی مالک نہ رہیں کہ جس طرح جو چاہیں اس میں کریں دھریں۔ کسی کو ناپ تول میں کمی نہ دیں حضرت حسنؒ فرماتے ہیں واللہ واقعہ یہی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام

کی نماز کا حکم یہی تھا کہ آپ انہیں غیر اللہ کی عبادت اور مخلوق کے حقوق کے غصب سے روکیں۔ ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ان کے اس قول کا مطلب کہ جو ہم چاہیں اپنے مالوں میں کریں یہ ہے کہ زکوۃ کیوں دیں؟ نبی اللہ کو ان کا حلیم و رشید کہنا از راہ مذاق وحقارت تھا + + + + +

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ

کہا اے میری قوم دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ظاہر دلیل لئے

مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا

ہوئے ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بہترین روزی دے رکھی ہو

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ

میرا یہ ارادہ بالکل نہیں کہ تمہارا خلاف کر کے خود اس چیز کی طرف جھک

عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا

جاؤں جس سے تمہیں روکتا ہوں، میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے

اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ

کا ہی ہے، میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے،

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ٨٨

اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع ہوں،

آپ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ دیکھو میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل و حجت اور بصیرت پر قائم ہوں اور اسی کی طرف تمہیں بلا رہا ہوں۔ اس نے اپنی مہربانی سے مجھے بہترین روزی دے رکھی ہے یعنی نبوّت یا رزق حلال۔ یا دونوں۔ میری روش تم یہ نہ پاؤ گے کہ تمہیں تو بھلی بات کا حکم کروں اور خود تم سے چھپ کر اس کے برعکس کروں۔ میری مراد تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنی ہے۔ ہاں میرے ارادے کی کامیابی خدا کے ہاتھ ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ اور توکّل ہے۔ اور اسی کی جانب رجوع توجہ اور جھکنا ہے۔ مسند امام احمد میں ہے حکیم بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس کے بھائی مالک نے کہا کہ اے معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پڑوسیوں کو گرفتار کر رکھا ہے تم آپ کے پاس جاؤ۔ آپ سے تمہاری بات چیت بھی ہو چکی ہے اور تمہیں آپ پہچانتے بھی ہیں پس میں اس کے ساتھ چلا اس نے کہا کہ میرے پڑوسیوں کو آپ رہا کر دیجئے وہ مسلمان ہو چکے تھے آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ غضبناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا واللہ اگر آپ نے یہ کہا تو لوگ تو کہتے ہیں کہ تو ہمیں کسی امر کا حکم دیتا ہے اور تو آپ اس کا خلاف کرتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے ایسی بات زبان سے نکالی ہے؟ اگر میں ایسا کروں تو اس کا وبال مجھ پر ہی ہے۔ ان پر تو کوئی چیز نہیں جاؤ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو اور روایت میں ہے کہ اس کی قوم کے چند لوگ کسی شبہ میں گرفتار تھے۔ اس پر قوم کا ایک آدمی حاضر حضور ہوا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کسی چیز سے روکتے ہیں اور خود اسے کرتے ہیں۔ آپ نے سمجھا نہیں اس لئے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ حضرت بہز بن حکیم کے دادا کہتے ہیں میں نے بیچ میں بولنا شروع کر دیا کہ اچھا ہے آپ کے کان میں یہ الفاظ نہ پڑیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے منہ سے میری قوم کے لئے کوئی بد دعا نکل جائے کہ پھر انہیں فلاح نہ ملے لیکن رسول اللہ علیہ وسلم برابر اسی کوشش میں رہے یہاں تک کہ آپ نے اس کی بات سمجھ لی اور فرمانے لگے کیا انہوں نے ایسی بات زبان سے نکال دی! یا ان میں سے کوئی اس کا قائل ہے؟ واللہ اگر میں ایسا کروں تو اس کا بوجھ بار میرے ذمے ہے ان پر کچھ نہیں اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو اسی قبیل سے وہ حدیث بھی ہے جسے مسند احمد میں لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میری جانب سے کوئی ایسی حدیث سنو کہ تمہارے دل اس کا انکار کریں اور تمہارے بدن اور بال اس سے علیحدگی کریں اور تم سمجھ لو کہ وہ تم سے بہت دور ہے تو میں اس سے اس سے بھی زیادہ دور ہوں۔ اس کی اسناد صحیح ہے حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کیا آپ بالوں

میں بال بنانے کو منع کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے
کہا آپ کے گھر کی بعض عورتیں تو ایسا کرتی ہیں آپ نے فرمایا
اگر ایسا ہو تو میں نے خدا کے نیک بندے کی وصیت کی
حفاظت نہیں کی۔ میرا ارادہ نہیں کہ جس چیز سے تمہیں روکوں
اس کے برعکس خود آپ کروں حضرت ابو سلیمان ضبی کہتے
ہیں کہ ہمارے پاس امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی
اللہ عنہ کے رسالے آتے تھے جن میں حکم احکام اور ممانعت
لکھے ہوئے ہوتے تھے اور آخر میں یہ ہوا کرتا تھا کہ میں بھی
اس میں وہی ہوں جو خدا کے نیک بندے نے فرمایا کہ میری
توفیق اللہ ہی کے فضل سے ہے اسی پہ میرا توکل ہے اور
اسی کی طرف میں رجوع ہوتا ہوں ✦ ✦ ✦

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ
میری قوم کے لوگو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میری مخالفت میں آکر ان

يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ
عذابوں کے لیئے آمادہ ہو جاؤ جو قوم نوح اور

قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ
قوم ہود اور صالح کو پہنچے ہیں، اور قوم لوط تو

مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝۸۹ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ
تم سے کچھ دور نہیں۔ تم اپنے رب سے استغفار کرو

ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝۹۰
اور اس کی طرف جھک جاؤ یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت

فرماتے ہیں کہ میری عداوت اور بغض میں اگر تم اپنے کفر پر
اور اپنی گنہگاریوں پر جم نہ جاؤ ورنہ تمہیں وہ عذاب پہنچیگا
جو تم سے پہلے سے ایسے کاموں کے کرنے والوں کو پہنچا ہے
خصوصاً قوم لوط جو تم سے قریب زمانے میں ہی گذری ہے
اور قریب جگہ میں ہی تم اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانلو۔
آگے کے لئے گناہوں سے توبہ کر لو۔ ایسا کرنے والوں پر
میرا رب بہت ہی مہربان ہو جاتا ہے اور ان کو اپنا پیارا
بنا لیتا ہے۔ ابو لیلیٰ کندی کہتے ہیں کہ میں اپنے مالک کا جانور

تھامے کھڑا تھا لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو
گھیرے ہوئے تھے آپ نے اوپر سے سر بلند کیا اور یہی آیت
تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا میری قوم کے لوگو مجھے قتل نہ کرو
تم اس طرح تھے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی
انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھائیں ✦ ✦ ✦

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ
انہوں نے کہا شعیب تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں

وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا
اور ہم تو تجھے اپنے اندر بہت کمزوری کی حالت میں پاتے ہیں، اگر

رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا
تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تو تجھے سنگسار کر دیتے، ہم تو تجھے کوئی

بِعَزِيْزٍ ۝۹۱ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ
حیثیت والی ہستی نہیں گنتے، اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو کیا

عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ
خدا سے بھی زیادہ ذی عزت ہیں، کہ تم نے اسے پس پشت ڈال رکھا

ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۹۲
ہے، یقیناً میرا پروردگار جو کچھ تم کر رہے ہو سب کو گھیرے ہوئے ہے

قوم مدین نے کہا کہ اے شعیب آپ کی اکثر باتیں ہماری سمجھ
میں تو آتی نہیں۔ اور خود آپ بھی ہم میں بے انتہا کمزور ہیں۔
سعید وغیرہ کا قول ہے کہ آپ کی نگاہ کم تھی وہ تھے آپ بہت ہی
صاف گو یہاں تک کہ آپ کو خطیب الانبیاء کا لقب تھا۔
سدی کہتے ہیں اس وجہ سے کمزور کہا گیا ہے کہ آپ اکیلے ہی
تھے۔ مراد اس سے آپ کی حقارت تھی۔ اس لئے کہ آپ کے
کنبے والے بھی آپ کے دین پر نہ تھے کہتے ہیں کہ اگر تیری
برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تو پتھر مار مار کر تیرا قصہ ہی ختم کر دیتے
یا یہ کہ تجھے دل کھول کر برا کہتے۔ ہم میں تیری کوئی قدر و منزلت
رفعت و عزت نہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا بھائیو تم مجھے
میری قرابت داری کی وجہ سے چھوڑتے ہو خدا کی وجہ سے
نہیں چھوڑتے تو گویا تمہارے نزدیک قبیلے والے خدا سے

بھی بڑھکر ہیں۔ اللہ کے نبی کو برائی پہنچاتے ہوئے اللہ کا
خوف نہیں کرتے؟ افسوس تم نے کتاب اللہ کو پیٹھ پیچھے
ڈال دی اس کی کوئی عظمت و اطاعت تم میں نہ رہی۔
خیر اللہ تعالیٰ تمہارے حال احوال جانتا ہے وہ تمہیں پورا
بدلہ دے گا + + +

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ
اے قومی بھائیو! اب تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں
سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ
تمہیں عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ کس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو
يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَّارْتَقِبُوْٓا
اسے رسوا کرے، اور کون ہے جو جھوٹا ہے، تم انتظار کرو
اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا
میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ جب ہمارا عذاب آپہنچا ہم نے
نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
شعیبؑ کو اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں کو اپنی خاص
بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ
رحمت سے نجات بخشی، اور ظالموں کو آواز سخت کے
ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دِيَارِهِمْ
عذاب نے دھر دبوچا جس سے وہ اپنے گھروں میں ہی
جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۗ اَلَا
اندھے بل پڑے ہوئے مردے ہو گئے۔ گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ
بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا
مدین کیلئے بھی ویسی ہی دوری ہو جیسی
بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾
دوری ثمود کو ہوئی۔

جب اللہ کے نبی علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے
مایوس ہو گئے تو تھک کر فرمایا کہ اچھا تم اپنے طریقے پر چلے جاؤ
میں اپنے طریقے پر قائم ہوں۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائیگا
کہ رسوا کرنے والے عذاب کن پر نازل ہوتے ہیں؟ اور خدا

کے نزدیک جھوٹا کون ہے؟ تم منتظر رہو میں بھی انتظار میں
ہوں۔ آخر ش اُن پر بھی عذاب الٰہی آ تپڑے۔ اس وقت
نبی اللہ اور مومن بچا دیئے گئے ان پر رحمت خدا ہوئی اور
ظالموں کو تہس نہس کر دیا گیا۔ وہ جل بھجے بے حس و حرکت
رہ گئے۔ ایسے کہ گویا کبھی اپنے گھروں میں آباد ہی نہ تھے اور
اور جیسے کہ ان سے پہلے کے ثمودی لعنت خدا کے محل بنے
تھے ویسے ہی یہ بھی ہو گئے۔ ثمودی ان کے پڑوسی تھے اور
کفر میں اور بدامنی میں انہی جیسے تھے۔ اور تھیں بھی یہ دونوں
قومیں عرب کی + + +

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ
یقیناً ہم نے ہی موسیٰ کو اپنے نشانوں اور روشن دلیلوں کیساتھ
مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا
بھیجا تھا، فرعون اور اس کی جماعت کی طرف پھر بھی ان لوگوں نے
اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾
فرعون کے احکام کی پیروی کی، اور فرعون کا کوئی حکم ٹھیک اور درست
يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ
وہ تو قیامت کے دن اپنی قوم کا پیش رو ہوکر ان سبکو دوزخ میں جا کھڑا
النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾
کریگا، وہ بہت ہی برا گھاٹ ہے جس پر لا کھڑے کئے گئے
وَاُتْبِعُوْا فِىْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ
ان پر تو اس دنیا میں بھی لعنت چپکا دی گئی اور قیامت کے دن بھی
بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾
برا انعام ہے جو دیا گیا،

فرعون سردار قوم قبط اور اس کی جماعت کی طرف اللہ تعالیٰ
نے اپنے رسول حضرت موسیٰؑ کو اپنی آیتوں اور ظاہر باہر
دلیلوں کے ساتھ بھیجا لیکن انہوں نے فرعون کی اطاعت
نہ چھوڑی۔ اسی کی گمراہ روش پر اس کے پیچھے لگے رہے
جس طرح یہاں انہوں نے اس کی فرماں برداری ترک نہ
کی اور اسے اپنا سردار مانتے رہے اسی طرح قیامت کے

ربع

دن اسی کے پیچھے یہ ہوں گے اور وہ اپنی پیشوائی میں انھیں سب کو اپنے ساتھ ہی جہنم میں لے جائے گا اور خود دگنا عذاب برداشت کرے گا یہی حال مجرموں کی تابعداری کرنے والوں کا ہوتا ہے وہ کہیں گے بھی کہ خدایا انہی لوگوں نے ہمیں بہکایا، تو انھیں دونا عذاب کر۔ مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جاہلیت کے شاعروں کا جھنڈا امرؤ القیس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ انھیں لیکر جہنم کی طرف جائے گا۔ اس عذاب آگ پر یہ اور زیادتی ہے کہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ یہ لوگ ابدی لعنت میں پڑے۔ قیامت کے دن کی لعنت ملکر ان پر دو لعنتیں پڑ گئیں۔ یہ اور لوگوں کو جہنم کی دعوت دینے والے امام تھے اس لئے ان پر دوہری لعنت پڑی + + +

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ

بستیوں کی یہ بعض خبریں جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں

مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ

ان میں سے بعض تو موجود ہیں اور بعض بالکل نابود ہو گئیں ہم نے ان پر کوئی

وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ

بلکہ خود انھوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا انہیں ان کے معبودوں نے کوئی

عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِىْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

فائدہ نہ پہنچایا جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارا

شَىْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾

کرتے تھے جب کہ تیرے پروردگار کا حکم آ پہنچا بلکہ اور بھی ان کا نقصان ہی انہوں

نبیوں اور ان کی امتوں کے واقعات بیان فرما کر ارشاد باری ہوتا ہے کہ یہ اُن بستیوں والوں کے واقعات ہیں جنھیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ ان میں کی بعض بستیاں تو اب تک آباد ہیں اور بعض مٹ چکی ہیں۔ ہم نے انھیں ظلم سے ہلاک نہیں کیں۔ بلکہ خود انھوں نے ہی اپنے کفر و تکذیب کی وجہ سے اپنے اوپر اپنے ہاتھوں ہلاکت لے لی اور جن معبودان باطل کے سہارے انھیں تھے وہ بروقت انھیں کچھ کام نہ آسکے۔ بلکہ ان کی پوجا پاٹ نے انھیں اور غارت کر دیا۔ دونوں جہان کا وبال ان پر آپڑا + +

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى

تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جبکہ وہ بستیوں کے رہنے والے

وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾

ظالموں کو پکڑتا ہے، بیشک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے

جس طرح ان ظالموں کی ہلاکت ہوئی ان جیسا جو بھی ہوگا اسی نتیجے کو وہ بھی دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ المناک اور بہت سختی والی ہوتی ہے صحیحین کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو ڈھیل دیکر پھر پکڑنے کے وقت ناگہاں دبا لیتا ہے پھر مہلت نہیں ملتی پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی + + +

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ

یقیناً اسمیں ان لوگوں کیلئے نشان عبرت ہے جو قیامت کے عذاب سے

الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ

ڈرتے ہیں، وہ دن جس میں سب لوگ جمع کئے جائیں گے

وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا

اور وہ دن ہے جسمیں سب حاضر کئے جائینگے، اسے ہم جو دیر کرتے ہیں وہ

لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ

ایک معین مدت تک ہے، جسدن وہ آجائیگی مجال نہ ہوگی کہ خدا کی

نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِىٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾

کی اجازت بغیر کوئی بات بھی کرلے، سو ان میں کوئی تو بد بخت ہوگا اور کوئی نیک بخت،

کافروں کی ان ہلاکتوں اور مومنوں کی ان نجاتوں میں صاف دلیل ہے ہمارے ان وعدوں کی سچائی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کئے ہیں جسدن تمام اول آخر کے لوگ جمع کئے جائینگے، ایک بھی باقی نہ چھوٹے گا وہ بڑا بھاری دن ہے تمام فرشتے تمام رسول تمام مخلوق حاضر ہوگی حاکم حقیقی عادل کامل انصاف کریگا قیامت کے قائم ہونے کی دیر کی وجہ یہ ہے کہ رب یہ بات پہلے ہی مقرر کر چکا ہے کہ اتنی مدت تک دنیا بنی آدم سے آباد رہیگی، اتنی مدت خاموشی ہو گذریگی پھر فلاں وقت قیامت قائم ہوگی جسدن قیامت آجائے گی کوئی نہ ہوگا جو بلا اجازت خدا لب بھی کھول سکے۔ مگر رحمٰن جسے اجازت دے اور وہ بات

بھی ٹھیک بولے۔ تمام آوازیں خدائے رحمن کے سامنے پست ہوں گی صحیحین کی حدیث شفاعت میں ہے اس دن صرف رسول ہی بولیں گے۔ اور ان کا کلام بھی صرف یہی ہوگا کہ خدایا سلامت رکھ خدایا سلامتی دے۔ مجمع محشر میں بہت سے توبد ہوں گے۔ اور بہت سے نیک۔ اس آیت کے اترنے پر حضرت عمرؓ پوچھتے ہیں کہ پھر یا رسولؐ اللہ ہمارے اعمال اس بنا پر ہیں جس سے پہلے ہی فراغت کر لی گئی ہے یا کسی نئی بنا پر؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس حساب پر جو پہلے سے ختم ہو چکا ہے جو قلم چل چکا ہے لیکن ہر ایک کے لئے وہی آسان ہوگا جس کے لئے اس کی پیدائش کی گئی ہے (مسند ابو یعلی) + + +

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ

لیکن جو بد بخت ہوئے وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں انکی بار یک

وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ

آوازیں ہوں گی اور وہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں بقدر مدت بقائے

السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ

آسمان و زمین کے سوائے اس صورت کے جو خدا کا چاہا ہوا ہے

اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۳۷﴾

یقیناً تیرا رب کر گذرتا ہے جو کچھ چاہے

گدھے کے چیخنے میں جیسے زیر و بم ہوتا ہے ایسی ہی ان کی چیخیں ہوں گی۔ یہ یاد رہے کہ عرب کے محاوروں کے مطابق قرآن کریم نازل ہوا ہے وہ ہمیشگی کے محاورے کو اسی طرح بولا کرتے ہیں کہ یہ ہمیشگی والا ہے جب تک آسمان و زمین کو قیام ہے یہ بھی ان کے محاورے میں ہے کہ یہ باقی رہے گا جب تک دن رات کا چکر بندھا ہوا ہے۔ پس ان الفاظ سے ہمیشگی مراد ہے نہ کہ قید۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس زمین و آسمان کے بعد دار آخرت میں ان کے سوا اور آسمان و زمین ہوگا پس یہاں مراد جنس ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہر جنت کا آسمان و زمین ہے) اس کے بعد خدا کی منشاء کا ذکر ہے جیسے آیت اَلنَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ میں ہے اس استثناء کے بارے میں بہت سے قول ہیں جنہیں جوزی نے زاد المسیر میں نقل کیا ہے ابن جریر نے خالد بن معدان ضحاک قتادہ اور ابن سنان کے اس قول کو پسند فرمایا ہے کہ استثنا عائد ہے موحد گنہگاروں کی طرف۔ بعض سلف سے اس کی تفسیر میں بڑے ہی غریب اقوال وارد ہوئے ہیں۔ قتادہ فرماتے ہیں اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے + + +

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ

لیکن جو نیک بخت کئے گئے وہ جنت میں ہوں گے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

جہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین باقی رہے

اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

مگر جو چاہے تیرا پروردگار، بخشش ہے بے انتہا،

رسولوں کے تابعدار جنتوں میں رہیں گے جہاں سے کبھی نکلنا نہ ہوگا۔ زمین و آسمان کی بقا تک ان کی بھی جنت میں بقا ہوگی مگر جو خدا چاہے یعنی یہ بات بذاتہ واجب نہیں بلکہ خدا کی مشیت اور اس کے ارادے پر ہے بقول ضحاک و حسن یہ بھی موحد گنہگاروں کے حق میں ہے وہ کچھ مدت جہنم میں گذار کر اس کے بعد وہاں سے نکالے جائیں گے۔ یہ ہے عطیہ خداوندی جو ختم نہ ہوگا نہ گھٹے گا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ کہیں ذکر مشیت سے یہ کھٹکا نہ گذرے کہ ہمیشگی نہیں جیسے کہ دوزخیوں کے دوام کے بعد بھی اپنی مشیت اور ارادے کی طرف رجوع کیا سب اس کی حکمت و عدل ہے وہ ہر اس کام کو کر گذرتا ہے جس کا ارادہ کرے۔ صحیحین میں ہے موت کو چت کبرے بھیڑ کی صورت میں لایا جائے گا۔ اور اسے ذبح کر دیا جائے گا فرما دیا جائے گا کہ جنتیو ہمیشگی ہے اور موت نہیں اور اے جہنمیو ہمیشگی ہے موت نہیں + + +

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ مَا

سو تو ان چیزوں سے شک شبہ میں نہ رہ جنہیں یہ لوگ پوج رہے ہیں

يعبدون الا كما يعبد اباؤهم من
ان کی پوجا تو اسی طرح ہے جسطرح ان کے باپ دادوں کی اس سے
قبل وانا لموفوهم نصيبهم غير
پہلے تھی، ہم ان سب کو ان کا پورا پورا حصہ بغیر کمی کے دینے والے
منقوص ﴿۱۰۹﴾ ولقد اتينا موسى الكتب
ہی ہیں، یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی
فاختلف فيه ولولا كلمة سبقت من
پھر اسمیں اختلاف ڈالدیا گیا، اگر پہلے ہی تیرے رب کی بات صادر نہ
ربك لقضي بينهم وانهم لفي شك منه
ہوتی تو یقیناً ان میں فیصلہ کردیا جاتا، انہیں تو اسمیں شبہ سا ہی ہے یہ تو
مريب ﴿۱۱۰﴾ وان كلا لما ليوفينهم
قلق میں ہیں، یقیناً ان میں سے ہر ایک، جب اس کے رو برو جائیگا تیرا
ربك اعمالهم انه بما يعملون خبير ﴿۱۱۱﴾
رب اسے اسکے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیگا، جو جو وہ کر رہے ہیں اسے سب خبر ہے،

مشرکوں کے شرک کے باطل ہونے میں ہرگز شبہ تک نہ کرنا ان کے پاس بجز باپ دادوں کی بھونڈی تقلید کے اور دلیل ہی کیا ہے؟ ان کی نیکیاں انھیں دنیا ہی میں مل جائیں گی آخرت میں سخت عذاب ہی عذاب ہوں گے جو خیر و شر کے وعدے ہیں سب پورے ہونے والے ہیں۔ ان کا عذاب کا مقررہ حصہ انھیں ضرور پہنچے گا + موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی لیکن پھر لوگوں نے پھوٹ ڈالی کسی نے اقرار کیا تو کسی نے انکار کردیا پس انہی نبیوں جیسا حال آپ کا بھی ہے کوئی مانے گا کوئی ٹالے گا چونکہ ہم وقت مقرر کر چکے ہیں چونکہ ہم بغیر حجت پوری کئے عذاب نہیں کیا کرتے اس لئے یہ تاخیر ہے ورنہ ابھی ہی انھیں ان کے گناہوں کا مزہ یاد آجاتا کافروں کو خدا کی اس کے رسول کی باتیں غلط ہی معلوم ہوتی ہیں ان کا شک شبہ زائل نہیں ہوتا + سب کو اللہ جمع کرے گا اور ان کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اس قرأت کا بھی معنی اسی ہمارے ذکر کردہ معنی کی طرف ہی لوٹتا ہے + + +

فاستقم كما امرت ومن تاب معك
پس تو جما رہ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو تیرے ساتھ توبہ
ولا تطغوا انه بما تعملون بصير ﴿۱۱۲﴾ و
خبردار تم حد سے نہ بڑھنا، خدا تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے، دیکھو
ع ۹ لا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم
ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا ورنہ تمہیں بھی آگ کا لو کا لگ
النار وما لكم من دون الله من اولياء
جائیگا اور خدا کے سوا اور تمہارا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا
ثم لا تنصرون ﴿۱۱۳﴾
اور نہ تم مدد دیئے جاؤ گے،

استقامت اور سیدھی راہ پر دوام ہمیشگی اور ثابت قدمی کی ہدایت اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور تمام مسلمانوں کو کر رہا ہے۔ یہی سب سے بڑی چیز ہے۔ ساتھ ہی سرکشی سے روکتا ہے کیونکہ یہی تباہ کرنے والی چیز ہے گو کسی مشرک ہی پر کی گئی ہو پروردگار بندوں کے عمل سے آگاہ ہے + مداہنت اور دین کے کاموں میں سستی نہ کرو۔ شرک کی طرف نہ جھکو۔ مشرکین کے اعمال پر رضامندی کا اظہار نہ کرو۔ ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ آگ تمہیں چھوئے گی۔ ظالموں کی طرف داری ان کے ظلم پر مدد یہ ہرگز نہ کرو۔ اگر ایسا کیا تو کون ہے جو تم سے عذاب خدا ہٹا اور کون ہے جو اس سے تمہیں بچائے + + +

واقم الصلوة طرفي النهار وزلفا
دن کے دونوں سروں میں نماز برپا رکھ اور رات کی کئی ساعتوں
من اليل ان الحسنت يذهبن
میں بھی، یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیا
السيات ذلك ذكرى للذكرين ﴿۱۱۴﴾ و
کرتی ہیں، یہ ہے نصیحت پکڑنے والوں کے لئے، تو
اصبر فان الله لا يضيع اجر المحسنين ﴿۱۱۵﴾
صبر کرتا رہ، یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا

ابن عباس وغیرہ کہتے ہیں دن کے دونوں سرے سے مراد

صبح کی اور مغرب کی نماز ہے۔ قتادہ ضحاک وغیرہ کا قول ہے کہ پہلے سرے سے مراد صبح کی نماز اور دوسرے سے مراد ظہر عصر کی نماز۔ رات کی گھڑیوں سے مراد عشا کی نماز اور بقول مجاہد وغیرہ مغرب و عشا کی۔ نیکیوں کا کرنا گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ سنن میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے تو اللہ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے اور آپ نے فرمایا ہے جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اس کے تمام اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ مسند میں ہے کہ آپ نے پانی منگوایا وضو کیا پھر فرمایا میرے اسی وضو کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیا کرتے تھے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور کھڑا ہو کر ظہر کی نماز ادا کر لے تو صبح سے لیکر اب تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں پھر عصر کی نماز پڑھے تو ظہر سے عصر تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں پھر مغرب کی نماز ادا کرے تو عصر سے لیکر مغرب تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں پھر عشا کی نماز سے مغرب سے عشا تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ سوتا ہے لوٹ پوٹ ہوتا ہے پھر صبح اٹھ کر نماز فجر پڑھ لینے سے عشا سے لیکر صبح کی نماز تک کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں یہی ہیں وہ بھلائیاں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے مکان کے دروازے پر ہی نہر جاری ہو اور وہ اس میں ہر دن پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر ذرا سا بھی میل باقی رہ جائے گا؟ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا بس یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالے خطائیں اور گناہ معاف فرما دیتا ہے صحیح مسلم شریف میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان رمضان تک کا کفارہ ہے جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔ مسند احمد میں ہے ہر نماز اپنی سے پہلے کی خطاؤں کو مٹا دیتی ہے۔ بخاری میں ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اس گناہ کی ندامت ظاہر کی اس پر یہ آیت اتری۔ اس نے کہا کیا میرے لئے ہی یہ مخصوص ہے؟ آپ نے جواب دیا نہیں بلکہ میری ساری امت کے لئے یہی حکم ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں نے باغ میں اس عورت سے سب کچھ کیا ہاں جماع نہیں کیا۔ اب میں حاضر ہوں جو سزا میرے لئے آپ تجویز فرمائیں میں برداشت کر لوں گا۔ حضورؐ نے اسے کوئی جواب نہ دیا وہ چلا گیا حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی اگر یہ بھی اپنے نفس کی پردہ پوشی کرتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر اسی شخص کی طرف دیکھتے رہے پھر فرمایا اسے واپس بلا لاؤ۔ جب وہ آ گیا تو آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اس پر حضرت معاذؓ نے دریافت کیا کہ کیا یہ اسی کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ سب لوگوں کے لئے ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالی نے جس طرح تم میں روزیاں تقسیم فرمائی ہیں اخلاق بھی تقسیم فرمائے ہیں اللہ تعالی دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے خوش ہو اور اسے بھی جس سے غضبناک ہو۔ لیکن دین صرف انہی کو دیتا ہے جن سے اسے محبت ہو۔ پس جسے دین مل جائے یقیناً اللہ تعالی اس سے محبت رکھتا ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے۔ اور بندہ ایمان دار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں۔ لوگوں نے پوچھا ایذائیں کیا کیا؟ فرمایا دھوکہ اور ظلم۔ سنو جو شخص مال حرام کمائے پھر اس میں سے خرچ کرے

اللہ اسے برکت سے بھی محروم رکھتا ہے۔ اگر وہ اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا۔ اور جتنا کچھ اپنے بعد باقی چھوڑ مرے گا سب اس کے لئے آگِ دوزخ کا توشہ بنتا ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک عورت سودا لینے کے لئے آئی تھی افسوس کہ میں اسے کوٹھڑی میں لے جاکر اس سے بجز جماع کے اور ہر طرح لطف اندوز ہوا۔ اب جو حکمِ خدا ہو وہ مجھ پر جاری کیا جائے۔ آپ نے فرمایا شاید اس کا خاوند غیر حاضر ہوگا؟ اس نے کہا جی ہاں یہی بات تھی آپ نے فرمایا تم جاؤ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے بھی یہی سوال کیا۔ پس آپ نے بھی حضرت عمر کی طرح فرمایا پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت بیان کی آپ نے فرمایا شاید اس کا خاوند راہِ خدا میں گیا ہوا ہوگا؟ پس قرآنِ کریم کی یہ آیت اتری تو وہ کہنے لگا کیا یہ خاص میرے لئے ہی ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا نہیں اس طرح صرف تیری ہی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوسکتیں بلکہ یہ سب لوگوں کے لئے عام ہے یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر سچے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ وہ عورت مجھ سے ایک درہم کی کھجوریں خریدنے آئی تھی تو میں نے اسے کہا کہ اندر کوٹھڑی میں اس سے بہت اچھی کھجوریں ہیں وہ اندر گئی۔ میں نے بھی اندر جاکر اسے چوم لیا پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور اپنے نفس پر پردہ ڈالے رہ لیکن ابوالیسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے صبر نہ ہوسکا۔ میں نے جاکر حضورؐ سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا افسوس تو نے ایک غازی مرد کی اس کی غیر حاضری میں ایسی خیانت کی۔ میں نے تو یہ سنکر اپنے تئیں جہنمی سمجھ لیا اور میرے دل میں خیال آنے لگا کہ کاش کے میرا اسلام اس کے بعد کا ہوتا؟ حضورؐ نے ذرا سی دیر اپنی گردن جھکالی اسی وقت حضرت جبرئیلؑ یہ آیت لیکر اُترے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک شخص نے آکر حضورؐ سے درخواست کی کہ خدا کی مقرر کردہ حد مجھ پر جاری کیجئے۔ ایک دو دفعہ اس نے یہ کہا لیکن آپ نے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا پھر جب نماز کھڑی ہوئی اور آپ نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے؟ اس نے کہا حضورؐ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے اچھی طرح وضو کیا؟ اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا بس تو تو ایسا ہی ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ خبردار اب کوئی ایسی حرکت نہ کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ حضرت ابو عثمان کا بیان ہے کہ میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ تھا۔ انھوں نے ایک درخت کی خشک شاخ پکڑ کے اسے جھنجھوڑا تو تمام خشک پتے جھڑ گئے پھر فرمایا ابو عثمان تم پوچھتے نہیں ہو کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ میں نے کہاں ہاں جناب ارشاد ہو فرمایا اسی طرح میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پھر فرمایا جب بندہ مسلمان اچھی طرح وضو کرکے پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں۔ جیسے اس خشک شاخ کے پتے جھڑ گئے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں برائی اگر کوئی ہوجائے تو اس کے پیچھے ہی نیکی کرلو کہ اسے مٹادے۔ اور لوگوں سے خوش اخلاقی سے ملا کرو۔ اور حدیث میں ہے جب تجھ سے کوئی گناہ ہوجائے تو اس کے پیچھے ہی نیکی کرلیا کر کہ اسے مٹادے میں نے کہا یا رسول اللہ کیا لاالٰہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکی۔ آپ نے فرمایا وہ تو بہترین اور افضل نیکی ہے۔ ابویعلیٰ میں ہے دن رات کے جس وقت میں کوئی لاالٰہ الا اللہ پڑھے اس کے نامۂ اعمال میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں یہاں تک کہ ان کی جگہ ویسی ہی نیکیاں ہوجاتی ہیں۔ اس کے راوی عثمان میں ضعف ہے بزار میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

پوچھا کہ حضور میں نے کوئی خواہش ایسی نہیں چھوڑی جسے پوری نہ کی ہو۔ آپ نے فرمایا کیا تو خدا کے ایک ہونے کی اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا بس یہ اُن سب پر وزن اور غالب رہے گی ✤ ✤ ✤

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ

پس کیوں نہ ہوئے تم سے اگلے زمانے کے لوگوں میں سے ایسے

أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ

با بوقار ذی اثر لوگ جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے

إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ

بجز ان چند کے جنہیں ہم نے ان میں نجات دی تھی۔ ظالم لوگ تو

الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا

اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جس میں انہیں آسودگی دی گئی تھی وہ تھے ہی

مُجْرِمِينَ ﴿١١٦﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ

گنہگار۔ تیرا رب ایسا نہیں کہ کسی

لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا

بستی کو ظلم سے ہلاک کرے اور ہوں وہاں

مُصْلِحُونَ ﴿١١٧﴾

کے لوگ نیک کار۔

یعنی بجز چند کے ہم گذشتہ زمانے کے لوگوں میں سے ایسے کیوں نہیں پاتے جو شریروں اور منکروں کو برائیوں سے روکتے رہیں یہی وہ ہیں جنہیں ہم اپنے عذابوں سے بچا لیا کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت میں ایسی جماعت کی موجودگی کا قطعی اور فرضی حکم دیا فرمایا وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ بھلائی اور نیکی کی دعوت دینے والی ایک جماعت تم میں ہر وقت موجود رہنی چاہیئے۔ ظالموں کا شیوہ یہی ہے کہ وہ اپنی بدعادتوں سے باز نہیں آتے نیک علما کے فرمان کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ عذاب خدا ان کی بے خبری میں ان پر آپڑتے ہیں بھلی بستیوں پر خدا کی طرف سے ازراہ ظلم عذاب کبھی آتی

ہی نہیں۔ ہم ظلم سے پاک ہیں۔ لیکن خود ہی وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے لگتے ہیں ✤ ✤ ✤

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً

اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ

وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٨﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ

وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے، بجز ان کے جن پر تیرا رب

رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ

رحم فرمائے، انہیں تو اسی لئے پیدا کیا ہے تیرے رب کی یہ بات پوری ہے

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١١٩﴾

کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے پُر کر دوں گا۔

خدا کی قدرت کسی کام سے عاجز نہیں سو وہ چاہے تو سب کو ہی اسلام یا کفر پر جمع کر دے لیکن اس کی حکمت ہے جو انسانی رائے ان کے دین ومذاہب جداگانہ برابر جاری وساری ہیں۔ طریقے مختلف مالی حالات جداگانہ۔ ایک ایک کے ماتحت یہاں مراد دین ومذہب کا اختلاف ہے۔ ہاں جن پر خدا کا رحم ہو جائے وہ رسولوں کی تابعداری خدائے تعالیٰ کی حکم برداری میں برابر لگے رہتے ہیں۔ اب وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہیں۔ اور یہی نجات پانے والے ہیں۔ چنانچہ مسند وسنن میں حدیث ہے جس کی ہر سند دوسری سند کو تقویت پہنچا رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودیوں کے اکہتر گروہ ہوئے۔ نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ اس امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے سب جہنمی ہیں سوائے ایک جماعت کے۔ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے جواب دیا وہ جو اس پر ہوں جس پر میں ہوں۔ اور میرے اصحاب (مستدرک حاکم) بقول عطا مختلفین سے مراد یہودی نصرانی مجوسی ہیں۔ اور خدا کی رحم والی جماعت سے مراد یک طرفہ دین اسلام کے مطیع لوگ ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہی جماعت ہے گو ان کے وطن اور بدن جدے ہوں۔ اور اہل معصیت فرقت واختلاف

والے ہیں گو اُن کے وطن اور بدن ایک ہی جا جمع ہوں۔ قدرتی طور پر ان کی پیدائش ہی اسی لئے ہے۔ شقی و سعید کی ازلی تقسیم۔ یہ بھی مطلب ہے کہ رحمت حاصل کرنے والی یہ جماعت ہے ہی اسی لئے۔ حضرت طاؤس کے پاس دو شخص اپنا جھگڑا لیکر آئے اور آپس کے اختلاف میں بہت بڑھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ تم جھگڑے اور خوب ہی اختلاف کیا۔ اس پر ایک نے کہا اسی کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں آپ نے فرمایا غلط ہے اس نے اپنے ثبوت میں اسی آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا اس لئے نہیں پیدا کیا کہ آپس میں اختلاف کریں بلکہ پیدائش تو جمع کے لئے اور رحمت حاصل کرنے کے لئے ہوئی ہے۔ جیسے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رحمت کیلئے پیدا کیا ہے نہ کہ عذاب کے لئے اور آیت میں ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ تیسرا قول یہ بھی ہے کہ رحمت اور اختلاف کے لئے پیدا کیا ہے چنانچہ مالک اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک فرقہ جنتی اور ایک جہنمی۔ انہیں رحمت حاصل کرنے اور انھیں اختلاف میں لگے رہنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ تیرے رب کا یہ فیصلہ ناطق ہے کہ اس کی مخلوق میں ان دونوں اقسام کے لوگ ہوں گے۔ اور ان دونوں سے جنت و دوزخ پُر کئے جائیں گے۔ اس کی کامل حکمتوں کو وہی جانتا ہے۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت و دوزخ میں گفتگو ہوئی جنت نے کہا مجھ میں تو صرف ضعیف اور کمزور لوگ ہی داخل ہوتے ہیں۔ اور جہنم نے کہا میں تکبر اور تجبر کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کی گئی ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ عزوجل نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں تجھ سے نوازوں گا اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے جس سے میں چاہوں تیرے عذابوں سے انتقام لوں گا۔ تم دونوں پُر ہو جاؤ گی جنت میں تو برابر زیادتی رہے گی یہاں تک کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا اور اسے اس میں بسائے گا اور جہنم بھی برابر زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اس پر اللہ رب العزت اپنا قدم رکھ دے گا۔ تب وہ کہنے لگے گی تیری عزت کی قسم اب بس ہے بس ہے + + +

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

رسولوں کے سب احوال ہم تیرے سامنے تیرے دل کی تسکین کیلئے بیان فرما رہے ہیں، تیرے پاس اس سورت میں بھی حق پہنچ چکا جو نصیحت و وعظ ہے مومنوں کے لئے۔

اگلی امتوں کا اپنے نبیوں کو جھٹلانا نبیوں کا ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا آخر خدا کے عذابوں کا آنا کافروں کا برباد ہونا نبیوں رسولوں اور مومنوں کا نجات پانا یہ سب واقعات ہم تجھے سنا رہے ہیں۔ تاکہ تیرے دل کو ہم اور مضبوط کر دیں اور تجھے کامل سکون حاصل ہو جائے۔ اس سورت میں بھی حق تجھ پر واضح ہو چکا یا یہ کہ اس دنیا میں بھی تیرے سامنے سچے واقعات بیان ہو چکے۔ یہ عبرت ہے کفار کے لئے اور نصیحت ہے مومنوں کے لئے کہ وہ اس سے نفع حاصل کریں + + +

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ایمان نہ لانے والوں سے کہہ دے کہ تم اپنے طور پر عمل کئے جاؤ ہم بھی عمل میں مشغول ہیں، اور تم بھی انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں۔

بطور دھمکانے ڈرانے اور ہوشیار کرنے کے ان کافروں سے کہہ دو کہ اچھا تم اپنے طریقے سے نہیں ہٹتے تو نہ ہٹو ہم بھی اپنے طریقے پر عامل ہیں + تم منتظر رہو کہ آخر انجام کیا ہوتا ہے ہم بھی اسی انجام کی راہ دیکھتے ہیں (فالحمد للہ دنیا نے ان کافروں کا انجام دیکھ لیا اور ان مسلمانوں کا بھی جو خدا کے فضل و کرم سے دنیا پر چھا گئے۔ مخالفین پر کامیابی کے ساتھ غلبہ حاصل

کر لیا اور دنیا کو مٹھی میں لے لی۔ فللہ الحمد) + + +

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ

زمینوں اور آسمانوں کا علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کو ہے تمام کاموں کا

يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ

رجوع بھی اسی کی جانب ہے پس تجھے اسی کی عبادت کرنی چاہیے اور اسی

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ؀۱۲۳

تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ،

ربع

آسمان و زمین کے سب غیب پر اطلاع رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ عزوجل ہی ہے۔ اسی کی سب کو عبادت کرنی چاہئے اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے جو بھی اس پر بھروسہ رکھے وہ اس کے لئے کافی ہے۔ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توراۃ کا خاتمہ بھی انہی آیتوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی کے کسی عمل سے بے خبر نہیں + + +

+ الحمد للہ کہ سورۂ ھود کی تفسیر ختم ہوئی +

تفسیر سورۂ یوسف علیہ السلام مکیہ

اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ اپنے ماتحتوں کو سورۂ یوسف سکھاؤ جو مسلمان اسے پڑھے یا اسے اپنے گھر والوں کو سکھائے یا اپنے ماتحت لوگوں کو سکھائے اس پر اللہ تعالیٰ سکرات موت آسان کرتا ہے اور اسے اتنی قوت بخشتا ہے کہ وہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے لیکن اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔ اس کا ایک متابع ابن عساکر میں ہے لیکن اس کی بھی تمام سندیں منکر ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوۃ میں ہے کہ جب یہودیوں نے یہ سورت سنی تو وہ مسلمان ہو گئے کیونکہ ان کے ہاں بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان تھا۔ یہ روایت کلبی کی ابو صالح سے اور ان کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے'

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

معبود مہربان رحم کرنے والے کے نام سے شروع

الۗرٰ ۣ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۱ اِنَّآ

یہ ہیں روشن کتاب کی آیتیں ، یقیناً ہم نے

اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲

اُسے اس عربی قرآن کو نازل فرمایا ہے کہ تم سمجھ سکو ، ،

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ

ہم آپ کے سامنے بہترین بیان پیش کرتے ہیں تیری

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ڰ وَاِنْ

جانب اس قرآن کو اپنی وحی کے ساتھ نازل فرمانے سے ، یقیناً

كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝۳

تو اس سے پہلے بے خبروں میں تھا ،

سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں حروف مقطعہ کی بحث گذر چکی ہے اس کتاب یعنی قرآن شریف کی یہ آیتیں بہت واضح کھلی ہوئی اور خوب صاف ہیں، مبہم چیزوں کی حقیقت کھولیتی ہیں یہاں پر تلک معنی میں ہذہ کے ہے چونکہ عربی زبان نہایت کامل اور مقصد کو پوری طرح واضح کرنے والی اور وسعت و کثرت والی ہے اسلئے یہ پاکیزہ تر کتاب اس بہترین زبان میں افضل تر رسول پر فرشتوں کے سردار فرشتے کی سفارت میں تمام روئے زمین کے بہتر مقام میں وقتوں میں بہترین وقت میں نازل ہو کر ہر ہر طرح کمال کو پہنچی تاکہ تم ہر طرح سوچ سمجھ سکو اور اسے جان لو ہم بہترین قصہ بیان فرماتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور اگر کوئی واقعہ بیان فرماتے، اس پر یہ آیت اتری۔ اور روایت میں ہے کہ ایک زمانے تک قرآن کریم نازل ہوتا گیا اور آپ صحابہؓ کے سامنے تلاوت فرماتے رہے پھر انہوں نے کہا حضورؐ کوئی واقعہ بھی بیان ہو جاتا تو؟ اس پر یہ آیتیں اتریں پھر کچھ وقت کے بعد کہا کاش کے آپ کوئی بات بیان فرماتے اس پر آیت اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ الخ اتری اور بات بیان ہوئی۔ روش کلام کی ایک ہی ڈھب دیکھ کر صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ بات سے اوپر کی اور قرآن سے نیچے کی کوئی چیز ہوتی یعنی واقعہ۔ اس پر یہ آیتیں اتریں

پھر انھوں نے حدیث کی خواہش کی اس پر آیت اَللّٰہُ نَزَّلَ الخ اتری۔ پس قصّے کے ارادے پر بہترین قصّہ اور بات کے ارادے پر بہترین بات نازل ہوئی۔ اس جگہ جہاں کہ قرآنِ کریم کی تعریف ہو رہی ہے اور یہ بیان ہے کہ یہ قرآن اور سب کتابوں سے بے نیاز کر دینے والا ہے مناسب ہی کہ ہم مسند احمد کی اس حدیث کو بھی بیان کر دیں جس میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کسی اہل کتاب سے ایک کتاب ہاتھ لگ گئی تھی اسے لیکر آپ حاضرِ حضور ہوئے اور آپ کے سامنے اسے سنانے لگے آپ سخت غضبناک ہو گئے اور فرمانے لگے اے خطاب کے لڑکے کیا تم اس میں مشغول ہو کر بہک جانا چاہتے ہو؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس کو نہایت روشن چمکیلی لیکر آیا ہوں تم ان اہلِ کتاب سے کوئی بات نہ پوچھو ممکن ہے کہ وہ صحیح جواب دیں اور تم اسے جھٹلا دو اور ہو سکتا ہے کہ وہ غلط جواب دیں اور تم اسے سچا سمجھ لو سنو اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آج خود حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انھیں بھی بجز میری تابعداری کے کوئی چارہ نہ تھا اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے آپ سے کہا کہ بنو قریظہ قبیلہ کے میرے ایک دوست نے تورات میں سے چند جامع باتیں مجھے لکھ دی ہیں تو کیا میں انھیں آپ کو سناؤں! آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا حضرت عبد اللہ بن ثابتؓ نے کہا کہ اے عمر کیا تم حضور کے چہرے کو نہیں دیکھ رہے؟ اب حضرت عمرؓ کی نگاہ پڑی تو آپ کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمدؐ کے رسول ہونے پر دل سے رضامند ہیں۔ تب آپ کے چہرہ سے غصہ دور ہوا اور فرمایا اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ اگر تم میں خود حضرت موسیٰ ہوتے پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع میں لگ جاتے تو تم سب گمراہ ہو جاتے۔ امتوں میں

سے میرا حصہ تم ہو اور نبیوں میں سے تمہارا حصہ میں ہوں ابو یعلیٰ میں ہے کہ سوس کا رہنے والا قبیلۂ عبد القیس کا ایک شخص جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام فلاں فلاں ہے؟ اس نے کہا ہاں، پوچھا تو سوس میں مقیم ہے؟ اس نے کہا ہاں، تو آپ کے ہاتھ میں جو خوشہ تھا اسے مارا اس نے کہا امیر المومنین میرا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا بیٹھ جا میں بتاتا ہوں پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اسی سورت کی آیتیں لَمِنَ الْغَافِلِیْنَ تک پڑھیں۔ تین مرتبہ ان آیتوں کی تلاوت کی اور تین مرتبہ اسے مارا، اس نے پھر پوچھا کہ امیر المومنین میرا قصور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تو نے دانیال کی کتاب لکھی ہے اس نے کہا پھر جو آپ فرمائیں میں کرنے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا جا اور گرم پانی اور سفید روئی سے اسے بالکل مٹا دے۔ خبردار آج کے بعد سے نہ اسے خود پڑھنا نہ کسی اور کو پڑھانا، اب اگر میں نے اس کے خلاف سنا کہ تو نے آپ اسے پڑھا یا کسی کو پڑھایا تو ایسی سخت سزا کروں گا کہ عبرت بنے۔ پھر فرمایا بیٹھ جا ایک بات سنتا جا میں نے جا کر اہلِ کتاب کی ایک کتاب لکھی پھر اسے چمڑے میں لئے ہوئے حضور علیہ السلام کے پاس آیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ میں نے کہا ایک کتاب ہے کہ ہم علم میں بڑھ جائیں اس پر آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ غصے کی وجہ سے آپ کے رخسار پر سرخی نمودار ہو گئی پھر منادی کی گئی کہ نماز جمع کرنے والی ہے اسی وقت انصار نے ہتھیار سنبھال لئے کہ کسی نے حضورؐ کو ناراض کر دیا ہے اور منبرِ نبوی کے چو طرف وہ لوگ ہتھیار بند بیٹھ گئے اب آپ نے فرمایا لوگو میں جامع کلمات دیا گیا ہوں اور کلمات کے خاتم دیا گیا ہوں اور پھر میرے لئے بہت ہی اختصار کیا گیا ہے۔ میں دینِ خدا کی باتیں بہت سفید چمکیلی لایا ہوں، خبردار تم بہک نہ جانا گہرے اترنے والے کہیں تمہیں بہکا نہ دیں، یہ سنکر حضرت عمرؓ

کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر آپ کے رسول ہونے پر میں تو یارسول اللہ دل سے راضی ہوں اب حضورؐ ممبر سے اترے، اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن اسحاق کو محدثین ضعیف کہتے ہیں، امام بخاریؒ ان کی حدیث کو صحیح نہیں لکھتے، میں کہتا ہوں اس کا ایک شاہد اور سند سے حافظ ابوبکر احمد ابن ابراہیم اسماعیلی لائے ہیں کہ خلافتِ فاروقی کے زمانے میں آپ نے محصن کے چند آدمی بلائے ان میں دو شخص وہ تھے جنھوں نے یہودیوں سے چند باتیں منتخب کر کے لکھ لی تھیں وہ اس مجموعے کو بھی اپنے ساتھ لائے کہ حضرت عمرؓ سے دریافت کریں گے اگر آپ نے اجازت دی تو ہم اس میں اسی جیسی اور باتیں بھی بڑھالیں گے ورنہ اسے بھی پھینک دیں گے یہاں آکر انھوں نے کہا کہ امیرالمومنین یہودیوں سے ہم بعض ایسی باتیں سنتے ہیں کہ جن سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا وہ باتیں ان سے لے لیں یا بالکل ہی نہ لیں؟ آپ نے فرمایا شاید تم نے ان کی کچھ باتیں لکھ رکھی ہیں؟ سنو میں اس میں فیصلہ کن واقعہ سناؤں میں حضورؐ کے زمانے میں خیبر گیا وہاں کے ایک یہودی کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں، میں نے اس سے درخواست کی اور اس نے وہ باتیں مجھے لکھ دیں، میں نے واپس آکر حضورؐ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا جاؤ وہ لیکر آؤ میں خوشی خوشی چلا کہ شاید حضورؐ کو میرا یہ کام پسند آ گیا، لاکر میں نے اس کا پڑھنا شروع کیا اب جو ذرا سی دیر کے بعد میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضورؐ تو سخت ناراض ہیں، میری زبان سے پھر تو ایک حرف بھی نہ نکلا اور مارے خوف کے میرا رُواں کھڑا ہو گیا میری یہ حالت دیکھ کر اب آپ نے ان تحریروں کو اٹھالیں اور اُن کا ایک ایک حرف مٹانا شروع کیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرماتے جاتے تھے کہ دیکھو خبردار ان کی نہ ماننا یہ تو گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں، اور یہ تو دوسروں کو بھی بہکا رہے ہیں چنانچہ آپ نے اس ساری تحریر کا ایک حرف بھی باقی نہ رکھا یہ سنا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے بھی ان کی باتیں لکھی ہوئی ہوتیں تو میں تمہیں ایسی سزا کرتا کہ اوروں کے لئے عبرت ہو جائے، انھوں نے کہا واللہ ہم ہرگز ایک حرف بھی نہ لکھیں گے، باہر آتے ہی جنگل میں جاکر انھوں نے اپنی وہ تختیاں گڑھا کھود کر دفن کر دیں۔ مراسیل ابی داؤد میں بھی حضرت عمرؓ سے ایسی ہی روایت ہے واللہ اعلم ✦ ✦ ✦

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ

جبکہ یوسف نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ اباجی میں نے گیارہ

أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

ستاروں کو اور سورج چاند کو دیکھا ازیر

رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ④

دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں،

حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب بن اسحاق ابن ابراہیم علیہم السلام ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق ابن ابراہیم علیہم السلام ہیں (بخاری) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ سب لوگوں میں زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے دل میں اللہ کا ڈر سب سے زیادہ ہو، انھوں نے کہا ہمارا مقصود ایسا عام جواب نہیں ہے، آپ نے فرمایا پھر سب لوگوں میں زیادہ بزرگ حضرت یوسفؑ ہیں جو خود نبی تھے جن کے والد نبی تھے جن کے دادا نبی تھے جن کے پردادا نبی اللہ اور خلیل اللہ تھے، انھوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے، آپ نے فرمایا پھر کیا تم عرب کے قبیلوں کی نسبت یہ سوال کرتے ہو؟ انھوں نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا سنو جاہلیت کے زمانے میں جو ممتاز اور شریف تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی ویسے ہی شریف ہیں جب کہ انھوں نے دینی سمجھ حاصل کرلی ہو (بخاری) حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبیوں کے خواب خدا کی وحی ہوتے ہیں مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں۔ اور سورج چاند سے مراد آپ کے والد اور والدہ ہیں، اس خواب کی تعبیر خواب دیکھنے کے چالیس سال بعد ظاہر ہوئی، بعض کہتے ہیں اسی برس کے بعد ظاہر ہوئی، جبکہ آپ نے اپنے ماں باپ کو تختِ شاہی پر بٹھایا، اور گیارہ بھائی آپ کے سامنے سجدے میں گر پڑے، اس وقت آپ نے فرمایا کہ میرے مہربان باپ دیکھئے آج خدائے تعالیٰ نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا ایک روایت میں ہے کہ بستانہ نامی یہودیوں کا ایک زبردست عالم تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان گیارہ ستاروں کے نام دریافت کئے آپ خاموش رہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہو کر آپ کو نام بتلائے آپ نے اسے بلوایا اور فرمایا اگر میں تجھے ان کے نام بتلا دوں تو تو مسلمان ہو جائے گا؟ اس نے اقرار کیا تو آپ نے فرمایا سنو ان کے نام یہ ہیں، جریان۔ طارق، ذیال۔ ذوالکتفین، قابس، وثاب، عمودان، فلیق، مصبح، فروح، فرغ، یہودی نے کہا ہاں ہاں خدا کی قسم ان ستاروں کے یہی نام ہیں، (ابن جریر) یہ روایت دلائلِ بیہقی میں اور ابو یعلیٰ میں اور بزار میں اور ابنِ ابی حاتم میں بھی ہے، ابو یعلیٰ میں یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ خواب اپنے والد صاحب سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا یہ سچا خواب ہے یہ پورا ہو کر رہے گا، آپ فرماتے ہیں سورج سے مراد باپ ہیں اور چاند سے مراد ماں ہیں، لیکن اس روایت کی سند میں حکم بن ظہیر فزاری متفرد ہیں، جنہیں بعض اماموں نے ضعیف کہا ہے، اور اکثر نے انہیں متروک کر رکھا ہے، یہی حسن یوسف کی روایت کے راوی ہیں، انہیں چاروں ہی ضعیف کہتے ہیں + + +

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰٓی

یعقوب نے کہا پیارے بچے اپنے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے

اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا ؕ اِنَّ

نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی فریب کاری کریں،

الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۵﴾

شیطان تو انسان کا صریح دشمن ہے،

حضرت یوسفؑ کا یہ خواب سنکر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تاکید کر دی کہ اُسے بھائیوں کے سامنے نہ دوہرانا کیونکہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اور بھائی آپ کے سامنے پست ہوں گے یہاں تک کہ وہ آپ کی عزت و تعظیم کے لئے آپ کے سامنے اپنی بہت ہی لاچاری اور عاجزی ظاہر کریں تو بہت ممکن ہے کہ اس خواب کو سنکر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر شیطان کے بہکاوے میں آکر ابھی سے وہ تمہاری دشمنی میں لگ جائیں، اور حسد کی وجہ سے کوئی نامعقول فریب کاری کرنے لگیں اور کسی حیلے سے تجھے پست کرنے کی فکر میں لگ جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بھی یہی ہے۔ فرماتے ہیں تم لوگ کوئی اچھا خواب دیکھو تو خیر اسے بیان کر دو + اور جو شخص کوئی ایسا برا خواب دیکھے تو جس کروٹ پر ہو وہ کروٹ بدل دے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے اور اس کی برائی سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے تو وہ خواب اسے کوئی نقصان نہ دے گا مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خواب کی تعبیر جب تک نہ لی جائے وہ گویا پرندے کے پاؤں پر ہے ہاں جب اس کی تعبیر بیان ہو گئی پھر وہ ہو جاتا ہے، ف۔ اسی سے یہ حکم بھی لیا جا سکتا ہے کہ نعمت کو چھپانا چاہیے، جب تک کہ وہ از خود اچھی طرح حاصل نہ ہو جائے اور ظاہر نہ ہو جائے جیسے کہ ایک حدیث میں ہے، ضرورتوں کے پورا کرنے پر اُن کے چھپانے سے

بھی مدد لیا کرو کیونکہ ہر وہ شخص جسے کوئی نعمت ملے لوگ اس کے حسد کے درپے ہو جاتے ہیں۔ + + +

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن

اور اسی طرح برگزیدہ کریگا تجھے تیرا پروردگار اور تجھے باتوں کی

تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ

کل بتلانی بھی سکھائے گا اور اپنی نعمت تجھے بھرپور عطا فرمائیگا

وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ

اور یعقوب کے گھر والوں کو بھی جیسے کہ اس نے اس سے پہلے تیرے

أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ

دو دادوں یعنی ابراہیم و اسحاق کو بھی بھرپور دی تھی

إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ⑥

یقیناً تیرا رب بہت بڑے علم والا اور زبردست حکمتوں والا ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کو انھیں ملنے والے مرتبوں کی خبر دیتے ہیں کہ جس طرح خواب میں اس نے تمہیں یہ فضیلت دکھائی اسی طرح وہ تمہیں بلند مرتبہ نبوت کا بھی عطا فرمائے گا، اور تمہیں خواب کی تعبیر سکھا دے گا، اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دے گا یعنی نبوت، جیسے کہ اس سے پہلے وہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بھی عطا فرما چکا ہے جو تمہارے دادا اور پردادا تھے، اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے کہ نبوت کے لائق کون ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ

یقیناً یوسف اور اس کے بھائیوں میں دریافت کرنیوالوں کیلئے

لِّلسَّائِلِينَ ⑦ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ

بڑے بڑے نشان ہیں، جبکہ انہوں نے کہا کہ یوسف اور اسکا بھائی

أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا

بہ نسبت ہمارے باپ کو بہت زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم طاقتور جماعت ہیں

لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ⑧ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ

صریح غلطی میں ہیں، یوسف کو تو مار ہی ڈالو یا اسے

اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَ

کسی نامعلوم جگہ پہنچا دو کہ تمہارے والد کا رخ صرف تمہاری طرف ہی ہو جائے

تَكُونُوا مِن بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ⑨

اس کے بعد تم صلاحیت والے ہو جانا۔

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا

ان میں سے ایک نے کہا یوسف کو قتل تو نہ کرو

يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ

بلکہ اسے کسی گمنام کنوئیں کی تہ میں

الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ

ڈال آؤ کہ اسے کوئی راہ چلتا قافلہ اٹھا لے جائے

إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ⑩

اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یوں کرو۔

فی الواقع حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان کا دریافت کرنے والا ان سے بہت سی عبرتیں حاصل کر سکے اور نصیحتیں لے سکے، حضرت یوسفؑ کے ایک ہی ماں سے دوسرے بھائی بنیامین تھے اور یہ سب بھائی اور ماں سے تھے، یہ سب آپس میں کہتے ہیں بخدا اباجان ہم سے زیادہ ان دونوں کو چاہتے ہیں، تعجب ہے کہ ہم پر جو جماعت ہیں ان کو ترجیح دیتے ہیں جو صرف دو ہیں یقیناً یہ تو والد صاحب کی صریح غلطی ہے، یہ یاد رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر دراصل کوئی دلیل نہیں، اور اس آیت کا طرز بیان تو بالکل اس کے خلاف پر ہے، بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد انھیں نبوت ملی لیکن یہ چیز بھی محتاج دلیل ہے، اور دلیل میں آیت قرآنی قُولُوٓا اٰمَنَّا میں لفظ اَسْبَاطْ پیش کرنا بھی احتمال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا، اس لئے کہ بطون بنی اسرائیل کو اسباط کہا جاتا ہے، جیسے کہ عرب کو قبائل کہا جاتا ہے اور عجم کو شعوب کہا جاتا ہے، پس آیت میں صرف اتنا ہی ہے کہ بنی اسرائیل کے اسباط پر وحی الٰہی نازل ہوئی، انھیں اسلئے

اجمالاً ذکر کیا گیا کہ یہ بہت تھے لیکن ہر سبط برادران یوسف میں سے ایک کی نسل تھی، پس اس کی کوئی دلیل نہیں کہ خاص اُن بھائیوں کو خدائے تعالیٰ نے خلعت نبوت سے نوازا تھا، واللہ اعلم ✦ پھر آپس میں کہتے ہیں ایک کام کرو نہ بانس ہو نہ بانسری بلجے یوسفؑ کا پاپ ہی کاٹو، نہ یہ ہو نہ ہماری راہ کا کانٹا بنے، ہم ہی ہم نظر آئیں، اور ابا کی محبت صرف ہمارے ہی ساتھ رہے، اب اسے باپ سے ہٹانے کی دو صورتیں ہیں یا تو اسے مار ہی ڈالو، یا کہیں ایسی دور دراز جگہ پھینک آؤ کہ ایک کی دوسرے کو خبر ہی نہ ہو، اور اسے کرکے پھر نیک بن جانا توبہ کر لینا اللہ معاف کرنے والا ہے یہ سنکر ایک نے مشورہ دیا یہی سب سے بڑا تھا اور اسکا نام روبیل تھا۔ کوئی کہتا ہے یہوزا تھا۔ کوئی کہتا ہے شمعون تھا اُس نے کہا بھئی یہ تو نا انصافی ہے، بے وجہ بے قصور صرف عداوت میں آکر خونِ ناحق گردن پر لینا تو ٹھیک نہیں، یہ بھی کچھ خدا کی حکمت تھی رب کو منظور ہی نہ تھا ان میں قتلِ یوسف کی قوت ہی نہ تھی، منظورِ خدا تو یہ تھا کہ یوسف کو نبی بنائے بادشاہ بنائے اور انھیں عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا کرے پس ان کے دل روبیل کی رائے سے نرما گئے اور اور طے ہوا کہ اسے کسی غیر آباد کنوے کی تہ میں پھینک دیں قتادہ کہتے ہیں یہ بیت المقدس کا کنواں تھا، انھیں یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے مسافر وہاں سے گذریں اور وہ اسے اپنے قافلے میں لیجائیں، پھر کہاں یہ اور کہاں ہم؟ جب گڑ دیئے کام نکلتا ہو تو زہر کیوں دو، بغیر قتل کئے مقصود حاصل ہوتا ہے تو کیوں خون آلود ہاتھ کرو، ان کے گناہ کا تصور تو کرو یہ رشتے داری کے توڑنے باپ کی نافرمانی کرنے چھوٹے پر ظلم کرنے بے گناہ کو نقصان پہنچانے بڑے بوڑھے کو ستانے اور حق دار کا حق کاٹنے حرمت و فضیلت کا خلاف کرنے بزرگی کو ٹالنے اور اپنے باپ کو دکھ پہنچانے اور اُسے اس کے کلیجے کی ٹھنڈک اور آنکھوں کے سکھ سے ہمیشہ کیلئے دور کرنے اور بوڑھے باپ خدا کے لاڈلے پیغمبرؑ کو اس بڑھاپے میں ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچانے اور اس بے سمجھ بچے کو اپنے مہربان باپ کی پیار بھری نگاہوں سے ہمیشہ اوجھل کرنے کے درپے ہیں، خدا کے دو نبیوں کو دُکھ دینا چاہتے ہیں، محبوب و محب میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں، سکھ کی جانوں کو دُکھ میں ڈالنا چاہتے ہیں، پھول سے نازک بے زبان بچے کو اس کے مشفق مہربان بوڑھے باپ کی نرم و گرم گودی سے الگ کرتے ہیں۔ اللہ انھیں بخشے، آہ شیطان نے کیسی اُلٹی پڑھائی ہے، اور انھوں نے بھی کیسی بدی پر کمر باندھی ہے ✦ ✦ ✦

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ

کہنے لگے کہ ابا آخر آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے

وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ⑪ أَرْسِلْهُ مَعَنَا

ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں، کل آپ اسے ضرور ہمارے ساتھ

غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ

بھیجد یجئے کہ خوب کھائے پیئے اور کھیلے کودے اس کی

لَحَافِظُونَ ⑫

حفاظت کے ذمے دار ہیں،

بڑے بھائی روبیل کے سمجھانے پر سب بھائیوں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا کہ یوسف کو لے جائیں اور کسی غیر آباد کنوے میں ڈال آئیں، اس کے طے کرنے کے بعد باپ کو دھوکہ دینے اور بھائی کو پھسلا کر لے جانے اور اس پر آفت ڈھانے کے لئے سب ملکر باپ کے پاس آئے، باوجود دیکھ تھے بداندیش بدخواہ بُرا چاہنے والے لیکن باپ کو اپنی باتوں میں پھسانے کے لئے اور اپنے گہرے مکر میں انھیں الجھانے کیلئے پہلے ہی جال بچھاتے ہیں، کہ اباجی آخر کیا بات ہے جو آپ ہمیں یوسف کے بارے میں امین نہیں جانتے؟ ہم تو اس کے بھائی ہیں، اسکی خیر خواہی ہم سے زیادہ کون کر سکتا ہے؟ یَرْتَعْ وَيَلْعَبْ کی دوسری قرأت نَرْتَعْ وَنَلْعَبْ بھی

ہے، باپ سے کہتے ہیں کہ بھائی یوسف کو کل ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے ان کا جی خوش ہوگا، دو گھڑی کھیل کود لیں گے، ہنس بول لیں گے آزادی سے چل پھر لیں گے، آپ بے فکر رہیئے، ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے، ہر وقت دیکھ بھال رکھیں گے، آپ ہم پر اعتماد کیجئے ہم اسکے نگہبان ہیں ✦

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ

کہا اسے تمہارا لیجانا مجھے تو سخت صدمہ دے گا

وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ

اور مجھے یہ بھی کھٹکا لگا رہیگا کہ تمہاری غفلت میں اسے

عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ

بھیڑیا کھا جائے انہوں نے جواب دیا کہ ہم جیسی

اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ

زور آور جماعت کی موجودگی میں بھی اگر اسے بھیڑیا کھا جائے تو

اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

تو ہم بالکل عاجز ہی ہوئے

نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی اس طلب کا کہ بھائی یوسف کو ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے جواب دیتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے مجھے اس سے بہت محبت ہے تم اُسے لیجاؤ گے مجھ پر اس کی اتنی دیر کی جدائی بھی شاق گذریگی حضرت یعقوبؑ کی اس بڑھی ہوئی محبت کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت یوسفؑ کے چہرے پر خیر کے نشان دیکھ رہے تھے نبوت کا نور پیشانی سے ظاہر تھا، اخلاق کی پاکیزگی ایک ایک بات سے عیاں تھی، صورت کی خوبی سیرت کی اچھائی کا بیان تھی اللہ کی طرف سے دونوں باپ بیٹوں پر صلوٰۃ وسلام ہو ✦ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ممکن ہے تم اپنی بکریوں کے چرانے چگانے اور دوسرے کاموں میں مشغول رہو اور خدانخواستہ کوئی بھیڑیا آکر اس کا کام تمام کر جائے، اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے؟ آہ! حضرت یعقوب علیہ السلام کی اسی بات کو اُنھوں نے لے لیا اور دماغ میں بسالیا کہ یہی ٹھیک عذر ہے، یوسف کو الگ کر کے ابا کے سامنے یہی گھڑنت گھڑ دیں گے اسی وقت بات بنائی اور جواب دیا کہ ابا آپ نے بھلا فکر کیا ہماری جماعت کی جماعت قوی اور طاقتور موجود اور ہمارے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے؟ بالکل ناممکن۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر تو گویا ہم سب بیکار نکمے عاجز نقصان والے ہی ہوئے ✦

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ

پھر جب اسے لے چلے اور سب نے مل کر ٹھان لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنوئیں

فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

کی تہ میں پھینک دیں، ہم نے یوسف کی طرف وحی کی کہ یقیناً وقت

بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

اس حال میں دے کر وہ جانتے ہی نہ ہوں گا

سمجھا بجھا کر بھائیوں نے باپ کو راضی کر ہی لیا، اور حضرت یوسفؑ کو لیکر چلے، جنگل میں جا کر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یوسفؑ کو کسی غیر آباد کنوے کی تہ میں ڈال دیں حالانکہ باپ سے یہ کہکر لے گئے تھے کہ اس کا جی بہلیگا ہم اُسے عزت کے ساتھ لیجائیں گے، ہر طرح خوش رکھیں گے اس کا جی بہل جائے گا اور یہ راضی خوشی رہے گا، یہاں آتے ہی غداری شروع کر دی، اور لطف یہ ہے کہ سب نے ایک ساتھ دل سخت کر لیا، باپ نے اُن کی باتوں میں آکر اپنے لخت جگر کو ان کو سپرد کر دیا جاتے ہوئے سینے سے لگا کر چُمکار پچکار کر دعائیں دے کر رخصت کیا۔ باپ کی آنکھوں سے ہٹتے ہی ان سب نے بھائی کو ایذائیں دینی شروع کر دیں، بُرا بھلا کہنے لگے اور چانٹا چٹول سے بھی باز نہ رہے مارتے پیٹتے بُرا بھلا کہتے اس کنوے کے پاس پہنچے اور ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر کنوے میں گرانا چاہا۔ آپ ایک ایک کے دامن سے چمٹتے ہیں اور ایک ایک سے رحم کی درخواست کرتے ہیں، لیکن ہر ایک جھڑک دیتا ہے اور دھکا دیکر مار پیٹ کر ہٹا دیتا ہے۔ مایوس ہو گئے سب نے ملکر

مضبوط باندھا اور کنویں میں لٹکا دیا آپ نے کنویں کا کنارہ ہاتھ سے تھام لیا۔ لیکن بھائیوں نے انگلیوں پر مار مار کر اُسے بھی ہاتھ سے چھڑا لیا، آدھی دور آپ پہنچے ہوں گے کہ اُنھوں نے رسّی کاٹ دی آپ تہ میں جا گرے کنویں کے درمیان میں ایک پتھر تھا جس پر آپ آ کر کھڑے ہو گئے عین اُس مصیبت کے وقت عین اس سختی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی جانب وحی کی کہ آپ کا دل مطمئن ہو جائے آپ صبر و سہار سے کام لیں اور انجام کا آپ کو علم ہو جائے، وحی میں فرمایا گیا کہ غمگین نہ ہو یہ نہ سمجھ کہ یہ مصیبت زائل نہ ہو گی، مَن اللہ تعالیٰ تجھے اس سختی کے بعد آسانی دے گا، اس تکلیف کے بعد راحت ملے گی، اُن بھائیوں پر خدا تجھے غلبہ دے گا، یہ گو تجھے پست کرنا چاہتے ہیں لیکن خدا کی چاہت ہے کہ وہ تجھے بلند کرے یہ جو کچھ آج تیرے ساتھ کر رہے ہیں وقت آئے گا کہ تو انھیں ان کے اس کرتوت کو یاد دلائے گا اور یہ ندامت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے اپنا قصور سن رہے ہوں گے اور انھیں یہ بھی نہ معلوم ہو گا کہ تُو تُو ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ جب برادرانِ یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے تو اُنھیں پہچان لیا لیکن یہ نہ پہچان سکے، اس وقت آپ نے ایک پیالہ منگوایا اپنے ہاتھ پر رکھ کر اُسے اُنگلی سے ٹھونکا، آواز نکلی ہی تھی اسی وقت آپ نے فرمایا لو یہ جام تو کچھ کہہ رہا ہے اور تمہارے متعلق ہی کچھ خبر دے رہا ہے، یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا ایک سوتیلا بھائی تھا یوسف نامی، تم اُسے باپ کے پاس سے لے گئے اور اسی کنویں میں پھینک دیا، پھر اُسے انگلی ماری اور ذرا سی دیر کان لگا کر فرمایا لو یہ کہہ رہا ہے کہ پھر تم اُس کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر باپ کے پاس گئے اور وہاں جا کر اُن سے کہہ دیا کہ تیرے لڑکے کو بھیڑیے نے کھا لیا، اب تو یہ حیران ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے

ہائے بُرا ہوا بھانڈا پھوٹ گیا اس جام نے تو تمام سچی سچی باتیں بادشاہ سے کہہ دیں، بس یہی ہے جو آپ کو کنوے میں وحی ہوئی کہ ان کے اس کرتوت کو تُو انھیں ان کی بے شعوری میں جتائے گا، + + +

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا

رات کے اندھیرے میں اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے پہنچے، اور کہنے لگے

يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ

ابا جی ہم تو آپس میں شرطیہ دوڑ میں لگ گئے یوسف کو ہم نے اپنے

عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ

اسباب کے پاس چھوڑا تھا جو اُسے بھیڑیا کھا گیا، آپ تو ہماری بات

بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَ

باور کرنے کے نہیں گو ہم بالکل سچے ہی ہوں اور یہ یوسف

جَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ

کے کرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلود بھی کر لائے تھے، باپ نے کہا

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ

یوں نہیں بلکہ تم نے اپنے دل ہی سے ایک بات بنائی ہے، پس صبر ہی

جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

بہتر ہے، تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر خدا ہی سے مدد کی طلب ہے۔

چپ چاپ ننھے بھیا پر خدا کے معصوم نبی پر باپ کی آنکھ کے تارا پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کر رات ہوتے باپ کے پاس سُرخ رو بننے اور اپنی ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے غم زدہ ہو کر روتے ہوئے پہنچے + اور اپنے ملال کا یوسف کے نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ ہم نے تیر اندازی اور دوڑ شروع کی، چھوٹے بھائی کو اسباب کے پاس چھوڑا اتفاق کی بات ہے اسی وقت بھیڑیا آ گیا اور بھائی کا لقمہ بنا لیا، چیر پھاڑ کر کھا گیا، پھر باپ کو اپنی بات صحیح طور پر چلانے اور ٹھیک باور کرانے کے لئے پانی سے پہلے پاڑ باندھتے ہیں کہ ہم اگر آپ کے نزدیک سچے ہی ہوتے تب بھی یہ واقعہ ایسا ہے کہ آپ ہمیں سچا ماننے میں تامّل کرتے پھر

جب کہ پہلے ہی سے آپ نے اپنا ایک کھٹکا ظاہر کیا ہو اور خلاف
ظاہر واقعہ میں اتفاقاً ایسا ہی ہو بھی جائے تو ظاہر ہے کہ
آپ اس وقت تو ہمیں سچا مان ہی نہیں سکتے، ہیں تو ہم
سچے ہی۔ لیکن آپ بھی ہم پر اعتبار نہ کرنے میں ایک
حد تک حق پر ہیں، کیونکہ یہ واقعہ ہی ایسا انوکھا ہے ہم
خود حیران ہیں کہ یہ ہو کیا گیا؟ یہ تو تھا زبانی کھیل ایک کام
بھی اسی کے ساتھ کر لائے تھے یعنی بکری کے ایک بچے کو
ذبح کر کے اس کے خون سے حضرت یوسف کا پیراہن داغ
دار کر دیا کہ بطور شہادت کے ابا کے سامنے پیش کریں گے
کہ دیکھو یہ ہیں یوسف بھائی کے خون کے دھبے ان کے کرتے
پر، لیکن خدا کی شان چور کے پاؤں کہاں؟ سب کچھ تو کیا
لیکن کرتا پھاڑنا بھول گئے، اس لئے باپ پر سب مکر کھل
گیا، لیکن اللہ کے نبیؑ نے ضبط کیا اور صاف لفظوں میں
گو نہ کہا تاہم بیٹوں کو بھی پتہ چل گیا کہ اباجی کو ہماری بات
جچی نہیں، فرمایا کہ تمہارے دل نے یہ تو ایک بات بنا دی ہے
خیر میں تو تمہاری اس مذبوحی حرکت پر صبر ہی کروں گا۔ ع ۱۲
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے مہر و کرم سے اس دکھ کو ٹال دے
تم جو ایک جھوٹی بات مجھ سے بیان کر رہے ہو اور ایک
محال چیز پر مجھے یقین دلا رہے ہو، اس پر میں اللہ سے مدد
طلب کرتا ہوں اس کی مدد شامل حال رہی تو دودھ کا
دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے گا، ابن عباسؓ کا قول ہے
کہ کرتا دیکھ کر آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تعجب ہے بھیڑیا یوسف
کو کھا گیا اس کا پیرہن خون آلود ہوا مگر کہیں سے ذرا بھی
نہ پھٹا۔ خیر میں صبر کروں گا جس میں کوئی شکایت نہ ہو نہ
کوئی گھبراہٹ ہو (کہتے ہیں کہ تین چیزوں کا نام صبر ہے اپنی
مصیبت کسی سے ذکر نہ کرنا، اپنے دل کا دکھڑا کسی کے سامنے
نہ رونا، اور ساتھ ہی اپنے نفس کو پاک نہ سمجھنا، امام بخاری
رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقعہ پر حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کی پوری حدیث کو بیان
کیا ہے، جس میں آپ پر تہمت لگائے جانے کا ذکر ہے
اسمیں آپ نے فرمایا ہے واللہ میری اور تمہاری مثال
حضرت یوسف کے باپ کی سی ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا
اب صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری ان باتوں پر اللہ ہی سے
مدد چاہی گئی ہے)۔۔۔

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ
ایک قافلہ آیا انھوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا
فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ
اس نے اپنا ڈول لٹکا دیا، کہنے لگا واہ واہ خوشی کی بات ہے یہ تو نوجوان
وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا
انہوں نے اسے مال تجارت قرار دیکر چھپا دیا، اللہ تعالیٰ باخبر تھا اس سے
يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ
جو وہ کر رہے تھے، بھائیوں نے اسے بہت ہی ہلکی قیمت پر گنتی کے
دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا فِيهِ
چند درہموں پر ہی بیچ ڈالا، وہ تو یوسف کے بارے میں بہت ہی
مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿٢٠﴾
بے رغبت تھے۔

بھائی تو حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈال کر چل دیئے یہاں
تین دن آپ کو اسی اندھیرے کنوئے میں اکیلے گذر گئے
محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ اس کنوے میں گرا کر بھائی تماشا
دیکھنے کے لئے اس کے آس پاس ہی دن بھر پھرتے رہے کہ
دیکھیں وہ کیا کرتا ہے اور اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے۔
قدرت خدا سے ایک قافلہ وہیں سے گذرا، انھوں نے
اپنے سقے کو پانی کے لئے بھیجا اس نے اسی کنوئے میں ڈول
ڈالا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی رسی کو مضبوط
تھام لی اور بجائے پانی کے آپ باہر نکلے، وہ آپ کو دیکھ کر
باغ باغ ہو گیا رہ نہ سکا باآواز بلند کہہ اٹھا کہ لو سبحان اللہ
یہ تو نوجوان بچہ آگیا، دوسری قرأت اس کی یا بُشْرَایَ
بھی ہے، سدی کہتے ہیں بشری سقے کے بھیجنے والے کا نام

بھی تھا اس نے اس کا نام لیکر پکار کر خبر کی کہ میرے ڈول میں تو ایک بچہ آیا ہے، لیکن سدی کا یہ قول غریب ہے اس طرح کی قرأت پر بھی وہی معنیٰ ہو سکتے ہیں، اس کی اضافت اپنے نفس کی طرف ہے اور یائے اضافت ساقط ہے اسی کی تائید قرأت یَا بُشْرَایَ سے ہوتی ہے جیسے عرب کہتے ہیں، یَا نَفْسُ اِصْبِرِی اور یَا غُلَامُ اَقْبِلْ، اضافت کے حرف کو ساقط کر کے اس وقت کسرہ دینا بھی جائز ہے اور رفع دینا بھی پس یہ اسی قبیل سے ہے اور دوسری قرأت اس کی تفسیر ہے واللہ اعلم۔ ان لوگوں نے آپ کو بحیثیت پونجی کے چھپا لیا قافلے کے اور لوگوں پر اس راز کو ظاہر نہ کیا بلکہ کہدیا کہ ہم نے کنوئیں کے پاس کے لوگوں سے اُسے خرید اہے، انھوں نے ہمیں اسے دیدیا ہے تاکہ وہ بھی ساجھا نہ ملائیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ برادرانِ یوسف نے شانِ یوسف چھپائی، اور حضرت یوسفؑ نے بھی اپنے تئیں ظاہر نہ کیا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ کہیں قتل ہی کر دیں، اس لئے چپ چاپ بھائیوں کے ہاتھوں آپ بک گئے سقّے سے انھوں نے کہا اس نے آواز دیکر بلا لیا انھوں نے اونے پونے یوسف علیہ السلام کو ان کے ہاتھ بیچ ڈالا (اللہ کچھ ان کی اس حرکت سے بے خبر نہ تھا وہ خوب دیکھ بھال رہا تھا، گو وہ قادر تھا کہ اسی وقت اس بھید کو ظاہر کر دے لیکن اس کی حکمتیں اسی کے ساتھ ہیں، اس کی تقدیر یونہی جاری ہوئی تھی، خلق و امر اسی کا ہے وہ رب العالمین برکتوں والا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک طرح سے تسکین دی گئی ہے، کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ قوم آپ کو دُکھ دے رہی ہے، میں قادر ہوں کہ آپ کو ان سے چھڑا دوں انھیں غارت کر دوں۔ لیکن میرے کام حکمت کے ساتھ ہیں، دیر ہے اندھیر نہیں بے فکر رہو عنقریب غالب کر دوں گا اور رفتہ رفتہ ان کا چورا کر دوں گا، جیسے کہ یوسف اور ان کے بھائیوں کے درمیان میری حکمت کا ہاتھ کام کرتا رہا یہاں تک کہ آخر انجام حضرت یوسفؑ کے سامنے انھیں جھکنا پڑا اور ان کے مرتبے کا اقرار کرنا پڑا، بہت تھوڑے مول پر بھائیوں نے انھیں بیچ دیا، ناقص چیز کے بدلے بھائی جیسا بھائی دیدیا، اور اس کی بھی انھیں کوئی پرواہ نہ تھی بلکہ اگر ان سے بالکل بلاقیمت مانگا جاتا تو بھی دیدیتے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ قافلے والوں نے اسے بہت کم قیمت پر خریدا لیکن یہ کچھ زیادہ درست نہیں، اس لئے کہ انھوں نے تو اسے دیکھ کر خوشیاں منائی تھیں اور بطور پونجی اسے پوشیدہ کر دیا تھا، پس اگر انھیں اس کی بے رغبتی ہوتی تو وہ ایسا کیوں کرتے، پس ترجیح اسی بات کو ہے کہ یہاں مراد بھائیوں کا حضرت یوسفؑ کو گرے ہوئے نرخ پر بیچ ڈالنا ہے بخس سے مراد حرام اور ظلم بھی ہے، لیکن یہاں وہ مراد نہیں لی گئی، کیونکہ اس قیمت کی حرمت کا علم تو ہر ایک کو ہے؛ حضرت یوسف علیہ السلام نبی بن نبی بن نبی بن خلیل الرحمٰن علیہم السلام تھے پس آپ تو کریم بن کریم بن کریم بن کریم تھے پس یہاں مراد ناقص کم تھوڑی اور کھوٹی بلکہ برائے نام قیمت پر بیچ ڈالنا ہے، باوجود اس کے وہ ظلم و حرام بھی تھا، بھائی کو بیچ رہے ہیں اور وہ بھی کوڑیوں کے مول، چند درہموں کے بدلے بیس یا بائیس یا چالیس درہم کے بدلے یہ دام لیکر آپس میں بانٹ لئے، اور اس کی انھیں کوئی پرواہ نہ تھی، انھیں نہیں معلوم تھا کہ اللہ کے ہاں اُن کی کیا قدر ہے، وہ کیا جانتے تھے کہ یہ خدا کے نبی بننے والے ہیں، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اتنا سب کچھ کرنے پر بھی صبر نہ ہوا، قافلے کے پیچھے ہو لئے اور ان سے کہنے لگے دیکھو اس غلام میں بھاگ نکلنے کی عادت ہے اُسے مضبوط باندھ دو کہیں تمہارے ہاتھوں سے بھی بھاگ نہ جائے اسی طرح باندھے باندھے مصر تک پہنچے اور وہاں آپ کو بازار میں لیجا کر بیچنے لگے، اس وقت حضرت یوسف

علیہ السلام نے فرمایا مجھے جو لے گا وہ خوش ہو جائے، پس شاہِ مصر نے آپ کو خرید لیا وہ تھا بھی مسلمان ✦ ✦ ✦

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ
مصر والوں میں سے جس نے اسے خریدا تھا اس نے

لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ
اپنی بیوی سے کہا کہ اسے بہت عزت و احترام کے ساتھ رکھو بہت

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ
یا اسے ہم اپنا بیٹا ہی بنا لیں، یوں ہم نے مصر کی سرزمین میں یوسف

فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ
کا قدم جما دیا، کہ ہم اسے خواب کی تعبیر کا کچھ علم

الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓي اَمْرِهٖ
سکھا دیں، اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۲۱) وَ
لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں،

لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ
جب یوسف پوری طاقت کی عمر کو پہنچ گیا ہم نے اسے دانائی اور علم دیا،

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (۲۲)
ہم نیک کاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں،

رب کا لطف بیان ہو رہا ہے کہ جس نے آپ کو مصر میں خریدا اللہ نے اس کے دل میں آپ کی عزت و وقعت ڈال دی اس نے آپ کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اس میں خیر و صلاح ہے، یہ مصر کا وزیر تھا اس کا نام قطفیر تھا، کوئی کہتا ہے اطفیر تھا اس کے باپ کا نام روحیب تھا یہ مصر کے خزانوں کا داروغہ تھا، مصر کی سلطنت اس وقت ریان بن ولید کے ہاتھ میں تھی، یہ عمالیق میں سے ایک شخص تھا، عزیز مصر کی بیوی صاحبہ کا نام راعیل تھا کوئی کہتا ہے زلیخا تھا، یہ رعابیل کی بیٹی تھیں، ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ مصر میں جس نے آپ کو خریدا اس کا نام مالک بن ذعر بن قریب بن عنق بن مدیان بن

ابراہیم تھا، واللہ اعلم، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سب سے زیادہ دور بین اور دور رس اور انجام پر نظریں رکھنے والے اور عقلمندی سے تاڑنے والے تین شخص گذرے ہیں، ایک تو یہی عزیز مصر کہ بیک نگاہ حضرت یوسفؑ کو تاڑ گیا اور جاتے ہی بیوی سے کہا کہ اسے اچھی طرح آرام سے رکھو، دوسرے وہ بچی جس نے حضرت موسیٰؑ کو بیک نگاہ جان لیا اور جا کر باپ سے کہا کہ اگر آپ کو آدمی کی ضرورت ہے تو ان سے معاملہ کر لیجئے یہ قوی اور با امانت شخص ہے، تیسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ آپ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے خلافت حضرت عمرؓ جیسے شخص کو سونپی، یہاں اللہ تعالیٰ اپنا ایک اور احسان بیان فرما رہا ہے کہ بھائیوں کے پھندے سے ہم نے چھڑایا، پھر ہم نے مصر میں لا کر یہاں کی سرزمین پر اُن کا قدم جما دیا، کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرمائیں، اللہ کے ارادہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ کون روک سکتا ہے؟ کون خلاف کر سکتا ہے، وہ سب پر غالب ہے، سب اس کے سامنے عاجز ہیں جو وہ چاہتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے، جو ارادہ کرتا ہے کر چکتا ہے لیکن اکثر لوگ علم سے خالی ہوتے ہیں، وہ اسکی حکمت کو جانتے ہیں نہ اس کی حکمت کو جانتے ہیں نہ اسکی باریکیوں پر انکی نگاہ ہوتی ہے نہ وہ اس کی حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں ✦ جب آپ کی عقل کامل ہوئی جب جسم اپنی نشو و نما تمام کر چکا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور اس سے آپ کو مخصوص کیا، یہ کوئی نئی بات نہیں ہم نیک کاروں کو اسی طرح بھلا بدلہ دیتے ہیں کہتے ہیں اس سے مراد تینتیس برس کی عمر ہے یا تیس سے کچھ اوپر کی یا بیس کی یا چالیس کی یا پچیس کی یا تیس کی یا اٹھارہ کی یا مراد جوانی کو پہنچنا ہے اور اس کے سوا اور اقوال بھی ہیں واللہ اعلم ✦

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ
اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھا یوسف کو بہلانا پھسلانا شروع

غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۭ قَالَ

دروازے بند کرکے کہنے لگی لو آجاؤ، یوسف نے کہا

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ

اللہ کی پناہ، عزیز مصر میرا سردار ہے مجھے اس نے بہت ہی اچھی طرح

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۳

بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا

عزیز مصر جس نے آپ کو خریدا تھا اور بہت اچھی طرح مثل اولاد کے رکھا تھا اپنی گھروالی سے بھی تاکید اً کہہ دیا تھا کہ انھیں کسی طرح تکلیف نہ ہو عزت و اکرام سے انھیں رکھو اس عورت کی نیت میں کھوٹ آجاتی ہے، جمالِ یوسف پر فریفتہ ہوجاتی ہے دروازے بھیڑ کر بن سنور کر برے کام کی طرف یوسفؑ کو بلاتی ہے لیکن حضرت یوسفؑ بڑی سختی سے انکار کرکے اسے مایوس کردیتے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ تیرا خاوند میرا سردار ہے، اس وقت اہل مصر کے محاورے میں بڑوں کے لئے یہی لفظ بولا جاتا تھا، آپ فرماتے ہیں تمہارے خاوند کی مجھ پر مہربانی ہے وہ میرے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آتے ہیں، پھر کیسے ممکن ہے کہ میں ان کی خیانت کروں یاد رکھو چیز کو غیر جگہ رکھنے والے بھلائی سے محروم ہوجاتے ہیں هَيْتَ لَكَ کو بعض لوگ سریانی زبان کا لفظ کہتے ہیں بعض قبطی زبان کا بعض اسے غریب لفظ بتلاتے ہیں بعض حورانیہ کا لغت بتلاتے ہیں کسائی اسی قرأت کو پسند کرتے تھے اور کہتے تھے اہل حوران کا یہ لغت ہے، حجاز میں آگیا ہے اہل حوران کے ایک عالم نے کہا ہے کہ یہ ہمارا لغت ہے امام ابن جریر نے اس کی شہادت میں شعر بھی پیش کیا ہے، اس کی دوسری قرأت هِئْتُ بھی ہے پہلی قرأت کے معنی تو آؤ کے تھے، اس کے معنی ہیں میں تیرے لئے تیار ہوں بعض لوگ اس قرأت کا انکار ہی کرتے ہیں، ایک قرأت هِيْتَ بھی ہے یہ قرأت غریب ہے ایک قرأت هَيْتُ بھی ہے، عام مدنی لوگوں کی یہی قرأت ہے، اس پر بھی شہادت میں شعر پیش کیا جاتا ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، قاریوں کی قرائتیں قریب قریب ہیں بس جس طرح تم سکھائے گئے ہو پڑھتے رہو، گہرائی سے اور اختلاف سے اور لعن طعن سے اور اعتراض سے بچو اس لفظ کے یہی معنی ہیں کہ آ، اور سامنے ہو وغیرہ پھر آپ نے اس لفظ کو پڑھا کسی نے کہا اسے دوسری طرح بھی پڑھتے ہیں، آپ نے فرمایا درست ہے مگر میں نے تو جس طرح سیکھا ہے اسی طرح پڑھوں گا یعنی هَيْتَ نہ کہ هِيْتُ یہ لفظ تذکیر تانیث واحد تثنیہ جمع سب کے لئے یکساں ہوتا ہے جیسے هَيْتَ لَكَ هَيْتَ لَكُمْ هَيْتَ لَكُمَا هَيْتَ لَكُنَّ هَيْتَ لَهُنَّ + + +

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا ۚ لَوْلَآ اَنْ

اس عورت نے یوسف کی طرف کا قصد کیا اور یوسف نہ اسکا، اگر نہ ہوتی یہ

رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ

بات کہ دیکھتے وہ اپنے پروردگار کی دلیل۔ یونہی ہوا اسواسطے کہ ہم

عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ

اس سے برائی اور بے حیائی دور کردیں، بیشک وہ

عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝۲۴

ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا،

سلف کی ایک جماعت سے تو اس آیت کے بارے میں وہ مروی ہے جو ابن جریر وغیرہ لائے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا قصد اس عورت کے ساتھ صرف نفس کا کھٹکا تھا۔ بغوی کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے کہ جب میرا کوئی بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو تم اس کی نیکی لکھ لو اور جب اس نیکی کو کرگذرے تو اس جیسی دس گنی نیکی لکھ لو، اور اگر کسی برائی کا ارادہ کرے اور پھر اسے نہ کرے تو اس کے لئے نیکی لکھ لو، کیونکہ اس نے میری وجہ سے اس برائی کو چھوڑی ہے، اور اگر اس برائی کو کر ہی گذرے تو اسی کے برابر اسے لکھ لو، اس حدیث کے الفاظ اور بھی کئی ایک ہیں، اصل

بخاری مسلم میں بھی ہے، ایک قول ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اسے مارنے کا قصد کیا تھا، ایک قول ہے کہ اسے بیوی بنانے کی تمنا کی تھی، ایک قول ہے کہ آپ قصد کرتے اگر دلیل نہ دیکھتے لیکن چونکہ دلیل دیکھ لی قصد نہیں فرمایا لیکن اس قول میں عربی زبان کی حیثیت سے کلام ہے جیسے امام ابن جریر وغیرہ نے بیان فرما دیا ہے، یہ تو تھے اقوال قصد یوسف کے متعلق، وہ دلیل جو آپ نے دیکھی اسکے متعلق بھی اقوال ملاحظہ فرمایئے، کہتے ہیں اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو دیکھا کہ گویا وہ اپنی انگلی منہ میں ڈالے کھڑے ہیں اور حضرت یوسفؑ کے سینے پر آپ نے ہاتھ مارا کہتے ہیں اپنے سردار کی خیالی تصویر سامنے آگئی، کہتے ہیں آپ کی نظر چھت کی طرف اٹھ گئی دیکھتے ہیں کہ اس پر یہ آیت لکھی ہوئی ہے،

لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا۔۔

خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا وہ بڑی بے حیائی کا اور خدا کے غضب کا کام ہے، اور وہ بڑا ہی برا راستہ ہے کہتے ہیں تین آیتیں لکھی ہوئی تھیں ایک تو اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ تم پر نگہبان مقرر ہیں، دوسری وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ تم جس حال میں ہو خدا تمہارے ساتھ ہے تیسری آیت اَفَمَنْ هُوَ قَاۗىِٕمٌ الخ خدا ہر شخص کے ہر عمل پر حاضر ناظر ہے کہتے ہیں کہ چار آیتیں لکھی پائیں تین وہی جو اوپر ہیں اور ایک حرمت زنا کی جو اس سے پہلے ہے، کہتے ہیں کہ کوئی آیت دیوار پر ممانعت زنا کے بارے میں لکھی ہوئی پائی۔ کہتے ہیں ایک نشان تھا جو آپ کو ارادے سے روک رہا تھا ممکن ہے وہ صورت یعقوبؑ ہو اور ممکن ہے اپنے خریدار کی صورت ہو اور ممکن ہے آیت قرآنی ہو کوئی ایسی صاف دلیل نہیں کہ کسی خاص ایک چیز کے فیصلے پر ہم پہنچ سکیں پس بہت ٹھیک راہ ہمارے لئے یہی ہے کہ اسے یونہی مطلق چھوڑ دیا جائے جیسے کہ فرمان خدا میں بھی اطلاق ہے (اسی طرح قصد کو بھی) پھر فرماتا ہے ہم نے جس طرح اس وقت اسے ایک دلیل دکھا کر برائی سے بچا لیا اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے اور اسے برائیوں اور بے حیائیوں سے محفوظ رکھتے رہے وہ تھا بھی ہمارا برگزیدہ پسندیدہ بہترین اور مخلص بندہ، اللہ کی طرف سے آپ پر درود و سلام نازل ہو ✦ ✦ ✦

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ
دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے یوسف کا کرتا

دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۭ قَالَتْ
پیچھے کی طرف سے کھینچ پھاڑ ڈالا دروازے کے پاس ہی عورت کا شوہر۔۔

مَا جَزَاۗءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ
جو شخص تیری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے بس اس کی سزا

اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۵ قَالَ
یہی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اور کوئی دردناک سزا دی جائے، یوسف

هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ
یہ عورت ہی مجھے بہلا پھسلا کر میرے نفس کی حفاظت سے مجھے غافل کرنا

شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ
چاہتی تھی عورت کے قبیلے ہی کے ایک شخص نے گواہی دی، کہ اگر اسکا کرتا

قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ
آگے سے پھٹا ہوا ہے تو تو عورت سچی ہے اور یوسف

مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۲۶ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ
جھوٹ بولنے والوں میں ہے، اور اگر اسکا پیراہن

قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ
پیچھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف

الصّٰدِقِيْنَ ۝۲۷ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ
سچوں میں سے ہے، خاوند نے جو دیکھا کہ پیراہن یوسف پیٹھ کی

مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ
جانب سے چاک کیا گیا ہے تو صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم عورتوں کی چھلبازی

كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝۲۸ يُوْسُفُ اَعْرِضْ
تمہارے ہتھکنڈے بھاری ہیں، یوسف اب اس بات کو

عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ
آتی جانی کرو اور اے عورت تو اپنے گناہ سے توبہ کر،

اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾
بیشک تو گنہگاروں میں ہے،

حضرت یوسفؑ اپنے تئیں بچانے کے لئے وہاں سے دروازے کی طرف دوڑے اور یہ عورت آپ کو پکڑنے کے ارادے سے آپ کے پیچھے بھاگی، پیچھے سے کرتا اس کے ہاتھ میں آگیا، زور سے اپنی طرف گھسیٹا جس سے حضرت یوسفؑ پیچھے کی طرف گر جانے کے قریب ہو گئے، لیکن آپ نے بھی آگے کو زور لگا کر دوڑ جاری رکھی اس میں کرتا پیچھے سے بالکل بے طرح پھٹ گیا اور دونوں دروازے پر پہنچ گئے، دیکھتے ہیں کہ عورت کا خاوند موجود ہے اسے دیکھتے ہی اس نے چال چلی اور فوراً ہی سارا الزام یوسفؑ کے سر چھیک دیا اور آپ اپنی پاک دامنی بلکہ عصمت اور مظلومیت جتانے لگی سوکھا سا منہ بنا کر اپنے خاوند سے اپنی بپتا اور پھر پاکیزگی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے فرمائیے حضور آپ کی بیوی سے جو بدکاری کا ارادہ رکھے اس کی کیا سزا ہونی چاہیئے؟ قید سخت یا بری مار سے کم تو ہرگز کوئی سزا اس جرم کی نہیں ہو سکتی + اب جب کہ حضرت یوسفؑ نے اپنی آبرو کو خطرے میں دیکھا اور خیانت کی بدترین تہمت چڑھتی دیکھی تو اپنے اوپر سے الزام ہٹانے اور صاف اور سچی حقیقت کے ظاہر کر دینے کے لئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی میرے پیچھے پڑی تھیں، میرے بھاگنے پر مجھے پکڑ رہی تھیں یہاں تک کہ میرا کرتا بھی پھاڑ دیا، اسی عورت کے قبیلے سے ایک گواہ نے گواہی دی اور مع ثبوت و دلیل اُن سے کہا کہ پھٹے ہوئے پیراہن کو دیکھو اگر وہ سامنے کے رُخ سے پھٹا ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا ہے اس نے اسے اپنی طرف لانا چاہا اُس نے اسے دھکے دیئے، روکا منع کیا ہٹایا اُس میں سامنے سے کرتا پھٹ گیا تو واقعی قصور وار مرد ہے عورت جو اپنی بے گناہی بیان کرتی ہے وہ سچی ہے فی الواقع اس صورت میں وہ سچی ہے، اور اگر اُس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا پاؤ تو عورت کے جھوٹ اور مرد کے سچ ہونے میں کلام نہیں، ظاہر ہے کہ عورت اس پر مائل تھی یہ اس سے بھاگا وہ دوڑی پکڑا کرتا ہاتھ میں آگیا اُس نے اپنی طرف گھسیٹا اس نے اپنی جانب کھینچا وہ پیچھے کی طرف سے پھٹ گیا، کہتے ہیں یہ گواہ بڑا آدمی تھا جس کے منہ پر ڈاڑھی تھی یہ عزیز مصر کا خاص آدمی تھا اور پوری عمر کا مرد تھا، اور زلیخا کے چچا کا لڑکا تھا، زلیخا بادشاہ وقت ریان بن ولید کی بھانجی تھی پس ایک قول تو اس گواہ کے متعلق یہ ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا دودھ پیتا گہوارے میں جھولتا بچہ تھا، ابن جریر میں ہے کہ چار چھوٹے بچوں نے بچپن میں ہی کلام کیا ہے، اس پوری حدیث میں اس بچے کا بھی ذکر ہے جس نے حضرت یوسفؑ صدیق کی پاکدامنی کی شہادت دی تھی، ابن عباسؓ فرماتے ہیں چار بچوں نے کلام کیا ہے فرعون کی لڑکی کی مشاطہ کے لڑکے نے، حضرت یوسفؑ کے گواہ نے، جریج کے صاحب نے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے، مجاہدؒ نے تو ایک بالکل ہی غریب بات کہی وہ کہتے ہیں وہ صرف خدا کا حکم تھا، کوئی انسان تھا ہی نہیں، اسی تجویز کے مطابق جب زلیخا کے شوہر نے دیکھا تو حضرت یوسفؑ کے پیراہن کو پیچھے کی جانب سے پھٹا ہوا دیکھا اس کے نزدیک ثابت ہو گیا کہ یوسفؑ سچا ہے اور اس کی بیوی جھوٹی ہے، وہ یوسفؑ صدیق پر تہمت لگا رہی ہے تو بیساختہ اُس کے منہ سے نکل گیا کہ یہ تو تم عورتوں کا فریب ہے، اس نوجوان پر تم تہمت باندھ رہی ہو اور جھوٹا الزام رکھ رہی ہو تمہارے تریا چرتر تو ہیں ہی چکر میں ڈال دینے والے + پھر حضرت یوسفؑ سے کہتا ہے کہ آپ اس واقعہ کو بھول جائیے جانے دیجئے اس نامراد واقعہ کا پھر سے ذکر ہی نہ کیجئے، پھر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم اپنے گناہ سے استغفار

ع ۳ ۹ ۱۳

کرو، نرم آدمی تھا، نرم اخلاق تھے یا یوں سمجھو کہ وہ جان رہا تھا کہ عورت معذور سمجھے جانے کے لائق ہے۔ اُس نے وہ دیکھا ہے جس پر صبر کرنا بہت مشکل ہے اس لئے اسے ہدایت کر دی کہ اپنے بُرے ارادے سے توبہ کر، سراسر تو ہی خطاوار ہے، کیا خود پھر الزام دوسروں کے سر رکھا + + +

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ

شہر کی عورتوں میں یہ چرچا ہونے لگا کہ عزیز کی بیوی اپنے جوان

الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ

غلام کو اپنا مطلب نکالنے کیلئے بہلانے پھسلانے میں لگی رہتی ہے، اسکے

شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۳۰)

تو دل میں یوسف کی محبت بیٹھ گئی ہے، ہمارے خیال میں تو وہ صریح غلطی

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ

اس نے جب انکی اس پُر فریب غیبت کا حال سنا تو انہیں بلوا بھیجا

وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ

اور ان کیلئے ایک مجلس مرتب کی اور ان میں سے ہر ایک کو

وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ

چھری دی اور کہا اے یوسف ان کے سامنے

عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ

چلے آؤ، ان عورتوں نے جب اسے دیکھا تو بہت بڑا جانا اور اپنے

اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا

ہاتھ کاٹ لئے، اور زبان سے نکل گیا کہ حاشا للہ یہ انسان تو

بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (۳۱)

ہرگز نہیں، یہ تو یقیناً کوئی بہت ہی بزرگ فرشتہ ہے

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ

اسوقت عزیز مصر کی بیوی نے کہا یہی ہیں جن کے بارے میں تم مجھے طعنے

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ

میں نے ہر چند اس سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا لیکن یہ بال بال

فَاسْتَعْصَمَ ۭ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ

بال بچا رہا، کہتا جو کچھ میں اسے کہہ رہی ہوں اگر یہ نہ کریگا

لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ (۳۲)

تو یقیناً یہ قید کر دیا جائیگا اور بیشک یہ بہت ہی بے عزت ہوگا

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ

یوسف نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار جس بات کیطرف یہ عورتیں

مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا

مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے، اگر تو نے

تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ

ان کا فن فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں تو ان کی طرف مائل

اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ (۳۳) فَاسْتَجَابَ

ہو جاؤنگا اور بالکل نادانوں میں جاملوں گا، اس کے رب نے اس

لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ

اسکی دعا قبول کر لی اور ان عورتوں کے داؤں پیچ اس سے پھیر دئے یقیناً

هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۳۴)

وہ سننے جاننے والا ہے

اس داستانِ محبت کی خبر شہر میں ہوگئی چرچے ہونے لگے چند شریف زادیوں نے نہایت تعجب وحقارت سے اس قصے کو دوہرایا کہ دیکھو وزیر کی بیوی ہے اور ایک غلام پر جان دے رہی ہے اس کی محبت کو اپنے دل میں جمائے ہوئے ہے، شغف کہتے ہیں حد سے گذری ہوئی قاتل محبت کو اور شعف اس سے کم درجے کی ہوتی ہے، شغاف کہتے ہیں دل کے پردوں کو، کہتی ہیں کہ عزیز کی بیوی صریح غلطی میں پڑی ہوئی ہے + کہیں ان فضیتوں کا پتہ عزیز کی بیوی کو چل گیا، یہاں لفظ مکر اس لئے بولا گیا ہے کہ بقول بعض خود ان عورتوں کا یہ فی الواقع ایک کھلا مکر تھا، انھیں تو دراصل حسن یوسفؑ کے دیدار کی تمنا تھی، یہ تو صرف ایک حیلہ بنالیا تھا عزیز کی بیوی بھی ان کی چال سمجھ گئی اور پھر اس میں اُس نے اپنی معذوری کی مصلحت بھی دیکھی تو اُن کو پاس اسی وقت بلوا بھیج دیا کہ فلاں وقت آپ کی میرے ہاں دعوت ہے اور ایک مجلس اور محفل اور بیٹھک درست

کرلی جہاں پھل اور میوہ بہت تھا اُس نے تراش تراش کر چھیل چھیل کر کھانے کے لئے ایک ایک تیز چاقو سب کے ہاتھ میں دیدیا، یہ تھا اُن عورتوں کے دھوکہ کا جواب انھوں نے اعتراض جڑ کر جمالِ یوسف دیکھنا چاہا اس نے اپنے تئیں معذور ظاہر کرنے اور اُن کے مکر کو ظاہر کرنے کیلئے انھیں خود زخمی کردیا، اور خود اُن ہی کے ہاتھ سے، حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ آئیے، انھیں اپنی مالکہ کا حکم ماننے سے کیسے انکار ہوسکتا تھا؟ اسی وقت جس کمرے میں تھے وہاں سے آگئے، عورتوں کی نگاہ جو آپ کے چہرے پر پڑی تو سب کی سب دہشت زدہ رہ گئیں ہیبت و جلال اور رعب حسن سے بے خود ہوگئیں، اور بجائے اس کے کہ ان تیز چلنے والی چھریوں سے پھل کٹتے اُن کے ہاتھ اور انگلیاں کٹنے لگیں حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ضیافت باقاعدہ پہلے ہوچکی تھی اب تو صرف میوے سے تواضع ہورہی تھی، بیٹھے ہاتھوں میں تھے چاقو چل رہے تھے جو اُس نے کہا یوسف کو دیکھنا چاہتی ہو؟ سب یک زباں ہوکر بول اُٹھیں ہاں ہاں ضرور اسی وقت حضرت یوسفؑ سے کہلوا بھیجا کہ تشریف لائیے آپ آئے پھر اُس نے کہا جائیے آپ چلے گئے آتے جاتے سامنے سے پیچھے سے ان سب عورتوں نے پوری طرح آپ کو دیکھا، دیکھتے ہی سب سکتے میں آگئیں، ہوش حواس جاتے رہے بجائے نیبو کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کوئی احساس تک نہ ہوا، ہاں جب حضرت یوسفؑ چلے گئے تب ہوش آیا اور تکلیف محسوس ہوئی، تب پتہ چلا کہ بجائے پھل کے ہاتھ کاٹ لیا ہے، اس پر عزیز کی بیوی نے کہا دیکھا ایک ہی مرتبہ کے جمال نے تمہیں ایسا از خود رفتہ کردیا پھر بتلاؤ میرا کیا حال ہوگا؟ عورتوں نے کہا واللہ یہ انسان نہیں، یہ تو فرشتہ ہے، اور فرشتہ بھی بڑے مرتبے والا آج کے بعد ہم کبھی تمہیں ملامت نہ کریں گی، ان عورتوں نے حضرت یوسفؑ جیسا تو کہاں اُن کے قریب اُن کے مشابہ

بھی کوئی شخص نہیں دیکھا تھا، آپ کو آدھا حسن قدرت نے عطا فرما رکھا تھا، چنانچہ معراج کی حدیث میں ہے کہ تیسرے آسمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی جنھیں آدھا حسن دیا گیا تھا، اور روایت میں ہے کہ حضرت یوسفؑ اور آپ کی والدہ صاحبہ کو آدھا حسن قدرت کی فیاضیوں نے عنایت فرمایا تھا، اور روایت میں ہے تہائی حسن حضرت یوسف کو اور آپ کی والدہ کو دیا گیا تھا، آپ کا چہرہ بجلی کی طرح روشن تھا جب کبھی کوئی عورت آپ کے پاس کسی کام کے لئے آتی تو آپ اپنا منہ ڈھک کر اس سے بات کرتے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائے، اور روایت میں ہے کہ حسن کے تین حصے کئے گئے تمام لوگوں میں دو حصے تقسیم کئے گئے اور ایک حصہ صرف آپ کو اور آپ کی ماں کو دیا گیا، یا دو تہائیاں حسن کی ان ماں بیٹے کو ملیں اور ایک تہائی میں دنیا کے تمام لوگ، اور روایت میں ہے کہ حسن کے دو حصے کئے گئے ایک حصے میں حضرت یوسف اور آپ کی والدہ حضرت سارہ اور ایک حصے میں دنیا کے اور سب لوگ، سہیلی میں ہے کہ آپ کو حضرت آدمؑ کا آدھا حسن دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے کمالِ صورت کا نمونہ بنایا تھا، اور بہت ہی حسین پیدا کیا تھا، آپ کی اولاد میں آپ کا ہم وزن کوئی نہ تھا اور حضرت یوسفؑ کو اُن کا آدھا حسن دیا گیا تھا، پس ان عورتوں نے آپ کو دیکھ کر ہی کہا کہ معاذ اللہ یہ انسان نہیں، بَشَرًا کی دوسری قرأت بِشْرًی ہے یعنی یہ تو خرید کیا ہوا ہو ہی نہیں سکتا، یہ تو کوئی ذی عزت فرشتہ ہے، اب عزیز کی بیوی نے کہا بتلاؤ اب تو تم مجھے عذر والی سمجھوگی؟ اس کا جمال و کمال کیا ایسا نہیں کہ صبر و سہار چھین لے۔ میں نے اُسے ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ میرے قبضے میں نہیں آیا، اب سمجھ لو کہ جہاں اس میں یہ بہترین ظاہری خوبی ہے وہاں عصمت و عفت

کی یہ باطنی خوبی بھی بے نظیر ہے پھر دھمکانے لگی کہ اگر میری بات
یہ نہ مانے گا تو اسے قید خانہ بھگتنا پڑے گا اور میں اس کی
بڑی ذلت کروں گی + اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام
نے ان کے اس ڈھونگ سے اللہ کی پناہ طلب کی اور
دعا کی کہ خدایا مجھے جیل خانے جانا پسند ہے مگر تو مجھے ان
کے بد ارادوں سے محفوظ رکھ ایسا نہ ہو کہ میں کسی بُرائی
میں پھنس جاؤں، خدایا تو اگر مجھے بچالے تو میں بچ سکتا ہوں
ورنہ مجھ میں اتنی قوت نہیں، مجھے اپنے کسی نفع نقصان کا
کوئی اختیار نہیں، تیری مدد اور تیرے رحم و کرم بغیر نہ میں کسی
گناہ سے رُک سکوں نہ کسی نیکی کو کر سکوں، میں اے باری
تعالیٰ تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں
تو مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر دے کہ میں ان عورتوں کی
طرف جھک جاؤں اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں، پس
اللہ تعالیٰ کریم و قادر نے آپ کی دعا قبول فرمالی اور آپ کو
بال بال بچالیا، عصمت و عفت عطا فرمائی اپنی حفاظت ع ۴ ۱۴
میں رکھا اور بُرائی سے آپ بچے ہی رہے باوجود بھرپور
جوانی کے باوجود بے انداز حسن و خوبی کے باوجود ہر طرح
کے کمال کے جو آپ میں تھا آپ اپنی خواہش نفس کی بے جا
تکمیل سے رُکتے رہے، اور اس عورت کی طرف رُخ بھی
نہ کیا، جو رئیس زادی ہے رئیس کی بیوی ہے ان کی مالکہ
ہے پھر بہت ہی خوبصورت ہے، جمال کے ساتھ ہی مال
بھی ہے، ریاست بھی ہے وہ اپنی بات کے ماننے پر انعام
و اکرام کا اور نہ ماننے پر جیل کا اور سخت سزا کا حکم سنا رہی
ہے، لیکن آپ کے دل میں خوفِ خدا کا سمندر موج
زن ہے آپ اپنے اس دنیوی آرام کو اور اس عیش اور
لذت کو نامِ خدا پر قربان کرتے ہیں اور قید و بند کو اس
پر ترجیح دیتے ہیں کہ خدا کے عذابوں سے بچ جائیں اور
آخرت میں ثواب کے مستحق بن جائیں، بخاری مسلم میں ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سات قسم کے لوگ
ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے سایے تلے سایہ دے گا
جس دن کوئی سایہ سوا اس کے سایے کے نہ ہو گا، مسلمان
عادل بادشاہ، وہ جوان مرد و عورت جس نے اپنی جوانی
خدا کی عبادت میں گذاری، وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا
ہوا ہو جب مسجد سے نکلا مسجد کی دھن میں رہے یہاں تک
کہ پھر وہاں جائے، وہ دو شخص جو آپس میں محض اللہ کے
لئے محبت رکھتے ہیں اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے
ہیں، وہ شخص جو صدقہ دیتا ہے لیکن اس پوشیدگی سے کہ
دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو نہیں ہوتی، وہ شخص
جسے کوئی جاہ و منصب والی جمال و صورت والی عورت اپنی
طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں +
وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پھر اس کی
دونوں آنکھیں بہ نکلیں + + + + +

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ
ان تمام نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں یہی مصلحت معلوم
لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾
ہوئی کہ یوسف کو کچھ مدت کے لئے قید خانے میں رکھیں،

حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کا راز سب پر کھل گیا
لیکن تاہم اُن لوگوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ کچھ مدت
تک حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ میں ہی رکھیں
بہت ممکن ہے کہ اس میں اُن سب نے یہ مصلحت سوچی ہو
کہ لوگوں میں بات پھیل گئی ہے کہ عزیز کی بیوی اس کی چاہت
میں مبتلا ہے، جب ہم یوسف کو قید کر دیں گے تو لوگ
سمجھ لیں گے کہ قصور اسی کا تھا، اسی نے کوئی ایسی نگاہ کی
ہو گی، یہی وجہ تھی کہ جب شاہِ مصر نے آپ کو قید خانے سے
آزاد کرنے کے لئے اپنے پاس بُلوایا تو آپ نے وہیں سے فرمایا
کہ میں نہ نکلونگا جب تک میری برأت اور میری پاکدامنی
صاف طور پر ظاہر نہ ہو جائے، اور آپ حضرات اس کی
پوری تحقیق نہ کر لیں، جب تک بادشاہ نے ہر طرح گواہ شاہد

سے بلکہ خود عزیز کی بیوی سے پوری تحقیق نہ کر لی اور آپ کا بے قصور ہونا ساری دنیا پر نہ کھل گیا آپ جیل خانے سے باہر نہ نکلے، پھر آپ باہر آتے جبکہ ایک دل بھی ایسا نہ تھا جس میں صدیق اکبر نبی خدا پاکدامن اور معصوم رسول اللہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ذرا بھی بدگمانی ہو۔ قید کرنے کی بڑی وجہ یہی تھی کہ عزیز کی بیوی کی رسوائی نہ ہو ✦ ✦ ✦

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ

اس کے ساتھ ہی دو اور جوان بھی جیل خانے میں داخل ہوئے، ان میں

اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ

سے ایک نے تو کہا کہ میں نے خواب میں اپنے تئیں شراب نچوڑتے دیکھا ہے،

وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ

اور دوسرے نے کہا میں نے اپنے تئیں دیکھا کہ میں اپنے سر پر روٹی

فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ

اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے کھا رہے

مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ

ہیں، ہمیں آپ اس کی تعبیر بتائیے، ہمیں تو آپ

مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

خوبیوں والے شخص دکھائی دیتے ہیں،

اتفاق سے جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانے جانا پڑا اسی دن بادشاہ کا ساقی اور نان بائی بھی کسی جرم میں جیل خانے بھیجا گیا، ساقی کا نام بندار تھا اور باورچی کا نام بحلث تھا، ان پر الزام یہ تھا کہ انھوں نے کھانے پینے میں بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کی تھی، قید خانے میں بھی نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نیکیوں کی کافی شہرت تھی، سچائی امانت داری سخاوت خوش خلقی کثرتِ عبادت خداترسی علم و عمل تعبیر خواب احسان و سلوک وغیرہ میں آپ مشہور ہو گئے تھے جیل خانے کے قیدیوں کی بھلائی ان کی خیرخواہی ان سے مروت و سلوک ان کے ساتھ بھلائی اور احسان ان کی دلجوئی اور دل داری ان کے بیمار ہونے پر تیمارداری خدمت اور دوا دارو بھی آپ کا شغل تھا، یہ دونوں شاہی ملازم حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت ہی محبت کرنے لگے، ایک دن کہنے لگے کہ حضرت ہمیں آپ سے بہت ہی محبت ہو گئی ہے آپ نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے، بات یہ ہے کہ مجھے تو جس نے چاہا کوئی نہ کوئی آفت ہی مجھ پر آئی پھوپھی کی محبت باپ کا پیار عزیز کی بیوی کی چاہت سب مجھے یاد ہے اور اس کا نتیجہ میری ہی نہیں بلکہ تمہاری بھی آنکھوں کے سامنے ہے، اب دونوں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا ساقی نے تو دیکھا کہ وہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہے، ابن مسعودؓ کی قرأت میں خمرًا کے بدلے لفظ عنبًا ہے، اہل عمان انگور کو خمر کہتے ہی ہیں، اس نے دیکھا تھا کہ گویا اس نے انگور کی بیل بوئی ہے اس میں خوشے لگے ہیں اس نے توڑے ہیں پھر ان کا شیرہ نچوڑ رہا ہے کہ بادشاہ کو پلائے، یہ خواب بیان کر کے آرزو کی کہ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتلایئے، اللہ کے پیغمبر نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں تین دن کے بعد جیل خانے سے آزاد کر دیا جائے گا اور تم اپنے کام پر یعنی بادشاہ کی ساقی گری پر لگ جاؤ گے دوسرے نے کہا جناب میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے سر پر میں روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور پرند آکر اس میں سے کھا رہے ہیں، اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات تو یہی ہے کہ واقعی ان دونوں نے یہی خواب دیکھے تھے اور ان کی صحیح تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کی تھی لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ درحقیقت انھوں نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا تھا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کے لئے جھوٹے خواب بیان کر کے تعبیر طلب کی تھی ✦ ✦

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا

یوسف نے کہا تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے تمہارے پاس پہنچنے

نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ

سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا،

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ
یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے، میں نے ان
قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ
جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے بھی
هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ
منکر ہیں ۔ میں اپنے باپ دادوں کے دین کا پابند ہوں
اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ
یعنی ابراہیم و اسحاق اور یعقوب کے دین کا، ہمیں ہرگز یہ
لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ
سزاوار نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں، ہم پر
فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ
اور تمام اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے لیکن
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾
اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں ۔

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے دونوں قیدی ساتھیوں کو تسکین دیتے ہیں کہ میں تمہارے خواب کی صحیح تعبیر جانتا ہوں اور اس کے بتلانے میں مجھے کوئی بخل نہیں اس کی تعبیر کے واقع ہونے سے پہلے ہی میں تمہیں وہ بتلا دوں گا، حضرت یوسفؑ کے اس فرمان اور اس وعدے سے تو بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ تنہائی کی قید میں تھے کھانے کے وقت کھول دیا جاتا تھا اور ایک دوسرے سے مل سکتے تھے اس لئے آپ نے اُن سے یہ وعدہ کیا اور ممکن ہے کہ خدا کی طرف سے تھوڑی تھوڑی کر کے دونوں خواب کی پوری تعبیر بتلائی گئی ہو، ابن عباسؓ سے یہ اثر مروی ہے گو بہت غریب ہے پھر فرماتے ہیں مجھے یہ علم خدائے تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ میں نے اُن کافروں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے جو نہ خدا کو مانیں نہ آخرت کو برحق جانیں، میں نے خدا کے پیغمبروں کے سچے دین کو مان رکھا ہے اور اسی کی تابعداری کرتا ہوں، خود میرے باپ دادا خدا کے رسول تھے، ابراہیم اسحاق یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام، فی الواقع جو بھی راہ راست پر استقامت سے چلے ہدایت کا پیرو رہے، خدا کے رسولوں کی اتباع کو لازم پکڑ لے گمراہوں کی راہ سے منہ پھیر لے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے دل کو پُر نور اور اس کے سینے کو معمور کر دیتا ہے اسے علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے اُسے بھلائی میں لوگوں کا پیشوا کر دیتا ہے، اور دنیا کو وہ نیکی کی طرف بلاتا رہتا ہے ہم جب کہ راہِ راست دکھا دیئے گئے توحید کی سمجھ دے دیئے گئے شرک کی بُرائی بتا دیئے گئے، پھر ہمیں کیسے یہ بات زیب دیتی ہے کہ ہم خدا کے ساتھ اور کسی کو بھی شریک کر لیں، یہ توحید اور یہ سچا دین اور یہ خدا کی وحدانیت کی گواہی یہ خاص خدا کا فضل ہے جس میں ہم تنہا نہیں بلکہ خدا کی اور مخلوق بھی شامل ہے ہاں ہمیں یہ برتری ہے کہ ہماری جانب براہِ راست خدا کی وحی آئی اور لوگوں کو ہم نے یہ وحی پہنچائی، لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں، خدا کی اس زبردست نعمت کی جو خدا نے ان پر رسول بھیجکر انعام فرمائی ہے، ناقدری کرتے ہیں اور مان کر نہیں دیتے بلکہ رب کی نعمت کے بدلے کفر کرتے ہیں، اور خود مع اپنے ساتھیوں کے ہلاکت کے گھر میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں، حضرت ابن عباسؓ دادا کو بھی باپ کے حکم میں رکھتے ہیں اور فرماتے جو چاہے میں حطیم میں اُس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں، اللہ تعالیٰ نے دادا دادی کا ذکر نہیں کیا دیکھو حضرت یوسفؑ کے بارے میں فرمایا میں نے اپنے باپ ابراہیمؑ اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے دین کی پیروی کی + + +

(لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ
اے میرے قید خانے کے ساتھیو کیا متفرق کئی ایک پروردگار
خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا
بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقتور ؟ اس کے
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً
سوا تم جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں

سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ

جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لئے ہیں اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا

نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، فرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ

لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ

ہی کی ہے اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو یہی

الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۰

دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے،

یوسف علیہ السلام سے وہ اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے آئے ہیں آپ نے انھیں تعبیر خواب بتا دینے کا اقرار کر لیا ہے، لیکن اس سے پہلے انھیں توحید کا وعظ سنا رہے ہیں اور شرک سے اور مخلوق پرستی سے نفرت دلا رہے ہیں، فرما رہے ہیں کہ وہ خدائے واحد جس نے ہر چیز پر قبضہ کر رکھا ہے جس کے سامنے تمام مخلوق پست و عاجز لاچار و بے بس ہے، جس کا ثانی شریک اور ساجھی کوئی نہیں جس کی عظمت و سلطنت چپے چپے اور ذرے ذرے پر ہے وہی ایک بہتر؟ یا تمہارے یہ خیالی کمزور اور ناکارے بہت سے معبود بہتر؟ پھر فرمایا کہ تم جن جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو بے سود ہیں بے نام اور ان کے لئے عبادت یہ تمہاری اپنی گھڑنت ہے زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے باپ دادے بھی اس مرض کے مریض تھے، لیکن کوئی دلیل اس کی تم لا نہیں سکتے، اس کی کوئی دلیل عقلی نقلی دنیا میں خدا نے بنائی ہی نہیں، حکم تصرف قبضہ قدرت کل کی کل اللہ تعالیٰ کی ہی ہے اس نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا اور اپنے سوا کسی اور کی عبادت کرنے سے رک جانے کا قطعی اور حتمی حکم دے رکھا ہے، دین مستقیم یہی ہے کہ خدا کی توحید ہو اسی کے لئے ہی عمل و عبادت ہو، اسی خدا کا حکم اس پر بے شمار دلیلیں موجود، لیکن اکثر لوگ ان باتوں سے جاہل ہیں، نادان ہیں توحید و شرک کا فرق نہیں جانتے اسی لئے اکثر شرک کی دلدل میں دھنسے رہتے ہیں۔ باوجود نبیوں کی چاہت کے انھیں ایمان نصیب نہیں ہوتا خواب کی تعبیر سے پہلے اس بحث کے چھیڑنے کی ایک خاص مصلحت یہ بھی تھی کہ ان میں سے ایک کے لئے تعبیر نہایت بری تھی تو آپ نے چاہا کہ یہ اسے نہ پوچھیں تو بہتر ہے لیکن اس تکلف کی کیا ضرورت ہے خصوصاً ایسے موقعہ پر جب کہ خدا کے پیغمبر ان سے تعبیر دینے کا وعدہ کر چکے ہیں، یہاں تو صرف یہ بات ہے کہ انھوں نے آپ کی بزرگی اور عزت دیکھ کر آپ سے ایک بات پوچھی، آپ نے اس کے جواب سے پہلے انھیں اس سے زیادہ بہتر کی طرف توجہ دلائی، اور دین اسلام ان کے سامنے مع دلائل پیش فرمایا، کیونکہ آپ نے دیکھا تھا کہ ان میں بھلائی کے قبول کرنے کا مادہ ہے، بات کو سوچیں گے دلیل پر غور کریں گے، حق کو قبولیت کے کانوں سے سنیں گے جب آپ اپنا فرض ادا کر چکے، احکام خدا کی تبلیغ کر چکے تو اب بغیر اس کے کہ وہ دوبارہ پوچھیں آپ نے ان کا جواب شروع کیا + + +

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ

اے میرے قید خانے کے رفیقو تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو

رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ

شراب پلانے پر مقرر ہو جائیگا، لیکن دوسرا سولی دیا جائے گا

فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ

اور پھر پرندے اس کا سر نوچ نوچ کھائیں گے، تم دونوں جس کے بارے

الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝۴۱

میں تحقیق کر رہے تھے وہ کام فیصل کر دیا گیا،

اب اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ابن پیغمبر ان کے خواب کی تعبیر بتلا رہے ہیں لیکن یہ نہیں فرماتے کہ تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے اور اور تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے تاکہ ایک رنجیدہ نہ ہو جائے اور موت سے پہلے اس پر موت کا بوجھ نہ پڑ جائے، بلکہ مبہم کر کے فرماتے ہیں تم دو میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کا ساقی بن جائے گا۔ یہ در اصل یہ اس خواب کی تعبیر ہے جس نے شیرہ

انگور تیار کرتے اپنے تئیں دیکھا تھا اور دوسرا جس نے اپنے سر پر روٹیاں دیکھی تھیں اس کے خواب کی تعبیر یہ دی کہ اُسے سولی دی جائیگی اور پرندے اس کا بھیجا کھائیں گے پھر ساتھ ہی فرمایا کہ یہ اب ہو کر ہی رہے گا اسلئے کہ جب تک خواب کی تعبیر بیان نہ کیجائے وہ معلق رہتا ہے اور جب تعبیر ہو چکی وہ ظاہر ہو جاتا ہے کہتے ہیں کہ تعبیر سننے کے بعد اُن دونوں نے کہا کہ ہم نے تو دراصل کوئی خواب دیکھا ہی نہیں آپ نے فرمایا اب تو تمہارے سوال کے مطابق ظاہر ہو کر ہی رہے گا اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص خوامخواہ کا خواب گھڑ لے اور پھر اُس کی تعبیر بھی دیدی جائے تو وہ لازم ہو جاتی ہے، واللہ اعلم۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خواب گویا پرندے کے پاؤں پر ہے جب تک اسکی تعبیر نہ دیدی جائے، جب تعبیر دیدی گئی پھر وہ واقع ہو جاتا ہے مسند ابویعلی میں مرفوعاً مروی ہے کہ خواب کی تعبیر سب سے پہلے جس نے دی اسی کے لئے ہے + + + +

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي

جس کی نسبت یوسف کا گمان تھا کہ ان دونوں میں سے یہ چھوٹ جائیگا اس

عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ

کہا کہ اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا پھر اسے شیطان نے اپنے بادشاہ

فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ﴿ع﴾

اور یوسف نے کئی سال قید خانے میں ہی کاٹے

جسے حضرت یوسفؑ نے اس کے خواب کی تعبیر کے مطابق اپنے خیال میں جیل خانے سے آزاد ہونے والا سمجھا تھا اس سے پوشیدگی میں کہ دوسرا یعنی باورچی نہ سنے فرمایا کہ بادشاہ کے سامنے ذرا میرا ذکر بھی کر دینا لیکن یہ اس بات کو بالکل ہی بھول گیا، یہ بھی ایک شیطانی چال تھی کہ جس سے نبی اللہ علیہ السلام کئی سال تک قید خانے میں ہی رہے، پس ٹھیک قول یہی ہے کہ فَاَنْسٰہُ میں ہ کی ضمیر کا مرجع نجات پانے والا شخص ہی ہے گو یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ضمیر حضرت یوسفؑ کی طرف پھرتی ہے (ابن عباس سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یوسف یہ کلمہ نہ کہتے

تو جیل خانے میں اتنی لمبی مدت نہ گذارتے، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور سے کشادگی چاہی، یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے) اس لئے کہ سفیان بن وکیع اور ابراہیم بن یزید دونوں راوی ضعیف ہیں حسن اور قتادہ سے مرسلاً مروی ہے، گو مرسل حدیثیں کسی موقع پر قابل قبول بھی ہوں لیکن ایسے اہم مقامات پر ایسی مرسل روایتیں ہرگز احتجاج کے قابل نہیں ہو سکتیں، واللہ اعلم۔ بِضْعٌ کا لفظ تین سے نو تک کے لئے آتا ہے، حضرت وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ حضرت ایوبؑ بیماری میں سات سال تک مبتلا رہے اور حضرت یوسفؑ قید خانے میں سات سال تک رہے اور بخت نصر کا عذاب بھی سات سال تک رہا ابن عباسؓ کہتے ہیں مدت قید بارہ سال تھی ضحاک کہتے ہیں چودہ برس آپ نے قید خانے میں گذارے +

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ

بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی

سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ

فربہ گائیں ہیں جن کو سات لاغر دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات

سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا

بالیں ہیں ہری ہری اور سات اور ہیں بالکل خشک، اے

الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا

درباریو میرے اس خواب کی تعبیر بتلاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دے

تَعْبُرُونَ ﴿٤٣﴾ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۖ وَمَا

سکتے ہو، انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو اڑتے اڑاتے پریشان

نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ﴿٤٤﴾ وَ

شوریدہ پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے ہم نہیں، ان

قَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ

دو قیدیوں میں سے جو چھوٹا تھا اسے مدت کے بعد یاد آ گیا اور کہنے لگا

أَنَا أُنَبِّئُكُم بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ﴿٤٥﴾ يُوسُفُ

میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دونگا مجھے جانے کی اجازت دیجئے، اے یوسف

أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ

اے بہت بڑے سچے یوسف آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلائیے کہ سات موٹی

يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْبُلٰتٍ

جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالکل سبز خوشے

خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ

ہیں اور سات ہی اور بھی ہیں بالکل خشک، تاکہ میں واپس جا کر ان لوگوں

لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ

سے کہوں کہ وہ سب جان لیں، یوسف نے جواب دیا کہ تم سات سال تک

سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ

پے در پے لگاتار حسب عادت برابر غلہ بویا کرنا، اور فصل کاٹ کر اسے بالوں

سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾

سمیت ہی رہنے دینا بجز اپنے کھانے کی تھوڑی سی مقدار کے،

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ

اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط کے

شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ

آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان کیلئے ذخیرہ

لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾

رکھ چھوڑا تھا بجز اس تھوڑے سے کے جو تم روک رکھو،

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ

اس کے بعد جو سال آئے گا

فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ

اس میں لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی، اور اسمیں

يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾

شیرۂ انگور بھی خوب نچوڑیں گے،

قدرتِ خدا نے یہ مقرر کر رکھا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے سے بعزت واکرام پاکیزگی برأت اور عصمت کے ساتھ نکلیں، اس کے لئے قدرت نے یہ سبب بنایا کہ شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ بھونچکا سا ہو گیا دربار منعقد کیا اور تمام امراء و رؤسا کاہن منجم علماء اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں کو جمع کیا، اور اپنا خواب بیان کر کے ان سب سے تعبیر دریافت کی، لیکن کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور سب نے لاچار ہو کر

یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کوئی باقاعدہ لائق تعبیر سچا خواب نہیں جس کی تعبیر ہو سکے یہ تو یوں ہی پریشان خواب مخلوط خیالات اور فضول توہمات کا خاکہ ہے اس کی تعبیر ہم نہیں جانتے، اسوقت شاہی ساقی کو حضرت یوسف علیہ السلام یاد آ گئے کہ وہ تعبیر خواب کے پورے ماہر ہیں، اس علم میں ان کو کافی مہارت ہے یہ وہی شخص ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل خانہ بھگت رہا تھا یہ بھی اور اس کا ایک اور ساتھی بھی، اسی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ بادشاہ کے پاس میرا ذکر بھی کرنا لیکن اُسے شیطان نے بھلا دیا تھا، آج مدتِ مدید کے بعد اسے یاد آ گیا اور اس نے سب کے سامنے کہا کہ اگر آپ کو اس کی تعبیر سننے کا شوق ہے اور وہ بھی صحیح تعبیر تو مجھے اجازت دو، یوسف صدیق علیہ السلام جو قید خانے میں ہیں ان کے پاس جاؤں اور ان سے دریافت کر آؤں، سب نے اسے منظور کیا اور اسے اللہ کے محترم نبی یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجا، اَمَہٍ کی دوسری قرأت اُمّۃٍ بھی ہے اس کے معنی بھول کے ہیں، یعنی بھول جانے کے بعد اسے حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان یاد آیا ۔ دربار سے اجازت لیکر یہ چلا، قید خانے پہنچ کر اللہ کے نبی ابن نبی ابن نبی ابن نبی علیہم السلام سے کہا کہ اے نرے سچے یوسف علیہ السلام بادشاہ نے اس طرح کا ایک خواب دیکھا ہے اُسے
ع ۷ ۱۶ تعبیر کا اشتیاق ہے تمام دربار بھرا ہوا ہے، سب کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں، آپ مجھے تعبیر بتلا دیں تو میں جا کر اُنہیں سنا دوں اور سب معلوم کر لیں آپ نے نہ تو اسے کوئی ملامت کی کہ تو اب تک مجھے بھولے رہا باوجود میرے کہنے کے تو نے آج تک بادشاہ سے میرا ذکر بھی نہ کیا، نہ اس امر کی درخواست کی کہ مجھے جیل خانے سے آزاد کیا جائے، بلکہ بغیر کسی تمنا کے اظہار کے بغیر کسی الزام کے دینے کے خواب کی پوری تعبیر سنا دی اور ساتھ ہی تدبیر بھی بتا دی ۔ فرمایا کہ سات فربہ گایوں سے مراد یہ ہے کہ سات سال تک برابر حاجت کے مطابق بارش برستی رہے گی، خوب تر سالی ہو گی، غلے کھیت باغات

خوب پھلیں گے یہی مراد سات ہری بالوں سے ہے، گائیں بیل ہی ہلوں میں جتتے ہیں ان سے زمین پر کھیتی کی جاتی ہے اب ترکیب بھی بتلا دی کہ ان سات برسوں میں جو اناج غلہ نکلے اسے بطور ذخیرے کے جمع کر لینا اور رکھنا بھی بالوں اور خوشوں سمیت تاکہ سڑے گلے نہیں خراب نہ ہو ہاں اپنی کھانے کی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لینا لیکن خیال رہے کہ ذرا سا بھی زیادہ نہ لیا جائے صرف حاجت کے مطابق ہی نکالا جائے ✤ ان سات برسوں کے گذرتے ہی اب جو قحط سالیاں شروع ہوں گی وہ برابر سات سال تک متواتر رہیں گی، نہ بارش برسے گی نہ پیداوار ہوگی، یہی مراد ہے سات دبلی گایوں اور سات خشک خوشوں سے کہ ان سات برسوں میں وہ جمع شدہ ذخیرہ تم کھاتے پیتے رہو گے یاد رکھنا ان میں کوئی غلہ کھیتی نہ ہوگی وہ جمع کردہ ذخیرہ ہی کام آئے گا، تم دانے بوؤ گے لیکن پیداوار کچھ بھی نہ ہوگی، آپ نے خواب کی پوری تعبیر دیکر ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنا دی کہ ان سات خشک سالیوں کے بعد جو سال آئے گا وہ بڑی برکتوں والا ہوگا خوب بارشیں برسیں گی خوب غلے اور کھیتیاں ہوں گی ریل پیل ہو جائیگی اور تنگی دور ہو جائیگی اور لوگ حسب عادت زیتون وغیرہ کا تیل نکالیں گے اور حسب عادت انگور کا شیرہ نچوڑیں گے جانوروں کے تھن دودھ سے لبریز ہو جائیں گے کہ خوب دودھ نکالیں اور پئیں ✤

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ

بادشاہ کہنے لگا یوسف کو میرے پاس لاؤ جب قاصد یوسف کے پاس

الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ

پہنچا تو اس نے کہا اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا اور اس سے پوچھ کر

مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ

ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ آپ کاٹ لئے تھے

إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ﴿٥٠﴾ قَالَ مَا

انکے حیلے کو صحیح طور پر جاننے والا میرا پروردگار ہی ہے بادشاہ نے پوچھا اے

خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ عَنْ نَفْسِهِ ۚ

عورتو واقعہ کیا ہے جب تم داؤ گھات کرکے یوسف کو اسکی دلی منشاء سے بہکاتا...

قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ

انہوں نے صاف جواب دیا کہ معاذ اللہ ہم نے تو یوسف میں کوئی برائی

مِنْ سُوءٍ ۚ قَالَتِ امْرَأَتُ

نہیں پائی، پھر تو عزیز کی بیوی بھی

الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ

بول اٹھی کہ اب تو سچی بات

الْحَقُّ أَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ

آگئی، میں نے ہی ورغلایا تھا میں آپ ہی اسے اسکے نفس کی حفاظت

نَفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٥١﴾

کی جانب سے دور علاء رہی تھی اور کوئی شک نہیں واقعی یوسف سچے لوگوں میں ہیں

ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ

اس تمام بات سے غرض یہ تھی کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اسکے پیچھے

بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

اسکی کوئی خیانت نہیں کی تھی اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ دغا بازوں کے

كَيْدَ الْخَائِنِينَ ﴿٥٢﴾

ہتھکنڈے چلنے نہیں دیتا۔

خواب کی تعبیر معلوم کر کے جب قاصد پلٹا اور اس نے بادشاہ کو تمام حقیقت سے مطلع کیا تو بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر پر یقین آگیا ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہو گیا حضرت یوسف علیہ السلام بڑے ہی عالم فاضل شخص ہیں خواب کی تعبیر میں تو آپ کو کمال حاصل ہے، ساتھ ہی اعلیٰ اخلاق والے حسن تدبیر والے اور خلق اللہ کا نفع چاہنے والے اور محض بے طمع شخص ہیں، اب اسے شوق ہوا کہ خود آپ سے ملاقات کرے اسی وقت حکم دیا کہ جاؤ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانے سے آزاد کر کے میرے پاس لے آؤ۔ دوبارہ قاصد آپ کے پاس آیا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا تو آپ نے فرمایا میں یہاں سے نہ نکلوں گا جب تک کہ

شاہِ مصر اور اس کے درباری اور اہلِ مصر یہ معلوم نہ کرلیں کہ میرا قصور کیا تھا؟ عزیز کی بیوی کی نسبت جو بات میری طرف لگائی گئی ہے اس میں سچ کہاں تک ہے؟ اب تک میرا قید خانہ بھگتنا واقعی کسی حقیقت کی بنا پر تھا؟ یا صرف ظلم و زیادتی کی بنا پر؟ تم اپنے پادشاہ کے پاس واپس جاکر میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ وہ اس واقعہ کی پوری تحقیق کریں،

حدیث شریف میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی اس صبر کی اور آپ کی اس شرافت و فضیلت کی تعریف آئی ہے صحیحین وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شک کے حقدار ہم بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت زیادہ ہیں جبکہ انہوں نے فرمایا تھا میرے رب مجھے اپنا مُردوں کا جلانا مع کیفیت دکھلا (یعنی جب ہم خدا کی اس قدرت میں شک نہیں کرتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کیسے شک کرسکتے تھے؟ پس آپ کی یہ طلب از روئے مزید اطمینان کے تھی نہ کہ از روئے شک چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ میرے اطمینانِ دل کے لئے ہے)۔ اللہ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ کسی زور آور جماعت یا مضبوط قلعہ کی پناہ میں آنا چاہنے لگے اور سنو اگر میں یوسف علیہ السلام کے برابر جیل خانہ بھگتے ہوئے ہوتا اور قاصد میری آزادگی کا پیغام لاتا تو میں تو اسی وقت جیل خانے سے آزادی منظور کرلیتا، مسند احمد میں اسی آیت فَاسْئَلْہُ کی تفسیر میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہوتا تو اسی وقت قاصد کی بات مان لیتا اور کوئی عذر تلاش نہ کرتا، مسند عبدالرزاق میں ہے آپ فرماتے ہیں واللہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و کرم پر رہ رہ کر تعجب آتا ہے، اللہ اُسے بخشے، دیکھو تو سہی پادشاہ نے خواب دیکھا ہے وہ تعبیر کے لئے مضطرب ہے قاصد اگر آپ سے تعبیر پوچھتا ہے آپ فوراً بغیر کسی شرط کے بتلا دیتے ہیں، اگر میں ہوتا تو جب تک جیل خانے سے اپنی آزادگی نہ کرالیتا ہرگز نہ بتلاتا مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و کرم پر تعجب معلوم ہو رہا ہے اللہ انھیں بخشے کہ جب ان کے پاس قاصد اُن کی رہائی کا پیغام لیکر پہنچتا ہے تو آپ فرماتے ہیں ابھی نہیں جب تک کہ میری پاکیزگی پاک دامنی اور بے قصوری سب پر تحقیق سے کھل نہ جائے، اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں تو دوڑ کر دروازے پر جا پہنچتا یہ روایت مرسل ہے + + اب پادشاہ نے تحقیق کرنی شروع کی ان عورتوں کو جنھیں عزیز کی بیوی نے اپنے ہاں دعوت پر جمع کیا تھا اور خود اسے بھی دربار میں بلوایا پھر ان تمام عورتوں سے پوچھا کہ ضیافت والے دن کیا گذری تھی، سب بیان کرو، انھوں نے جواب دیا کہ حاشاللہ یوسفؑ پر کوئی الزام نہیں اس پر بے سروپا تہمت ہے، واللہ ہم خوب جانتی ہیں کہ یوسفؑ میں کوئی بدی نہیں، اس وقت عزیز کی بیوی خود بھی بول اُٹھی کہ اب حق ظاہر ہوگیا واقعہ کھل گیا، حقیقت نتھر آئی مجھے خود اس امر کا اقرار ہے کہ واقعی میں نے ہی اسے پھنسانا چاہا تھا، اس نے جو بروقت کہا تھا کہ یہ عورت مجھے پھسلا رہی تھی اس میں وہ بالکل سچا ہے + میں اس کا اقرار کرتی ہوں اور اپنا قصور آپ بیان کرتی ہوں تاکہ میرے خاوند یہ بات بھی جان لیں کہ میں نے اس کی کوئی خیانت دراصل نہیں کی، یوسفؑ کی پاکدامنی کی وجہ سے کوئی شر اور بُرائی مجھ سے ظہور میں نہیں آئی، بدکاری سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچائے رکھا ہے، میرے اس اقرار سے اور واقعہ کے کھل جانے سے صاف ظاہر ہے اور میرے خاوند جان سکتے ہیں کہ میں بُرائی میں مبتلا نہیں ہوئی یہ بالکل سچ ہے کہ خیانت کرنے والوں کی مکاریوں کو اللہ تعالیٰ فروغ نہیں دیتا اُن کی دغابازی کوئی پھل نہیں لاتی + + +

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بارہواں پارہ ختم ہوا + +

کتاب التوحید

مترجم اردو

یہ کتاب مشرکانہ رسوم اور جاہلانہ باتوں کو مٹانے کے لئے اور صحیح اسلامی عقائد پر کاربند رکھنے کے لئے علامہ محمد بن عبد الوہاب نے تصنیف کی تھی۔ اس میں توحید کی حقیقت، اس کے حدود، شرک اور اُس کی خرابیاں اور اس میں مبتلا ہو جانے کے تمام راستوں کو ہر باب کے مطابق قرآن اور حدیث کی صاف اور واضح شہادتوں سے بیان کر دیا ہے۔

کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ ہر مسلمان زبان سے ادا کرتا ہے مگر جب تک اس کے معنی نہ سمجھے اُن کے شروط سے واقف نہ ہو، کوئی فائدہ نہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے بہت سے رسمی امور ایسے معلوم ہونگے جو شرعًا ناجائز ہیں۔ بہت سی بدعتیں اور بُرائیاں ظاہر ہوں گی۔ ضروری ہے کہ ہر شخص اس کو نہایت غور و تدبر سے پڑھے اور جو نقائص معلوم ہوں اُن کی فورًا تلافی کی جائے۔ اس تاریک دور میں اس اصلاحی کتاب کا ہر مسلمان کے زیر مطالعہ رہنا نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب کی ابتدا میں مصنف کی سیرت بھی شامل کر دی گئی ہے۔ نور محمد۔ اصح المطابع کی مطبوعہ کتاب التوحید کا یہ ایڈیشن تمام سابقہ مطبوعہ نسخوں سے صحیح ترین اور کتابت و طباعت کے معیار میں ممتاز ہے۔ صفحہ کے ایک طرف عربی عبارت اور اُس کے مقابل میں اردو ترجمہ نیز ضروری تشریحات سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

کاغذ اعلیٰ۔ قیمت مجلد معہ دو رنگہ گرد پوش۔ تین ۳/ روپے۔